

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ

کے دو سو نادر و نایاب خطوط مبارک کا اعلیٰ اردو ترجمہ

# مکتوبات دو صدی

مترجم

حکیم سید شاہ قسیم الدین احمد شرقی فردوسی مدظلہ

تصحیح و ترتیب نو

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی



سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵-این، مین آباد، لاہور

پاکستان میں اسلام اور اسلامی تصوف  
کے موضوع پر معیاری کتب کی اشاعت کے لیے

الحاج محمد ارشد قریشی رحمۃ اللہ علیہ

کا نام ہمیشہ محترم رہے گا۔

سیرت فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کردہ یہ سلسلہ کتب  
اُن کی یاد سے وابستہ ہے۔



سیرت فاؤنڈیشن کی تمام مطبوعات کی اشاعت میں

خصوصی معاونت کے لیے ادارہ

محترم جناب سردار محمد فیصل خان چشتی صاحب

کا بے حد ممنون ہے۔

سُلطانِ اِسْتِخْفَافِیْنَ جَمْعِ مَعْرِیَّتِ مَوْلَا جَبْرَائِلِ شَیْخِ تَشْرِیْفِ اَلدِّیْنِ اَحْمَدِ یَحْیٰ اَمْرِیِّ

کے دو سو نادر و نایاب خطوط مبارک کا اعلیٰ اردو ترجمہ

# مکتوباتِ دو صدی

مترجم

حکیم سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی فردوسی مدظلہ



تصحیح و ترتیب نو

شاہ محمد سیف الدین فردوسی



سیرت فاؤنڈیشن

اسلامی علوم و فنون کا تحقیقی و اشاعتی ادارہ

۸۵۵۔ این۔ سمن آباد۔ لاہور

جملہ حقوق اشاعت، طباعت و نقل بحق ناشر محفوظ ہیں

نظام اشاعتی لکھنؤ لاہور

نام کتاب: ————— اردو ترجمہ مکتوبات دوسری  
 کاتب مکتوبات: ————— سلطان المحققین حضرت مخدوم الملک شیخ سیرت الدین احمد کھٹی مینری  
 مترجم: ————— سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی البلیخی فردوسی  
 ناشر و مطابع: ————— سیرت فاؤنڈیشن - لاہور  
 مطبع: ————— قادری پریشرز - لاہور  
 کاتب: ————— ظفر صادق ، عمران علی  
 اشاعت اول: ————— ربیع الاول ۱۴۲۳ھ بمطابق مئی ۲۰۰۳ء  
 تعداد اشاعت: ————— پانچ سو  
 قیمت: ————— دو سو پچاس روپے

۲۹۷۵۶۲  
 ش ۷۵۳ م

۶۶۷۱۶

بسی و اہتمام  
 نصر اقبال قریشی

سیرت فاؤنڈیشن - لاہور فون ۷۵۶۰۸۸۲

تقسیم کار

- دربار ایک شاپ - دربار مارکیٹ - گنج بخش روڈ - لاہور
- المعارف - گنج بخش روڈ - لاہور
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز - گنج بخش روڈ - لاہور
- " " " " - اردو بازار - کراچی
- نظامی کتب خانہ، دربار حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، پاکپتن شریف

# فہرست مضامین مکتوبات دوسری

۱۹/۱۱/۵۲

صفحہ نمبر	مکتوب نمبر	صفحہ نمبر	مکتوب نمبر
۹۵	۱۱	۱۳	۱
۱۰۰	۱۲	۲۲	۲
	۱۳	۲۴	۳
۱۰۸		۲۶	۴
۱۱۴	۱۴	۳۱	۵
۱۲۲	۱۵	۳۸	۶
۱۳۱	۱۶	۴۵	۷
	۱۷	۵۲	۸
۱۳۹	۱۸	۵۹	۹
	۱۹		۱۰
۱۴۳	۲۰	۶۹	
۱۴۹	۲۱		
۱۵۳	۲۲	۷۶	
۱۵۶	۲۳		
۱۶۰	۲۴		
۱۶۴	۲۵	۸۲	
۱۶۹	۲۶		
	۲۷		
۱۷۳	۲۸		

۱۰

۱۰

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۲۰۱	خاتم کے خوف اور اپنے افلاس میں	۳۹	عادت کے ترک اور طاعت کی	۲۶
	معرفت خداوند تعالیٰ اور عقل معرفت	۴۰	کوشش میں	۱۷۵
۲۰۵	کی علت نہیں ہیں		وضو اور نماز تہجد میں	۲۷
۲۰۹	عشق میں	۴۱	طاعت و عبادت میں استقامت	۲۸
۲۱۴	محبان خدا سے محبت کرنے میں	۴۲	کی کوشش فتوح نذرانہ قبول کرنے	
۲۱۹	ظاہری ملاقات کے ترک میں	۴۳	اور جاہلوں کی جماعت سے دور رہنے میں	۱۸۱
	جاہ و مرتبہ کا ترک اور اللہ کی بے نیازی	۴۴	عمر کو غنیمت جاننے اور نماز تہجد کی	۲۹
۲۲۱	میں۔ (بنام مولانا صدر الدین)	۱۸۳	تاکید میں	
۲۲۴	دین کا غم اور حکم ازلی سے خوف میں	۴۵	مرید کو نصیحت اور غیروں کو ایذا	۳۰
	(مولانا صدر الدین کے نام)	۱۸۵	پہنچانے سے پرہیز میں	
۲۲۹	مصیبت میں صبر اور بلاؤں کی برداشت	۴۶	مرید کا پیر کی خدمت میں اپنے احوال	۳۱
	(ملک خضر کے نام)	۱۸۶	سے متعلق عرفیہ لکھنے کے جوازیں	
۲۳۵	خوشنودی و ناخوشنودی کی شناخت	۴۷	اور اوڈوظائف کی پابندی میں	۳۲
	اور علم کی طلب خلق خدا کو راحت پہنچانے	۱۸۹	طالب حق اور عشق میں	۳۳
۲۳۵	میں۔ (ملک خضر کے نام)	۱۹۳	بلندی ہمت اور حصول استقامت	۳۴
۲۳۹	کام میں مشغول ہونے اور امید خدا سے	۴۸	کلمہ طیبہ کے ذکر اور حدیث نفس کے	۳۵
	رکھنے میں۔ (خضر مذکور کے نام)	۱۹۵	ترک میں	
۲۴۲	ازل کا فیصلہ اور عقل کی معزولی میں	۴۹	دین کے کام میں کوشش و اس میں	۳۶
	(ملک خضر کے نام)	۱۹۷	دل کی تنگی کی ممانعت میں	
۲۴۴	حکم خداوند پر راضی ہونے اور عقل کا	۵۰	نفس کے عیبوں سے آگاہ ہونے میں	۳۷
	معرفت حق سے معزول ہونے میں	۱۹۸	حال و وقت کے مشاغل اور ماہ و	۳۸
۲۴۴	(ملک خضر کے نام)	۲۰۰	زر کے اندیشہ کے ترک میں	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۲۸۲	مسلمانی و مسلمان ہونے اور دعویٰ مسلمانی پر دلیل میں	۶۲	تقدیر پر راضی رہنے اور حکم خدا کی فرمان برداری میں	۵۱
۲۸۳	عشق اختیار کرنے اور اس کی زیادتی کی کوشش میں	۶۳	(ملک خضر کے نام)	۵۲
۲۸۴	حدیث شریف یا لیت رب محمد لم یخلق محمد ا کے مفہوم و معنی میں	۶۴	(ملک شمس الدین کے نام)	۵۳
۲۸۹	ہمت کی بلندی اور خداوند جل و علا کی طلب میں	۶۵	(ملک شمس الدین کے نام)	۵۴
۲۹۲	اسرار کو چھپانے کا موش رہنے اور گھمنڈ سے دور رہنے اور بت و زنا کی شناخت	۶۶	بقدر ضرورت پر قناعت اور بقدر حاجت پر اکتفا میں	۵۵
۲۹۵	خداوند تعالیٰ کی حکمت اور بندوں کی مقہوری و بیچارگی میں	۶۷	(خواجہ خاص پوری کے نام)	۵۶
۲۹۸	فقرا اور مسکینوں کی محبت میں ثبوت و شہود کے ساتھ	۶۸	حکم خداوندی پر صبر اور نزول بلا پر رضا میں	۵۷
۳۰۰	حق تعالیٰ کے اسرار چھپانے اور خلق کی سرگردانی میں	۶۹	نفس کو اکھاڑ پھینکے میں	۵۸
۳۰۲	خداوند جل و علا کے حکم کے مقابلہ میں عقل کی برطرفی اور در ماندگی میں	۷۰	تقدیر خداوندی سے راضی رہنے میں	۵۹
۳۰۴	مردوں کی توصیف اور مخمنشوں کی مذمت میں	۷۱	قاضی کے عہدہ کی مشغولی دل کی رغبت اور خوشی سے قبول کرنے کی	۶۰
۳۰۸	لوگوں کی حاجت پوری کرنے اور حق بجاتے کے بندوں کی راحت رسائی میں	۷۲	نذمت میں	۶۱
			محبت کا دعویٰ اور دوستی کے اظہار میں	
			استلار و خوف و امید میں	
			عمل کرنے میں فیصل پر ہو عدل پر نہیں	
			کیونکہ شمرہ کا برابری فضل سے ہے	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۳۵۷	دنیا کو دشمن جاننے اور عقبتی کو دوست رکھنے میں	۸۶	روح کے اوصاف اور اس کی تاثیر میں	۷۲
۳۶۱	حق کی طلب اور مخلوق سے علیحدگی میں	۸۷	محبت کے کمال اور ہمت کی بندی میں	۷۳
۳۶۲	دنیا کی مذمت اور اس کی بیوفائی میں	۸۸	محبوب کے غلبہ اور مطلوب کے بے پروائی میں	۷۵
۳۶۶	یافت کی خوشی اور نایافت کی حسرت میں	۸۹	اللہ رب العزت کی بے نیازی اور	۷۶
۳۶۹	حق سبحانہ تعالیٰ تک راہ اور نفس خلق کے ترک میں	۹۰	علت سے عقل کی ردی میں	۷۷
۳۷۲	رغبت دلانے اور ڈرانے میں	۹۱	راز انسانی اور اس کی لا علمی میں	۷۸
۳۷۵	مجبوروں لاچاروں کی امداد کرنے اور حاجتمندوں محتاجوں کی حاجت پوری کرنے میں	۹۲	دستوں پر سختی اور دشمنوں پر اطمینان	۷۹
۳۷۶	چھپے ہوئے کفر کے معلوم کرنے اور اوصاف مسلمان کے ظاہر ہونے میں	۹۳	نوازش میں	۸۰
۳۸۱	عاجزی انکساری اور موافقت میں (حضرت شیخ اسحق مغربی کے نام)	۹۴	کہنے کی بات کہنے اور نہ کہنے کی بات نہ کہنے میں	۸۱
۳۸۲	عدل و انصاف اور مظلوم کی طرف امداد کی نظر میں	۹۵	بنی آدم کی فضیلت اور خداوند تعالیٰ کے ساتھ عشق میں	۸۲
۳۸۶	کمال تواضع اور نواخت میں	۹۶	خداوند تعالیٰ کے احکام و افعال کسی علت کے معلول نہیں یا اس سے پاک میں	۸۳
۳۸۸	مطلوب کی طلب اس دولت کے حاملوں کے	۹۷	دنیا کے ترک کرنے اور عقبتی کی جانب مائل ہونے میں	۸۴
۳۹۲	محبوب کی بلاؤں پر عاشق کی برداشت	۹۸	بہتوں کی تقسیم اور اس سے پاک ہونے میں	۸۵
۳۹۲	معذرت کرنے میں	۹۹	آخرت کے کاموں کی طرف مائل ہونے	۸۶
۳۹۵	نبوت کے معنی پر ولایت کے معنی کی تفصیلت میں	۱۰۰	ادھر صدمہ و شہوت کے ترک کرنے میں	۸۷



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۲۳۳	جسے اللہ نے فضیلت بخشی ہے اسے فضیلت دینے میں	۱۱۴	۳۹۶	۱۰۱
۲۳۴	عمل کے طریقے اور عشق کی روش میں	۱۱۵	۳۹۷	۱۰۲
۲۳۸	محبت کی طلب اور محبوب قربت میں	۱۱۶		۱۰۳
۲۴۰	موت کے لئے آمادہ رہنے اور زندگی کو غیرت جاننے میں	۱۱۷	۴۰۵	
۲۴۲	افسوس کا بیان (دوسرے طور پر)	۱۱۸	۴۱۰	۱۰۴
۲۴۴	دین کی راہ میں استقامت	۱۱۹	۴۱۲	۱۰۵
۲۴۷	خداوند جل شانہ کی جانب لوٹ آنے میں یعنی توبہ میں	۱۲۰	۴۱۴	۱۰۶
۲۵۰	خداوند تعالیٰ سے پُرامید رہنے میں	۱۲۱	۴۱۶	۱۰۷
۲۵۲	نفس کی بیخ کنی	۱۲۲		۱۰۸
۲۵۵	حسرت و ندامت (دوسری عبارتیں)	۱۲۳	۴۱۸	
۲۵۹	نامعلوم چیز میں مبتلا ہوجانے کا خوف فقر و فقرا کی فضیلت دولت مند کی اور	۱۲۴		۱۰۹
۲۶۱	دولت مندوں کی مذمت میں	۱۲۵	۴۲۱	۱۱۰
۲۶۳	ملک، فلک اور جملہ موجودات پر بشر کی فضیلت میں	۱۲۶		۱۱۱
۲۶۶	اپنے حال کی ابتری اور خداوند ذوالجلال سے امید داری	۱۲۷	۴۲۴	۱۱۲
۲۶۹	راہ کی طلب اور نفس بدخواہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں	۱۲۸	۴۲۹	
			۴۳۱	۱۱۳

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
	علمائے آخرت کی صحبت کو غنیمت جاننے میں	۱۴۳	تو نگر کی مذمت اور دنیا کے ترک میں	۱۲۹
۵۱۷	مسلمان کے اوصاف اور نفس و شیطان کے مغلوب کرنے میں	۱۴۴	فیض کا حصول خاص متعدد کے لئے	۱۳۰
۵۲۰	گردش و روش میں	۱۴۴	مولانا مظفر قدس سرہ کے سوالات کے جواب میں جو مولانا حمید الدین ناگوری	۱۳۱
۵۲۳	فضول بات کے ترک کرنے اور راہ	۱۴۵	کلمات سے متعلق ہیں	
۵۲۴	مسلمانی میں قدم رکھنے میں	۱۴۶	مرید کی رہنمائی اور عہت افزائی میں	۱۳۲
	خاکساری و انکساری اور دل کے	۱۴۶	خداوند عالم کی بے نیازی اور بنی آدم کی آزمائش	۱۳۳
۵۲۶	صفات میں	۲۸۴	عشق و عاشقی کی صفت میں	۱۳۴
۵۳۰	بندگی کرنے اور صبر و شکر میں	۱۴۸	بندہ ہونے اور بلا کی برداشت میں	۱۳۵
۵۳۲	صبر (دوسرے طور پر)	۱۴۹	موجودوں کی وحدت اور ان کی صفت	۱۳۶
۵۳۴	دل کی صفائی اور نیت کے خلوص میں	۱۵۰	غفور رحیم کے دربار میں توبہ و استغفار	۱۳۷
	معوذتیں سورہ فلق اور سورہ ولناس کے قرآن ہونے میں	۱۵۱	مولیٰ کی طلب میں ہمیشہ و رات دن	۱۳۸
۵۳۹	توکل میں	۱۵۱	اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقابلہ میں	۱۳۹
۵۴۱	بلا میں صبر اور اس کی مرضی پر راضی رہنے میں	۱۵۱	لوگوں کے گناہ	
۵۴۳	امرار اور سلاطین کے دربار میں جانے	۱۵۲	سالک کو ہلاکت کے مواقع سے ہشیار رکھنے میں	۱۴۰
۵۴۸	کے بیان میں	۱۵۲	دنیا کے ترک اور عاقبت کی طرف متوجہ ہونے میں	۱۴۱
۵۴۹	قناعت و ترک دنیا میں	۱۵۵	اللہ کی طلب اور ماسوی اللہ کے	۱۴۲
۵۵۳	کشف اور تمثیل و تشکل میں	۱۵۶	ترک میں	
۵۵۵	حاجت سے زیادہ علم حاصل کرنے میں	۱۵۷		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۵۹۷	دنیا — کے بیان میں	۱۷۷	۵۵۷	قویہ، قناعت، وضو اور ہمت میں	۱۵۸
۵۹۹	فقر اور فقر کے بیان میں	۱۷۸	۵۵۸	تبدیلی صفات میں	۱۵۹
۶۰۰	محبوب و مطلوب کے بیان میں	۱۷۹	۵۶۰	بندگی کرنے اور مشغولی و طاعت میں	۱۶۰
۶۰۲	شیخ ماتا اور جلاتا ہے کی معنوی تشریح میں	۱۸۰	۵۶۲	خواجہ مہذب علیہ الرحمہ کے سوال کے جواب میں	۱۶۱
۶۰۴	تفکر، غور و فکر اور اس کا معنی	۱۸۱	۵۶۵	روح کا بیان (دوسری عبارت میں)	۱۶۲
۶۰۹	ترتیب و تفکر، تعیین وقت اور تفکر کے ثمرات	۱۸۲	۵۶۹	ترقی روح انسانی میں	۱۶۳
۶۱۲	دل کے احوال میں	۱۸۳	۵۷۰	دل کے بیان میں	۱۶۴
۶۱۳	ظاہر و باطن کی طہارت	۱۸۴	۵۷۲	ذکر کے بیان میں	۱۶۵
۶۱۵	بندہ کی محبت خاص حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ	۱۸۵	۵۷۴	نفس اور خطرات	۱۶۶
۶۱۸	اختیار کا ترک اور تقدیر پر راضی رہنا	۱۸۶	۵۷۷	بت و زنا کے بیان میں	۱۶۷
۶۱۹	سیر طالبان حق تعالیٰ	۱۸۷	۵۷۹	مسلمانی کی بنیاد میں	۱۶۸
۶۲۳	صبر و شکر	۱۸۸	۵۸۲	حضرت مولانا مظفر علیہ رحمۃ کے سوالوں کے جواب میں	۱۶۹
۶۲۵	غیبت کے بیان میں	۱۸۹	۵۸۵	معرفت اور معرفت کی انتہا	۱۷۰
۶۲۷	خاتمہ کے خوف میں	۱۹۰	۵۸۶	علم ظاہر اور علم باطن میں	۱۷۱
۶۳۰	قیامت کے دن کے بارے میں	۱۹۱	۵۸۸	آخرت کا علم اور علمائے آخرت	۱۷۲
۶۳۲	موت کے بیان میں	۱۹۲	۵۹۰	عزت اور گوشہ نشینی کے بیان میں	۱۷۳
۶۳۷	دفن کے بارے میں	۱۹۳	۵۹۲	قدرت کے بیان میں	۱۷۴
۶۳۹	قبر کے بارے میں	۱۹۴	۵۹۴	اللہ تعالیٰ سے شرم کے بیان میں	۱۷۵
۶۴۱	دوزخ کے تذکرہ میں	۱۹۵	۵۹۵	اسلام اور ایمان کے درمیان فرق کے بیان میں	۱۷۶

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۶۷۶	خوف خاتمہ کے جواب میں	۲۰۸	۴۲۴	۱۹۶
۶۸۱	مناجات			۱۹۷
	مناجات دیگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم			
۶۸۲	شرف الدین احمد یحییٰ منیری		۴۶۵	میں
۶۸۳	ترجمہ مناجات			۱۹۸
۶۸۵	قطعہ تاریخ تکمیل ترجمہ مکتوبات دوسری			بہشت، اہل بہشت، بہشت کی عورتیں، وہاں کی حوریں، اور وہاں کے کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف و توصیف میں۔
۶۸۶	عظمت شرف		۴۲۸	
				۱۹۹
			۴۵۲	بیان میں
			۴۵۵	روح کے بارے میں
				۲۰۱
				کفر و شرک ظاہر و پوشیدہ اور بت و زنا کے بیان میں
			۴۶۰	۲۰۲
				وحدت اور اہل وحدت کے بیان میں۔
			۴۶۳	
			۴۶۵	۲۰۳
				ارادت کے بیان میں
			۴۶۸	۲۰۴
				صدق طلب کے بیان میں
			۴۷۰	۲۰۵
				عشق و محبت کے بیان میں
			۴۷۳	۲۰۶
				محبت اور درد کے بیان میں
				۲۰۷
				کاموں کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کرنے اور اپنے علم کو کونائے رکھنے میں
			۴۷۴	

# حضرت مخدوم جہاں <sup>قدس سرہ</sup>

کے علم و فضل، سلوک و معرفت، ریاض و مجاہدہ، عجز و انکساری، عشق الہی  
اور حب رسول ﷺ کی شانِ عظمت میں

❁ جامع مکتوبات دو صدی حضرت اشرف ابن رکن کا خراج عقیدت ❁

حضرت مخدوم منا و مولانا شیخ زماں، سبب امن و امان، شریعت کے نکات  
و باریکیوں کے نکتہ دان، حقیقت کی حقیقتوں کے تحقیق کرنے والے لوگوں سے  
ظاہری احکام بیان فرمائیے بڑے بڑے اہل اللہ پر باطنی اسرار و رموز کھولنے  
والے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کر نیوالے، احادیث مصطفویٰ کو ظاہر  
فرمانے والے، بدعتوں کے دین کو مٹائیے پر مہر گاری و پارسائی کے دین کو قائم  
کر نیوالے، بلند و بالا درجات پر پہنچنے والے، اعلیٰ و ارفع نعمتوں کے پائیے، گناہ  
کی تاریکیوں سے تاریک لوں کے قلوب کو روشن و منور فرمانے والے، حشر میں  
خاطی اور گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے، مریدوں کو مراد یعنی اللہ تک  
پہنچانے والے ندا و پکار کے دن لوگوں کے کام آئیے، اگلے تمام بزرگوں کی یادگار،  
تمام لوگوں کے پیشوا و مقتدا، وہ کون ہے شرف الملتہ والدین احمد بن حنبلہ منیری قدس سرہ  
جنہوں نے دونوں جہاں میں ماسوا اللہ سے رُخ مٹو لیا ہے، اللہ آپ کی درازی عمر  
سے مسلمانوں کو فیض یاب فرمائے اور آپ کے دیدار کی نعمتوں سے سب کو مالا مال کرے۔

آمین!

(ماخوذ دیباچہ جامع مکتوبات)

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَعْظِيمِ سِرِّهِ

سنة ۱۹۹۰ء

عظمت شرف

سنة ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰ء

إِذَا قُلْتُ مَا أَذْنُبُ قَالَتْ مُحِبَّةٌ  
وَجُودُكَ ذَنْبٌ لَا يُقَاسُ بِهِ ذَنْبٌ

(پوچھا میرا گناہ کیا ہے؟ محبت نے جواب دیا تیرا وجود ہی ایسا گناہ  
ہے جو قیاس میں نہیں آسکتا۔)

کلید گنج سعادت قبول اہل دل است

مباد کس کہ دریں امر شک وریب کند

(حافظ شیرازی)

# میری باتیں قصہ اور اسے شانہ نہیں

حضرت مخدوم جہاں کے اس قول فیصل سے متعلق

## پہچھ باتیں

ان :- (سید شاہ محمد سیف الدین سروسی)

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ

سُلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد کبیری منیری رحمۃ اللہ علیہ جب کوہ و بیاباں و جنگلات میں ساہا سال کی سخت ترین ریاضت و مجاہدہ اور روحانی مدارج و کمالات کے بلند ترین زینے طے کر کے خلق خدا کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت کے لئے بہار شریف تشریف لائے، تو اسی وقت سے آپکی خانقاہ میں روحانی تعلیم و تربیت کا ایک ایسا مبارک سلسلہ شروع ہوا، جو بہت جلد اپنی قوت تاثیر، سحر انگیزی اور قبولیت کے لحاظ سے مشہور و معروف ہو گیا۔ جہاں ایک طرف آپکی خانقاہ میں ملک و بیرون ملک آئے علماء و فضلاء اور متلاشی علم و معرفت کا مجمع رہتا تو دوسری طرف عوام الناس آپکے رُخِ زیبا کی زیارت کیلئے شہر و قصبہات امنڈتے چلے آتے، جو ایک نظر آپ کو دیکھ لیتا ہمیشہ کیلئے جان و دل قدموں پر نثار کر دیتا۔ ہر خاص و عام پر آپ کی نگاہ لطف و کرم اور شفقت و محبت کی مثال اس بارانِ رحمت کی طرح تھی جو امیر و غریب و بادشاہان و فقرا کو یکساں فیض پہنچاتی ہے۔ آپکے اخلاص و محبت و صحبت پر تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ نہ ہوتا وہ ایک ہی لمحہ میں سب کچھ ہو جانا بمصدق اس مصرعہ کے

”عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام“

آپکی خانقاہ جہاں ذاکرین کے ذکر سے پر نور و پر کیف رہتی وہیں اہل دل کے اجتماع سے عجب بارونق نظر آتی۔ آپکی فرحت بخش درج پر و مجلس میں جو یان علم اپنی علمی پیاس کی سیرابی کیلئے حلقہ بنا کے۔ اس طرح

مؤدب بیٹھتے گویا اُنکے سرور پر پرندے بیٹھے ہوں، دیکھنے والوں کو سیرت کی کتابوں میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس کے جانثار صحابہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کے اخلاص و محبت کی پاکیزہ تصویر نظر آجاتی۔ عوام و خواص دونوں اپنی روزمرہ کی دینی و دنیوی مشکلات اور پریشانیوں کا حل پوچھتے اور آپ قرآن و سنت، صحابہ و تابعین اور اولیاء کا ملین کے اقوال و زریں و پاک زندگی کی روشنی میں ان کے ذہن و فہم کے مطابق اس طرح دلنشین پیرائے میں جواب عنایت فرماتے جس سے کہ انکی پوری طرح تشفی و تسکین ہو جاتی۔ جب گفتگو کسی دقیق و عمیق مسئلہ پر ہوتی تو اس کو نہایت سہل انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی خود ہی شبہ وارد کرتے اور اس کا جواب دیتے، سبائل اس بات پر حیران و ششدر رہ جاتا کہ یہ شبہ و سوال تو خود اُسی کا تھا۔ دلچسپ و معنی خیز نکات آپکے کلمات کی جان ہوتے۔ خصوصی اوقات میں علماء و فضلاء آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک ”الشریعة اقوالی والطریقة افعالی والحقیقة احوالی“ کے دقیق نکات و لطیف معنی کے متعلق استفسار کرتے اور حضرت مخدوم ”ان کے فہم و ادراک کے مطابق اس طرح گوہر ریز ہوتے گویا علم و معرفت کا خزانہ لٹا ہے ہیں۔ بات سے بات نکلتی اور ہر بات وسیع و عمیق معنی، دلچسپ نکات و لطائف سے پُر وہی اجتہادی قوت اور بلند فکری صلاحیت کی آئینہ دار ہوتی۔ آپ کے گرانقدر مکتوبات و ملفوظات نے اپنے فصیح و بلیغ طرز اسلوب، مؤثر انداز بیان اور جاذبیت و کشش سے ایک زمانہ کو متاثر کیا اور آج تک کر رہے ہیں اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے اور کیوں نہ کریں جبکہ کاتب مکتوب ایسے علوم کے حامل تھے جس کی جڑیں دل میں پوسیت تھیں، اس کا صدور وہیں سے ہوتا جس کے بارے میں یہ قول مشہور ہے انا عند البینکسرات قلوبہم لاجلی ان کی حکومت زبان و حروف پر نہ تھی بلکہ نطق و گویائی تو ان کے وسیع و عمیق علوم کا ذریعہ بننے کے لئے بے چین رہتی، کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہی نہیں بلکہ داعی و مبلغ تھے کہ علوم و معنی کو لفظوں کے سہارے پیش کرنے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ اس بات کی کوشش کی جائے کہ علم و عرفان کا وہ دریا جس کا سوتا دل سے پھوٹتا ہے کسی طرح موجزن و متلاطم ہو جائے تو پھر الفاظ و حروف خود بخود افسانے علم کے لئے مدد و معاون ہوتے رہیں گے۔ اس وقت ان کلمات یا تحریر کی روشنائی مصنوعی نہ ہوگی بلکہ اس کی نوک قلم میں خون جگر شامل ہوگا لیکن اس کے لئے علم و عمل کے ساتھ ساتھ احساس و جذبات سے مغلوب شکستہ دل کی ضرورت ہوگی۔ اگر ایسا ہو تو



پھر اس کی قوت تاثیر و زندگی کا یہ عالم ہوگا کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اس میں وہی ترقی و تازگی،  
حلاوت و شیرینی اور اثر انگیزی پائی جائے گی جو ابتداء سے آفرینش میں تھی۔

جب افکار ایسے پاکیزہ و بلند ہوں تو تحریر و گفتگو میں ثقیل و غیر مانوس الفاظ کا استعمال،  
غیر ضروری عبارت آرائی کو کیسے پسند کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے آپ کی تحریر و گفتگو ان عیوب سے  
پاک نظر آتی ہے۔ میں یہاں خود حضرت مخدوم الملکؒ ہی کے مکتوب سے ایک اقتباس نقل کرنا  
چاہوں گا جس آپ کے نظریہ تعلیم و تربیت، اصول تحریر اور آداب گفتگو کی پوری وضاحت ہو جائیگی  
”علم گفتگو نہیں ہے، علم دوسری چیز ہے اور گفتگو دوسری چیز زبان کا علم کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں“  
اور آگے علم و زبان کے منسوق و حقیقت پر ایسی فیصلہ کن و دو ٹوک بات کرتے ہیں جو حرفِ آخر  
کا درجہ رکھتی ہیں ”علم یہ ہے جو دین کے راستہ میں آدمی کے کام آئے اور علم کے ساتھ نطق کی  
حیثیت مجاز کی حیثیت ہے۔ علم میں صدق کی صفت ہوتی ہے اور علم کا وجود سوائے دل کے اور کہیں  
نہیں ہوتا اور زبان کی حکومت حرفوں پر ہے اور حرف ختم ہونے والی چیز ہے۔ اور علم دل سے  
نکلتا ہے اور دل کے لئے فنا نہیں اس کا تعلق عالم حقیقت سے ہے اور ہر شخص کو خدا علم نہیں  
دیتا مگر گویائی سے کسی کو محروم نہیں رکھتا، زبان کی نعمت ہر شخص کو دی ہے پرندے بھی زبان رکھتے  
ہیں مگر دل نہیں رکھتے چونکہ ان کے پاس دل نہیں، اس لئے علم بھی نہیں ہے، اگر کسی چڑیا کو کسی کا  
نام سکھایا جائے تو سیکھ جائے گی مگر فرق نہیں کر سکتی۔ خلاصہ یہ کہ ان کا دربار فقیرانہ ایک ایسا انوکھا  
دربار تھا جہاں علم و عرفان بچا نہیں جاتا، جذبات و افکار کا سودا نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص کو اس کے  
ظرف کے مطابق دیا جاتا ہے۔ ”دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر“ وہ ایسی  
سبیل ہے جو ہر خاص و عام کے لئے جاری و ساری ہے۔ آپ کی خدمت میں روز و شب آنے والے  
وہ خوش نصیب حضرات جن کے لئے آپ نے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا آپ سے مختلف سوالات  
کرتے اور آپ اس کے جواب عنایت فرماتے۔ مخلص مریدین و متوسلین روزانہ جو بھی آپ کی  
زبان گوہر فشاں سے سنتے فوراً ترتیب کے ساتھ ضبط تحریر کر لیتے، پھر حضرت مخدوم کے حضور اسکو  
پیش کرتے آپ بغور مطالعہ فرما کر حسب ضرورت حذف یا اضافہ کرتے۔

حضرت مخدوم کا سب سے محبوب مشغلہ عبادت و ریاضت میں انہماک و یکسوئی اور اس میں  
بے انتہا ذوق و شوق تھا، آپ اس قول فیصل ”الصلوة معراج المؤمنین“ کے قائل و داعی ہی

نہیں بلکہ اس پر عامل، اس کے لطف و لذت سے پوری طرح واقف و آشنا تھے، اس کے باوجود اپنے اپنی زندگی کے قیمتی اوقات خواہ جس طرح بھی ممکن ہو، لوگوں کے دلوں کی راحت رسائی ان کے لئے دل سوزی و فکر مندی میں صرف کرتے۔ اور اس کام کو نوافل و سنن سے بھی زیادہ اہمیت دیتے اور اپنے مریدین و متوسلین کو بھی اس بات کی تاکید و تبلیغ فرماتے اور اس کام میں سعی بلیغ پر آمادہ و تیار کرتے۔

خدمتِ خلق سے افضل اور مفید تر کوئی عبادت نہیں ۱۶

اپنے ایک عزیز مرید بلک خضر  
رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک  
مکتوب میں اس طرح رسم طراز ہیں :

”اے بھائی! جب دنیا صلا اللتوں اور گمراہیوں میں ڈوبی ہوئی ہے، تمہیں چاہئے کہ اپنے قلم، اپنی زبان اپنے مال و جاہ اور مرتبہ کے ذریعہ جس قدر ممکن ہو ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کرو، اور ان کو آرام پہنچاؤ، تمہارے پاس نماز، روزہ اور نوافل کا جو کچھ ذخیرہ موجود ہے، بلاشبہ وہ بہت مفید ہے، مگر اس سے کہیں بہتر یہ ہے کہ حاجت مندوں کی حاجت روائی کی جائے، بھوکوں کو کھلایا جائے اور ننگوں کو کپڑے پہنائے جائیں یقیناً اس سے زیادہ مفید اور سود مند عبادت تمہارے لئے کوئی اور نہیں۔“

مکتوبات دوسری مکتوب ۴۷

شکستہ تر، عزیز تر ۱۷

ایک دوسرے مکتوب میں انہی مرید کو اس بات کی مزید تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”اے بھائی! ہمیشہ اسی فکر اور غم میں دل شکستگی کے ساتھ لگا رہنا چاہئے دنیا کی تمام چیزیں ٹوٹنے کے بعد سیکار ہو جاتی ہیں، لیکن دل جس قدر شکستہ ہوتا ہے، اتنا ہی قیمتی ہوتا ہے، حق سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے شکستہ ہیں) اس لئے اے بھائی! شکستہ دلوں کی مدد کرو، کھانے، کپڑے اور دیگر ضروریات زندگی سے حاجتمندوں کی خدمت کرو در ماندہ اور مظلوموں کو اپنے ہاتھ، قلم، کاغذ

اور زبان سے سہارا دو۔ یہ واقعہ تو تم نے سنا ہو گا کہ حضرت رابعہ بصریہؒ کو اتنا بڑا مرتبہ صرف ایک مرتے ہوئے پیاسے کتے کو پانی پلانے سے ملا۔ کیوں نہ ہو؟ اگر تم نے کسی ضرورت مند مومن کی ایک ضرورت پوری کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری شتر ضرورتیں پوری کرے گا۔“

ملک شمس الدین کو ایک مکتوب میں اپنے مکتوبات کو روز و شب کا وظیفہ بنا لو

ملفوظات و مکتوبات کو روز و شب کا وظیفہ بنانے اور اس کے فوائد و ثمرات سے فیضیاب ہونے کے اصول و طریقہ کار کی و مناجات کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”اس فقیر کے مکتوبات و ملفوظات جو وہاں پہنچے ہیں، انھیں آداب کے ساتھ مطالعہ کیجئے اور اس پر اپنی وسعت اور قوت کی مطابقت عمل کیجئے اس قانون کے تحت قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔ اقلیم احد اللسائین ملفوظات و مکتوبات کا وظیفہ اس تصور یعنی برزخ میں کرو کہ (گویا) اس فقیر کی زبان سے سن رہے ہو۔“

مکتوبات ڈوہدی کے ایک خط میں حضرت مخدوم الملک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات مبارک کی اہمیت و قدر و قیمت اور قوت تاثیر کے بارے میں نہایت پر جوش انداز سے جو باتیں رسم فرمائی ہیں، وہ آپ کے اس دل شکستہ کی صحیح ترجمان ہیں جو حق تعالیٰ سے ہی سنتی اور دیکھتی ہیں، اور اسی کے عشق و محبت کے درد و سوز کی ایک جھلک ہیں جو آپ کے قلم مبارک سے صفحہ قرطاس پر نقش ہو کر خدا کے بندوں کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر مضبوطی کے ساتھ صحیح طریقے سے چلنے کی دعوت دے رہی ہیں۔

میری باتیں قصہ اور افسانہ نہیں ہیں

برادر عزیز! جو کچھ میں تمہیں لکھتا رہا ہوں، اسے حضورِ دل کے ساتھ پڑھتے

رہو۔ عادتاً نہیں۔ اس لئے کہ یہ قصہ اور افسانہ نہیں ہے۔ تنہائی میں مطالعہ کرو اور بہتر ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ بزرگانِ طریقت نے جو مجاہدے اور کام کئے ہیں جب ہم ان کو نہیں کر سکتے تو ان کے ملفوظات اور ان کی کتابوں سے ہمیں کیا فائدہ۔ انھوں نے

جواب دیا کہ مشائخ طریقت کے مکتوبات و کلمات روئے زمین پر خدا کے لشکر کی حیثیت رکھتے ہیں اس کو جو شخص پڑھتا ہے گا اگر وہ شیر ہے تو شیر نہ ہو جائے گا اور اگر نامرد ہے تو مرد ہو جائے گا۔

مکتوبات دوسری کے مکتوب ۱۲ میں  
ڈوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے | اپنے مکتوبات کے پڑھنے، لکھنے اور

اس کی ترویج و اشاعت میں دلی شوق و محبت کے ساتھ کوشش کرنے والوں کو حوصلہ و ہمت اور دونوں جہاں میں ان کو سعادت و خوش بختی کا مزدہ جانفزا دیتے ہوئے انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ یوں تحریر فرماتے ہیں:

”اے بھائی! اسی طرح اپنا حال برابر لکھا کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہی لکھنا ممکن ہے بہانہ بن جائے، میرے اور تمہارے نصیب میں لکھنے اور پڑھنے کے سوا رکھا ہی کیا ہے شاید یہ لکھا ہو کسی کے کام آئے، اور وہ ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے مجھ کو اور تم کو (حق سبحانہ تعالیٰ) قبول کر لیں اسکو بھی کم نہ سمجھو“ ڈوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے“ درمائدہ لوگوں کے لئے کام کی شرط ہے۔“

مکتوب ۱۲

خلاصہ یہ کہ آپ جو کچھ لکھتے اور فرماتے اس کا مطلوب و مقصود خالصاً رضائے الہی و خوشنودی رسول ہوتا۔ ناموری و شہرت کو اس میں قطعاً دخل نہ ہوتا کیونکہ زیادہ شہرت و نیک نامی کو ”شیطان کی شہرت“ پر قیاس کرتے ہوئے خائف رہتے۔ حضرت مخدوم کے دور حیات میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے ملفوظات و مکتوبات اور فرمودات سے لوگوں نے اپنے لئے رہبری و رہنمائی اور چراغ راہ کا کام لیا وہ اس طرح سے

ناقصاں را پیر کامل کا ملاں را رہنما

خانقاہوں میں باقاعدہ آپ کی کتابوں کے درس کا نظم کیا گیا، شیوخ کبار نے خلوت نشین ہو کر اس کا مطالعہ کیا۔ اور حقیقت میں آپ کے اقوال و کلمات نے، ایک پیر کامل کی طرح لوگوں کی اس طرح رہبری و رہنمائی کی کہ بے شمار لوگوں کی دین و دنیا سنور گئی، باطل و گمراہ کن خیالات کے متاثر مردہ ذہنوں میں نئی جان پیدا ہو گئی، اور سب سے بڑھ کر بے شمار سالکین راہ و طالبین معرفت نے

اس کی روشنی میں اپنی مراد و منزل کو پالیا، گذشتہ سات برسوں سے بیشمار لوگ حضرت مخدوم جہاں کی کتابوں سے فیضیاب ہوتے آرہے ہیں، لیکن موجودہ وقت اور حالات میں جبکہ اُردو زبان جس میں کافی حد تک ہمارا قدیم دینی و علمی اور ثقافتی سرمایہ منتقل ہو چکا ہے اس کے بھی روز بروز ہمارا تعلق ختم ہوتا جا رہا ہے، ایسی صورت حال میں اصل عربی اور فارسی زبانوں میں کتابوں کی طباعت قطعاً مفید و سود مند نہیں ہو سکتی، شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ جو بھی دینی و اسلامی تعلیمات کا بیش قیمت ذخیرہ ہمارے بزرگوں نے بطور وراثت ہمارے لئے رکھ چھوڑا ہے، خواہ وہ ارشادات کی شکل میں ہو یا ملفوظات و مکتوبات کی صورت میں اس کو جلد از جلد مختلف زبانوں میں فوراً منتقل کیا جائے، اس سلسلہ میں اگر مقامی زبانوں میں بھی ترجمہ کی صورت نکل آئے تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ کچھ دنوں پہلے سنگھ زبان میں مکتوبات صدی کے ترجمہ سے لوگوں کو کافی فائدہ پہنچا ہے۔

حضرت مخدوم الملک اور آپ کے خلفائے کبار رحمہم اللہ علیہم کی کتابوں کے اُردو ترجمے اور طباعت کا کام جو کچھ برسوں سے شروع ہوا ہے، الحمد للہ اس نے تو اب ایک تحریک تصوف اسلامی کے نشر و اشاعت کی شکل اختیار کر لی ہے، مکتوبات دو صدی کا اُردو ترجمہ اسی سلسلہ کی ایک روشن اور مبارک کڑی ہے، اور ہمارے جدِ محترم حضرت جناب بھنور سید شاہ محمد سجاد فریدیؒ سابق سجادہ نشین مخدوم جہاں کی آرزوؤں و تمناؤں کا یہ وہ حسین خواب ہے جس کی خوبصورت تعبیر اب سامنے آرہی ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ انھوں نے اس مبارک کام کی ابتداء اپنے دور حیات میں ہی کر دی تھی، لیکن کام اب بھی بہت زیادہ باقی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اپنے محبوبوں کی خواہشوں کو ان کی پیاری پیاری باتوں کو اور ان مخلصانہ کوششوں کو بولوگوں کی رہبری و رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہیں ضرور پائے تکمیل و مقصد تک پہنچائے گا۔

آخر میں ہم اپنی طرف سے اور مکتبہ شرف کی طرف سے مترجم کتاب جدِ محترم جناب سید شاہ قسیم الدین احمد فریدی صاحب مدظلہ کے خلوص و محبت اور ان کے بے پایاں احسانوں کا ذکر کرنا اپنی سعادت تصور کرتا ہوں جنہوں نے اپنی پوری زندگی خالقہ اور مخدومیات کے وسیع علمی ذخیرہ کی خدمت میں صرف کر دی، ترجمہ کی شروعات سے تکمیل کے مرحلے تک جس لگن و شوق اور جذبہ خلوص کا اظہار ہوا اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مکتوبات دو صدی کے کسی قلمی نسخوں کا

ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا اور پھر مخطوطات میں کسی جگہ کاتبوں کی ایسی غلطیاں جس سے ذہن الجھ کر رہ جائے۔ ایسے نازک موقع پر حضرت مخدوم جہاں کی فکر و طرز اسلوب کو سامنے رکھ کر صحیح مفہوم کو ادا کرنا بے حد مشکل کام تھا، جس کو انھوں نے نامساعد حالات اور خرابی صحت کے باوجود بحسن و خوبی انجام دیا۔ میں جب کبھی ان کے پاس حاضر ہوتا اور انھیں متن کتنا کا ترجمہ جس تیزی سے کرتے دیکھتا تو مجھے بے حد تعجب ہوتا لیکن فوراً یہ بات آشکارا ہو جاتی کہ مکتوبات مبارک کے الفاظ و معانی، اس کی لطیف و بلیغ عبارت، نادر نکات اور تعبیرات کا بر محل استعمال اور اس کا حسین امتزاج جو بلاشبہ قدیم عالمی ادیب اسلامی کے انمول نمونوں میں شامل ہے، جس سے ان کی ایسی ذہنی ہم آہنگی ہو چکی ہے کہ پھر ترجمہ کے وقت ان کے لئے کوئی مشکل، مشکل نہیں ہوتی۔ تقریباً پندرہ سو صفحات پر مشتمل ترجمہ کے مسودہ کو خود ہی خوشخط نقل کر کے کاتب کو دینا۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جس کو حضرت مخدوم جہاں اور ان کی کتابوں سے انتہائی عقیدت بلکہ جنون کی حد تک شغف و محبت کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، میرے لئے ترجمہ کے متعلق کچھ کہنا گویا اپنے ہی گھر کی تعریف یا تحقیر اپنی ہی زبان سے محمود نہیں ہوگی۔۔۔ اب تو یہ آپ کے سامنے ہے، اچھا ہے یا برا بہر حال ترجمہ ترجمہ ہے اصل کہاں؟ لیکن عبارت آرائی تصنع اور خوشنما الفاظ کی سجاوٹ سے الگ ہٹ کر جو قطعاً مقصود نہیں ترجمہ کو اصل متن کا پورا پورا فیضان اور تاثیر کا مجموعہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔

ترجمہ کے بعد کتابت کا سلسلہ شروع ہوا اور پھر کتابت شدہ اوراق میں جو غلطیوں کا انبار نکلا اس کی درستگی اور ترتیب میں کافی وقت ہوئی اور بہت زیادہ وقت لگا جس کی وجہ کر طباعت میں کافی دیر ہوتی گئی، جوں جوں تاثیر ہوتی رہی لوگوں کا اصرار بھی اسی قدر بڑھتا رہا لیکن اب کسی طرح کا عذر قابل عذر نہیں ہوگا۔

کتاب کی طباعت کے موقع پر خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے موجودہ سجادہ نشین مدظلہ کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنے نایاب کتب خانہ سے مکتوبات دوسری کا ایک قدیم نادر تسلی نسخہ جو ۲۰۸ خطوط پر مشتمل تھا بڑے خوش دلی کے ساتھ دیا جس سے ترجمہ کے وقت کافی مدد ملی اور آسانی ہوئی۔

مکتوبات دُورِ دُوری کے کتابت شدہ اوراق کی تصحیح، درستگی اور ترتیب میں جن لوگوں نے میرا تعاون کیا ان کا میں تہہ دل سے مشکور ہوں خاص طور سے برادر عزیز مولانا کفیل احمد ندوی سلمہ کا جنہوں نے بڑے شوق و محبت کے ساتھ اپنا قیمتی وقت دیا اور بڑی محنت کی، اسکے علاوہ ان سبھی لوگوں کے لئے دعا گو ہوں جنہوں نے اس عظیم الشان کام کی ابتدا سے لیکر تکمیل طباعت کے مرحلے تک قدم قدم پر رہنمائی کی اور اپنا قیمتی تعاون دیا۔ اللہ تعالیٰ سے ایک بار پھر اخلاص کے ساتھ دعا گو ہوں کہ ہم سبھوں کی اس ناپتیز کوششوں کو جس کا شمار کسی نیکی میں تو نہیں، لیکن نیکی کی نقل میں ضرور ہے سمجھ کر قبول فرمائے اور اس کھوٹے سٹکے کو اصل بنا کر اپنے خزانہ رحمت سے ہم سبھوں پر اپنی رحمتِ کاملہ نازل فرمائے۔ اور اُس کام سے دُور رکھے جس میں اس کی رضا شامل نہ ہو۔ اور اس ترجمہ کو عامۃ المسلمین کی رہبری و رہنمائی کا ذریعہ بنا دے۔ (آمین)

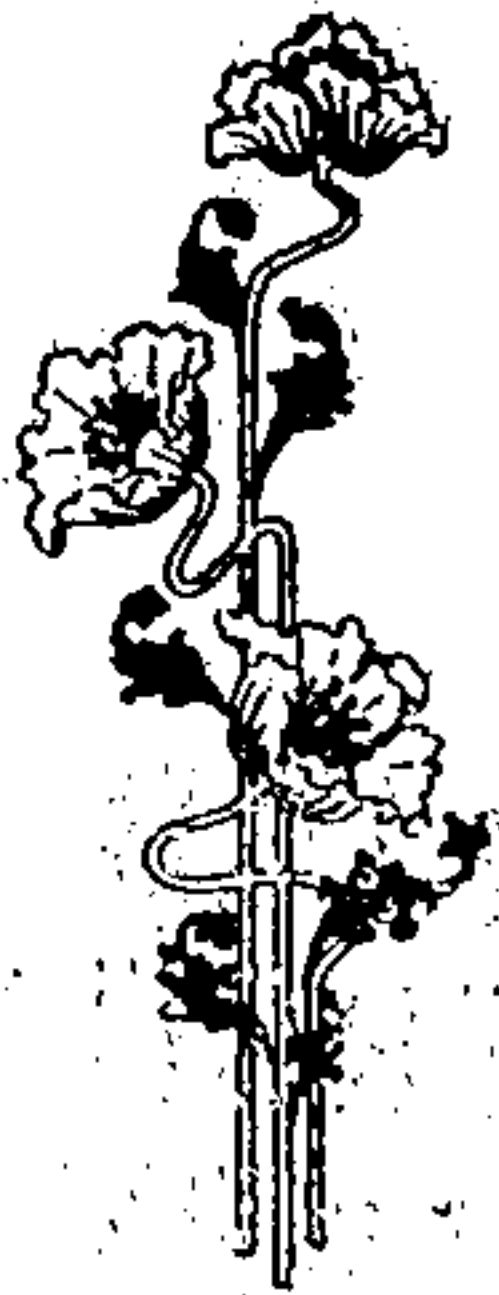
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَوْلًا وَأَخْرًا، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ

وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ ط

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی

خانقاہ فردوسیہ نمبر ۱۸ لندن انٹرنیٹ کلکتہ ۱۲

۷ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۹۳ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# حرفِ محبت

(عزت مآب گورنر بہار محترم مدیح قریشی)

اس کے مختصر سی عبارت میں حضرت مخدوم جہاں کی سیرت نگاری اور شریعت و طریقت پر مبنی ان کی اس گہر بار تخلیق کا احاطہ و تبصرہ تو ممکن نہیں۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ انہوں نے رسم فرمایا ہے۔ اس سے شریعت و طریقت کی حقیقت و غایت اور صوفیائے کرام کا کام و مقام مکمل طور پر سامنے آجاتا ہے واقعہ بھی یہی ہے کہ تصوف، شریعت و طریقت کی روح اور جوہر ہے اور صوفیائے کرام اس بیش بہا و بیکراں سرمایہ کے امین و محافظ ہیں اور امت نبویٰ اپنے دینی تشخص کے لئے کبھی تصوف اور صوفیائے کرام سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کے لئے جو انتظام فرمایا ہے۔ اس میں صوفیائے کرام کا تسلسل بھی شامل ہے۔ حضرت مخدوم جہاں کی دینی شخصیت ان کے نمایاں صفات، ان کا انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق باللہ۔ خلوص و محبت، فیض و تاثیر۔ معرفت و سلوک اسی سلسلہ تحفظ میں شامل ہیں۔

حضرت عمر بن عثمان مکیؓ کے نام مکتوب میں ایک مقام پر حضرت جنید بغدادیؒ نے رسم فرمایا ہے کہ تم احتیاط کا لبادہ اوڑھ لو اور خدا کی خاطر اپنے نفس کے محاسب بن جاؤ۔ یہی پیغام حضرت مخدوم جہاںؒ کا بھی ہے۔ کیونکہ آج باطن کو آباد کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس لئے کہ ہمارا غافل معاشرہ بدستور مادیت سے پامال ہو رہا ہے۔ اقدار سیال ہو گئے ہیں۔ انسان ریزہ ریزہ ہو کر بکھر رہا ہے۔ اور مستقبل میں مخدوم ہے۔ اس صدی کے آغاز میں ہی جدید ترکی کے فلسفی ضیاء گو کالب نے انسان کو محفوظ رکھنے کے لئے تصوف کی رہنمائی کو ضروری بتایا تھا۔ برٹرنڈ رسل نے بھی اس امر پر اصرار کیا ہے کہ مشینی معاشرے سے پناہ تصوف میں ہی ہے۔



کیونکہ انسان دراصل جسم سے نہیں بلکہ اپنے شعور کے باعث زندہ رہتا ہے۔ اور صوفیانہ شعور ہی انسان کو مادی استحصال اور مشینی کلچر سے آزاد کرتے ہوئے بہتر مستقبل کی ضمانت عطا کرتا ہے۔ کیونکہ تصوف انسان کے عجز و انکسار کو فروغ دیتا ہے۔ قلب اور ضمیر کی تاریکی کو دور کرتا ہے۔ اور سرکش و گمراہ ہمزاد کی نگرانی کرتا ہے۔ حضرت مخدوم جہاں نے شریعت و طریقت کے توازن و امتزاج کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ....

ان کی تحریر بابرکت سے یہ مترشح ہے۔ ”مونس المریدین“ کی سو اسیوں مجلس میں حضرت نے حضور اکرم کے اس ارشاد پر اصرار فرمایا ہے کہ شریعت میرے اقوال ہیں اور طریقت میرے افعال۔ جب تک شریعت حاصل نہ ہو طریقت درست نہیں۔ مزید وضاحت آئی کہ وضو کرنا شریعت ہے اور شب و روز با وضو رہنا طریقت ہے۔ نادر مکاتیب کے اس مجموعہ میں خود احتسابی اور نفس کی گھاٹیوں کو قطع کرنے کے اہم ابواب کے علاوہ علم و دانش اور صحبت با اہل دل پر بھی حضرت مخدوم نے اصرار فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر علم کے تمام عمر مجاہد و ریاضت کرتا رہے۔ وہ جیسا تھا ویسا ہی رہے گا۔ اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی برسوں بے وضو نماز پڑھتا رہا ہو اور بغیر ایمان لائے ہوئے (یعنی کافر) قرآن کی تلاوت کرتا رہا ہو۔ اس صحیفہ بابرکت کا ترجمہ سلیس، سادہ، با محاورہ اور فکر انگیز ہے۔ جناب شاہ قسیم الدین صاحب نے اس ترجمہ سے صدقہ جاریہ کا فرض انجام دیا ہے اور شاہ محمد سیف الدین فردوسی صاحب نے ان مکتوبات مطبوعہ کو ترتیب دے کر اہل ایمان کے لئے روشن مستقبل کے امکانات واضح کئے ہیں۔

میری دعائیں ہیں کہ خداوند کریم ان کی مساعی کو قبول فرمائیں اور جزائے خیر عطا فرمائیں اور یہ متبرک مجموعہ ہم سبھوں کے لئے حاضری و حضور کا وسیلہ شرف ہو۔

امین!

محمد شفیع قریشی عفی عنہ  
اربعین المبارک ۱۴۱۳ھ راج بھون



# ابتداء کے دو حرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً ومصلياً

مکتوبات دو صدی، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد سیدی منیری قدس سرہ  
تحتاج تعارف نہیں۔ اصل کتاب دو بار طبع ہو چکی ہے دونوں مطبوعہ ۱۵۴۲ مکتوبات پر  
مشمول ہے لیکن حقیقتاً یہ ۲۰۸ خطوط کا مجموعہ ہے۔ ۱۵۴۲ مکتوبات کے بعد کا حصہ مخطوطہ ہے  
اور کیا ہے۔ یہ ترجمہ کامل و مکمل کتاب کا ہے۔ اس کے ترجمہ کے لئے اعزہ اور اجاب  
کا اصرار تھا۔ ترجمہ کا یہ کام میں نے کسی کی خاطر نہیں کیا ہے اور نہ جلب منفعت کے لئے، نہ  
کسی معاوضہ کی طلب میں نہ نام و نمود و شہرت و داد و تحسین کے لئے نہ کسی ادارہ و مکتبہ کیلئے  
اور نہ اس خیال سے کہ میں نشر دین کا کوئی کام کر رہا ہوں۔ ان جملوں کے لکھنے کے وقت میرا دل  
لرز رہا ہے کہ میں نے حضرت مخدومؒ کی کتابوں میں حدیث بالمعنی دیکھی ہے۔ دقایق الریاء  
والشہوة الخفیہ کے ضمن میں حضرت مخدومؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

”ڈرنے کی سب سے بڑی چیز جسکے میں اپنی اُمت کے لئے ڈرتا ہوں وہ ریا

کے دقایق اس کی باریکیاں اور پوشیدہ و بہناں خواہشیں ہیں اور یہ اس  
درجہ پھی ہوئی ہیں کہ جیسے کالی رات میں کالے پتھر پر کالی چوٹی ریگتی ہے  
اسی طرح آدمی کے اندر ریا کے خفی اور خواہش پنہاں داخل ہوتی ہیں۔“

اسی سے ظاہر ہے کہ جب سالکین راہ اس کی شناخت سے عاجز ہیں تو یہ خاطر و خامس کس  
شمار میں ہے۔

یہ لکھنا اور پڑھنا میرا ذاتی ذوق ہے اور میری بیکاری کا ایک شغلہ ہے جسے میں ظانغوت  
سمجھتا ہوں کیونکہ میں نے حضرت مخدوم جہاں کے کلمات الی میں دیکھا ہے:

”جو چیز تمہیں اسس کی یاد یعنی ذکر و فکر سے باز رکھے وہی تمہارا طاغوت ہے  
خواہ وہ بڑی سے بڑی عبادت ہی کیوں نہ ہو۔“

میرا حال ایک شرابی کا ہے جو شراب نوشی کو گناہ تو سمجھتا ہے مگر پھر بھی وہ پئے جا رہا ہے اسکے  
بغیر اسے چین نہیں۔ یہ ایک نشت ہے۔ اگرچہ منع پیری نے اس لائق بھی نہیں رکھا ہے لیکن  
بقول غالب :

ع رہنے دو ابھی سا غرو میں امرے آگے

اب جس کا جی چاہے میرے اس تکلیف میں شریک ہو جائے۔ پے تو ساقی کی عطا کا پیالہ ہی  
حضرت مخدوم جہاں کے بیچانہ کے بادہ خوار اپنی پیاس بجھالیں اور اس بادہ تاب سے سرشار  
ہو جائیں۔ یہ اور بات ہے۔ اگر کسی کا وقت خوش ہو جائے تو وہ اس فقیر کی مغفرت کے لئے  
دُعا کریں۔

وَالسَّلَام

جاوید کش استانہ محمد و مہ حسین نوشہ توحید بنی قدرہ

قسیم عفی عنہ

۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء



# دیس چھاپہ

ان

## جامع مکتوباتِ مدنی حضرت اشرف ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے مشائخ کو توفیق دی ان اسرار کے کھولنے کی جس کا کھولنا جس حد تک جائز ہے اور مریدوں کو ان کی کوشش اور اختیار کے ذریعہ ان اسرار کے قبولیت کی روزی ارزانی فرمائی ان مشائخ کے انفس طیبہ کی برکتوں کے وسیلہ سے انفس اور شریروں کی شرارتوں سے ان لوگوں کی حفاظت کی طرح طرح کے انوار و کشف کے ذریعہ ان کے دلوں سے حجاب دپروے اٹھا دیئے۔ درود اس کے نبی اس کے رسول محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے آل و اصحاب و امت ابرار پر۔

تم جانو! اللہ تعالیٰ تمہیں سعادت فراوان بخشے اور تحصیل علم و عمل کی توفیق بے پایاں دے سو مکتوب (یعنی مکتوباتِ مدنی) کی تالیف کے بعد جو قاضی شمس الدین حاکم قصبہ چوسہ کے نام ہے اور وہ نسخہ شہرت پذیر ہو کر مشرق و مغرب میں پہنچ چکا ہے اب یہ دوسرا مجموعہ دو سو چند مکتوب مرثوب کا جو مطارب و مقصود (حق تعالیٰ) تک پہنچانے والا ہے۔

حضرت محمد و مناد مولانا شیخ زان، سبب امن و امان، شریعت کے نکات و باریکیوں کے نکتہ دان، حقیقت کی حقیقتوں کے تحقیق کرنے والے، لوگوں سے ظاہری احکام بیان فرمانے والے بڑے بڑے اہل اللہ و باطنی اسرار و رموز کے کھولنے والے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنے والے، احادیث مصطفویٰ کو ظاہر زمانے والے، بدعتیوں کے دین کو مٹانے

والے پرہیزگاری و پارسائی کے دین کو قائم کرنے والے، بلند و بالا درجات پر پہنچنے والے، اعلیٰ و ارفع نعمتوں کے پانے والے، گناہ کی تازیکیوں سے تار یک دلوں کے قلوب کو روشن و منور فرمانے والے، حشر میں خاطر و گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے، مریدوں کو مراد یعنی اللہ تک پہنچانے والے، ندا و پکار کے دن لوگوں کے کام آنے والے، اگلے تمام بزرگوں کی یادگار، تمام لوگوں کے پیشوا و مقتدا، وہ کون؟ شرف الملتہ والدین احمد بن حنبلہ منیری (رضی اللہ عنہما) سر العزیز جنہوں نے دونوں جہاں میں ماسوا اللہ سے رُخ موڑ لیا ہے، اللہ آپ کی درازی عمر سے مسلمانوں کو فیضیاب فرمائے اور آپ کے دیدار کی نعمتوں سے سب کو مالا مال کرے۔

## قطعہ

(وصف و مدح مخدوم میں)

شکر ہا می کنم بدرگہ حق گر چه شکرش نہ کار آساں است  
 میں حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہزاروں ہزار شکر کرتا ہوں گرچہ اس کا شکر بجا لانا آسان کام نہیں ہے  
 در میان مشائخ و علماء ذات پاکش چو مہر تاباں است  
 علماء مشائخ کے درمیان آپ کی ذات پاک آفتاب جہاں تاب کی طرح روشن ہے  
 کاندیں عصر پر ز کفر و جہل گفت او محض راہ ایماں است  
 کفر و جہالت سے بھرے ہوئے اس دور میں آپ کے کلمات ارشادات خاص ایمان کی راہ ہیں  
 ہر چه در راہ دین شود مشکل صد عبارت ز بانش گویاں است  
 دین کی راہ میں جتنی مشکلیں ہوں آپ کی زباں مبارک سے انہوں سے اسے بیان فرما کر حل کر دیتی ہے  
 وصف او در زباں نمی گنجد ہر چه گویم ہزار چنداں است  
 آپ کی توصیف زباں سے ادا نہیں ہو سکتی جس قدر بیان کروں اس سے ہزار گونہ زیادہ ہے  
 خواستم تا ز صدیکے گویم گفتن صدق کار مرداں است  
 میں نے چاہا تو میں سے ایک حصہ بھی بیان ہو جائے لیکن صدق میں گفتگو کرنا مردوں کا کام ہے  
 ہاتف غیب در سخن آمد کار تو نیست کار خاصاں است  
 ہاتف غیب در سخن آمد کار تو نیست کار خاصاں است

غیبی فرشتہ نے آواز دی یہ تمہارا کام نہیں یہ خاصان خدا کے کام ہیں  
 باوجود ملوثے پہ گناہ باو پاکاں بکن کہ باداں ست  
 گناہ میں ملوث ہونے کے باوجود پاک نفوس کا ذکر کرو کہ ذکر یہی ہے  
 صفت اولیا خدا کردہ است ذکر شان در قرآن فراوان ست  
 اپنے اولیاء کی صفت خود خدا نے کی ہے قرآن کریم میں ان کا ذکر بہت زیادہ ہے  
 وصف خود گرسند ز جہل بود کود کے کو بچپاہ زنداں ست  
 اگر کوئی اپنی جانب سے وصف بیان کرے تو یہ جہالت ہوگی اسکی مثال انس کجی ہے جو کنواں میں بند ہو  
 ما دہاں راز نجلت و صفش لب گزیدہ بہ زیر دندان ست  
 آپ کی توصیف کے بیان میں نبی ناکامی کی شرمندگی سے مدح کرنا والے ہونٹھ دانٹوں کی نیچے دبائے ہیں  
 بانوں و علوم کا ندریں عصر پیش فضلش نہادہ دندان ست  
 اس دور کے علوم و فنون کے ماہرین آپ کے فضل کے آگے عاجز و لاجوار ہیں  
 دوستائش مدام درخندہ زان حسودش ہمیشہ گریاں ست  
 آپ کے مجہین ہمیشہ خوش و خرم ہیں اور حاسدین حسد سے غمزہ رہتے ہیں  
 اشرف رکن مدح او گسند وصف آں ذات کار پاکاں ست  
 اے اشرف ابن رکن تو مخدوم پاک کے مدح کی جرات نہ کر اس ذات کی توصیف پاک نفوس کا کام ہے  
 اے خداوند خاکیا کپائش کن برسرم کاں نہ لائق آں ست  
 اے خدا تو مجھے ان کے تلوں کی خاک بنا دے کیونکہ میرا سر اس خاک پاک کے لائق نہیں ہے  
 ہذا تقصیر بندگی ہر دم می بخواد چو زان پشیمان ست  
 بندگی میں ہر لمحہ تصور و کوتاہی کی معافی چاہتا ہے کیوں کہ بندہ اس کوتاہی سے شرمند و پشیمان ہے  
 گر قبول افتدش عجب بود صفت لازمیش احساں ست  
 اگر آپ کی جناب میں یہ قبول ہو جائے تو کوئی تعجب نہیں ہے کہ احسان و بھلائی ایسی لازمی صفت ہے  
 بر اُمید قبول حضرت اد روز و شب زیر پائے دربان ست  
 اس در اقدس پر قبولیت کی اُمید میں رات دن دربان کے قدموں میں بڑا ہوا ہوں  
 گشت آزاد ہر کہ شد بندہ بردر شش گر چہ شاہ شاہاں ست

آپ کے در پر اگر کوئی شہنشاہ بھی آپ کا بند ہو جا تو وہ دونوں جہاں سے آزاد بے پرواہ ہو گیا  
 جس آتے رفت اندر میں گشتی زیں سبب جاں چو بید لرزاں ست  
 اس طرح و نعت میں اپنی ہمت و صلاحیت ختم ہے اسی سبب سے جاں بید کی طرح لرز رہی ہے  
 و ذہن توفیق بر نوشتہ شیخ

لے خداوند ہر چہ شایاں ست

لے خدا توفیق کے ان مکاتیب کے اسرار و معانی کی سمجھ اور اس پر

عمل کی توفیق عطا فرما جیسا کہ اس کے شایاں شان پر

یہ مکتوبات تدریجاً مختلف وقتوں اور متفرق مواقع میں اپنے مقام سے نزول فرما کر یعنی  
 اپنے علم کے اندازہ کے مطابق نہیں بلکہ مکتوب الیہ و سائل کی فہم کے بقدر اپنے قلم مبارک سے  
 تحریر میں لاتے اس کے خواستگاروں، خواہشمندوں، طالبوں کے پاس بھیجنے کا حکم فرمایا ان  
 میں سے کچھ خطوط مریدوں کے پاس اور کچھ معتقدین بارگاہ کے پاس کہ جو شیخ کی خدمت اقدس  
 و مجلس شریف کی حاضری اور محسوس سے محذوم کے کلمات لطیف کے سننے سے بوجہ دوری مفرد  
 تھے ان میں سے ہر ایک شخص کسی قصبہ یا شہر میں تھا اپنے اپنے مسکن سے اپنے حال کی ابتری،  
 انتہائی بیچارگی اور اپنی دورافتادگی کا اظہار بذریعہ عرضی یوں کیا کہ یہ در ماندگان عاجزان  
 تعلقات کی زیادتی اور اسباب و سائل آمد و رفت کی کمی کی بنا پر آستانہ عالیجناب اور بارگاہ  
 نزلت آتہ تک نہیں پہنچ سکتے وہ لوگ جواہل و عیال کے کھانے کپڑے کی فکر میں گرفتار ہیں وہ اس  
 سے کلیتاً نکل بھی نہیں سکتے۔ اگر غیبی علوم اور لاری معانی و نکات سے کچھ اپنے قلم مبارک سے  
 تحریر فرما کر ہم زمانہ کے قیدی اور فریبی نفس کے گرفتاران جو اپنی بے نصیبی سے اس آستانہ معظم  
 اور بارگاہ مکرم سے محروم ہو گئے ہیں جسے اپنی بدبختی کم نصیبی کی علامت سمجھتے ہیں کے پاس  
 بھیجنے کا حکم فرمایا جائے تو بمصدق من منة عن النظر کتباتی بالانثر (جو دیدار کی دولت  
 سے محروم رہتا ہے وہ آثار و نشانات سے تسلی حاصل کرتا ہے) ہم لوگوں کے لئے مونس و منت  
 ہو اور اس کے مطالعہ سے رشد و ہدایت، دولت و نعمت و صورت دین کی راہ میں اور یقین  
 کے کاموں میں اپنا جمال دکھلائے اور نفس، ریاضت و مجاہدہ سے مغلوب ہو جائے راہ دین کے

سلوک میں جو دشواریاں آئیں وہ ان تحریروں سے حل ہو جائیں اس قول کی بنا پر کہ اَشْفَقَ  
 النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَارْحَمَهُمْ فِي الْعُقُبَىٰ مَشَارِخُ كِرَامٍ دُنْيَا فِي لُغُوں پُرَانْتِهَانِي شَفِيقٌ  
 اور عقیبی میں بہت بڑے مہرباں ہوتے ہیں ان کی اس درخواست کو قبولیت کا شرف بخشا اور چند  
 سطروں پر مشتمل مکتوب ہر ایک کے حالات، وقت و ضرورت کے لحاظ سے اپنے دست مبارک  
 سے ارقام فرماتے اور ان لوگوں کے پاس بھیجنے کا حکم دیا کرتے اور بعض ایسے لوگوں کو بھی ان کی  
 درخواست کے بغیر یہ دولت بخشتے جو حق خدمت رکھتے تھے اور کچھ حادثے اور واقعات  
 سخت ان پر آپڑے یہ اس لئے تھا کہ شدت ابتلا سے مغلوب ہو کر حد شرع سے نہ گذر جائیں  
 ان آیات و احادیث، حکایات و کلمات کو پڑھ کر سن کر قوت پائیں ہر طرف جانے والوں  
 کی معرفت یہ خطوط ارسال فرمائے جاتے۔ یہ خدمت گار بلکہ آستانہ عالیہ کی خاک نے ان  
 مکاتیب کو جو بعض عزیزوں کے ہاتھ کے نقل کئے ہوئے تھے اور وہ سب جو خود حضرت مخدوم  
 کے دست مبارک کا تحریر کردہ تھا نقل کے لئے مانگ لیا مکتوب طویل ہوا مختصر ایک رقعہ کی  
 مقدار میں ہو، مکتوب ہی ہوتا ہے کیوں کہ اعتبار معانی کا ہے لفظ کا نہیں ان خطوط کا لکھنا  
 نے اپنے اوپر لازم کر لیا اور اس کے کسی حصہ کے ضائع کرنے کو جائز نہیں سمجھا اس لئے کہ اگر  
 اللہ تعالیٰ کے کلام پیغامبر حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ضائع کرنا جائز  
 ہوتا تو مشاریخ رحمہم اللہ کے کلمات کا بھی ضائع کرنا درست ہوتا۔

چنانچہ ماہ جمادی الاول کی پہلی تاریخ سے ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ کی آخری تاریخ تک  
 اس فقیر نے جو کچھ حاصل کیا سب اس مجموعہ میں جمع کر دیا۔ اس کے بعد اگر کوئی اور چیز کسی کے نام تحریر  
 فرمائی گئی ہو اور وہ اس بندہ کے ہاتھ آئے اور اس کے لکھنے کی توفیق ہوئی تو اس کا ایک مجموعہ  
 اور جمع کر دے گا تاکہ جب کسی مومن کو یہ دولت سرمدی اور سعادت ابدی ملے اور توفیق اس کے  
 شامل حال ہو تو ان خطوط و مکاتیب سے بہرہ ور ہو اور بقدر امکان ان سب پر عمل کرے امید ہے کہ ان  
 بزرگوں کے طفیل میں کامل حصہ ملے گا ذَالِكْ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ۔ (اللہ جس کو چاہے  
 اپنے فضل سے نوازے) مصرع۔ وَالْاَرْضُ مَن حَرَامٍ نَصِيْبٌ۔

شرفاء کے شراب کے پیالہ کا ایک حصہ زمین کو بھی ملنا ہے

(اشرف ابن رکن)





# مکتوب ۱

## دین کی راہ اور یقین کی دُرستی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز شیخ عمر ساکن قصبہ انکلی۔ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔  
جانو! پیغامبران علیہم السلام کی مثال طبیعوں کی ہے، آدمیوں کی مثال بیماروں کی  
ہے، اور قرآن کی مثال دواؤں کے خزانہ کی ہے **وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ** (ہم نے قرآن میں مومنوں کے لئے شفا و رحمت نازل کی ہے) آدمیوں کی تمام مختلف بیماریوں  
کے لئے معجونوں اور شربتوں کی تشریح ہے **مَا فَتَرَأٰ طٰنًا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ** یعنی غسوق کو  
دین و دنیا سے عجبی چیزیں درکار ہیں اس میں سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا ذکر قرآن میں  
ہم نے نہیں کیا ہو۔ لیکن جب تک کوئی شخص دین کی راہ طے کئے ہوئے نہ ہو اور کاموں کی  
حقیقت تک اُس کی نگاہ پہنچی ہوئی نہ ہو وہ اسے نہیں جانتا ہے۔

خوشید نہ مجرم ارکے نابینا است

(اگر کوئی اندھا ہے تو اس میں آفتاب تصور وار نہیں)

اے بھائی! خداوند تعالیٰ کی راہ چلنا یہ بے انتہا اہم کام ہے۔ ہاں دل کی طاقت  
اور قوت سے اس راہ میں چل سکتے ہیں۔ اور دن کی سعادت و شقاوت مرض و صحت کے لئے  
روائیں ہیں کہ جسے طبیان دل ہی جانتے ہیں وہ اطباءے دل پیغامبران علیہم السلام ہیں۔

ان کے بعد علما، آخرت میں کہ جو پیغامبران علیہم السلام کے علم کے وارث ہیں اور نبوت منجور  
خاتم النبیین جس کے اللہ علیہ وسلم پر تمام ہو چکی ہے۔ ہمیں، تمہیں اور ہم جیسے اور دوسروں کو اہم  
ترین ہمتا درپیش ہیں (اس ہم کے حل ہونے کی یہی صورت ہے) کہ کسی ایسے صدیق وقت  
کی جھڑتوں کی خدمت کریں جو دین کی راہ طے کئے ہوئے ہوں اس کام کی حقیقت سے بنیاداً گاہ  
ہوں ایسے کہ وہ دلوں کی بیماریوں کے طبیب کا بل ہو چکے ہوں۔ اسی کو کہا ہے۔

راہ دوراست و پُرافت اسے پسر راہ و رومی بسباید راہ بر  
کور ہرگز کے تو اندرفت راست بے عصاکش کور رارفتن خطاست  
(اسے عزیز راہ لہی بے آفت سے بھری ہوں۔ ایسے میں اس راہ کے چلنے والے  
کے لئے راہ بتلانے والا ضروری ہے۔ اندھا کب راہ چل سکتا ہے اندھے کے لئے  
بغیر لاشی پکر کر چلانے والے کے راہ چلنا ہی خطا ہے۔)

گر ترا در دست پیر آید پدید قفل و در دست را کلید آید پدید

(اگر تجھے درد ہے اور کوئی پیر مل جائے، تو یہ سمجھ لے کہ تیرے درد کی دوا تجھے مل گئی۔)

عالم حقیقت میں یہی لوگ ہیں نہ وہ کہ جن کو لوگ عالم کہیں یا عالم جانیں۔ روایات کو  
یاد کر لینے والے، اقوال نقل کرنے والے، بحث و مباحثہ، جھگڑا و تکرار کرنے والے دوسرے  
ہوتے ہیں ان کی مثال مثلہم کمثل الحمار یحمل اسفاسا (اس گدھے کی جے جس پر بیت  
ساری کتابیں لدی ہوتی ہوں) علماء آخرت اور ہی لوگ ہیں مثلہم کمثل الانبیاء (ان کی مثال  
انبیاء کی ہے) جیسا کہ ہمارے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے علماء امتی کانبیاء  
بنی اسرائیل دیری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) خواجہ فضیل خیاض رحمۃ اللہ علیہ  
کا قول ہے وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَكَهُنَّظِيرٌ فِي أُمَّتِهِ (کوئی نبی ایسے نہیں جن کی نظیر ان کی امت  
میں نہ ہو) کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

پیر رہ کبریت احمد آمد است سینہ او بجز اخضر آمدہ است

پیر ہم بست این زماں نہاں شدہ ننگ خلقاں دیدہ از خلقاں شدہ

(آن گل پیران طریقت سُرخ گندھک ہیں، ان کا سینہ سبز سمندر ہے۔ اس زمانہ میں پیر

نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں لوگ ان کی گدڑی کو حقارت سے دیکھتے ہیں تو وہ گدڑی میں چھپ گئے ہیں)

ہمارے تمہارے اور ہم جیسے اور دوسروں کی مرشدت سے یہ ممکن نہیں کہ کوئی حرکت  
 وسکت کوئی مفعول و عمل خاصاً اللہ کے لئے وجود میں آئے۔ ہاں مگر کوئی کام جو کسی صاحب وقت  
 کے حکم سے ظہور میں آئے وہ کام یقیناً طاعت ہی ہوگا اور ایسی طاعت جو مقبول ہو سکتی ہے یہ  
 قبولیت ہمارے سبب نہیں بلکہ ان بزرگ کی فرمائندگی کے طفیل ہوگی۔ صاحب وقت  
 بزرگ یقیناً عزیز ترین جہاں ہوتے ہیں اور حیب وہ عزیز ہیں تو طفیلی بھی بلاشبہ عزیز ہوں گے۔  
 كَانُوا اَخْلَادًا لِّذِكْرٍ اٰمَنَّاكُمْ لَا تَلْعَلْتُمْ اذْكُرْ كَوَالِهَلْ تَذْكُرْ سِوَا الَّذِي اَرْسَلْنَا بِرَحْمَةٍ مِّنْ نَّهْنِ جَاتِي عِنِّي عِلْمٌ كَوَعِلْمِ  
 دلوں سے بوجھو) عوام کے لئے شمع کا یہ حکم ہے کہ عوام جو کچھ بھی کریں وہ کسی صاحب روزگار بزرگ  
 کے حکم سے کریں اگر صاحب وقت یعنی پیر کے حکم سے کریں گے تو اگرچہ وہ کام غلط ہی کیوں نہ ہو اخذ  
 نہیں ہوں گے اس پر ان کی پکڑ نہیں ہوگی بلکہ ثواب ملے گا۔ اگر اپنی رائے و خواہش سے کریں  
 گے تو اگرچہ وہ کام ثواب ہی کا کیوں نہ ہو گنہگار ہوں گے اور اس پر سختی ہوگی۔

اس کی یہ اصل ہے کہ خواہش اپنے علم و اجتہاد پر مامور ہیں وہ اپنے علم و اجتہاد پر  
 کام کریں لیکن عوام کو یہ حکم ہے کہ وہ خواہش کے علم و اجتہاد پر کام کیا کریں اس لئے کہ جو  
 چیز اپنی خواہش و مراد پر کی جائے وہ ہوا و ہوس ہوگی دین نہیں۔ ہوا و ہوس دوسری چیز  
 ہے خدا پرستی دوسری چیز۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی عاالیٰ الہی مسکوہ کو قبل  
 دخول طلاق دیدیتا ہے اس پر اتفاق ہے کہ اس عاالیٰ کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ  
 ایک ایسے عالم کی طرف رجوع کرے جس کے متعلق اس کا گمان غالب ہو کہ یہ جس عالم پر  
 پھر وہ عالم اس مسئلہ میں کہ قبل دخول طلاق ہوا ہے یہ فتویٰ دیدے کہ وہ لوٹا لے اور اس  
 کے اس فتویٰ پر اس نے لوٹا بھی لیا۔ یہ تمام عالموں کو معلوم ہے کہ یہ فتویٰ غلط تھا  
 اس کے باوجود اس عاالیٰ کو اس صورت میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر کسی عالم سے رجوع کئے  
 بغیر محض اپنی رائے اور اپنی خواہش سے لوٹا لیا تو وہ قطعاً گنہگار ہوگا۔ اگرچہ راہ صواب ہی پر  
 ہو اور اس کی نظیریں بہت ہیں۔ یہاں یہ روشی شہر مناسب ہے کہ  
 کوہر گز کے تواند رفت راہ یہ لے عصا کش کوہ راہ فتن خطاست  
 ہاں یہاں تمہیں یہ خیال پیدا ہوگا کہ جو یہ تر طاعت ہے اسے قطعاً کرنا چاہئے  
 اس میں کسی کے حکم کی کیا ضرورت ہے؟

اے بھائی! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خاطر مبارک میں آیا کہ جو کچھ ان کی ہلک میں ہے وہ صدقہ کر دیں مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں ایسا نہیں کیا؟ اور کیوں یہ نہیں کہا کہ یہ تو طاعت ہے اس میں اجازت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آخر ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور اپنے دل کی بات عرض کی حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو تا کہ تمہاری ملکیت میں کچھ رہے اس کی مثالیں اس جماعت کی کتابوں میں بہت ہیں۔ اور یہ باریک نکتے ظاہر بینوں کی نظروں سے بہت دور ہیں۔ دین کے حقائق اور شریعت کے اسرار کا جاننا اہل نظر اور علماء آخرت ہی کا کام ہے ان لوگوں کا ذوق ان کی فہم ہی کچھ اور ہے جیسا کہ کہا ہے

اہل دل را ذوق و فہمی دیگر است      کان ز فہم ہر دو عالم بر تراست  
ہر کرا آن فہم در کار افگند      خویش را در بحر اسرار افگند  
تا بذاں فہمے کہ ہم چوں وحی خواست      در کلام او سخن گویند راست

(اہل دل کے ذوق و فہم ہی دوسرے ہوتے ہیں، ان کی سمجھ دونوں عالم کی فہم سے بالاتر ہے۔ جو

کوئی اپنے معمولات میں اس فہم سے کام لیتا ہے، وہ خود کو اسرار کے سمندر میں ڈال دیتا ہے،

جب ان کی فہم وحی کو سمجھ لیتی ہے      تو اللہ کے کلام میں جو بھی تفسیر تادیل کرتے ہیں ان کی ساری گفتگو

صحیح و درست ہوتی ہے) اسی لئے اس جماعت صوفیہ کے لوگ کہتے ہیں کہ مرید سے جہاں تک ممکن ہو سکے وہ جو کچھ بھی کرے پیر کے فرمان کے موافق کرے یہاں تک کہ رمضان کا روزہ پانچوں وقت کی نمازیں کیوں نہ ہوں کیوں کہ اس کو اس کا علم نہیں ہے کہ وہ دین کے اسرار، شریعت کے حقائق جان سکے اس لئے کہ شرع میں کوئی وقت ایسا آتا ہے جب واجب حرام ہو جاتا ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ حرام واجب ہو جاتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ مردار حرام ہے، کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ اس کا کھانا واجب ہو جاتا ہے اور ماہ رمضان کا روزہ جو فرض ہے ایسا وقت آتا ہے کہ اس فرض روزہ کا رکھنا حرام ہو جاتا ہے اگر یقین کے ساتھ یہ جان لے یعنی گمان غالب ہو کہ روزہ رکھنے اور روانہ کھانے سے ہلاک ہو جائیگا تو اسے کچھ کھالینا واجب ہو جاتا ہے اور روزہ رکھنا حرام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شرع میں شراب پینا حرام ہے اگر کسی کو کوئی ایسی بیماری ہو جائے جس پر طبیبوں کا بالاتفاق فیصلہ ہو کہ اس مرض کی

دو شراب ہی ہے اگر شراب نہ پئے گا تو مر جائے گا ایسی صورت میں شراب پینا قطعاً واجب ہو جاتا ہے اور تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر شراب نہ پیئے اور مر جائے تو وہ گنہگار ہے۔ پس مختلف ضرورتوں اور مختلف حالتوں اور خاص وقتوں میں احکام بدلتے رہتے ہیں مرید بیچارے کو اس کی کیا خبر کیوں کہ دین کے اسرار اور شریعت کے حقائق کا جاننا اس کا کام نہیں ہے۔ یہ علوم خداوندان بصیرت اور اصحاب قلوب ہی کے لئے مخصوص ہیں جیسا کہ کہا ہے۔

س طعمہ کاں پاکبازاں را دہند ہرگز آں کے نوسیا ز اں را دہند

(پاکبازوں کی غذائے نیاز مندوں کو نہیں دیتے۔)

دیکھو بزرگان وقت اور اصحاب قلوب سے اگر کوئی فعل و عمل خلاف شرع تمہیں معلوم ہو تو تمہیں چاہیے کہ ہرگز انکار پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہ یقین کر دو کہ سب صحیح و درست ہے اگر نفس سامنے آئے اور شیطان بہکائے تو اس وقت جناب موسیٰ پینغامبر اور خضر علیہم السلام کے قصہ کو یاد کرو۔

عجیب معاملہ ہے ایک وہ ہیں کہ سیر ہو کر کھاتے ہیں اور میٹھی نیند سوتے ہیں کوئی وہ ہیں جو روزہ رکھتے اور رات کو شب بیداری کرتے ہیں کوئی وہ ہیں کہ سبھوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو سب سے بھاگتے ہیں ایک وہ ہیں کہ پھٹے پرانے کڈری پہنتے ہیں اور ایک کا بہترین لباس ہوتا ہے کوئی بالکل ساکت و خاموش رہتے ہیں اور کوئی رات و دن گفتگو کیا کرتے کوئی اپنے حال و احوال چھپاتے ہیں کوئی ظاہر آشکار کرتے ہیں ایک ایسے ہیں جو عوام کی خدمت کرتے ہیں خواہ فاسق ہو یا صالح سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ جو فاسق کے سلام کا جواب نہیں دیتے ایک وہ ہیں جو لوگوں سے کوئی چیز طلب کر لیتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو طلب نہیں کرتے بے طلب اگر مل جائے خواہ وہ کسی سے بھی ہو لے لیتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو کسی سے بھی نہیں لیتے۔ اسی طرح تمام افعال میں یہ لوگ مختلف ہیں اور ان صاحبان دل کے یہ مختلف احوال سب کے سب صحیح و درست و نیک ہیں۔ اور یہ سب ان کے مکاشفے اور مشاہدے کی بنا پر ہیں۔ اہل ظاہر و اہل صورت یہاں ہنگامہ و شور و غوغا کرتے ہیں انہیں دیوانگی کے ساتھ منسوب کرتے اور دیوانہ کہتے ہیں۔ ان کے لئے یہی جواب ہے کہ

توجہ داتی تریان مرغان را : چون تندی گئے سلیمان را

(تم پرندوں کی تریان کو کیا سمجھو جب تمیں خطاب سلیمان کی تفسیر نہیں ہے)

اور وہ سب اعمال و افعال مختلفہ جو کسی صاحب دل پیر کے حکم سے مریدان کرتے ہیں وہ سب کے سب نیک صحیح دھرت ہیں۔ اور اگر کوئی انہیں مختلف کاموں کو اپنی رائے و خواہش سے کرے تو وہ سب خطا و معصیت ہوگی۔ یہاں معلوم ہوا کہ اس راہ کے لئے

پیر کا ہونا شرط ہے اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ اول کھلے گرفت از خاک پیر : خواہ پاک و خواہ گونا پاک میر

(جس نے پیر کے خاک قدم کا سرمہ لگایا وہ اس جہاں سے پاک جائے یا پاک کچھ نہ کہیں)

یہاں اگر کوئی یہ کہے کہ بیچارہ مبتدی کیا جانتا ہے کہ یہ حکم دینے والا صاحب دل ہے یا مدعی کتاب۔ یہاں خود کو خدا پر چھوڑ دینا چاہیے کہ جس کسی کی قسمت میں سعادت لکھی ہے تو بیشک کسی صاحب دل یا صاحب وقت بزرگ کو اس کے پاس بھیج دیتے ہیں یا

خود اس کو ایسے پیر کے در پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس دولت سے وہ لالہ ہو جاتا ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے کہ دولت ہر کسے و آماؤت کہ نہیں پہنچتی اور جس کو ارباب دولتوں

کے لئے پیدا کیا گیا ہے اسے ادب کی سویت شوں میں جکڑ دیتے ہیں اسی طرح اس دولت سے پیٹھ پھیرتے والا خود کو سویت شوں میں ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ مستعد و مدبر دونوں ہی ادب کے گواہوں میں گر جاتے ہیں کل میسر لیا خلقہ (جس پر کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ کام اس پر آسان کر دیا جاتا ہے) یہ دونوں ہی طرح کے لوگوں کا

حال بیان ہوا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جب فیض منقطع نہیں ہے بلکہ مبداء فیاض کا فیضان ہر وقت

جاری و جاری ہے تو کسی کے لئے ایسا کیوں کر ممکن ہے ؟

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ آفتاب اپنی ذات سے نور شمس فیاض

فیاض ہے لیکن اگر کوئی ایسے ادب سے ادب سے دیوار کی اوٹ میں چلا جائے اور سایہ میں چھپا

رہے تو یہ بھیبی اس کی جانب سے ہوئی یا آفتاب کی جانب سے نور کی فیاضی کا

فیضان منقطع ہوا یہاں پر اپنے ادب کی شرکایت چاہیے جیسا کہ کہا ہے۔

دھل خاصاں راست من زیشاں نیم اے بخت بد  
بہر من اندازہ ادبار من کارے بسیں

(دھل تو خاصاں بارگاہ کے لئے ہے اے مری بھنسی میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں)

میرے لئے مرنے کاموں کا ادبار تو دیکھ لے)

اگر کوئی یہ کہے دونوں بندگی میں برابر ہیں پھر یہ فرق کہاں سے پیدا ہوا تو کہدو آسمان  
وزمین میں ڈھونڈو راپیٹ دیا گیا ہے ایسا کیوں اور ایسا کیوں نہیں میں زبان بند ہے  
لاسال عمالی فعل (کوئی اسکے کے ہوئے پر سوال نہیں کر سکتا) یہاں کس کا کلجج ہے کہ  
دم مار سکے۔

کازہرہ آں کہ از بسیم تو : کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

(تیرے دہکے آگے یہ کس کا زہرہ ہے کہ وہ تسلیم خم کرنے کے سوا زباں کھول سکے)

اگر کوئی کاتب کاغذ پر جیم لکھے اور وال لکھے تو وہ ہرگز قاف و کاف نہیں ہو سکتا تقدیر

نے کسی کو اگر ابو جہل بنا دیا ہے تو وہ کبھی ابو زید نہیں بن سکتا۔ رُبَاعِی

بذختی را گرہ کشودن نتواں احوال بہر کے نمودن نتواں

گر چرخ فلک ز بہر ما غم کارد شادی بہمہ حال درودن نتواں

(کسی بد بخت کو خوش بخت بنایا نہیں جاسکتا، کسی کو اس کی آئندہ زندگی کے احوال سے آگاہ

نہیں کیا جاسکتا اگر آسمان میرے لئے غم کے بیج بوتلے تو ہم کسی حال میں خوشی کبھی نہیں کاہ سکتے)

یہاں اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

یہ وہ عیشی دریا ہے جہاں ہزاروں ہزار گھڑیاں تاک میں ہیں، اس راہ کے طالب ہمالک

کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے خواجہ کی وصیت کو دل و جان سے سُننے اور قدم بڑھاتا

جائے اذاکر القدر فامسکوا (جب تقدیر کی بات سامنے آئے تو خاموش ہو جاؤ) اسی

طرح علماء کو بھی چاہیے کہ وہ انہیں باتوں کو بیان کریں جس کا انہیں حکم ہے کلمہ والناس

علیٰ صدر عقولہم (لوگوں کی سمجھ کے مطابق گفتگو کریں) اگر دودھ پیتے بچے کو تم گوشت دینی

کھلا دو گے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ طعمہ کاں پاکبازاں اودہند : ہرگز آں کے نونیاں را دہند

(وہ غذا جو پاکبازوں کو دیکھتی ہے وہ ہرگز نئے نیاز مندوں کو نہیں دیتے) ————— وَالسَّلَاہ

# مکتوب ۲

## علم کی طلب اور اس کی تحصیل میں محنت و مشقت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 برادرِ مہتمم شیخ عمر کاتب مکتوب کا خصوصی سلام و دعاء  
 تم جانو! حکم یہ ہے اطلبوا العلم ولو بالانصین (علم طلب کرو اگر چہ چین میں ہو) لیکن  
 لوگوں کا حال آج اس کے برعکس ہے گویا ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اطلبوا الدنیا ولو بالانصین  
 (دنیا حاصل کرو اگر اس کے لئے تمہیں چین جانا پڑے)

اگر کل قیامت کے دن یہ سوال ہو کہ کیا تم تک طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم  
 و مسلمۃ (علم حاصل کرنا تمام مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں پر فرض ہے) کا فرمان نہیں پہنچا تھا۔ اگر  
 پہنچا تھا تو کیوں تم نے حاصل نہیں کیا؟ پتہ نہیں اس سوال کا کیا جواب دیا جائے گا شاید  
 یہ جواب دیں کہ زن و فرزند کا غم کھانے پینے کی فکر نے فرصت نہیں دی۔ اگر یہ عذر قبول  
 ہو گیا تو پورے طور پر چھٹکارا مل جائے، کیا کہا جائے یہی ناکہ پھر تو اچھا ہے یہ مال و اسباب  
 جو موجود ہو جس نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔

سگ چو مردار یافت جان شمرد خروچو جو یافت زعفران شمرد  
 (کتنے نے اگر مردار پاریا تو اس نے سمجھا جان مل گئی، گدھے کو جو مل گیا اس نے جانا کہ زعفران ہے)  
 اے بھائی! جب کہ شرع میں بغیر علم کے عمل کی درستگی قطعاً ممکن نہیں اور ایسے عمل کو  
 کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا مقصود تک پہنچنا عمل کے بغیر نہیں تو ضروری ہے کہ علم کا طلب کرنا فرض  
 ہو جائے۔ مثنویات

تاناہ بینی رہ سعادت را      نفسی بینی رسوم و عادات را  
 اصل بینی قرین فرع شدہ      طبع بینی غلام شرع شدہ



(سعادت کی راہ، رسوم و عادات کو ترک کئے بغیر نہیں دیکھ سکتے، فرع کا دیکھنا ہی اصل کا دیکھنا ہے، طبیعت و خصائل پر نگاہ رکھنا شرع کا غلام ہوتا ہے۔)

لیکن علم وہ نہیں ہے جو املار و سلاطین کے در تک تمہیں پہنچائے یا تمہیں قاضی و مفتی بنا دے۔ علم سے میری مراد آخرت کا علم اور حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ کا علم ہے دیکھو کہیں غلطی میں نہ مبتلا ہو جانا علماء دنیا سے خود کو ایسے بچاتے رہو جیسے شیطان سے بچتے ہو۔

ادریہ حدیثوں میں آیا ہے، کسی سزیر نے کہا ہے۔

این علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگراست  
حرف کو کاغذ سیاہ کند کے دل تیرہ راجو ماہ کند

(یہ سارے علوم جسم مختصر کے ہیں، خدا کی راہ میں چلنے کا علم دوسرا ہی ہے۔ حرف تو کاغذ

کو سیاہ کرتا ہے وہ قلب تاریک کو کہاں ماہ تا باں بناتا ہے۔)

ایک بزرگ نے شیطان کو دیکھا بیکار و معطل بیٹھا ہے۔ انہوں نے پوچھا ہے  
لمعون، تو بیکار کیوں ہے؟ اُس نے کہا اب جب کہ علماء دنیا پیدا ہو گئے ہیں، میرا کام ختم ہو گیا ہے۔

تو تمہیں معلوم ہو کہ آدمی جو کچھ کرتا ہے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو تجھے خدا تک پہنچاتا ہے مثلاً تمام طاعات و نیکیاں اور دوسرا عمل و ذہب ہے جو خدا سے تجھے دور کرتا ہے وہ گناہ اور برائیاں ہیں۔ طاعات و معاصی ان دونوں کا جاننا ہر آدمی پر فرض عین ہے، اور تمام مہمات میں اہم ترین مہم ہے۔ ان دونوں یعنی طاعات و معصیت کے احکام کے علم کے ساتھ اگرچہ تھوڑا ہی عمل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہے اور اس علم کے بغیر اگر کوئی جان کی بازی بھی لگا دے اور کتنا ہی زیادہ عمل کرے تو وہ بہت تھوڑا ہے بلکہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ مثنویات۔

علم نرآمدہ عمل مادہ دین و دولت بدو شد آمادہ  
کار بے علم بار و بر بندہ تخم بے مغز جسم ثمر بندہ

(علم کی مثال نر کی ہے عمل مادہ ہے دین و دولت اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ عمل بغیر علم کے سود مند نہیں ہوتا۔ بے مغز کے بیج سے خوشے اور شگوفے نہیں نکلتے۔)

یہ علم تو اعضا و جوارح کے عمل کا علم ہے جو کہا گیا۔ اور وہ صفات ممکنہ کہ دل جس کے اوصاف سے متصف ہوتا ہے یہ بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان صفات کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے وہ صفات محمودہ یعنی تمام اچھی صفات ہیں جیسے توبہ، زہد، توکل، رضا و تسلیم وغیرہ اور دوسری قسم اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی صفات ہیں یعنی صفات مذمومہ جیسے دنیا کی محبت، مال و جاہ کی محبت، حقد، حسد، کبر، نخس اور اسی طرح کی دوسری تمام بری صفات۔ ان دونوں قسموں کے احکام کا علم بھی فرض عین ہے۔ کیوں کہ اس علم کے بغیر عمل صحیح نہیں ہو سکتا اور بغیر عمل کے مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ شعر اسی معنی میں ہے کہ

بر بند زباں کہ عاشقش در عشق نمی خست ز گفتار  
در بندہ در آئی و بنشین بر بند روے خرقہ ز نار

(زباں بند رکھو کہ اُس کے عاشقوں کو عشق میں بولنے کی اجازت نہیں بستہ ہوا اور

اور بیٹھو خرقہ کے اوپر زنا را باندھ لو۔)

آخر تم نے قرآن مجید میں پڑھا ہے من کان یوجوا لفاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشک بعبادۃ ربہ احدلاً (جو شخص اپنے پروردگار کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) عمل صالح عدم شرک کے ساتھ شرط ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ مشروط کا وجود بغیر شرط کے محال ہے تو مقصود کا وصول بھی بغیر عمل کے محال ہوگا۔ یہاں تمام سالکان راہ سر پر خاک و دھول اڑا رہے ہیں اور اپنی مصیبت پر ماتم کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں اگر مال و مرتبہ زن و فرزند کا قربان کرنا شرط ہو تو یہ آسان ہوتا۔

عاشقان بر سر ہی ریزند خاک پو من بجائے خاک آتش رنجتم

(عشاق اپنے سروں پر خاک ڈالتے ہیں۔ میں خاک کی جگہ آگ اُٹھیل رہا ہوں۔)

ہمیں اور تمہیں تو یہ غم و امن کیسے ہے کہ کھاؤں گا کیا، پہنوں گا کیا؟ ان اللہ خلق الحرب رجالاً و القمعة و الثرید و جلالاً (بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو مین

کے لئے پیدا کیا ہے اور کچھ کو ثرید و پیار کے لئے) مردوں کی راہ دوسری ہے

شوں کی دوسری۔ اسی کو کہا ہے۔ مشنویات۔

مرد دُر جو سے را بد ریا باز جان مردان ہمہ پاپے فراز  
 سیر کشتی ز آرزو دان پُر بے دریا ست جائے طالب دُر  
 (موتی کے متلاشی کو دریا کی تہ سے کام ہے، مردوں کی جان ہمیشہ بلند کام کی طرف پرواز کرتی  
 ہے۔ کشتی پر سیر و تفریح کرنے والے آرزو اور تمناؤں میں بھرے ہوتے ہیں، موتی نکالنے  
 والوں کی جگہ سمندر کی تہ میں ہوتی ہے۔)

اب تم یہ سمجھ لو کہ آخرت کا علم شامخ طریقت اور علما۔ آخرت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہمیشہ  
 خدمت کرنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ ہمارے زمانہ میں سرخ گندھاک ہیں، اتر کیا کیا جا۔  
 وہ تمام مکتوبات جو لکھو اگر شیخ کا کا لفظ آبادی کے داماد زین الدین کی معرفت تمہیں بھیجے گئے ہیں  
 حل گئے ہوں گے ان میں سے ایک دو مکتوب نہایت غور و فکر سے روزانہ مطالعہ کیا کرو۔ اگر تنہا  
 میں ہو تو یہ بہتر ہے۔ اور یہ شعر پڑھو

گر تینگ شکر خریدی متوانم : بارے گس از تینگ شکر می رانم

(اگر میں شکر کے بورے نہیں خرید سکتا، اتنا تو کر سکتا ہوں کہ شکر کے بوے سے کھیاں چکایا کروں)  
 فان لم یصبھا وابل فقل اگر بارش بند پوچھی ہے تو شب بنم ہی پر اکتفا کیا جائے جب کسی کی نگاہ سے  
 آفتاب چھپ گیا تو کیا کرے پراغ ہی کام لے گا۔

از بخت بدم اگر فردش خورشید از نور زشت بہا چسراغ گیرم  
 (اگر مری بختی سے سو۔ ن ڈوب چکا تو لے چاند سے محبوب تمہارے چہرے کی چمک سے میں چراغ  
 کا کام لوں۔)

لیکن خود کو معطل و بیکار رکھنا اور چوپایوں کی طرت کھانے پینے میں لگے رہنا سمجھداروں

اور ہوشیاروں کا کام نہیں۔ مثنویات۔

بر کرا ایں درد نیست اور نیست : نیست در ماں گرترا ایں درد نیست

کثر کافر را و دین دیندار را : ذرہ دردت دل عطسار را

(جس کسی کو یہ درد نہیں وہ مرد ہی نہیں ہے۔ یہی درد اور دکا در مان ہے اگر یہ نہیں تو علاج

بھی نہیں۔ دین دینداروں کے لئے ہے کافر کافروں کے لئے عطسار کے دل کو تو آپ کے درد

کا ایک ذرہ ہی چاہئے۔)

اے بھائی! اس راہ میں یہی دو اصل کام ہیں، اسے تھوڑا نہ سمجھو، پورے دوش کے سنو۔ اگر تم سے ہو سکے تو اس پر عمل کرو۔ ایک ظاہری اعضا کو معیبت اور گناہوں کی گندگیوں سے پاک کرتا ہے اور دوسرے دل کو بڑی صفتوں کی آلودگیوں سے صاف کرتا ہے جس وقت ظاہر و باطن کی یہ طہارت نہیں حاصل ہوگئی اسی وقت ملک و ملکوت کے اسرار تم پر کھل گئے۔ اور شربت منوی ابراہیم ملکوت السموات والارض (اسی طرح ہم نے دکھلائے ابراہیم کو زمین و آسمان کے اسرار) تم نے نوش جان کر لیا۔ اور ان اللہ طیب لایقبل الا الطیب بے شک اللہ پاک ہے اور پاکیزگی قبول فرماتا ہے) کی خلعت خاص زیب تن کر لی۔ ساتی کا اور کھلا ہوا ہے ساغر چل رہے ہیں جسے ہمت ہے وہ بڑھ کر جام اٹھلے پچ کہا ہے جس کی نے کہا ہے۔

تشنہ زرد یا جدائی می گئی : بر سر گنجه گدائی می گئی

(پیا سا ہے اور دریلے کنا ہے ہو رہا ہے سکہ خزانہ کا مالک ہو کر بھی گدائی اختیار کئے ہوئے ہے)

اور یہ یہیں کی بات ہے۔

جہاں پر زرق آفتاب و دیدہ ہا کور : جہاں پر از حدیث و گو شہا کر

اسارا جہان آفتاب کی تابش سے جگمگ کر رہا ہے گرا سبکھیں اندھی میں سارا عالم نادر باتوں سے گونج رہا ہے گر کان بہرے میں)

اگر تم اپنے کام میں لگے رہے تو ایک دن اپنی خوش نشیبی سے وہاں پہنچو گے جہاں دوسرے پہنچے ہیں، تم بھی وہ سب دیکھو گے جو دوسروں نے دیکھے ہیں اور تم بھی وہی کہنے لگو گے جو اور دوسروں نے کہا ہے۔

معشوق غیاں بود نمی دانستم با من بمیاں بود نمی دانستم  
گفتم بطلب مگر بجائے برسم خود تفرقہ ایں بود نمی دانستم

امیر محبوب میرے ملنے ہی تھا مجھے کچھ خبر نہیں، وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے کچھ خبر نہیں۔

کہا اس کی تابش میں کہیں جاؤں، یہ خود تفرقہ ہی تھا جسے میں سمجھ نہ سکا۔

کمال ہمت کی علامت یہ ہے کہ جس حال میں ہے اس سے قدم پیچھے ہٹنے نہ پائے، غم نہ کھائے، ظاہر نہ ہونے دے، اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا پتہ چلتا ہے کہ بشریت کے جامہ سے باہر نہیں آیا ہے اور صحرائے دل تک خود کو اس نے نہیں پہنچایا ہے۔

اگر باغز دریا ہزار بادہ کشم ہنوز ہمت من باوہ دگر کبشد  
 در نشاط من کشادہ تر باشد کہ مست باشم ساقی مرا بہر کبشد

(شراب کے ہزاروں دریا اگر میں گھونٹ جاؤں پھر بھی مری ہمت تو وہ ہے کہ دریا جیسا ایک عالم اور طے تو وہ بھی نہیں۔  
 میری خوشی کا اس وقت کیا پوچھنا جب میں مستی میں ہوں اور ساقی مجھے اپنے پیسوں میں کھینچ لے۔)  
 اے بھائی! اگر کسی وقت تمہیں کوئی چیز مانگنا ہو تو ہمت مانگو اور کوئی عیب ہمت ہونا چاہیے  
 کیوں کہ آدمی کی قدر و قیمت ہمت ہی سے ہوتی ہے۔ ہمت وہ چیز ہے کہ تمہیں بت پرستی سے  
 نکال کر خدا پرستی تک پہنچا دے گی۔ اس راہ کے چلنے والے کو جب تک یہ گمان ہے کہ اسے  
 بھی کچھ حاصل ہے تو وہ ابھی تک بت پرست ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ جناب صدیق اکبر  
 رضی اللہ عنہ نے جب اپنی ساری پونجی ثنادی اور وہ نعمت و دولت جو ان کا نقد و وقت تھا سب  
 کو غارت کر دیا تو اس وقت بالکل خالی ہو کر عرض کرتے ہیں ما الایمان یا رسول اللہ (ایمان کیلئے  
 یا رسول اللہ) اسی کو کسی نے کہا ہے۔ مشنویات

ایں چہ درگا بست قفلش بے کلید : ایں چہ دریا است قعرش ناپدید  
 آہنچہ نزد تو پیشاں زان رہنیت : غایت وہم تست اللہ نیست  
 ہر دے را کیس طلب حاصل بود : تاقیامت مست ولا یعقل بود  
 (یہ کیس بارگاہ ہے جہاں کے قفل کی کنجی نہیں۔ یہ کیسا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کا کچھ پتہ نہیں۔  
 جو کچھ ترے پاس ہے اس سے آگے یہ نہیں، وہ ترے وہم کی انتہا ہے اللہ نہیں ہے۔  
 جسے اس کی طلب ناممکن ہو جاتی ہے، وہ قیامت تک کے لئے مست و بے عقل ہو جاتا ہے۔)  
 سبحان اللہ! کیا اہمیت ہے ایک شخص ایک دن میں شرباً طلب کی کند عرش کے گنگرہ  
 پر ڈالتا ہے اور دوسرا وہ ہے کہ دو خشک روٹیوں پر نمازاں ہے۔ ایسے ہی شخص کے لئے یہ شعر

سک چوم دریا فت جان شمر : خرچہ جو یافت ز عفران شمر

(کتے نے مردا۔ پایا سمجھا جان آگنی، گدھے کو جو مل گیا زعفران سمجھ لیا۔)

لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ جل شانہ کی معرفت کا کمال جہاں تک بشر کے لئے ممکن ہے

کسی صدیق وقت کو جب حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ اب تک جو

کچھ حاصل ہونے سے رہ گیا ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، اس حاصل

وقت کا وجود اور اس کا عدم دونوں ہی ان کی نظر میں ایک ہوتا ہے۔ اور وہ یہی بات ہے جو اگلے بزرگوں نے کہی ہے کہ ہمارا اور بوڑھی عورت و مکتب کے بچے کا دین ایک ہی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر زمانہ میں یہ راہ بڑی لمبی و دراز رہی ہے اس راہ کے راہی ہر دم بے انتہا حیران و سرگرداں رہے ہیں۔ اگرچہ یہ آسمان ہے اور یہ چاند و سورج و ستارے تا بااں و درخشاں ہیں تو کیا ہوا رات و دن چکر میں ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ ایک عارف کابل کا دین کسی مقلد کے دین کے برابر کیسے ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یوں دو کہ سو کا عدد ایک سے بلاشبہ زیادہ ہے لیکن اگر تم کروڑوں اور اربوں کے اعداد و شمار پر نگاہ کرو تو یہ سو کا عدد بھی اس کروڑوں اور اربوں کی عدد کے مقابلہ میں ایک ہی عدد کے جیسا ہوگا۔

یہ تو تم نے سنا ہوگا کہ ایک وقت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے سبحانی ما اعظم شانہ (کس درجہ مری پاکی ہے اور کتنی بڑی ہے مری شان) ان کا معاملہ معراج کمال تک پہنچ چکا تھا لیکن جب وہ آخری گھڑی آئی تو کیا فرمایا۔ کہا ان قلت یومنا سبحانی ما اعظم شانہ فانما الیوم مجوسی اقطع زناری و اقول اشهد ان لا الہ الا اللہ و اشهد ان محمدًا عبده و رسولہ (اگر ایک وقت سبحانی ما اعظم شانہ میں نے کہا تھا تو میں آج تک مجوسی تھاب اس وقت وہ زار توڑتا ہوں اور پھر سے اقرار کرتا ہوں اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد عبده و رسولہ۔) و سبای سے

کہہ با کف پر سیم کہہ درویشم کہہ بادل پر نشاط کہہ دل ریشم کہہ باز سپین خلق کہہ درویشم من بو قلموں روزگار خویشم

(کبھی تو مری مٹھی سونے و چاندی سے بھرتی ہے، کبھی مراد دل مفلس و تلاش ہوتا ہے، کبھی دل خوشی میں مست اور کبھی گھائل رہتا ہے، کبھی لوگ مجھے پیچھے دیکھتے ہیں اور کبھی ان کا پیش رو ہوں میں اپنے زمانہ کا تماشا بنا ہوا ہوں۔)

وَالسَّلَامُ  
شرفِ نبوی



# مکتوب ۳

## نیت کے خلوص اور ارادت کی درستگی میں

بجانب شیخ عمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز شیخ عمر کاتب مکتوب احمد یحییٰ امیری کا سلام و دعا

تم جانو! شرع کا فتویٰ ہے یحشس الناس یوم القیمة علی نیاتہم۔ یعنی

قیامت کے دن ہر شخص کا شرع کی نیت کے مطابق ہوگا۔ اگر تمہارے باطن میں اللہ کی جانب ارادہ اور حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب کا غلبہ ہے تو تمہیں اس کے طالبوں اور عشاق کے زمرہ میں ٹھمایا جائے گا اور اس کا اجر یتجلی ربنا صا حکا (ہمارے رب کی تجلی ان پر ہنستے ہوتے ہوگی یہاں بہشت و دوزخ کی کہاں گنجائش ہے؟ جیسا کہ کہا ہے۔

ایں جا نبود قدرے مردوزت و نبت را : تا شد جناب ما آنہا کہ تو میدان

(یہاں بہشت و دوزخ کی کیا قدر ہے۔ یہ سب تو ہمارے جناب ہیں جسے تو خوب جانتا ہے)

اور اگر تمہارے اندر بہشت کی طلب و خواہش ہے تو تمہیں نیکو کاروں کے جھرمٹ

میں اٹھائیں گے۔ اور اس کا معاوضہ لہم جنت الفردوس نزلا (فردوس کے باغ ان کی قدم کا ہونگے)

حضرت عین القضاہ ہدانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں یہاں بھی کھانا

پینا اور وہاں بھی کھانا پینا، خدا پچائے سب کے سب بہایم و چوپاؤں کے ہم نوالہ ہونگے ہیں۔

سبحان اللہ عاشقوں کی ہمت مروانہ کا کیا کہنا۔ مثنوی

سگ دول ہمت استخوان جوید : پختہ شیر غمز جاں جوید

(کینی ہمت والا تھا ہر تیلہ بی بوٹھا ہے۔ مگر شیر کا بچہ زندہ مغز چاہتا ہے۔)

اور اگر تمہارے اندر دنیا کی طلب اس کی خواہش اس کا ارادہ غالب ہے تو تمہیں دنیا

دلوں کے ساتھ اٹھائیں گے۔ اور اس کا اجر وحیل بینہم و بین مالیشہون (ان کے اور اس چیز کے درمیان روک لگا دی جائے گی جس کے وہ طالب و خواہشمند ہیں) یہاں سے پر خاک ڈالنا ہے اور اپنی بد نصیبی کا ماتم کرنا ہے اور وہی کہنا ہے جو کسی بیچارہ نے کہا ہے۔

درد را دار و کجا خواہسیم کرد  
عمر شد ماتم کجا خواہسیم کرد

بزد غفلت روز گام چوں کنم  
بر نہ آید هیچ کارم پہ چوں کنم

(درد کا مدد کہاں ڈھونڈھوں، عمر ختم ہونے کو آئی کس کس چیز کا ماتم کروں، ساری زندگی

غفلت سے گزر گئی کوئی کام نہ بن سکا، ہائے اب میں کیا کروں)

اپنے باطن کا جائزہ لو، ایک ایک کر کے غور کر دو کہ تمہارے اندر کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا عشق اس کی محبت غالب ہے یا دنیا کے عشق و محبت کا غلبہ ہے یا بہشت کی خواہش کا غلبہ ہے جو چیز غالب ہے سمجھ لو کہ تم اسی میں سے ہو۔ مثنوی سے

ہر چہ در دنیا خیالت آن بود  
تا بید راہ وصال آن بود

(دنیا میں جس چیز کا خیال تم پر غالب ہوگا قیامت میں تمہارا حشر اسی چیز کے ساتھ ہوگا۔)

اس حدیث کے یہی معنی ہیں، ان الله لا ينظر الى الصدق كمد ولا الى اعمالكم ولكن ينظر الى قلوبكم و دنیا تک۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے) اسی کو کہا ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کو دیکھتا ہے جو تمہارے سینہ کے اندر ہے۔ اس حدیث کی انتباہت صدیقیوں کی جان پر وہ گزرتی ہے جو قیامت کے دن کفار کی جان پر دوزخ کے نذاب گزرے گی۔ اور اہل غفلت تو اپنی غفلت سے رات کے جشن میں مگن ہیں۔ مثنویات سے

تا چہ نہیں کارے نبفتہ مرد را  
اُدچہ دانند عشق را دور در را

تو نہ کارا فسادہ نہ عشقی  
مردہ تو عشق را کے لائق

(جب تک کسی کو عشق سے واسطہ نہ پڑا ہو، وہ عشق کو اور اس کے درد کو کیا جانے۔ نظم

عاشق ہی ہو اور نہ اس کام کے تجسس بہ کار ہی ہو، تم تو مردہ ہو تم عشق کے لائق کہاں ہو)

اے بہانے! ہمارے اور تمہارے عمل کا حال تو معلوم ہی ہے کہ کیسے ہیں، جہاں تک

ہر کے نیت و ارادہ کو درست کر دو کیوں کہ مومن کا عمل ایک ہی ہو سکتا ہے وہ نہیں جتنا اگر کسی



کی ماں زندہ ہے اور وہ حج کو چلا جائے تو ماں کی رضا و خدمت ترک ہوتی اور اگر ماں کی رضا و خوشنودی کے سبب حج کو نہیں گیا تو حج نہیں کر سکا' دو فرض میں ایک ہی فرض انجام دیکھا اور اسی طرح دوسرے اعمال ہیں لیکن اس کی نیت تمام نیکیوں اور طاعتوں کی بجا آوری تک پہنچی ہوتی ہے۔ مومن کے عمل کا ثواب محدود ہوتا ہے کیوں کہ اس کا عمل ہی محدود ہوتا ہے۔ اور مومن کی نیت کا ثواب محدود ہے پایا ہے کیوں کہ طاعات و خیرات میں نیت کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں نیتہ المؤمن خیر من عملہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) کا مطلب یہی ہے۔ اگر کسی نے کسی کام کے کرنے کی نیت اور اس کا ارادہ کیا لیکن معذوری کے سبب وہ اس عمل کو نہ کر سکا۔ جیسے بیماری کی وجہ سے حج نہ کر سکا اور عیاشی و ناتوانی کے باعث جہاد میں شریک نہ ہو سکا، مفلسی نے صدقہ و خیرات کا موقع نہ دیا۔ اس پر بھی یقیناً اجر و ثواب میں وہ اس شخص کے برابر ہے جس نے یہ سب کام کئے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے مسلمانانِ ساتھ تھے، اس غزوہ میں حضور صحابہ کو محنت و مشقت اور شدت و سختی بہت اٹھانی پڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا 'یہ سچ ہے اور درست ہے کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے رہ گئے ہیں، کوئی ایسی وادی نہیں جس سے ہم لوگ گذرے ہیں اور کوئی ایسا خرچ نہیں جو ہم نے کیا ہے، اور کوئی ایسی تکلیف و مشقت نہیں جو اس راہِ خدا میں ہم لوگوں نے اٹھائی ہے۔ وہ لوگ جو ہمارے ساتھ نہ آسکے وہ سب ہمارے ان تمام کاموں میں برابر کے شریک ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ جو ساتھ تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ لوگ تو مدینہ میں ہیں؛ ارشاد ہوا حَبَبُهُمُ الْعُدْسُ نَشَرْنَا كُونًا بِحُسْنِ النِّيَّةِ، ان کو ان کے غدر نے روک لیا ہے یعنی وہ معذوری کے سبب نہ آسکے تو وہ سب ہم لوگوں کے ساتھ راہِ خدا کے شریک ہیں اپنے حسن نیت کے سبب۔ اسی سے ثابت ہے کہ عمل کا تعلق دل سے ہے گل (گلی) سے نہیں، دل اور گل میں ہزاروں ہزار کوس کی دوری ہے اسی سے جانا چاہیے کہ نیت کا محل دل ہے گل نہیں۔ ہاں یہاں ہموکشیا و خبردار رہنے کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت میں راہِ ماری جائے۔ مثنویات۔ ۸

ازدربم با کعبہ دل عاشقان را ہزار یک منزل  
اندریں رہ ریتق کن دل را توشہ کن صد ہزار منزل را

(جسم کے دروازے سے دل کے کعبہ تک عاشقوں کے لئے ہزار کوس کی ایک منزل ہے، اس راہ میں دل کو رفیق بنا کر لاکھوں منزل کا توشہ تیار کرے۔)

اے بھائی! نیت کا علم نہایت ہی باریک و لطیف ہے، ہر آدمی کی پہنچ وہاں تک نہیں ہو سکتی، صاحبانِ دل جو کچھ کرتے ہیں اپنی نیت کے اندازے سے کرتے ہیں اس لئے کہ ہر آدمی کی نیت اس کے ایمان کے اندازے سے ہوتی ہے۔ مقلد کی نیت اس کے تقلیدی ایمان کے اندازے سے اور دلیل والوں کی نیت ان کے استدلالی ایمان کے اندازے سے عارفوں کی نیت ان کے اپنے مشاہداتی ایمان کے اندازے سے ہوتی ہے۔

عجیب معاملہ ہے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زن و فرزند کو مکہ میں چھوڑ کر حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر لیتے ہیں اور حضرت خواجہ ادیس رحمۃ اللہ علیہ ماں کو نہیں چھوڑتے ہیں، اگر تم ان دونوں حضرات کی نیت پر غور کرو تو دیکھو گے، دونوں ہی کی نیتیں جائز، درست، اور صحیح ہیں۔

بعض اگلے بزرگ ایسے گذرے ہیں کہ جنہوں نے طاعات ترک کی ہیں چونکہ انہیں اس طاعت کے کرنے کی نیت ہی نہیں ہوئی چنانچہ کہتے ہیں کہ ابن سیرس رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ جن بصری رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی، لوگوں نے پوچھا تو کہا نیت ہی نہیں ہوئی، اس بار میں بزرگانِ دین کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا عمل نہ کرنا دوسروں کے کرنے سے ہو سکتا ہے کہ ثواب میں بہتر ہو۔

لوگوں کو کیا خبر مردانِ راہ کیوں نماز پڑھتے ہیں اور کیوں نہیں پڑھتے کیوں روزہ رکھتے اور کیوں روزہ نہیں رکھتے، کون جانے ان کس کس کرنے کی کیا وجہ ہوتی ہے اور حج نہ کرنے کی کیا وجہ ہوتی ہے، اہل رسم و عادت یہاں حیران و سرگرداں ہیں، یقیناً رسم و عادت دوسری چیز ہے اور انبیاء اولیاء کی راہ دوسری ہے چنانچہ کہا ہے۔

کے تو اندیشہ دریں رہاے خلیل  
عسکبوتے مبتلا ہم سیر پیل

(اے دوست اس راہ انبیاء و اولیاء میں کب چل سکتے ہیں اس کی مثال تو یہ ہے کہ کڑے کو

بھی ہاتھی کے چال چلنے کا شوق ہو گیا۔)

اے بھائی! آج ہر شخص باطل خیال پر بھروسہ کئے ہوئے ہے اور غلط گمان میں مبتلا ہے۔

اگر دین اسی آسانی سے حاصل ہوتا جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں تو انبیاء و اولیاء کے جگر پانی نہ ہوتے۔  
مردانِ خدا کے دل جل بھین کر کباب نہ بن جاتے۔

اے بھائی! تمہیں مردانِ خدا کے دین کی کیا خبر؟ فی الحال رات و دن اسی حسرت میں  
جلتے رہو، اگر تم سے ہو سکے تو خود کو ان کی جوتیوں کی خدمت میں لگا دو۔ یہ خود بہت بڑا کام ہے مَنْ  
أَحَبَّ قَوْمًا حَبَشًا مَعَهُمْ (جو شخص جس گروہ سے محبت کرتا ہے قیامت میں وہ اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔)  
سبحان اللہ یہی کیا کچھ کم دولت ہے؟

اے عزیز! اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا گیا۔ اِنَّا فَتَنَّا  
اِلٰی صِلٰةِ السُّتْقِیْمِ (بیشک آپ مرادِ ستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں) تو پیروں کے حق میں ارشاد ہوا۔  
وَمَنْ خَلَقْنَا اُمَّةً یُّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ (ہماری مخلوق میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتی ہے)  
انبیاء کے جوتیوں کے سایہ دولت میں پناہ لے لو تاکہ خدا تک پہنچ جاؤ، پیروں کی جوتیوں کی خدمت  
کرتے رہو، کام یہی ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دوسرے کام ہیں۔ مثنوی۔  
گر ترا در دست پیر آید پدید : قفل در دست را کلید آید پدید  
(اگر تجھے پیر کی دستگیری حاصل ہو جائے تو تیرے درد کا مداوا تجھے مل گیا۔)

ہوشیار رہو جس کسی کی ہمت خداوند تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی ہے، اگرچہ وہ جنت الفردوس  
ہی کیوں نہ ہو جو اپنے تمام ناز و نعمت کے ساتھ آراستہ ہے، مردوں کی راہ سے وہ بہت دور ہے۔  
مردوں کی راہ ہے کیا؟ تو لو ایک شاعر کے سنو۔

جز واصل تو ام حرام باوا : حاجت کہ بنجوا ہم از خدا من  
(آپ کے وصال کے علاوہ میرے لئے حرام ہے کہ کوئی اور حاجت خدا سے میں مانگوں۔)

اور بھی ایک دوسرے کے سنو۔

گرم باصالحاں بے دست فردا در بہشت آرنند

ہماں بہتر کہ در دوزخ کنندم با گنہگار اں

(اگر کل قیامت کے دن مجھے نیکو کاروں کے ساتھ محبوب کے بغیر بہشت میں داخل کریں تو اس سے

کہیں بہتر ہے کہ گنہگاروں کے ساتھ دوزخ میں ڈال دیں۔)

بہشت اپنے آب و نان، حور و قصور کے ساتھ معروفت و مشہور ہے ایسی کہ سارا عالم اس کی طلب میں

مصرف ہے۔ قطعہ سے

زاہداں راجنت الفردوس باشد نزل گاہ صادقان رالذت اندر عزیزان ست و بس  
 لطف اور عام و خاص نیک بد پایندہ اند قہر اور اپیش رفتن کار خاصاں ست و بس  
 زاہدوں کے لئے جنت الفردوس ان کی قدم گاہ ہے، صادقوں کے لئے اس قید خانہ کے گڑھے کی لذت کافی ہے  
 اس کے لطف کو عام و خاص اچھے بُرے، سب نے پایا ہے مگر اس کے قہر کو اختیار کرنا خاص لخاص ہی کا کام ہے۔  
 جانتے ہو مردان خدا کی جنت کیا ہے؟ ان اللہ جنہ لیس فیہا حور و قصور (بیشک اللہ کی ایک  
 جنت ایسی ہے جس میں حور و قصور نہیں) پھر اگر تم یہ کہو کہ آخر یتجلی ربنا صا حکا (مراب تجلی فرمائے گاہتے ہوئے)  
 جو فرمایا ہے وہ کیا ہے؟ تو وہ یہ ہے جو کہل ہے۔ مثنوی سے  
 دیگران را وعدہ گرفتار بود : لیک مارا نقد ہم ایں جا بود

(دوسروں کے لئے جس چیز کا وعدہ کل کا ہے، ہمارے لئے تو آج ہی یہاں وہ نقد حاصل ہے)  
 تمہیں یہ جانا چاہیے کہ عالم محبت کے کار و بار ہی دوسرے میں اور اہل محنت یعنی رنج و مشقت  
 اٹھانے والے دوسرے ہی گروہ کے لوگ ہیں۔ انہیں انتظار کی طاقت نہیں ہوتی کل کا وعدہ جس  
 چیز کا ہے وہ اسے آج ہی طلب کرتے ہیں اور سب کے سب عشق کی مستی میں یہی کہا کرتے ہیں۔  
 یا مراد من بدہ یا فارغم کن از مراد : وعدہ فرادار ہا کن یا چناں کن یا چنیں  
 (یا میری مراد پوری کیجئے یا مجھے مراد سے فارغ کر دیجئے کل کا وعدہ چھوڑے یا یہ کیجئے یا وہ کیجئے)

حضرت رابعہ مہرہ رحمۃ اللہ علیہا سے لوگوں نے پوچھا آپ بہشت کیوں نہیں چاہتی ہیں؟  
 فرمایا الجارشم اللاس (پہلے بڑی پھر مکان) ایک دامنی پوش یعنی دوپٹہ اوڑھنے والی کی ہمت  
 دیکھو اور اپنے جبہ و دستار پر ماتم کرو اور سمجھ لو کہ حقیقتاً نہ مرد ہونہ عورت پھر غور کرو آخر ہو کیا؟  
 ایک وقت حضرت امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ غائب ہو گئے مریدان ان کی تلاش میں نکلا دیکھا  
 مخنثوں کا لباس پہنے ہوئے ان کی جماعت میں بیٹھے ہیں، لوگوں نے سرپیٹ لیا فریاد کرنے لگے  
 اے مقتداے وقت یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا میں نے غور کیا تو دیکھا کہ صورتاً میں عورت نہیں ہوں اور  
 معنماً و بھی نہیں ہوں تو ضرور میں مخنث ہوں اور مخنث کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ مخنثوں کے ساتھ ہے

خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مثنویات سے  
 چوں زند دیوانہ زیں شیوہ لاف : تو ز سر کورے کن بااد مصاف

توزبان از شیوہ او دور دار عاشق دیوانہ را مسزور دار  
 عاقلان را شرع تکلیف آمدہ است بے دلاں را عشق تشریف آمدہ است  
 لاجرم دیوانہ را گرچہ خطاست ہرچہ میگوید بگستاخی رواست

(جب کوئی دیوانہ اپنے شیوہ دیوانگی کی ڈینگ مارے تو تم اپنے اندھے پن سے اس کے ساتھ صف  
 آرائی نہ کر دو تم اس کے دیوانگی کے شیوہ سے زبان کو دور رکھو، ان دیوانے عاشقوں کو مسزور سمجھو۔  
 عاقلوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آتی ہیں، اور بے دلوں کے لئے عشق کا شرف و بجد ہے، دیوانہ

یقیناً غلطی پر معلوم ہوتا ہے، لیکن شوخی و گستاخی میں جو کچھ کہہ جاتا ہے وہ سب روا ہے۔)

لے بھالی! الغرض، ہر وہ کام جو آدمی کرتا ہے وہ کسی نہ کسی نیت و باعثہ سے خالی نہیں ہوتا۔  
 اگر اس کے باطن میں دنیا کی محبت غالب ہے تو ہر کام میں اس کی نیت اس کا باعثہ دنیاوی ہی  
 ہوتا ہے اگرچہ روزہ، نماز، حج و صدقہ ہی ہو دنیا داری ہی میں شمار کیا جائے گا۔ اور اگر اس کے  
 باطن میں عقبی کی محبت کا غلبہ ہے تو ہر کام میں اس کی نیت اس کا باعثہ وہی ہوتا ہے اگرچہ وہ کھانا  
 پینا، سونا ہی کیوں نہ ہو سب کو عقبی ہی شمار کیا جائے گا۔ یہ مثل مشہور ہے کل اناء یتوشح بما  
 فیہ (برتن سے وہی چیز باہر آئے گی جو اس میں ہوگی)

ایک اور دوسری قوم ہے جسے سلطان ہمت کہتے ہیں یہ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں خالصاً اللہ کے  
 لئے کرتے ہیں اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ بِشَهَادَةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (بیشک میری نماز، میری  
 قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے) ان کی صفت ہے۔  
 برسیدون وجہدہ کا جلوہ ہے صرف اس کی رضا کے لئے عبادت کرتے ہیں۔ پاؤں ان کے دنیا  
 کی طرف اور سر آخرت کی طرف نہیں جھکے اس وقت تک، جب تک دوست کی بارگاہ سے یہ  
 ندانہ سن لی کہ انتم ادبیائی حقاً (حقیقت میں تم ہمارے حقیقی دوست ہو)۔ اس شعر میں اسی کی طرف  
 اشارہ ہے۔

مارا بجز ایں جہاں جہانے دگر است : جز دوزخ و فردوس مکانے دگر است

(ہمارے لئے اس جہاں کے علاوہ ایک دوسرا جہاں ہے، دوزخ و بہشت کے علاوہ دوسرا ہی مکان ہے)

سبحان اللہ کس رتبہ کے یہ مردان خدا ہیں ان کی صفات میں جو کوئی بھی جس قدر درجہ بنا زیادہ  
 لگھ سکتا ہو لکھے، یا کہہ سکتا ہو، کہے وہ سب ان کی صفت میں سمندر کے ایک قطرہ کی مثال ہو۔

ہمیں تمہیں اور ہم جیسے اور دوسروں کو ان مردانِ خدا کے بارے میں لکھنے اور پڑھنے کے سوا اور کیا حصہ و نصیب ہے؟ مہر۔ عشق آمدنی بود نہ آموختنی۔ کیا کیا جائے، عشق ہو جانے کی چیز ہے سیکھنے کی نہیں۔ کہا گیا ہے لَيْسَتِ الْمُحِبَّةُ مِنْ تَعْلِيمِ الْخَلْقِ وَإِنَّمَا الْمُحِبَّةُ مِنْ تَعْلِيمِ الْخَالِقِ (محبت مخلوق کی تعلیم سے نہیں بلکہ خالق کی تعلیم یعنی دین سے ہوتی ہے) راز یہی ہے جسے کہا ہے۔

دوستداری تو آزار ہے بود : دوستی اُدترا کار ہے بود

اں کہ عشق کاں ز سوسے تو بود : اں کہ اندر خورد دروسے تو بود

(تیری دوستداری ہی تیرے لئے عذاب ہے۔ اس کی محبت ہی تیرا اصل کام ہے۔ جو عشق تیرے

سمت سے ہو وہ ایسا ہے جیسے آئینہ میں تیری صورت)

اس سے زیادہ لکھنے کی مکتوب میں گنجائش نہیں العلم یوخذ من افواه الرجال (علم لوگوں کے

انفاس طیبہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔)



والسلام  
شرف منیری

## مکتوب ۴

### بلاؤں کا نزول اور اہل بلا کی برداشت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز شیخ عمر! شرف منیری کا خصوصی سلام و دعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِبُ الْمُؤْمِنَ بِالْبَلَاءِ کَمَا یَجْزِبُ الذَّهَبَ

اَخَذَ کُمْ بِالنَّاسِ۔ (اللہ تعالیٰ مومن کا ویسے امتحان کرتا ہے جیسے تم سونا کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہو) اللہ تعالیٰ

کے کاموں کا طریقہ اسی طرح جاری ہے۔ مومن کو بلا کے ذریعہ جانچتا ہے تاکہ مخلوق میں سچے اور جھوٹے

کا فرق ظاہر ہو جائے جس طرح سونے کو ہم آگ میں ڈال کر پرکھتے ہیں تاکہ کھوٹا اور کھرا یعنی خالص اور

گادو الا صاف ظاہر ہو جائے۔ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ جس وقت کہنے والے نے لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ کہا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میں آپ کا دوست ہوں۔ دعویٰ کے لئے دلیل ضروری ہے۔ دعویٰ کی دلیل

قبول نہیں ہوتا۔ وہ جو تم نے سنا ہے وہ یہی ہے اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْاَنْبِيَاءِ ثُمَّ بِالْاَوْلِيَاءِ (بلاسلط کی جاتی ہے پہلے نبیوں پر پھر ولیوں پر) آفتاب کے عاشق کے لئے سایہ کی راحت محال ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

گر دوست مرا بلا فرستد شاید      کاں دوست خود از بہر بلائی باید

(اگر میرا محبوب مجھ پر بلا بھیجے تو وہ میرے لئے بہت بہتر ہے کیوں کہ ایسی بلا کے لئے تو محبوب مجھے مطلوب ہے)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ (مے اللہ کے رسول میں اللہ سے محبت کرتا

ہوں) ارشاد ہوا اِسْتَعِذْ بِالْبَلَاءِ (بلا کے لئے آمادہ رہو، یہ اشارہ دعویٰ کے دلیل کے مطالبہ کا

ہے کیوں کہ بغیر دلیل پیش کئے کسی کو نہیں چھوڑا جاتا ہے۔ اسی کو کہا ہے مہرے۔

”از تو زدن سخت ز من آہے خوش“

(تمہاری طرف سے سخت مار کٹاناں اور میری طرف سے لذت آئینہ آہ)

ساری چیزیں راحت و آرام سے قائم رہتی ہیں اور بلا و مصائب سے نیت و نابود ہوتی ہیں، اس

کے برعکس محبت کی غذا ہی بلا ہے۔ مہرے

حلوہ بکے دہ کہ محبت نہ بخشیدہ است

(حلوہ اُسے دیکھئے جو محبت کی لذتوں سے نا آشنا ہو)

حلوہ کی بات اور ہے عشق و محبت کے لطف و مزے کی حکایت ہی اور ہے۔ جیسا کہ کسی عزیز نے

کہا ہے۔

بر در گہ اوز کشتہ عشق      قصہ چہ کنم دو صد ہزار است

وہ در رہا و ہزار عشق      آدینختہ از طناب دار است

(اس کی بارگاہ کے کشتگان عشق کا قصہ کہاں تک بیان کیا جائے وہ تو لاکھ دو لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ اس رہا میں

اس کے ہزاروں عشاق سولہ کی دُور سے ٹکے ہوئے ہیں) یہاں حلوہ کھانے کا کیا ذکر؟

ایک دن جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا پوچھا کَیْفَ اَصْبَحْتَ يَا حَارِثُ؟

(مے حارثہ تم نے صبح کس حال میں کی؟) عرض کی اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا (میں نے حقیقی مومن کے حال میں صبح

کی۔ یعنی حق ایمان کے ساتھ) سوال ہوا اس کی دلیل اور بُرہان تمہارے پاس کیا ہے؟ بِكُلِّ حَقٍّ حَقِيقَتُهُ

فَمَا حَقِيقَةُ اِيْمَانِكَ (ہر حق کی ایک حقیقت ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے) حضرت حارثہ نے

یہ دلیل و بُرہان پیش کی عَرَفْتُ نَفْسِيْ عَنِ الدُّنْيَا وَاسْمِعْتُ لِسِيْلِيْ وَاطْمَأْنَنْتُ بِنَهَارِيْ وَاسْتَبْرَيْتُ

عِنْدِي ذَهَبًا وَفِضَّتُهُمَا وَمَدْرَهَا وَحَجَرَهَا وَكَأَنِّي أَلْقِي إِلَى عَرْشِ رَبِّي نَاطِرًا إِلَى آخِرَتِي  
 (میں نے اپنے نفس کو دنیا سے کنارہ کر لیا، میں رات کو شب بیدار رہتا ہوں اور دن کو روزہ دار، میرے نزدیک سونا  
 چاندی، اینٹ، پتھر برابر ہو گئے ہیں میں اپنے پروردگار کے عرش کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ آخر قصہ تک) جب انہوں  
 نے اپنی دعویٰ کی یہ دلیل پیش کی تو حضور نے سمجھ لیا کہ یہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ فرمایا اَصْبَبْتَ  
 فَالْزَمِ۔ تم نے سچ کہا تم حق تک پہنچ گئے اور اس پر مغبوطی سے قائم رہو اور اپنے ایمان کو لازم کر لو۔  
 تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ دعویٰ کی دلیل پیش کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ تاکہ سچے اور جھوٹے کا فرق ظاہر  
 ہو جائے۔

جب جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نمرود ملعون نے تسمہ سے باندھا اور منجنیق میں  
 رکھ کر آگ میں پھینک دیا تو زبان مبارک پر جاری ہوا حَسْبِيَ اللهُ (مجھے اللہ کافی ہے) ابھی آپ نصفا  
 ہی میں تھے کہ جناب جبرئیل علیہ السلام آگئے اور پوچھا هَلْ لَكَ حَاجَةٌ (آپ کو کوئی حاجت ہے؟)  
 فرمایا اِمَّا لِيكَ فَلَآ (حاجت تو ہے لیکن تم سے نہیں) فرمایا سَلُّ سَلُّكَ (اپنے رب سے کہئے) فرمایا  
 حَسْبِيَ عَن سُوَالِي عَلَيْهِ تَعَالَى (اللہ مجھ کو کافی ہے، وہ میرے سوال کے بار میں اور وہ میرے حال سے واقف ہے)  
 یہ بُرہان و دلیل تھی ان سے اپنے اس دعویٰ پر جو انہوں نے کہا تھا حَسْبِيَ اللهُ۔ یہی وہ بات ہے جو کہتے ہیں  
 کہ دعویٰ کرنا تو بہت آسان ہے لیکن اس دعویٰ کی دلیل و بُرہان پر قائم رہنا سخت مشکل ہے۔

”زاد اللارواح“ میں وہب بن منبہ سے روایت آئی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے اگلی  
 کتابوں میں پڑھا ہے کہ جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیطان کو دیکھا اس سے کہا کیا  
 ہو جاتا، اگر تو سجدہ کر لیتا۔ اس نے کہا میں دعویٰ میں جھوٹا ہو جاتا۔ جیسے آپ اپنی محبت  
 کے دعویٰ میں ہو گئے۔ آپ سے کہا گیا اَنْطَسْنَا اِلَى الْجَبَلِ (پہاڑ کی طرف دیکھو) تو آپ نے پہاڑ کی  
 طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لیا۔ اور میں نے غیر کے سجدہ پر لعنت و سختی قبول کر لی، تاکہ میرے دعویٰ میں  
 جھوٹ کو دخل نہ ہو۔ اسی کو کہا ہے۔

سعدی بجفا ترک محبت نتواں کرد بر در بنشینم گراز خانہ برانند

(سعدی، جو ردِ ستم کے سبب محبت ترک نہیں کر سکتا، میں ان کے در پر بیٹھوں گا اگر گھر سے نکال دیں گے)

وہ بیچارہ مصیبت کا مارا اپنی لعنت پر ناز کرتا ہوا کہتا ہے۔ رُبَاعِي س  
 ہمہ جو رشم بتاؤ بستیزم باہر تو دیگرے نامیزم



جانے دارم کہ بار عشق تو کشد تا در سرکارت نشود شکر یرم  
 (اے صنم میں ظلم و ستم اٹھاتا ہوں اور اس میں جنگ بھی کرتا ہوں، ترسے برتاؤ کے ساتھ کسی اور کے  
 سلوک کو میں نہیں مٹنے دیتا۔ میں وہ سخت جان رکھتا ہوں جو تیرے عشق کا بار اٹھائے جب تک  
 میں اس کام کو پورا نہ کروں میں ہٹنے والا نہیں۔)

بلا میں یہ راز ہے کہ نعمت میں آدمی کو سکون و قرار ملتا ہے اور بلا میں گریز ہے جب کسی کو  
 محبوب کے غیر کے ساتھ آرام و سکون ہوا تو وہ محبوب سے دور ہوا اور بھاگا۔ اور جب بلا کے اندر آرام و  
 سکون ملا تو وہ دوست تک پہنچ گیا۔ تو معلوم ہوا کہ نعمت "در سے دور کرنے والی ہے اور بلا اور پر  
 رکھنے والی ہے۔" عطا و منع کے معنی کارائزہ ہی ہے۔ اسی کی طرف یہ اچھا اشارہ ہے۔  
 ہر بلا کیس قوم راحت دادہ است      زیر آن گنج کرم بہنہا دماست  
 گر شراب وصل او خواہی مدام      قطع کن واوی قہر او تمام  
 زانکہ تا این نبودت آل نبوت      بے بلا و درد در ماں نبوت

(یعنی بلا میں اس قوم کو اللہ نے دی ہیں ان سب کے نیچے اس کے کرم کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔  
 اگر تو اس کے وصل و لطف کی شراب ہمیشہ نوش جاں کرنا چاہتا ہے تو اس کے قہر کی واوی کو مکمل طور  
 پر طے کرے یہ اس لئے کہ جب تک یہ نہ ہوگا وہ بھی نہ ہوگا، درد و مصیبت کے بغیر اس کا درد بھی نہیں ہوگا۔)  
 فرعون کو عافیت و آرام ملک و بادشاہی چار سو سال تک بے طلب دیدی، اگر وہ جناب  
 موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درد، سوز، اور بھوک کا ایک ذرہ بھی مانگتا تو اسے نصیب نہیں ہوتا۔  
 فرعون رانہ داویم اے دوست در دہر      زیرا کہ او نداشت کرد در دہائے ما  
 اے مرے پیارو! سنو۔ فرعون کو ہم نے کبھی سر کا درد بھی نہیں دیا اس لئے کہ وہ اس کا سر ہلکے درد کے  
 لائق ہی نہیں تھا۔)

ایک دن امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں کہا۔ خداوند اپنے دوستوں کو تو اس  
 درجہ بلا میں گنج ڈال کر قتل کرتا ہے؛ ارشاد ہوا تاکہ وہ دیت (خون کا بدلہ) پائیں۔ پھر پوچھا ہے میرے  
 اللہ ان کی دیت کیا ہے؟ فرمایا میرا جمال اور میری لقمان تَلَدْنَا فَاَنَادَيْتَهُ (جس کو میں نے قتل  
 کیا اس کا خون بہا میں ہوں)۔ جس کسی نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔  
 بے جرم و گناہ عاشقان میکش      پس بر سر گوشاں زیارت میکن

(عاشقوں کو بے جرم و خطا قتل کیا کیجئے، اور پھر ان کی قبروں کی زیارت کا مشغلہ بنائے۔)  
بندہ کا مصیبت و بلا بھیلنا خداوند عزوجل کی دوستی کی دلیل ہے۔ مصروعہ۔

”نازش یکشم چو صبر نتوانم کرد“

(جب صبر نہیں کر سکتا تو اس کے ناز و ادائیگی برداشت کرتا ہوں)

مُحِب کے لئے بغیر محبوب کے آرام و سکون حرام ہے تو سوائے بلا و مصیبت کی سختیاں اٹھانے کے اس کے لئے اور کیا روایا ہے۔ قطعاً

دردے تو دووا شد است مارا خاک تو بہا شد است مارا

دشنام تولئے نگار مہوش حقا کہ دعا شد است مارا

ازیں ہر توام بلا ز جہاں از دیدہ رضا شد است مارا

(یہ وہ درد ہے جو ہمارے لئے دوا ہو گیا ہے۔ آپ کے درد کی خاک ہی ہماری قیمت ہو گئی ہے۔

اسے میرے چاند سے چہرے والے محبوب! قسم ہے خدا کی آپ کی گالیاں تو ہمارے لئے دعا ہو گئی ہیں۔

آپ ہی کے لئے تو میں اپنی جان پر بلائیں لئے ہوئے ہوں، آپ کی رضا و خوشنودی پر ہماری آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔)

ایک رقت ایک فقیر نے کہا لَيْسَ بِصَادِقٍ فِي حُبِّهِ مَنْ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى ضَرْبِهِ (دعویٰ محبت میں

وہ سچا نہیں جو محبوب کی مار پر صبر نہ کرے) یہ سن کر ایک عارف نے آواز بلند کی اور کہا۔ اَخْطَاَتِ يٰ اَفْطِرُ

بَلْ لَيْسَ بِصَادِقٍ فِي حُبِّهِ مَنْ لَمْ يَتَلَذَّذْ بِضَرْبِهِ (اے فقیر تو نے غلط کہا وہ شخص اپنی محبت

میں سچا نہیں جسے محبوب کی مار میں لذت نہ ملے)۔

اُو بَرَسَر قَتْل مَن دَر دَجِیر اَنَم کَاں رَا نَدَن تَمِغِش چہ نِکُمی آید

(وہ میرے قتل پر آمادہ اور میں حیرت میں ہوں، اُن کا تلوار چلانا کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے)

کہتے ہیں کہ محب اپنے محبوب کے جمال میں مست ہوتا ہے وہ اپنی ذات سے نیست ہوتا ہے

محبوب کی ہستی کے ساتھ ہست ہوتا ہے۔ ایسے کے ساتھ درد کیا کرے گا اور بلا میں اس کے

لئے حلاوت ہی حلاوت ہے۔

در صومعہ ازاں نشست عابد : کوراز جمال تو خیر نیست

(عابد تو عبادت خانہ میں اسی سبب سے پڑا ہے، کہ اُسے آپ کے حُسن و جمال کی خبر ہی نہیں ہے)

روایت ہے، حضرت رابعہ بصریؒ پر جس روز بلا نہیں آئی تو وہ مناجات کرتیں، خداوند اتونے

روٹی تو دی لیکن بلا کی وہ لذت کہاں ہے؟ جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔  
 جانے دارم کہ یارِ عشق تو کُشد تادرس کارت نشود نگذارم  
 (میں وہ جان رکھتا ہوں جو ترے عشق کا بار اٹھائے یہاں تک کہ تیری محبت کی راہ سے قدم  
 پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔)

اے جُبَّہ و دستار پوشو! ذرا ایک دو پٹہ پوش عورت کی قوت کو دیکھو، اس بارگاہ میں  
 معاملہ عمل کا ہنہ صورت و جسم کے بناو دستکار کا نہیں۔ رُبَاعِی سے  
 جویندہ ماہِ شہر در بسیار است ہر کس کہ مرا جوید کارش ز راست  
 بر در گہ مازدہ ہزاراں داراست روزاں و شبان طالب ماخونبار است  
 (ہمیں ڈھونڈھنے والے شہر اور شہر کے در پر بہت سارے بڑے ہیں مری طلب دیجو کز خواہوں  
 کا حال بُرا ہے۔ ہمارے دولت سرا میں ہزاروں دارنسیب ہیں، دن رات ہمارے طلبکاروں کے خون بہہ رہے ہیں۔)  
 روایت ہے کہ جب حضور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر یا بادشاہت دو میں سے  
 ایک کے قبول کرنے کا اختیار دیا گیا، چوں کہ حضورؐ محب تھے اس لئے فقر اختیار فرمایا کیوں کہ فقر،  
 درویشی بلا کا گھر ہے اور محبوب فرماتا ہے۔ رُبَاعِی سے

مارا خواہی تن یغماں اندرہ چوں شیفنگاں سز بجہاں اندرہ  
 دل پر خون کن بدید گاں اندرہ وانکہ ز بے دوریدہ جاں اندرہ  
 (اگر ہم کو تو چاہتا ہے تو رنج و غم میں اپنے کو تھونک دے، دیوانوں کی طرح جہاں میں خاک چھانتا رہ  
 دل کو خون بنا کر اکھوں کے سپرد کر، پھر دونوں آنکھیں کھولنے کے بعد جاں بھی گنوارے۔)  
 اور حضورؐ نے یہ دعا کی اللہم اَحْيِنِي مَسْكِينًا وَاَمْتِنِي مَسْكِينًا وَاخْزِنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسْكِينِ  
 (اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین ہی مجھے بلا اور مسکین ہی کے زمرہ میں میرا حشر فرما)

ننگا، بھوکا ہوں مگر تیرے ساتھ رہوں یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تیرے بغیر بادشاہی اور  
 سلطنت کروں اس معنی میں کہا ہے۔

غزت جو دراشاید بے پیچ شکے مالک : در کون و مکان مارا جز خوار نیاید بود  
 بردار چوئی بینی پیوستہ جمال اورا : در چار سوئے عشقش بے دار نیاید بود  
 بلے سالک با شب غزت اسی کے لئے زیب نیت تو دونوں جہاں میں دُرد خوار ہی ہونا چاہئے

عاشقوں کو دار پر حجب اس کا جمال سلسل نظر آتا ہے تو پھر اس کے عشق کے چاروں سمت داری دار ہونا چاہیے

فرعون، نمرود، اور قارون کو چوں

کہ عالم محبت سے بہرہ و حصہ نہ تھا اس لئے ان سب کو دنیا کا صاحب ملک و مال و جاہ و مرتبہ بنایا تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ دوستوں اور محبتوں کے ساتھ معاملہ اور ہے دشمنوں کے ساتھ اور ہے

اے آشنا بکوئے محبت صبور باش : بیدار دنیا کو اں ہمہ بر آشنار ود

اے محبت کے کوچے کے شباب صبر سے رہا کیوں کہ ان حسینوں کے جو رو تم ہمیشہ اپنوں ہی پر ہوتے ہیں

نقل ہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بلا نہ تھی جو حضرت خلیل صلوات اللہ

علیہ کو صاحب زادہ کے قربان کرنے کا حکم ہوا، اور وہ بھی بلا نہ تھی جو ذکر یا علیہ السلام کے سر پر

آرہ چلوا یا گیا، مصیبتیں تو وہ تھیں جو میرے سر پر ڈالی گئیں۔ کبھی تو فرمایا لَوْلَا كَلِمَاتُ

الْاَفْلَاكِ (آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) سب آپ کے لئے ہے کبھی کہا گیا لَيْسَ لَكَ مِنَ

الْاَهْرِ شَيْءٌ (کوئی کام آپ کے بس کا نہیں ہے) کبھی ہمارے عمر کی قسم کھائی جاتی ہے بِعُمُرِكَ (آپ کے

عمر کی قسم) اور کبھی یہ کوڑا لگایا جاتا ہے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَآذَى (کیا تمہیں یتیمی میں پناہ نہ دی)

کبھی عرش کو مرفرش بنایا جاتا ہے اور کبھی ایک پیمانہ جو کے لئے یہودی کے در پر بھیجا جاتا

ہے اور کبھی دَسَّ فَعَنَّ لَكَ ذِكْرُكَ (بلند کیا میں نے آپ کے ذکر کو) ہماری رفعت آشکا ایک جاتی ہے

اور کبھی اُدْنُطُ كِى اُدْجَهْرِي كِرْدِنِ پَر دُوَادِي جَاتِي هے مَا اُوذِي نَبِي مِثْلَ مَا اُوذِيَتْ (کسی نبی

کو اتنی ایذا نہ ملی جتنی ایذا تمھکو) اسی کو کہا ہے۔ رُبَاعِي س

گہ باکف پر سیم و گہ دریشم گہ بادل پر شاط و گہ دریشم

گہ واپس جملہ خلق گہ دریشم مابو قلمون روزگار خویشم

(کبھی تو میری سٹی سونے چاندی سے بھری ہوتی ہے اور کبھی مفلس و تلاش ہوں کبھی تو مرا دل خوشی

میں مست اور کبھی گھائل و چور رہتا ہے کبھی سارے مخلوق کے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہوں کبھی امام بن کر سب

کے آگے ہوتا ہوں میں اپنے زمانہ کا ایک عجوبہ تماشہ بنا ہوا ہوں۔)

کہتے ہیں کہ لوح محفوظ میں جو سب سے پہلا حرف لکھا گیا "محبت" تھا پھر ب کے نقط

کو لٹون کے نقط سے بدل دیا گیا محنت ہو گیا۔ دونوں حرف کی ترکیب ایک ہی ہے صرف

نقط کا فرق ہے۔ اگر تم خوب غور سے دیکھو تو دونوں کو ایک ہی پارہ گے۔ یہی ہے جسے ایک

بزرگ نے فرمایا کہ ہر نقطہ میں ہزاروں تہرے اور ہر حرف میں ہزاروں زہر ملائے ہوئے شربت کے پیالے ہیں۔ اس کے دوست ہر وقت یہی چاہتے ہیں کہ نیست و پست کر دیا جاؤں اس کے باوجود یہ خطاب ہوتا ہے **إِصْبِرْ وَادْصَابِرْ وَادْرَسْ اِبْطُوا وَاذْكُوا اللّٰهَ كَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ط** (صبر کرو، صابر بنو، صابر رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے فلاح پالنے والوں میں ہو) اللہ کہنے والے کی جان پر رحمت فرمائے۔ **رُبَاعِي سَح**

جانا دلم بزلف خود آونخستہ وایں جاں نغم عشق بر آونخستہ  
تادردلم ایں شور برانگنخستہ خوں از جگر م رویدگاں رنخستہ  
(معتوق نے میرے دل کو اپنی زلف میں اُلجھایا، عشق کے غم میں اس جاں کو گھلا ملا دیا یہاں تک کہ میرے دل میں ایسا اُبال پیدا ہوا کہ میرا جگر خون بن کر آنکھوں سے بہ گیا۔)

وَالسَّلَام  
فقیر شرف منیری



## مکتوب ۵

### دنیا کا ترک اور عقبتی سے رغبت کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ مہینہ شیخ عمر! کاتبِ مکتوبِ شرفِ منیری کا خصوصی سلام و دعا  
آں برادر کو معلوم ہو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **الْذُّنْيَا مَلْعُونَةٌ**  
**وَمَا فِيهَا** دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب ملعون ہیں۔ اب یہ جان لو دنیا میں جتنی چیزیں  
جتنے اُمال ہیں وہ تین قسم کی ہیں۔ ایک وہ کہ صورتاً دیناً دنیا ہے کہ جس کی نیست اور اس کا قصد  
دونوں ہی دنیا کے لئے ہو کسی صورت بھی خدا کے لئے نہیں ہو، وہ سب ہر حیثیت سے گناہ ہی  
گناہ ہے، باکہ اس صورت میں مباح نعمت و لذائذ کو بھی کہتے ہیں کہ اس قسم میں داخل ہے اور ایسا  
اس جہت سے کہتے ہیں کہ زبانِ توبے کی ایک بنی نفس کی لذت اور اس کا حصہ ہے جس طرح تمام

گنہگاروں کے نفس کا حصہ اور اس کی لذتیں ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جو صورتاً یعنی بظاہر تو وہ خدا کے لئے ہو لیکن نیت و ارادہ دنیا کے لئے ہو جیسے خواہشات، شہوات کا ترک اس لئے کہ لوگوں کی نگاہ میں پرہیزگار نظر آوس لوگ زیادہ سمجھیں۔ اور علم حاصل کرنا اس لئے کہ لوگوں میں صاحب جاہ و مرتبہ نظر آئے لوگ عالم سمجھیں اور اس علم کے ذریعہ دنیا کی دولت جمع کرنے کا سامان ہاتھ آجائے یہ سب ملعون ہے گرچہ ظاہر میں تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب خدا ہی کے لئے ہے سلامتی اسی میں ہے کہ تمام دنیاوی نیت و ارادہ کو ترک کر کے صرف خدا ہی کے لئے ہو۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی      ورنہ اچھوں چرخ سرگرداں شوی

ہرچہ باتو در نیاید زیرِ خاک      آں ہمہ زیبا بود نہ وین پاک

(دنیا ترک کر دو تا کہ تم بادشاہ ہو جاؤ اگر ایسا نہ کرو گے تو آسمان کی طرح رات دن گردش میں ہو گے

وہ چیزیں وہ اعمال جو تمہارے ساتھ قبر میں نہ جائیں اور وہاں کام نہ آئیں وہ سب آئیں زیبائش میں پاک دین نہیں)

تیسری قسم وہ ہے کہ صورتاً یعنی بظاہر تو وہ دنیا ہی دنیا ہو لیکن اس میں بندہ کی نیت اور اس کا

قصد و ارادہ خاص اللہ کے لئے ہو وہ ملعون نہیں مثلاً کھانا پینا، سونا اس نیت سے کہ اللہ کی

عبادت کر سکے گا اور نکاح کرنا بیوی سے لےنا اس نیت سے کہ حرام کاری میں مبتلا نہ ہو گا اس سے

اولاد پیدا ہوگی تو وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا ہو گا اور اپنی پیشانی سے اس کی مسجدوں کو

آباد رکھے گا اور تھوڑے سامان و اسباب کا ہتیا کرنا کہ اس سے طاعت و عبادت میں فراغت

اور اطمینان حاصل ہو گا۔ اور مخلوق کا محتاج نہ رہے گا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

چوں ترانائے وخلق لے بود      ہر سروے تو سلطانے بود

(اگر ترے پاس ایک روٹی اور پھٹا پیرا نا ایک ہی کپڑا ہو تو اس وقت تیرے بدن کا سرواں بادشاہی ہے)

خلاصہ یہ کہ ہر وہ چیز و عمل جس میں نفس کا حظ و حصہ ہے آخرت کے کاموں اور احوال میں ایسے

اعمال کی کوئی حاجت نہیں وہ سب دنیا ہی دنیا ہے اور دین کی تباہی و بربادی ہے جیسا کہ

کہا ہے۔

خرچ کردی برائے نان جان را      و پئے تن بدادی ایمان را

(روٹی کے لئے تو نے جان گنوا دی اور تن بدن کی زیب و زینت کے لئے ایمان کی دولت گنوا دی)

آخرت کے کاموں میں جن چیزوں کی حاجت ہے اور ان کاموں میں اس کی نیت بھی اخروی ہو وہ دنیا نہیں، اگرچہ وہ ظاہری طور پر دنیا ہی کیوں نہ معلوم ہو۔ جیسے سفر حج کے لئے خرچ و اخراجات، خوراک و سواری، سواری کا سامان اس کا کرایہ وغیرہ کا انتظام،

علماء نے دنیا کے تین درجے قائم کئے ہیں۔ پہلا درجہ، ضرورت کی مقدار میں کھانا، کپڑا پہننے کا مکان۔ دوسرا درجہ، حاجت کی مقدار میں۔ تیسرا درجہ، حاجت سے زیادہ بمقدار زینت، حسن و جمال، فخر و بڑائی کے اور اس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ جس طرح حاویہ دوزخ کے گڈھے کی گہرائی کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہاں نجات و سلامتی اس کے ترک ہی میں ہے۔

ترک دنیا گیر تادینت بود      آن بدہ از دست تادینت بود  
گردت آگہ ز معنی آمدہ است      کار دینت ترک دنیا آمدہ است

(دنیا چھوڑ دو تاکہ تمہارے پاس دین ہی دین رہے دنیا سے ہاتھ بچاؤ لو یہاں تک کہ مرنے ہی رہتے۔

اگر تمہارا دل معنی سے آشنا ہو چکا ہے تو پھر تمہارا دینی کام دنیا کا ترک کرنا ہی ہے۔)

تو نے جس مقدار ضرورت پر اکتفا کیا اس سے چھٹکارا پایا اس لئے کہ مقدار ضرورت معاف ہے اور جس نے مقدار حاجت پر اقتصار کیا یہ خطرہ سے خالی نہیں۔ اور جس نے بمقدار زینت اختیار کیا فخر و بڑائی کا اظہار کیا، کہا گیا ہے کہ وہ دوزخ کے سب سے بڑے گڈھے حاویہ میں گر پڑا ایسا گڈھا کہ جس کی تہہ کا پتہ ہی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہرگز است اندہ بیشی      ہمرہ اوست کفر و درویشی  
اولین سہ دورہ آدم      بو زمانے گلو و طبل شکم

(جس کو دنیا کی فراوانی کی فکر ہو اس کی زیادتی کا غم ہو اس کے ساتھ کفر و افلاس دونوں لگتا ہوا ہے)

اس راہ میں آدمی کے لئے سب سے پہلی رکاوٹ حلق کی بانسری اور پیٹ کا ڈھول ہے۔)

اسی لئے بزرگان دین نے ضرورت کی مقدار پر اکتفا فرمایا ہے۔ وہ راہ و روش کے مقلد اور امام خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے اپنے اوپر دنیا کو ایسا تنگ کر دیا تھا کہ دنیا والے سمجھتے تھے دیوانہ ہیں، سال دو سال گزر جاتے لوگوں کی نگاہ ان پر نہیں پڑتی ان کی غذا خرمائی وہ گھٹلیاں، تو میں جبراً کتے میں گرنی پڑتی رہتیں اسی کو چین کرتا دل فرمایتے اور آپ کا لباس وہ گڈھری، تو جس کے ٹکڑے کوڑے سے چین چین کر اٹھا لاتے اور اسے سمو و سمو لا کر صاف کر کے ہی

سے خرقہ بنا لیتے اور اسی کو زیب تن فرماتے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کو اچھی طرح پہچان لیا ہے اور دنیا کی آفتوں کو دیکھے ہوئے ہیں ان لوگوں کی رکش اور سیرت وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے اسی کو کہا ہے۔

گرچہ چندان سیماں کار داشت کز زمین تا عرش گیر و دار داشت  
مسکنت را قدر چوں بشناخت او قوت از زمینیل بانی ساخت او  
(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کو اس درجہ معرفت و مشاغل نفعی کہ زمین سے آسمان تک حکومت کرتے تھے، لیکن جب اپنے مسکنت کی قدر پہچان لی، تو پھر تھمیل بننے کو اپنے آذوقہ کا ذریعہ بنا لیا۔)  
لیکن آدمی اگر اس درجہ تک نہ پہنچ سکے تو کم سے کم اتنا تو ہو کہ حاجت کی مقدار پر اکتفا کرے تاکہ دین سلامت رہ سکے جیسا کہ کہا ہے۔

چسیت دنیا ز خالق استظهار : خاکد لے پُر از ساگ دمردار  
دنیا کیا ہے خلق سے پشت بنای ہی اور مخلوق سے امداد ڈھونڈنا اس کی مثال اس مگھٹ کی ہے جو مردوں کی توں سے بھری ہوتی ہے۔

بزرگوں کے اقوال میں آیا ہے اِسْتَعْلُ قَلْبِكَ بِاللَّهِ بِاَرْكَائِهِ وَكُلُّ مَا لَشْتَغِلُ قَلْبِكَ بِاللَّهِ  
يَسْتَعْلُ بِالْعَمَلِ وَالْهُمُومِ اپنے دل کو پوری طرح اللہ میں مشغول کر دو ایسا نہ کر دے کہ تو وہ تمہیں غم و اندوہ میں مبتلا کر دے گا اور وہ دل جو غیر اللہ میں مشغول ہو اللہ کے در سے ہٹا دیا گیا۔

ہرچہ از عادت زود روزگار : نیت آن دایا حقیقت بیج کار

لیکن تا در خود نبود ترا : و حقیقت این نظر نبود ترا

(لیکن جب تک تو اپنے اندر سفر نہ کرے گا اس وقت تک تمہیں یہ نظر حاصل نہیں ہو سکتی۔

عبادت اصل عادت نہیں ہو جانی حقیقت میں نظر تجھے حاصل نہیں ہوگی۔)

اور جس کے دل میں زن و فرزند کا غم ان کے کھانے پینے کی فکر ہو اسے باطن کی مشغولیت کیے حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ وہ دل تیاہ و برباد ہو چکا ہے اور تباہ و برباد دل سے باطن کی مشغولیت ہو نہیں سکتی جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے۔ وَهَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا  
جس نے میرے ذکر سے مڑ پھیرا تو یہ سچ ہے اور درست ہے کہ اس کے عیش میں تگلی ہوگی۔ عیش کی تگی کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اس کا دل ہمیشہ دنیا کے غم و اندوہ میں مبتلا رہے گا اور جب کوئی دل دنیا کے غم و اندوہ



کا گھر ہوتا ہے تو وہ شیطان کا گھر بن جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

دل کے منظر ریت ر بان خانہ دیو را چہ دل خموالی

(دل تو اللہ کی نظر گاہ ہے، شیطان کے گھر کو تم دل کیوں کر کہو گے۔)

اور اعراض روگردان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ دو طرح کے ہیں ایک یہ کہ آدمی اپنے

اُوراد و وظائف ترک کر دے۔ دوسرے یہ ہے کہ اسے ادا تو کرتا ہے لیکن دل حاضر نہیں رہتا

اور جب حضوری دل نہیں تو ترک ہوا۔

زیر کاں را چور روز معلوم است : کہ شب و روز غافلان شوم است

(ہوشمندوں پر روز و رات کی طرح ظاہر ہے کہ غفلتوں کے روز و شب نحوست و ادبار میں ہیں۔)

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ کسی کو بھی کھانے پینے لذت و شہوت رانی کے لئے

پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

(آدمیوں اور جنوں کو ہم نے عبادت کے لئے پیدا کیا) اسی کو کہا ہے۔

آدمی بہرے غمی را نیست پلے در گل جز آدمی را نیست

شادی از اہل عصر یگانہ است آدمی را خود اندہ از خستہ

آدمی کے لئے غم سے خالی ہونا درست نہیں، حیرانی و پریشانی تو آدمی کی صفت ہے خوشی و شادمانی

زمانہ والوں سے بیگانہ ہے۔ حزن تو خود آدمی کے وجود میں ہے۔

فقیر کے پاس کھانے کی چیز موجود ہے اُسے کھائے اور اگر موجود نہ ہو تو قرض سے کرکام چلانے

ایسا شخص فقیر کیسے ہو سکتا ہے۔

چو خوری بشش پسیل باشی تو نہ خوری جیزیل باشی تو

باش کم خوار تا بمسال ویر کہ اجل گزستا است نور دن سیر

جب تم بہت زیادہ کھاؤ گے ہاتھی کی طرح ہو جاؤ گے اور اگر بالکل نہیں کھاؤ گے تو فرشتہ بن جاؤ گے

کم کھانے کی عادت ڈالو تا کہ تمہاری عمر دراز ہو اس لئے کہ موت خدا سے زیادہ کھانے والے کو بھوک مہلتا ہے

بزرگوں کا قول ہے اگر فقیر کو فاقہ ہو تو وہ رات اس کے سراج کی ہوتی ہے فقیری میں سب

بڑا کام فاقہ اور بھوک ہے، سیر و آسودہ ہو کر کھانے والا آدمی ہرگز دین کی راہ میں نہیں چل سکتا کہتے

ہیں کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کرتا اس کی اس بھیدت کا سبب شکم سیری ہی تھی۔

اور کہا گیا ہے سیر و آسودہ شخص نماز ادا کرتا ہے تو وہ شیطان کے گود میں ہوتا ہے۔ اور بھوکا  
 اگر سویا ہوا بھی رہتا تو شیطان اس سے بھاگا ہوا رہتا ہے مسلمان اور اہل ایمان کے بہتر فرقی  
 کافروں کے ساتھ سو فرقی سب نے فاقہ کی تعریف و تحسین کی ہے اور سیر شکی کو ناپسند کیا ہے۔  
 شہوات و خواہشات کی مثال لکڑی کی ہے بھوک آگ ہے تمام شہوتیں اسی فاقہ سے  
 جلا کرتی ہیں۔ بھوک ایک ایسی بدلی ہے کہ جس سے حکمت کی بارش ہوتی ہے۔ سیری وہ آفت و بلا ہے  
 کہ جس سے کفر و گناہ کی راہ کھلتی ہے۔

نفس قانع گر گداں می کند در حقیقت بادشاہی می کند

دوست رازاں گر سہ دارم مدام تاز جان خویش سیر آید مدام

(تھوڑے پر قناعت کرنے والی جان رکھنے والا اگر گداگری کرتا ہے تو حقیقت میں وہ بادشاہی

کرتا ہے دوستوں کو اس لئے بھوکا رکھتا ہے تاکہ وہ اپنی جان سے پورے طور پر سیر ہو جائے۔)

چنانچہ ایسا ہوتا تھا کہ مہینوں گزر جاتے سرور عالمیان ہتہر دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے خانہ مبارک سے دھواں برآمد نہ ہوتا اور اکثر راتیں ایسی گزرتیں کہ چودہویں رات کے اس ماہ کامل

کے حجرہ پاک میں چراغ کی روشنی نہ ہوتی۔ زبان حال گویا یوں گہر نشاں ہے۔

ہر رنج کہ از تو آید اسے جاں بردل حقا کہ عزیز است چو احسان بردل

تقصیر مکن در غم من خوش می نہہ ہر درد کہ آں کشید نتوان بردل

(اے دوست! ہر وہ رنج و مصیبت جو آپ کی جانب سے میرے دل پر آئے قسم ہے خدا کی وہ احسان کے

مانند مجھے عزیز ہے میرے غم میں ہرگز کوتاہی نہ کیجئے مجھے اسی میں خوش رہنے دیجئے ہر وہ درد جو برداشت

نہیں کر سکتا ہو وہ بھی اس دل کو دید دیجئے۔)

والسلام

حقیر شرف مینیری



# مکتوب ۶

## مریدی اور مریدی کے محبت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر مرید شیخ عمر بابا مودعار کے لئے مخصوص۔

اے بھائی! مرید اس کو کہتے ہیں جو خود کو پیر میں گم کر دے اِلْسَادَةٌ تَرْكُ الْاِسَادَةَ  
(ارادت یعنی مریدتی اپنے ارادہ کا ترک کرنا ہے) یوں کر اپنی خواہشات سے ایسا نکل آئے جیسے سانپ  
کچلی پیوڑ کر نکل آتا ہے اور مردہ جس طرح غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اگر ذرہ برابر اسے  
اغترائش باقی رہ گیا یا کسی طرح کا چون و چرا اس کے نہاد میں ہو تو وہ خود پرست ہے مرید نہیں۔ چنانچہ  
کہتے ہیں کہ مرید کو پیر پرست ہونا چاہیئے یہاں تک کہ وہ خدا پرست ہو جائے مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ  
فَتَدَاخَلَ اِلٰهَ رَبِّهِمْ اِطَاعَتِ كِ اُسْ نِ خَدَائِ اِغْتِ كِ كِ رِ بِيْرِ كِ اِسِ طَرْ فِ بِنِ اَصْحَابِي  
كَالْبَجْرِ مِ يَاتِيهِمْ اِغْتَدِيْتُمْ اِغْتَدِيْتُمْ مَرَّ نَحَابِ سِتَارُوْنَ كِ اَمْنِ مِ اِن مِ بِنِ سِ جِن كِ اِتْبَاعِ  
کر وہایت پانچواں میں ہو گئے، کا اشارہ اسی کی جانب ہے۔

پیر پرستی کی علامت یہ ہے کہ مرید اپنے دین کو پیر کے دین پر فدا کر دے۔ اور اپنے  
دین کو فدا کر دینا کیا ہے؟ اگر پیر دین کے خلاف کوئی کام کرنے کا حکم دے تو یہ نہ کہے کہ یہ خلاف  
دین ہے میں یہ کام کیسے کروں اس کا اعتقاد ایسا ہونا چاہیئے جیسے اترن ہونی وقت پر ہوتا ہے اور اگر  
ایسا نہیں ہے تو وہ اپنے مراد کا مرید بنے پیر کا مرید نہیں۔ پیر کا مرید ہونا یہی ہے جسے ان اشعار  
میں کہا گیا ہے۔

اودسیل آولس آوراہ بھونئ اوزبان آولبس تو یا ورا گونئ

ہرچہ اولفت راز مطلق دان ہرچہ او کرد کردہ حق دان

ناک او باشس بادشاہی کن آن او باشس ہرچہ خواہی کن

ایمانیہ تیرے لئے دلیل راہ ہے تو اور کوئی راہ نہ ہو تیرے پیر کا بیان ہی تیرے لئے

کافی ہے۔ پیر نے جو کچھ حکم دیا اسے حقیقت کار از جاں اور پیر کے فعل کو حق سبحانہ تعالیٰ نازل کیا۔

پیر کی گلی کی خاک بن جا اور بادشاہی کر بس اسی کا ہو جا پھر جو جی چاہے کرتارہ۔

کیا کہتے ہو؟ دودھ پیتے بچے کو مردانِ راہ کے کاموں پر انکار صحیح ہے اور نابالغ بچے کو دین کے اور اسرارِ شرع کے حقائق کی کیا خبر؟۔

آفتابے بباہد انجسم سوز بچراغ تو شب نگر دور روز

درد مندی بگرد عیسیٰ کرد داروے رہ نشیں چہ خواہی کرد

(ایسا آفتاب ہونا چاہیے جو ستاروں کو گرم کر دے، تیرے اس ٹٹھاتے ویسے اندھیری

رات روز روشن نہیں ہو سکتی۔ مسیحائی جناب عیسیٰ نے کی، راہ میں چوڑ ہو کر بیٹھنے والے کی دوام کیا کر گئے۔)

مریض کو کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ طبیب سے کہے یہ دوا کھاؤں گا وہ دوا نہیں کھاؤں گا۔

مقتدی جب امام کی اقتدا کر لیتا ہے تو جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟ امام کی پوری اقتدا کرنی ہوتی ہے۔

زہر مہلک ہے بہت سی ایسی بیماریاں ہیں کہ طبیب اسی زہر سے اس کا علاج کرتا ہے۔ جلال

دواؤں سے صحت نہیں ہو رہی ہے تو ضرورتاً حرام دوا سے معالجات کرنا مباح ہے۔ صاحبِ مختصر یعنی

انتہائی بھوک کی علت والے کو مردار جو حرام ہے اس کے کھانے کے سوا کیا چارہ ہے طبیب کسی

بیمار کو میٹھی دوا اور کسی مریض کو تلخ دیتا ہے جس کو تلخ ہی دوا دینا ضروری ہے اگر میٹھی دوا دیدے

تو اس کی ہلاکت ہے اور جسے میٹھی دوا دینا ہی ضروری ہے اگر اسے تلخ دوا دیدی جائے تو یہ

بھی ہلاک ہو جائے گا۔ ایسا شخص طبیب نہیں بلکہ جاہل ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

روشن تر از آفتاب باید رائی تا بشناسد مزاج ہر سووائی

(طبیب کو آفتاب سے بھی زیادہ روشن دماغ ہونا چاہیے تاکہ وہ ہر دیوانہ و سووائی کے

مریض کے مزاج کو پہچان سکے)

پیغامبروں کی مثال طبیبوں کی ہے، خالق کی مثال بیماریوں کی ہے۔ قرآن کو دواؤں کا خزانہ سمجھو

وَنَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ مَاءً مَّهِينًا وَشِفَاءً، اور ہم نے قرآن میں جو بھی اتارا شفا ہے؟ چنانچہ ہر مرض کے

اندازہ سے دوا تجوید کرتے ہیں اور ان دواؤں سے ہر مریض کے لئے مختلف معجون بناتے ہیں تاکہ ہر مریض

صحت میں تبدیل ہو جائے اور آدمی ہلاکت سے نجات پائے اور دین کا جمال مشاہدہ کرے جیسا کہ

کہا ہے۔

آن ہولے کہ پیش ازیں باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(اس سے پہلے جو تیری خواہشیں تھیں وہ سب رسم و عادت تھی دین نہیں۔)

اسی طرح وہ جماعت ہے جو پیغمبروں کی وارث ہے۔ کَلِمَةُ النَّاسِ عَلَيَّ قَدْ رُحِقُوا لِيهِمْ  
لوگوں کی سمجھ کے مطابق باتیں کریں اسی کا ان کو حکم ہے اور ہر شخص کے مرض کے اندازے سے دوا  
تجویز کریں اسی کو کہا ہے۔

پیرہ کبریت احمر آمدہ است سینہ اذخر اخضر آمدہ است

(پیران راہ سُرخ گندھک یعنی نایاب ہیں۔ ان کا سینہ سبز سمندر ہے۔)

ہر وہ حکم و فرمان جو پیران کریں اس پر مرید کا اعتقاد و جی منہزل کی طرح ہونا چاہیے اور اگر ایک بال  
برابر بھی چون و چرا تمہارے باطن میں باقی ہے تو تم انکاری ہو مرید نہیں۔

حکایت ہے، ایک روز مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ آج کی رات میں نے یہ خواب دیکھا  
ہے کہ آپ نے کسی کام کا مجھے حکم دیا اور میں نے کہا یہ کیوں کر پیر نے سنتے ہی مرید کی جانب سے  
رُخ پھیر لیا اور کہا اگر بیداری کے حال میں تمہارے باطن میں چون و چرا نہ ہوتا تو تم خواب بھی کیوں  
کہتے اسی معنی کو ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

یوسف تو ہنوز در چاہ است کش نہ ہنگام افسر و جاہ است

مہر نادیدہ ماہ کے شود او بندہ نابودہ شاہ کے شود او

(تیرا یوسف تو ابھی تک کنواں میں ہے، ابھی اس کے تاج و تخت کا وقت نہیں آیا۔ جس نے سوچ

ہی کو نہیں دیکھا وہ چاند کیسے بن سکتا ہے، اور جو بندہ نہ بنا وہ بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے۔)

اسے بھائی! مرید کو سراپا تسلیم و رضا ہونا چاہیے۔ بچے کو مردوں کے معاملات سے کیا سروکار؟  
اگر کہیں کہ اس وقت رات ہے اور تم آفتاب دیکھ رہے ہو تو تمہیں یہی کہنا چاہیے کہ مری آنکھیں  
خطا کر رہی ہیں بیشک رات ہی ہے۔

مریدی و ارادت کوئی آسان کام نہیں ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ تک بہت سی راہیں ہیں لیکن  
پہراہ تمام راہوں سے زیادہ نادر اور زیادہ عزیز ہے۔ لاکھوں میں کوئی شخص ایسا ہوتا ہے جو اس  
راہ ارادت میں چلتا ہے، اگرچہ سارے جہاں کو اسی کی آرزو ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

آن را کہ چناں جمال باشد : گر ناز کند حلال باشد

در عالم خویش عاشقان را : گر بار و ہد محال باشد  
(جولیسے جمال والا ہو وہ اگر ناز کرے تو اس کے لئے حلال ہے اور اگر عاشقوں کو اپنی حریم

خاص میں بار یا بی نہ دے تو یہ اس کے لئے درست ہے۔)

نقل ہے کہ ابوالقاسم کرگانی رحمتہ اللہ علیہ جو انسانوں اور جنوں کے پیر تھے جن کے ہزاروں  
ہزار مرید صاحب وقت تھے اس کے باوجود فرماتے ہیں سارے جہاں میں ایک ایسا مرید <sup>تھا</sup> <sup>ہوتا</sup>  
ہوں جس کی کھال کھینچ کر اس میں بھس بھر کے آفتاب کی تابش میں لٹکا دوں تاکہ سارا عالم اس کے سبق  
حاصل کرے۔ بیشک یہ لوگ خود مریدی کئے ہوئے تھے جانتے تھے کہ مریدی کیا ہے اور مرید  
کون ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدہ است : گر گدای می کند شاہ آمدہ است

(جس نے اس راہ میں ہمت کے ساتھ قدم رکھا اگر گداگری کرتا ہے تو بھی وہ بادشاہ ہے۔)

اے بھائی! ان مردانِ خدا کی نظر میں سارے جہاں کے لوگ شیر خواز پکے ہیں بلکہ اس  
سے بھی کم وہ بچہ جو ابھی ماں کے شکم میں ہے، یہ بھی کیا بلکہ باپ کے پشت ہی میں ہیں۔ اس سے  
بھی کم جو ابھی عالم عدم ہی میں ہیں۔

حال یہ ہے کہ آج ہم لوگ خود فریبی میں مبتلا و مغرور ہیں اور خود پرستی میں مشغول ہیں اس کے  
باوجود پیری اور مریدی کا دم بھر رہے ہیں، وائے حسرت کیسے گھاٹے اور خسارے کی وہ گھڑی  
ہوگی جب موت آنکھوں کے سامنے سے پر وہ ہٹائے گی فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ  
حَدِيدٌ۔ کی ندا آئے گی۔ (اب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ تیز ہے) اس وقت ہم سب  
پر ظاہر ہو جائے گا کہ ہم کافر تھے یا مومن، موحد تھے یا مشرک، زنا ربن تھے یا دستار بند، کیا پتہ  
ہماری نیشست بت خانہ میں تھی یا مسجد میں یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

سوف ستري اذا تجلى الغبارُ : تحتك فرشت ام حمارُ

(جب غبار چھٹ جائے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ران کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا۔)

یہاں سر پر خاک ڈالنا اور اپنا ماتم کرنا ہے۔ اور یہ شعر و روزبان رہے۔

نمی دانم کرا نام بدیں شیر گرفتارم : نہ من ہند و نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے خبر نہیں میں کیا ہوں، اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندوں ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں)

اور یہ جو کچھ یہاں ہوا حکمِ حال ہے اعتقادی نہیں (یعنی حکمِ حال کی بنا پر ہے عقائد پر نہیں) یہاں کسی کو یہودہ گوئی کرنا نہیں چاہیے۔ یہودہ گوئی کرنے والوں کے جواب میں ایک عزیز نے کہا ہے۔

گر ترار وزے دریں میدان کشند این رقم بینی کہ بر مرداں کشند

آنکھے زیں شیوہ معنی مسد ہزار بینی ودان و داری استوار

(اگر کسی دن تجھ کو اس میدان میں کشاں کشاں بجائیں، تو تو وہ لوشستہ دیکھے گا جو مردوں کے وصف

میں منحسر ہے اس وقت اس شیوہ سے لاکھوں معنی رکھنے کا اجماع لے گا اور یقین کر لے گا۔)

ہاں وہ لوگ جو اس گروہ صوفیہ کی دوست سے بے نصیب ہیں ان کی یہودہ گوئی اپنی جگہ ہے۔

والسلام

والشدا علم۔



فقیر شرف منیری

## مکتوب

ہمت کی بلندی اور دونوں جہان حاصل ہوجانے کے باوجود خود کو

مفلس دیکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

براور شیخ عمر! شرف منیری کا خصوصی سلام و دعاء

اے بھائی! حدیث شریف کے مطابق آدمیوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک جانوروں سے

مشابہہ ہیں ان کی ہمت کھانا، پینا، سونا اور مباشرت کرنا ہے۔ اُولَئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْہُمْ

اَهْلًا سَبِیْلًا (یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ) ان کی صفت ہے۔ اور ایک

قسم فرشتوں سے مشابہت رکھتے ہیں ان کی ساری ہمت تسبیح، تہلیل، طاعت و عبادت ہے

ان کی صفت فرشتوں کی صفت ہے۔ اور ایک قسم ان کی ہے جو انبیاء کے مشابہہ ہیں ان کی ہمت

مولیٰ کی محبت اور اس کا عشق ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ رُبَّاعِی سے

صاحبِ جبراً کہ عالمِ دل دارند در نکتہٴ رغیبِ محرم اسرار اند  
ہر آئینہٴ صفاءِ شاں زنگے نیست ناں روئے ز نقشِ دونِ حق نیز اراند

(حقیقت آگاہان جو دل کا ایک جہاں رکھتے ہیں وہ غیب کے بار بچیوں کے محرم راز ہیں، ان کے آئینہ دل میں ذرہ برابر زنگار نہیں، اسی بنا پر حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جتنے نقش و نگار ہیں وہ سب تعلق میں) ان کی صفت انبیاء کی صفت ہوتی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں فِئْمَةِ الْمَرْءِ هِمَّتُهُ ہر شخص کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔ خداوندانِ ہمت کہتے ہیں کہ تجھے آدم صغی اللہ کی صفوت، ابراہیم خلیل اللہ کی خلعت، موسیٰ کلیم اللہ کی مکالمت، عیسیٰ روح اللہ کی روحانیت اگر عطا فرمائیں اس وقت ان انعامات کی جانب ذرہ برابر تجھے رغبت ہو تو تو صوفی نہیں ہے س۔

گل آمد و صد گونہِ خواباں چمن باؤ با جملہ جہاں بے تو سرِ یادِ تنہائی  
(پھول کھلنے کے ساتھ ہی سینکڑوں حسینانِ چین کے گلشت شروع ہو گئے، مگر آپ کے بغیر سائے جہاں کی موجودگی کے باوجود میں تنہائی کی دُہائی دے رہا ہوں)۔

یہی وہ مقام ہے جہاں اس گروہ کو "سلطانِ ہمت" کہتے ہیں۔ اور ایک بزرگ نے کہا ہے۔  
خداوند تعالیٰ نے آدمیوں کے ہاتھ میں ایسی کمان دے دی ہے کہ جس کا چلہ چیرٹل و میکائل نہیں  
کھینچ سکتے وہ کمان "یہی ہمت" ہے۔

حمت کہ بڑھ نہ بادی کرد چرخِ فلک اے سپر کمانم  
(اے لڑکے! قسم ہے خدا کی آسمان میری کمان کو نہیں جھکا سکتا)

اور یہ دولت ان کو نفخت فیہ من روحی (میں نے اپنی روح آئیں پھونکی) سے حاصل ہے۔  
یہ وہ راز ہے کہ کسی کو اسکے لکھنے کی اجازت نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ رباعی سے

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش اند در نکتہٴ دل بجز خود می کوشند  
مئے از کف دوست ہر نفس می نوشند سر میبازند و سر حق می پوشند

(جانتے ہو۔ صوفیاء کیوں خاموش رہتے ہیں، دل کے نکتہ، باریکی میں خود کو محور کھنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمہ دم محبوب کے ہاتھوں سے شراب کے پیالے پیتے رہتے ہیں، سردے دیتے ہیں مگر ستر حق تعالیٰ نہیں کھولتے)

ہاں ایک وہ تھا جس نے مستی میں عشق کے اس راز کو کھول دیا اور اس کی غیرت کی سولی پر چڑھ گیا۔

جیسا کہ کہا ہے۔



زہنہار لگوی بر سر جمع گر عاشق صادق تو اسرار  
 دیدی کہ نیکر عشق رمزے حلاج بگفت و رفت بردار  
 (اگر تم عاشق صادق ہو تو جمع عام میں عشق کے اسرار ہرگز بیان نہ کرو، دیکھا نہیں نشہ میں عشق کا ایک راز  
 منور نے کھول دیا اور دار پر چلے گئے)

اس جماعت صوفیہ کا سرمایہ دولت یہی دو چیز ہے۔ "ہمت اور افلاس"۔ دونوں جہان کی ملکیت  
 رکھنے کے باوجود خود کو مفلس وبے نوا جانتے ہیں، اور اپنی ہمت سے دونوں جہان کو پس پشت ڈال کر  
 آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

خاک را چوں کار با پاک اوفتاد پیش آدم عرش در خاک اوفتاد  
 (جب اس مٹی کے پتلہ کا معاملہ اس پاک ذات سے ہوا، تو آدم کے سامنے عرش خاک پر آگیا۔)

حضرت عین القضاة ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، اگر تو کسی وقت خداوند عزوجل سے کچھ  
 مانگنا چاہے تو ہمت طلب کر۔ کیونکہ تجھے ہمت ہی کے ساتھ رہنا ہے۔ ایسا شخص جو کمالات کا حامل  
 ہو، کسی اور کمال کی طرف مائل ہو جائے کہ یہ بھی ہوتا تو وہ ہر ایک کمال جو مطلوب ہے اسی کے ساتھ  
 رہا۔ ایسا شخص کم حوصلہ ہے۔ اسے اصحاب ہمت میں شمار نہیں کیا جائیگا۔ صاحبان ہمت ساری  
 دولت کے موجود ہوتے ہوئے، یہی کہتے ہیں۔

زہدے نہ کہ در کنج مناجات نشینم وجدے نہ کہ برگرد خرابات بر آسیم  
 نے اہل صلا حیم و نہ مستان خرابات ایجا و نہ آنجانہ چہ بوئیم کجا سیم  
 (نہ تو ایسا زہد کہ محبت میں بیٹھ کر مناجات کیا کروں نہ ایسا وجد کہ شراب خانہ کے گرد چکر کاٹتا رہوں نہ  
 تو صالحین میں ہوں، نہ شراب خانہ کے مستوں میں، نہ یہاں ہوں نہ وہاں ہوں، میں کونسی بو ہوں اور کہاں ہوں)

ہمت والوں کی نشانی یہ ہے کہ اپنے نقد و حاصل پر نظر نہیں رکھتے بلکہ ان کی نگاہ اس پر رہتی  
 ہے جو انہیں حاصل نہیں ہے اور جس کا حصول عقلاً ممکن ہے۔ کم ہمتوں کو جتنا بھر حاصل ہے اسی پر  
 قناعت کرتے ہیں لیکن اس امر میں صاحبان ہمت کیلئے قناعت حرام ہے۔ کہتے ہیں کہ سالک کی  
 نگاہ جب تک حاصل و نقد پر ہے وہ اس وقت تک بت پرست ہے۔

زانکہ گرموئے بساند از خودیت ہفت دوزخ پر بر آید از بدیست

(اگر تیری خودی تجھ میں بال برابر ہی باقی ہے تو یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ ساتوں دوزخ تیری برائیوں سے بھر جائیں)

جب جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نقد وقت ان کی ہمت عالی پر نچھاورا تو گیا تو پوچھتے ہیں  
 ما لا یمان یا رسول اللہ (ایمان کیا ہے؟ یا رسول اللہ) سبحان اللہ۔ باوجود اس دولت  
 عظمیٰ افضل الخلاق بعد الانبیاء ابوبکر صدیق (نبیوں کے بعد تمام لوگوں میں  
 ابوبکر صدیق افضل ہیں) اور باوجود اس نعمت کبریٰ کے لو اتزن ایمان ابوبکر مع  
 ایمان امتی لرحبج (اگر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو تمام امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو  
 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ جھک جائے) پوچھتے ہیں ما لا یمان (ایمان کیا ہے) بلکہ ہمت  
 ہے اور کیا ہی اعلیٰ افلاس ہے

مارا نہ علم پرس نہ زہد و نہ معرفت را ہے، ہمی رویم با امید واری !!

(پوچھو نہ مجھ سے معرفت و زہد و علم کو، اک نہ چل رہا ہوں امیدیں لئے ہوئے)

کہتے ہیں یہی وہ مقام ہے کہ جب سے عالم قائم ہے نہ ایسا مرید دیکھنے میں آیا نہ ایسا پیر <sup>مسئلہ</sup>  
 سبحان اللہ۔ جب پیر کی یہ شان ہے کہیں مازع البصر و ماطغی (نہ نگاہ بہی نہ حد بڑھی)  
 پھر ان کے مرید ان تمام کمالات کی بلندی کے باوصف کیوں نہیں پوچھتے ما لا یمان۔ کیا ہی  
 اعلیٰ ہمت پیر ہے اور کیا ہی خوب ہمت مرید۔

اے بھائی! ارباب ہمت کو دنیا و آخرت کہاں آسودہ کر سکتی ہیں۔ مصرعہ۔

بارالبان تو باید شکر چہ سود کند — (مجھے تو آپ کے لب ہائے شیریں چاہئے شکر سے مجھے کیا عطا ملے گی)  
 اور ایک دو سکر عزیز نے کہا ہے

باوجود لب شیریں تو حیفے باشد خضر گر گرد لب چشمہ حیواں گردد

(افسوس ہے آپ کے لب شیریں کے ہوتے ہوئے خضر چشمہ لب حیواں کے گرد چکر کاٹتے رہیں)

در بہشت ملک ہمہ خاماں در بہشت تو دوزخ آشا ماں

بردردت خوب وزشت را چکنم چوں تو بستی بہشت را چہ کتم

(خامکاروں کی جگہ غلہ آسمانی ہے، دوزخ آشاموں کی متراز گاہ آپ کے دیدار کی جنت ہے)

آپ کے در پر اچھے اور بڑے سے بھے کیا کام، جب آپ ہیں تو بہشت سے بھے کیا مطلب)

لیکن جس کا دماغ اس ہمت سے خالی ہے وہ دور ولی میں مگن ہے۔

سگ ذون ہمت استخوان جوید پیچہ شیر مغز حباں جوید

گس و گربہ سوئے خوان پوید سگ وزاغنہ کا استخوان جوید

(کمینی ہمت والا کتا بڈیوں کی کھونٹ میں رہتا ہے۔ شیر کا پیچہ زندوں کے مغز کی تلاش کرتا ہے مکھی اور بلی دستہ استخوان کی طرف لپکتی ہیں، کتے اور کوسے ہڈیاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں) یقیناً ہاتھی کی قوت ہاتھی کے حوصلہ کے لائق ہے، چیونٹی کے حوصلہ میں ہاتھی کے قوت کی

کہاں گنجائش ہے؟

اہل ظاہر کو ظاہر سے واسطہ ہے، ظاہر رپتوں کو اس کام کی حقیقت کی جانب راہ نہیں۔ جو لیلیٰ کا عاشق نہیں ہے راہ عاشقی میں مجنوں کے فریضے اس کے لئے فرض راہ نہیں۔

بات مردوں کی کہی گئی ہے مخنثوں کی نہیں کہ لوگ فنسول گفتگو شروع کر دیں۔ جو تلوار کھانا اور تلوار چلانا جانتے ہیں وہ دوسرے ہی لوگ ہوتے ہیں اور جو پیالے چاٹنے اور حلوہ کھانے والے ہیں وہ اور ہیں۔

نمبر دار! ان مردانِ خاص کو اپنے ریکل عقل کے ترازو پر تولنے کی کوشش نہ کرو اسلئے کہ یہ لوگ اس سے کہیں اعلیٰ ہیں کہ تمہارے ترازو پر تولے جائیں، ان کی ہمت عالی تمام چیزوں سے بالاتر ہے۔ جب آدمی کی قیمت ان کے درجے ان کی ہمت ہی کے مقابلہ میں ٹھہرائی گئی ہے تو یقیناً درجات میں بھی سرق ہوگا ان اللہ یتجلی للناس عامۃ ولا یبکر حناصۃ۔ تمام لوگوں پر تو سبحانہ تعالیٰ کی تجلی نام ہوگی اور ابوبکرؓ پر خاص تجلی ہوگی۔

جانتے ہو! جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ پر یہ تجلی خاص کہاں سے ہے؟ یہ اس جُرعہ خاص کے اثر سے ہے جو ان کو اپنے پیڑ سے ملا ہے۔ اور یہ تجلی خاص مازاغ البصر و ماطغی (نہ نگاہ ہی اور نہ نظر پہنچی) کی ہے۔ کیا ہی خوب ہمت ہے کہ اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین پر قدم زن ہیں یہ کیا ہے؟ ان اللہ یحب معالی الامور ویبغض سفلاھا (اللہ تعالیٰ بلند و بالا

امور کو محبوب رکھتا ہے اور ناقص و تغیر کانوں کو ناپسند فرماتا ہے) جس کی ہمت جس قدر بلند و برتر ہے اس کے کام اتنا ہی زیادہ اعلیٰ و ارفع ہیں۔ آدمی کی اس مختصر سی صورت پر کیا نظر رکھتے ہو وہ جو اس کے اندر ہے اُسے دیکھو۔ اگر چشم البصیرت ملی ہے تو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے ان سب کا عکس آدمی کی صورت میں موجود ہے اور لوح و قلم و بہشت میں جتنی چیزیں پیدا کی گئی ہیں ان سب کا عکس

آدمی کے باطن میں تقدیر موجود ہے، اور الوہیت کے عالم میں جو کچھ ہے اس کا انکس آدمی کی جان میں نقد حاصل ہے *وفی النفسکم افلا تبصرون* (ہم تمہارے اندر ہیں مگر تم دیکھتے نہیں) کا اشارہ اسی جانب ہے *من عرف نفسه فقد عرف ربه* (جس نے خود کو پہچانا اُسے رب کو پہچانا) اسی مقام کی بات ہے اور اس شعر کا اشارہ اسی طرف ہے۔

یہ بینی نقشہ ہمارے خود خلاق رومی و چینی اگر ازل دل تو وقتے یکدم بادوست نیشی  
(اگر تم ایک ذرا دیر کیلئے بھی محبوب کے حضور میں دل سے بیٹھو تو تم خود اپنے اندر ان تمام نقوش کا مشاہدہ و معائنہ کرو گے جو روم و چین میں نہیں)

اور ایک دوسرے نے ہم لوگوں کے حال پر اس عبارت میں ماتم کیا ہے  
در نہاد تو ہی محبوب مانے زیں ہم خاک بادہ برت کر کیں کار تو بس مشکلات  
(یہ ساری حقیقتیں تیری ذات میں موجود ہیں تو خود ان سے محبوب یعنی پردہ میں ہے تیرے سر پر خاک تیرا کام بہت نوار ہے)  
اور وہ جو اہل نظر کہتے ہیں کہ خداوند عزوجل کی راہ نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں بلکہ بہشت عرش میں بھی نہیں، خداوند تعالیٰ کی راہ تو خود تیرے باطن میں ہے *قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ* (مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے) اسی کی شہادت میں ہے اور وہ یہ ہے جو ایک شاعر نے اس میں کہا ہے

اے آنکہ ہمیشہ در جہاں می پوی این سعی ترا چہ سود دارد گوی !!  
چیزے کہ تو جو بیان نشاں اوئی با ست ہی تو جاے دیگر جوی

(اے وہ شخص کہ تو سارے جہان کی چکر کاٹ رہا ہے، تیری یہ بھاگ دوڑ تجھے کیا فائدہ دیگی جس چیز کی تجھے تلاش ہے اس کا پتہ کیا؟ وہ تو خود تیرے تھے اور تو دوسری جگہ ڈھونڈ رہا ہے)  
جس نے دل کے ارد گرد چکر کاٹی اس نے مقصود پالیا اور جس نے دل کی راہ غلط اختیار کی وہ گم کردہ راہ مقصود سے بہت دور ہو گیا۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے

گفتم ملکاترا کجا جویم من وار خلعت تو وصف کجا گویم من  
گفتا کہ مرا جوئے بر عرش و بہشت نزد دل خود بگو کہ نزد دل تویم من !!

(میں نے کہا اے مرنے والا شاہ تجھے میں کہاں ڈھونڈوں۔ اور تیرے لوازمات کی توصیف کہاں پر میں بیان کروں؟ اس نے کہا۔ مجھے نہ عرش پر تلاش کرو نہ بہشت میں۔ میں تو تمہارے دل کے قریب ہوں اس لئے مجھے اپنے دلیں ڈھونڈو)  
انصاف ہمت کہتے ہیں

آں لقمہ کہ درد ہاں نہ گنج بطلب و آن سر کہ درد نشان گنج بطلب سرت میان دل دریش خداوند جبریل امین درانہ گنج  
(وہ لقمہ ڈھونڈ جو منہ میں نہ سما سکے اور وہ راز طلب کر لے جس کا پتہ نہ ملے۔ فقیر کے دل اور خدا کے درمیان ایک  
ایسا راز ہے کہ جبریل امین کی بھی جہاں گزرتی نہیں وہ راز طلب کر) — سبحان اللہ! کیا ہی خوب ہے یہ آج تک  
ہے خاک تو آئینہ رنجہاں است بر سر این خاک بے گنجہاں است  
(تیری خاک رنج و محن سے گوندھی ہوئی ہے اس خاک پر بہت سارے خزانے ہیں)

کبھی اس کی یاد سے خالی نہ رہ ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہ لعل اللہ یحدث بعد  
ذک امرأ (شاید اسکے بعد خداوند عزوجل کوئی نئی راہ پیدا کرے) جیسا کہ کہا ہے  
در سرے مرا گاہ گاہ حلفت بزن صواب نیست کہ بیگانہ وار بر گزری  
(کبھی کبھی آتے جاتے مرے گھر کے در کی زنجیر ہلایا کر یہ درست نہیں ہے کہ غیروں کی طرح تو ادھر سے پونہی گزر جائے)  
من ادمن قعر الباب یوشک ان یفتح له جو شخص ہمیشہ در سے لگا ہوا کھڑا ہے قریب  
ہے کہ اس پر دروازہ کھول دیا جائے۔ طالبوں کیلئے یہ بہت بڑی تسلی ہے۔ اگر قسمت میں ہے تو فتحیاب  
ضرور ہوگا ورنہ مادر زاد نکبت کا کیا علاج؟

ہر کہ دایم حلفت بر در می زند ناقبت روزیش باشد فتحیاب  
(جو شخص ہمیشہ دروازہ کی کٹدی کھٹکھٹایا کرتا ہے آخر کار ایک روز قسمت سچیاپی ضرور ہوگی)

سرتیت دران زلف تو بر بستہ اما چہ تو اں کرد کہ بامانک شای!  
(اے محبوب آپ کی زلف میں ایسے ایسے راز سر بستہ ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ آپ مجھ پر نہیں کھولتے)  
تو اسی غم میں جان گنوا دے، خون کے گھونٹ پیتا رہ اور اسی حسرت میں جلتا رہ اور یہ پڑھا کر۔

دل را چہ خطر باشد و جاں را چہ محل (دل کا کیا خطرہ اور جان کی کیا پرواہ) — مصرعہ  
در کوئے تو مردہ بہہ نہ از روئے تو زندہ

آپ کے دیدار سے حرم رہنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ آپ کے کوچہ میں دم نکل جائے۔

قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے اگر خلق کے مارے ہوئے کا خون بہا دینا رو در ہم ہے تو اس محبوب حقیقی  
کے قتل کئے ہوئے کا عون اس کا دیدار ہے من قتلت فان انا دیتہ زجنہ اس کو قتل کیا اسکے خون کا بدلہ  
میں ہوں) ایسے قتل کے شکرانے میں اگر ہزار جان ہو تو وہ بھی شکرانہ کر دیا جائے وہ بھی کم ہے۔

یہ رہائی سنو!

روزے کہ دولت بردر جاناست بدرد شکرانہ ہزار جاں فدائے توں کرد  
 کاندہ سر کوئے، عاشقانہ لے مرد بے شکر قفاح نیوواں نتواں کرد  
 (جس روز تیرا دل محبوب کے در پر درد سے بھر جائے، اس کے شکرانہ میں ہزار جاں فدا کرنی چاہئے۔  
 اے شخص اس کے عاشقوں کی گلی میں شکر کے بغیر نیووں کو گردن نہیں جھکانا چاہئے)

والسلام  
 خاکسار شرف منیری



## مکتوب ۸

# توبہ اور خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع ہونیکے ذکر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درویش عزیز شیخ عمر، شرف منیری کے سلام و دعا، کیلئے مخصوص۔  
 اے بھائی! پیدائش سے آخر تک گناہ سے پاک و صاف رہنا فرشتوں کا کام ہے، ابتداء سے  
 آخر تک گناہ کی ناپاکی میں مبتلا رہنا شیطان کا کام ہے۔ گناہ کرنا گناہ کے بعد توبہ کرنا آدم اور  
 آدم کی اولاد کا کام ہے۔ رباعی ہے

اے پیر گنہگار در توبہ کشادہ است انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است  
 بشتاب سوئے توبہ کہ از مادہ گیتی! از گردن تاخیر بے واقعہ زادہ است

(اے بوڑھے گنہگار! توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہشت میں طرح طرح کی نعمتیں تیرے لئے تیار رکھی ہوئی ہیں،  
 توبہ کرنے میں جلدی کر، تاخیر میں خطر ہے کیونکہ اس دنیا میں روزانہ بہت سارے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں)  
 حقیقت یہ ہے کہ محض گناہ کرنے سے بندہ کی گرفت نہیں ہوتی، گناہ سے توبہ نہ کرنے پر پکڑ ہوتی  
 ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے اگر کسی نے گناہ کیا اور گناہ کے بعد توبہ کر لی تو اس پر اجماع ہے کہ وہ ماخوذ نہیں  
 ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (گناہ سے توبہ کر نیوالا اس شخص کی طرح ہے  
 جس نے گناہ کیا ہی نہیں) — آدمی سے گناہ سرزد ہونے میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کیونکہ آدمی کی

سرسخت ہی شہوتوں، خواہشوں کا مجموعہ ہے۔ اس پر شیطان پیچھے لگا ہوا ہے اور نفس کافر کا لب کے اندر چھپا ہوا ہے۔ اسی کو کہا ہے سے

کاشکہ ہرگز نہ زادی مادرم تا نکردی کشتہ نفس کامرم

اکاش مری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی۔ تاکہ نفس کافر کے ہاتھوں میں ہلاک نہ ہوتا

آدمی کا توبہ کرنا ایک نادر بات ہے۔ آدم کی اولاد میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس گناہ سرزد نہ ہو۔ لیکن بہترین گناہ گار وہ لوگ ہیں جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لیتے ہیں۔

قطرہ چند از گنہ گرش پدید در چپناں دریا کجا آید بدید

(اگر گناہ کے چند قطرے وجود میں آگئے تو ایسے دریا رحمت میں وہ کہاں دکھائی دے سکتے ہیں)

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ اللہ کی عصمت کی پناہ میں ہونے یعنی گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود لغزش سے خالی نہیں ہیں، ان کی ادنیٰ سی لغزش ہی ان کے رتبہ خانی کے اعتبار سے گناہ ہے اور اولیاء اللہ اگرچہ اللہ کی حفاظت میں ہیں یعنی گناہ سے محفوظ ہونے کے باوجود گناہ سے غیر خالی نہیں ہیں، کبیرہ کے امکان کے ساتھ۔ کسی نے اسی معنی میں کہا ہے

آدمی بہر بعینہی رانیست پائے در گل جز آدمی رانیست

شادی از اہل عصر بیگانہ است آدمی را خود اندوخت از خانہ است

(آدمی غم و اندوہ سے خالی رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا۔ گناہ میں گرفتار ہونا آدمی ہی کیلئے ہے۔

خوشی اہل زمانہ سے بیگانہ ہے۔ آدمی کورنج و الم خود اس کے اسل سے ہے)

اے بھائی! بہشت جیسی قیام گاہ، اور جناب آدم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے بندہ جن کے سر پر عصمت کا تاج، اور جسم پر خلافت کی قبا، ہزاروں ہزار کرامات و نوازشات سے سرفراز، صرف وہی ایک منا ہی ہو تم نے سنا ہوگا۔ ولا تقربا ہذا الشجرة فتكونا من الظالمین اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ گناہ گاروں میں ہو جاؤ گے) پر قائم نہ رہ سکے، قدم لڑکھڑاہی گیا۔ آج اس دنیا میں جہاں ہزاروں ہزار بلا ہیں، آفتیں اور ہزار ہا احکام و امر نواہی کا سامنا ہے اس پر نفس و شیطان درپے آزار ہے۔ کیا کہتے ہو؟ ایسے میں آدمی اگر گناہ نہ کرے اور قدم نہ ڈگمگائے تو یہی بڑے تعجب کی بات ہے۔ مصرعہ:

آدم انجا با بلغذیہ است نسکین آدمی (جب آدم بہشت میں ڈگمگائے توبہ چاہ سکیں آدمی کیا)

قطعہ سے

ازفتنة و بلا نتوانی گر عین تن گرفت الممثل چوم غ بر آری ہزار پر

من زند آدم است کہ ہر جا کہ فتنہ است در ہر دو کون ہست بسویش نہادہ سر

(فتنہ و بلا سے تم گریز نہیں کر سکتے، اگرچہ پرندوں کی طرح ہزاروں بال و پر نکال لو۔ یہ آدم کی اولاد ہی ہے)

کہ دونوں جہاں میں جہاں کہیں بھی فتنہ ہے وہ اسی کی طرف سر رکھے ہوئے ہے)

آدمی دو حال پر ہے۔ "داشت و گذاشت" (اللہ کی حمایت اور اسکی بے اعتنائی) جب آدمی

کو عصمت کی داشت میں رکھتا ہے تو اس سے طاعت و نوافقت کے سوا کچھ وجود میں نہیں آتا۔

ھذا افضل اللہ۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور جب آدمی کو اسی کے حال پر چھوڑ دیتا ہے تو پھر

اسکے گناہ و مخالفت کیسے نہ ہو۔ یہ بھی اس کا عدل ہی ہے۔ اسی کو کہا ہے سے

کہ باز پسین جملہ خلق و کہ در پیشم من بوتلموں روزگار خویشم

(کبھی میں لوگوں کے پیچھے پیچھے ہوں، اور کبھی سب آگے ہوتا ہوں، میں اپنے زمانہ کا تماشہ بنا ہوا ہوں)

ایسے میں آدمی کیا کرے، یہی کہے "ما اعوذ بك منك" (میں تیری پناہ مانگتا ہوں تجھی سے) جیسا کہ کہا ہے

سے چوں از تو من و ما نم غائب گردم از دست تو قصہ ہم بدست تو دہم!

(جب میں آپ ہی کا گرایا ہوا اور عاجز کیا ہوا ہوں تو آپ کے ہاتھوں کا یہ کرشمہ آپ ہی کے حوالہ کرتا ہوں)

اور دوسرا معاملہ بھی کیا ہی تعجب تیز ہے سے

القاء فی البحر سدودا وقال له اياك و اياك ان لاقتبل بالماء

(ہاتھ پاؤں بانہجہ کر دریا میں ڈال دیا اور کہتے ہیں خب دار تر نہ ہونا۔ کیا مشکل معاملہ ہے)

عراقی کی جان پر اللہ کی رحمت ہو جیو۔ جو کہا ہے سے

اے کاشش بودی اے عراقی کز دست ہمہ فساد باقی نہ

(اے عراقی! کاشش تیرا وجود ہی نہ ہوتا کیونکہ یہ ساری عراقی تیری وجہ سے ہے)

اہل بعیرت اس مقام میں غلام کی تمنا کرتے ہیں لیکن یہ تمنا پوری نہیں ہوتی۔ ایک عارف

سے کسی نے پوچھا۔ آپ کی کیا آرزو ہے؟ کہا ایسا غلام کہ جس کا وجود نہیں ہو۔ اسی کو کہا ہے سے

آن رہ کہ من آدمم کدامت اے دل تا باز روم کہ کار خامست اے دل

(اے دل وہ کون سی راہ ہے جس میں آیا ہوں، تاکہ میں لوٹ جاؤں کیوں کہ کام ابھی تک بنا ہی نہیں)



ایک دن جناب آدم علیہ السلام نے شیطان لعین کو دیکھا، کہا اے ملعون تو نے مرے ساتھ  
یہ کیا کیا؟ اس نے کہا اے آدم تمہارے ساتھ تو میں نے کیا۔ میرے ساتھ کس نے کیا؟ جس نے  
کہا ہے کیا خوب کہا ہے۔

صیاد ازل دانہ کہ بردام نہاد      مرغ بگرفت وادش نام نہاد  
ہر نیک و بدے کہ درجہاں میگذرد!      خود می کند و بہانہ بر عام نہاد

(ازل کے شکاری نے جال بچھرایا، دانہ رکھا، ایک پرندہ شکار کیا اور اس کا نام آدم رکھ دیا، دنیا جہاں  
میں جتنی نیکی و بدی ظہور میں آتی ہے ان سب کا فاعل حقیقی وہی ہے لیکن عوام کو بہانہ بنا رکھا)

شیطان ہوتا کون ہے؟ اور نفس کیا ہے؟ يفعل اللہ ما یشاء (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)

تقدیر کے پولو کھیلنے والے کے بلے کے آگے گیند بنجانیکے سوا اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟

اب گیند کی قسمت جہاں پہنچے۔ جیسا کہ کسی درد مندل دل نے کہا ہے۔

بر من دلم نہ اند جز نام دلم      تا خود بچار سدر سرانجام دلم

(میرے پاس میرا دل ہی نہیں رہا، صرف نام باقی ہے، اب دیکھنا ہے کہ اس دل کا انجام کیا ہوتا ہے)

گرچہ بات یہی ہے لیکن اختیار کی تہمت تجھ پر باقی ہے، ہوشیار رہنا کہیں غلط راہ پر نہ پڑ جاؤ۔

اے بھائی! جب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام عصمت و جلالت کے باوجود

انتہائی خوت و ہیبت کے ساتھ ہمیشہ یہ فرماتے رہیں کہ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی

دینک (اے دلوں کے اٹل پھیر کرنے والے میرے قلب کو اپنے دین پر قائم رکھ) اسی سے سمجھنا چاہئے کہ

ہم لوگوں کا کام کہاں اڑا ہے۔ اگر زنا باندھنے کو دیں تو کیسے نہیں باندھا جائے اور اگر مسجد سے

نکال کر بت خانہ بھیج دیں تو جانے کے سوا کیا کرتا ہے۔ ابلیس جو معلم الملکوت تھا اس کا حال دیکھو

کیا ہوا      صد ہزاراں سال طاعت کردنی      طوق لعنت می کند در گردنی

(سو ہزار سال تک عبادت میں لگائے رکھنے کے بعد لعنت کا طوق گردن میں ڈال دیا جاتا ہے)

اور بلعم باعور جو عالم و زاہد تھا اور سینکڑوں کرامت کا حامل تھا کاشحرد دیکھو۔ شنی سے

ہیبت آں راہ کارے مشکل است      سد جہاں زیں سہم پرخوں دل است

(اس راہ کی ہیبت ایک مشکل کام ہے۔ سو عالم کے لوگوں کے دل اس دہشت پر خون ہیں)

کیسی سرگردانی اور حیرانی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

چوں موئے شدم زرنج ہر بیدائے درد ہر کہ دیدست چو من ناشادے  
 بر خمیزد اگر بجد بن ناگہ بادے چوں چنگ بہ ہر رگے زمن فریادے  
 ( طرح طرح کے جو موسم سہتے سہتے ہتے بال کی طرح ہو گیا ہوں، مجھ جیسا اندو بگیں زمانہ میں کسی جہاں دیکھا ہے  
 اگر اچانک ہوا کی لہر مرے باطن سے اٹھے تو چنگ کی طرح میرے ہر رگ سے فریاد و فغاں کی جہنکا پیدا ہو  
 یہ خود ایک دوسری قسم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

گر چہ رہ جتند ہر سوئے ازیں پے نہ بردند اے عجب موئے ازیں  
 خون صد لقاں ازیں حسرت بر نخت آسماں بر سرق ایشاں خاک لخت  
 (گرچہ اس سے نکلنے کی راہ ہر طرف ڈھونڈھی لیکن تعجب ہے بال برابر بھی اس کا سراغ نہیں ملا۔ صد لقاں  
 کے خون اس حسرت و افسوس سے بہ رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ آسمان ان کے سروں پر خاک ڈال رہا ہے)  
 غرض یہ کہ پیدائش سے آخر تک گناہ سے پاک رہنا فرشتوں کا کام ہے۔ گرنا اور گر کے اٹھنا  
 آدمی کا کام ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ آدمی دونوں جہاں کے مصائب و آلام اٹھا سکتا ہے لیکن  
 اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ ایک دن بھی صحیح مسلمان کے ساتھ زندگی گزار سکے  
 دور دور است در بلا خوردن بندہ بودن و بندگی کردن  
 (بلائیں مبتلا رہتے ہوئے بندہ ہونا اور بندگی کرنا بہت دور ہے)

اسکے بھی بڑھکر یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے شہنشاہ حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و زمانہ  
 ستر بار استغفار کیا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی **وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيَاكَ** (اپنی خطا سے معافی  
 مانگتے رہئے) تو انتہائی فرماں برداری میں ستر سے ستر بار بڑھا دیا۔

اور وہ جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام خلائق سے افضل ہیں باوجود اس دولتِ عظمیٰ  
 لوائتزن ایمان ابی بنومع ایمان امتی لروحج (اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو اپنی تمام امت کے ایمان  
 سے وزن کرو تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ زیادہ وزنی ہو) عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعاء  
 بتائی جائے جسے من من نمازوں کی ادائیگی کے بعد پڑھا کروں۔ ارشاد ہوا **رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ  
 نَفْسِیْ ظَلَمًا کَثِیْرًا فَاعْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ** (اے میرے  
 پروردگار میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا پس تو میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں)  
 پڑھا کیجئے۔ اسی کو کس نے کہا ہے

بردرحق بگردزار بگرد کز بزاری شوی دریں ردمرد

(حق کے درپرگریہ وزاری کے ساتھ گھومتارہ کیونکہ اس راہ میں عاجزی ہی سے مرد ہوتے ہیں)

فقیرہ امت ام المؤمنین عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، یا رسول اللہ! اگر میں شبِ قدر پاؤں تو کیا کروں؟ ارشاد ہوا، اللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ مُّحِبُّ الْعَفْوَ فَاحْتِ عَنِّي يَا عَفُوْرُ يَا عَفُوْرُ يَا عَفُوْرُ (اے اللہ! عفو تری شان ہے، تو معاف کر نیو پسند فرماتا ہے، مجھے معاف کر دے، اے معاف کرنیوالے، بخشنے والے، غفور) اسی سے نشان دہی ہوتی ہے کہ جو جتنا زیادہ

فرمانبردار، پاک تر ہوتے ہیں وہ توبہ استغفار سے کسی وقت خالی نہیں رہتے ہیں۔ کیونکہ آدمی کی ہلاکت توبہ واستغفار کے ترک کرنے سے ہے، محض گناہ کرنے سے نہیں۔ جناب آدم علیہ السلام اور ابلیس لعنتی کے قصہ میں غور کرنا چاہئے۔ آدم علیہ السلام کرنے کے بعد فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہہ اٹھے مَرَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے مرے رب میں نے اپنے اوپر خود ظلم کیا ہے) اور وہ ملعون جو کہ لعنتی نافرمانی کی ویسے ہی پڑا رہا یہاں تک کہ اس کی پیشانی پر لعنت کا داغ لگا دیا گیا۔ وَ اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (بیشک تجھ پر لعنت ہے قیامت تک کیلئے)

اے بھائی! بندہ کو قصداً گناہ نہیں کرنا چاہئے اور اگر گناہ میں جا کرے تو فوراً اٹھ کھڑا ہو جائے اور مغفرت چاہے۔ جیسا کہ ہمارے باپ آدم اٹھ کھڑے ہوئے اور درخواست کرنے لگے مَرَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا گناہ پر اصرار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ گناہ پر اصرار کفر کا پیش خیمہ ہے۔ جیسا کہ قابیل نے کیا اور آخر کافر ہو گیا۔ آدمیوں میں جس نے سب سے پہلے گناہ کیا وہ قابیل ہی تھا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اے بھائی! اللہ تعالیٰ کی جباری و قہاری سے پاکبازوں اور فرمانبرداروں کو سکون و قرار نہیں تو ہم کو، تمکو جو نہ تو ہندو ہیں اور نہ مسلمان کیوں کر سکون و قرار مل سکتا ہے۔ تم بھی یہی کہو جو میں کہتا ہوں۔

سے نمیدانم کرامانم بدیں ستیر گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں، میری سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں نہ بدکار)

اللہ رب العزت کے منشاء و ارادہ کی اطلاع جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو جب نہیں تو ہم تم، اور

ہمارے جیسے اور دوسرے کس شمار میں ہیں۔ جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے

بیچ کس از سر کا آگاہ نیست زانکہ اینجا بیچ کس را راہ نیست

نیت کس را از حقیقت آگاہی! جملہ می سیرند باد سست تہی

(اس کی بارگاہ کے بھیدوں سے کوئی واقف نہیں، کیونکہ یہاں کسی کی بھی گذر نہیں ہے۔ کسی کو بھی حقیقت کے اسرار سے آگاہی نہیں۔ جتنے ہیں سب کے سب اس معاملہ میں تہمت ہو گئے ہیں) نقل ہے کہ ابلیس کا جب یہ حال ہوا تو جناب جبرئیل و میکائیل علیہما السلام مدتوں روتے رہے استفسار ہوا، تمہارے اس قدر رونے کا سبب کیا ہے؟ گرچہ اُسے خوب معلوم ہے پھر بھی عرض کیا: یا رب لا نامن من ملک (اے میرے رب ہم آپ کے پوشیدہ کرموں سے مامون نہیں ہیں) حکم ہوا ہلکذا کوناولا قانما من مکوی۔ (ہاں ایسے ہی رہو میرے کرموں سے بچو نہ ہو۔)

اُس کی بے نیازی کی کیا ہی بارگاہ ہے قبل من قبل بلا علة و رد من رد بلا علة (جسے اس نے قبول کیا بلا کسی سبب کے قبول کیا اور جسے رد کیا اسے بھی بغیر کسی علت کے رد کیا) ایسے اطمینان کیسے ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

زندہ سابقہ ندامت کیست خواندہ خاتمہ ندامت کیست

کہ ندانند زکار سازی تو! کہ نہ ترسند زبے نیازی تو

(ازل میں کیا حکم ہو چکا ہے کچھ پتہ نہیں۔ خاتمہ کس حال پر ہو گا کچھ معلوم نہیں۔ کوئی آپ کی کار سازی کو نہیں جانتا، کون ایسا ہے جو آپ کی بے نیازی سے بچو نہ ہو)

اے بھائی! کسی کے ایمان اور طاعت سے اُس کی جلالت و کمال میں نہ اضافہ ہوتا ہے اور نہ کسی کے کفر و معصیت سے اسے کوئی نقصان و زوال ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ کفر و ایمان ایک ہی رنگ میں ہے۔ اس کا مفہوم یہی ہے۔ اگر سارا عالم خانہ کعبہ بن جائے اور تمام اجنا و انسان، نمرود و فرعون ہو جائیں۔ اسکی کیا، اور اگر سارا عالم بت خانہ بن جائے اور تمام جن و انس ابو بکر رضی و عمر خطاب کی طرح ہو جائیں تو اسکی کیا ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے

بے نیازی میں راجہ کفر چہ دیں بے نیازی میں راجہ شک چہ یقین

چہ مسلمان چہ گبر بردر او چہ کشت و چہ صومعہ بردر او

(اس کی بے نیازی کے آگے کیا کفر و کیا دین، اس کی بے پروائی کے آگے کیا شک اور کیا یقین

اس کے در پر کیا مسلمان اور کیا آتش پرست، اس کی بارگاہ میں کیا آتش کدہ اور کیا عبادت خانہ)

نہ از عیسیٰ رسد سودیت و موسیٰ نہ از فرعون زیاں بودیت نمرود

(نہ عیسیٰ موسیٰ سے اُسے کوئی عظمت، نہ فرعون و نمرود کے ہونے سے کوئی نقصان و زوال)

..... لیکن یہاں تو گفتگو گناہ کے بارے میں ہو رہی تھی۔

اے بھائی! یہ سب کو معلوم ہے کہ جس کسی کو بلند رتبہ کیا ہے طاعت کی راہ سے بلند کیا ہے اور جس کسی کو گرایا ہے اسے اُسکے گناہوں کے ذریعہ گرایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین کوئی ایسی طاعت و عبادت نہیں ہے۔ جسے چھوڑتے ہوں اگرچہ وہ طاعت چھوٹی ہی ہو شاید کہ اللہ کی خوشنودی اسی میں ہو۔ اور کسی گناہ کے قریب نہیں جاتے اگرچہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی گرفت دیکڑا اسی پر ہو۔ اسی کو کہا ہے۔

بردر حق بگرد زار بگرد کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

از تو زاری نکو و زور بد است شور ز نور خانہ شور بدست

(حق کے در پر گریہ و زاری کے ساتھ پارہ، کیونکہ آدمی عاجزی و انکساری ہی سے مرد بنتے ہیں۔

تیری گریہ و زاری بہتر ہے اور زعم و زور بُرا ہے، شہد کی مکھی کے چھتے میں بہنہنا ہٹانکے دوسری ہے)

ہاں تو آدمی کو چاہئے کہ گناہ کے قریب نہ جائے اور اگر گناہ میں گر جائے تو چاہئے کہ فوراً اُٹھ

جائے اور کہے سنا ظلمنا انفسنا (اے میرے پروردگار میں نے خود اپنی جان پر ظلم کیا) اور گناہ پر

اصرار یعنی پیہم گناہ کرتے رہنے سے ایسے بھاگے جیسے کفر سے گریز کرتا ہے۔ ساری تباہی و ہلاکت گناہ

پر اصرار ہی سے ہے لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار (اصرار کے

بعد گناہ صغیرہ پیہم نہیں رہتا کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور استغفار کے ساتھ کبیرہ ختم ہو جاتا ہے) یہ شرع کا فتویٰ ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ جب اس مکتوب کے مضمون سے تم آگاہ ہو جاؤ گے تو کرامات، حال و مقامات

کے تذکرے اور سودا و صفر سے پیا ہونے والے فاسد خیالات کو یکور کھ کر گنہگاروں کی لڑت رات دن

تضرع و زاری کے ساتھ یہ استغفار کرتے رہو گے سب ظلمت نفسی ظلمت کثیرا

فاغفر لی ذنبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ (اے میرے رب میں نے اپنے اوپر

بہت زیادہ ظلم کیا ہے تو میرے گناہ بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی نہیں) سے

ہوں بے توبہ بے فائدہ کر دی ہو تو توبہ کن توبہ اگر ایک نفس ماحضراست

(جبکہ تونے بوا ہو اسی کے ساتھ بے فائدہ بہت زیادہ توبہ کی تو ایسی توبہ تے توبہ کر لے اگر ایک مانس ہی باقی)

اور رات کے درمیانی حصہ میں روتی ہوئی آنکھ اور جلے بھنے دل کے سخت گنہگاروں کی طبع گریہ و زاری

کرتے رہو گے اور سوز دل کے ساتھ یہ مناجات کرو گے سے

بود عین عفو تو عاصی طلب  
 عرصہ عصیاں گرفتہم زین سبب  
 پتوں بستاریت دیدم کار ساز  
 ہم بدست خود دریدم پردہ باز  
 رہنمایم باش و دیوانم بشوی  
 وز دو عالم تختہ جامت بشوی  
 (آپ کی بخشش کو گنہگاروں کی طلب تھی، اسی سبب میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا،  
 چونکہ آپ کی پردہ پوشی کو میں نے کار فرما دیکھا تو میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنا پردہ چاک کر دیا  
 میری رہنمائی فرمائیے، میرے برے نامہ اعمال کو دھو دیجئے، اور دونوں عالم کی طلب میرا سینہ پاک کر دیجئے)

والسلام

شرف منیری



## مکتوب ۹

# اپنے اوپر بدگمان رہنے اور دوسروں کی تھانیک گمان رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر شیخ عمر، شرف منیری کی دعا کیلئے مخصوص

اے بھائی! اس جماعت صوفیہ کی یہ روش ہے کہ اپنے باپے میں بدگمان اور دوسروں کے  
 حق میں خوش گمان رہتے ہیں، خود کو دنیا و آخرت میں کسی چیز کے لائق نہیں سمجھتے۔ جب قرآن وحدیث  
 میں وعدے یعنی خوشخبریاں سنتے ہیں یہاں کیلئے ہویا قیامت کیلئے تو ان تمام خوشخبریوں کا مستحق  
 دوسروں کو سمجھتے ہیں اور جب وعید یعنی عذاب کی دھمکیاں سنتے ہیں تو ان سب کو اپنے حق میں  
 جانتے ہیں۔ ایسا کہ جو بھی انہیں دیکھے وہ یہ گمان کرنے لگے کہ یہ بالکل ناامید ہو گئے ہیں۔  
 اسی کو کہا ہے

ہر کہ شد لحظہ از خود خوشنود ساہا بند شد بدوزخ بود

(ایک لمحہ کیلئے جو اپنے آپ سے خوش ہوا، اس نے برسوں کیلئے دوزخ کی قید کا بندوبست کر لیا)

نقل ہے ایک بزرگ دن میں چند بار آئینہ اس خیال سے دیکھتے کہ میرا چہرہ جیسا تھا ویسا ہی ہے

یاسیاء ہو گیا ہے۔ اسی اعتبار سے یہ اشعار کہے گئے ہیں۔

در شہر نیست مرد ز من تا بکار تر      مادر پرنہ زاد ز من خاک سار تر  
دعویٰ کنم کہ نیست در آفاق چوں منی      وز کافرانِ روم ز نار دار تر !!

(شہر میں مجھ سے زیادہ کوئی بدکار نہیں۔ کسی کی ماں نے مجھ سے زیادہ کمترین اولاد پیدا نہیں کیا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں عالم میں مجھ سے بڑا کوئی نہیں، روم کے زنار دار کافروں سے بھی بڑھکر میں زنار دار ہوں) ایک عارف کی حکایت ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے۔ خداوند! از تو میخواہم کہ جائے میرم کہ مرا کے نشاند (خداوند! میں تجھ سے یہی چاہتا ہوں کہ ایسی جگہ مروں جہاں کوئی نہیں پہچانتا ہو) لوگوں نے پوچھا اے بزرگ محترم! یہ کیسی مناجات ہے؟ کہا یہ اس لئے کہ جب میں مروں اور مجھ کو قبر میں دفن کریں تو ہو سکتا ہے کہ زمین قبول نہ کرے اگر ایسا ہوا تو اس وقت کیسی فضیحتی ہوگی

خرواں در رہش کلمہ بازاں      سروراں بردر کش سراندازاں  
چہ سوئے ناکاں چہ سوکساں      قہر و لطفش بہر کہ ہست رساں

(شاہان وقت اس کی راہ میں تاج کی بازی لگانے والے ہوتے ہیں۔ سردارانِ زمانہ اسکی چوکت پر سر ڈالے رہتے ہیں ناموراں و حقیر جو بھی ہیں سب کی طرف اس کا لطف و قہر پہنچتا رہتا ہے)

اس راہ کے خطروں کو وہی لوگ جانتے ہیں جو اس راہ کو طے کئے ہیں۔ جسے محض اس کا نام ہی سنا ہو وہ کیا جانے سے

شرم بادت کہ نمیدانی و آگاہ نہ      کہ ترادر رہ ایں بادیہ چندیں خطر است  
(بچتے شرم آئی چاہئے کہ تو اس راہ کو نہیں جانتا، اور اسکی بھی آگاہ نہیں ہے کہ اس راہ میں میرے لئے کیا خطریں) حکایت ہے۔ ایک مرید نے اپنے پیر سے پوچھا کل قیامت کے دن آپ کو کہاں ڈھونڈوں؟ کہا، پلصراط پر، پھر پوچھا اگر وہاں نہ پاؤں؟ کہا اگر وہاں نہ ہوں تو دوزخ میں پتالگانا۔ پوچھا، اگر وہاں بھی نہ ملے تو؟ انہوں نے فرمایا دوزخ میں نہ ہوں گا تو پھر بہشت ہی میں رہوں گا۔ اسی معنی میں کہا ہے

بر سرے کز تو دست ہمدردم      بز نش چوں سر چراغ و مستلم  
زانکہ ہر سکہ کہ دیدنی باشد      در طریقت بریدنی باشد

(اے میرے ہمدرد ہر وہ سکہ جو تجھ سے کسرت ہوا، اس سر کو چراغ و مستلم کے سر کی طرح اڑا دے۔ اسلئے کہ ہر وہ سکہ جو بلند ہوتا ہے، طریقت میں وہ سکہ قلم کئے جانے کے لائق ہے) ایک عارف نے کہا ہے

دریابا تے کہ نہ پاؤ نہ سردار و پدید ہر زمان سرگشتہ تر ہر ساعت حیران ترم  
(ایک ایسے ویرانے میں ہمہ دم سخت حیران و سرگرداں ہوں کہ جس کی نہ ابتدا معلوم نہ انتہا کی خبر ہے)  
حضرت خواجہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرفہ کے روز لوگوں نے پوچھا اے بزرگ محترم!  
آج عرفات کے میدان میں جو لوگ ہیں ان کے باسے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ان تمام اہل عرفات  
میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو کہ جو بخشنا نہ گیا ہو۔ تو یہ مرے ادبار کی وجہ سے ہو گا، کیونکہ ان کے  
درمیان میں ہوں۔ اسی مضمون کی طرف اس شعر کا اشارہ ہے

چند گوی رسیدگی چہ بود در رہ دیں گزیدگی چہ بود!

بند برتن نہی گزید شوی! پائے بر خود تہی رسیدہ شوی

(کب تک پوچھتے رہو گے اس تک رسائی کیسے ہوتی ہے، دین کی راہ میں پسندیدگی کے کہتے ہیں؟  
سنو! اپنی تمام جسمانی خواہشات پر قید لگا دو، مقبول و پسندیدہ ہو جاؤ گے اور اپنی جان پر قدم رکھو اس تک پہنچ جاؤ گے)  
بزرگوں کا قول ہے حقیقتاً بندہ کا ایمان اس وقت کامل ہوتا ہے کہ اگر مخلوق پر آسمان سے بلا کا نزول  
ہو تو وہ یہ یقین کرے کہ یہ سب مری ہی بد بختی کے سبب ہے۔ اور اگر دینی یا دنیاوی نیکیاں اور بھلائی  
اس پر پہنچیں تو یہ گمان کرے کہ یہ سب خیر و برکت اور لوگوں کے طفیل سے ہے

خویشتن را فگن کہ برگسیرند خوار در خود بسببیں کہ بپذیرند

(خود کو گرا دو تاکہ تمہیں اٹھایا جائے، خود کو ذلیل و خوار کر دو تاکہ تمہیں قبولیت کا شرف بخشیں)

جناب عیسیٰ پیغمبر علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا، اس درجہ سفر کرنے کا مقصد کیا ہے؟  
ارشاد ہوا اس امید میں کہ کوئی ایسی جگہ ہوگی جہاں کسی صلیق وقت نے قدم رکھا ہو گا میں وہاں پر  
سجدہ کر سکوں اور ان کے قدم کے نیچے کی وہ خاک مری شفاعت کرے الخ لخصون علی خطر  
عظیم (بیشک مخلصین کے لئے بڑے بڑے خطرے ہیں نہ یہ کہ ہر ایسے ویسے کیلئے)۔ مصرعہ:

نزدیکاں را بیش بود حیرانی - اللہ سے قربت رکھنے والوں کے لئے بہت زیادہ حیرانی ہے

اہل غفلت اس معنی کو کیا سمجھیں، ان کو تو یہ حال معلوم ہوتا ہے ہاں اسے ارباب عقل ہی جانتے ہیں۔

جیسا کہ کہا ہے

لیک عاقل جزایں نہ پسند

گر چہ غافل بریں عمل خند

جز حیرانی درو عمارت نیست

راہ دیں صنعت و عمارت نیست



(اگرچہ اہل غفلت اس پر ہنستے ہیں، لیکن ارباب عقل اس کے سوا کسی اور چیز کو پسند نہیں کرتے  
 دین کی راہ کا ریگری اور عبادت سے پاک ہے اس میں ویرانی کے سوا تمیہ و عہدت نہیں)  
 ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے پوچھا۔ آدمی بڑا کب بن جاتا ہے؟  
 فرمایا جب خود کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے  
 کسی نے کہا، حدیث شریف میں ہے آخری شخص جسے دوزخ سے باہر لایا جائے گا وہ سات ہزار سال  
 کے بعد نکالا جائے گا۔ کہا کاش وہ شخص میں ہی ہوتا۔

در عشق تو عاجزی سر اسادت است در کوئے تو بندگی در آزادیت !

ویراں شدن اندر رہ تو آبادیت اندوہ تو جان عاشقاں را شادیت

(آپ کے عشق میں عاجزی ہی سر بلندی ہے۔ آپ کے کوچہ کی غلامی آزادی ہے۔

آپ کی راہ میں ویران ہو جانا ہی آبادی ہے۔ آپ کا غم ہی عاشقوں کی جا کیلئے شادمانی ہے)

روایت ہے کہ جناب ابراہیم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی خطا (جو ان کے نزدیک ان

کے اپنے مرتبہ کے اعتبار سے تھی) یاد کرتے تو بیہوش ہو جاتے، غم و اندوہ سے آپ کے سینہ مبارک  
 کے جوش، اور اس کی دھڑکن دُور دُور تک سُنائی دیتی۔ اس حال میں جناب جبریلؑ پہنچ جاتے

اور کہتے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ آپ نے کہاں دیکھا ہے کہ دوست دوست سے خوف کرے۔

کہا اے بھائی جبریل! ہاں ہے تو ایسا ہی ہے لیکن کیا کیا جائے کہ جس وقت میں اپنی خطا یاد کرتا ہوں

تو اپنی خلیلی بھول جاتا ہوں۔ یہی وہ راز ہے فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون (نہیں

مظن رہتے وہ لوگ اللہ کے پیغمبروں سے لیکن وہ جو خسارہ والے ہیں)

ہست با قہر و علم یزدانی تا توانی نکو و نادانی !

(اللہ کا علم قہر کے ساتھ غالب ہے۔ جہاں تک تم سے ہو سکے اپنی نادانی پر نظر رکھو)

نقل ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ہلال جو مغیرہ رضی اللہ عنہ

کے غلام تھے ان کو دیکھتے تو آگے بڑھتے اور فرماتے اے ہلال! محمدؐ کیلئے دعا کرو اور جب

ہلال رضی اللہ عنہ دعا کیلئے پاتھ اٹھاتے تو حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، آمین کہتے۔ اسی کو کہتے ہیں۔

یعتیں میدان کہ شیران شکاری دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کرو کہ شیران شکاری نے اس راہ میں چیونٹی سے مدد چاہی)

کہتے ہیں کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز نے دس حج حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے کیا اور دس حج دس صحابہ کی طرف سے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ اے شیخ یہ کیا تھا جو آپ نے ایسا کیا؟ فرمایا میں نے ایسا اس امید پر کیا ہے کہ طفیلی بن جاؤں اس لئے کہ جب مہمان سارا ہوتا ہے تو اس کے طفیلی بھی پیارے ہوتے ہیں۔ عارفوں کا قول ہے کہ مخلوق کی نظر سے خود کو گرا دینا آسان ہے اس سے کہ اپنے آپ کو اپنی نظروں سے گرا دے۔

چند پرسی کہ بندگی چہ بود بندگی جز فگندگی چہ بود  
(کب تک پوچھتے رہو گے کہ بندگی ہے کیا۔ بندگی خود کو خلق اور اپنی نظر سے گرا دینے کے سوا کیا ہے؟)  
اہل طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص خود کو فرعون سے ذرہ برابر بہتر جانتا ہے وہ ابھی تک اس گروہ صوفیا کی نظریں متکبر اور خود پرست ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو درخت اونچا، بلند ہوتا ہے اس کا پھل چھوٹا ہوتا ہے اور جو درخت جتنا چھوٹا ہوتا ہے اس کا میوہ اتنا ہی زیادہ بڑا ہوا کرتا ہے۔  
روایت ہے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیغام بھیجا کہ میں اپنے ایک پیغمبر سے تم میں سے ایک کے اوپر کلام کروں گا تو ہر ایک پہاڑ نے اپنی گردن بلند کی اس امید پر کہ یہ دولت مجھے ملیگی لیکن کوہ طور کہ جس نے اپنی گردن نہیں اٹھائی بلکہ خود کو اسی طرح پست رہنے دیا اور یہ کہا کہ میں کب اس لائق ہوں۔ چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے اسی کوہ طور پر کلام فرمایا۔ اسی بنا پر اہل بصیرت کہتے ہیں کہ نیاز مندی سے بڑھ کر کوئی راہ قریب تر نہیں ہے اور دعویٰ سے زیادہ کوئی حجاب سنگین تر نہیں۔ غور کرو تو ابلیس و آدم میں یہی فرق ہے۔

خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا، سالک نیاز مندی کے کمال تک کب پہنچتا ہے؟ ارشاد ہوا کہ جب خود کو کسی لائق نہیں جانتا ہے۔ اور جہاں میں اپنے سے بڑا کسی کو نہیں سمجھتا۔  
خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میں نے جس کسی پر نگاہ کی اُسے اپنے سے بہتر دیکھا مگر ایک شخص کو جس کی وجہ سے اس دن میں سخت دھول کھائی۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ دجلہ کے کنارے ایک حبشی بیٹھا ہوا تھا، ایک عورت اس کے پہلو سے لگی ہوئی تھی ایک مٹکا اس کے سامنے رکھا تھا بار بار اس مٹکا سے کچھ انڈیتا اور پیتا۔ مجھے اس کی جانب سے بدگمانی ہوئی اور میرے اندر اس کی طرف سے حقارت پیدا ہوئی، دیکھا کہ تین آدمی دجلہ میں ڈوب رہے تھے وہ حبشی کو دا اور ان ڈوبنے والوں میں سے دو کو اس نے نکال لیا اور پکار کر کہا۔ حسن! اس ایک کو تم نکال لو۔ میں اس کا آئیں غابز رہا۔

وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا، ابھی تک تم مرد ظاہر میں ہو۔ میں تو تمہارے امتحان کیلئے یہاں آیا تھا۔ یہ میری ماں ہے اور اس گھڑے میں پانی ہے۔

اے بھائی! عرفاً معرفت کے نور سے نفس کے آفت و شر کو دیکھے ہوئے ہیں اور جانے پہچانے ہوئے ہیں۔ اگر ایک بال برابر سبب نفس باقی ہے تو شرک و کفر کا خوف لگا ہوا ہے۔ جس طرح ایک جنبی کے غسل میں ایک بال بغیر دھلا رہ جائے تو جنابت (ناپاک) باقی رہتی ہے۔ اسی کو کہا ہے

گر میاں دوزخ از من دور گرد نفس شوم در میان آتش سوزاں در آب کو شوم!

تا کہ بالنفسم فرود ہفت دوزخ ماندہ ام چوں نماند نفس شوم از ہشت جنت بر زم

اگر دوزخ کے اندر یہ منحوس نفس مجھ سے دور ہو جائے تو یوں سمجھ لو کہ اس دکھتی ہوئی آگ کے اندر ہوتے ہوئے بھی میں نہر کوثر میں ہوں۔ اور جب تک میں نفس کے ساتھ ہوں تو ساتوں دوزخ کے نچلے حصہ میں پڑا ہوا ہوں اور اگر یہ بد بخت نفس مرے ساتھ نہ ہو تو سمجھ لو کہ آٹھوں جنت سے میں بزر ہوں!

خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنی مناجات میں کہا الہی کیف الطریق الیک (اے اللہ تجھ تک پہنچنے کی راہ کون سی ہے؟) ہاتھ غیبی نے آواز دی دَع نَفْسَكَ وَتَعَالُ نَفْسُكَ كَوَجْهُ طُرُقٍ  
دو اور چلے آؤ۔ اسی کو کہا ہے

بت است نفس و متبول خلق زناہ شریعت با حقیقت گفت یکبار

(شریعت نے حقیقت سے ایک مرتبہ کہا۔ نفس ہی بت ہے اور لوگوں میں معتبول ہونا زناہ ہے)

وہ جو مردانِ خدا کے خون کے گھونٹا پینے کے بارے میں تم نے سنا ہے ان کا یہ خون پینا اسی بت کے توڑنے کے لئے ہے۔ ہم لوگوں نے تو اس نفس کو خدا بنا لیا ہے۔ کہاں ہم اور تم کہاں مسلمان! افسوس صد افسوس! قرآن سے سُنو افرایت من اِتَّخَذَ اللّٰهُ هُوَاہ (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے خواہشاتِ نفسانی کو خدا بنا لیا ہے) یہاں اپنا ماتم آپ کرنا چاہئے جیسا کہ اس بیچارے نے کیا ہے۔

در در دار و کعب خواہیم کرد عمر شد ماتم کعب خواہیم کرد

(ہم اپنے درد کا علاج کہاں ڈھونڈیں، عمر حتم ہو گئی اب ماتم کیا کریں)

اور وہ جو کسی عزیز نے کہا ہے

ندارد درد من در زمان درینا ، مانند بے سرو ساماں درینا

میرے درد کا کوئی علاج نہیں، افسوس میں بے سر و سامان پڑا ہوا ہوں)

والسلام  
فقیر شرف منیری



# مکتوب ۱۰

## دنیا کی محبت اور اسکی مذمت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب شیخ عمر مذکور مثنوی:

علم آن قدر ندارد کہ پروردگار شک برند یا وجود عدلش را غم بہودہ خورد  
(دنیا اس قابل نہیں کہ اس پر رشک کیا جائے، اس کے ہوتے اور نہ ہونے کا غم کرنا بے فائدہ ہے)  
آعزیز کا خط اور تھکھ ملا قبول ہوا اللہ جزائے نیردے۔ مکتوب پڑھا گیا بہت خوب،  
قابل توجہ، سنجیدہ اور سارے مضامین پسندیدہ تھے، اللہ جل شانہ آعزیز کو ان مضامین پر استقامت  
عطا فرمائے اپنے فہم و کرم سے۔ اور دنیا کی آفتوں اس کے شر سے ماہون و محفوظ رکھے اپنے کرم و  
احسان سے۔

اے بھائی! ہر وہ دل جس میں دنیا نے گھر کر لیا وہ ویران ہے۔ اجار گھر جیب ہمارے تہا کے  
اُترنے کے قابل نہیں تو ویران دل اللہ تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے اور دل ایک سے زیادہ نہیں  
ہوتا جب وہی دل دنیا کی محبت سے بھر گیا تو آخرت کے لئے اس میں کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ معترض۔  
”یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست“ (گھر میں سامان دنیا ہی ہے یا دوست کا تقویٰ)  
ایسے حال میں دین، دل سے رخصت ہو جاتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ دل سے دور ہو جاتی ہے۔  
اسی کو کہا ہے

از تن و جان و عمتل و دین بگذر . در رد دین دلے بدست آور  
آن چہاں دل کہ وقت بیجا پیچ اندر و جب نہ خدائے بود پیچ

(جسم وہاں و محفل و دین سے آگے بڑھ جا۔ دین کی راہ میں چلنے والا دل حاصل کر۔ ایسا دل کہ افکار و ترددات کے وقت بھی اس میں سوائے خدا کے اور کچھ نہ رہے)  
 اے بھائی! اچھی طرح غور کر لو کہ آج دل میں کس چیز کا غلبہ ہے۔ اگر دنیا کی طلب و محبت غالب ہے تو ہمیں دنیا داروں میں شمار کیا جائے گا اور اگر آخرت کی طلب و محبت غالب ہے تو آخرت والوں میں شمار کیا جائے گا اور اگر خداوند تعالیٰ کی محبت اور اس کی طلب کا غلبہ ہے تو اللہ والوں میں داخل کریں گے اور یہ مضمون اس حدیث کے مطابق ہے **المسوع مع من احب** (آج اس عالم میں تجھے جس کے ساتھ محبت ہے اسی کے ساتھ حشر ہوگا۔ یہاں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اس دن شو موت کے وقت ہی سے دیکھنے میں آجائے گا۔ جب دنیا کی طلب و محبت غالب ہوتی ہے تو دنیا کو اس کی ہولناکی اور سختیوں کے ساتھ موت کے وقت سامنے کھڑا کر دیتے ہیں تاکہ دنیا کا یہ شدیدائی اس کی ہولناکی دیکھ کر سخت دشواری و سختی میں جان دے۔

اور جب آخرت کی طلب و محبت غالب ہوتی ہے تو آخرت کو اس کے تمام حسن و جمال و زیب و زینت کے ساتھ اس متوالے کے سامنے لا کھڑا کر دیتے ہیں تاکہ اسکے دیکھنے سے ہزار راحت و آرام کے ساتھ جان دے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ در دنیا خیالت آن بود تا اید راہ وصال آن بود

زانکہ ہر چیز ہے کہ سوائے تو آنت چوں بر دی نقد فرداے تو آنت

(دنیا میں جس خیال کے ساتھ تو رہا ہے، مرنے کے بعد قیامت کے دن تک تیرے وصال کی راہ وہی رہے گی، اس لئے کہ ہر وہ چیز جس کا تو شدیدائی رہا ہے، مرنے کے بعد قیامت کے دن وہی چیز تیرا ماہی ہوگی) اور جب خداوند تعالیٰ کی محبت اور اس کی طلب غالب ہوتی ہے تو درمیان سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے تاکہ دوست کے مشاہدہ میں ایک جہان کیا ہو جو جان بھی ہو تو ملک الموت کے واسطے کے بغیر دوست کے سپرد کر دیں ایسے کہ ملک الموت کو اس کی تیر بھی نہ ہو اسی کو کہا ہے۔  
 در شوق تو عاشقاں چیتاں جاں بند کا نخب ملک الموت ننگنبد ہرگز  
 (آپ کے اشتیاق میں عشاق یوں جان دیتے ہیں کہ جہاں ملک الموت کی گزر ہی نہیں ہوتی)  
 اور ساتوں آسمان میں یہ تدا بلند ہوتی ہے کہ وصل الجیب الی الجیب دوست کا دوست سے وصل ہو گیا، طالب مطلوب سے مل گیا، سارے واسطے اٹھ گئے۔

پہول در آمد وصال را حالہ سرد شد گفتگو سے دلالہ

(جب وصال کا سرد سماں درست ہو گیا، تو درمیانی دلالہ کی گراماگرمی سرد پڑ گئی)  
ایک درویش کا قصہ ہے کہ سکرات موت کے وقت ہنسنے لگے لوگوں نے کہا عجیب حال  
ہے مرنے کے وقت ہنستے ہیں۔ جواب میں کہا ہے

خوب رویاں چو پردہ برگسیرند عاشقان پیش شاں چنناں میرند

(حسن والے جب رخ سے پردہ اٹھاتے ہیں تو عشاق اسکے آگے اسی طرح جان دیا کرتے ہیں)

سچ کہا ہے جس نے کہا ہے

رہبر ت اول ارچہ یاد بود رسد آنجا کہ یاد باد بود

(اگرچہ اول اول تیری رہبری محبوب کی یاد ہی سے ہوتی ہے، پھر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں یاد بھی ختم ہو جاتی  
من لہ المولیٰ فلوہ کل مولیٰ جس کا ہو گیا سب کچھ اسی کی سلطنت و مملکت میں)

اے بھائی جب پیش لفظ ثابت ہو گیا تو اب یہ بھی جان لو کہ مومن، کافر، مخلص، منافق

سب اس پر متفق ہیں کہ دنیا بڑی چیز ہے اور تمام فتنہ و بلاؤں کا سرچشمہ ہے۔ فرعون و نمرود کو خدائی کا  
دعویٰ اسی دنیا کے سبب پیدا ہوا، بلعم باعور، اور برصیتا زاہد کی ہلاکت بھی اسی دنیا کی وجہ سے ہوئی  
آج اولاد آدم کی تمام خرابیوں کی جڑ یہی دنیا ہے۔ اللہ کی رحمت اسکی جان پر ہو جو جس نے کہا ہے

تا ترا اندرین سرے خراب شکم از نان پرست و پشت از آب

پائے کہ برتہی بہ بام و ملک پاؤں کے درکشی ز جام ملک

(کب تک اس ویران کردہ دنیا میں روٹی سے پیٹ اور پانی سے پیٹھ بھرتے رہو گے، اگر یہی حال رہا تو

آسمان کے بالا خانہ پر تم کب قدم رکھ سکو گے اور فرشتوں کے ہاتھ سے شرابِ ناب کے جام کیسے پی سکو گے)

اسی مقام پر ایک بزرگ نے کہا ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھے کہے کہ دنیا قبول کرو ورنہ تمہاری

جگہ دوزخ ہوگی تو میں دوزخ قبول کروں مگر دنیا نہیں اسی سے سمجھ لو کہ دنیا کس درجہ بڑی چیز ہے۔

نقل ہے کہ ایک فقیر صاحب تخرید مسجد میں رہا کرتے تھے جب ان کے انتقال کا وقت آیا

جسم پر جو کپڑا تھا وہ بالکل پارا پارا تھا اسے بھی جسم سے اتار کر الگ کرنے لگے لوگوں نے کہا یہ آپ کیا

کر رہے ہیں انھوں نے کہا، میں چاہتا ہوں کہ جس حال میں آیا ہوں ویسا ہی یہاں سے جاؤں۔ یہی وہ راز

ہے جو کہا ہے جملہ در بازو فرو کن پائے راست گر گفن رایچ نگذاری رواست

(سب کچھ ٹٹا دے یہاں تک کہ تیرا پاؤں برہنہ ہو جاوے بلکہ کفن کیلئے بھی کچھ نہ چھوڑ تو یہ بہتر ہے) نقل ہے کہ جب جناب آدم علیہ السلام نے بہشت میں شجر ممنوعہ یعنی گیہوں کے کچھ دانے کھائے تو حاجت کی خلش پیدا ہوئی ادھر ادھر تلاش کرنا شروع کیا کہ کوئی ایسی جگہ ملے جہاں فراغت کیجائے۔ نذا ہوئی اے آدم بہشت اس کی جگہ نہیں اسکے لئے دنیا میں جانا ہوگا وہاں جا کر اس فضلہ کو نکالنے اسی بنا پر بزرگوں نے کہا ہے الدنيا كنيف آدم یعنی آدم کا پائخانہ ہے۔ کنف پائخانہ کو کہتے ہیں۔

اے بھائی! دنیا کی حیثیت جب پائخانہ کی ہے تو پائخانہ سے نعمت، لذت، راحت و ذوق کے کیا معنی؟ اور اس کا اشارہ اسی جانب ہے کہ مومن کو چاہئے دنیا میں ایسے رہے جیسے بیت الخلاء میں وقت گزارتا ہے یعنی ضرورت کی مقدار میں وہ بھی ناخوشی، نفرت و کراہت کے ساتھ رغبت و خوشی کے ساتھ کوئی بھی نہیں رہتا جب ساری دنیا کا یہی حال ہے جیسا کہ تم نے سنا تو کسی کو اس سے کیا فائدہ پہونچا اور پہونچے گا جو دین کو چھوڑ کر دنیا اختیار کرے۔ اور دین و دنیا دونوں کا ایک جگہ جمع ہونا بھی محال ہے۔

تا بود این جہاں نباشد آن تا تو باشی نباشدت یزداں!!

(جب تک تو دنیا سے وابستہ ہے دین سے بے تعلق ہے، جب تک تیرا اپنا وجود باقی ہے اللہ رب العزت کو درگے بزرگوں کا قول ہے کہ دنیا کی قیمت ایک دانگ ہے۔ دانگ چاندی کا سکہ ۶ رتی وزن کا اس میں سے نصف دانگ قارون کو مل گیا۔ اور دوسرا نصف سائے عالم میں تقسیم ہوا۔ اب اسی سے حساب کر لو کہ ایک شخص کے حصہ میں کتنی دنیا آئے گی؟

اے بھائی! واقعہ بہت سخت اور بڑے مشکل کی گھڑی ہے جس میں ہم لوگ ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی کافر طبیب کسی کو کہے کہ فلاں چیز تمہارے لئے مضر ہے نہ کھاؤ تو اسی وقت پر ہیز کر لیتے اور نہیں کھاتے، مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران علیہم السلام آئے اور سب نے یہی کہا حب الدنيا رأس كل خطیة۔ دنیا کی محبت تمام بُرائیوں کا سرچشمہ ہے لیکن ہم میں سے کسی نے بھی اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی تو یہ ایسا ہوا کہ گویا ایک کافر طبیب کے قول پر یقین محکم ہے مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قول پر یقین کامل نہیں تو ایسے حال میں ایمان کہاں رہا، اس پر یہ گمان کہ ہم اہل ایمان ہیں۔ سے

خواجہ پست دارو کہ مردِ عالم حاصل خواجہ کبیر پندار نصیحت  
 (جناب دلا اس گمنڈ میں ہیں کرم بھی کچھ رکھتے ہیں مل یہ ہے کہ حضرت کی ساری پونجی سوا غرور کے کچھ بھی نہیں)  
 سبحان اللہ! پاک ہے اس کی ذات! یہ کیا وقت ہے جس کا حال ابھی تم سے سستیہ  
 حال ہم لیا زندہ لوگوں کا ہے۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ارشاد فرمایا ہے مَيَّابِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُصَلُّونَ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمْ مُسَلِّمٌ  
 اس حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ مسجدوں میں نماز تو ادا کریں گے  
 لیکن ان کی جماعت میں ایک بھی مسلمان نہ ہوگا۔ صدقاً یا رسول اللہ! یہ فرمایا یا رسول اللہ آپ نے۔  
 تو ہم لوگوں کو سروں پر خاک ڈالنی چاہئے اور اپنا ماتم آپ کرنا چاہئے۔ ویہ شعر سنو یہاں سے خسرو  
 نے اسی اعتبار سے کہا ہے اُن کی جان پر اللہ کی رحمت ہو۔

خَلْقٌ كَوَسْمٍ يَرُونَ نَارَ بَدَائِعِ بَرِّتٍ دَرْتِ خَسْرٍ وَكَرَامِي رُكَّ كَأَنَّ نَارَ نَبِيَّتِ  
 (لوگ مجھ کو کہتے ہیں اے برت پرست جہاں نارا بندھ لے لے خسرو کے جسم میں وہ کوئی نارا نہیں ہے)  
 اس مقام میں ہاتھ، قلم، کاتب، کاغذ سب دروازہ و عاجز ہیں، لیکن مکتوب ختم کر کے پیکر پہلے  
 امید کی راہ نکالی جائے کیونکہ ناامیدی جائز نہیں اور وہ یہ کہ حدیث شریف ہے حب الدنيا  
 رأس كل خطيئة یعنی ارشاد ہے دنیا کی محبت ساری برائیوں کی جڑ ہے یہ نہیں فرمایا گیا  
 ہے کہ دنیا کی ملکیت برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور محبت کی جگہ دل ہے ہاتھ نہیں تو اگر کسی کی  
 ملکیت میں سارا جہاں ہو مگر اس کی محبت اس کے دل میں نہ ہو اور طاعت و عبادت، حسنات  
 و خیرات میں شرع شریف کی رُو سے اسے خرچ کرتا ہے۔ شہوات و لذات و خواہشات نفس کیلئے  
 نہیں کرتا تو اس میں کوئی خوف نہیں ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ سارے عالم کی ملکیت مغرب سے مشرق  
 تک جناب سلیمان علیہ السلام کو تھی جب اس کی محبت ان کے دل میں نہیں تھی تو انھیں اس کے  
 کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اور اس حال کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کے نزدیک دنیا کا  
 ہونا اور نہ ہونا دونوں یکساں ہو نہ دنیا کے ہونے اور اس کے پاس رہنے میں اُسے خوشی ہو۔ اور دنیا  
 کے نہ ہونے اور اس کے ضائع ہو جانے سے اُسے ناخوشی ہو۔ اور یہ بہت بڑا کام ہے ہر شخص  
 کے لئے آسان نہیں۔ کتنے بادشاہوں کو یہ دولت نصیب ہوئی ہے اور کس میں یہ قوت رکھی گئی ہے۔  
 یہی وہ راز ہے جسے کہا ہے۔



محرم دولت نمود ہر سکر باز سیا تختد ہر خزے  
 (ہر دولت مند دولت کا اہل نہیں ہوتا۔ عیبی کا بار ہر گدھا نہیں اٹھا سکتا)  
 اے بھائی! اپنے ہاتھ، زبان، قلم، کاغذ اور اعمال خام و پختہ سے لوگوں کے دلوں کو راحت  
 پہنچانے کا سامان کرو۔ اور ہمیشہ اُمیدوار رہو کیونکہ صبح دولت اچانک تو دیاں ہوگی۔ جیسا کہ کہا ہے  
 ملک و دست شبانے می نہد منت او بر جہانے می نہد  
 (ملک دیا شاہی ایک چوہا ہے کے ہاتھ میں دید تیا ہے اور رات کے جہاں کو اس احسان مند ہوتا ہے)

والتَّسْلَامِ  
 خاکسار شرف میری



# مکتوب ۱۱

## عشق و محبت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

براہم عزیز شیخ عمر! مخصوص بہ دعاء

اے بھائی! جس طرح ظاہر میں نازندہ فرض ہے اسی طرح باطن میں عشق و محبت فرض

ہے اور عشق و محبت کی تعمیر اس کا مایہ درد و غم ہے۔

دم در کشم و جلد غمت نوش کنم تا از پس من بکس نماند غم تو!

(ایک ماہس کھینچ لوں اور آپ کا سارا غم گھونٹ جائوں تاکہ میرے بعد آپ کا غم اور کسی کے لئے باقی نہ رہ جائے)

وہ جو تم نے سنا ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن و دائم الفکر

یعنی آپ ہمیشہ اندوگیں اور ستمیل فکر مند رہتے تھے، وہ یہی ہے۔

گداے بادشاہے را شوئی دو میدارد نہ بے او میواں بودن نہ با او میواں گفتن

(ایک بیماری اپنی دیر سے بادشاہ کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ مشکل یہ ہے کہ نہ تو اس کا ہمیشہ ہو سکتا ہے اور نہ اس کا گفتگو  
 نہ کر سکتا ہے)

اے بھائی! عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے اسی معنی میں عشق کو فرضِ راہ قرار دیا ہے یہ  
مان لو اور سمجھ لو کہ زندگی عشق ہی سے ہے گر عشق نہیں تو موت ہے۔

مجنون عشق را در گرام روز حالت است      کا سلام دین لیلی و دیگر فضیلت است  
سعدی بشوی لوح دل از غیر نقش دوست      علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

(عشق کے مجنون کی آج حالت ہی دوسری ہے۔ لیلی کا دین ہی اسکے لئے اسلام ہے باقی سب گمراہی ہے  
اے سعدی، دل کے تختہ پر محبوب کے نقش کے بوجھتے نقوش ہیں سب دھو ڈال، ایسا علم جو حق تعالیٰ کے راہ کی رہبری  
نہ کرے وہ جہالت ہے)

کہا گیا ہے کہ عاشقوں کی دوزخ خداوند تعالیٰ کا عشق ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ  
جو دل جتنا زیادہ سوختہ ہے اتنا ہی زیادہ عزیز ہے۔

خاکے از مردم بماند در جہاں      و ز وجود عاشقان خاکستری

(اس دنیا میں آدمی کے مرنے کے بعد خاک رہ جاتی ہے۔ لیکن عشاق کے وجود ہی جہاں میں خاکستر کا ڈھیر ہے)

اسی کو کہا گیا ہے العشق هو الطريق والروية هو الجنة والفراق هو النار والعذاب  
(عشق راہ ہے، محبوب کا دیدار جنت ہے، اور جدائی یعنی دیدار سے محرومی ہی دوزخ اور دوزخ کا عذاب)

پیغمبر اعلیٰ الصلوٰۃ والسلام کی میراث سونا چاندی نہیں ان کی جو دولت تھی وہ ان دل جلاں  
تک پہنچ گئی اور یہ سوختہ دل ان اپنی اس سوختگی و سوز و گداز پر نازاں ہیں۔ قطعہ سے

گر عشق ہی مونس ہم خانہ ماست      غمہا ہمہ یک جرعة پیمانہ ماست  
از عقل فرگذر کہ در عالم عشق      آن نیز عن سلام دل دیوانہ ماست

(اگر عشق ہمارا مونس و ہمنام ہے تو سارے جہاں کا غم ہمارے پیمانہ کا ایک گھونٹ ہے۔ عقل و خرد سے آگے بڑھ جا۔  
کیونکہ عشق کی دنیا میں عقل و خرد بھی ہمارے دیوانے دل کا غلام ہے)

کہتے ہیں عشق آگ ہے یہ جہاں پہنچتی ہے سب کچھ جلا ڈالتی ہے اور عاشقوں کا دل سجا ہوا  
آتش کدہ ہے۔ اگر اس آتش کدہ کی ایک چنگاری باہر آجائے تو دونوں جہاں جل بھن کر خاکستر ہو جائے  
یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

بہیج عاشق را با ماست رو نیست      سوختن او تا قیامت رو نیست  
ہر کہ او یکبار نہ صد بار سوخت      چوں تو آں از بہر او آتش فروخت

(کسی عاشق کے لئے ملامت روا نہیں، اس کے جلنے کے لئے قیامت کا آنا ضروری نہیں، جو ایک بار نہیں سو بار جل چکا ایسے سوختہ کے لئے آگ دہکانے کی ضرورت ہی کیا ہے)  
 کہا گیا ہے سارے جہاں کو عذاب دوزخ کی آگ سے ہوگا اور دوزخ کی آگ کو عذاب مجہاں خدا کے دل کی آگ سے کیا جائے گا۔ اور یہ اس مقام کی بات ہے جو ایک بزرگ نے اپنے حالتِ سُکر کی مناجات میں کہی۔ الہی بکرم خود مرا بگذار کہ در دوزخ گذر کنم تا ہمہ بیگانگال خلاص یابند۔  
 (اے مرے اللہ تو اپنے کرم سے مجھے اجازت دے کہ میں دوزخ میں رہا کروں تاکہ تیرے بیگانوں کیلئے وہاں بھی ٹھکانا باقی نہ رہے) ایک عزیز نے کہا ہے۔

لاجرم دیوانہ را گرچہ خطاست ہرچہ میگوید گستاخی رواست  
 خیر و شر چوں جملہ آنجا می رود گفتہ دیوانہ زیبای رود  
 (یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں، لیکن گستاخی میں وہ جو کہہ جاتا ہے جائز ہے جب نیکی و بدی سب اسی کی جانب سے ہے تو دیوانہ کی باتیں بھی پسندیدہ اور اچھی ہوتی ہیں)

اگر دنیا کے سارے دریاؤں کا پانی ان کے باطن کی آگ پر ڈال دیا جائے تو ان دریاؤں کا تمام پانی آگ بن جائے۔ عالم ظاہر کی تمام آگ کو ان کے باطن کی آگ کا ایندھن جانو اسی کو کہا ہے۔  
 ہر کہ اودر عشق چوں آتش نشد عیش او در عشق ہرگز خوش نشد  
 (جو شخص عشق میں آگ ہی آگ نہ ہو گیا ہو، تو عشق میں، عشق کے آرام و آسائش اسے کبھی نصیب نہ گئے)  
 کہتے ہیں کہ ایک بزرگ عالم کہ یعنی عشق کے نشہ میں کہہ رہے تھے کہ کل قیامت کے دن دوزخ کے در پر کھڑا ہو جاؤں گا اور ایک ایک کو نکال کر بہشت میں بھیج دوں گا اسی معنی کو کہا ہے۔  
 اے الہی چوں شود شر آشکار برب دوزخ خوشی گسیم قرار  
 پس بدست آرم یکے خنجر ز نور حلق رامیر الم از دوزخ بدور  
 تا ز دوزخ سرسرا میں شوند در بہشت جاوداں ساکن شوند

(اے میرے اللہ جب قیامت قائم ہو تو میں دوزخ کے دروازہ پر خوش و خرم کھڑا ہو جاؤں۔ پھر نور کا ایک خنجر لیکر لوگوں کو دوزخ سے نکال کر بھگا دوں تاکہ لوگ دوزخ سے مامون ہو کر ہمیشہ جنت میں سکون سے رہیں)  
 اے بھائی! اگر ہو سکے تو عشق و محبت کے آگ کی ایک چنگاری آج حاصل کر لو تاکہ یہی سوز اور عشق و محبت کی صعفتیں تمہارے تھکا قبر میں جائیں۔ یوم لا ینفع مالٌ ولا بنون الا من

الحی اللہ بقلب سلیم ط (جس دن مال و اولاد کوئی نفع نہ پہنچائیگی مگر وہی قلب سلیم : جو اللہ کے پاس لے کر جائے گا)۔

گر گور برم از سر گیسوے تو تارے تا سایہ کند بر سر من روز قیامت  
(آپ کے گیسو کے چند تار قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے دن وہی برے سر پر سایہ فلک ہو)  
اور یہ اسی وقت ہمیں میسر ہوگا کہ جب تم اپنے دل کو ما سوا اللہ کی محبت سے پاک کر لو۔ اور جو کچھ ہے یعنی اللہ اسی کے ساتھ رہو۔ اگر بہشت ہی اپنے ناز و نعمت کے ساتھ سامنے کیوں نہ آئے۔

مصرعہ - یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست (گھر میں سامان دنیا ہی بے یاد دوست کی یاد)  
تم نے سنا ہوگا جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل مبارک ایک ذرا سا بیزادہ (اسمعیلؑ)  
کی جانب مائل ہوا، خواب میں دیکھا حکم ہوتا ہے بیٹے کو شربان کر دو۔ اور جب بیٹے کی محبت دل سے نکال دی، فرمان ہوا مجھے اس بیٹے سے محسوس بے گناہ کی گردن کاٹنے کا شوق نہیں بلکہ میرا ارادہ تو  
آپ کے دل سے غیر کی محبت منقطع کرنا تھا۔ اب جب کہ آپ کا دل اپنی جگہ آگیا تو بیٹے کو اب چھوڑ دیکھئے  
روزاں و شبان نشستہ ام در کارت باہر کہ بازی شکم بازارت

(میں تو رات دن تیری کار سازی میں لگا ہوا ہوں اگر تو میرے سوا کسی اور سے ساز باز رکھے گا تو تیری ساکھ ختم کر دوں گا) — ہر وہ دل کہ جس میں اللہ کے سوا غیر کا گذر و بسر ہو وہ دل ویران ہے اور ویران گھر جب ہمارے تمہارے ٹہرنے کے لائق نہیں ہوتا تو حق سبحانہ تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟ پلید قدموں سے ہم بادشاہوں کے فرش پر نہیں چلتے تو پلید سرگندہ دل بیکر حق تعالیٰ سے کیسے قریب ہو سکتے ہیں۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولا کن ینظر الی قلوبکم و نیا تکم (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔) اس کی بارگاہ میں صورت و اعمال نہیں دیکھے جاتے بلکہ وہ لطیفہ جسے دل کہتے ہیں وہ دیکھا جاتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے

نیت کن ہر چہ راہ و راہے بود تا دولت خانہ خدائے بود

(اپنی رائے اور اپنی راہ سب نیت کر دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے)  
کہا گیا ہے کہ جب کوئی شخص طریقت سے آشنا ہو جاتا ہے تو اس کی ظاہری خوشنما پوشاک عیباً کی جگہ ہو جاتی ہے۔

مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست مگر بنی مت سلطاں بہ بند و صوفی باش

( اہل طریقت کی مراد لباس ظاہر سے نہیں ہے بادشاہ کی خدمت کیلئے مکر باندھ لو اور صوفی بن جاؤ )

یعتین کرو ! کہ آدمی کے دل کا آج جس چیز کے ساتھ لگاؤ ہے موت کے بعد وہی چیز اسکے

آگے آئے گی چنانچہ اگر کسی کا دل دنیا میں لگا ہوا تھا اور اس کا مطلوب و مقصود دنیا ہی تھا تو موت کے

بعد دنیا کو مکروہ صورت میں اس کے سامنے لاکھڑا کریں گے اور اگر کسی کا دل حور و قصور، شراب و

میں لگا ہوا تھا تو بہشت کو آراستہ کر کے اس کے سامنے لائیں گے اور اگر کسی کا دل یہاں اللہ تعالیٰ

سے وابستہ اور متعلق رہا ہے اور اس کا مقصود و مطلوب حق سبحانہ تعالیٰ ہی تھا تو موت کے بعد

اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان جو حجاب ہے وہ اٹھا دیں گے اور جمال باکمال حق سبحانہ تعالیٰ کی تجلی

اس پر ہوگی ہے دین مارے جمال آں بت جانانہ ایت کفر ما از ابرو و زلف سیکانہ ایت

از جمال خدو خالش عقل دیوانہ ایت و شراب عشقش این ہر دو یکے پیمانہ ایت

روح ماچوں آن تست قلب ما بتخانہ ایت ہر کر املت نہ اینست اوز با بیکارہ ایت

( ہمارا دین اس محبوب معشوق کے رخ کا جمال ہے۔ اور ہمارا کفر اس کی سیاہ بھویں اور معشوقانہ کالی زلف ہے۔

اس کے خدو خال کے تشن سے ہماری عقل دیوانہ ہے اور یہ خدو خال دونوں ہی اس کے عشق کی شراب کا پیمانہ ہے

جبکہ ہماری روح و جان وہی بت ہے تو ہمارا دل بھی ہمارا بت خانہ ہے۔ جس کا یہ دین نہیں وہ ہم سے بیگانہ ہے )

یہ اشعار اور اس جیسے اور دوسرے اشعار ان دیوانوں کے دل کے نوحے ہیں، غافلوں اور

عاقلوں کو تو یہ دیوانوں کی بڑا اور سہولیات ہی معلوم ہوں گے۔ مگر جسے ان دیوانوں کے عالم دیوانگی

سے حصہ ملا ہے وہی اس کے لطف و مہرے کو جانتے ہیں۔ چنانچہ کہا ہے۔

ہر کر ازیں ذرہ آتش باشدت نوحہ دیوانگان خوش باشدت

زانکہ کار جملہ شاں دلدادہ گیت سرنگوں ساری و کار افتادگی است

( جس کسی کو اس آگ کی ایک چنگاری بھی مل گئی ہے ان دیوانوں کے اس نوحہ میں اسے ذوق ملتا ہے

یہ اس لئے کہ ان کا کام ہی دل فدا کرنا ہے اور خود رسوا و خوار ہونا ہے۔ )

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم سابق بالخیرات اس

آیت کریمہ کی تفسیر میں آدمیوں کی تین قسم بتائی گئی ہے۔ کہا گیا ہے۔ ایک ظالم یعنی گنہگار، دوسرے

مقتصد و میانہ۔ تیسرے سابق بالخیرات۔ اس تیسرے قسم کے لوگ درجہ میں بڑے اور سب سے آگے ہیں۔

اپنی جان پر ظلم کرنے والے وہ لوگ ہیں جو خدا کی عبادت تو کرتے ہیں لیکن ان کا مقصود و مطلوب دنیا ہوتا ہے۔ اور درمیانی درجہ کے وہ لوگ ہیں جو خدا کی عبادت حور و قصور کی طلب و مقصد سے کرتے ہیں۔ تیسرے قسم کے وہ لوگ سابق بالخیرات، درجہ میں سب آگے اور بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ وہ جو خدا کی عبادت کرتے ہیں ان کا مقصود و مطلوب ذات پاک حق سبحانہ ہی ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ وہ جو تم نے سنا ہے کہ مردانِ خدا اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور مردانِ خدا کا دین بھی دوسرا ہی ہوتا ہے۔ جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔ رباعی۔

عالم شہ را و خسرو و خاتان را      تسبیح فرشتہ را و صفات ان را  
دوزخ بدر بہشت مرنیکان را      جانان مارا و حبان من جانان را  
(جہاں بادشاہ کے لئے اور خسرو و خاتان کیلئے، تسبیح فرشتوں کے لئے صفا انسان کے لئے۔  
دوزخ بڑوں کے لئے بہشت نیکوں کے لئے۔ معشوق ہمارے لئے اور ہماری جان معشوق کیلئے)

والسلام

شرف منیری

## مکتوب ۱۲

### وصول الی اللہ، اللہ تک رسائی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درویش عزیز شیخ عمر! شرف منیری کی جانب سے سلام و دعا، مطالعہ کریں۔

اے بھائی! بزرگوں کا قول ہے خدا تک پہنچنا بہت آسان اور بہت مشکل ہے۔ اگر کوئی دنیا کی محبت ترک کرے اور اپنے کھانے پہننے کا غم، بیوی بال بچوں کے کھانے پیرے کا غم دل سے نکال دے اور اس طلب میں اُسے صدق و خلوص بھی بدرجہ کمال حاصل ہو۔ ایسے شخص کیلئے خدا تک پہنچنا آسان ہے۔

یہ شعر اسی معنی میں ہے      عاشق جاں سوز خواہد سوز عشق  
روزِ محشر شبِ شو در روزِ عشق!      عشق بر معشوق چشم افتادن است  
بعد ازاں از بے دلی جاں دادن است

(جان کو بھیڑی میں جھونکنے والا عاشق سوز عشق کا طلبگار ہے اسکے عشق کے آفتاب کے تابش کے آگے  
قیامت کا پتلا ہوا دن، رات بن جائے۔ معشوق پر نگاہ پڑ جانا ہی عشق ہے، پھر دل کی بازی ہار  
جانے کے بعد جان کی بازی ہار جانا ہے)

اور جس کسی کے دل میں دُنیا کی محبت گھر کر گئی ہو، اور اسے کھانے کپڑے کا غم لگا ہوا ہو  
طلب میں صدق و اخلاص بھی کارل نہ ہو تو ایسے شخص کیلئے خدا تک پہنچنا مشکل اور بہت مشکل ہے  
اسی کو کہا ہے

مصلحت اندیش نبود مرد عشق بے ستاری خواہد از تو در عشق

عاشقان رانیت با اندیشہ کار مصلحت اندیشہ باشد پیشہ کار

(عشق کے مرد مصلحت اندیش نہیں ہوتے، عشق کا درد تم سے بے تابی کا تقاضہ کرتا ہے۔

عاشقوں کو سوچ و فکر سے کیا کام، مصلحت ملحوظ رکھنے والے روزگار پیشہ ہوا کرتے ہیں)

ایک بزرگ کے پاس ہر روز صبح صبح شیطان آیا کرتا اور کہتا آج کھاؤ گے کیا؟ وہ کہتے موت

کا جام پی لوں گا۔ اور جب یہ کہتا کیا پہنوں گے؟ تو کہتے کفن پہنوں گا۔ اور جب یہ کہتا رہوں گے کہاں؟

جو اب دیتے قبر میں رہوں گا۔ آخر نا اُمید ہو کر واپس ہو جاتا۔ اسی کو کہا ہے

میںدیش ازین حدیث در پوش کفن مردانہ دو دست خویش آنگاہ بزن

(اس کی باتوں کو مت سوچ کفن پہن لے۔ اور مردانہ وارد دونوں ہاتھوں سے اسے ملنا چھ لگا)

حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب کو چاہئے کہ اپنے کھانے کا سامان موت کے پیالے کو جانے،

اپنی پوشاک کفن کو مان لے، اور اپنی فرار گاہ قبر کو سمجھ لے تاکہ اپنے اصل کام کا غم کھاسکے اور مسلسل

حق سبحانہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول ہو سکے جب ایسا ہو جائیگا تو اور کوئی دوسرا غم اسکے دل

کو خراب نہ کر سکے گا۔ اور جس دل میں دوسرے کے غم نے گھر کر لیا ہو وہ دل تباہ و برباد ہے

لیس علی الخراب خراج (بنجر زمین شاہی خراج کے لائق نہیں ہوتی)

کہا گیا ہے کہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے

اور توبہ کی، مُرید ہوئے۔ گھر آئے پہلے دن دُنیا ترک کر دی دوسرے روز عقبی، تیسرے دن

خدا تک پہنچ گئے۔ پوچھے دن کسی نے پوچھا، خدا تک کب پہنچے؟ فرمایا گذشتہ

کل کے دن۔ پھر سوال کیا کیسے؟ کہا پہلے دن جب میں نے توبہ کی تو اپنے سر سے دُنیا کا خیال





اے بھائی! اقبال مندوں کے لئے سعادت کے سارے شرائط و اسباب موجود ہوتے ہیں اور تمام بد بختوں کے لئے شقاوت (بد بختی) کے اسباب شرائط موجود ہوتے ہیں۔ اقبال والوں کی راہ میں ایک تنکا بھی حائل نہیں ہوتا اور ادا والوں کی راہ میں سیکڑوں پہاڑ اکھڑے ہوتے ہیں۔ کیا کہا جاسکتا ہے؟ کل میسر لما خلق لہ۔ (جو جس کام کے لئے پیدا ہوا ہے وہی کام اسکے لئے آسان ہو جاتا ہے) اگر کوئی کہے دوڑوں ہی بندہ ہونے میں برابر ہیں۔ پھر یہ فسق کہاں سے پیدا ہوا؟ بتاؤ۔ اس بار میں علماء کے علوم، عقلا کی عقلیں گم ہیں تو جواب کون سے ہے

بیرون ز تحب اے سپہ حیت بگو واقف شدہ ہر کار جہاں کیست بگو  
(اے عزیز! بتاؤ اس تحب، اچنبھے سے باہر کیا۔ تو اسکے کارخانہ عام سے آگاہ کون ہے؟)  
وہ خوب جانتا ہے کہ سعادت کس کے نصیب میں ہے اور عاقبت کس اندر ہے۔ اللہ اعلم  
حیث يجعل رسالتہ۔

بادم نکتہ غلط شماری کہ کن۔ جو سے نکتہ در اختیار کی کہ کن۔  
(میری سانس کی کوئی غلط شماری نہیں کی جاتی۔ اور کوئی نظم نہیں کر جاتا بدہ نتیجہ بھی دینا جاتا ہے)  
یہی وہ خواجہ فنیل عیاض ہیں جو رازنی میں مشغول رہتے، خطاب ہوتا ہے۔ اے فنیل!  
تم یہاں آ جاؤ کیونکہ تم میرے خاصان میں سے ہو۔ بلعم باغور جو سو سال سے عبادت کا منہا بچا ہے بیٹھا تھا اُسے حکم ہوتا ہے میرے سامنے سے دُور ہو جا۔ کیونکہ تُو نیر ارانڈہ ہوا ہے اور حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو بت کے سامنے پکڑ لاتا ہے اور سو ہزار دولت و نعمت ان کے مات پر نثار کر دیتا ہے۔ معلم الملکوت کو جومات سو ہزار سال سے ان کے دیپر معتکف تھا وہاں سے نکال کر رانڈہ درگاہ کر دیتا ہے ان علیک لعنتی (تجھ پر میری لعنت) کا داغ اس کی پیشانی پر لگا دیا جاتا ہے کس کا کیجہ ہے کہ وہ کہے ایسا کیوں اور ویسا کیوں نہیں مدت ہوئی ڈنکا پیٹ دیا گیا فعال لہا یرید (جو چاہتا ہے گزرتا ہے) کی مہر سکوت سار جہاں کے منہ پر لگا دی گئی ہے۔  
اسی کو کہا ہے

این شہر ہنست من دران خود میرم تا خود ز نم و خود کشم و خود گیرم  
(یہ میرا اپنا ملک ہے میں اس ملک کا مالک مطلق ہوں، میں خود وار کرتا ہوں خود قاتل ہوں اور خود گرفتار بھی کرتا ہوں)  
لانہ مالک المطلق فله التصرف المطلق جب وہ مالک مطلق ہے تو تصرف کا حق بھی پورا پورا

اسی کو ہے۔

مزن دم چوں نہ در خورد این راز تن اندر ده و تو هم با وقت می ساز

قبائے راز بر بالائے جان نیست کہ جاں راز چینیں رازے نشان نیست

دریں دریاست در ہائے نہانی! کہ می داند بگو تا تو بدانی !!!

(دیکھو ساکت رہو، جب تم اس راز کے لائق نہیں ہو، پس خود کو ڈال دو اور وقت کے ساتھ گزارا کرتے رہو۔ اسرار کی قباجان کے اوپر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وہ راز ہے کہ خود جان کو بھی اس کی تیر نہیں اس سمندر میں پوشیدہ موتیوں کا انبار ہے۔ بتاؤ! ایسے کون جانتا ہے جو تم جان لو گے) ہاں تو اس پر اعتقاد رکھو اور بندگی کرتے رہو کیونکہ بندہ کے لئے سرداری محال ہے یہی وہ راز ہے جو کہا ہے

بندہ آن بہتر کہ بر فرماں رود کز خداوند آنچه خواہد آن رود

(بہترین بندہ وہ ہے جو اس کے احکام پر چلتا رہے اور اپنے مالک کے تقاضے کو پورا کرتا رہے) خواجہ عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ قیاس کرے کہ اس ذریعے سے اس راہ کی کچھ چیز اس پر کھل جائے گی یا یہ گمان کرے کہ مجاہدہ و بندگی کو لازم کر لینے سے عالم اسرار سے کچھ اس پر منکشف ہو جائے گا تو وہ غلطی پر ہے۔ ویسا ہی ہے

جاں باز کہ وصل او بدستان ندہند شیراز قدح شرع بمستان ندہند

آنجا کہ بہم باو بنوشند مردان یک جرعه ازاں بخود پرستان ندہند

(جان پر کھیل جا کہ وصل جاننازوں کے سوا ہوشیاروں کو نہیں دیتے ہیں۔ شرع کے جام سے مستوں کو دودھ نہیں پلاتے ہیں مردان راہ اکٹھے ہو کر جہاں عشق کی شراب پیتے ہیں اس میخانہ سے ایک چلو بھی خود پرستوں کو نہیں دیتے)

خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی نقل ہے آپ نے فرمایا کوئی شخص اس وقت تک مردونگی

درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک یہ چھ گھائیاں طے نہ کر لے اول یہ کہ آسان طلبی کا دروازہ اپنے

اوپر بند کر لے اور سختی و مشقت کا دروازہ کھول لے۔ دوسرے عزت کا دروازہ خود پر بند کر لے اول

ذلت و رسوائی کا در کھول لے۔ تیسرے آرام و آسائش کا در خود پر بند کر لے اور غم و رنج کا در

کھول لے، چوتھے نیند خود پر حرام کرے اور ہمیشہ بیدار رہے، پانچویں دولت مندی کا در اپنے

اوپر بند کر لے فقر کا دروازہ کھول لے۔ چھٹے زسبت کی امید کا دروازہ بند کر لے اور ہمیشہ موت

آبادہ دستدرہے۔ اسی راز کو کسی نے کہا ہے۔

جانے دارم کہ بار عشق تو کشد تادرس کارت نشود نگریم  
(میں وہ جان رکھتا ہوں کہ جو آپ کے عشق کا بار اٹھاتا ہے۔ جب تک یہ جان آپ کے کام نہ آجائے اس وقت تک  
قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتا ہوں)

دُنیا کا غم آخرت کی بے غمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ من احب الدرہم لا یحب الاخرۃ۔

(جس نے روپیہ پیسہ کو محبوب رکھا اسے آخرت کی محبت نہیں ہوگی) اور یہ جو کہا گیا ہے دنیا

دارالمرضی والناس فیہا عجائزین وللمجانین فی دارالشفاء الغل والقید۔

(دنیا بیماروں کا گھر ہے دنیا والے پاگل ہیں اور پاگلوں کو شفاخانہ میں قید اور سیڑیاں دی جاتی ہیں)

تو یہ صحیح ہے کہ ہماری نفسانی خواہش ہمارے لئے پیری ہے اور ہمارے گناہ ہمارے لئے قید ہیں۔

اصحاب بصیرت کہتے ہیں مال کی محبت ”دیدہ دل“ کا اندھا پن ہے اور جاہ و مرتبہ کی محبت

”دیدہ اسرار“ کی نابینائی ہے۔ جب دل نابینا ہو تو آخرت کے احوال اس سے پوشیدہ ہو گئے اور جب

سر نابینا ہو تو حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ اسے پوشیدہ ہو گئی۔ ازلی بدبختی کا کیا علاج۔ رباعی

بدبختی را گرہ کشودن نتوانم احوال بہر کسے نمودن نتوان!

گر چہ سرخ فلک بہرہ ما غم کارد شادی بہمہ حال دسودن نتوان!

(کسی کی بدبختی کی گرہ کھولی نہیں جاسکتی، ہر شخص پر حقیقت کے احوال کھولے نہیں جاسکتے۔

آسماں اگر ہمارے لیے غم کا بیج بوتا ہے تو کسی حال میں بھی ہم اسے خوشی کے پھل کاٹ نہیں سکتے)

میری تحریروں میں سے جو کچھ آں برادر تک پہنچی ہے اُسے ہمیشہ مطالعہ میں رکھیں، دل کی

پوری حاضری کے ساتھ عادت کے طور پر نہیں جیسے افسانے اور قصے پڑھے جاتے ہیں۔ اگر تنہائی

میں ہو تو بہتر ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب ایسا زمانہ آجائے کہ یہ بزرگان نہ ملیں تو کیا کروں؟ انہوں

نے فرمایا ان کی کتابوں سے ایک جز بھی روزانہ پڑھ لیا کرو۔ یقیناً جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے

تو روشنی چراغ سے لی جاتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

از بخت بدم اگر فرود شد خورشید از نور زخست مہا چراغ گیرم

(اگر میری بدبختی سے آفتاب غروب ہو گیا تو اے مرے چاند سے محبوب ہیں کیوں آپ کے رُخ سے روشنی نہ لوں)

جیسا کہ کہا ہے القلم احد اللسانین (قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے) تو جو کچھ ان بزرگوں کی زبان قلم سے سُنتے ہیں گویا ان کی زبان سے سُنتے ہیں گویا اُنکے دل سے نکلی ہوئی بات سُنی جاتی ہے اس لیے قلم کے فرمان پر حکم زبان کے بیان کا ہوگا اور زبان کے بیان پر دل کے بیان کا حکم ہوگا اور ان بزرگوں کا دل حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کا کلام سُنتا ہے تو گویا ان کے دل سے نکلی ہوئی باتیں کلام حق سبحانہ تعالیٰ ہوں تو یقیناً جس نے ان کے قلم سے نکلی ہوئی عبارت کی اطاعت کی وہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی باتوں کا مُطیع ہے اور جو زبان کا مُطیع ہے وہ دل کی عبارت کی اطاعت کرنے والا ہے اور جو دل کی اطاعت کرنے والا ہے وہ حق سبحانہ تعالیٰ کا مُطیع ہے۔

ومن يطع الرسول فقد اطاع الله - (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ایک ہوئی۔ غور کرو ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

واسطہ میں قوم را برخواست است قول ایثاں لاجرم بس راست است

چوں نبی بنیند غیرے در مجاز جملہ زو شونند وزو گویند باز!

(جب اس قوم کیلئے سارے واسطے اٹھ گئے تو لازماً ان کا فرمودہ صحیح و درست ہے۔ وہ جب عالم مجاز میں غیر اللہ کو نہیں دیکھتے تو جو کچھ اس وحدہ لا شریک سے سُنتے ہیں اسی کو بیان کر دیتے ہیں)

اور وہ جو کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ارادہ (ذات) کو پیر کے آئینہ میں دیکھنا ہوتا ہے۔

وہ یہی ہے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خدا کو حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک

میں دیکھا، معرفت کے معنی میں۔ اور اوامر و نہی کی معرفت حق تعالیٰ سے آپ کے دل مبارک کو

پہنچی تو حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک حضرت ابوبکر صدیق کے لئے آئینہ تھی۔

خدا کو اس آئینہ میں دیکھا (اسی طرح پیر کا دل مُرد کیلئے آئینہ ہے) اس معنی کے اعتبار سے اگر کوئی اعتراض

کرے کہ اس تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ خدا پیر کی جان کے اندر ہے؟ تعالیٰ الله عن ذلك علواً کبیراً۔

اے بھائی! اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے خود کو آئینہ میں دیکھا۔ کیا اس کے یہ کہنے

سے لازم آتا ہے کہ وہ آئینہ کے اندر تھا اسی سے سمجھنا چاہئے یہاں بھی یہ لازم نہیں آتا صنایع

اپنی صنعت کے اندر ہوتا ہے لیکن جیسا کہ صنعت بغیر صنایع کے محال ہوتا ہے تو جس کسی صنعت

میں نگاہ کی تو اس نے یہ جان لیا کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے اور اس کا یہی جاننا صنعت میں

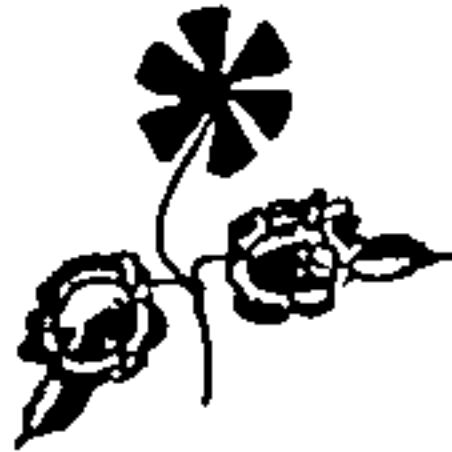
صنایع کا دیکھنا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ مصرعہ۔ درہر چہ نگہ کنم ترا می بینم۔

میں جس چیز کو دیکھتا ہوں تبھی کو دیکھتا ہوں۔ اسی طرح بلا سرق پیر کی جان پاک میں مرید کا خداوند تعالیٰ کو دیکھنا ہے المؤمن مرآة المؤمن (ایک مومن حقیقی دوسرے مومن کا آئینہ ہے) کا اشارہ اسی طرف ہے اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ خود کو دیکھے کہ وہ مومن ہے یا کافر، منافق ہے یا مخلص، تو اس سے کہو کہ وہ مردانِ کامل کے آئینہ کمال میں دیکھے کہ وہ کیا ہے؟ لیکن اس کے لئے چشم بینا چاہئے۔ اندھے کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ آئینہ میں اپنے اندھے پن کو دیکھے۔ اس کے لئے حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح دیدہ ور ہونا چاہئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آئینہ میں اپنی کمی کا معائنہ فرمایا۔ ابوہل جو نیٹ اندھا تھا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آئینہ سے اُسے کیا فائدہ پہنچتا۔

آہ، آج یہ غم کسے دامنگیر ہے؟ دریا میں مچھلیاں، ہوا میں پرندے۔ ہمارے تمہارے حال پر گریہ کناں ہیں۔ آج ہی اپنے حال پر نوحہ و گریہ کر لینا چاہئے کہ کسی اور کو ہمارے تمہارے مرنے کا غم نہ رہے۔ اموات غیر احیاء بل لایشعرون ط (یہ دیکھنے میں زندہ نظر آتے ہیں درحقیقت یہ مردہ ہیں اور ان میں کوئی شعور نہیں) ہماری یہ صفت ہو چکی ہے۔ ہم لوگوں سے یہ بھی محال ہی نظر آتا ہے (کہ ان کے کلمات سے بہرہ ور ہوں) ۷

من جملہ کتابِ شاہِ زیری خوانم خواہم کہ در ایثاں بر رسم نتوانم  
(میں ان بزرگوں کی ساری کتابیں پڑھ جاتا ہوں چاہتا ہوں کہ اس کے مغز تک پہنچوں لیکن رسائی نہیں ہوتی)

والسلام  
حقیر شرف منیری



# مکتوب ۱۳

## صحبت کا اثر اور ظاہری و باطنی ولادت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ عمر شرف منیری کی جانب سے خصوصی دُعا

اے بھائی! بہت قبل یہ کہا جا چکا ہے۔

صحبت نیکان ز جہاں دور گشت    خوانِ غسل خانہ ز نبور گشت

(اچھوں کی صحبت دنیا سے بہت دور ہو چکی، شہد کا چھتا برنوں کا گھر ہو گیا)

اگرچہ ہم بید و لتوں کا زمانہ ایسا ہی ہے لیکن جب کہ اس گروہ صوفیاء کے اخلاق و اوصاف کا حصول جو ولادت معنوی ہے اور آج یہ ان کی تقلید کے بغیر دشوار ہے۔ اور وہ جو کہتے ہیں مرید پیر کا فرزند ہوتا ہے یہ اسی اوصاف و اخلاق کی رو سے کہا جاتا ہے ظاہر و صورت کے اعتبار سے نہیں۔ اور یہ ولادت اس گروہ صوفیاء کی خدمت و صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور صفت کی یہ نسبت جو ولادت ثنائی ہے ان پر ثابت نہیں ہوتی تو جہاں تک ممکن ہو اس کے حصول میں کوشش کرنی چاہیے المرء علی دین خلیلہ (ہر آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے) وقت کا اہم تقاضا ہے اور آدمی کے اپنے محبوب کے دین پر ہونے کا اشارہ صحبت ہی کی جانب ہے۔ اگرچہ کوئی شخص کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہو اور اسے اچھے لوگوں کی صحبت حاصل ہے تو وہ بھی نیک و اچھا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، بُروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو وہ نیک صفت آدمی بُرا ہی بن جاتا ہے۔ الصُّحْبَةُ تَوَشِّرُ (صحبت اثر کرتی ہے) یہ بالکل سچ ہے۔

باجدائ کم نشیں کہ درمانی    نو پذیر است نفس انسانی  
صحبت نیک راز دست مدہ    کہ مہ و یہ شوی ز صحبت بہہ

صحبت باغبا بفصل بہار بادراہر زمان کسند عطار  
 روحن کجندی کہ بودش عام شد ز گلہا عزیز و نیکو نام  
 (بروں کی صحبت میں نہ بیٹھو ورنہ تم بھی برے ہو جاؤ گے۔ انسان کی جان  
 خصلتوں کو قبول کرنے والی ہوتی ہے۔ دیکھو، اچھی صحبتوں کو ہاتھ سے جانے  
 نہ دو، اس لئے کہ اچھوں کی صحبت میں رہ کر تم بھی چاند کی طرح اچھے بن کر چلو گے۔  
 باغیچوں کی صحبت فصل بہار میں ہوا کو عطر بسیر بنا دیتی ہے۔ تل کا تیل جو معمول ہوتا  
 ہے پھولوں کی صحبت کی وجہ سے پسندیدہ قیمتی اور نیک نام ہو جاتا ہے۔)

اور خواجہ سعدی کے اشعار ہیں۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم  
 بدو گفتم کہ مشکی یا عنبری کہ از بوئے دل آویز تو مستم  
 بگفتا من گل نابینہ بودم و لیسکن مدتے با گل ز شستم  
 جمال، منشیں در من اثر کرد و گر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم  
 (ایک دن حمام میں کچھ خوشبو مٹی پیارے محبوب کے ہاتھ سے نیچے لی، میں نے  
 اس مٹی سے پوچھا تو زعفرانی ہے یا مشکی ہے، کہ تیری اس دل آویز خوشبو سے میں  
 مست ہو رہا ہوں۔ اس نے کہا میں ایک نابینہ مٹی تھی لیکن مدت تک پھولوں کے  
 ساتھ رہی ہوں، میرے، منشیں کی خوبیوں نے مجھ میں اثر کر لیا ہے، ورنہ میں تو  
 وہی مٹی ہوں جو پہلے تھی۔)

اسی مقام کی بات ہے جو کہتے ہیں کہ صاحب استعداد طالب کو کسی مر و کمال کی ایک  
 روز کی صحبت اگر میسر ہو جائے تو یہ ایک روز کی صحبت وہ کر دیتی ہے جو چالیس پچاس  
 سال کی ریاضیت و مجاہدے سے ہوا کرتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔  
 محبوب شدی ز صحبت خود اے دوست برو قلندری شو

(اپنی صحبت ہی کی وجہ سے توجاب میں ہو گیا ہے۔ اے دوست! جا اور قلندر ہو جا۔)

لامحالہ ان بزرگوں کی صحبت کے بغیر مرید و طالب کی ہلاکت ہے الشیطان مع الواحد  
 (کیلے رہنے والے کے ساتھ شیطان لگ جاتا ہے) اور جہاں دو شخص ہوتے ہیں وہاں سے وہ دور

بھاگتا ہے۔ مشائخ طریقت اسی سبب سے مریدوں کو ہمیشہ صحبت کی تاکید فرماتے رہتے ہیں۔ صحبت کا اثر کسی صاحب عقل سے پوشیدہ نہیں ہے۔ باز (جو ایک شکاری پرندہ ہے) آدمی کی صحبت سے دانا ہو جاتا ہے۔ اور طوطی آدمی کے سکھانے سے بولنے لگتا ہے۔ گھوڑا آدمی کی تعلیمی کاوش سے بہمی صفات سے آدمی کے عادات اختیار کر لیتا ہے۔ اور ایسا چوپایہ جو جفت نہیں ہوتا اُسے کچھ روز جفت ہونے والے چوپایہ کے ساتھ باندھ دیں تو وہ سیدہ ہو جاتا ہے اور جفتی ہونے لگتا ہے۔ یہ سب صحبت ہی کے اثر سے ہے، صحبت میں بڑی تاثیر ہے اور بہت زبردست قوت ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اسپ تو سن ز اسپ ساکن رگ گشت ہچو اگر نہ شد ہم تک

(سرکش گھوڑا پر سکون گھوڑے کے ساتھ رہ کر نیک ہو جاتا ہے اگرچہ رفتار میں اس کا ہم پلہ نہیں ہوتا)

چنانچہ کہتے ہیں اگر کسی مردار کو نمک کے ڈھیر میں ڈال دو تو وہ

آہستہ آہستہ کچھ دن میں نمک ہو جاتا ہے پھر اسے نمک ہی کہا جائے گا۔ تو کیا کہتے

ہو ان بزرگوں کے بارے میں جن کی نگاہ دوا ہو اور جن کی باتیں مرض کے لئے شفا ہوں۔ اور

خدا ہی سے بولنے والے اور خدا ہی سے خاموش رہنے والے ہوں۔ تمام عادات و خصائل

کو تَخَلَّقُوا بِاخْلَاقِ اللّٰهِ سے آراستہ کئے ہوئے ہوں اور شیطان و نفس کے دست رس

سے باہر اور آزاد ہو چکے ہوں۔ ان کے اسرار و روامز مقام اسرار الہی ہو گئے ہوں سلطان الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء

بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) کی مثال خلق اللہ کی دعوت کے سجادہ پر فائز ہوں۔ ایسے

لوگوں کی صحبت تمہیں کیا سے کیا بنا دے گی۔ اگر مردہ ہو تو زندہ کر دیگی، اگر شیطان ہو تو

فرشتہ بنا دے گی، اگر تانبہ و لوہا ہو تو سونا میں تبدیل کر دے گی، اور اگر مرد زندہ ہو تو

تمہیں سارے جہاں کے لئے اکسیر بنا دے گی اور اگر تم اسفل السافلین میں گر چکے ہو

تو اعلیٰ علیین پر پہنچا دے گی۔ اسی کو کہا ہے

گرد تو حید گرد بالفرید چکنی صحبت کہ آن قلبید

(ایسی صحبت کہ کیا کرنا جو صرف قلبید ہی قلبید ہو توحید کے گرد و بگرد گداؤ کسی

صاحب تفرید کے ساتھ)



ذرا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی طرف دیکھو یہ سب کے سب بتخانہ میں بتوں کے آگے سجدہ  
 ریز تھے مگر اسی کے صحرا میں گرے پڑے تھے یکا یک سلطان الانبیار والاویار کی صحبت پاک  
 کا آفتاب جہاں تاب عالم پر طلوع ہوا اور وہ سب کے سب دین اسلام کے آسمان کے  
 درخشاں ستارے بن گئے سارے جہاں کے مخلوق کی ہدایت ان کی اقتدار کے ساتھ وابستہ  
 ہو گئی سارے عالم میں ان کی اس دولتِ عظمیٰ اَصْحَابِی كَالنَّجْمِ بِأَيِّهِمْ اِقْتَدَايَتُمْ اِهْتَدَا  
 (میرے صحابی ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پانے والوں میں ہوں گے۔)

کا نقارہ بجا دیا گیا۔

سبحان اللہ! کہاں تھے کہاں پہنچ گئے صحبت کی کیا ہی اعلیٰ کیمیا گری ہے اسی سے  
 خوب جان لو کہ یہ تمام نعمت و دولت اس گروہ صوفیاء کی صحبت ہی میں ہے اسی کو کہا ہے کہ  
 سایہ خورشید سواراں طلب رنج خود و راحت یاراں طلب  
 (خورشید سواروں کا سایہ طلب کرو، اپنے لئے رنج و تکلیف اور دوستوں کے لئے  
 راحت و آسائش مانگو۔)

خورشید سوار حقیقتاً ہی لوگ ہیں کہ اپنی ہمت سے کون و مکاں کے بالا خانہ پر قدم رکھے  
 ہوئے ہیں، ان خورشید سواروں کے آگے خود آفتاب کی کیا حقیقت ہے۔ ان بزرگوں کی  
 خدمت کے لئے کمر باندھ لو ان پر دل و جان، مال و مرتبہ، زن و فرزند، گھر و در، سب قربان کر دو  
 شاید ان کے سایہ دولت میں کوئی جگہ تم کو مل جائے۔ اسی کی جانب اس شعر میں اشارہ ہے کہ  
 تاجیکے بایزید یعنی نسرود خدمت صد یزید باید کرد۔  
 (ایک بایزید یعنی دیندار، مرد کامل کو دیکھنے کے لئے سو یزید یعنی دنیا دار کی  
 خدمت کرنی پڑتی ہے۔)

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کتنے سال عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آپ  
 رہے؟ انہوں نے سائل کی طرف شرر بار نظر سے دیکھا اور کہا میں صحبت میں نہیں رہا بلکہ خدمت  
 میں رہا ہوں۔ اور حقیقتاً بات بھی یہی ہے۔ صحبت دراصل خدمت ہی ہے گرچہ گفتگو میں صحبت  
 کہتے ہیں۔ جب طالب صادق ان بزرگوں کی صحبت میں داخل ہوتا ہے تو ان کے آداب،  
 ان کے اخلاق اسے میسر آتے ہیں اور پاکیزہ حوال، لطیف معانی صحبت کے اثر سے ان میں

سراپت کرنے لگتے ہیں جس طرح ایک نیا چراغ جب دوسرے روشن چراغ سے متصل ہوتا ہے تو وہ بھی روشن ہو جاتا ہے۔ پیری و مریدی کا حقیقی مسئلہ اسی سے ثابت ہوتا ہے اور پیری و مریدی کے اسرار اسی سے معلوم ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حسن الطاف سے صحبت کی بنا پر جو پیر و مرید کے درمیان ہے مرید پیر کے اجزائیں سے پیر کا ایک جز ہو جاتا ہے جیسے فرزند ظاہری ولادت میں باپ کی صورت یعنی جسم کا ایک جز ہے تو اسی سے دو ولادت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک ولادت ازراہ صورت یعنی ظاہری اعتبار سے اور دوسری ازراہ صفت یعنی معنوی اعتبار سے۔ تو ازراہ صورت بیٹا اپنے باپ کا فرزند ہے اسی طرح ازراہ صفت مرید اپنے پیر کا فرزند یعنی معنوی اولاد ہے اور وہ جو جناب عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا لَنْ يَلِجَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْ لَمْ يُؤَلِّدْ مَرَّتَيْنِ جو شخص دو بار پیدا نہ ہو وہ آسمان و زمین کے ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یعنی جس طرح ولادت ظاہری سے "ملک" یعنی دنیا میں داخل ہوا اور عالم ملک یعنی دنیا کا مشاہدہ کیا اسی طرح ولادت معنوی میں آسمان و زمین کے ملکوت یعنی عالم باطن میں داخل ہوا اور اس عالم ملکوت میں اللہ تعالیٰ کے جملہ خزانے اور اسرار و رموز الہی سب کے سب اس پر کھل گئے۔ اسی کو کشف کہتے ہیں۔ "ملک" ظاہری دنیا کو کہتے ہیں۔ اور "ملکوت" باطن دنیا کو۔ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (اور اس طرح ہم نے دکھائے ابراہیم کو ملکوت الہی و سماوی تاکہ یقین محکم ہو جائے۔ اور حرف یقین بدرجہ کمال۔ "ولادت صفت" یعنی ولادت ثانوی ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ كَوُكُشِفَ الْعِطَاءُ مَا زِدَتْ يَقِينًا (اگر پردہ ہٹ جائے تو کیا یقین میں زیادتی نہ ہوگی؟) درجہ کمال میں یقین کے بعد اور کیا اضافہ۔ اور اس ولادت صفت یعنی معنوی ولادت سے انبیاء علیہم السلام کی میراث کے مستحق ہوتے ہیں الْعُلَمَاءُ وَرِثَةُ الْأَنْبِيَاءِ (علماء انبیاء کے وارث ہیں) حقیقتاً ہی لوگ ہیں۔ نہ یہ کہ وہ لوگ جو آج اپنی خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ ہم عالم ہیں ان بزرگوں کے نزدیک ابھی تک ایسے ہی ہیں کہ ماں کے شکم میں باپ کے صلب سے بھی نہیں پہنچے۔ ایک عزیز نے اسی معنی میں کہا ہے

ماہ رویاں چوتیرہ ہوشا نند      جاہ جویاں دین فروشا نند  
ہمہ در علم سامری وارند      از بروں موسیٰ از دروں مارند

سرباغ و دل زمین دارند کہ دل عقل و شرع و دیندارند  
از رہ شرع و شرط برگشتہ تشنہ خون یکدگر گشتہ

(ظاہری چمک دمک والے تار یک عقل والے ہیں۔ جاہ و مرتبہ دنیا کے طالب اور دین فروش ہیں۔ سب کے سب علم میں سامری کی طرح ہیں، باہر سے موسیٰ اور اندر سے سانپ ہیں۔ سرباغ میں اور دل زمین میں رکھتے ہیں۔ دل، عقل، شرع اور دین والے کب ہیں۔ شرع کی راہ اور اس کی شرائط سے برگشتہ ہیں۔

اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔)

اے بھائی! بزرگوں کا قول ہے کہ جس کسی تک انبیاء کی میراث نہیں پہنچی ہے وہ اب تک پیدا ہی نہیں ہوا ہے اگرچہ وہ دانشوری کے کمال تک پہنچ چکا ہو۔ (یعنی بڑی سے بڑی دیگریاں رکھتا ہو) ایسی عقل جو شرع کے نور سے غاری ہو وہ ملکوت میں سیر نہیں کر سکتی اور کائنات کے رومز و اسرار سے آگاہ نہیں ہو سکتی اور شرع کے نور سے منور نہیں ہو سکتی۔ جب تک ولادت صفت یعنی ثانوی ولادت نہیں حاصل ہوتی۔ جیسا کہ میں نے کہا۔ اور وہ لوگ یعنی علماء ظاہر جن کا ذکر اوپر نہیں ہوا وہ انبیاء کے میراث کے وارث نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ ان کی نگاہ صورت و ظاہر سے آگے نہیں بڑھتی ہے وہ صرف ظاہری عبارت ہی میں غم بسر کرتے ہیں۔

راہ دین صنعت عبارت نیست جز خرابی در و عمارت نیست  
(دین کی راہ بناوٹ و عبارت آرائی میں نہیں ہے اس میں تو تخریب کے سوا کوئی تعمیر نہیں ہے)

اے بھائی! یہ ساری دولت و نعمت اس گروہ صوفیاء کی خدمت و صحبت ہی سے وابستہ ہے۔ آج ہر شخص گھڑ میں بیٹھ کر شراق و چاشت پڑھ کر اسے حاصل کرنا چاہتا ہے حسرت و افسوس ہے شاید خواب میں بھی نہیں دیکھے گا۔ یہ ریبا کی سنو کیا ہے۔

اسرار خرابات بدستان نہ بری تا سجدہ بہ پیش بت پرستان نہ بری  
پاکیزہ نہ گردی تو ز آلائش خود تا بر سر خود سبور مستان نہ بری  
(خرابات کے اسرار باہر نہ لیجاؤ۔ جب تک بت پرستوں کے آگے سجدہ نہ کرو۔ تم اپنی آلودگیوں سے اس وقت تک پاک نہیں ہو سکتے جب تک مستوں کے شراب کا گھڑا اپنے سر پر نہ لیجاؤ۔)

حضرت ابو بکر طستانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اصعبوامع اللہ، فان لم تطيقوا  
 فاصعبوامع من يصحب مع اللہ، لیوصلکم برکات صحبت الی صحبتہ اللہ۔  
 صحبت کر و خدا تعالیٰ کے ساتھ اور اگر یہ استعداد نہیں رکھتے ہو تو ایسے شخص کی صحبت اختیار  
 کرو جو خدا کی صحبت میں رہتا ہو تاکہ ان کے برکات تمہیں خدا کے حضور تک پہنچا دیں۔ اور ان کی  
 پہچان یہ ہے جو کہا ہے۔

جانفردشاں بارگاہ عدم خرقہ پوشاں خانقاہ قدم

خوردہ یک بادہ بر رخ ساق ہرچہ باقیست کردہ در باقی

معتکف در سرائے راز ہمہ بے نیازان از پئے نیاز ہمہ

(بارگاہ عدم کے جانفروش، خانقاہ قدم کے خرقہ پوش نے ساقی کے سامنے ایک باپنی  
 کے جو کچھ بیچ رہا اُسے چھوڑ دیا، سب سرائے راز میں معتکف ہیں اور بارگاہ ایزدی میں

نیاز مندی کی وجہ سے سب بے نیاز ہیں۔)

گروہ صوفیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مرید کو اپنے پیر کے ساتھ دو وقت خاص ہے ایک  
 وقت شیر خوارگی (دودھ پینے کا) اور دوسرا وقت دودھ چھوڑنے کا۔ جس طرح فرزند ظاہری  
 اگر شیر خوارگی کے زمانہ میں ماں سے جدا ہو جائے تو اس بچہ کی ہلاکت ہے اسی طرح فرزند  
 صفائی یعنی اولاد معنوی اگر شیر خوارگی کے زمانہ میں اپنے پیر سے جدا ہو جائے تو ہلاک  
 ہو جائے گا اور فرزند ظاہری کے ایام رضاعت یعنی شیر خوارگی کی مدت معلوم ہے لیکن فرزند  
 معنوی کے دودھ پینے کی مدت جانتے ہو کیا ہے؟ پیر کی صحبت کو اپنے لئے لازم کر لینا اور  
 کیوں کہ پیر ہی اس کی مدت رضاعت کو جانتا ہے تو مرید جو اپنے پیر کا فرزند معنوی ہے  
 اُسے اپنے پیر سے اس وقت تک جدا نہ ہونا چاہیے جب تک پیر حکم نہ دے۔ مرید کے  
 اس شیر خوارگی سے جدا ہونے کے وقت کو پیر ہی جانتا ہے کہ مرید اپنی ذات سے مستقل  
 صاحب صلاحیت ہو گیا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ اس کے دل کی آنکھ روشن ہو جائے  
 اور خداوند تعالیٰ کی معرفت اور اس کی تمہیہات یعنی منشاء و ارادہ کو سمجھنے لگے کہ ہذا افضل  
 من اللہ، اور یہ خاص اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے۔ اور اگر اس مقررہ و منظم وقت پہلے ہی  
 جدا ہو جائے گا تو راستہ ہی میں غلیل ہو جائے گا اور دنیا و دنیا کے حرص ہو جس میں مبتلا

ہو جائے گا اور اس کی سنگین ہلاکت ہوگی جس طرح فرزند ظاہری کے شیر خوارگی کے زمانہ سے پہلے جدا ہونے میں ہوتا ہے اسی طرح بلا فرق فرزند معنوی میں بھی ہوتا ہے اور یہ روزمرہ مشاہدہ میں آتا ہے لیکن دیکھئے! کس خوش قسمت کو یہ راہ ملتی ہے اور کس بد نصیب کو بے راہ چھوڑ دیتے ہیں۔ رباعی سے

از تو بچے نالم کہ ذکر داور نیست      وز دست تو باج دست بالا تر نیست  
 و آں را کہ تو رہبری کنی گم نہ شود      و آں را کہ تو گم کنی کے رہبر نیست  
 (آپ کے کئے کی فریاد کس کے آگے کروں، کہ آپ کے سوا کون فریاد رس نہیں اور آپ کی حاکمیت سے بڑی کسی حاکمیت نہیں جس کی آپ رہبری کریں وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا، اور جسے آپ ہی بھلا دیں اس کی رہبری کوئی نہیں کر سکتا۔) مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَلَامُضِلٌّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَاهَادِيٌّ لَهُ (جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں) یہ کسی کی اپنی طاقت سے نہیں یہ محض عطا فرمانے والے کی عطا و نوازش ہی سے ہوتا ہے۔

شب تاریکِ دوستانِ خداے      می درخشد چو روزِ رخشنده  
 این سعادت بزورِ بازو نیست      تا نہ بخشد خداے بخشنده  
 (محبانِ خدا کی تاریک راتیں، روزِ روشن سے بھی زیادہ تابندہ و درخشنده ہوتی ہیں اور یہ سعادت کسی کو اپنی قوتِ بازو سے نہیں ملتی جب تک خداوندِ عم نوالہ نہ عطا فرمائے۔)  
 اے بھائی! جس طرح اس گروہِ صوفیاء کی صحبت عزیز و لطیف ہے، ان کی صحبت کے آداب بھی عزیز و باریک ہیں اور ان آداب کی رعایت نگہداشت بھی صحبت کی واجبات میں سے ہیں۔ ان ساری باتوں کی گنجائش مکتوب میں نہیں ہے الْعِلْمُ يُؤْخَذُ مِنَ افْوَاهِ الرِّجَالِ (علم اہل علم کے انفاسِ طیبہ یعنی ان سے کلام کر کے حاصل کیا جاتا ہے)۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا، علوم میں اس درجہ پر آپ کیسے پہنچے؟ فرمایا جو میں نہیں جانتا ہوں اس کے پوچھنے میں کسی سے میں نے شرم نہیں کی۔

بپرس ہر چندانی کہ ذلّ پر سیدن      دلیل راہ تو گرد و بعز و دانائی  
 (جس کا تجھے علم نہیں وہ جاننے والے پوچھ کیوں کر پوچھنے کی ذلت ہی تیری عزت و دانائی کا چراغ راہ ہوگا)

والسلام

# مکتوب ۱۲

## مرید کی اطاعت پیر کے ان تمام حکموں میں جو وہ فرمائیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب شیخ عمر مذکور

آں برادر کا مکتوب ملا، اس کے مطالعہ میں باطنی اُنس تھا، لکھا ہے برسات کے بعد آنا ہوگا ہرگز ظاہری عذر کی موجودگی میں خود کو سفر کی مشقت میں نہ ڈالو کیوں کہ یہ بات تمہیدی یعنی یقینی ہے کہ القلوب تتشاهد والضمائر تتناجی، دل، دل کے مشاہدہ میں ہوتا ہے ضمیر میں سرگوشی کرتے ہیں۔ جب ایسا ہے تو امید ہے ملاقات کی غرض حاصل ہوتی رہے گی۔ اگر تم یہ کہو وہ استعداد اور کمال مجھے کہاں ہے کہ دل سے دل تک بات بیٹے اور کان و زبان کو خبر نہ ہو۔ مرید کو ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جیسا ہونا چاہیے، پیر کو حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند جیسا کہ ارشاد ہے مَا صَبَّ اللّٰهُ شَيْئًا فِی مَكْدُرٍ اِلَّا وَقَدْ صَبَّ فِی صَدْرِ سَائِبِ بَكْرِط جو کچھ اللہ کی جانب سے میرے دل پر پڑتا ہے وہ بعینہ ابابکر رضی اللہ عنہ کے دل پر پھیل جاتا ہے۔ اور یہ انصباب دل سے دل میں ہوتا ہے ایسے کہ کان و زبان کو خبر نہیں ہوتی۔ سبحان اللہ کیا ہی بلند مریدی ہے اور کیا ہی اعلیٰ پیری ہے جب سے یہ عالم قائم ہے نہ ایسا مرید دیکھا گیا اور نہ ایسا پیر سننے میں آیا۔ تو میرا جواب یہی ہوگا اور میں کہوں گا اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانِیْنَ (قلم دوزبانوں میں سے ایک زبان ہے) کی بنا پر اس دُعا گو کے جو خطوط آن عزیز تک پہنچے ہیں یا پہنچتے رہیں گے وہ سب اس دُعا گو کی زبان سے ہے اور جو بات میری زبان سے نکلی وہ میرے دل سے نکلی ہوئی ہے اور جب تم نے میری زبان کے حکم کو مانا تو میرے دل کے حکم کو قبول کیا۔ مَنْ يَطْعُ اللِّسَانَ فَقَدْ اطَاعَ الْقَلْبَ وَمَنْ يَطْعُ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ (جس نے زبان کی اطاعت کی اس نے قلب کی اطاعت

کی اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔) جب تم نے دیکھ لیا کہ ایک ہی ہے تو اس میں غور و فکر کرو وہ جو سنا ہے کہ مرید پیر پرست ہوتا ہے وہ یہی اطاعت ہے۔ اگر تمہارے حرکات و سکنات پیر کے ارشاد و فرمان کے موافق ہیں تو تم پیر کے مرید ہو۔ اور اگر اپنی مراد اور اپنی خواہش کی موافقت میں ہو تو تم اپنی مراد اور اپنی خواہش کے مرید ہو پیر کے مرید نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

تارہ برتت عادت خویش شیطان و منافق نہ درویش

خود را بر کاب رہبرے بند تا باز رہا ندت ازین بند

(جب تک تیری عادتیں تیرے خصائل تیرے رہبر ہیں اس وقت تک تو شیطان و منافق ہے

درویش نہیں۔ خود کسی راہبر کی رکاب پکڑ لے تاکہ وہ تجھے اس قید سے نجات دلا دے۔)

چنانچہ آج سارا جہاں پیر و مرید سے بھرا ہوا ہے اور ابھی اور بھی بڑھیکے گیوں کہ آخری زمانہ کا فتنہ دن بدن زیادہ ہی ہوتا جائیگا یہاں تک کہ وہ نوبت آجائے گی جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں ہماری امت پر وہ دن آئے گا کہ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوں گی مگر ان میں ایک بھی مسلمان نہ ہوگا۔

مگر وہ صوفیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر پیر کسی مرید کو ایسے کام کا حکم دے جو دین کے خلاف ہو اور مرید اپنے دین کے خلاف پیر کے حکم کی موافقت میں کرے تو وہ پیر کا مرید ہے۔ اور اگر پیر کے اس حکم کے خلاف اپنے دین کی موافقت میں عمل کرے تو وہ اپنے دین کا مرید ہے پیر کا مرید نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

او دلیل تو بس تو راہ مجوی او زبان تو بس تو یادہ گوی

ہرچہ او گفت راز مطلق داں ہرچہ او کرد کردہ حق داں

واسطہ این قوم را برخواست است قول ایشان لاجرم بس راست است

چوں نمی بیند وغیرے جز مجاز جملہ زوشنوند زو گویند باز

(تیرا پیر ہی تیرے لئے چراغ راہ ہے، اس کا فرمان ہی تیرے لئے سب کچھ ہے تو فتنوں کوئی نہ کر

جو کچھ پیر نے کہا اسے راز مطلق جان، اور جو معاملہ تیرے ساتھ انہوں نے کیا اسے حق کا کیا ہوا مان

جب اس گروہ سے واسطے اٹھ گئے تو یقیناً ان کا قول بالکل صحیح و درست ہوتا ہے جب سوائے

بجاز کے غیر حق کسی کو نہیں دیکھتے تو اسی سے باتیں سنتے ہیں اسی سے بولتے ہیں۔  
ایسے شخص کو پیر کا مرید نہیں کہا جائے گا متعلم کہا جائے گا جو ابھی اپنے دین کی تعلیم حاصل کر رہا  
ہے۔ اگر پیر پیری کرنے کے لائق نہیں ہے تو ایسے پیر کی اقتدار کرنے کے کیا معنی ہیں؟ اور اگر پیر  
قابل اقتدار ہے تو پھر مرید مقتدی کو پیر (مقتدا کے خلاف کرنا کیا۔ مریض کو طبیب کے حکم پر چلنے کے  
سوا چارہ نہیں ہے اسے کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ طبیب کو یہ کہے کہ فلاں دوا مجھے دوا اور فلاں  
دوا نہ دوا اور یہ کہے مجھے اس طرح رہنے دوا ایسے نہ رکھو اگر اس کو خود اس کا علم ہوتا تو اسے اپنے  
لئے طبیب کی کیا حاجت ہوتی اپنا علاج آپ کر لیتا۔ زہر جو بہلک اور جان لیوا ہوتا ہے وہی زہر  
بعض بیماریوں میں دوا ہو جاتا ہے پیرانِ طریقت باطنی علتوں کے طبیب ہوتے ہیں ہر مرض کی  
بیماری مختلف ہوتی ہے اور مختلف بیماری کی دوا بھی مختلف تجویز فرماتے ہیں۔ یہی اس شعر میں ہے یہ

ظاہر کار تو دیراں می کند لیک خارت را گلستاں می کند

پس عداوت ہا کہ آن یاری بود بس خرابیہا کہ معساری بود

(بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے لگائے ہوئے پودے کو کاٹ چھانٹ کے دیراں کر رہا ہے)

لیکن درحقیقت ان کانٹوں کو گلستاں بنا رہا ہے۔ بہت ساری عداوتیں وہ ہوتی ہیں جو حقیقتاً

دوستی ہیں اور بہت سی دیرانیاں ایسی ہیں جو فی الحقیقت آباد کاری ہیں۔)

اگر پیر امراضِ باطن کا طبیب نہ ہو تو وہ پیری کے لائق نہیں بلکہ ابھی وہ خود مریض اور بیمار ہے  
اور طبیب کا محتاج ہے۔ اسے کہاں یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسروں کا علاج کرے تو معلوم ہوا  
کہ آج ساری خرابیاں اسی وجہ سے ہیں کہ نہ مرید جانتا ہے کہ مریدی کیا ہے اور نہ پیر جانتے ہیں  
کہ پیری کیا ہے۔ لوگوں نے ایک رسم بے حقیقت پر قناعت کر لی ہے اور اسی کا نام پیری و  
مریدی رکھ لیا ہے یہی سب بڑی گمراہی اور سب بڑی ہلاکت ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ جیسا  
کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے۔

ایچ نہ در کاسہ و چندیں گس ایچ نہ در قافلہ و چندیں جس

(پیالہ میں کچھ بھی نہیں اور کھیاں ہیں کہ بھنک رہی ہیں۔ قافلہ میں کوئی نہیں اور گھنٹیاں ہیں

کہ بھتی جا رہی ہیں۔)

اے بھائی! جہاں امام جنید رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں فرمائیں علمنا قد طویۃ



زخن ننگم بحواشیہ (ہمارے علم کی بساط پیٹ دی گئی اور ہم صرف اسکے حاشیہ پر گفتگو کرتے ہیں) آج اس زمانہ میں جب کہ علم ظاہر شریعت میں خلل واقع ہو چکا ہے اور قریبے کہ ختم ہو جائے گا۔ تو علم طریقت و علم حقیقت کے اندر کون ہے جو گفتگو کر سکے اور خود اس کا غم سارے جہاں میں اس زمانہ میں کس کو ہے؟ وللتناس فیما یعشقون مذاہب عشق میں لوگوں کے مختلف طریقہ کار ہیں) اگر مرید پیر کے افعال کو اپنے علم و عقل کے ترازو پر تولنے کے لائق ہوتا تو اسے مرید ہونے کی حاجت ہی نہیں ہوتی خود وہ پیری کیا کرتا اور اگر یہ ممکن ہوتا کہ سنار کے ترازو پر پہاڑ کو تولایا جاسکتا تو مرید کے عقل رکیب کے ترازو پر سروں کے افعال بھی تولے جاسکتے تھے۔ اور یہ جانتے ہو کہ محال ہے تو وہ بھی محال ہے۔ یہ صورت بہ ہونے سعادت مند مریدوں کو کم پیش آتی ہے۔

آن کساں کاں دل آشنا دارند دل ز چون دچرا جدا دارند

(وہ لوگ جو شناسا دل رکھتے ہیں وہ اپنے دل کو چون دچرا سے دور رکھتے ہیں۔)

کان کو اپنا کام کرنا چاہیے دیکھنے کا کام آنکھ کا ہے تو دیکھنے کی چیزوں میں کان کو کیا دخل ہے۔ ہر شخص کے لئے ایک کام مخصوص ہے تو دوسرے کو اس کے کام میں کیا دخل۔؟ جاہل کو علمی کاموں سے کیا سروکار؟ نابالغ بچوں کو باشعوروں کے کاموں سے کیا انکار۔ پیری پیروں کے لئے مخصوص ہے۔ مریدی خاص مریدوں کے لئے ہے جس طرح پیروں کو مریدی کرنا یعنی مرید کا مرید ہونا، نہیں چاہیے اسی طرح مرید کو پیری نہیں کرنا چاہیے۔ پیر کا کام کیا ہے جانتے ہو؟ مرید کے باطن میں تصرف کرنا اپنی ولایت کی بنا پر کہ جو مرید کی اصلاح میں اسے حاصل ہے اور مرید کا کام کیا ہے؟ اپنی صلاح و فلاح کے لئے خود کو پیر کے تصرف میں ڈال دینا ہے اس طرح جیسے مردہ غسل دینے والے کے تحت تصرف میں ہوتا ہے۔

خاک او باش و بادشاہی کن آن او باش ہرچہ خواہی کن

(ان کے آستانہ کی خاک ہو جاؤ اور بادشاہی کرو۔ ان کے ناز کے لائق بن جاؤ پھر جوئی چاہے کرتے ہو۔)

اگر مرید کے باطن میں پیر کے تصرف میں ایک ذرہ برابر اعتراض یا انکار باقی ہو تو وہ ہرگز مرید نہیں ہو سکتا اور نہ مریدوں کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ جیسے امتوں کو پیغمبروں کے حق میں ہے اگر پیغمبر کے قول و فعل میں ذرہ برابر انکار یا اعتراض باقی ہو تو اس کے ایمان میں

خلل ہوگا۔ اور بلا فرق اسی طرح پیری و مریدی میں ہے۔

یہ ساری تقریر صرف اس ایک جملہ کی وجہ سے کی گئی ہے جو لکھا گیا ہے کہ ”اگر پیر کوئی ایسے کام کے کرنا حکم دیں جو ظاہر کے خلاف معلوم ہو تو مرید پیر کے حکم کی موافقت میں اس خلاف دین پر عمل کرے اسی کو کہا ہے۔“

او دلیل تو بس تو راہ بجوئی      اوزبان تو بس تو یاد انگونی

ہرچہ او گفت راز مطلق داں      ہرچہ او کرد کردہ حق داں

(وہی تیرا حقیقی رہنما ہے تو خود سے کوئی راہ نہ دھونڈھا وہی تیری زبان ہے تو اپنی جانب سے کچھ نہ بول جو کچھ اس نے فرمایا اُسے حقیقت کا راز جان اور جو کچھ اس نے تصرف کیا اسے حق

تعمائے کا کیا ہوا جان)

ہرگز کوئی جاہل و منکر اعتراض و بحث و مباحثہ نہ کرے کیوں کہ یہ ان لوگوں کے اندازہ و حوصلہ سے باہر ہے ان بیچاروں نے اپنی زندگی میں کہاں ایسی باتیں سنی ہیں تو ضرور وہ یہی کہیں گے کہ یہ تو پیرانی گڑھی ہوئی باتیں ہیں۔ اس گروہ صوفیاء کی جانب سے بغیر کسی بحث و تکرار کے عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا ہے۔

نہ ہمراہی تو مرا راہ خویش گیر و برد      ترا سلامت بادہ مرا نگوئی ساری

(تم ہمارے ساتھی نہیں ہو تم اپنی راہ لو، تمہیں تمہاری سلامت روی بہتر ہے مجھے مرے حال پر

چھوڑ دو) ●

اے بھائی! ستری و مریدی کوئی آسان کام نہیں ہے اور نہ یہ ہر جھوٹے نقال و بہر و پئے اور جاہل کا کام ہے لیکن یہ ستر و مریدی جو آج کل پیدا ہو گئی ہے یہ بہت آسان ہے یقیناً اس میں کیا دشواری ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ عالم پیروں اور مریدوں سے بھرا ہوا ہے۔ یہ اپنی نشستوں میں کشف و کرامات احوال و مقامات ہی کی گفتگو کیا کرتے ہیں اور اگر ان سے پوچھو تو اپنے کفر کی بھی انہیں خبر نہیں۔ اس کی جان پر رحمت ہو جو جس نے یہ کہا ہے۔

ہنوز از کاف کفر خود خبر نیست      حقائقہائے ایمان را چہ دانی

(تمہیں تو ابھی تک اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں تم ایمان کی حقیقتوں کو کیا جانو۔)

یہ تو آج کا حال ہے کل کہاں تک معاملہ پہنچے گا اور کیا صورت حال ہوگی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس زمانہ میں یہ بلا جہالت و غفلت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اور جہل و غفلت میں ہر روز زیادتی ہی ہے۔

زیر کاں راجو روز معلوم است کہ شب و روز غافلان شوم است  
 علم خواں شوخ و برگد آمد علم داں خاصہ خدا آمد  
 علم خواں گر ز آدم است رگے زان کہ شد خاص شہہ بعلم گے

(ہوشمندوں پر روز رکشن کی طرح ظاہر ہے کہ غافلوں کے سات و دن دونوں ہی خوست میں ہیں ایسا علم حاصل کر جس کا تعلق آدم سے ہو (یعنی جو انسان کو زیب دیتا ہو) کیوں کہ کتا انسانی تعلیم کی وجہ سے مقرب ہے) (اس جہالت و غفلت سے نکلنے کے لئے) اس آیتہ کو مسلسل ہمیشہ پڑھتے رہو۔ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رِزْقًا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيْرًا (اے پروردگار مجھے ایسی آبادی سے نکال جہاں کے رہنے والے ظالم ہیں اور مجھے اپنی طرف سے کوئی ہمدرد و مددگار عنایت فرما)

اسی طرح ہمیشہ خط لکھا کر و شاید اسی لکھنے کا حیلہ ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ اگرچہ ہمارے تمہارے نصیب میں لکھنے پڑھنے کے سوا اور کیا ہے شاید یہی لکھنا پڑھنا کسی کے کام آجائے اور اس کے طفیل میں ہمیں قبول کر لیں، اسے بھی تھوڑا نہ سمجھو یہ بھی کچھ کم نہیں ہے ڈوبتے کونکے کا سہارا ہوتا ہے۔

ہاں گرے پڑوں کے لئے کام کی لگن شرط ہے۔

یقین میدان کہ شیران شکاری  
 دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کر دو کہ شکاری شیروں نے اس راہ میں چیونٹی سے مدد لی ہے)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



# مکتوب ۱۵

## پیروں کی صفت اور فضولیوں کی مذمت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب شیخ عمر مذکور

قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۗ اللهُ تَعَالَىٰ نَعَمْ فرمایا:

(اوشیطان! بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تری حکمرانی نہیں)۔ وہ جو عالمِ دل تک پہنچ گئے شیطان کے دسترس سے نکل آئے، امام و مقتدا ہو گئے پیری انہیں کے لئے مسلم ہے ان لوگوں کے لئے نہیں جو نفس کی دنیا میں مبتلا ہیں دل کی دنیا تک نہیں پہنچے۔ مردانِ حق اور ہی ہیں اور مردانِ ابلیس دوسرے لوگ ہیں۔ جانتے ہو مردانِ حق کی صفت کیا ہے؟ یہ ہے جسے کہا ہے کہ

چنگ در حضرتِ خدائے زودہ ہر چہ آن نیست پست پائے زودہ

ساختہ ہر یک از میانِ ضمیر از قَلِ اللهُ شَمَّ ذَسْمُهم پیر

خوردہ یک بادہ بر رُخ ساقی ہر چہ باقیست کردہ در بانی

(بارگاہِ خداوندی کو اختیار کئے ہوئے اس کے سوا جو کچھ ہے اسے لات مارے ہوئے ہیں۔

سب نے اپنے ضمیر کے اندر قَلِ اللهُ شَمَّ ذَسْمُهم سب کو چھوڑ کر اللہ کا نام لے) سے پیر بنا لیا ہے۔

محبوب کے بربخ میں ساقی کے رُخ کے سامنے جامِ شراب دید چڑھا گئے ہیں در باقی سب کو یونہی چھوڑ دیا ہے)

جب تک آدمی نفس کی تاریکی میں گرا ہوا ہے اس کا دل شیطان کا گھر بنا ہوا ہے جو عمل اس سے

ظہور پذیر ہوتا ہے وہ نفسِ اتارہ ہی کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ کوئی عبادت ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ

اس کا باطن شیطان کا مسکن ہو چکا ہے اور ہر چیز سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں ہوتی

ہے۔ تو اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے ایسے کام ظہور میں آئیں جو شیطانی نہ ہوں تو اپنے

کام کی باگ ڈور ایسے مردانِ حق کے ہاتھ میں دیدے کہ جن کا نام اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ کے دفتر میں مندرج ہوتا کہ وہ تمہیں ہدایت دیتے رہیں کہ یہ کام کرو اور وہ کام نہ کرو کیوں کہ انکی ہدایتیں اور ان کے احکام شیطان کا فرمان نہیں ہوتے اس لئے کہ ابلیس کو ان مردانِ حق تعالیٰ تک راہ نہیں ہے ان کے دل سے جو فرمان صادر ہوتا ہے وہ سب رحمانی ہوتا ہے شیطانی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہرچہ اوگفت راز مطلق داں ہرچہ او کرد کردہ حق داں  
خاک او باش بادشاہی کن آں او باش ہرچہ خواہی کن  
(اس نے جو حکم دیا اسے راز مطلق جانو، اس نے جو تصرف تمہارے ساتھ کیا اسے حق تعالیٰ کا تصرف سمجھو اس کے در کی خاک بن جاؤ بادشاہی کرو، ان کے ناز و انداز کے لائق ہو جاؤ پھر جو دل چاہے کرتے رہو۔)

اگر یہاں کوئی یہ سوال کرے کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا بھی ہے جس تک شیطان کی پہنچ نہ ہوئی ہو؟ اے بھائی! کوئی شخص شیطان سے نہیں بچا اور نہیں چھوٹا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام بھی اس کے زخم کھاتے ہوئے ہیں۔ لیکن ہاں شیطان کے خاص متبع اور اس کی رعایا اور ہی لوگ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو کبھی کبھی ابتلاء کی طور پر اس کی چوٹ کھاتے ہیں وہ پھر شیر کی طرح پھر کر کھڑے ہو جاتے ہیں (اور اس کی نگ و بولی اڑا دیتے ہیں) جیسا کہ کہا ہے۔

تو مراد دل وہ دلیری ہیں رو بہ خویش خواں و شیریں ہیں  
(آپ میری دلہی تو کیجئے اور پھر میری دلیری دیکھئے اپنی لوٹری کہہ دیجئے اور میری شیریں لفظ کیجئے)  
کیا خیال ہے تمہارا ایک خاص گھوڑا تمہارے سواری کا ہے اگر تمہارا انعام تھوڑی دیر کے لئے اس پر بیٹھ کر اسے پانی پلانے کو لے جائے تو کیا اتنی دیر اس کی سواری میں رہنے کے سبب گھوڑا اس کا ہو جائے گا قسم اللہ کی نہیں ہوگا۔ وَ عَصٰی اٰدَمَ (آدم سے چوک ہوتی) تمام لوگ آدمی ہونے میں برابر ہیں لیکن خیر الخاطین المستغضون (بہترین گنہگار مغفرت چاہنے والے ہیں) ہاں تو خیر کی بنا پر سب میں فرق ہے۔

پیر کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ وہ راہ خداوندی طئے کئے ہوئے

ہوں اور کاموں کی حقیقت تک ان کی نگاہ پہنچی ہوئی ہو۔ مثلاً تم اگر یہ چاہو کہ کسی سے علم حاصل کرو اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ معصوم ہو بلکہ شرط یہ ہے کہ اس علم کا وہ ماہر ہو معصوم ہونا انبیاء علیہم السلام کے لئے ضروری ہے بیروں کے لئے نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو راہ خداوندی میں اس کی عصمت اور اس کے فضل کے ساتھ چلنا ہے کیوں کہ نبیوں کے حق میں حکمت کا یہی تقاضہ تھا اگرچہ یہ راہ بہت ہی سخت و دشوار و پرخطر ہے۔ کیا خیال ہے جس ذات کی یہ صفت ہو کہ یُخَدِّیْ مِنْ یَشَاءُ وَ یُفِیْلُ مِنْ یَشَاءُ (جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے) اس بارگاہ کے لئے صحبت اور مرید کرنا پرخطر اور دشوار تر نہ ہوگا۔؟ اسی کو کہا ہے۔

در رہ آتش سلامت کے بود مرد مجنوں را ملامت کے بود  
 (آگ کی راہ میں کوئی سلامتی سے گذر سکتا ہے۔ دیوانے کو کبھی ملامت کا اثر نہیں ہوتا ہے)  
 پروانے کو شمع کے گرد چکر کاٹنے اور روئی کی بتی کو اپنے اندر آگ لے کر روشن ہونے میں، جانتے ہو کتنے بڑے خطرے ہیں۔ المخلصون علیٰ خطیہ عظیم (مخلصین کے لئے بڑی بڑی مصیبتیں ہیں) کے یہی معنی ہیں۔

ازیں سو عجز زان سوبے نیازی چہ نسبت با تو مارا عشق بازی  
 (اس طرف سے عاجزی اور اس جانب سے بے پراہی تمہارے ساتھ عشق بازی کے لائق ہیں کب ہوں۔)

دوسروں کے لئے کوئی پیغامبر موجود ہونا چاہیے یا ایسا پیر کہ راہ خداوندی کو طے کئے ہوئے ہو اور حقیقت کار کا آشنا ہو۔ یہ راہ پرخطر ہے بیروں کی صفت یحییٰ ہدایت دینے والوں سے زیادہ نہیں۔ تو یہی ہے جو کہا ہے۔

گر ترا در دست پیر آید پدید قفل دروت را کلید آید پدید  
 واسطہ این قوم را برخواست است قول ایشان لاجرم بس راست است

(اگر تجھے در رہے اور پیر کا ہاتھ تجھے مل گیا تو سمجھ کے تیرے ورد کا مددوا ہو گیا۔ اس جماعت

کے لوگوں سے واسطہ اٹھ گیا ہے اس لئے یقیناً ان کا قول سب صحیح و درست ہوتا ہے)

اور یہ جملہ جو کہا گیا ہے اسی معنی میں ہے "پیر پرستی بہہ کہ خدا پرستی" (پیر پرستی بہتر ہے کہ

خدا پرستی) اور دوسری عبارت میں یوں بھی کہتے ہیں ”پیر پرورد بہہ کہ خدا پرور“ لیکن مجھے پتہ نہیں کہ جن معنی میں یہ جملے ہیں اسی معنی میں اور لوگ بھی اس کو سمجھتے ہیں یا نہیں۔

اے بھائی! کچھ جانتے بھی ہو کہ مردان خدا کے صفات کیا ہیں؟ کھاتے بھی ہیں، سوتے بھی ہیں، پہنتے بھی ہیں، بیوی بال بچے بھی رکھتے ہیں اور بازار بھی جاتے ہیں مَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَا كُلَّ الطَّعَامِ وَمِيشَىٰ فِي الْاَسْوَاقِ (یہ کیسے رسول ہیں جو کھاتے بھی ہیں اور بازاروں میں سیر بھی کرتے ہیں) شکایت۔ ”ظاہر پرستوں کے حال اور ان کے طعن پر ہے۔“ کہ ان کی نگاہ ظاہر حال پر ہوتی ہے۔ (اس سے آگے نہیں بڑھتی) لیکن وہ دولت عظمیٰ جو مردان خدا اپنے دل کے اندر رکھتے ہیں جہاں ہم کو تم کو اور ہم جیسے سارے لوگوں کو راہ نہیں۔ خواجہ سنائی نے ان کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں۔

جانفروشان بارگاہِ عدم      خرقہ پوشان خانقاہِ قدم

مَا عَبَدْنَاكَ اجتهاد ہمہ      مَا عَرَفْنَاكَ اعتقاد ہمہ

يَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ از ہوش      ساختہ بند وار حلقہ بگوش

(بارگاہِ عدم کے جانفروشان، خانقاہِ قدم کے خرقہ پوشان، ان سب کا فیصلہ ہے کہ مجھ سے آپ کی عبادت ایسی نہ ہو سکی جیسا کہ عبادت کرنے کا حق ہے۔ اور ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کی وہ معرفت مجھے حاصل نہ ہو سکی جیسا آپ کو پہچاننے کا حق ہے يَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) پر پورے ہوش گوش کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے کان میں غلامی کا بالا پہننے تا بعداری و فرماں برداری میں لگے ہیں۔)

کیا تم نے کبھی اکسیر کی کیسیا گری دیکھی ہے؟ جس تانہ پر وہ پہنچتا ہے اسے سونا بنا دیتا ہے۔ چنانچہ جس مردہ دل پر ان کی ایک نظر شفقت اثر پڑ جائے وہ مرا ہو اور حیات جاودانی پالے۔

یک نظر دوست صد ہزار سعادت      منتظر ماما کے وقت آن منظر اید

(دوست کی ایک نظر سو ہزار خوش قسمتی ہے۔ میں تو اسی کا منتظر ہوں کہ وہ وقت کب آتا ہے)

ایک عزیز نے کہا ہے۔

من نہ دائم کیں چہ مرداں بودہ اند      کہ عمل یکدم نمی آسودہ اند

لاجرم و در بندگی سلطان شدند مہتر خلق جہاں ایشان شدند  
 و در ایشان نیست از کسب و عطا است کے جنہیں در سے شود از کسب است

(انہیں معلوم یہ لوگ کس رتبہ کے مرد ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی عمل سے آسودہ نہیں ہوتے یقیناً اپنی  
 اس بندگی سے بادشاہ ہو گئے ہیں، حقیقتاً ہی لوگ سارے مخلوق کے سردار ہیں، ان کا درد  
 کسی نہیں ہے بلکہ یہ مہبت الہی اللہ کی دین ہے، ایسا در کسب سے کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔)  
 اے بھائی! یہ صاحبانِ دل، قیامت کے دن دیکھنے میں ایسے نظر آئیں گے جس طرح  
 آج آفتاب عالم تاب نظر آتا ہے۔ اگر کسی نے آج اس دنیا میں ظاہری حیثیت سے ان میں  
 سے کسی ایک کی بھی کوئی خدمت کر لی ہو یا ان کے ساتھ نیک گمان بطور اعتقاد رکھا ہو تو کل  
 قیامت کے دن ان کی پناہ میں ہوگا۔ ان صاحب دلوں کا معاملہ اس سے کہیں بلند و برتر ہے  
 کہ تقریر و تحریر میں آسکے یا ہم لوگوں کی رکیک عقل ان عالی مقاموں کے مقام کے گرد پہنچ سکے  
 سو سنا بھی ایک شاعر کا شعر سنو۔

نشستہ بر سر خوان فتوت بہر دو کون در دادہ صلائے  
 ز سدرہ بر ترا ایشان را مقامے در لے عرش و کرسی متکائے

(دونوں جہاں کو دعوت دیتے ہوئے فیاضی کے دسترخوان پر تشریف فرما ہیں۔ سدرہ سے بلند

تران کا مقام ہے عرش و کرسی سے پرے ان کی تکیہ گاہ ہے۔)

کہو! کس میں قدرت ہے کہ اس گروہ کے لوگوں کے بارے میں کچھ کہہ سکے یا لکھ سکے۔  
 چشم خفاش را چہ از خورشید مرغ مجوس را چہ از گلزار

(چمکاؤں کی آنکھ کو آفتاب سے کیا فائدہ، پینچڑے میں مقید پرندہ کو چمنستان سے کیا لطف)

اور یہ شرط نہیں ہے کہ سارے جہاں میں ایک وقت میں مرد کامل ایک ہی ہو بلکہ جائز  
 ہے کہ دس بیس اور سٹو کی تعداد میں ہوں اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ وہ شہر ہی میں ہوں یہ بھی  
 روا ہے کہ دیہات میں ہوں۔ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ دیہات میں رہا کرتے تھے۔ ان  
 کے کمال کا وہ درجہ تھا کہ ہزاروں ہزار سال تک لوگ آتے جاتے رہیں اور مجاہدہ و ریاضت  
 کرتے رہیں پھر بھی اس میں احتمال ہے کہ ان کے کمال تک کوئی پہنچے یا نہیں۔ ذَالِکَ فَضْلُ  
 اللہِ یوشیہ من یشاء (اللہ جسے چاہے اپنے فضل سے جتنا دے) اور اگر کوئی یہ کہے کہ یقیناً



ان میں سے کوئی ایک کامل تر ہوگا۔ تو کہو کہ ہاں یہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دس بیس، تیس، چالیس اور اس سے بھی کم و بیش ایک ہی جگہ ہوں لیکن معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں صاحبان کشف جن کو کشف کامل ہو وہ معلوم کر سکتے ہیں اور وہ تمام آدمیوں میں تصرف کر کے یہ معلوم کریں کہ عالم میں کتنے ہیں اور کس کس مقام پر ہیں۔

لیکن محققین کے قول کے مطابق جب حضرت علیہ السلام یہ کہیں کہ مَا خَطَرَ بِيَالِي لِيَمَا  
 اِنِّي نَقِيْتُ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ كُلَّهُمْ اِلَّا دَسْمَا اِيْتِ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلِيَّائِمُ اِرَاةٌ قَطُّ اِيْكَ وَن  
 میرے دل میں یہ بات گزری کہ میں اللہ کے اولیٰ کامل کو دیکھوں تو میں نے

کسی ایک ولی کو دیکھا جسکو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن جب بھی میں نے دیکھا تو اسکو یعنی ایسے کو دیکھا جیسا کہ اس سے قبل کسی دوسرے کو نہیں دیکھا تھا۔ تو دوسرے کو یہ تصرف کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور اس حلیت میں اشارہ ہے کہ تم اپنی عقل کو دخل نہ دو اور خود کو عاجز سمجھو تمہارے لئے یہی بہتر ہے کیوں کہ اللہ کے ولی جو مردان خدا ہوتے ہیں ان کی ولایت میں کسے گفتگو کا یا رہے۔ ایک اہل عزت نے ان کی مدح میں کہا ہے۔

عَلِمَ بِي نِيَا زِي اِنْدَر دَسْت	نِيَسْتِ گَشْتِهَمْ بَعَزْتِ هَسْت
اَسْمِ شَااِن تَا نِهَا يْتِ اَوْمِ	چَشْمِ شَااِن تَا وِلَا يْتِ اَوْمِ
اَز چِرَاوِ چِرَا جِدَا گَشْتِه	وَر بَقَا اَز بَقَا نَا گَشْتِه
بِي نِيَا زَا زِي پِي نِيَا زِهَمْ	مَعْتَكْفِ وِر سِرَا رَا زِهَمْ

اللہ رب العزت کی ہستی میں سب کے سب نیست۔ ہو چکے ہیں اس کی بے نیازی کی شان لئے ہوئے ان کی آنکھ آدم کی مملکت کو دیکھنے والی ان کے نام منہ ہائے آدم تک کھلے ہوئے بقا میں بقا سے بھی فنا ہو چکے ہیں ایسے ویسے کیوں کر کیسے سے نلیخندہ اور پاک ہیں سب اس حریم راز میں معتکف ہیں اور اس بے نیاز سے نیاز مندی کی وجہ سے سمجھوں سے بے نیاز ہیں۔

ایک بزرگ تھے جو روزانہ آئینہ دیکھتے اس خیال سے کہ میرا چہرہ جیسا تھا ویسا ہی ہے یا سیاہ ہو گیا ہے۔ ان بزرگان دین نے اعتقاد کی جہت سے نہیں اعتبار کی رو سے اس طرح کے اشعار کہے ہیں۔

وَر شَهْرُ رُو يَسْتِ زَمِنِ نَابَكَارِ تَرِ      مَاوِرِ پَسِرِنِه زَا رَزَمِنِ خَاكَارِ تَرِ

دعویٰ کنتم کہ نیست در آفاق چوں منی دز کافران روم و زنا روار تر  
 (شہر میں مجھ سے زیادہ کوئی بُرا و ناکارہ نہیں۔ کسی کی ماں نے مجھ سے کتر اولاد پیدا نہیں کیا۔ میں  
 دعویٰ سے کہتا ہوں کہ سارے جہاں میں مری طرح کوئی نہیں، میں روم کے کافروں سے بھی زیادہ  
 سخت زنا روار ہوں۔)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمام عارفوں کے سردار، عرب و عجم میں سب سے بڑے فصیح جب مہراج  
 کی شبِ مقامِ قرب و کرامت میں پہنچے تو عاجزی کے ساتھ عرض کی لَا أَحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ  
 أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ (مجھ سے تیری ثنا ہونہیں سکتی تو ویسا ہی ہے جیسی کہ تو نے خوفناکی ثنا  
 کی ہے) اور وہ جو انبیاء کے بعد تمام مخلوق میں افضل و اکمل ہیں یعنی جناب صدیق اکبرؑ وہ بھی  
 پیر کے نقشِ قدم پر عاجزی سے کہتے ہیں الْعَجْزُ عَنِ الْإِدْسَاءِ إِذْ سَأَلْتُ (پا لینے اور معلوم  
 کر لینے کے بعد بھی بر بڑا ہے عجز پا لینے سے خود کو عاجز جاننا اصل ادراک ہے یعنی ادراک سے عاجزی ہی  
 ادراک ہے) یقیناً مرید جب حقیقی مرید ہوتا ہے رسمی نہیں تو اس سے متابعت ہی ظہور میں آتی ہے  
 یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

در عشق تو عاجزی سراستادیت در کوئے تو بندگی در آزادیت

ویراں شدن اندر تو آبادی ست اندوہ تو جانِ عاشقان راں شادی ست

(آپ کے عشق میں عاجزی سر بلندی ہے، آپ کے کوچہ کی غلامی ہی آزادی ہے، آپ کی راہ میں

ویران ہو جانا ہی آبادی ہے، آپ کا غم ہی عاشقوں کے جان کی شادمان ہے۔)

اس تقریر پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیچارہ مبتدی یہ کیوں کر جان سکتا ہے کہ یہ  
 صاحبِ دل ہیں اور ان بزرگوں میں سے ہیں جن کا نام اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ  
 کے دفتر میں مندرج ہے یا محض دعویٰ رہی ہیں۔

اے بھائی! یہ سوال حقیقتاً فضا و قدر کے مسئلہ کی طرف لوٹتا ہے۔ تقدیر نے

ازل میں جس شخص کے لئے خوش قسمتی کا خرچہ تیار کر دیا ہے اور خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ بائزید  
 بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کمال تک رسائی مقدر کر دی ہے ایسے شخص کی راہ میں یہ ترذوات پیدا ہی  
 نہیں ہوتے۔ اور جس بد بخت کے لئے محرومی و بد بختی کی میلی کبلی بنی گئی ہے اس کی راہ میں  
 رکاوٹیں بندشیں اور اس طرح کی دوسری چیزیں حامل ہوتی رہتی ہیں۔ مَحَلُّ مَيْسَرَةٍ مَخْلُوقَةٌ

(جو شخص جس کام کے لئے پیدا ہوا ہے وہ کام اس کے لئے آسان ہوتا ہے) اس سوال کا یہی مکمل جواب ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

بفلک ہر دو مرد پیشہ درند آں یکے در ذمی و دیگر جولہ  
آں بدوزد مگر قباے ملوک وین نہ باند بجز کلیم سیاہ

(ازل ہی میں دو پیشہ ور آدمی ہوئے ایک کپڑا سینے والے اور دوسرے بننے والے ایک کی قسمت میں بادشاہ کے لباس ہی کی سلائی ہے اور دوسرے کی تقدیر میں بدبختی کی میلی کیلی کی بنائی ہے)

اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر چہ استاد در نمشہ براند طفل در مکتب آں تواند خواند  
لاجرم اینجا سخن کوتاہ شد بہرورہ رو بمساند راہ شد

(بچہ مکتب میں وہی پڑھیگا جو استاد نے لکھ کر دیدیا ہے۔ قصہ مختصر راہ بتانے والے راہ چلنے والے تھک گئے اور راہ ختم ہوگئی۔)

اور یہ جو قول ہے کہ "قلم اس جا رسید سر شکست (قلم یہاں پہنچا اور قلم کا سر اٹوٹ گیا) اسی معنی میں ہے۔

اور دوسرا سوال یہ ہے۔ کیا کہتے ہو اس بار میں کہ خداوند تعالیٰ کی معرفت بندہ کو بغیر پیر کے حاصل ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس معرفت سے اگر تمہاری مراد خداوند تعالیٰ کی ہستی اور اس کی یکتائی ہے تو اس کا حصول بغیر پیر کے خود عقل سے ممکن ہے۔ اگر اس معرفت سے وہ کمالات مراد ہیں جو معرفت خداوندی میں اس راہ کے چلنے والوں کو حاصل ہوتے ہیں جیسے خواجہ یازید بسطامی، خواجہ اویس قرنی، خواجہ معروف کرخی رحمہم اللہ جمعین کے کمالات ہیں۔ یہ بھی ان مجاہدوں، ریاضتوں کے ذریعہ جو پورے شرائط کے ساتھ کئے گئے ہوں بغیر کسی پیر و رہبر کے ممکن تو ہے لیکن نادر و توقع، شاذ اور بہت ہی کم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

کورہ گز کے تواند رفت راست بے عصاکش کو رارفتن خطاست  
گر تو بے رہبر فرد آئی براہ گر ہمہ کو ہی فرورفتی بحپاہ

(اندھا کب صحیح راہ چل سکتا ہے، بغیر اٹھنی پکڑ کے چلانے والے کے اندھے کا چلنا ہی خطا ہے۔)

اگر تو کسی راہبر کے بغیر راستہ چانتا اختیار کر لیتا تو "تو اگر چہ پہاڑ کے جیسا ہی جیم کیوں نہ ہو کونوں میں گر بیٹھا" "حلیۃ الاولیاء" میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ہر زمانہ میں جالیں آویں ایسے ہوتے ہیں جن کا دل موسیٰ علیہ السلام کے دل کے جیسا ہوتا ہے اور سات شخص ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا دل جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کے جیسا ہوتا ہے (آخر حدیث تک) چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک شخص ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل کے مانند ہوتا ہے اور ایک جماعت ایسی ہے جسے اولیاء بیان کہتے ہیں۔ ان لوگوں کو پیر کی حاجت نہیں ہوتی ہے نبوت خود اپنے آغوش تربیت میں پیر کے واسطے کے بغیر پرورش کرتی ہے جیسے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی پرورش کی گئی۔ اگرچہ اویس قرنی نے سرور کائنات سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن آپ پرورش پائی یہ نادرا وقوع اور بہت ہی کم ہے۔ اس لئے کہ ایسی استعداد و قابلیت شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ لیکن بہت زیادہ غالب تر طریقہ دستور یہی ہے کہ یہ نعمت کسی پیر اور راہبر کے سایہ دولت ہی میں حاصل ہوتی ہے۔ سالکین کے کمالات میں سے جس کمال کو چاہو اسے دیکھو اور اسے انہیں کے لئے ہنسنے دو۔ میری گفتگو اس بار میں نہیں ہے۔

ہاں! اتنا نہ ہی پاتے دریں راہ بیازی زیرا کہ دریں راہ نشیب و فراز است

(ہاں) دیکھو! اس راہ میں کھیل سمجھ کر قدم نہ رکھنا کیونکہ اس راہ میں نشیب و فراز اٹھا سکتی بہت ہے۔)

"اس مکتوب کو" غور و فکر کے ساتھ خوب سمجھ کر عالم دل سے بار بار مطالعہ کرو۔ رسم و عادت

کمی طور پر نہیں جیسے اہل رسم و عادت انسانوں اور قصے کو پڑھا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم ان بزرگوں

کے کلمات سے اہل ظاہر کا حصہ الحافظ ہی ہیں جو زبان پر جاری ہوتے ہیں اس سے زیادہ

نہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کے کلمات قلبی ہوتے ہیں کسی نہیں ادب بینی سہاچی میرے رب نے

مجھے پڑھایا ہے" کے عالم سے ہوتے ہیں ان بزرگوں کے کلمات علیٰ نبی اُتی (میرے باپ نے

مجھے پڑھایا ہے) کے عالم سے نہیں ہوتے۔ ان بزرگوں کے یہ کلمات اسرار کے انکشاف کے

ہیں۔ بحث و تکرار سے نہیں۔ یہ دیکھتے ہوتے اور چکھے ہوتے پڑھے اور سنے

ہوتے نہیں۔ کیوں کہ اہل دل کی بصیرت، اشکاہم، ان کا ذوق سب جدا گانہ ہی ہے

جو اہل ظاہر سے پوشیدہ ہے جیسا کہ کسی عزیز نے کہا ہے۔

اہل دل را ذوق و فہم دیگر است      کان ز فہم ہر دو عالم برتر است  
 ہر کرا آن فہم در کار افگند      خویش را در یائے اسرار افگند  
 تا بجاں فہمے کہ ہنچوں وحی خواست      در کلام او سخن گویند راست  
 آینچہ ایشان را دریں رہ رُخ نمود      کے تواند شرح اس پاسخ نمود  
 دل والوں کا ذوق و فہم ہی دوسرا ہے۔ کیوں کہ ان کی سمجھ دو تون عالم سے بالاتر ہے۔ اس فہم  
 نے جس کو اس کام میں لگایا، اس نے اپنے آپ کو اسرار کی تہ میں پہنچا دیا۔ جب ان کی فہم وحی  
 کو جیسا سمجھنے کا حق ہے سمجھنے کے لائق ہوتی تو اس کے کلام میں یہ جو گفتگو کریں گے سب درست  
 ہوگی۔ اس راہ میں جو کچھ ان لوگوں کی نظروں کے سامنے آئیے۔ جواب اس کی شرح کیونکر ہو سکتی ہے)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



## مکتوب ۱۶

### اپنے افلاس اور طلب کی صداقت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ عمر مذکور کے نام۔ آں برادر کے دونوں خطاطے تھے پڑھا۔

اے بھائی! اپنے اور اپنے کاموں کی ناکامی، اور مریدوں کے احوال و مقامات  
 سے مفلسی و ناامیدی، مردان راہ کے کمالات و معانی سے تہی و امانی و بینوائی، دل کی شکستگی  
 اور اپنے وجود سے وحشت، مریدی اور ارادات یہی ہے اور بس۔

نہی دانم کرا نام بدیں سیرت گرفتارم      نہ من ہندونہ من سلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں میری سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں)

یعنی سب کا ایسا ہی حال ہے کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ ازل میں اس کے حق میں کیا مقدر ہوا  
 ہے اور کیا حکم ہو چکا ہے اور یہ شک کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے حال کی تفتیح و کشائش کی بنا پر ہے۔

اے بھائی! طلب کا قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے دل قوی رکھو اور اس کو ایک بہت بڑی نشانی سمجھو، کلام مجید میں اس آیت کو تحقیق کی نظر سے دیکھو اور خداوند تعالیٰ پر  
 وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَهُوَ هِيَ جُورَانِ بَرَسَاتَا هِيَ اس حال میں  
 جب تم مایوس ہو چکے ہو جس طرح مخلوق کے لئے بارش بھیجنا ان کے ناامید ہو جانے کے بعد  
 ہوتا ہے اسی طرح مریدوں اور طالبان حق تعالیٰ کے کاموں کی کشائش ان کی ناامیدی  
 کے بعد ہوا کرتی ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

بارد گر پیر ما خرقہ بزنا ر داد زہد نو دو سالہ را برودہ یکفار داد  
 زہد بہ یکسو سناہد راہ قلندر گرت بہر یکے کوزہ سے خرقہ و دستار داد  
 قبلہ بدل کر دوز و متکلف و یرشد رونے محبوب کر دو دست و را بار داد

(ہمارے پیر نے دوسری بار خرقہ زنا ر پر قربان کر دیا، توے سالہ زہد کافروں کو دیدیا۔ زہد  
 کو کنارہ رکھ دیا قلندری و آزادی کی راہ اختیار کر لی، ایک پیالہ شراب کے عوض جبہ و دستار  
 دیدیا، قبلہ بدل کر فوراً بت خانہ میں جا کر بیٹھ گئے، رخ محبوب کی طرف کر لیا، دوست نے  
 ان کو باریابی دیدی۔) ان مذکورہ اشعار کے تمام کلمات مخصوص معانی سے مستعار ہیں۔  
 اہل سلوک کی جماعت کے نزدیک حال کا کھولنا یہیں سے ہے، حکمۃ اللہ بیاتۃ  
 لَا يَفْتَحُ لِلْمُرِيدِ مِنْ شَيْءٍ مِنْ أحوال إِلَّا بَعْدَ يَأْسِهِمْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے حکم کیا  
 ہے کہ مریدوں پر ان کے احوال میں سے کوئی چیز یا کوئی کمال اس وقت تک نہیں کھولے جائیں جب تک  
 وہ مایوس نہ ہوں۔) اللہ تعالیٰ کے کاموں کا طریقہ اسی طرح جاری ہے۔ کیا کیا جائے۔  
 تمام مریدوں کے ساتھ ابتدا میں یہی ہوتا ہے، بیچارہ مرید و تلمیذ ہے، اگر یہ وزاری کرتا ہے  
 اور کہتا ہے۔

دل گم گشتہ رار ہے بنمائی مردم دیدہ رادرے بکشتائی  
 ہستم از ہر چہ ہست جملہ گزیر ناگزیرم تو می مرا سپزیدم  
 (مے اس گم شدہ دل کو راہ دکھلا دیجئے، مری آنکھوں کی پتلیوں کے لئے دروازے  
 کھول دیجئے۔ اس عالم ہست میں جو کچھ ہے میں ان سب سے غلجہ اور بے پرواہ ہوں، کہیں  
 آپ کے بغیر چارہ نہیں مجھے قبول فرمایا ہے۔)

جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عظمت و جلالت کے باوجود اپنی مناجات میں کہیں  
اے میرے اللہ میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں؟ فرمان ہوا، جہاں ٹوٹا ہوا دل ہو یعنی جہاں اپنی  
نجات سے مایوس ہو، عرض کی خداوند اکوئی دل مرے دل سے زیادہ شکستہ نہیں ہے اور کوئی  
دل مرے دل سے زیادہ مایوس نہیں ہے۔ حکم پہنچا، تو میں وہیں ہوں جہاں تم ہو یقین کر لو کہ  
الْقَلْبُ عَرْشُ اللَّهِ وَ لَيْسَ اللَّهُ كَالْعَرْشِ هُوَ۔ اسی کو کہا ہے۔

گر کمال عشق می یابد ترا جز زوالمیں پر وہ نکشاید ترا

عقل اندر حق شناسی کامل است لیک کامل ترازو جان و دل است

(اگر تجھ کو عشق کا کمال مطلوب ہے، تو تیرے دل کے سوا تیرا یہ پردہ کوئی نہیں کھول سکتا۔ حق شناسی  
میں اگرچہ عقل کامل ہے لیکن دل اور جان عقل سے بھی میں زیادہ کامل ہے) عام طور سے یہ مشہور و معروف  
اور مشاہدہ میں ہے کہ جو چیز جتنا زیادہ ٹوٹی ہوئی ہوتی ہے اتنی ہی بے قدر و قیمت ہوتی ہے  
لیکن مومن کا دل جتنا زیادہ شکستہ ہوتا ہے اس کی قیمت دونوں جہاں سے افزوں تر ہوتی  
ہے اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَبِرَاتِ قُلُوبُهُمْ لَا جَلِي (میں شکستہ دلوں کے قریب رہتا ہوں جن کا دل مری  
خاطر شکستہ ہو) اور اسی معنی کا یہ راز ہے مَنْ كَانَتْ مَحَبَّتُهُ فِي اللَّهِ لِلَّهِ فَحُزْنُ قَدْرًا وَ جِلْدٌ  
خَطْمًا (جس کی محبت اللہ کے ساتھ ہو اور اللہ ہی کے لئے ہو اس کا رتبہ بلند اس کا درجہ بڑا ہے) اس  
کی بلندی و عظمت کا سرمایہ یہی دردِ محنت و حسرتِ نایافت اور مفلسی و بینوائی کا ماتم اور اس کی  
مصیبت ہے۔ اہل معرفت کا گروہ کیا ہی تعجب خیز گروہ ہے یہ ارباب معرفت باوجود علم و  
معرفت اور دولت و نعمت کے خود کو مفلس و بینوا جانتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ سنائی نے کہا ہے۔

فارغ از نفس و دین و کیش ہمہ گور خانہ ہواے خویش ہمہ

علم شان زیر حرف نادانی است چہ عجب گنج زیر ویرانی است

برورخت بقائے دو جہانی از رہ کفر و مسلمانانی

(نفس دین رسم و عادات سب سے آزاد۔ ان کا گھر ان کی تمام خواہشات کا قبرستان بن چکا ہے۔ ان کا علم،

انکی پیچیدائی، میں کچھ نہیں جانتا کے لفظ کے تہہ میں پوشیدہ ہے اس میں کیا تعجب ہے؟ قیمتی خزانے اجاڑ

کھنڈرات میں ہوتے ہیں جو کفر کی راہ سے اسلام میں آیا اس نے دونوں جہاں کے درخت بھاڑ جگہ پائی)

اے بھائی! ارباب سلوک، اصحاب طلب اپنے دردِ نایافت اور مفلسی سے بہانہ اسی

تمنا میں ہیں کہ معدوم ہو جائیں اور ان کے وجود کا دفتر ان کی وحشت سے پاک و صاف ہو جائے کیا کریں کام کی سختی اور اپنی بے مائیگی کو جانتے ہیں اس کا مشاہدہ کئے ہوئے ہیں جب کہ تاجدار کَوْلَاكِ مَا خَلَقْتُ إِلَّا فَلَآكِ (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) اور قبا پوش قَابِ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (دو مان کا فاصلہ یا اس سے بھی قریب کی تالہ و فریاد یہ ہو کہ یَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا) (کاش محمد کا پروردگار محمد کو پیدا ہی نہ کرتا)

عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کون جان سکتا ہے کس حال میں حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یالیت رب محمد لم یخلق محمداً کہا ہے فلا یامن من مکرانک الا القوم الخاسرون (سوائے خاسرین کے اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ کرشموں سے کوئی بے خوف نہیں) اس شعر میں شاید اسی رمز کی طرف اشارہ ہے۔

کہ نداند زر کار سازی تو کہ نہ ترسد زبے نیازی تو

(آپ کے کاموں کو کون نہیں جانتا آپ کی بے نیازی سے کون نہیں ڈرتا)

عجب معاملہ ہے سارے عالم میں منادی کر دی گئی دَا لَلّٰہِ یَدْعُو اِلَیْ دَا رِ السَّلَامِ (اللہ اپنے سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہا ہے) اور جب لوگوں نے طلب کی کمر باندھی اس امید میں سب دوڑ پڑے جان و تن کی بازی لگادی تو ارشاد ہوتا ہے کہ تم لوگوں کو طلب کے سوا چارہ نہیں تمہارا کام دوڑ دھوپ، دوادوش ہی ہے اسی میں لگے رہو سکون و قرار کا نام نہ لو اور خوب یاد رکھو طالب لوٹایا بھی جاتا ہے راہ بند بھی ہوتی ہے اِمَّا الطَّلَبُ رَادٌ وَالطَّرِيقُ سَدٌّ ہِیْ وَہ رَا زِہِیْ جُو کَہَا ہِکَ

من بر سر کوئے آستین جنیانم تو پنداری کہ من ترا میخوامم !!

نے نے غلطی کہ من ترا میخوامم! خود رسم من است کاستین جنیانم

(میں نے گلی کے نکر پر آستین ہلائی، تم سمجھے کہ میں تمہیں اشارہ کر رہا ہوں، نہیں نہیں ایہ

تمہاری غلطی ہے جو تم نے سمجھ لیا کہ میں تمہیں بلاتا ہوں آستین ڈالنے کی مری تو یہ عادت)

مریدی کی ابتداء میں طالبان راہ اور سالکین طریقت کو اس طرح کے واقعات پیش آتے ہیں اور اس طرح کے کاموں سے سابقہ پڑتا ہے ایسا کہ لوگ نیست و نابود ہو جانا چاہتے ہیں اور اپنے کام سے ناامید ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اپنی ہلاکت پر دل سے آمادہ ہوتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

حسرتہ ز سر بر کشید بجمہار داد کوزہ پر از بادہ کرد تھفہ بہ کف ارداد



نفت دو سالہ را بہر کیے جاگئے از سرستی عشق رفت بجمار داد  
 (ایک پیالہ شراب سے بھرا، خرقہ سر سے اتارائے فروش کو دیدیا تسبیح لی اور کافر کو تحفہ دیدیا۔  
 نوٹ: سال کی پونجی ایک پیالہ شراب کے عوض عشق کے نشہ میں شراب خانہ کے مالک کو دیدی)  
 ان تمام باتوں کا راز کیا ہے جانتے ہو؟ یہ اسلئے ہے کہ طلب کی صداقت ظاہر ہو جائے اور  
 صادق و کاذب کی تمیز ہو جائے، جھوٹے دعویٰ اور حقیقی طالبوں سے جدا ہو جائیں۔ ابتدائے  
 ارادت و مریدی میں سب کو دعویٰ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر دعویٰ کے لئے دلیل ضروری ہے۔  
 امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ خود کو دیوانہ کہلانے کے بعد گھر کے اندر دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔  
 ایک جماعت حضرت کے پاس آئی آپ نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ کہا ہم لوگ آپ کے قدیم  
 چاہنے والوں میں ہیں ایک ایک کو پتھر مارنا شروع کر دیا سب بھاگنے لگے۔ فرمایا یہ جھوٹے  
 میری محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، اگر ایسا ہے تو میرے اس جو رو ستم سے بھاگتے کیوں ہیں؟ اسی  
 سے تم جان لو کہ بغیر ثبوت اور دلیل کے دعویٰ محض جھوٹ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

زناں زہد پر نفاق وزین دلق پر زرق والشد کہ سیر گشتم وز نارم آرزوست  
 (اس نفاق بھرے زہد سے اور اس پر فریب گذری سے قسم ہے اللہ کی میرا جی بھر گیا، مجھے زنا کی آرزو ہے)  
 اعتقاد کے رُو سے نہیں بلکہ اعتباری طور پر نفاق اور فریب کو زنا ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور  
 سمجھتے ہیں کیوں کہ حجاب کے معنی میں دونوں برابر ہیں۔

اے بھائی! منافقین زبان سے کہتے تھے نشہد انک لرسول اللہ (م)  
 گواہی دیتے ہیں بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں) ان کا یہ قول، قول کی حیثیت سے تو درست  
 تھا لیکن اپنے اس قول پر وہ دلیل و برہان نہیں رکھتے تھے یعنی جب ان کے اس قال کے سنا  
 سچا حال نہ تھا تو یقیناً جھوٹ ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان المنافقین لکاذبون (بیشک  
 یہ سب منافقین جھوٹے ہیں) اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے حضرت حارثہؓ کو دیکھا تو پوچھا کیف اصبحت (تمہاری صبح کیسی گذری یا حارثہ؟) عرض  
 کی اصبحت مومناً حقاً (حقیقت ایمان کے ساتھ یا رسول اللہ) یہ حضرت حارثہؓ کو اپنے  
 ایمان کی حقیقت پر دعویٰ تھا تو یقیناً حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر دلیل پیش کئے انہیں  
 مہلت نہیں دی۔ فرمایا لکل حق حقیقتہ فبا حقیقتہ ایمانک (ہر چیز کی ایک حقیقت

ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی حقیقت کا کیا حال ہے؟ یعنی ہر حق کے لئے اس کی صحت و درستی کی علامت و دلیل ہوتی ہے تمہارے ایمان کے صحت کی نشانی و دلیل کیا ہے؟ حضرت حارثہؓ کی اور اپنے دعویٰ کی دلیل و علامت یہ پیش کی اعرضت نفسی عن الدنيا واسهرت لیلی واطمأ نھاری واستوی عندی ذہبھا وفضھا وجرھا ومد رہا وکانی النظر الی عرش ربی بارزا وکانی النظر الی اهل الجنة تیزا ورون وکانی النظر الی اهل النار تیغادرو (کہ دنیا میں منہ موڑ لیا ہے ہمیشہ دن کو روزہ رکھتا ہوں اور راتیں نماز و قیام میں گزارتا ہوں میرے لئے سونا، چاند اینٹ، پتھر کے برابر ہو گئے ہیں اور گویا میں خداوند تعالیٰ کے عرش کو عیاں دیکھتا ہوں اور گویا اہل بہشت کو دیکھتا ہوں کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور دوزخ والوں کو روتے ہوئے اور باہم سریاد کرتے ہوئے دیکھتا ہوں) حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے اس عرض پر حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے حقیقت کو پایا اس پر قائم ہو جاؤ اور اسے لازم کر لو۔ کسی نے کہا ہے

در خیال از فنروں دکاست بود آزمائش گواہ و راست بود

(خیال میں کمی بیشی تو ہوتی ہے، اصل آزمائش میں صحیح اثرنا ہی صحت درستی کی دلیل ہے) اس تمام تقریر سے غرض یہ ہے کہ کسی کو بغیر دلیل پیش کئے ہوئے نہیں چھوڑا جاتا ہے بلکہ جھوٹے دعویداروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔

ہر کرا در پیش این شکل بود چوں تو اند کرد گرسد دل بود

صد جہاں جاں مبارز آمد ہست سرگرداں عاجز آمد

(جس شخص کو یہ شکلیں در پیش ہوں ایک دل کیا ہے اگر وہ سودل بھی رکھتا ہو تو کیا کر سکتا ہے۔

مشکلات کے یہ سینکڑوں جہاں جب مقابلہ پر آئیں تو سوائے سرگردانی اور عاجز ہونیکے اور کیا ہے)

ان مریدوں کو جنہوں نے اپنی بلندی بہت کی بنا پر ساتوں آسمان و زمین کے مالک کے طالب

ہونے کا دعویٰ کیا ہے انھیں بغیر امتحان اور ثبوت کے کیسے چھوڑیں گے تو مرید کو اس راہ میں

جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب اسی نوع سے ہے، جو بیان ہوا یہ سب کچھ حقیقتاً دعویٰ کی

صداقت میں دلیل و برہان کے طور پر ہے، نہ یہ کہ اپنے طالبوں کو ناامیدی میں مبتلا کرنے اور ضائع

کرنے کے لئے ہے اس اکرم الاکرمین اور ارحم الراحمین کے بارے میں ہرگز ایسا گمان نہیں ہونا چاہئے۔

آں کہ از جان خویش بر شیند رہبر عقل او ہدایت اوست  
 و ان کہ بر راہ اوست دم بہنہاد! مونس جان او عنایت اوست  
 (جو شخص اپنی جان سے بیگانہ ہو جائے۔ تو عقل و ہدایت اس کی رہبری کرتی ہے۔  
 اور جس نے اس کی راہ میں قدم رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت اسکی مونس جاں بنجاتی ہے۔)  
 قال لقمان لابنہ یابنی کما ان الذہب والفضۃ یختبر ان بالنار  
 کذا لک المؤمن یجرب بالبلاء (لقمان نے کہا اے بیٹے! جس طرح سونا چاندی  
 کو آگ پر ڈال کر پرکھتے ہیں اسی طرح مومن کو بلا کے ذریعہ آزما یا جاتا ہے) اے بھائی! جس طرح سونے  
 چاندی کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہیں تاکہ خالص سے ملاوٹ علیحدہ ہو جائے اسی طرح مومن کو  
 طرح طرح کے بلاؤں میں مبتلا کر کے جانچتے ہیں تاکہ مخلص کا منافق سے، دعویٰ دار کا حقیقی طالب سے  
 جھوٹے کا سچے سے امتیاز ظاہر ہو جائے اور حجتہ تکلیفیں جو اس دنیا میں ہیں وہ اسی امتحان آزمائش  
 کے لئے ہیں۔ چنانچہ خواہ بلا ورنج کے ذریعہ ہو خواہ نعمت و راحت کے ذریعہ۔ چنانچہ کہا ہے

کس چہ داند تا چہ حکمت میرود ہر وجودے را چہ قسمت میرود

(کوئی کیا جانے کہ اس کی حکمت کا کیا تقاضا ہے اور کس کی قسمت میں کیا ہے)

اے بھائی! یہ میں سمجھ رہا ہوں کہ آن برادر کے دل میں یہ بات آئے گی کہ امتحان اللہ تعالیٰ  
 کی جانب سے کیونکر صحیح ہے اس لئے کہ امتحان تو جس چیز کو نہیں جانتے ہیں اس کے جاننے کیلئے  
 ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ اپنے علم قدیم سے ساری چیزوں کا جاننے والا ہے۔ جیسی کہ وہ چیز ہے  
 اور یہ شبہ اس جگہ موزوں ہے اور قابل توجہ بھی۔ لیکن اے برادر امتحان تو ہم لوگوں کی جانب سے  
 ہے۔ اللہ کی طرف سے تو اس چیز کا ظاہر کرنا ہے جس کا علم اُسے خود ہے کہ آج بندہ اپنے فعل سے  
 اس چیز کو ظاہر کر رہا ہے اسی کو خداوند تعالیٰ کی جانب سے امتحان کہتے ہیں۔ تمام شریعتیں اور  
 شریعت کی ذمہ داریاں سب امتحان ہی ہے۔ امتحان، ابتلا، اختبار، فتنہ، بلا یہ سب  
 چند الفاظ ہیں ان سب کے معنی وہی ہیں جو بیان ہوئے۔

اے بھائی! جب تک ایک سانس بھی باقی ہے ابتلا بھی باقی ہے کہ الدنیا دار  
 البلاء و فتنۃ (دنیا آزمائش اور فتنہ کی جگہ ہے) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل سب  
 کے سب باوجود معصوم ہونے کے ابتلا و آزمائش کے اندر رہے ہیں۔ یہاں ہم تم اور ہمارے

جیسے اور دوسرے کس شمار میں ہیں۔

شاہی، گدائی، تونگری، درویشی، صحت و مرض، نعمت، سختی، سلامتی و بیماری  
 اسی طرح کی اور دوسری چیزیں کم ہوں یا زیادہ یہ سب امتحان و آزمائش ہی ہیں فرق بس اتنا  
 ہی ہے کہ آزمائش حالت شکر میں ہے دوسری حالت صبر کے ساتھ یہاں تک کہ خداوند  
 تعالیٰ کو جو اپنے علم قدیم سے معلوم ہے وہ آج بندہ کے فعل سے ظاہر ہو کہ اطاعت گزاروں کو  
 اجر و ثواب ان کے فعل کے صدور کے بعد ملے اور گناہ گاروں کو عذاب و عقوبت ان کے فعل کے  
 بعد انھیں ہو یہ محض اللہ تعالیٰ کے علم قدیم کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس کے علم و حکمت کا یہی  
 تقاضا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ۷

بندہ آن بہتر کہ بر سر پاں رود      کہ خداوند آنچه خواہد آن رود  
 گر چہ رہ جستند ہر سوئے ازین      پئے نہ بردند اے عجب موازین  
 (بندہ وہی بہتر ہے جو احکام کی بجا آوری میں لگا ہے اللہ تعالیٰ کی جو رضا اسکے  
 لئے ہے اس پر خوش و خرم ہے۔ اگرچہ اس کے علاوہ ہر طرف راہ ڈھونڈی لیکن ایک  
 بال برابر بھی کہیں راہ نہ ملی) ۷

والسلام  
 حقیر شرف مینری



# مکتوب ما

## احکام الہی کے اجر میں انبیاء و اولیاء کا عجز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرِ مہتمم شیخ عمر! کاتبِ مکتوب شرفِ نسیری کی خاص دُعا قبول کرو  
وہ عزیز کرہ سے آئے آن برادر کا خط لائے پڑھا مضمون سے آگاہی ہوئی۔

اے بھائی! نبیوں کے باپ۔ "صفوت و عصمت و نبوت کے تاجدار" دارالسلام میں  
سارے عزت و کرامت کے باوجود جو تم نے سنا ہے شدت، ابتلا، سختی، زحمت و بلا سے سلامت  
نہ رہ سکے اور صرف چند دانہ گندم کھا لینے سے جوا نہوں نے دیکھا سو دیکھ لیا۔ کیا خیال ہے؟  
ان اولیاء کے بارے میں جو دارالبلا و فتنہ میں ہزاروں ہزار پوشیدہ فرعونی و نمرودی لوگوں کے  
ہوتے ہوئے سلامتی و عافیت سے پہلے یہ محال ہے۔ جب اپنے کلام پاک میں لیکو حکم  
(تاکہ تمہیں آزمایا جائے) کے ذریعہ یہ اطلاع ویدی ہے کہ بلا تیار کر لی گئی ہے۔ سبحان اللہ۔  
ایسا ذی جان جو ماں کے پیٹ ہی میں خون سے پرورش پاتا رہا، جو جب وہاں سے اس  
بلا خانہ میں اچڑا تو سوائے خون کے اور کیا کھائے گا۔ اسی راز کو کہا ہے

چوں موئے شدم ز رنج ہر بیدارے دروہر کہ دیدست چو من ناشاک  
برخیزد اگر بچہ ناگہ بادے چوں چنگ بہر رگے زمین فریادے  
(ہر ظلم و تم کے رنج و غم سے میں سوکھ کر مثل بال کے ہو گیا ہوں، مجھ جیسا اندوگیں جہاں میں کب  
کسی نے دیکھا ہے۔ اگر اچانک مرے اندر سے آہ کا گورہ اٹھے تو چنگ کی طرح میرے رگ

سے فریاد و فغاں کی جھنکار آئے گی۔)

سلامتی و عافیت عدم میں ہے یا قدم میں لیکن ایسا وجود کہ جو عدم کے درمیان ہے۔

وہ تمام بلاؤں اور تمام بیماریوں کی ابتلا کے لئے ہے۔ جیسا کہ ایک عارف سے کسی نے پوچھا فالعلاء

کیا روگ ہے انہوں نے کہا وجود یہی وجود ہی بیماری ہے۔ خوب کہا ہے

کاش کہ ہرگز نبودے نام من تانا نبودے جنبش و آرام من

(کاش مرے وجود کا نام ہی نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ حرکت و سکون کا پتہ نہ رہتا۔)

ایک فقیر سے نزع کے وقت کسی نے کہا کوئی آرزو ہو تو فرمائیے تاکہ پورا کروں کہا ہاں ہے

”ایسا عدم کہ جس کا وجود نہ ہو“ یہی مری آرزو ہے۔ اسی سے سمجھ لو کہ تمام بلائیں اور سارے فساد

ہمارے اسی وجود سے ہیں۔ اسی مقام سے یہ شعر ہے۔

اذا قلت ما اذبت قالت محبتہ حیوتک ذنب لا یقاس بہ اذنب

(میں نے کہا بتاؤ میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ محبت نے کہا تیرا وجود ہی گناہ ہے ایسا کہ قیاس سے باہر)

اور فارسی کا شعر ہے۔

اے کاش نہ بودی اے عراقی کز تست ہمہ فساد باقی

(کاش عراقی کا وجود نہ ہوتا اس لئے کہ ترے ہی دم سے ساری خرابیاں ہیں)

اے بھائی! عدم بہترین عالم ہے، نہایت ہی آرام وہ ایسی بہشت ہے جہاں دوزخ

کا وجود ہی نہیں۔ ایک صاحب عزت کہتے ہیں۔ جہان عدم کی خوشی کا جتنا زیادہ سے زیادہ

تذکرہ کر سکتا ہوں کروں تو بھی اس کا ہزاروں حصہ بیان میں نہیں آسکتا۔ آج ارباب بصیرت

کے جگر کباب اور دل جو خون ہو رہے ہیں وہ اسی عالم وجود کی وجہ سے ہے کیوں کہ یہ عالم وجود

بلا کی آماجگاہ ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر دم زدنی فلک دگر گوں گردو ہر دوں سخنی بہر سخن دوں گردو

ز اندیشہ آنکہ تا چنیس چوں گردو دل در بر زیر کاں ہمیں خوں گردو

(آسمان کی حرکت ہر گھڑی متغیر ہوتی رہتی ہے، ہر ناشائستہ گفتگو کر نیوالا کینہ باتوں کی چکر میں

لگا رہتا ہے۔ اسی اندیشہ سے کہ کہیں ایسے سے ویسا نہ ہو جائے، ہوشمندوں کے دل خون ہو رہے ہیں)

یا لیت رب محمد لقد یخاق محمداً (کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا)

کی فریاد اسی وجود ہی کی وجہ سے ہے۔ کہ یہ وجود ہی بلاؤں کا نشانہ اور قضا و قدر سے پامال ہے

قضا و قدر کے قدموں تلے دینا اور پھر سیدھا کھڑا رہنا یہ کچھ آسان کام نہیں ہے فاستنقم

كَمَا أُمُوتَ (سیدھے قائم رہو جیسا کہ حکم دیا گیا ہے) جانتے ہو کس قدر مشکل کام ہے "اس کام  
 کی دشواری کا اندازہ سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان  
 مبارک سے سُنو" فرماتے ہیں۔ خداوند اگر میں کئی سر سے تان کر سوتا ہوں تو پکار ہوتی ہے یا ایھا  
 المدثرقہ فانذر (اے مے کلی اور طینے والے اٹھئے اور لوگوں کو خوف دلائے) اور اگر کسلی  
 سے باہر آتا ہوں انہیں بلانے کے لئے تو ارشاد ہوتا ہے فَا هَجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا (بہترین  
 طور پر ان سے الگ ہو جائیے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ فرمان  
 ہوتا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ آرام چاہتے ہیں اور ہم آپ سے سرگردانی چاہتے ہیں۔  
 اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ چاہتے ہیں کہ ہمارا حساب پورا کر دیں اور گوشہ میں بیٹھ جائیں اور  
 ہم چاہتے ہیں کہ ہمہ دم ہر گھڑی ہمیں آپ سے اور آپ کو ہم سے ہزار گونہ حساب رہے۔ اور  
 اگر ہم آپ کو خوش و خرم دیکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَحِبُّ الْفَرِحِينَ (آپ  
 خوشی میں لگن نہ ہوں اللہ خوش رہنے والے اور اترانے والے کو پسند نہیں فرماتا) اور اگر آپ کو افسردہ  
 و تنگ دل ہم دیکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں وَ لَقَدْ نَعَلَمُ إِنَّكَ يُضِيقُ صَدْرَكَ بِمَا يَقُولُونَ  
 (بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ دل تنگ ہیں لوگوں کی زبان درازی اور ناہمی سے) اور اگر آپ بہت  
 زیادہ عبادت میں لگ جلتے ہیں تو ہم کہتے ہیں طَهَّ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى (مے  
 میرے محبوب قرآن آپ پر اس لئے نہیں اتارا ہے کہ آپ خود کو اس قدر مشقت میں ڈالیں) اور اگر عبادت  
 آپ کم کریں تو مرار ارشاد ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ (اپنے رب کی عبادت کیجئے) اور اگر رات کو خواب  
 استراحت فرمائیں تو مرار حکم ہے قُبِ الدَّلِيلَ (رات کو اپنے رب کے حضور کھڑے رہئے) اور اگر  
 پردہ کے اندر خوش رہ کر بیٹھے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کی والدہ کی دلہیز نہیں ہے اور اگر  
 آپ سختی اختیار کرتے ہیں تو ہدایت کرتا ہوں وَاحْفَظْ جَنَاحَكَ (نرمی کا برتاؤ کیجئے) اور اگر  
 اقربا کے ساتھ نرمی و آسان کرتے ہیں تو مرار ارشاد ہے وَإِنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (آپ  
 اپنے قرابت مندوں کو خوف دلائیے) اور اگر نرمی برتتے ہیں تو لَوْ وَأَغْلَظْ عَلَيْهِمْ (ان پر سختی کیجئے)  
 کا حکم ہوتا ہے۔ اور اگر تند خوئی کج خلقی سے پیش آئیں تو وَوَحَمْتَ فَنظًا غَلِيظًا الْقَلْبِ  
 لَا نَفْصَتُو مِنْ حَوْلِكَ (اے رسول اگر آپ کج خلق تند خو ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے بٹ جاتے) اور اگر  
 آپ بے جھجک صاف صاف کہیں تو مرار ارشاد ہوتا ہے وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ تَوَلَا

بَلِيغًا ط (اے رسول آپ ان سے گفتگو بلاغت کے ساتھ کیجئے) اور اگر مبالغہ سے کام لیں تو ارشاد ہوتا ہے  
 قُلْ لَهُمْ قَوْلٌ لَّامِي سُوْرًا ط (اے رسول آپ ان سے آسان انداز میں گفتگو کیجئے) (جب حضور کی سیرت  
 پاک کا یہ رنگ ہے) تو کیا ہی سرگردانی و پریشانی ایک مشت خاک پر ہے، کون ہے جو اس ماتم و  
 مصیبت میں سینکڑوں نوٹے اپنی جان پر نہ کرے جیسا کہ کہا ہے۔

ہر روز طلب کنی محال و گرم      وز گردش چرخ در حوالی و گرم  
 امروز بناز کی بحالی و گرم      وز گوشش شد ز گوشمالی و گرم

(ہر روز ایک محال کام کی طلب آپ کو مجھ سے ہے اور میں آسمان کی گردش سے کسی نہ کسی بندش  
 میں ہوں آج اپنی نزاکتوں کی وجہ سے دوسرے حال میں مبتلا ہوں اگرچہ گوشمالی کا ذکر بھی کان میں چکا ہے  
 اے بھائی! جب کہ اُس پر فریب وجود میں جو نشانہ بلا ہے گرفتار ہوں تو تقدیر  
 کے میدان میں گیند بجانے اور قضا کے آگے گردن ڈال دینے، دبے رہنے کے سوا اور کیا  
 تدبیر ہے قضا کی گونا گوں پیچیدگیاں کیا کرتی ہیں اور کہاں لے جاتی ہیں مسجد میں بٹھا کر دستار  
 بندھواتی ہیں یا بتخانہ میں زمار قضا و تقدیر کی ہیبت سے لوگوں کے جگر کباب اور دل خون  
 ہو رہے ہیں۔ معلم الملکوت کو دیکھو، بلعم با عور کی طرف نگاہ کرو، اس رنگ کو دیکھ کر لوگ سر پر  
 خاک ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں۔ رُبَّ اَعْمٰی سے

گفتم کہ مگر محرم اسرار آیم      بادولت وصل بر در یار آیم  
 کے دانستم کہ با کمال دانش      در تیکدہ متابل ز نار آیم  
 (یقین تھا کہ میں محرم باز ہو کر وصل کی دولت کے ساتھ دربار پر آیا ہوں یہ میں کب جانتا تھا  
 کہ تمام و کمال دانشمندیوں کے باوجود بتخانہ میں زمار بندوں کی طرح جانا ہوگا۔)

اسی راز کو کہا ہے۔

بر من زو لم نہ ماند جز نام و لم      تا خود بکجا رسد سرا بنجام و لم

(میرے پاس دل کہاں! دل کا صرف نام ہی رہ گیا ہے دیکھیں اب اس کا بھی کیا انجام ہوتا ہے)

یہ سب جو تم نے سنا ہے اس کے باوجود طرفہ یہ ہے کہ فرمایا جاتا ہے اَصْبِرْ وَاَصْبِرْ وَاَصْبِرْ وَاَصْبِرْ

اَعْلٰی الشُّوْقِ اِلٰی اللّٰهِ۔ عجب معاملہ ہم لوگوں کا ہے اس درجہ حیرانی و سرگردانی کے باوجود حکم ہوتا ہے



اپنی جانوں کو ہماری بندگی میں جمائے رہو اور ہماری وی ہونی تمام بلاؤں و مصیبتوں میں اپنے  
دلوں کو میری راہ میں برقرار رکھو اور ان سب کے ساتھ ہمارے اشتیاق میں دلوں کو  
وابستہ رکھو۔ اسی راز کو کہا ہے۔

اے جہان جاں ہمہ حیران تو صد ہزاراں عقل سرگردان تو  
(اے وہ کہ تو تمام جانوں کا جہان ہے سب تیرے ہی حُسن کے شیدائی ہیں، لاکھوں لاکھ عقلیں  
تیرے جمال باکمال سے حیران و ششدر ہیں۔)

وَالسَّلَامُ  
خاکسار شرف منیری



## مکتوب ۱۸

### دوستی و دشمنی اللہ کیلئے اور اپنی خواہشات و نفس کیلئے اس کا ترک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ عمر مذکور کے نام۔

میرے بھائی..... اللہ تعالیٰ تمہیں نفس کی شرارتوں سے پاک و صاف رکھے۔  
تم جانو! قرآن مجید فرقان حمید میں فرمان ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ  
الْمُؤْمِنِينَ ۝ (ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں)

ایمان کی حقیقتوں سے ایک حقیقت یہ ہے کہ دوستی خدا ہی کے لئے اور دشمنی بھی خدا ہی  
کے لئے ہو جس کسی سے محبت کی جائے وہ خدا ہی کے لئے ہو ایسی محبت مومن کے ساتھ  
ہوتی ہے اور جس کسی سے دشمنی کی جائے وہ دشمنی بھی خدا ہی کے لئے ہو ایسی دشمنی کافروں کے  
ساتھ ہوتی ہے، اور جب تمہاری نیت خالص حق کی موافقت میں ہوگی کسی لالچ اور غرض  
کے لئے نہیں تو تمہارا دوسرا قدم محبت کے حدود کے اندر ہوگا کہ المحبة موافقة المحب  
فی محبوبہ و مکروهہ محبت محبوب کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کی موافقت ہی

ہے اور سب یہ جانتے ہیں کہ دوست کا دوست دوست ہوتا ہے اور دوست کے دشمن کے تم دشمن ہوتے ہو، یہ ایک بہت ہی قوی اصل ہے اس کے فوائد بے حد ہیں اور ہر وہ محبت و عداوت جو خالص اللہ کے لئے نہ ہو وہ سب بُرائی، تاریکی و حجابِ راہ ہے جیسا کہ کہا ہے

ح ہر چه جز حق بسوز و غارت کن ہر چه جز دین از و طہارت کن

(حق کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا کے غارت کر دو، دین کے علاوہ قہنی چیزیں ہیں ان سب سے طہارت کرو)

ارباب اشارت کا قول ہے کہ تمہارا نفس پورا کافر ہے اس کی تخلیق ہی آتش پرستوں

کی سرشت پر ہے اس کا سارا دعویٰ ہے کہ اور پی و خستی (جو کچھ ہے میرے لئے ہے میرے ساتھ

ہے اور مجھ سے ہے) اس کا سارا دعویٰ و مطالبہ خدائی مطالبہ کے خلاف اور اللہ تعالیٰ

کے تقاضوں و دعویوں کے مانند ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے

مطالبہ فرماتا ہے کہ تمام حمد و ثنا میری کی جائے اور میری ہی تعریف کیا کرو۔ ہم لوگوں کا نفس

بھی سارے جہاں سے یہی چاہتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے ہمارے

تمام احکام بجالائے جائیں اور ہمارے فرمان کی مخالفت سے بہت دور رہا جائے ہمارا

تمہارا نفس تمام لوگوں سے یہی مطالبہ کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے مطالبہ فرماتا

ہے کہ سب کی رغبت اس کی طرف ہو اور سب کو خوف بھی اسی کی جانب سے ہو ہم لوگوں کا نفس

بھی تمام مخلوق سے یہی چاہتا ہے اسی طرح اور تمام دوسرے امور میں بھی شمار کر لو، حقیقت میں

نظر سے دیکھو نفس کے سارے دعوے اللہ کے دعویٰ کے خلاف اور اس جلّ علا کے دعوے

کے مثل کیا نہیں ہیں؟ اسی کو کہا ہے۔

سُووہ گشت از سجدہ راہ بُناں پیشانیم چند خود را تہمت دین مسلمانانہم

(میری پیشانی بتوں کی راہ یعنی نفس کی فرمان برداری میں سجدہ کرتے کرتے گھس گئی، کب تک میں اپنے

اوپر مسلمان ہونے کی بدگمانی کا داغ لگاتا رہوں گا۔)

اور وہ جو خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے اَسَاسُ الْكُفْرِ مَوَافَقَةُ النَّفْسِ (کفر کی بنیاد

یہی نفس کی موافقت ہے) اسی کو سمجھو کہ یہ کیا۔ اسی بنا پر تو ہے۔ اور وہ جو خواجہ واسطی رحمۃ اللہ

نے فرمایا اَلنَّفْسُ صَنَمٌ وَالنَّظَرُ اِلَيْهَا شُرْكَ وَالنَّظَرُ فِيْهَا عِبَادَةٌ (نفس ہی بت ہے

اس کی طرف دیکھنا (رغبت سے) شرک ہے اور اس کی نگرانی کرنا عبادت ہے) یہ کیا ہے؟ یہ بھی اسی وجہ

سے ہے۔ اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ بزرگوں نے ساہا سال زندگی اس طرح گزاری کہ کبھی ایک قدم بھی نفس کی موافقت پر نہیں رکھا۔ اس کے کیا معنی ہیں (یہ بھی اسی لئے ہے) اور عارفوں کا یہ قول ہے لَا تَغْفُلْ عَنِ النَّفْسِ وَإِنْ انْتَهَيْتَ فِي الْمَعْرِفَةِ (نفس سے غافل نہ ہو اگرچہ اس کو انتہا تک تم پہچان چکے ہو) یہ کہاں سے کہتے ہیں؟ یہ بھی اسی لئے ہے) اور جب تم یہ جان چکے تو یہ بھی جان لو کہ یہ بزرگان جو یہ سب کچھ کہتے ہیں وہ کہاں سے یہ کہتے ہیں یقیناً یہ بھی اسی بنا پر ہے

در کوئے بتماں رفت ہمہ عمر درینا چوں برہمن پیر بہ بت خانہ بمانیم  
(افسوس ساری عمر بتوں یعنی نفس کافر کی گلی میں گذر گئی بوڑھے برہمن کی طرح بت خانہ یعنی نفس کی

کشتیا میں پڑا رہا)

تو جب تم نے یہ جان لیا کہ نفس ہی سب سے بڑا کافر ہے اور کافروں سے محبت کرنا حرام ہے ان سے قتال و جنگ کرنا فرض عین ہے تو نفس سے دشمنی کرنا اور اس سے ہمہ دم جنگ کرتے رہنا بھی فرض عین ہوا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کمتر فتاد است

(اس نفس کافر کی وجہ سے جو ہمارے باطن میں چھپا ہوا ہے مسلمان جہاں میں بہت کم ہیں) اور جب اس قصد و نیت سے مجاہدے کی تلوار اٹھائی، نفس کافر سے جہاد میں مشغول ہوئے اور اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو فَقَدْ فَازْتُمْهَا عَظِيمًا یہ بہت بڑی کامیابی ہے تم فتحیاب ہوئے۔ اور اگر تم شہید ہو گئے تو تمہارے حصہ میں مَنْ قَتَلْتُمْ فَأَنْتُمْ قُتِلْتُمْ (جو میری راہ میں قتل ہوا اس کا عوض میں ہوں) کی دولت آئی۔

اے بھائی! وہ جہادِ ظاہری جسے ظاہر میں تم دیکھتے ہو وہ اس جہاد کے بعد کا درجہ ہے اس ظاہری جہاد میں کافر کو تیغ و تلوار سے دور کیا جاسکتا ہے خود بھی اس سے مصلحتاً علیحدہ ہوا جاسکتا ہے۔ اور شیاطین کو لاجل و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم کے اوراد کے ذریعہ اپنے قریب سے بھگایا جاسکتا ہے اپنے آپ کو اس سے دور رکھا جاسکتا ہے لیکن جہاد تو حقیقتاً یہی جہاد ہے جو نفس کافر سے کیا جاتا ہے سَرَّجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَضْعَفِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَشَدِّ (ہم بوٹے جہاد امز سے جہاد اکبر کی طرف) یہ سب اس وجہ سے ہے کہ یہ کافر تمہارے جسم کے اندر گھسا ہوا ہے اسے اپنے سے دور کرنے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نیک سلوک کرنے پر

بھی اس سے امن میں رہنے کی کوئی راہ نہیں۔ اس لئے کہ اور دشمن کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ جب اس کے ساتھ نیکی کا سلوک اور احسان کیا جاتا ہے تو وہ دوست بن جاتا ہے یہ تو ایسا دشمن ہے کہ اس کے ساتھ لاکھ سلوک و احسان کرو وہ کبھی تمہارا دوست نہیں ہو سکتا بلکہ ہمیشہ تمہاری ہلاکت کے درپے رہے گا۔ اور تمہارا یہ حال ہے کہ اس کے باوجود تم اس کے سب سے بڑے عاشق ہو رہے ہو اور اس کی غلامی میں لگے رہتے ہو۔

گمہ مسلمان وہی گمہ زردہی تاکہ یک لقمہ بدیں کافر وہی

(کبھی مسلمان دیکھتے ہو کبھی سونا چاندی یہاں تک کہ سب کا ایک لقمہ بنا لاس کافر کو دیکھا کرتے ہو) اب تم نے جان لیا کہ نفس کافر کے ساتھ جنگ "جہاد اکبر" ہے اور جب تک بد نصیبی کی یہ رکاوٹ بد بختی کا یہ حجاب نفس کافر درمیان میں ہے سعادت ابدی اور دولت سرمدی سے بندہ محجوب ہے اور بارگاہ محبوب و مطلوب کے دور ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ذره تا از ہستی خویش بود صد فراق سخت در پیش بود

(جتنگ تری اپنی ہستی کا ایک ذرہ باقی ہے ہزاروں ہزار جدائی تجھے در پیش ہے)

وہ جو تم نے سنا ہے کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے خداوند عزوجل کو خواب میں دیکھا پوچھا کیف الطریق الیک خدا نے آپ تک پہنچنے کی راہ کون سی ہے ارشاد ہوا دع نفسک و تعال اپنے نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ۔ یہ نہیں کہا گیا کہ دنیا کو چھوڑ دو اور آ جاؤ لوگوں کو چھوڑ دو، آ جاؤ۔ زن و فرزند کو چھوڑ دو اور آ جاؤ یا مال و اسباب کو چھوڑ دو اور آ جاؤ۔ اور یہ بھی نہیں کہا گیا روزے رکھو، نمازیں پڑھو اور چلے آؤ اسی سے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب کے لئے نفس کافر کو چھوڑنا فرض عین ہوتا ہے فرض حکم حال (یعنی یہ فرض حال ہے اعتقادی نہیں) اگر نفس کافر کو نہیں چھوڑتا تو حق سبحانہ تعالیٰ سے دور رہے گا۔ اسی کو کہا ہے۔

تا دریں حضرت خودی می ماندت صد جهان پڑ بدی می ماندت

زانکہ مگر سوتے بماند از خودیت ہفت دوزخ پر بیاید از بدیت

(جب تک اس بارگاہ خداوندی میں تیری خودی باقی ہے سینکڑوں جہاں تیری برائیوں کے پڑ ہیں

یہ اس لئے کہ اگر تیری خودی کا ایک ذرا برابر بھی باقی ہے تو یہ ایسا ہے کہ ساتوں دوزخ تیری برائیوں

سے بھر جائیں) اور ایسا ہی خواجہ ابو بکر طستانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے النعمۃ العظی

المخروج من النفس لانتہا اعظم حجابا بینک و بین اللہ، (نفس سے نکلتا ایک عظیم نعمت ہے

اس لئے کہ یہی نفس تیرے اور تیرے اللہ کے درمیان سب بڑا حجاب ہے) اسی سے تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ تمام حجابوں اور آدمی کی تمام بُھیبیوں کا راز نفس کافر کے سوا اور کچھ نہیں چنانچہ کہا ہے  
 النفس معدن کل شر (نفس ہی تمام برائیوں کی کان ہے) اور وہ جو فرعون بعین کا دعویٰ تھا انا  
 ربکم الاعلیٰ (ہم ہی تمہارے سب سے بڑے رب ہیں) یہ اسی نفس کافر کی پکار تھی فرق بس  
 اتنا ہی ہے کہ اس کا یہ دعویٰ علانیہ تھا ہمارا تمہارا اور ہم جیسے اور دوسروں کا آج یہ دعویٰ پوشیدہ  
 ہے کیونکہ اس کا ڈر لگا ہوا ہے کہ اگر کھل کر یہ کہیں تو شریعت کی تلوار گردن اڑا دیگی اور فرعون ملعون  
 کو اس کا خوف نہ تھا اب تم اگر یہ کہو کہ آخر اس درو کی دو کیا ہے؟ تو اے بھائی! تمام مشائخ رضوان اللہ  
 کا اس پر اتفاق ہے کہ مخالفة النفس راس العبادۃ نفس کی مخالفت ہی تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے۔

ترا بالنفس کافر در کمین است کجا تور ہبری آسجا کہ دین است

(نفس کافر تمہاری گھات میں لگا ہوا ہے دین تک تمہاری رسائی کیسے ہو سکتی ہے۔)

چنانچہ مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لوگوں نے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ فرمایا ذبح النفس  
 بسیوف المخالفة ومخالفتها ترک شہواتہا (نفس کو اس کی مخالفتوں کی تلواروں سے ذبح  
 کرنا ہے اور نفس کی مخالفت خواہشات کا ترک ہے) اور وہ جو حضرت سہیل رحمۃ اللہ علیہ کا قول تم  
 بنے سنا ہے ما عبد اللہ بشئ مثل مخالفة النفس (نفس کی مخالفت کے ذریعہ جیسی عبادت اللہ  
 کی میں کرتا ہوں ویسی عبادت اور کسی ذریعہ نہیں ہوتی) اور اسی کے بارے میں فرمایا گیا ہے تمہارا یہ حال ہے  
 کہ رات دن اسی نفس کافر کی موافقت پر کمر بستہ ہو اور علاموں کی طرح اس کے سامنے کھڑے  
 رہتے ہو ایسی صورت میں ہلاکت کے سوا اور کیا ہے؟

اے بھائی! بہشت جو کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے جب بغیر مخالفت نفس لے  
 نہیں پاسکتے تو یہ بدرجہ اولیٰ محال ہے خداوند جل شانہ جو بہشت کا خالق ہے اے بے مخالفت  
 نفس کوئی پائے۔ تو جس شخص کو تم دیکھو کہ وہ نفس کے لطف و مزے مرادوں اور لذتوں سے پاک  
 و صاف نکل آیا ہے اور اس نفس کی مخالفت میں مردانہ وار اس نے قدم رکھا ہے تو اسے حق تعالیٰ  
 کی محبت کے دعوے اور اس کی طلب میں سچا اور مستحکم سمجھو اور اگر یہ دیکھو کہ دونوں جہاں کی مرادوں  
 میں سے کوئی مراد اور نفس کے حظوظ میں سے کوئی حظ کا ایک ذرہ بھی باقی ہے تو اس کے دعویٰ محبت  
 خداوندی و حق طلبی کو بالکل غلط اور تھوٹ جاؤ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنی تمام

عمر میں ایک قدم بھی نفس کی مراد پر رکھا وہ محبتِ خداوندی کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ محبت کے شرائط میں سے سب سے کم درجہ کی شرط یہ رکھی گئی ہے کہ دوست کے دوست کو تم دوست رکھو اور دوست کے دشمن کو تم دشمن رکھو اور جب ایک قدم بھی نفس کی مراد پر تم نے رکھا تو دوست کے دشمن کو تم نے دوست بنایا، یہ محبت کہاں ہوئی اس لئے کہ بغیر شرط کے مشروط کا ہونا محال ہے اور دعویٰ بغیر دلیل و برہان کے جھوٹ و باطل ہے۔ تم نے سنا ہوگا، بعض سالکوں نے زنا باندھ لی ہے وہ اسی بنا پر ہے۔ اور یہ بہت ہی مشکل کام ہے نفس کی مخالفت صرف ظاہری تقلید سے درست نہیں ہوتی۔ اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے۔

بُردِ رختِ بقائے دو جہانی از رہ کفر در مسلمان

(کفر کی راہ سے جو اسلام میں آیا اس نے دونوں جہاں کی بقا کے سرمایہ کو پالیا۔)

اور وہ جو کہتے ہیں ان فی الخمر معنی لیس فی العنب (شراب میں جو معنی ہے وہ انگور میں نہیں) اس کا مفہوم یہی ہے جسے اہل ذوق ہی جانتے ہیں کہ یہ کون سی قسم ہے۔ یہی وہ راز ہے جسے کہا

گرد ہر شہر ہرزہ چوں گروی دل دریاں رہ طلب کہ گم کردی

عقل فرماں کشیدنی باشد عشق ایماں چشیدنی باشد

(ہر شہر کے گرد تو کیوں تلاش کرتا رہتا ہے، دل اس راہ میں ڈھونڈھ جہاں تو نے کھویا ہے)

عقل فرمان کی بجائے اوری کرنا جانتی ہے ایمان کے ذائقہ و مزے کو عشق ہی جانتا ہے)

اسی معنی میں ایک عزیز نے کہا ہے۔

پائے او گیرم و سر بر خط فرمانش نیم بندہ او باشم و از مرتبہ بزار شوم

ہمچو علاج و فایہ پیشہ دریں راہ عشق ترک خود گیرم دست سوسے دار شوم

(ان کے قدموں کو پکڑ لوں اور ان کے حکموں پر سر رکھ دوں ان کا بندہ بن جاؤں جاہ و مرتبہ سے بزار

ہو جاؤں، و فایہ پیشہ منصور علاج کی طرح اس راہ میں خود کو فراموش کر کے عشق کے بادہ سے سرشار

ہو کر دار پر چلا جاؤں۔)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



# مکتوب ۱۹

## ظاہر و باطن کی طہارت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بجانب قاضی شمس الدین ساکن قصبہ چونہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
اے بھائی! آدمی دونوں جہاں میں طہارت ہی کے ذریعہ قدر و منزلت حاصل کرتا ہے  
اور تمام نیک نختیوں، دولت مندوں کی بارگاہ یہی طہارت و پاکی ہے گندگی و آلودگی بینامبروں  
فرشتوں، اور صدیقیوں کی راہ سے بہت دور ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہرچہ جز حق بسوز و غارت کن ہرچہ جز دیں از و طہارت کن

تا، پچوالف نگردی از خویش این کاف تو بر نخیزد از پیش

(حق تعالیٰ جل شانہ کے سوا جو کچھ ہے اسے جلا کر غارت کر دو اور دین کے علاوہ جو بھی ہے

ان سب سے طہارت کر لو جب تک تم ہاتھ جھاڑ کر مثل الف کے کھڑے نہ ہو جاؤ گے اس وقت

تک تمہارے کان کفر کا ہرگز خاتمہ نہ ہوگا۔)

چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے سُبْحٰنَ الْاِسْلَامِ عَلٰی النَّظَافَةِ الْاِسْلَامِ كِی

بنیاد ہی پاکیزگی پر ہے۔ اسلام کسی قسم کی گندگی کو قبول نہیں کرتا اور کسی گندے ناپاک کو اسلام

اپنا جمال بھی نہیں دکھاتا مدت ہوئی تمام گندے اور ناپاکوں کو اس آیت کریمہ لَا یَمْسُكُ الْاِثْمُ

الْمُطَهَّرُوْنَ ط (اسے مٹھریں کے سوا اور کوئی ہاتھ نہ لگائے) کی قہارانہ تہیہ نے بارگاہ اسلام سے

مکالہ دیا ہے اور اس حدیث پاک اِنَّ اللّٰهَ طَیْبٌ لَا یَقْبَلُ الْاِطِیْبَ (اللہ تعالیٰ پاک ہے

اور پاکیزگی کے سوا قبول نہیں کرتا) کی بزرگی و شان نے آلودگانِ نجاست کو اسلام کے احاطہ

سے باہر کر دیا ہے۔

پاک شو تا ز اہل دیں گروی آچنناں باشی تا چنیں گروی

(پاک و طاہر بن جاتا کہ تو دین والوں میں ہو جائے ایسا طیب و طاہر ہو جا کہ مطہرین میں داخل ہو جائے)  
تو پہلے چاہیے کہ لباس، بدن، لقمہ، سب حلال اور پاک ہو۔ اس کے بعد حواسِ خمسہ پانچوں حواس  
گننا ہوں اور دینی احکام کی مخالفت) نافرمانیوں سے پاک و صاف ہونا چاہیے۔ پھر دل کا بڑے  
خصائل یعنی صفاتِ ذمیرہ جیسے نخل، حقد، حسد سے پاک و صاف ہونا ضروری ہے جب پہلی طہارت  
حاصل ہو گئی یعنی جامہ، تن، لقمہ پاک و صاف ہو گیا تو مرید ایک قدم دین کی راہ میں چلا اور جب  
دوسری طہارت حاصل ہوئی یعنی حواسِ خمسہ معصیت و خلافِ شرع سے پاک و مصفا ہو گئے تو  
مرید دین کی راہ میں دو قدم چلا۔ اور جب تیسری طہارت حاصل ہوئی یعنی دل و صاف ذمیرہ پاک ہو گیا تو مرید  
دین کی راہ میں تین قدم چلا۔ اس مقام میں توبہ کی حقیقت ظاہر ہوئی اور اب مرید حقیقی تائب ہو جاتا ہے۔

اے پیر گنہگار دریں عالم فانی بشتاب سوئے توبہ بگذار توانی  
تا تو نشوی خاک ہمیں کوش بطناعت برباد مدہ عسراگر، پیچ توانی

(اے بوڑھے گنہگار اس فانی دنیا میں توبہ کی طرف جلد آجہاں تک ہو سکے۔ جب تک تو قبر میں نہ چلا جا کے اسی طہارت  
و عبادت میں کوشش کرتا رہ، دیکھ جہاں تک ممکن ہو عمر کو ضائع نہ ہونے دے)

صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو گردش کہتے ہی یعنی گندگی و ناپاکی و  
نجاست کے حال سے پاکیزگی و طہارت کے حال میں لوٹ آیا۔ کلیسا تھا مسجد بن گیا، بت خانہ  
تھا عبادت خانہ ہو گیا شیطان تھا آدمی بن گیا اس وقت مرید کے دل پر ایمان کی حقیقت کا  
آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اسلام اپنا جمال دکھاتا ہے اور معرفت کا دروازہ اس کے سینہ پر  
کھول دیا جاتا ہے اس طہارت کا آفتاب ہر معاملہ میں اور ہر مجاہدہ میں جس میں تم ہوتا باں ہونا  
چاہیے۔

اوصافِ ذمیرہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در توبہ و حل شد

چوں نیستی تو شد محقق خیزد ہمہ نعرۃ انا الحق

(بڑی خصلتیں جب اچھی صفتوں سے بدل گئیں تو جتنے عقدے ترے تھے سب کھل گئے)

جب تیری نیستی حقیقت ہو گئی تو تیرے اندر سے نعرۃ انا الحق بلند ہونے لگا۔

اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب عملِ رسم و عادت ہے اور ماں باپ کی تقلید ہے یہ نہ تو



اسلام ہے اور نہ دین۔ اسی کو کہا ہے۔

اسی ہوائے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(اس سے پہلے اپنی خواہش سے تم جو کچھ کیا کرتے تھے وہ رسم و عادت تھی دین نہیں)

ان تمام باتوں سے ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ یہ تمام لوگ مسلمان نہیں ہیں؛ نہیں ایسا نہیں ہے شرع کے ظاہری حکم کے مطابق سب کے سب مسلمان ہیں اعتقاد کا مسدہ ہی ہے لیکن ان تمام لوگوں نے پوست یعنی ظاہر پر قناعت کر لی ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

پایہ بسیار سوتے بام بلند تو بیکیا یہ چوں شوی خرسند

(بلند ترین بالاخانہ پر جانے کے لئے بہت سارے درجے ہیں تو ایک ہی درجہ پر پہنچ کر کیسے

کامرانی کی خوشی پاسکتا ہے۔)

یہ تمام تقریر طریقت کے حکم کے تحت کی گئی ہے ہرگز غلطی نہ کرنا۔ بندہ کے لئے پاکی و طہارت کا پیدا ہونا و طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ وہ طہارت سینہ کے معنی باطن میں خود بخود پیدا ہو اور باطن سے ظاہر کی طرف آئے یہ اللہ رب العزت کا خاص فضل ہی ہوتا ہے اس کو اصطلاح میں "کفایت" کہتے ہیں یہ خواص ہی کے لئے ہوتا ہے اس کے لئے انبیاء و صدیقان مخصوص ہیں۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ یہ طہارت ظاہر سے باطن میں داخل ہوتی ہے اس طہارت کے حصول کا طریقہ مجاہدہ ہے اور یہ عوام کو ہوتا ہے اور اس طہارت کی ابتدا جامہ کی طہارت سے ہوتی ہے یعنی جب کوئی یہ چاہے کہ اس پاکیزگی تک پہنچے تو وہ کپڑے کی طہارت سے شروع کرے اس حقیقت کو جو اس مکتوب میں لکھی گئی ہے اسے بار بار غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریں یہاں تک کہ اس کے معنی انشاء اللہ و نشیں ہو جائیں ہرگز ہرگز صرف پڑھنے اور جان لینے پر اکتفا نہ کریں حتی الوسع اس پر عمل کریں۔ اسی کو کہا ہے۔

کارکن کار بگذر از گفتار کہ دریں راہ کار دار کار

راہ دیں صنعت و عبارت نیست جز خرابی در و عمارت نیست

(عمل کر دہ عمل باتیں بنانا چھوڑ دو کیوں کہ اس راہ میں عمل ہی سے کام ہے۔ دین کی

بناوٹ عبارت آرائی نہیں ہے کیوں کہ اس بناوٹ و عبارت آرائی میں کوئی تعبیری

کام نہیں ہے۔)

تین وقت تجسید وضو پابندی سے کیا کریں۔ ایک آفتاب نکلنے کے بعد دوسرے عصر کی نماز کے بعد تیسرے عشا کی نماز کے بعد اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں اور جمعہ کی رات کو زندہ رکھنے یعنی رات بھر جاگتے رہنے کی عادت کریں اس طور پر کہ جمعہ کی رات کو کچھ نہ کھائیں پینیں سو جانے کے بعد اٹھ کر تازہ وضو کریں اور دو رکعت نماز ادا کریں اس کے بعد نماز و تسبیح میں وقت گزاریں پھر اٹھ کر کھڑے ہو جائیں اور متواتر تازہ وضو کریں ہر ایک کے بعد دو رکعت نماز شکر الوضو ادا کیا کریں اور وہ دعائیں جو تحیث الوضو کے بعد پڑھنے کی ہیں اسے پڑھیں اسی طرح دس پندرہ مرتبہ تک پہنچائیں یہاں تک کہ اگر ہو سکے تو رات کے آخری حصہ میں قریب صبح غسل کریں اور کچھ صاحبان مجاہدہ تو ہر رات قریب صبح غسل کرتے رہے ہیں اور بعضوں نے تو پانچوں وقت وضو کے عوض غسل ہی کیا ہے۔ وضو کے عوض غسل میں بہت زیادہ ہے صاحبان مجاہدہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے۔ ان باتوں کا خاص خیال رکھیں، حق سبحانہ تعالیٰ ناطق ہری اور باطنی آلائشوں سے پاک و ظاہر فرمائے۔

والسلام

حقیر شرف منیری



# مکتوب ۲۰

## علم کی غیبت اور شیعوں کی صحبت کو غنیمت سمجھنے میں

میرے بھائی شمس الدین خدام کو اپنی عبادت کے لئے تادیر قائم رکھے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کی طرف سے سلام و تحیت قبول کرو۔

بھائی تم جانو! قاضی صدر الدین کی صحبت کو غنیمت جانو اور خوش قسمتی کی علامت سمجھو دن

رات علم حاصل کرنے میں لگے رہو اور اسے لازم کرو آرام و آسائش، مینڈ بھوک سب کو کنارہ کرو۔

علم ہر معاملہ یعنی ریاضت و مجاہدہ میں مثل طہارت کے ہے جیسے نماز میں طہارت ضروری ہے کوئی

عمل بغیر علم کے درست نہیں ہوتا جیسے کوئی نماز بغیر طہارت کے نہیں ہوتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

علم نرآمد و عمل مادہ دین و دولت بدوشد آمادہ

کار بے علم بار و بر بندہ تخم بے مغز ہم شرمندہ

علم کی مثال نر کی ہے اور عمل مادہ کے مانند ہے دین اور دین کی دولت اسی سے پیدا ہوتی ہے

کوئی عمل بغیر علم کے بار آور نہیں ہوتا۔ جیسے بغیر مغز کا بیج پھل اور سلگونے نہیں لاتا

اگر کوئی شخص بغیر علم کے تمام عمر مجاہدہ و ریاضت کرتا رہے، وہ جیسے تھا ویسا ہی رہے گا اس کی

مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی برسول بے وضو نماز پڑھتا رہا، اور بغیر پکان لائے ہوئے یعنی کافر قرآن

کی تلاوت کرتا رہا، لیکن تمہیں معلوم ہو کہ علم دو طرح کے ہیں۔ ایک علم کسبی ہے جو استادوں سے پڑھ کر

یا کتابوں کے مطالعہ سے لوگ اخذ کرتے ہیں۔ اور دوسرا علم وہ ہے جو سینہ کے اندر پیدا ہوتا ہے۔

اس علم کی تین قسمیں ہیں بعض وہ ہے کہ اس بارگاہ بے نیاز سے پیغمبروں کے قلوب میں نازل ہوتے ہیں

اسے وحی کہتے ہیں اور بعض یہ ہے کہ اللہ کے ولیوں کے دلوں میں اترتے ہیں اسے الہام کہتے ہیں

ایک اور قسم وہ ہے جو پیغمبران علیہم السلام کے واسطے صدیقیوں کے سینہ میں پہنچتے ہیں اور اسی طرح

پیروں کے واسطے سے مریدوں کے سینہ میں پہنچتے ہیں چنانچہ اس حدیث شریف کے یہی معنی ہیں

الشیخ فی قومہ مکنی فی امتہ ( پیر اپنے مریدوں کی جماعت میں ویسے ہی ہیں جیسے نبی اپنی امت میں ہوتے ہیں) یعنی جس طرح صدیقان خداوند تعالیٰ کو پیغمبروں کے سینہ کے آئینہ میں دیکھتے ہیں اسی طرح مریدان بھی خداوند عزوجل کو پیروں کے دل کے آئینہ میں پاتے ہیں اور جانتے و پہچانتے ہیں۔  
قطعہ

برلوح دلت نقش اگر ایچ حروف است یک رمز اسرار معانی نہ بدانی  
چوں محوشد از لوح دلت حرف تمامت میاں کہ شدی محرم اسرار معانی  
(تیرے دل کے تختہ پر اگر ایک حرف بھی لکھا ہوا ہے تو تو معانی کے بھیدوں کا ایک نکتہ بھی نہیں  
جان سکتا ہے۔ اور جب تیرے دل کے تختہ سے حروف کے نقوش مٹ جائیں گے تو تو اسرار معانی کے نکتہ کو جان سکتا ہے)  
اور وہ جو مشائخ کے اقوال میں آتا ہے کہ مرید خداوند جل شانہ کو پیر کے دل میں دیکھتا ہے دیکھنے سے یہی جلوہ  
مراد ہے چشم ظاہر سے دیکھنا نہیں۔ اس میں چھی طرح غور و فکر کرو۔

اے بھائی! علم تمام خوش نختیوں کا راز یعنی اس کی اصل ہے جس طرح جہل و نادانی تمام بد نختیوں  
کا رمز اور اس کی جڑ ہے۔ تمام نجات کے ذرائع علم ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور ساری ہلاکتیں جہالت  
سے پیدا ہوتی ہیں۔ فردوس کے درجات اور قدسیوں کے کرامات علم ہی کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ  
کہا ہے۔

نیست از بہر آسمان ازل زردباں پایہ بہہ ز علم و عمل

(آسمان ازل تک پہنچنے کے لئے علم و عمل سے بہتر کوئی ذمہ نہیں ہے۔)

جہنم کے گڈھے اور سخت ترین عذاب میں جہالت ہی کے سبب مبتلا ہوتے ہیں۔ علم کی بارگاہ  
پاک میں سوائے مومن کے اور کسی نے قدم نہیں رکھا اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمات  
الی النور (اللہ مومنوں کا دوست ہے ان کو تاریکیوں سے نکال کے روشنی کی طرف لے جاتا ہے) یعنی جہالت  
سے علم کی طرف۔ اور جہالت کی منزل میں سوائے کافروں کے اور کوئی داخل نہیں ہوا والذین  
کفروا اولیاءہم الطاغوت یخرجوہم من النور الی الظلمات (اور جن لوگوں نے کفر اختیار  
کیا ان کے دوست شیاطین ہوتے ہیں جو ان کو روشنی سے تاریکیوں کی طرف بہنچا دیتے ہیں) یعنی علم سے  
جہالت کی سمت جس طرح مومن کو بد نختی اور کفر سے دور رہنا چاہیے اسی طرح جہالت اور جاہلوں  
سے دور رہنا واجب ہے چنانچہ شریعت کا فتویٰ ہے العالم حبیبی والجاہل عدوی

(علم والے مرے دوست میں اور جاہل میرے دشمن ہیں) تو جس طرح جاہلوں اور جہالت سے دور رہنا واجب ہے اسی طرح علم کی قربت اور علمدار کی صحبت فرض ہے۔ اس سے مراد علمدار آخرت اور علم آخرت ہے علم دنیا اور علماء دنیا نہیں، دیکھو غلطی میں مبتلا ہونا اسی کو کہا ہے۔

علم باچوں تو خوانی از بازی آلت مال و جاہ ازاں ساری  
علم سوئے درالہ برد نہ سوتے نفس و مال و جاہ برد  
علم کمر بہر کاخ و باغ بود ہنچو مردوز و را چہ راغ بود

(علم کو جب تو نے کھیل و تماشہ کے طور سے پڑھا تو اسے مال و جاہ حاصل کرنے کا آلہ بنا یا علم تو وہ ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ کے در تک پہنچائے نہ کہ خواہشات نفسانی اور مال و جاہ کی طرف لے جائے۔ علم اگر محل اور باغ کے لئے ہے تو وہ چوروں کے چراغ یعنی ٹارچ کے مانند ہے۔) بہت سارے مجاہدے اور ریاضتیں وہاں نہیں پہنچا سکتیں جہاں اس جماعت صوفیہ کے بزرگوں کی ایک روز کی نیک صحبت پہنچا دیتی ہے۔ یوں سمجھو

مورسکیں ہو سے داشت کہ در کعبہ دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

(بے چاری غریب چیونٹی کو کعبہ پہنچنے کی ہوس ہوئی، کبوتر کے پاؤں سے لپٹی اور پہنچ گئی)

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ لکڑی اور خس و خاشاک کے مزاج میں سکون ایک جگہ پڑے رہنا ہے اور جب اسی لکڑی اور تنکے کو پانی کی قربت و صحبت حاصل ہوتی ہے تو پانی کے بہاؤ کے ساتھ یہ بھی بہنے لگتی ہے اور اسی طرح چیونٹی کی صفت پر واز کی نہیں ہے جب کبوتر کی صحبت اسے نصیب ہوتی تو کبوتر کی پر واز کے ساتھ چیونٹی بھی اڑنے لگی۔ جاری ہونا پانی کی صفت ہے، اڑنا کبوتر کی صفت ہے صحبت کی وجہ سے لکڑی اور چیونٹی کو یہ بات حاصل ہو جاتی ہے اسی طور پر جیسا کہ بیان کیا گیا صحبت کے متعلق یہ ایک عظیم نکتہ ہے۔ یہ اشارہ اسی طرف ہے۔

اسپ تو سن ز اسپ ساکن رگ گشت ہنچو اگر نشد ہم تہگ

(سرکش گھوڑا پر سکون گھوڑے کی عادت اختیار کر لیتا ہے اگرچہ رفتار میں اس کے برابر ہو سکے)

دوسری بات لوہے کی خاصیت یہ ہے کہ پانی کی سطح پر ٹہر نہیں سکتا اور نہ چل سکتا ہے اگرچہ ایک ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو اور جب وہی لوہا کشتی کی لکڑیوں سے جڑ جاتا ہے اور اسی کے ساتھ لگ جاتا ہے اگرچہ یہ لوہا وزن میں ایک دو من ہی کیوں نہ ہو تو یہی لوہا کشتی کی لکڑی کے ساتھ رہ کر

پانی کی سطح پر ٹھہرا رہے گا اور رواں بھی ہوگا اس جماعت صوفیہ کے بزرگوں کی صحبت کی فضیلت ان کے اثر و برکت کو اسی سے سمجھو، جانو اور پہچانو کہ اس رسم و عادت پرستی کی عبادت سے اس وقت تک نکلا نہیں جاسکتا جب تک کسی اہل دین بزرگ کا سایہ دولت میسر نہیں ہوتا۔ اسی کو کہا ہے

با حیات تو دیں بروں نہ آید      شب مرگ تو روز دیں زاید  
آں ہوائے کہ پیش ازیں باشد      رسم و عادت بود نہ دیں باشد  
تار ہیرتست عادت خویش      شیطان و منافق نہ درویش

(تیری اس رسم و عادت کی زندگی سے دین ظاہر نہیں ہو سکتا، اس رسمی زندگی سے جس رات تیری موت ہوئی اسی رات دین کا روز روشن ہوا۔ تیری وہ تمام خواہشیں جو تھیں وہ رسم عادت تھیں دین نہیں تھا۔ جب تک تیری عادتیں تیری رہبری کر رہی ہیں اس وقت تک تو شیطان ہے منافق ہے درویش نہیں)

اس وقت جب کہ قاضی صدر الدین کی صحبت کا خدا نے موقع دیا ہے تو اے غنیمت

سمجھو۔ واللہ اعلم۔



وَالسَّلَامُ

شرف منیری

## مکتوب ۲۱

### گردش و روش میں

میرے بھائی شمس الدین! خدائے تعالیٰ اپنے احسان و کرم خاص سے ابدی خوش بختیوں کے باپ پر پہنچائے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کریں۔

واضح ہو، بار بار تقاضا تھا کچھ لکھ کر بھیجا جاتے اور اس میں خاص ارشاد و تنبیہ بھی ہو

کچھ در ماندگی دل کا اظہار بھی تھا اسی بنا پر چند مکتوب مسلسل بھیجے گئے اسے پورے غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریں اگر کوئی مشکل ہو تو قاضی صدر الدین سے اچھی طرح حل مطالب کر لیں اس دعا گو کی یہ ہدایت ہے چونکہ قاضی صاحب مذکور وہاں موجود ہیں ان کی موجودگی میں کوئی مشکل نہیں رہے گی بقدر وسعت ان مکاتیب پر عمل کرتے رہیں کیوں کہ اصل چیز عمل ہی ہے۔ جیسا کہ

کہا ہے س  
کار کن کار بگذر از گفتار کاندین راہ کار دار و کار

(عمل کرو عمل، قیل و قال چھوڑ دو اس لئے کہ اس راہ میں عمل ہی اصل کام ہے)

کوئی ساعت تجدید توبہ سے غفلت میں نہ گزرے اور ہمت کر لیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ توبہ کی حقیقت تک پہنچا دے کیوں کہ اس راہ میں اصل چیز توبہ ہی ہے۔ توبہ مقامات و احوال کے لئے بمنزلہ زمین ہے جیسے زمین بنیاد رکھنے کے لئے ضروری ہے اس لئے کہ زمین کے بغیر کسی عمارت کی بنا محال ہے اسی طرح بغیر توبہ کے مقام و حال کا حصول محال ہے یہ اس لئے کہ اس معاملہ میں پونجی ایمان ہے۔ اس راہ میں قدم کون رکھتا ہے؟ ایمان رکھتا ہے۔ ان احکام کے بوجھ کو کون اٹھاتا ہے؟ ایمان اٹھاتا ہے۔ اس خونخوار صحرا کو کون طے کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے۔ اس محیط سمندر میں سیر کون کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے؟ اور یہ شربتِ مردان کون پیتا ہے؟ ایمان پیتا ہے۔ یہ درد طلب کے ہوتا ہے؟ ایمان کو ہوتا ہے۔ اور اس طلب کا اظہار کون کرتا ہے؟ ایمان کرتا ہے۔

تا کہ بہ زباں نفس بر آری ایماں بہ دل ست و دل نداری

(جب تک دل میں ایمان کا وجود نہیں ہے تو صرف زبان سے کب تک رٹے رہو گے ایمان تو دل سے ہے اور تمہارا پاس دل ہے کہاں؟ جب توبہ ظاہر و پیدا ہوئی تو ایمان کی حقیقت بھی آشکارا ہو گئی کیوں کہ ہر سینہ و دل میں ایمان کا آفتاب آدمی کے توبہ کی مقدار میں تاباں ہوتا ہے جس مقدار میں توبہ کی بارگاہ کا دروازہ اس پر کھلتا ہے اسی مقدار میں ایمان کا آفتاب اپنی تابش میں آتا ہے تو تمام مہمات میں توبہ اہم ہے اسی کو کہا ہے س

اے پیر گنہگار دریں عالم فانی بشتاب سوائے توبہ و بگذار تو انی

(اے بڑھے گنہگار اس فانی دنیا میں جلد سے جلد توبہ کرے گا ہلی چھوڑے۔)

تو بہ کی حقیقت ہی گردش ہے یعنی اپنی فطرت اپنے عادات و خصائل سے پلٹ آتا ہے پیران طریقت مریدوں کو چلہ کا جو علم دیتے ہیں اسی گردش کے لئے ان کا فرمان ہوتا ہے تاکہ مرید اپنی بُری عادات و صفات سے پلٹ جائے اور جب مرید اپنی پہلی رسم و عادات و صفات و خصائل سے پلٹ آیا تو پھر وہ پہلا شخص نہیں رہتا بلکہ دوسری شخصیت ہو جاتا ہے پہلے جسے تو نے دیکھا تھا اب وہ کہاں رہا اب تو وہ دوسرا ہی آدمی ہو گیا جب صفت بدل گئی آدمی بھی بدل گیا اس کی اصل و حقیقت تو اس کی صفت تھی جب اس کی وہ صفت نہ رہی تو وہ بھی نہیں رہا اگرچہ اس کی ذات یعنی صورتاً وہی شخص اپنی جگہ پر قائم ہے اور ذات یعنی صورت وہ چیز ہے جس کا اعتبار نہیں ہوتا تو یقیناً اس شخص میں ایک دوسرا ہی ایمان پیدا ہوا کہ جس کو "حقیقتِ ایمان" کہتے ہیں۔ اور جب حقیقتِ ایمان پیدا ہوئی تو کثرت اٹھ گئی وحدت پیدا ہو گئی اسی کو کہا ہے۔

سا تو بانو لیشی عدد بینی ہمہ چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

ہ (جب تک تو اپنے آپ کو دیکھے گا تعدد باقی ہے اور جب اپنے وجود سے فانی ہو گیا تو

احد ہی احد رہے گا۔) اور کسی عزیز نے کہا ہے۔

در دوی عقل راست بیجا بیسیج چشم ایماں دوی نہ بیند مایج  
(دوئی ہی وہ ہے جس سے عقل کے لئے الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایمان کی آنکھ کبھی بھی دوئی نہیں دکھتی) لیکن اس گردش یعنی تبدیلی صفات کے قبل ساری کلمہ گوئی ایمانِ تقلیدی، و حرکتِ لسانی کے علاوہ اور کچھ نہیں لیکن اکثر و بیشتر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی ایمان ہے۔ حالانکہ وہ رسم و عادات ہے حقیقتِ ایمان نہیں۔ اسی کو کہا جیسے۔

آن ہواے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دین باشد

(وہ خواہش جو اس گردش کے پہلے رہی ہے وہ رسم و عادت ہے دین نہیں ہے۔)

اور اس تقلیدی ایمان و حرکتِ لسانی یعنی زبانی دعویٰ کے ساتھ کہ جس میں ہم لوگ پڑنے ہوئے ہیں یہ راہ نہیں چل سکتے اور یہ بار نہیں اٹھا سکتے اور اس خو خوار صحرا کو نہیں طے کر سکتے اور ان مردانِ خدا کے اس شربت کو نہیں چکھ سکتے مثل ہے کہ ہاتھی کا بوجھ نہ پجارہ مچھڑ نہیں کھینچ سکتا جیسا کہ کہا ہے۔

محرم دولت نبود ہر سرے بارِ سیحان کشد ہر خسے



(ہر شخص اس دولت کا اہل نہیں جناب عیسیٰ کا بوجھ ہر ایک گدھا نہیں اٹھا سکتا۔)  
 رستم کا بوجھ رستم کا گھوڑا ہی اٹھاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مقام کی دوری اور اس کی صعوبت سے  
 آپ برادر کے دل میں گھبراہٹ کو تا ہی سستی پیدا ہو جائے اور فرار کی راہ اختیار کرنے کے لئے  
 یہ بات سامنے آئے الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین (کہ جس چیز کی طاقت نہ ہو اس سے بھاگنا  
 مرسلین کی روش ہے۔)

اور زیادہ تحریر و بیان کرنے میں مجھے اسی کا کھٹکا بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے تو سنو نا امیدی  
 کسی حال میں کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے یہاں کام بے علت و سبب کے ہوا کرتے ہیں اس کی  
 کوئی قیمت نہیں وصول کی جاتی۔

بتو تا دوست نیت راہ دراز رہ توئی پائے نہر براہ نیاز

(دوست کی راہ تجھ سے کچھ زیادہ دور نہیں راہ تو بالکل تیرے قریب ہے تو نیاز مندی کا قدم رکھ تو ہی۔)

بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو بتوں کے آگے سر کے بل ڈال دیئے گئے تھے چشم زدن میں ان کو وہاں  
 سے ایسا اٹھایا گیا کہ بت کے سامنے کی زمین ان کی پیشانی کی گرمی سے ابھی گرم ہی تھی کہ اسے سارے  
 زمین و آسمان سے گذار کر اس مقام میں پہنچا دیتا ہے کہ اس کے بعد اگر انسان و اجنا سارے زمین و  
 آسمان میں اسے تلاش کریں تو اس کا نشان نہ پاسکیں اور متحیر ہو کر کہنے لگیں یہ شخص کیا تھا اور کیا ہو گیا  
 ان کے اس تحیر و سرگردانی پر جواب ملتا ہے فعال لما یزید میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اس  
 بارگاہ پاک میں چون و چرا کی گنجائش نہیں اور نہ علت و سبب کو دخل ہے کیوں کہ یہاں کے کام بے علت  
 و سبب کے ہوتے ہیں کسی کو بایزید بنا دیتا ہے اور کسی کو ابو جہل ایک کو اعلیٰ علین پر پہنچا دیتا  
 ہے اور دوسرے کو اسفل السافلین میں گرا دیتا ہے درمیان میں کوئی علت و سبب نہیں۔ باز آ جاؤ  
 چون و چرا سے اسے عالم اسباب کے معاملات میں خرچ کرو کیوں کہ یہ چون و چرا اسی عالم اسباب کی  
 پیداوار ہے حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دیدار کی بینائی و بصیرت عطا فرمائے اور تمہارے وجود کے حجاب  
 کو تمہارے سامنے سے اٹھا دے اپنے فضل و کرم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کی ال  
 کے طفیل اور جب تمہیں خود تمہارے آگے سے اٹھا لیتا ہے تو تمہارے در پر دولت مندی کا نقارہ بجا  
 دیتا ہے اسی کو کہا ہے۔

قاعدہ عشق چوں در جان ماست شاہ جہاں چاکر و دربان ماست

بندہ عشقت چو شدم اے صنم درود جہان نافذ فرمان ماست  
 (عشق کی بنیاد جب ہماری جان میں ہے تو دنیا جہاں کے بادشاہان ہمارے نوکرا و دربان ہیں  
 اے میرے محبوب جب سے ہم آپ کے عشق کے بندے ہیں دونوں جہاں میں ہماری فرمان جاری ہے)



وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری

# مکتوب ۲۲

## تزکیہ اور تصفیہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی شمس الدین کے نام۔

عزیز بھائی شمس الدین! اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہمیشہ ثابت قدم رہیں۔  
 کاتب مکتوب کا سلام و دعاء قبول کریں۔

اے برادر واضح ہو! اخلاق کو پاکیزہ بنانے اور بُری عادتوں کو اچھی خصلتوں سے  
 تبدیل کرنے میں ہر روز ہر آن تاجدار مسکان کو کوشش کرتے رہیں اور اس کو اہم ترین مہم جانیں کیوں کہ  
 اس کام میں کاہلی و غفلت برتنے سے سخت ترین بلا کا سامنا ہے۔

اللہ اپنی پناہ میں رکھتے وہ بلا یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر وحشی جانور ان درندے اور حیوانا  
 ہیں ان میں سے ہر ایک کی صفت آدمی میں موجود ہے تو جس جانور کی صفت کا غلبہ جس کسی میں ہوگا  
 کل قیامت کے دن اسی صفت کی بنا پر اس کا معاملہ ہوگا آج کی اس صورت پر نہیں یعنی اس شخص  
 کو اسی جانور کی صورت میں اٹھایا جائے گا جس کی صفت غالب ہوگی۔ مثلاً آج اگر کسی شخص میں  
 غصہ و غضب کی صفت غالب ہے تو کل قیامت کے دن اسے کتے کی صورت میں اٹھایا جائیگا  
 اور اگر کسی میں شہوت کی صفت غالب ہے تو قیامت میں سور کی صورت میں اس کا حشر ہوگا اور اگر  
 کسی میں تکبر و نخوت کی صفت کا غلبہ ہے تو قیامت کے دن پھیتے کی شکل و صورت میں اٹھایا جائیگا۔

اور چاپلوسی، مکر و فریب والوں کو لومڑی کی صورت میں اٹھائے گا اور دوسری صفتوں کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کل قیامت کے دن آذر کو دکھیں گے کہ فرشتے اسے دوزخ کی سمت لے جا رہے ہیں۔ اس وقت عرض کریں گے خداوند! اس سے بڑی اور کیا فضیلت تھی ہوگی کہ میں میدان قیامت میں کھڑا ہوں اور میرے باپ کو میرے سامنے سے دوزخ میں لے جا رہے ہیں۔ آخر دنیا میں میں نے درخواست کی تھی کہ وَلَا تَخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (مجھے اس دن رسوا نہ کیجئے گا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے) اسی وقت آذر کو آدمی کی صورت سے مٹا کر گفتار کی شکل میں کر دیا جائے گا کیوں کہ دنیا میں گفتار ہی کی خصلت کا اس پر غلبہ تھا۔ حضرت خلیل سے کہا جائے گا آپ کو اس گفتار سے کیا واسطہ اور کون سی قرابت داری کا لگاؤ ہے؟ اور سب صحابہ کہتے کہ کتے کی صفت سے نکال کر آدمی کی صورت میں بنا دیں گے اور آدمیوں کی صف میں لے آئیں گے کیوں کہ وہ کتے کی ہیئت کلی میں آدمی کی صفت سے آراستہ تھا اور آذر آدمی کی صورت میں گفتار کی صفت رکھتا تھا۔ اسی سے سمجھ لو کہ صورت کا کچھ اعتبار نہیں۔ صورت کے اعتبار سے کیا آدمی کیا گدھا، کیا پتھر اور کیا سونا سب برابر ہے فرق تو معنی و صفت کے اعتبار سے ہوتا ہے لیکن جاہلوں کی نظر ظاہری شکل و صورت ہی پر رہتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

مرد صورت پرست کس نبود ہوش او جز سوتے ہو کس نبود

ہیج معنی نہ دیدہ ام زخاں گر تو دیدی سلام من برساں

(ظاہر پرست آدمی آدمی ہی نہیں ہوتا اس کی ساری ہوشمندی ہوسنا کی ہوتی ہے میں نے

خسین آدمی میں کوئی معنی نہیں دیکھا اگر تم نے دیکھا ہے تو میرا سلام پہنچا دینا۔)

اے بھائی! اسی طرح بہت سارے آدمی جو آج یہاں آدمی کی صورت میں نظر آتے

ہیں ان کو کل قیامت کے دن وحشی جانوروں اور درندوں کی قطار میں دیکھو گے اور بہت سے وہ

جن کو درندے اور وحشی جانور کی شکل میں آج تم دیکھ رہے ہو وہ کل قیامت کے دن آدمیوں کی

صف میں کھڑے کئے جائیں گے۔ یہ گھالی بڑے مشکل کی ہے اور معاملہ بہت سخت ہے بزرگوں

نے روایت کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ احد کے بارے میں فرمایا ہے۔

۱۔ گفتار۔ لومڑی اور کتے کے درمیان ایک جانور ہے۔ اسے بچو۔ ڈان۔ ہونڈا بھی کہتے ہیں۔

اَحَدٌ مُّجِبِلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ (احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں) کل قیامت کے دن اس کا سنگی لباس اس کے ظاہر سے اتار لیا جائے گا اور آدمی کی صورت میں لاکر صدیقیوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے گا کیوں کہ صدیقیوں کی صفت اس میں غالب تھی تو یقیناً ہر طرح پر اسے آدمی کی صورت میں لے آئیں گے یہ ایک بہت مشکل مرحلہ درپیش ہے اس کی ہیت کو دیکھتے ہوئے سوائے اہل نظر اور ارباب بصیرت کے کوئی بھی اصلاح حال میں مشغول نہیں ہوتا۔ ہاں تو غفلت میں نہیں پڑے رہنا چاہیے بلکہ آہستہ آہستہ عادت ڈالنی چاہیے تاکہ ان بُری خصلتوں میں کمی آجائے اور اگر خداوند عز و اسمہ قدرت دے کہ یہ بری صفتیں کلیتاً دفع ہو جائیں تو یہ بہت بڑا کام ہو جائے اور جو یہ چاہے کہ وہ جان لے کہ کل قیامت کے دن کس صفت پر وہ ہوگا، تو وہ آج ہی اپنا جائزہ لے کہ کون سی صفت کا اس پر غلبہ ہوکل وہ اسی صفت پر ہوگا اتنا بھر جان لینا اور سمجھ لینا کوئی مشکل نہیں ہے جیسے کوئی یہ چاہے کہ وہ جان لے کہ خداوند تعالیٰ اس سے راضی و خوشنود ہے یا نہیں؟ تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے اعمال پر نگاہ کرے اور دیکھے کہ اگر اس کے اعمال نیک ہیں اور اس میں بندگی کا پہلو غالب ہے تو سمجھے کہ خدائے تعالیٰ اس سے خوش و راضی ہے کیوں کہ خوشنودی کی علامت ہی طاعت و بندگی کی ادائیگی ہے اور اگر اس کے اعمال میں معصیت و گناہ ہی ہے تو جان لے کہ خدا اس سے ناخوش ہے اس لئے کہ ناخوشی کی علامت ہی گنہگاری ہے اور اگر طاعت و معصیت دونوں ہوں تو جو چیز غالب ہوگی حکم اسی پر کیا جائے گا۔ آج کے علاوہ یہ دن پھر نہ ملے گا جب یہاں طاعت و عبادت نہ ہو سکی تو وہاں کون سا کام بن سکے گا۔ اسی کو کہا ہے۔

زیر کاں را پور روز معلوم است کہ شب و روز غافلان شوم است

اعاقلوں کو روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ غفلوں کے دن اور انکی راتیں سب نحوست میں گذرتی ہیں اور یہ خبیث صفتیں کسی میں رہ گئیں اور وہ ختم نہ ہوئیں یعنی صفات محمود میں تبدیل نہ ہوئیں تو کل قیامت کے دن اگر وہ بہشت میں پہنچ جائے اور وہاں کی ساری نعمتیں اس پر بچھا کر دی جائیں تو وہاں بھی اس کی وہ بری خصلتیں بدل نہیں سکتیں جو یہاں رہ گئی ہیں وہ ختم نہ ہوں گی۔ ایسا آدمی اپنے آپ سے گذرا ہوا ہے اور اپنی دولت تک نہیں پہنچ سکا تو چاہیے کہ اسی دنیا میں آدمی بدل جائے جب یہاں نہیں بدل سکا تو وہاں بھی نہیں بدلے گا اسی کو کہا ہے۔

پاک شو تا ز اہل دیں گردی آں چناں باش تا چنیں گردی

(پاک ہو جاتا کہ تو دیندار ہو جائے تو ایسا پاک وصاف ہو جا کہ تو ارباب دین میں سے ہو جائے۔)  
 ہاں بہشت میں وہ داخل تو ہوگا لیکن ابلا آباؤ تک وہ خودی سے نہیں نکل سکے گا۔ اپنی خودی ہی میں  
 رہے گا۔ اور بہشت کی یہ تمام نعمتیں اس کے لئے مباح تو ہوں گی لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ مردانِ خدا  
 کے اُن مقامات و درجات کے کام انجام دے سکے جو انہیں کل قیامت کے دن حاصل ہوں گے۔  
 حورانِ بہشتی، محل و قصراتِ بہشت، پرندوں کے کباب، شرابِ ظہور کے رواں چشمے یہ سب تو ہوں گے  
 لیکن وہ کہاں جو جانوں کا مقصود، دلوں کا مطلوب، اتمامِ صدیقیوں کا قہر اور اس راہ کے چلنے والوں  
 کا کعبہ ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

تا تو ز وجود بر نیائی در موعد وصل در نیائی  
 در بستر عشق کے نہی پائی تا برد را و بر نیائی  
 جب تک تو اپنے وجود سے باہر نہیں نکلے گا اس وقت تک تو وصل کی وعدہ گاہ میں نہیں پہنچ سکے گا۔  
 تو عشق کے بستر پر یا عبادت گاہ میں کیسے قدم رکھے گا جب تک اس جگہ گاہ کے در پر سر کے بل نہ آئے۔  
 اے بھائی! جس کسی کی یہ دولت فوت ہوگئی اسے کیا ملا اور جس کسی کو یہ نعمت مل گئی اس کی کون  
 سی چیز فوت ہوئی۔ مَنْ لَهُ الْوَلِيُّ فَلَهُ الْوَلِيُّ مَنْ لَهُ الْوَلِيُّ فَلَهُ الْوَلِيُّ  
 لوگوں کو اہل وحدت موحدین کہتے ہیں اس لئے کہ حقیقت ایمان کے نور کے ذریعہ وہ دُور سے گذر  
 کر آگے بڑھ چکے ہیں اسی کو کہا ہے۔

در دوی عقل راست پیچا پیچ چشم ایماں دوی نہ بیند، مسیح  
 ردوی میں عقل کے لئے بہت ساری الجھنیں ہیں ایمان کی آنکھ دوی کا ایک شرمہ بھی نہیں دکھتی۔  
 ایامِ بیض اور موسم کے روزے فوت نہ ہونے پائیں خواہ سفر ہو یا حضر۔ کاہلی اور میند کے غلبہ کا  
 غسل، وضو، اور نماز سے علاج کریں۔ واللہ اعلم۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری



# مکتوب ۲۳

## تجربہ و تفرید میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شمس الدین حق سبحانہ تعالیٰ اپنی بندگی سے آراستہ فرماتے اپنے فضل و احسان و کرم خاص سے نوازے۔

کاتب مکتوب شرف منیریؒ کے سلام کا تحفہ قبول کریں۔

واضح ہوا تجربہ و تفرید کا حصول مرید کے لئے اس راہ میں داخل ہونے کی شرط ہے تعلقات دنیاوی اور جملہ مخلوقات سے علیحدہ ہو جانا تجربہ ہے اور تفرید خود اپنے آپ سے جدا ہو جانا ہے نہ تو دل میں کسی طرح کا غبار نہ پشت پر بار نہ کسی شخصیت میں شمار ہو تو سینہ دل میں ساز و سامان کا بازار ہوا اور نہ کسی مخلوق سے کوئی سروکار ہو۔ اس کی ہمت عرش کی بلندی سے بھی بلند ہو، دونوں جہان سے علیحدہ اور وحشت زدہ ہو اور اپنی مراد یعنی محبوب و مطلوب کے ساتھ قرار گرفتہ اور بغیر محبوب کے دونوں جہان کی سلطنت اگر میسر ہو تو اسے راحت و چین نصیب نہ ہو اور اگر ایک ذرہ بھی کوئی چیز اس کے پاس نہ ہو مگر محبوب ساتھ ہو تو وہ راحت و خوشی میں ہو کسی طرح کا اندوہ طلال اسے نہ ہو۔ چنانچہ کہا گیا ہے لَا وَحْشَةَ مَعَ اللّٰهِ وَلَا رَاحَةَ مَعَ غَيْرِ اللّٰهِ (اگر اللہ کے ساتھ ہے تو کوئی وحشت و پریشانی نہیں اور غیر اللہ کے ساتھ رہنے میں کوئی راحت و سکون نہیں)۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کرا بوائے رسد از سوئے او ہر دو عالم چیت خاک کوئے او  
(جس کسی کو اس کے اطراف کی خوشبو پہنچ جائے اس کے نزدیک دونوں عالم کی حیثیت کیا ہے؟  
اس کے کوبہ کی خاک کے برابر ہے)

چنانچہ کہتے ہیں کہ جو شخص خداوند تعالیٰ سے حجاب میں ہے وہ عین بلا و مصیبت میں ہے اگرچہ سارے جہان کے بادشاہت کے خزانہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہوں۔ اور ہر وہ گدڑی پوش اور بھکاری جس کا معاملہ

اس کے خدا کے ساتھ ہے یعنی تھنوری ہے تو وہ دونوں عالم کا بادشاہ ہے اگرچہ اس کے پاس نان شبینہ نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

چوں ترانے و خلقا نے بود ہر سروے تو سلطانی بود  
 (اگرچہ تیرے پاس محض ایک روٹی اور پھٹا پیرانا ایک ہی کیڑا ہو تو بھی تیرے جسم کا ہر دوواں ایک بادشاہ ہے۔)

اسی بنا پر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اللہم مہماعدتہ بتنی نلا  
 تُعَذِّبَنِي بِذَلِّ الْجَبَابِ یعنی اے اللہ توجب مجھ پر عذاب کرے تو جو چاہے کر لیکن اپنے حجاب  
 کے عذاب میں مبتلا نہ فرما۔۔۔) اسی مفہوم کو کہا ہے۔

جگر عاشقاں کباب کمن خانہ عاشقاں خسراب کمن  
 گر سزاوار رحمت تو تیند تو چنیں، بحر شاں عذاب کمن  
 مانا نہ بیند یک زمان روایت تو بر قتل شاں شتاب کمن  
 (عاشقوں کا جگر کباب نہ کیجئے۔ عاشقوں کے گھر ویران نہ کیجئے۔ مانا کہ آپ کی رحمت  
 کے لائق نہیں ہیں تو بھی جدائی کے عذاب میں مبتلا نہ کیجئے۔ جب تک وہ آپ کے رخ  
 انور کے دیدار سے مشرف نہ ہوں اس وقت تک ان کے قتل میں ہرگز جلدی نہ کیجئے۔۔۔)

اے بھائی! حقیقی دوزخ یہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں کافروں کے عذاب کے بارے میں  
 اشارہ کیا گیا ہے كَذٰلِكَ اَنذَرْتَهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّا يَحْجُبُوْنَ (بیشک یہ لوگ آج اپنے رب کے  
 حجاب میں ڈال دیئے گئے ہیں) حجاب کی شرمندگیوں اور پریشانیوں میں یہ ایک موثر نکتہ بیان ہوا ہے۔  
 بزرگوں کا ارشاد ہے کہ کل قیامت کے دن اگر اپنے وصل کا خیمہ دوزخ کے اندر لگائیں تو ان کے  
 طالبان و مریدان دوزخ کی آگ کے انگاروں کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگائیں۔ اور اگر زردوس میں  
 میں رکھتے ہوئے ایک لمحہ بھی حجاب میں مبتلا کر دیں تو یہ عشاق اتنا زیادہ فریاد و فغاں کریں۔ کہ  
 دوزخیوں کو ان پر ترس آنے لگے۔ اسی سراز کو کہا ہے

باتودل مسجد است بے تو کنت بے تو دل دوزخ است باتو بہشت  
 (اگر آپ ساکھ ہیں تو دل مسجد ہے اور اگر آپ نہیں ہیں تو آتشکدہ ہے اور اگر آپ ساکھ  
 ہیں تو دل ہی بہشت ہے ورنہ دوزخ ہے۔)

خلاصہ مطلب یہ کہ جب مرید کو خداوند تعالیٰ کی عظمت و جلال کا علم ہو گیا تو اس کی طلب کے درونے ان کے دامن کو ہٹا لیا اور انہوں نے جان لیا من لہ المولیٰ فلہ العکد ومن فاتہ المولیٰ افاتہ اکل (جو مولیٰ کا ہو گیا سب کچھ اسی کا ہو گیا اور جس نے مولیٰ کو کھو دیا اس نے ساری چیزیں کھو دیں) مصرعہ۔  
چوں تو دارم ہمہ دارم و گرم، بیچ ندارم۔

(جب آپ مرے ہیں تو ساری کائنات مری ہے اور حال یہ ہے کہ آپ کے سوا مرے پاس کچھ نہیں)۔  
کیوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جتنی چیزیں ہیں ان سے بے پروائی برتی جاسکتی ہے لیکن اس ذات کے بغیر کسی حال میں بھی چارہ نہیں ہے۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی اَنَابُدُکَ لَا ذِمَّةَ لِمَنْ تَهَارَبُ لَیْلَہُ لَازِمٌ وَ مَزْوَرٌ ہِی۔ تمہیں سب سے چارہ ہو سکتا ہے لیکن مری ذات کے بغیر تجھے ہرگز چارہ نہیں۔ یقیناً صفحہ دل سے دعویٰ کی تمام تختیاں توڑ دی جائیں گی منی و دلی (مجھ سے اور میرے لئے) ان کی نکھیں کھل جائیں گی اس وقت موت و حیات دونوں اس کی نگاہوں میں یکساں ہو جائیں گی تعریف و مذمت دونوں ہی اس کی ترازو کے پتلے پر برابر ہو جائیں گی بہشت و دوزخ کو اس کے صفحہ دل کے حاشیہ پر بھی گزرنہ ہوگی، دنیا و آخرت کی اس کے دل میں کوئی جگہ نہیں رہے گی۔  
یہی وہ رمز ہے جسے کہا ہے۔

بنمائے عاشقی کہ دراید بکیش تو      دانگہ برائے وصل تو فرماں نمی شود  
ہر کس کہ دید زلف تو ہرگز بطوع او      از کفر سوسے ذرہ ایمان نمی شود  
(عاشقی کو شعار بنا لے ایسا کہ وہ تیرا مذہب ہو جائے جیسا ہو جائے گا تو وصل کے لئے فرمان کی ضرورت نہیں رہے گی) جس کسی نے آپ کی زلف کو دیکھ لیا وہ اس کفر سے ایمان کے گنگرہ پر نہیں جانا چاہے گا۔

یہاں اس کفر سے مراد غیر اللہ سے بیاری ہے۔ ایسا شخص کسی مخلوق کے در پر روئی کپڑے اور پیسوں کے لئے بھیک مانگنے نہیں جاسکتا۔ ہمت کے غوطہ خور اس بحر محیض میں جان کی بازی لگا کر گوہر شب چراغ معاوضہ میں حاصل کرنے والا بڑھیا کی جھونپڑی کے ٹمٹاتے دیا کی لو پر کیا جان دے گا؟ اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ پاک ہے کیوں کہ وہ غیر اللہ سے ماتھے جھاڑ کر کھڑا ہو چکا ہے اس کی طلب کے قدم نے اس راہ میں ہمیشہ جاہ و کرامت کے گھوڑے کی زین اتار پھینکی ہے اور دل کے تختہ سے ننگ ناموس و سلاحتی کے نقش و نگار دھو ڈالے ہیں ان کی روش یہ ہے کہ لَوْ نَرَا حَمْنِی الْعَرْشَ مَدْحَقًا اِکْرَعُش



مجید بھی مری ہمت کے سامنے آجائے تو میں اسے نیچا دکھاؤں دَلُوا قَبْلُنِي الْحُكْمَ لَهُدْمُتُهُ اور اگر دنیا  
 و آخرت اپنے آپ کو مری ہمت کے سامنے لائے تو میں اسے اس کے تمام مال و متاع کے ساتھ ڈھا کر نیست  
 و نابود کر دوں۔ اسی کو کہا ہے۔

باشد مہینِ ظلوم بہ تحقیق آدمی چوں عشق درو سے آید چیرے درگشود  
 بز خاک درگش چو بیغلند خویش را بے عون رہبرے بوسے عرش برشود

(آدمی تو حقیقت میں ظلوم و کترین ہی ہوتا ہے لیکن جب اسی آدمی میں عشق پیدا ہو جاتا ہے  
 تو وہ کچھ اور ہی چیز ہو جاتا ہے۔ اور جب ان کی بارگاہ کی خاک پر خود کو ڈال دیتا ہے تو کسی راہبر کی  
 عنایت کے بغیر عرش کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔)

اس کے عیش و آرام یہ ہیں کہ ہمہ دم اپنے طلب کے طور سینا پر پہنچ کر جناب موسیٰ کی طرح ارنی  
 کانرہ لگاتا ہے اور مطلوب کی طرف سے غیرت (حیا) کا جواب لِنُ سَرَّائِنِي سُنَّاهُ سَحَّانُ اللّٰہِ اس  
 آب و خاک کا کیا ہی اچھا سودا ہے اور کیا ہی خوب کاروبار ہے۔ رُبَّاعِی سَحَّ

مارا بجز این جہاں جہانے درگراست جُز دوزخ و فردوس مکانے درگراست  
 قلاشی و زندیت سرمایہ عشق قرائسی و زاہدی جہانے درگراست

(ہمارے لئے اس عالم کے سوا دوسرا ہی جہاں ہے دوزخ و فردوس کے سوا ایک دوسرا ہی مکان ہے

زندگی و قلاشی عشق کی پونجی ہے۔ بندگی و زاہدی کا عالم ایک دوسرا ہی جہاں ہے۔)  
 جب مرید صادق کو یہ تجرید و تفرید حاصل ہو جاتی ہے تو عالم میں اس کی جلوہ گری و پذیرائی یوں کی جاتی  
 ہے یَا دَاوُدُ إِذْ رَأَيْتَا لَے طَالِبًا فَانْكُنْ لَہُ خَادِمًا (اے داؤد جب تم میرے طالبوں کو دیکھو تو  
 ان کے خدمت گزار بن جاؤ۔) ایک پیغام بڑوہ بھی کون جناب داؤد علیہ السلام جیتے پیغامبر کو ان کی خدمت  
 کا حکم ہوا اسی سے سمجھنا چاہیے کہ ان کے مقابلہ میں اور دوسروں کی کیا حقیقت ہے۔ خداوند تعالیٰ  
 کی خدائی عقلی قیاس آرائیوں سے آگے ہے اس کا معاملہ اس کی مشیت پر موقوف ہے جو چاہتا  
 ہے کرتا ہے۔

ملک و در دست شبانے می دہد منت او بر جہانے می نہد

(ایک چرواہے کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔ اور سارے عالم کو اس کا احسان مند کر دیتا ہے۔)

آذر کے بت خانہ سے ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھو اور بتکدہ عبد اللہ سے محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر غور کر ویہ معنی یعنی مقام و مرتبہ مرید کو تدریج حاصل ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ ظاہر ہوا کرتا ہے کی بارگی کہاں ہوتا ہے اِلا ماشاء اللہ جو کوئی یہ چاہے کہ قرآن مجید پڑھنے لگے اور اسے حفظ کر لے تو یقیناً اسے الف تابت سے ابتدا کرنا ہوگی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ کی سورہ تک پہنچ جائے۔ اور پھر قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ سے آگے بڑھتے بڑھتے ایک عرصہ و مدت میں قاری و حافظ قرآن ہو جائے گا خداوند تعالیٰ کا طریقہ کار اسی طرح جاری ہے تو لگے رہنے کے سوا پھر کیا کر لہے۔ اسی رمز کو کہا ہے۔

توفرشتہ شوی ارجہ کنی از پے آن کہ برگ توت است گشت استبدیع طلسی

(اگر تو کو کشتش کرتا رہے تو فرشتہ بن سکتا ہے یہ توت کا پتہ ہی تو ہے جو رشیم کے کیرے کی غذا بن کر تدریج رشیم بن گیا ہے۔)

اور اپنے افلاس و بے استعدادی، ارباب و آلودگی سے شکستہ دل نہیں ہونا چاہیے بلکہ نگاہ خداوند قدوس کی قدرت و فضل پر رکھنا چاہیے اگر وہ چاہے تو ہزاروں ہزار کلیساؤں و درختانوں کو آن واحد میں کعبہ اور بیت المقدس بنا دے اور ہزاروں گنہگاروں، بدکاروں کو حبیب و خلیل کے خطاب سے مخاطب فرمائے اور کوئی علت و سبب درمیان میں نہیں اور اگر چاہے تو ایک لحظہ میں ہزاروں کافروں کو مومن بنا دے اور ہزاروں ہزار مشرک و بت پرست کو موحد بنا دے اور اس پر یہ کہ کوئی حیلہ درمیان میں نہیں اور نہ کوئی توقف و دیر ہزاروں رحمتوں کو لعنتی اور لاکھوں لعنتی کو رحمتی اور ہزاروں شرابیوں کو مناجاتی بنا دے کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں کہ ایسا کیوں اور کیسے ہوا۔ بسا پیر مناجاتی کہ از مرکب فردماند بسا زند خرابانی کہ زیں بشیر نر بندد

(اکثر پیران مناجاتی سواری کے گھوڑے سے گر کر راہ میں پڑے رہ جاتے ہیں اور بیشتر شراب خانوں کے زند سیہ مست شیر نر پر سواری کر کے میدان میں آجاتے ہیں۔)

مکتوب میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسے کافی غور و فکر کے ساتھ بار بار مطالعہ کریں انشاء اللہ تعالیٰ ان برادر کے دل پر اس کے معانی و مطالب محقق اور منقش ہو جائیں گے۔ اس کے ثمرات و تاثیریں اعضا و جوارح سے ظاہر ہونے لگیں گے۔ الشرب العزت کے فضل و کرم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل اجمعین کے طفیل ظاہر بھی روشن و درخشاں ہو جائے گا۔



# مکتوب ۲۳

## بندگی کرنے اور بندہ ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائی شمس الدین، اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو اپنی بندگی کے لئے سنوارے۔ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کرو۔ واضح ہو۔ آدمی کو اپنی بندگی کا غم ہونا چاہیے، بندگی کی ادائیگی صحیح طور پر ہونی چاہیے اور سچا و حقیقی بندہ بن جانا چاہیے۔ خداوندی تو حق سبحانہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اسی کو کہا ہے

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود      کہ خداوند آنچه خواهد آں رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے جو حکم کی بجا آوری میں لگا رہے، خداوند تعالیٰ اس سے جو چاہتا ہے اسے پورا کرے) جانتے ہو بندگی کرنا کیا ہے؟ جو حکم ہوا ہے دل و جان سے بجالانا ہے۔ اور بندہ ہونا کیا ہے؟ جس حال میں رکھے بندہ اسی میں خوش رہے۔ چون چہ از زبان سے نہ نکلے، شربت دیا جائے باز ہر خوشی سے پی جائے اور ہاں اس کا خیال بھی نہ آنے پائے کہ مجھے یہ چاہیئے اور وہ نہ چاہیئے۔ کیونکہ بندہ کو خداوند تعالیٰ پر کسی قسم کے اعتراض کا حق ہی نہیں ہے۔ ایک صاحب عزت سے لوگوں نے پوچھا کہ بندگی کیا ہے؟ جواب دیا، اعتراض کو ختم کر دینا اور خداوند تعالیٰ کی رضا و خوشنودی پر خوش رہنا۔ اگر زہر کا پیالہ دے تو شربت کی طرح نوش جان کر لینا اور پیشانی پر بل نہ آنے پائے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ در میر محبت بندہ شد      تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد

(جو شخص اسرار محبت کا بندہ ہو گیا وہ ابد الابد تک کے لیے محرم راز اور زندہ جاوید ہو گیا)

اے بھائی! بندہ ہونا کوئی معمولی بات نہیں یہ بہت بڑا کام ہے۔ سات سو ہزار سال تک وہ مرد و بارگاہ، بندگی کرتا رہا لیکن ایک لمحہ کے لیے بندہ نہ ہو سکا۔ حقیقتاً و یقیناً بندہ وہی ہے جو اپنے اعتراض و مقاصد سے پاک ہو اور اپنے نفس کے لذات سے آزاد ہو چکا ہو۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا بندگی

کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جب تم آزاد ہو گئے تو بندہ بن گئے۔ اسی کو کہا ہے۔

تادریں حضرت خردی می ماندت      صد جہاں پُر از بدی می ماندت  
زانکہ گرموئے بماند از خودیت      ہفت دوزخ پُر بر آید از بدیت

(جب تک اس بارگاہ معبودیت میں نیری خردی باقی ہے تو سمجھ لے سینکڑوں عالم تیری برائیوں سے پُر ہیں اس لیے کہ اگر تیری خودی بال کے نوک کے برابر بھی باقی ہے تو جان لے کر ساتوں دوزخ تیری برائیوں سے بھر جائیں گے)

ایک بزرگ کا قول ہے دنیا میں ہزاروں عبدالرحمن، عبدالرزاق، عبدالرحیم پاؤ گے لیکن ایک بھی عبداللہ شاہد ہی ملے۔ اے بھائی! جو شخص حق سبحانہ تعالیٰ کی پرستش اپنی غرض سے کرتا ہے اسے اپنی غرض کا بندہ کہیں گے حق سبحانہ تعالیٰ کا بندہ نہیں کہیں گے۔ حضرت ابو علی سیاح رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم سے پوچھیں کہ بہشت چاہتے ہو یا دوزخ نماز؟ دیکھو ہرگز بہشت کا نام نہ لینا اور یہی کہنا کہ میں دوزخ نماز چاہیے۔ یہ اس لیے کہ بہشت تمہاری غرض کا حصہ ہے۔ اور جہاں غرض و مطلب درمیان میں ہے وہیں بلا، مکر، فریب بھی گھات لگائے ہوئے ہے۔ دیکھو موسیٰؑ و خضر علیہما السلام کے قصہ میں

غور کرو جب جناب موسیٰ کی ملاقات حضرت خضر سے ہوئی اور ہمراہ ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے دوبار اعتراض کیا ایک کشتی میں چھید کرنے پر دوسرے اس لڑکے کے قتل پر جب کشتی میں چھید کرنے اور لڑکے کے قتل پر غرض کی بات درمیان نہ تھی حضرت خضر درگزر کرتے رہے اور جب غرض کی بات آئی یعنی جناب موسیٰ نے کہا لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا (اگر آپ چاہتے ہیں دیوار بنانے پر کچھ اجرت لیتے) تو حضرت خضر نے

کہا ہذا افراق بینی و بینک یعنی جب غرض کی بات درمیان میں آگئی تو میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہوتی ہے۔ اہل نظر نے جب یہ رنگ دیکھا تو انہوں نے خود کو اور اپنے تمام اغراض و مقاصد کو دریا سے اٹھالیا اور بالکل ختم کر دیا اور یہ کہہ اٹھے ہم تو بندہ ہیں بندہ، بندہ کی بلک، بندہ کا حصہ، بندہ کا تصرف کہاں ہوتا ہے، اس لیے کہ العبد و ما فی یدہ کا ملک ملو لا۔ (بندہ اور بندہ کی ساری چیزیں اس کے آقا کی ملک ہے) ایسے حال میں اگر قبول ہے تو بہتر اگر رو ہے تو خوب اگر نوازش ہے تو بسر و چشم۔ اگر گھلا ڈالیں تو یہی صحیح۔ اگر جلا ڈالیں تو وہ بھی ٹھیک اور اپنا بنا لیں دل و جان سے منظور۔ بتاؤ کیا کر سکتے ہو قاصی کے گھر کو ڈھا دو گے یا اپنا سر دیوار سے مٹا کر توڑ لو گے۔ اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

خواہی بخش خواہ بزن خواہ بدار      بیکر وہ شدہ است ممر ابا تو کار

(خواہ مجھے قتل کیجیے، خواہ ماریے، خواہ زندہ رکھیے میں نے تو اپنے تمام کاموں کو آپ کے سپرد کر دیا)

اسی سے روندگان راہ نے بہشت و دوزخ سب کو اپنے لئے معدوم کر دیا مفلس و نادار ایسے نوابن کر بندہ

اس راہ میں قدم رکھا ہے خداوند تعالیٰ کے سوا نہ کسی کو دیکھنا، جانا اور نہ پہچانا۔ ایک عزیز نے ایک رویش کو دیکھا پوچھا کہاں سے آتے ہیں؟ کہا اللہ پھر پوچھا کہاں جائیں گے؟ کہا اللہ پھر دریافت کیا آپ کا مقصود کیا ہے؟ کہا اللہ جو سوال ان سے کیا جاتا جواب میں اللہ فرماتے۔ رباعی سے

من نام ترا برف خود بنگارم ! پس دیدہ براں نام ہم خوں بارم  
از بکہ دو دیدہ در خیالت دارم در ہر چہ نگہ کنم توئی پندارم

(میں آپ کا نام اپنی مہیبلی پر لکھوں اور اپنی آنکھوں کو اس پر یوں اور دونوں دیدوں سے خون بہاتا رہوں میری دونوں آنکھیں ہمیشہ آپ کے خیال میں محور رہتی ہیں یہاں تک کہ میں جس کو دیکھتا ہوں اس میں آپ ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔) سنو! طاعت اس لالچ سے کرنا کہ اس کا بدلہ ملے گا اور عبادت اجر و ثواب کی نیت سے کرنا جہاں معرفت میں زہر قاتل ہے۔ چنانچہ ہزار سال تک اس بارگاہ پاک میں تم سرگردا کرو اور وہ تمام طاعت و عبادت جو سارے عالم کے لوگ کرتے ہیں وہ تنہا تم کو ڈالو اس کے باوجود اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ تمہاری یہ عبادت و ریاضت مجھے نہیں چاہیے تم مجھے پسند نہیں ہو تو سمجھ لو کہ ”دلہاں کی یہ ایک جھڑکی“ تمام طاعت و عبادت کا اجر و ثواب وصلہ ہے اور تمہیں سب کچھ مل گیا۔

کاطاں در راہ حق خوں خورہ اند بندگی و حق گذاری کردہ اند  
بندہ او باش تا باشی کسے در سگ او باش این باشد بے

(کالمین اس راہ حق میں خون کے گھونٹ پیتے رہے اور بندگی و حق بندگی ادا کرتے رہے ہیں تم ان کے بندہ بن جاؤ تاکہ کچھ کام کے ہو سکو، ان کے کتوں میں شامل ہو جاؤ یہی بہت کچھ ہے۔)

حکایت ہے کہ اگلی امتوں میں ایک شخص ایسا تھا کہ جس نے برسہا برس طاعت و عبادت کی تھی اور تمام عمر ریاضت و مجاہدہ میں بسر کی تھی اس زمانہ کے پیغمبر پر وحی آئی کہ اس شخص سے کہہ دیجیے کہ تمہاری جگہ تو دوزخ میں ہے طاعت و بندگی کی اس قدر زحمت کیا ہے؟ پیغمبر وقت نے اسے جب یہ وحی سنائی تو اس نے طاعت و عبادت میں اور زیادتی کر دی فرحت و خوشی کا دروازہ اس نے اپنے اوپر کھول لیا اور بے انتہا اظہار مسرت و شادمانی کرنے لگا کہ لوگ دیکھ کر تعجب کرتے تھے اسی استعجاب میں کسی نے پوچھا جب تم دوزخی ہو تو یہ فرحت و شادمانی کیا ہے؟ اسے جواب دیا میں تو سمجھتا تھا کہ اسکی مملکت میں میرے لئے کوئی جگہ ہی نہیں ہو سکتی ہے اب جبکہ معلوم ہو گیا کہ اسکی مملکت میں ایک جگہ تو ہے اگرچہ وہ دوزخ ہی ہے، نہ ہے ہماری خوش قسمتی اور نہ ہے ہماری

عز و دولت۔ کیوں کہ کہا۔ گر ہمہ عالم ثواب تو بود  
ذره تا رہتی خویشیت بود  
تا تو باشی از عذاب تو بود  
صد فراق سخت در پیشیت بود

(اگر سارا جہاں تیرے اعمال کا اجر و ثواب ہو جائے جب تک تجھ میں تیری خودی سے تو وہ سب تیرے لیے عذاب ہے، اور جب تک تیری ہستی کا ایک ذرہ بھی باقی ہے، سمجھ لے کہ فراق و جدائی کا سخت ترین حجاب تیرے آگے پڑا ہوا ہے۔)

اے بھائی! آدمی جب تک خود کو بیفقدری کے نزاز و میں ناکارہ باطل سمجھ کر نہ تو لے گا اس وقت تک اس سے صحیح بندگی ادا نہ ہو سکے گی بندگی کے صحیح ہونے کی علامت یہی ہے، اسی کو کہا ہے

مردمی باید نہ سراور را نہ پائے جملہ گم گشته درو او در خدائے

(آدمی کو چاہیے کہ نہ اسے سر کا ہوش رہے اور نہ پاؤں کا یہ سب کچھ اس میں گم ہو جائیں اور وہ خود خدا میں گم ہو جائے)

بزرگوں کا قول ہے کہ اگر ان لوگوں کی روحوں کو مرگھٹ کے کتوں کے سامنے ڈال دیا جائے تو یہاں کے کتے اس کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھیں۔ اسی کو کہا ہے۔

جملہ راعت کہ بود از ذل بود لاجرم ہر چہ جزا ایشاں کل بود

جملہ اصحاب جاں باز آمدند عاشق آب دسر انداز آمدند



ایک درویش اپنی مناجات میں کہہ رہے تھے الہی! آپ کی محبت جو میرے اندر ہے اس کے طفیل مجھے قبول فرمائیے اور اگر یہ محبت بھی قبولیت کے لائق نہیں تو مجھے اپنی بندگی کے ذریعہ پسند فرمائیں اور اگر یہ بندگی بھی ناپسندیدہ ہے تو اپنے در کا کتا ہی بنا لیجیے۔ صبح کو وہ کہیں جا رہے تھے راہ میں ایک کتا ملا زبان حال سے کہنے لگا رات تو جناب کے مزاج ہی نہیں ملتے تھے بڑی بلند پروازی کی مجھ جیسے کتا ہونے کی تمنا کر بیٹھے یہ کیا فضول بگو اس بھتی۔ مجھے دیکھیے اس لباس سگی میں جب سے آیا ہوں بال برابر بھی کوئی تمنا اس کی رضا کے خلاف دل میں پیدا نہ ہوئی۔ اس بزرگ نے خاک سر پر ڈالی اور یہ شعر پڑھا

اے کاش کہ در پائے سگان تو شوم گرد آں بخت ندارم کہ سگ کوئے تو گرم

(یہ تو میری قیمت نہیں کہ آپ کی گلی کا کتا ہی بن سکوں، کاش ان کتوں کے قدموں کی خاک ہی بن جاتا)

ایک تو خاک خود خوار و ذلیل و بیقدر و قیمت اس پر مزید یہ کہ ہزاروں گناہ میں آلودہ و لت پت اور پھر اس پر ظلمی و جہولی کی صفت کا لبادہ ایسے حال میں کیا کہا جاسکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ان برادر کو وہ نگاہ عطا فرمائے کہ خود کو ویسا ہی دیکھو جیسے کہ تم ہو اور وہ علم عنایت فرمائے تاکہ تم خود کو ویسا ہی جان لو جیسے کہ تم ہو اور تمہاری حقیقت ہے۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کے طفیل۔ اور جب اس علم و نظر سے استفادہ ہو گا تو دین کا درد بھی پیدا ہو جائے گا۔

ہر کرا در دین او وسیل بود مرحب گوی جبرئیل بود

ملکِ دو جہاں را بزیر پائے آری کہ ہوا را بزیر پائے آری  
(جس شخص کی گذر دین میں ہوتی ہے تو جناب جبرئیل اسے مرحبا کہتے ہیں۔ اگر تو خواہشات کو کچل دے تو دونوں جہان کو  
قدموں کے نیچے پائے۔)

والسلام  
حقیر شرف مینیری



## مکتوب ۲۵

### بلاؤں کے نزول کے وقت اللہ کی رضا سے راضی رہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شمس الدین! سلام قبول کرو

جانو! سنا ہے کہ دہلی سے تم آگئے اس سفر میں بہت زیادہ زحمت و پریشانی ہوئی کسی قصبہ میں مشرقی  
حکومت کے فوجیوں نے بہت ستایا مال و اسباب بھی ضائع ہوئے۔ اس قصبہ میں بکھرنے سے پریشانیوں  
کا سامنا ہوا۔

اے بھائی! تم نے پڑھا ہے الدُّنْيَا دَارُ بَلَاءٍ وَمِنْ حَتَّىٰ (دنیا تکلیف و مصیبت کی جگہ ہے)  
کسی کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی وقت بغیر مصیبت و بلا میں گرفتار ہوئے ایک قدم بھی بڑھا سکے،  
لازماً اس دنیا میں رنج و مصیبت ہی کے ساتھ گزر بسر کرنا ہے اور خداوند تعالیٰ کی جانب سے جو بھی پیش آئے  
اس کے آگے گردن جھکا دینا ہی بندگی ہے اور زندگی اپنی مراد و آرزو کی ضد ہے دو مختلف چیزیں ایک جگہ  
جمع نہیں ہوتیں۔

زود بر مراد ما کارے بندہ بودن چنین بود آری

(ہاں بندہ ہونا تو یہی ہے کہ اپنی مراد و خواہش کے مطابق کام کرے)

اے بھائی! بہشت کے جیسا مقام، عصمت کا تاج سر پر خلافت کی قبازیب تن ہم لوگوں کے باپ  
جناب آدم علیہ السلام ان سب کے باوجود جب وہاں نہ رہ سکے اور انہوں نے بلا و محنت، رنج و مصیبت  
اختیار کی تو ہم لوگ جو ان کی اولاد ہیں آج بلا و مصیبت خانہ میں پریشان سرگرداں ہزاروں گناہ اور خطاؤں

میں آلودہ نرا و عذاب کے مستحق ہوتے ہوئے یہ محال ہے کہ ایک سانس بھی بغیر رنج سہے اور ایک قدم بھی بغیر بلا و مصیبت میں مبتلا ہوئے بڑھا سکیں ۔

آدمی بہر معنی زانیست پائے در گل جز آدمی زانیست  
کہ بیانگ ضعیف کام شود کہ بدانگے خدائے نام شود

(آدمی غم سے آزاد رہنے کے لیے پیدای نہیں ہوا۔ یہ تمام حیرانی و پریشانی آدمی ہی کے لیے ہے، کبھی تو ایک چھوٹی سی پرکار سے بھی کام چل جاتا ہے اور کبھی خدا کے نام پر ایک پانی دینے سے بھی نام ہو جاتا ہے۔)

چنانچہ تم نے انبیاء کے قصوں میں بلاؤں کی ابتلا اور اولیاء کی حکایتوں میں رنج و مصیبت کی آزمائش کا حال سنا ہے اپنے قرابت مندوں اور اپنے جیسے دوسروں کو دیکھا بھی ہے تو اسے بھائی! جب کہ ہم لوگوں کی غذا اور ہماری روزی ماں کے پیٹ ہی سے خون ہے تو ہم خون کھانے پینے والوں کو اپنی مرادوں کے ساتھ چین و راحت میں گذر بسر سے کیا سروکار اور خوشی و مسرت کے جام سے کیا واسطہ وہ جو تمام نبیوں کے سلطان سارے اولیاء کے شانہ نشاہ ہیں ان کی فریاد دیکھو کیا فرما رہے ہیں یا لیت دب محمدؐ لہو یخلق محمدًا (کاش محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا، اور وہ جو انبیاء کے بعد تمام بشر میں افضل ہیں انکی نالہ و زاری سنو کہتے ہیں لیتنی کنت و سہقۃ فی شجرة تا کل الانعام کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا جسے چوپایے کھالیتے، اور وہ جن کو انامدینۃ العلم و علیٰ بابہا (میں علم کا شہر اور علیٰ اس کے دروازے ہیں) کا خصوصی فضل ہے وہ نالہ کنناں ہیں اور کہتے ہیں یا لیتنی کنت حیضًا لاجی کاش میں پنی ماں کا خون ہی رہتا، تو ہم لوگ کون ہوتے ہیں ایسے میں ہم لوگ کیا کہیں۔ اے بھائی! ہم لوگوں کو جس کام سے سابقہ پڑا ہے اس کے بوجھ کو نہ پہاڑ اٹھا سکتا ہے نہ دریا نہ آسمان نہ زمین۔ تو اب کیا کرنا ہے۔ لومناجات کے لیے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو ۔

یا الٰہ العالیں در ماندہ ام غرق خون و خشک کشتی راندہ ام  
در میان راہ تنہا ماندہ ام کس ندارم بے سرو پا ماندہ ام  
از در خویشم نگر و اں نا امید از سر لطف سیام کن سفید

(اے الٰہ العالیں، میں بالکل گرا پڑا ہوں۔ خون میں غرق خشکی میں کشتی چلا رہا ہوں، راہ میں اکیلا رہ گیا ہوں، کوئی

معین و مددگار نہیں بے سہارا ہوں۔ اپنے درپاک سے نا امید ہوں، اپنے لطف و کرم خاص سے میرے سیاہ

نامہ اعمال کو سفید بنا دے۔)

والسلام





## مکتوب ۲۶

### عادت کے ترک اور طاعت کی کوشش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شمس الدین، اللہ تعالیٰ درازی عمر کے ساتھ اپنی طاعت میں بقا اور مقبولوں میں داخل فرمائے۔ میری جانب سے متواتر دعائیں قبول کرو۔ واضح ہو، تمہارے خطوط پہنچتے رہے۔ چند بار تم نے لکھا ہے کہ میں تمہیں خط نہیں لکھتا شاید دل سے بھلا دیا گیا ہوں۔ حاشا وکلا ایسی بات دل میں نہ لاؤ کیونکہ یاد کرنے کا تعلق دونوں جانب سے ہوتا ہے جیسا کہ اس بار میں یہ قول ہے القلوب تتقاضا والسرایر تتناجی (ظہن کے دل ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور اسرار ایک دوسرے سے مخاطب رہتے ہیں) خط کا لکھنا یہ تو قدری ہی ہے، ظاہری عذر یہ ہے کہ اگر کوئی تمہاری طرف جاتا ہے تو مجھے کیا خبر؟ جب تک جانے والا خاص طور سے آکر یہ نہ کہے کہ میں وہاں جا رہا ہوں اس وقت تک یہ جاننا مشکل ہے خط لکھنے کا اصل سبب تو یہ ہے نہ وہ جس کا خیال تمہارے دل میں پیدا ہوا ہے۔ خط میں لکھا تھا کہ آخر شب میں اٹھنا نیند کے غلبہ کی وجہ سے ترک ہو جاتا ہے کوشش کے باوجود میسر نہیں ہوتا۔ اے بھائی! ایسی عادت جو سالہا سال تک رہی ہو اور جڑ پکڑ چکی ہو اس عادت کے بدلنے کے لیے چالیس دن سے کم نہیں چاہیے۔ آخر شب کو اٹھنے کے لیے ایک چلہ مجاہدہ اس طور پر کیا جائے کہ ہر رات آخر وقت اٹھو، اور جہاں تک ہو سکے چند مرتبہ متواتر وضو کرو وضو کے بعد دو رکعت نماز ادا کرو اگر پابندی کے ساتھ یہ عمل ہو اور مانع نہ ہو تو امید ہے کہ عادت کی تبدیلی ہو جائے گی کیونکہ چالیس دن کی قید میں عادت کی تبدیلی کے لیے بہت بڑا اثر ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کو نماز نہ پڑھنے کی مطلقاً عادت ہو گئی ہو تو ایسے شخص کو چالیس دن تک بلا مانع نماز پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں، جانتے ہو اگر کوئی چالیس دن تک پابندی کر لیتا ہے تو اس کے بعد اس کی نماز بہت کم نقصا ہوتی ہے۔ جب ایک عادت کی تبدیلی میں اتنی دشواری ہے تو اور دوسرے تمام عادات و خصائل کی تبدیلی میں کیا کچھ مشکلات پیش نہ آئیں گے۔ اس راہ میں اسل یہی دو کام ہیں اس سے زیادہ نہیں ایک تبدیلی خلاق اور دوسرا تغیر مزاج جب ان دونوں کاموں میں کسی کے قدم جم گئے تو اس کی تمام منزلیں اور مرحلے آسان اور درست ہو گئے۔ لیکن ایسا شخص جو ایک ڈپٹ میں بھاگ جائے اور میسوں پر لپٹے اس سے کون سا کام ہو سکتا

ہے یہ تو روز کے مشاہدہ اور معائنہ میں ہے۔ ہاں دوسری بات یہ ہے کہ حق داروں کے حقوق کی ادائیگی میں اسکی شرطوں کے ساتھ کوشش بلیغ کرنا چاہیے اس کی ذمہ داریوں سے شرع کے مطابق عہدہ برآ ہونا چاہیے اور اس کو اپنا سلوک سمجھنا چاہیے کیونکہ صرف روزہ نماز اور حج ہی سلوک نہیں ہے بلکہ جتنے احکام شرعی ہیں ان سب کی بجا آوری سلوک ہے اگرچہ ایک مہٹی خاک ہی کا معاملہ ہو۔ اے بھائی! تمہیں تو اس کی رضا سے کام لے کر نہ کہ سے نہ مدینہ سے نہ مسجد نہ صومعہ نہ تنہائی نہ گوشہ نشینی نہ دین و مذہب نہ مجاہدہ و ریاضت نہ سفر و اقامت کے سرکار اسی کو کہا ہے۔ ۵

درتکدہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست  
گر کعبہ از دبوے ندارد کنش است بابوے وصال او کنش کعبہ ماست

(اگر بتکدہ میں معشوق کا جمال میسر ہے تو عقل کی بنا پر کعبہ کے طواف کے لیے جا نا خطا ہے اور اگر کعبہ میں کعبہ والے کی بونہ طے تو وہ کشت آتش کدہ ہے اور اگر کشت میں اس کے وصال کی بول جائے تو وہی کعبہ ہے۔)

اس راہ سلوک میں قدم نہایت ہوشیاری اور سمجھداری سے رکھنا ہے اسے کھوڑا نہ سمجھو اس میں بہت زیادہ غور و فکر درکار ہے کیونکہ سارے جہان کے علوم اسی کے تحت ہیں۔ طالب صادق یہ اور وہ نہیں دیکھتا ہے جس چیز سے اس کا مقصود حاصل ہوتا ہے وہ اس کے لیے فرض راہ ہوتا ہے یہ فرض اس کے اپنے حال کی بنا پر ہے اگرچہ ظاہر میں وہ کام بڑا مہجیبیہ کہ بعض سالکوں سے ایسی بات سننے میں آتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ ۵

این ہمہ علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگر است

(یہ تمام علم جسم مختصر عالم ظاہر کے ہیں، اللہ کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے)

اور وظیفہ میں کھوڑا بہت جو کچھ متعین ہے اس پر ہمیشگی اور پابندی چاہیے کیونکہ مقررہ وظیفہ اگرچہ مختصر ہو لیکن صاحب وظیفہ کے لیے اس کی قدر و قیمت اور ہی ہے اس کا یہ مختصر سا وظیفہ دوسروں کے کثیر وظیفے سے بہتر ہے بشرطیکہ اس پر استقامت پابندی ہو اس کو بار بار میں نے لکھا ہے کہ اصل کام استقامت ہی ہے۔ مَنْ  
أَدَمَّنْ قَرَعَ الْبَابَ يُؤْتِيكَ أَنْ يُفْتَحَ لَكَ ۱ جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹانے میں لگا رہا تو قریب ہے کہ یقیناً  
اس پر دروازہ کھل جائے) ظاہر و باطن میں یہی طریقہ کار جاری ہے۔ اے بھائی! نہ کسی قیمت کی خواہش ہونی  
چاہیے اور نہ کسی معاوضہ کی طلب۔ ہاں زاری، بیچاری، مفلسی، نیاز مندی کہ جسے بندگی کا نام دیا گیا ہے اور  
جس کو تمام خوش بختیوں کی غلامت قرار دیا ہے اسی کو سامنے رکھو اور انتظار کی آنکھ اس کے لطف پر لگائے  
رہو اس لطف و مہربانی پر جس کے لیے کوئی علت و سبب نہیں۔ ۵

یک نظر از دست صد ہزار سعادت من منتظر م تا کے وقت آن نظر آید

(دوست کی ایک نظر میں ہزاروں خوش بختیاں بھری ہیں میں منتظر ہوں کہ وہ وقت کب آتا ہے)

بندہ کی یہ شان ہونی چاہیے کہ وہ ثابت قدم رہے اور طلب کے سمندر میں غوطے لگائے اگر اس کے لطف کے ایک موج نے ساحل مطلوب پر لا ڈالا تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (یہی سب سے بڑی کامیابی ہے) اور اگر اس کے قہر نے سمندر کی تہ میں پہنچا دیا تو فَقَدْ وَقَعَ اجْرَةً عَلَى اللَّهِ (تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہوگا) دونوں حال میں گھائے کا سوال نہیں۔ مصرعہ: کس باتوں زیاں کر دمن ہم نکم (کسی نے تقصیر نقصان نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا ہوں) قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے برسہا برس عبادت کی بھی حق تعالیٰ نے اس کی طرف توبہ کی فرشتے کو حکم دیا اس شخص سے کہہ دو کہ رحمت نہ کرے کیونکہ یہ میرے لائق نہیں ہے اور اس کی جگہ دوزخ ہے۔ جب اس شخص نے یہ سنا تو کہا مجھے توبہ کی سے کام ہے خدائی کرنا میرا کام نہیں وہ جانے اسے کیا کرنا ہے۔ فرشتہ نے لوٹ کر اس کا یہ پیغام پہنچایا جو اب ملا بندہ جب خسیس صفت کے باوجود بندگی سے منہ نہیں مڑتا ہے تو میں اپنی کریمی سے کیونکر مٹ جاؤں۔

”یہاں اس قسم کی روایت خبروں کے سلسلے میں ہے لیکن اس حکایت سے بندہ کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے۔ جیسے جناب موسیٰ علیہ السلام نے ایک درخت سے یہ کہا القوا — اگرچہ یہ امر کا صیغہ ہے اس سے حق کا اظہار اور باطل کا بطلان ہوتا ہے اور یہ اظہار و بطلان ظاہر نہیں ہوا مگر اس سے اس عبادت میں کوئی نقصان نہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ معنی مقصود ہوتا ہے غیر مقصود نہیں۔“

(یہ عبارت مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے، قلمی میں ہے)

گر شراب لطف او خواہی مدام      قطع کن وادی قہر او تمام  
زاگتہ ایں نبوت آں نبوت      بے بلا و درد در ماں نبوت

(اگر تو اس کے لطف کی شراب ہمیشہ چاہتا ہے تو اس کے قہر کی وادی کو پورے طور پر طے کر لے اس لیے کہ جب تک تجھے یہ نہیں پتا وہ بھی نہیں ہوگا، بلا و درد کے بغیر تیرا درماں بھی نہیں ہے۔)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



# مکتوب ۲

## وضو اور نماز تہجد کی ادائیگی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی ستمس الدین! سلام

دل نشیں کر لو! کسی وقت بھی بے وضو نہ رہو! اگرچہ سردیوں کا موسم ہو اور پانی کتنا ہی سرد ہو تو ٹاؤ وضو کرو اور وضو کے بعد دو رکعت نماز شکر اٹھانا وضو ادا کرو اور ہر گز یہ دو رکعت نماز ترک نہ ہونے پائے! اگرچہ دن اور رات میں دس دس بار وضو کرنا پڑے جہاں تک ممکن ہو اس پر ہمیشگی اور ثابت قدمی اختیار کرو اس عمل کو تمام اعمال کی جڑ سمجھو جماعت صوفیاء کے بزرگان کا اس پر عہد پختہ ہے وہ بے وضو نہ کبھی کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں۔ نقل ہے کہ بعض بزرگ ایسے گذرے ہیں جو دست کی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں اس بیماری کی حالت میں ایک رات میں تیس بار چالیس بار پچاس بار انھیں اٹھنا پڑا تھا وہ ہر بار وضو اور دو گانہ شکر اٹھوا دیا کرتے جیسا کہ کہا ہے۔

من ندانم این چہ مرداں بودہ اند کز عمل یکدم نمی آسودہ اند

لاجرم در بندگی سلطان شدند ہر مخلوق جہاں ایساں شدند

(میں نہیں جانتا یہ لوگ کس درجہ کے مرد گذرے ہیں جو ایک لمحہ بھی عمل سے سیر نہیں ہوتے یقیناً اسی بندگی سے یہ لوگ بادشاہ

ہو گئے ہیں اور سارے جہاں کے یہی لوگ سرد ہیں۔)

جس مرد کو اس عمل پر استقامت حاصل ہوگئی وہ اس ایک عمل کی برکت سے ہر منزل میں استقامت کی نعمت سے مشرف ہوگا یہ ایک عمل ایسا عمل ہے کہ دل و جان سے اس کی خدمت و بجا آوری میں لگے رہنا چاہیے۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ آخر رات کے ایک حصہ کو نماز تہجد سے آباد رکھنا چاہیے۔ اس طور پر کہ بارہ رکعت نماز تہجد چھ سلام سے یعنی دو دو رکعت کر کے پڑھو پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی خالداً و تک اور دوسری رکعت میں آمن الرسول آخر سورہ تک (یعنی ہر دو گانہ میں اسی طرح پڑھے) اور جب نماز سے فارغ ہو جائے تو نہایت عاجزی و انکساری سے رور و کر یہ استغفار کرو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ

اسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللَّهُ قَوْلًا وَفِعْلًا وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، اللَّهُمَّ إِنِّي  
 اسْتَغْفِرُكَ بِهَا قَدَّمْتُ وَمَا أَحْرَتُّ وَمَا اسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُّ وَمَا اسْرَفْتُ أَنْتَ الْمَقْدَمُ  
 وَأَنْتَ الْمَوْخَرُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ تَبَتْ عَنْهُ  
 إِلَيْكَ ثُمَّ عُدْتُ فِيهِ، وَاسْتَغْفِرُكَ لِمَا آرَدْتُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ مُخَالَطَةً بِهَا لَيْسَ  
 لَكَ فِيهِ رِضَاءٌ وَاسْتَغْفِرُكَ لِمَا وَعَدْتُكَ بِهِ مِنْ نَفْسِي ثُمَّ أَخْلَفْتُكَ وَبِهَا  
 اسْتَغْفِرُكَ دَعَايَ إِلَيْهِ الْهَوَى مِنْ قَبُولِ الرَّخِصِ مِمَّا اسْتَبَهَ عَلَيَّ وَهُوَ عِنْدَكَ  
 حَرَامٌ وَاسْتَغْفِرُكَ مِنَ الذُّنُوبِ الَّتِي لَا يَعْرِفُهَا غَيْرُكَ وَلَا يَطَّلِعُ عَلَيْهَا أَحَدٌ سِوَاكَ  
 وَلَا يَسْعُهَا إِلَّا جَلْبُكَ وَلَا يُنَجِّينِي مِنْهَا إِلَّا عَفْوُكَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ بَيِّنٍ سَلَفَتْ  
 مِنِّي وَخَشِيتُ فِيهَا عِنْدَكَ وَإِنَّمَا حُوذِيَ بِهَا لِإِلَهٍ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ  
 الظَّالِمِينَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ نِعْمَةٍ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ صَعُوبَةً فَتَقْوِيَةً بِهَا عَلَيَّ مَعْصِيَتِكَ  
 وَاسْتَغْفِرُكَ يَا غَالِوَالْغَيْبِ وَالشَّهَادَاتِ مِنْ كُلِّ سُوءٍ عَمَلْتُهَا فِي بَيَاضِ النَّهَارِ  
 وَسَوَادِ اللَّيْلِ وَفِي خَلَاءٍ وَمَلَأَةٍ وَسِرِّ وَعَلَانِيَةٍ وَأَنْتَ نَاطِرٌ لِي إِذَا ارْتَكَبْتُهَا  
 مِنَ الْعِصْيَانِ يَا حَلِيمُ يَا كَرِيمُ يَا رَحِيمُ يَا عَظِيمُ يَا لَإِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي  
 كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ فَرِيضَةٍ وَجَبْتَهَا عَلَيَّ فِي أَنَاءِ اللَّيْلِ وَأَطْرَافِ  
 النَّهَارِ فَتَرَكْتُهَا عَدَا أَوْ خَطَاءً أَوْ نِسْيَانًا وَأَنَا مُسْتَوْلٍ بِهَا لِإِلَهٍ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ  
 إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ سُنَّةٍ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ وَمُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ  
 السَّلَامُ فَتَرَكْتُهَا عَقْلَةً أَوْ سَهْوًا أَوْ نِسْيَانًا أَوْ تَهَاوُنًا أَوْ قِلَّةَ مَبَالَاتٍ بِهَا وَأَنَا مُعَاقِبٌ  
 بِهَا وَاسْتَغْفِرُكَ لِإِلَهٍ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ سُبْحَانَكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
 لَكَ الْمُلْكُ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ وَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ وَصَلَّى  
 اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ بَعْدَ مَنْ لَمْ يَصِلْ عَلَيْهِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ  
 وَسَلَّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا. لِإِلَهٍ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَلَا حَوْلَ  
 وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

حدیث شریف میں من اکثر الاستغفار جعل الله له من كل هم فرجاً ومن

كل ضيق مخرجاً ويورثه من حيث لا يحسب (جو غم کو کثرت سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ  
 اسے ہر اندازہ سے نجات اور ہر تنگی سے کنایہ کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس کو اس طرح رزق دیتا ہے کہ وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتا)

ایک دوسری حدیث ہے کہ جب تم میں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہو جائے تو اس سے کہو استغفار بہت زیادہ کرے۔ قسم ہے خدا کی جس نے مجھے رسول بنایا ہے استغفار ان گناہوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیتہ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ (اور وہ لوگ جنہوں نے بے حیائی کا کام کیا یا اپنے اور ظلم کیا پھر انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور اس سے مغفرت چاہی) نازل ہوئی تو ابلیس رونے لگا۔ تفسیر امام زاہد میں ہے کہ اس امت کی پناہ دو ہیں ایک حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے استغفار حضور نے ہمارے سامنے سے پردہ فرمایا، استغفار باقی ہے۔ نقل ہے کہ اگر کوئی اپنے اہم کاموں میں یا معاش کی تنگی میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی طلب کرتا تو آپ اس سے کہتے استغفار بہت زیادہ کرو اور آخرت سے صبح تک ذکر لا اِلهَ اِلَّا اللهُ میں مشغول رہو اس طرح کہ تُوْبَارِلَا اِلَّا اللهُ اور دسویں

بار ایک مرتبہ محمد رسول اللہ کہو اسی طور پر آخر شب کو صبح تک آباد رکھو۔ کیونکہ یہ وقت مریدوں کے فتوح و مراد پورے ہونے اور توبہ و استغفار کرنے والوں کی قبولیت کے خلعت پانے کا وقت ہے۔ نقل ہے کہ آخرت میں ندا دینے والا آواز لگاتا رہتا ہے هَلْ مِنْ دَاعٍ فَاسْتَجَابَ لَهُ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لَهُ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَبِغَطِي لَهُ سوالہ (ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے، ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اس کو بخشا جائے، ہے کوئی سائل کہ اس کا سوال پورا کیا جائے) اور بہت زیادہ ورد و وظائف اور نفلوں کی کثرت کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ حقداروں کے شرعی حقوق کی ادائیگی کو پیش نظر رکھیں کیونکہ اس کی ادائیگی دین کے بہانے میں سے اہم ترین ہے۔ تھوڑا عمل قاعدہ و قانون سے استقامت (ثابت قدمی) کے ساتھ اس سے کہیں بہتر ہے کہ جو بہت زیادہ ہو مگر بے قاعدہ ہو اور پابندی کے ساتھ نہ ہو۔ ان سب کے علاوہ درویشوں اور اہل علم و ارباب معرفت کی صحبت کو غنیمت جانیں اور اہل سلوک و ارباب دین کی خدمت کا موقع مل جائے تو اسے اللہ کی نعمت سمجھیں۔ جسے یہ دولت میسر ہوئی وہ مقبولین بارگاہ سے ہے کالیشقی جلیسہم (انکی صحبت میں بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا) اس پر گواہ ہے۔

آنرا کہ در پد یارش در عالم خود یارش بیواسطہ کارش کردار بہ چہ کار آید

(کسی کا محبوب کسی کو اپنے حرم خاص میں اس کے کسی مقبول عمل کے بغیر باریابی دیدے تو ایسے میں عمل کس کام کا)

آدمی کو چاہیے کہ خود کو جاہلوں کے میل جول اور صورت پرستوں، ظاہر داروں کی صحبت سے محفوظ رکھے جس کسی کو اس میں مبتلا کر دیا جاتا ہے سمجھ لو کہ وہ راندہ درگاہ ہے۔ سنو یہ شعر سنو۔

بگذار فضول کز ابو جہل در دین محمدی نیاید

(فضول باتیں چھوڑو مختصر یہ کہ ابوہل کی صحبت سے دین محمدی نہیں سیکھ سکتے)  
اکثر و بیشتر احوال میں گوشہ نشینی اختیار کریں بجز اہم ضرورت کے خلوت سے باہر نہ نکلیں۔ بس  
تقصیر مکن بیچ تو در کردن طاعت کا نہا کہ بہائیت تراجلہ بداد است  
(تم طاعت و عبادت میں کوتاہی نہ کرو، کیوں کہ جو کچھ تم کو چاہیے وہ سب دے دیا گیا ہے)  
اور لوگوں کے لئے بھی التماس کیا تھا خاطر جمع رکھیں ہر کام وقت پر موقوف ہے اور دوسری باتوں کے لیے جو  
عرضی ہے اس کے متعلق بھی یہی ہے کہ اس کا جواب بھی آئندہ کسی وقت دیا جائے گا۔ حق سبحانہ تعالیٰ  
نیت اور ارادہ صادق عطا فرمائے، قناعت کا دروازہ برادر عزیز پر کھول دے اپنے فضل و احسان سے  
بروفائے زمانہ کیسے بدوز بگذر آتش بقوت روز بروز  
(زمانہ کی وفا کی طرف سے اپنی تخیلی کامنہ سی لومنی سب سے بے نیاز ہو جاؤ، روزی کی فکر کو دن بہ دن چھوڑتے جاؤ)

وَالسَّلَامُ  
شرف مینیری



## مکتوب ۲۸

طاعت و عبادت میں استقامت کی شورش فتوح نذرانہ کے قبول کرنے اور جاملون کی جا سے دور رہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تم جانو! اللہ تعالیٰ تمہیں سعادت عطا فرمائے۔

اے بھائی! اس کام میں اصل چیز استقامت (ثابت قدمی) ہے جو عمل بھی اختیار کیا جائے،  
اس میں استقامت بہت ہو اگرچہ عموماً کھوڑے ہوں کیونکہ کھوڑے مولات استقامت کے ساتھ بہت ہیں،  
اور بہت زیادہ درد و وظائف و مشغولی بغیر استقامت بہت کم ہے۔ چنانچہ یقیناً مشہور ہے، ایک چور کو پھانسی  
کی سزا دی گئی تھی وہ دار پر لٹکا ہوا تھا امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا اودھ سے گزرنا حضرت نے اپنی دستار مبارک  
سر سے آاری اس کے آگے ڈال دی اور اس کے پاؤں کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے، ایک عزیز نے اس راز کو پوچھا،  
آپ نے جواب دیا۔

برکہ اور کار خود باشد تمام جان خود در کار بازو والسلام  
چوں تمام افتاد او در کار خویش زان نہاد پیش او دستار خویش

چوں بدیدم دارچوبیں جائے او بوسہ زان دادم بسے برپائے او  
مرد باید خواہ خواہ عام کو بود در فن و کار خود تمام

(جو شخص اپنے کام میں ثابت قدم، کامل ہوتا ہے وہ اپنے اس کام میں جان کی بازی لگا دیتا ہے چوں کہ وہ اپنے فن میں کامل و ثابت قدم تھا اس کے اسی کمال و استقامت کی داد دینے کے لیے اس کے سامنے میں نے اپنی دستاویز پیش کر دی جس میں نے اس کی جگہ لکڑی کے دار پر دکھی یعنی اپنے پیشہ کی استقامت میں سر اس نے دے دیا تو میں نے اس کے پاؤں کے بوسے دیئے آدمی کو اپنے کام اور اپنے فن میں مرد کامل ہونا چاہیے خواہ خاص ہو خواہ عام )

ارباب معانی کا یوں ارشاد ہے کہ آدمی کی نگاہ معانی کی طرف ہونی چاہیے، صورت و ظاہر کی طرف نہیں اور اگر درویش اور غریب کچھ پیش کریں یا بھیج دیں تو یقیناً قبول کرنا چاہیے اس میں کوئی عیب نہیں ہے بزرگوں نے ایسا ہی کیا ہے لیکن اگر اس نذرانہ و تحفہ سے کوئی خرابی پیدا ہونے کا احتمال ہو تو اس بنا پر قبول نہ کریں اور اس رد میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عمل ایسے شخص کی باتوں پر کرنا چاہیے کہ جو علم و عمل سے آراستہ ہو اور اس جماعت صوفیاء کے مذہب کو جانتا ہو، اس راہ کے فروع و اصول میں استاد کا درجہ رکھتا ہو، مشائخ کے کلمات اور ان کے عبارات و اشاروں کو سنت و جماعت کے قاعدہ و قانون کے تحت پورے طور پر سمجھتا ہو اور ہر کام کے فوائد و آفات اور اعمال و اخلاق کو خراب کرنے والی چیزوں سے اور مبتدی، متوسط، منتہی کے احوال سے اچھی طرح واقفیت حاصل کئے ہوئے ہو۔

عاشقانند لیک در رہ او ز خود و راہ عشق بے خبر اند

تا بسد رہ چو جبرئیل امین بہ پرہمت اسے پس پرہیزند

(یہ لوگ عاشقوں میں ہیں لیکن یہ ایسے عاشق ہیں کہ جو اس کی راہ میں اپنے آپ سے اور عشق سے اور عشق کی راہ سے بالکل بے خبر

ہیں۔ اے لڑکے! سن لے اس کے یہ عاشق جناب جبرئیل امین کی طرح سدرہ تک بہت کے پردوں سے پرواز کرتے ہیں۔)

اور جاہلوں کی جماعت، ظاہر پرستوں، جھوٹے دعویٰ کرنے والوں اور فضولیوں سے خود کو محفوظ رکھنا چاہیے ان کے دامیات و خرافات میں مشغول نہیں ہونا چاہیے ایسے لوگوں کی صحبت سے خود کو بہت دور رکھنا چاہیے

آج کل سارے جہاں میں ایسے ہی لوگوں کی کثرت ہے جیسا کہ کہا ہے۔

مرد صورت پرست کس نمود ہوش او جز سوئے ہوس نمود

ہیج معنی نہ دیدہ ام زخشاں گر تو دیدی سلام من برساں

(ظاہر پرست آدمی کسی لائق نہیں ہوتا ایسوں کو ہوس کے سوا اور کسی چیز کا ہوش ہی نہیں رہتا۔ خبیث لوگوں میں میں نے کوئی

معنی نہیں دیکھا اگر تم نے دیکھا ہے تو میرا سلام پہنچانا۔)



اگر خلوت و گوشہ نشینی میسر ہو تو لوگوں کے میل جول سے پرہیز کرنا چاہیے، بلنا جلنا، اختلاط اتنا بھر کہ حقداؤں کے حقوق ادا ہو سکیں اور اس میں کسی قسم کا خلل و نقصان نہ ہونے پائے اور درویشوں، عالموں، غاموں، عارفوں کی صحبت میسر ہو تو اسے غنیمت سمجھیں اور ان کی خدمت کو دونوں جہاں کی سر بلندیوں کا سبب اور اپنے کاموں کا فتح باب جانیں، عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔ اس کے ساتھ اپنا طاقینہ بھیج رہا ہوں۔

والسلام

حقیر شرف منیری

## مکتوب ۲۹

### عمر کو غنیمت جاننے اور نماز تہجد کی تاکید میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر امام شمس الدین! اللہ تعالیٰ تمہارے قلب کو روشن کر دے اور اپنے طالبین صادقین میں داخل فرمائے اپنے احسان و کرم خاص سے۔

کاتب مکتوب احمد یحییٰ منیری ملقب بشرف کا سلام و دعا قبول کریں، اور دل نشیں کر لیں کہ برادر عزیز کا خط ملا۔ خیر و عافیت کی اطلاع ملی اس پر حمد و ثناء بخداوند تعالیٰ ادا کی۔ میری وصیت ہے جہاں تک ممکن ہو اپنی عمر عزیز کو طاعات و عبادات میں لگائے رکھیں اپنے اوقات نفیس کو ذکر و تلاوت سے معمور رکھیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

آنجا کہ بود نافع کردار، بجان و دل آنجا تو بگو آخر گفتار چہ کار آید

(جہاں اعمال نیک جان و دل سے پسندیدہ و نفع بخش ہوں، تو بتاؤ! وہاں فضول گفتگو میں لگے رہنے سے کیا فائدہ؟) بالخصوص آخرات کو تہجد کی بارہ رکعت نماز چھ سلام کے ساتھ یعنی دو دو رکعت کر کے اس طور پر پڑھا کریں کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی، خالد و ن تک اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آمن الرسول آخر سورہ بقرہ تک، اسی طرح پوری رات کو آباد رکھیں کیونکہ مریوں کے کثود کارطابین کے حصول سعادت اور مناجات و دعا کرنے والوں کی دعا کے قبولیت، سالموں کے انعام و بخشش پانے، اور توبہ و استغفار کرنے والوں کے معافی کا خاص وقت ہے چنانچہ تم نے سنا ہے ہل من دواع ناستجاب لہ و ہل من مستغفر فی غفرلہ و ہل من سائل فی عطلی لسوالہ (ہے کوئی دعا کرنے والا جسکی

دعا قبول کی جائے۔ ہے کوئی مغفرت پانے والا جسے مغفرت دی جائے، ہے کوئی مانگنے والا جس کی مانگ پوری کی جائے

اور فقیروں، درویشوں، اہل علم، ارباب معرفت کی صحبت کو غنیمت جانیں۔

گرد توحید گرد با تفرید  
چہ کنی صحبتے کہ آں تقلید  
در دندی بگرد عیسیٰ کرد  
دارے رہ نشیں چہ خواہی کرد

(تمام تعلقات سے علیحدہ ہو کر یعنی تفرید کے ساتھ توحید میں رہا ایسی صحبت جو محض تقلیدوں کی ہو اس میں کیا فائدہ۔ مسیحائی کرنا عیسیٰ کا کام ہے۔ راہ میں پڑے ہوئے سے کیا عابج کراؤ گے)

جاہلوں کی جماعت سے خود کو بہت دور رکھیں اگر وہ کسی درجہ کے بھی دوست و رفیق معلوم ہوں، جیسا کہ کہا ہے

ماند ہمہ یاراں در عالم دانائی  
خلوت کن و بخود شو با مارچہ میباشی

(تمہارے یہ سب دوست و محب سانپ میں سانپ، سب اپنے چالاکی و ہوشیاری کے عالم میں ہیں،

ان سب سے کنارہ کر لو، یہاں تک کہ خود اپنے آپ سے بھی بخود ہو جاؤ، سانپ کے ساتھ کیا رہنا ہے)

ہمیشہ طاہر و با وضو رہیں وقت بھی وضو کرو و فوراً در رکعت شکرانہ و ضو ادا کرو طاعت اگرچہ کھوڑی ہو لیکن استقامت و موافقت ثابت قدمی اور ہمیشگی کے ساتھ ہو تو وہ بہت زیادہ ہے۔ اور اگرچہ طاعت بہت زیادہ ہو لیکن استقامت کم ہو تو ایسی کثیر طاعت بہت قلیل ہے۔

سبحان اللہ! حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود آپ کے اس درجہ حسن و کمال اور

عظمت و جلالتِ کار کے حکم ہوتا ہے۔ فَاَسْتَقِمُّ کَمَا اَمَرْت (آپ قائم رہیں اس پر جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت سے زیادہ سخت اور

دشوار آیت نازل نہیں ہوئی چنانچہ جب صحابہ رضوان اللہ نے دیکھا حضور کے چند موئے مبارک سفید ہو گئے

ہیں تو انھوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ کس چیز نے آپ کو بوڑھا کر دیا؟ ارشاد ہوا شیبہ بنی سورۃ ھود

(سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا)

یہاں کے اور حالات جاننے والے سے معلوم ہوں گے۔ عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

والسلام

فقیر شرف منیری



# مکتوب ۳۰

## مُرید کو نصیحت اور غیروں کو ایذا پہنچانے سے پرہیز نہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائی شمس الدین! اللہ تعالیٰ تمام بلاؤں سے محفوظ رکھے کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام  
ودعا قبول کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو! آپ جب درویشوں کے زمرہ میں داخل ہو گئے ہیں اور جامہ فقر سے مشرف  
ہیں تو یہ کب مناسب ہے کہ کسی کو آپ سے شکایت ہو یا کوئی لعن و طعن کرے اس طرح کی بات اس فقیر کے دل  
پر سخت گراں گذری اور بہت افسوس ہوا کہ آپ برادر سے ایسا کام کیوں ہوا جو آپ کے لائق حال نہیں اور اگر  
آپ پر کوئی ظلم و ستم ہوا تو حتی الوسع اسے اپنے جان و مال پر برداشت کرتے۔ جس بات سے دوسروں کو تکلیف  
پہنچے وہ نہیں کرنا چاہیے جب کسی فقیر کو کسی سے ناخوشگوار بات یا تکلیف پہنچے تو وہ یہ آیت کریمہ پڑھے قل لئن  
الاکتب اللہ لنا (ہم پر وہی گذرتی ہے جو اللہ نے میرے لئے لکھ دیا ہے) اسکا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔ فقیر کو نہ کسی دعویٰ  
ہوتا، اور کسی جھگڑا جیسا کہ ہے۔ تو باجفائے اوسمی کش باؤ تو مگوا ہی تو وفا کن

(تم اس کی جفائیں سہتے رہو، اس سے کبھی یہ نہ کہو کہ تم وفا کرو)

ہاں دین کے معاملہ میں اگر جنگ کرنے کی ضرورت ہو تو دہاں پر حکم کی بجا آوری ضروری ہے چنانچہ منقول ہے کہ  
حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے ناخوش نہ ہوئے۔ لیکن جہاں حرمت حق  
تعالیٰ کے ہتک کا سوال آجانا تو ضروری ہو جاتا۔ دیکھو ایسی باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرو اور اگر تم سے ایسا کوئی کام  
ہو گیا ہے تو اس کے لئے استغفار کرو جن لوگوں کو کسی بھی طرح ایذا و تکلیف پہنچی ہے ان لوگوں کو خوش کرنے  
کی انتہائی کوشش کرو کیونکہ یہ کام بہت ہی پسندیدہ بڑا، اور عظیم ترین مہمات میں سے ہے اس لیے کہ حق العباد  
خداوند تعالیٰ کے حق سے کہیں زیادہ سخت تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق توبہ و استغفار سے معاف ہو جاتا ہے لیکن  
مخلوق کا حق جب تک ان کو راضی و خوشنود نہیں کر لیا جاتا ہے اس وقت تک ختم نہیں ہوتا۔ شہداء جن کا مرتبہ  
اس بلندی کو پہنچا ہوا ہے کہ وہ برگزیدہ ہیں اور دوسروں کی شفاعت کریں گے لیکن اگر ان کے ذمہ مخلوق کا ذرہ

برابر حق رہ گیا ہو تو جب تک وہ اس کو راضی و خوش نہ کر لیں گے اس وقت تک میدان حشر سے قدم نہ اٹھائینگے  
اسے بھائی! حق العباد کی یہ گھائی بڑی سخت ہے۔ ایک حدیث نظر سے گزری ہے کہ خانہ کعبہ جو مومنوں کا قبلہ  
ہے اگر کوئی اسے مہار کر دے اور جلا کر خاک تر بنا دے تو یہ اتنا بڑا گناہ نہیں ہے جتنا کہ کسی مومن کے دل کو بغیر کسی  
شرعی سبب کے تکلیف پہنچائی جائے۔

والسلام  
حقیر شرف منیری



## مکتوب ۳۱

مرید کا اپنے پیر کی خدمت میں حال و احوال سے متعلق عرضیہ لکھنے کے جواز میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر شمس الدین اکرم اللہ بکرامۃ المریدین کاتب مکتوب احمدیحی منیری الملقب شرف کا سلام و دعا  
قبول کرو۔ تمہارے قلب روشن پر منقش ہونے والے سے معلوم ہوا تم کہہ رہے تھے ”شرمندگی کی وجہ سے  
میری سمجھ میں نہیں آتا کیا لکھوں اب جب وہاں سے خط آئے گا تو شاید کچھ لکھ سکوں۔“ کیا شرمندگی ہے، اپنے  
حال و معاملات سے جو بھی ہو آگاہ رکھو، اس جماعت صوفیہ کے لوگوں کے درمیان یہ شرط ہے۔ مرید کے لئے ہرگز  
یہ درست نہیں کہ اپنے کسی فعل کو وہ پیر سے چھپا کر رکھے گرچہ وہ کام کتنا ہی برا ہو، مریض اگر اپنی بیماری کو بیان نہ  
کرے تو طبیب کیا دوا دے گا اور اگر بیماری دوسری ہو اور دوا دوسری بتائی جائے جب بھی علاج نہیں ہو سکتا  
باوجود کوشش صحت نہیں ہوگی۔ وہ تمام شرطیں جو مریض اور طبیب کے درمیان ہیں بلا فرق وہی سبب شرط  
پیر و مرید کے درمیان ہے اور اس کی سندنا غرضی الشیخۃ کے قصہ سے ہے جب ان کے ساتھ وہ واقعہ ہوا  
تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ زَنَيْتُ فَطَهَّرْنِي  
(مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے مجھے پاک کیجئے) دین کا یہ درد مرید میں پیدا ہونا چاہئے تاکہ وہ سچا طالب ہو سکے اسی کو کہا ہے

تا ترا کارے نیفتہ مردوار کے توانی نالہ کرد از درد کار  
گر شود این درد دامن گیر تو بس بود این درد دائم پیر تو

(جب تک تجھے مردوں کے معاملات سے سابقہ نہ پڑے اس وقت تک دین کے کاموں کے درد سے نالہ و فریاد

کیسے کر سکتا ہے، اگر دین کا درد تجھ میں پیدا ہو جائے تو یہی درد ہمیشہ تیری رہبری کے لئے کافی ہے)

چنانچہ عیق نقیب نے کہ خجالت و شرم مرید کے لئے نقصان دہ اور اس کے کام میں مانع ہے۔  
 گر سر دین داری اے بے پاوسر راہ دین اس است زیں رہ در گذر  
 (اے بے سرو پا) بمعنی بے ڈھنگے) اگر تو دیندار ہے تو سمجھ لے دین کی راہ یہی ہے اس راہ کو طے کر لے

تمہاری طلب اور دل ماندگی کی بنا پر چند مکتوب لکھے گئے، خیال تھا کہ متفرق طور پر جا آ رہے لیکن یہاں کے زفقار  
 میں سے ہر شخص نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ان خطوط کو یکجا کر کے ہم لوگ نقل کر لیں اس کے بعد بھیجا جائے اسی بنا پر  
 دیر ہو گئی انشاء اللہ کتابت کے بعد یہ خطوط جلد بھیج دیئے جائیں گے، شیخزادہ نے خود نقل ہونے دیکھ لیا ہے۔

والسلام  
 خاکسار شرف منیری



## مکتوب ۳۲

### اوراد و وظائف کی پابندی کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

برادر عزیز کا خط پہنچا خیر و عافیت معلوم ہوئی اللہ کا شکر ادا کیا۔ لازم ہے اپنے اوراد و وظائف میں  
 پابندی کے ساتھ لگے رہیں کسی حال میں بھی کمی یا ناغہ نہ ہونے پائے۔ مشائخ کی کتابوں اور مکتوبات کے مطالعہ  
 کو کبھی ترک نہ کریں اور اس سے فارغ نہ ہوں یا میری سخت تاکید ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب  
 ہم ان کاموں کو نہیں کر سکتے ہیں جو بزرگان و مشائخ رضوان اللہ نے کئے ہیں تو ان کے کلمات کے پڑھنے  
 اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے کیا فائدہ؟ انھوں نے فرمایا مشائخ کے کلمات روئے زمین پر خدائی لشکر  
 ہیں ان کا پڑھنے والا اگر مرد ہے تو یہ کلمات اسے شیر مرد بنا دیں گے اور اگر نامرد ہے تو مرد بن جاتا ہے۔  
 ایک اور بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جب ایسا زمانہ آئے کہ بزرگان نہ ملیں تو کیا کیا جائے؟ فرمایا ان بزرگوں  
 کی کتابوں سے ایک جزم سے کم روزانہ پڑھ لیا کریں ان کے یہ کہنے کا اشارہ اس شعر میں ہے۔

ہر کہ او کھلے گرفت از خاک پیر خواہ پاک و خواہ گونا پاک میر

باش تا فردا محک گردد بکار نقد مرداں را پدید آید عیار

(جس نے ان بزرگوں کی خاک کا سرمہ لگایا اس سے کہہ دو وہ پاک جائے یا ناپاک اس کا کام بن گیا، پتھر جا اس

کا فائدہ کل کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لیا جائے گا۔ مردوں کے نقد و حاصل کو کسوٹی ظاہر کر دیتی ہے۔)

اے بھائی! زندہ تو حقیقتاً وہ ہے جو ان کے سایہ دولت میں ہے، یا ان لوگوں کے کلمات اور کتابوں کیساتھ لگا ہوا ہے اور جسکو نہ یہ میسر ہے اور نہ وہ، وہ نفس کافر کی قید میں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

روز و شب جاں میکنی بے زاد و برگ زیستن میخوانی آزا تو نہ مرگ  
مانده آخر اسیر ننگ و نام وانگهی گوی که عمری شد تمام

(رات دن ساز و سامان کے بغیر اپنی جان کھوتا ہے اور اسی زندگی کو زندگی سمجھتا ہے حالانکہ وہ موت ہے، آخر کار تو نام و نمود کا اسیر ہو گیا۔ ایک وقت آئے گا جب تو کہے گا کہ افسوس میری عمر تو یہی ختم ہو گئی) مرید اور ادو وظائف میں پابندی نفس کافر کی مخالفت کے بغیر کر ہی نہیں سکتا ہے کیونکہ سارے عبادت کی اصل نفس کافر کی مخالفت ہی ہے، یہ اسلئے کہ نفس کافر کی موافقت کرنا بت کی پوجا کرنا ہے۔ النفس هی الصائم الاکبر (نفس ہی سب سے بڑا بت ہے) کا اصل مفہوم یہی ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ابلیس میں اگر نفس کی موافقت نہ ہوتی تو اس پر لعنت کی بارش نہیں ہوتی اور اگر فرعون کے اندر نفس کی موافقت نہ ہوتی تو وہ خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ اسی کو کہا ہے

اے عجب با اینچنین نفسے دروں  
میکنی تو در خدائی سر بروں  
ہست در ہر نفس این دعویٰ لیگ  
خویشتن فرعون ظاہر کرد نیک  
آنجہ بامن نفس شو مم آں کند  
کافر مگر کافر روم آں کند

(عجیب بات ایسے نفس کے ہوتے ہوئے بھی تم خدائی میں سزا کھا رہے ہو۔ ہر شخص کے اندر یہی بڑائی کا دعویٰ ہے، فرق اتنا ہی ہے کہ فرعون نے یہ دعویٰ اعلانیہ کیا، میرے ساتھ میرا یہ سنو نفس وہ کچھ کر رہا ہے۔ قسم ہے، روم کے کفار بھی نہیں کہتے یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کے بزرگان اپنے معاملات میں تاویلات کی تلاش نہیں کرتے کیونکہ تلاش جستجو میں نفس کی لذتیں اور اسکی خواہشیں ہوتی ہیں اور نفس کافر کا یہ حال ہے کہ اگر سو سال تک تم اسکی سخت سخت مخالفت کرتے رہو اور مجاہدات کا نازیا نہ لگاتے ہو لیکن ایک دفعہ بھی کسی طرح اسکی مراد پر تم نے قدم رکھا تو تمہارا اسلام تمہاری ساری سلامتی کو زمین پر سے ماریگا۔ امام ابوعلیٰ رودباری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ صوفی ۵ دن کے فاقہ کے بعد بھی اگر کہے کہ میں بھوکا ہوں تو لازماً اسکو بازار بھیج دیں اور کہیں کہ جاؤ کماؤ کھاؤ، اے بھائی! خزانہ بغیر مشقت کے نہیں ملتا۔ جیسا کہ کہا ہے

تا بردہ رنج گنج میسر نمی شود  
مزد او گرفت جان برادر کہ کار کرد

(بغیر رنج اٹھائے گنج ہاتھ نہیں آتا۔ جان برادر! صلہ تو دہی پاتا ہے جو کوئی کام کر گزرتا ہے)

تا نخواہی دید از اول گداز نیست در آخر ترا ممکن نواز : ہر کہ او در کار خود باشد تمام جان خود در کار باز دو السلام

(جب تک تم پہلے محنت و مشقت کا سوز و گداز نہیں دیکھتے اس وقت تک آخریں نوازش و اکرام کا نہیں پاسکتے

اپنے فن میں کامل وہی شخص ہوتا ہے جو جان کی بازی اس کام میں لگا دیتا ہے۔ والسلام)

مرد کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے نفس کی مخالفت اختیار کرے طرح طرح سے بھوک و پیاس کی سزا اس کو دے کیونکہ نفس کافر کو کسی چیز کے ذریعہ ایسا نرم و فرماں بردار نہیں کر سکتے جیسا کہ بھوک اور پیاس کے ذریعہ کیونکہ اس کے لئے یہ دونوں سزائیں ساتوں جہنم کے گڑھے کے برابر ہیں۔

دوست زان گرسنہ دار و مدام تاز جان دوست میرا آید تمام

(دوست کو ہمیشہ اسی سبب بھوکا رکھتے ہیں تاکہ وہ دوست کی جان بن جائے)

والسلام

فقیر شرف منیری



## مکتوب ۳۳

# حق کی طلب اور عشق میں اور بشریت سے نکل آنے میں

قاضی زاہد کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اگر حاصل شود آن گلرخ و آن لب چو میگونش چہ بے حاصل کسے باشد اگر باغ جناں خواہد  
(اگر وہ پھول سے چہرے والا محبوب اور اس کے وہ شرابی ہونٹا حاصل ہو جائیں تو وہ کیسا امر دشمن ہے جو اسکے باوجود جنت کے باغ کی خواہش کرتا ہے  
ہمت، کون و مکاں سے صاف و پاک رکھیں جتنی چیزیں کُن کے تخت و چوڑ میں آئی ہیں اگر چہ وہ جنت  
کے باغات ہی کیوں نہ ہوں سب کے سب اپنے اوپر حدوث (مخلوق) ہونے کا داغ رکھتے ہیں، ان سب کو  
اپنی راہ کا بت و زنا جانیں اور وہی کہیں جو اس غار ف نے کہا ہے۔

بے وصال تو جاں چہ کار آید بے جہالت جہاں چہ کار آید

(آپ کے وصال کے بغیر جان کس کام کی، اور آپ کے حال جہاں آرا کے بغیر یہ جہاں کس کام کا ہے۔)

راہ سلوک کے عظیم ترین شہسوار حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ مناجات میں کہتے ہیں :

اللّٰهُمَّ اِذَا اَدْخَلْتَنِي الْجَنَّةَ وَنَقُولُ اَنَا سَرَّاحٌ مِنْكَ يَا مَالِكُ فَاَجْعَلْنِي سَرَّابًا وَهَبِ الْجَنَّةَ

لَا سَرَّابِيهَا (اے میرے اللہ جب تو مجھے جنت میں داخل فرمائے اور یہ کہے کہ میں تجھ سے خوش ہوں اے مالک دینار تو مجھے مٹی

بنادے اور جنت اس کے خواہش مندوں کو بخش دے۔ اور وہ مست الست یزدانی عین القضاة سہدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ قسم خدا کی یہاں بھی کھانا پینا! اسی کو کہا ہے۔

تشنہ او میر گر تو زندہ ای خاک این درباش گر تو بندہ ای  
او کجا در بند آب و چہ بود کاب و چاہ او سہمہ اللہ بود

(اگر تو زندہ ہے تو اسی کی تشنگی میں مر یا اور اگر تو بندہ ہے تو اس کے در کی خاک بن جا جس کا کنواں اور پانی سب اللہ ہی ہو، وہ پانی اور کنواں کی فکر میں کب رہتا ہے۔)

کیا تمھاری دولت مند نظر اس ورق پر نہیں پہنچی اَعَدَّتْ لِجِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ (میں نے تیار کر رکھا ہے اپنے صالح بندوں کے لیے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے قلب پر اس کا گذر ہو سکا ہے) سو چو! کیا وہ جگہ بھی کھانے پینے کی ہے۔ کم تمت انسان! اے بھائی! نعمت و کرامت کے طالب دنیا میں بہت زیادہ ہیں لیکن نعمت دینے والے اور کرامت عطا کرنے والے کے طالب تباہ ہیں۔ اس کے طالبین کا یہ درجہ ہے کہ جناب داؤد جیسے پیغامبر علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے يَا دَاوُدُ اِذَا سَأَلْتِ طَالِبًا لِي فَكُنْ لَهُ خَادِمًا (اے داؤد! جب میرے کسی طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ) سبحان اللہ! جس کے جناب داؤد جیسے خدمت گزار ہوں فرشتے اور آسمان جس کے حاشیہ بردار ہوں اس کے مقام و مرتبہ سے اجنا اور انسان کیا واقف ہو سکتے ہیں؟ خواجہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دُبَاعِي سَه

تا جام جہاں نمائے در دست من است از روئے خرد چرخ بریں پست منت

تا قبلہ نیست قبلہ بہت من ست ہشیار ترین خلق جہاں مست منت

(جب جام جہاں نمائے ہاتھ میں ہے، عقل کی رو سے یہ اونچا آسمان میرے آگے پست ہے اور جب کہ میری

نیستی میری ہستی کا قبلہ بن چکی ہے تو تمام دنیا کے ہوشیاروں سے میرا منت دل ہوشیار ہے۔)

اے بھائی! جب تک اس کے طالبوں کو ڈوٹی نظر آتی ہے اگرچہ وہ وحدت کی جانب گذر کر کہتے ہیں لیکن

بلاشبہ وہ اپنے زلمے کے احوال (بھنگا) ہیں۔ ایک کو دو دیکھتے ہیں جیسا کہ کہا ہے۔

تا مرد ز خود فانی مطلق نشود اثبات ز نفی او حق نشود

توحید طول نیست نابودن تست ورنہ بکزان آدمی محقق نشود

(آدمی جب تک اپنے وجود سے مطلقاً فنا نہیں ہو جاتا اس کے لالہ کی نفی سے الا اللہ کا اثبات صحیح نہیں ہوتا۔ تیرے اپنے

وجود کے ہوتے ہوئے توحید نہیں اس لیے کہ توحید طول نہیں ہے۔ لہذا وہ لوہے میں بتلا آدمی مستند اور حقیقی آدمی نہیں ہوتا۔)



اے بھائی! عشق بندہ کو خدا تک پہنچا دیتا ہے اسی معنی کے اعتبار سے عشق اس راہ کے لئے فرض ہے لَمْ شَيْخٍ أَبْلَغَ مِنَ الْعِشْقِ (عشق سے بہتر کوئی استاد نہیں) تو شاگرد باش عشق ترا استاد است (تم شاگرد تو بن جاؤ عشق تمہارا استاد ہے) عشق ہے تو حیات ہے عشق نہیں تو موت ہے۔ سہ

مجنوں عشق را دگر امر و زحالت است کا سلام دین لیلیٰ دگر ضلالت است

(عشق کے مجنوں کی حالت ہی دوسری ہے اس کے لیے لیلیٰ کا دین اسلام ہے، باسب ضلالت دگر اسی ہے)

ایک عزیز کا قول ہے، اللہ جل جلالہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو مخلوق کے پاس بھیجا اس کے بیگانوں میں سے کسی نے ایک ذرا بھی آشنائی نہ پائی و اے حسرت! اگر اپنے عشق کا ایک ذرہ ہی بھیج دیتے تو سارا جہان آشنا ہو جاتا۔ اسی کو کہتے ہیں الْعِشْقُ هُوَ الطَّرِيقُ وَرُؤْيَةُ الْمَعْشُوقِ هُوَ الْجَنَّةُ وَالْفِرَاقُ هُوَ النَّارُ وَالْعَذَابُ (عشق راہ ہے، محبوب کا دیدار جنت ہے اور جدائی جہنم اور اس کا عذاب ہے) اے بھائی! عشق کا گھوڑا وہ ہے جو ایک جنت میں دونوں جہاں سے آگے گزر جاتا ہے اور لامکاں میں جولانی دکھاتا ہے چنانچہ کہانے بہ رباعی :

در عالم او اگر بکار آئی تو در دفتر عشق در شمار آئی تو

جبرئیل امین رکاب دار تو بود بر مرکب عشق اگر سوار آئی تو

(اگر اس کے عالم میں تو کام آجائے تو عشق کے دفتر میں تیرا نام ہو جائے جناب جبرئیل امین تیرے رکاب دار بن جائیں اگر تو عشق کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں آجائے) لیکن طالب ایسا ہونا چاہیے جو ہر قسم کے مصائب و بلاکتوں کا بوجھ اٹھانے والا ہو، ایسے کو محبوب کی بارگاہ میں باریابی تو ہو جاتی ہے لیکن اس راہ کو طے کرنے کے لیے دار یعنی تلوار کی دھار پر چلنا ہوتا ہے اور یہ عظیم دولت طالب کو ان آسانیوں میں ملنا بہت دشوار ہے جیسا کہ کہا ہے سہ

گر رگبذ عشق تو بردار بود آساں بود اے سپر نہ دشوار بود

از خارچہ باک آید آزا کہ ورا معشوق دلش میاں گلزار بود

(اے لڑکے! اگر تیرے عشق کی رگبذ دار (تلوار کی دھار) پر ہو پھر تو یہ آسان ہے مشکل نہیں، اس شخص کو

کانٹوں سے کیا خون دہرا جس کا محبوب قلبی چپستان میں رہتا ہو.....)

سنو، مطلوب، طالب سے دور نہیں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيُّنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو)

طالب کے لئے اس رو سے دوری ہے کہ وہ اپنی خودی سے حجاب میں ہے اور جب اپنی ہستی کے احساس

پندار سے تم نکل آئے تو تم دیکھ لو گے کہ مطلوب ظاہر و عیاں ہے، جیسا کہ کہا ہے سہ

معشوق عیاں بود نمیدانستم با من بیاں بود نمیدانستم

گفتم بطلب مگر بجائے برسم خود تفرقہ آں بود نمدائتم  
 (مشوق تو ظاہر تھا میں نہیں جانتا تھا وہ تو ہمارے ساتھ ہی تھا مجھے خبر نہ تھی میں نے کہا اس کی تلاش میں کہیں چلوں یہی تو تفرقہ تھا  
 مجھے پتہ نہیں تھا.....) اے بھائی! وہ کون سا راز ہے کہ جس کے اثر سے مشاقوں میں شوق و اشتیاق ہے  
 یہ وہی نکتہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایتاً ہے اَنْتَ لَا اَنَا وَلَا غَيْرِي (نہ میں ہوں اور نہ میرے علاوہ ہے  
 بس تو ہی تو ہے) س

تو اونٹنوی دے اگر جھد کنی جاے برسی کز تو توئی برخیزد  
 (تو وہ نہیں ہو جائے گا لیکن اگر کوشش کرے تو اس مقام میں پہنچ جائے گا جہاں تجھ سے تیری توئی اٹھ جائے گی)  
 اسی مفہوم کا ایک اور شعر سنو۔ س

عجب مدار ز باران عشق و تخم حب چو سبزہ از گل محمود اگر ایاز آید  
 (عشق کی بارش اور محبت کے تخم کے ہوتے ہوئے محمود کی مٹی سے سبزہ کی طرح اگر ایاز پیدا ہو جائے، تعجب نہ کرو)  
 الْمُحِبُّ مَحْوُونِي حُكْمِ الْمَحْبُوبِ (عجب محبوب کے حکم میں گم ہوتا ہے) س

خاک کے از مردم بماند در جہاں وز وجود عاشقان خاکسترے  
 (دنیا میں عام لوگوں سے خاک ہے لیکن خاکستر (راکھ) کا وجود تو عاشقوں کے وجود سے ہے)  
 عاشق جب تک زندہ ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جب جمال کے نظر میں رہتا ہے تو فرحت و شادمانی ہوتی  
 ہے اور جب جلال کے خیال میں ہوتا ہے تو نالہ و فریاد کرنے لگتا ہے۔ س

مرا گونی کہ سعدی چرا پریشانی خیال روئے تو ہر روز میکند بترم  
 (مجھ سے یہ نہ پوچھیے کہ سعدی تم پریشان کیوں رہتے ہو؟ آپ کے چہرے کا تصور ہی مجھے ہر وقت پریشان رکھتا ہے)  
 محبت ایک عظیم آگ ہے عاشقوں کا دل دکھتا ہوا آتش کدہ ہے اگر ایک سانس باہر کر دے تو سارا جہاں  
 جل جائے اور اگر دم سادھ لے تو خود جل بھن کر خاکستر ہو جائے یقیناً آفتاب کے عاشق کے لئے راحت  
 و آرام نہیں ہے۔ چنانچہ وہ بھی یہی کہتا ہے۔ س

دَمِ دَر کَشْتَمِ وَ جِلْدِ عَمْتِ نُوْشِ کَنْمِ تا از پس من بکس سماند غم تو  
 (میں ایک سانس میں آپ کا سارا غم گھونٹ لیتا ہوں تاکہ میرے بعد آپ کے عشق کا غم کسی اور کے لئے رہ نہ جائے)  
 سبحان اللہ! کیا ہی بلند ہے وہ ہمت جو اس مٹی اور پانی کے پتلے کے اندر رکھی گئی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ س  
 آسمان و عرش و عنصر حصیت پوست خاک الحق جملہ را مغزے نکوست

(آسمان، عرش، عناصر یہ سب کیا ہیں؟ پوست ہیں۔ خدا کی قسم خاک ہی ان سب کا بہترین مغز ہے) وَالسَّكَّامِ

# مکتوب ۳۳

## بلندی ہمت اور حصول استقامت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاصی زاہد کے نام

ساتو باخوبی عدو بینی ہمہ چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

(جب تک تو اپنی ہمتی کے ساتھ ہے تعدد ہے اور جب تیری ہمتی نیستی ہوگی تو احد ہی احد ہے)

برا اور عزیز کا خط پڑھا، مضمون سے آگاہی ہوئی اطمینان رکھیں اور اپنے کام میں مردانہ وار لگے ہیں

اس راہ میں جو مناظر سامنے آئیں یا آواز سننے میں آئے اس پر ذرہ برابر رغبت نہ کریں۔ مصرع

”مرالبان تو باید شکر چه سود کند“ (مجھے تو آپ کے ہونٹوں کی مٹھاس چاہیے شکر سے مجھے کیا عطاوت یعنی ہے)

یہی معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ یہاں کوئی ایسا ہے جو

ایک قطرہ پی کر مست و سرشار ہو جائے؛ سلطان العارفین نے جواب میں لکھا۔ یہاں کوئی ایسا ہے جو دریا کا

دریا گھونٹ جائے اور اس پر بھی اور ملے اور ملے کی فریاد کرتا رہے۔

قطرہ کو غرق دریا بود ہر دو کونش جز خدا سودا بود

در محبت تا کے غیرے مانند در درون کعبہ دیرے مانند

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہو گیا اس کے لئے سوا خدا کے دونوں جہان دیوانگی ہے۔ محبت میں جب تک غیر کا وجود باقی ہے

یوں گھوکعبہ کے اندر بت خانہ باقی ہے۔) اے بھائی! صاحبان ہمت اور طالبان حق سبحانہ تعالیٰ کو کون و مکا

آسودہ نہیں کر سکتے۔ دیکھنے اور سننے کی یہ چیزیں (کشف و کرامت) کیا حقیقت رکھتی ہیں جو چیز بھی سامنے

آئے گی وہ نعمت ہی ہوگی منعم نہیں اور ایسا شخص جو منعم کو نعمت کے آگے بھلا دے وہ جھوٹا اور بت پرست

بامحبت در نگنجد ذرہ نیست مرد دوستی ہر غرہ

چوں نہاند در دل از اغیار نام پردہ از محبوب بر خیزد تمام

(محبت میں ایک ذرہ کی گنجائش نہیں، گنہگار والا آدمی محبت کے لائق نہیں ہوتا جب دل میں اللہ کے سوا کسی چیز

کا نام و نشان نہیں رہتا تو محبوب سے سارے پردے اٹھ جاتے ہیں۔)

خبردار! ایسی چیزوں کی کوئی وقعت نظر میں نہ آنے پائے۔ ہمت بلند رکھیں کیونکہ بے ہمت طالبِ مرید کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اس کام کا اصل پایہ دو چیز ہے۔ ایک "ہمت" دوسرا، سائے جہاں کی طاعت و عبادت کے باوجود اور تمام کمالات کے ہوتے ہوئے "افلاس" اور جو شخص کسی کمال میں لپٹا یا کسی نعمت سے آسودہ ہو اور تنگ حوصلہ ہے، اسے مردوں میں شمار ہی نہیں کرتے اس کیلئے پیٹ کا دھندہ ہی بہتر ہے۔ اس کو ان باتوں سے کیا سروکار۔ جیسا کہ کہا ہے

ہر کہ صاحب ہمت آید مرد شد ، بچو خورشید از بلندی فرد شد  
ہر کہ از ہمت دریں راہ آمد است گر گدائی میکند شاہ آمد است

(جو صاحب ہمت ہو اور ہی مرد ہوا، آفتاب کی طرح بلندی ہمت سے فرد ہو گیا۔ وہ جو ہمت کے ذریعہ اس راہ میں آیا ہے اگرچہ گدائی کرتا ہے لیکن وہی بادشاہ ہے)

اے بھائی! طالب کی رٹ بس یہی ہوتی ہے اما ملک اما ہلاک (یا مقصود پالینا یا ہلاک ہو جاتا) اسکے علاوہ جو کچھ ہے اللہ اسے اپنے پنہاں رکھے خلاصہ یہ کہ اپنے معمولات میں چاق و چوبند رہیں، اسمیں خلل نہ آنے پائے۔ آپکے اپنے کاموں کے علاوہ جو کچھ ہے اسے بچوں کا کھیل تماشہ اور سونے والوں کا خواب سمجھیں۔ جیسا کہ کہا ہے

چوں ہمہ یاد تو از مولی بود ، بچو محبت نونت ہمہ لیلی بود

(اگر تیرے ذکر میں صرف مولی ہی مولی رہ جائے۔ تو مجنوں کی طرح سارا جہاں تجھے لیلی نظر آئے)

جیسے ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ کچھ دنوں سے برادر عزیز کا کوئی خط نہیں آیا ہے، خوش نام اسی وقت آپ کا خط لایا۔ خط میں جن باتوں کا تذکرہ ہے، میں اس طرح کی چیزوں کو پسند نہیں کرتا، لیکن خط آپ کا ہے تو پڑھنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اچھائیوں اور برائیوں کی اصلاح کی جائے اور برادر عزیز کو لازم ہے کہ کم و بیش جو کچھ احوال ہوں وہ لکھا کریں اور رات دن اپنے کام میں لگے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ راہ کھل جائیگی اور احدیت کا میدان سامنے آجائے گا اور اس کو کون مکان کی برادر عزیز کی نظر میں کوئی قدر باقی نہیں رہ جائے گی چنانچہ ایک بلند ہمت کے سامنے کون و مکان کو پیش کیا تو انھوں نے فریاد شروع کر دی۔

من چہ خواہم کرد پیدا و نہاں بے تو اے جان جہاں جان جہاں

کعبہ عشاق مولی آمدہ است و آن مجنوں نقش لیلی آمدہ است

میں تمام جہاں کی جان اور اے تمام جان کا جہاں میں آپ کے بغیر اس ظاہر و پنہاں کو لے کر کیا کروں گا۔ عاشقوں کا قبلہ تو

اس کا مولی ہوتا ہے مجنوں کا ہر لمحہ و وقت لیلی کے نقش میں لگا رہتا ہے)

جانتے ہو کیا ہے ؟ اٹھارہ ہزار عالم میں آدمیوں سے زیادہ بلند ہمت کوئی گروہ پیدا نہیں ہوا اور اس اٹھارہ ہزار عالم میں کسی گروہ سے سوائے آدمی کے یہ نہیں کہا گیا وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوْحِي (اور میں نے پھونک دی اس میں اپنی روح) اور یہ ایک عظیم ترین راز ہے۔ کسی کا کلیجہ نہیں کہ وہ اس راز کو لکھ سکے۔ اسی کو کہا ہے ۔

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش اند      در نکتہ دل بچو خود می کوشند  
مے از کف دوست ہر نفس می نوشند      سر میبازند و ستر حق می پوشند

(تم جانتے ہو ارباب تصوف کیوں خاموش رہتے ہیں وہ دل کے اسی راز میں خود کو غرق رکھنے کا کوشش میں رہتے ہیں۔ دوست کے ہاتھ سے ہر دم شراب کا جام پیتے ہیں سر کی بازی لگا دیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے) ہاں وہ ایک مرد تھا جس نے عشق کی مستی کے راز کو آشکارا کر دیا اس نے یہ کیا تو غیرت حق نے اسے وار پر چڑھا دیا۔ اسی کو کہا ہے ۔

ز نہار گوی بر سر جمع      گر عاشق صادق تو اسرار  
ویدی کہ بکر عشق رمزے      علاج بگفت رفت بردار

(خبردار، مجمع عام میں عشق کے اسرار نہ بیان کرو اگر تم عاشق صادق ہو۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ عشق کی مستی میں منصور نے ایک راز کھول دیا اور دار پر چلے گئے۔)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منبری

مکتوب ۳۵

کلمہ طیبہ کے ذکر اور حدیث نفس کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقاضی زاہد مذکور کے نام  
برادر عزیز کا خط ملا مضمون سے آگاہی ہوئی ہرگز کسی چیز کے ساتھ کسی طرح بھی ذرہ

برابر التفات نہ ہونے پائے دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں سامنے لا کر ڈال دی جائیں تو بھی گوشہ چشم سے اس کی طرف نہ دیکھیں ان سب کو اپنی راہ کا بت جائیں اور لا الہ الا اللہ کا ذکر کریں اس لیے کہ جتنی چیزیں لفظ کس کے تحت وجود میں آئی ہیں جب ان سب کی لا کے ذریعہ نفی ہو گئی تو۔  
 اِلَّا اللّٰهُ حاصل ہو گیا۔ اسی کو کہا ہے یہ

برنگیر و جہان عشق دوتی چہ حدیث است این حدیث توتی  
 چوں ترا بار داد بر درگاہ آرزو و خواه اورا خواه

(عشق کا عالم دوتی قبول نہیں کرتا اور بات کیا ہے، بات تو بس تو ہی تو ہے۔ جب تیری پہنچ اس بارگاہ میں ہو گئی تو اور کوئی مراد نہ مانگ بلکہ اس سے خود اسی کو مانگ.....)

آدمی جب گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو خلوت میں مختلف مناظر صورتیں اور آوازوں کا سامنے آنا ضروری ہے اس سے چارہ نہیں، لیکن چاہیے کہ ذرہ برابر اس کی طرف التفات نہ رہے بلکہ اپنے کام میں ہوشیار چاق و چوبند رہیں۔ نفس کی باتوں میں ہرگز نہ آئیں اس سے بحث و مباحثہ میں مبتلا نہ ہوں کہ اس سے بحث میں کوئی حجت نہیں سکتا۔ اس وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں فریاد کریں نہ دو مانگیں و کہیں نہ تو مراد دل وہ و دلیری ہیں رو بہ خویش خواں و شیریں ہیں

(آپ میری دلہی کیجئے اور دلیری دیکھیئے اپنی لومڑی کہہ دیجئے اور پھر میری شیریں ملاحظہ کیجئے)

اور ذکر میں ایسا مشغول و مستغرق ہو جائیں کہ نفس کا تھکنا اور اس کی بحث دخل انداز نہ ہو سکے۔

اے بھائی! حدیث نفس میں سخت بلا ہے۔ خلوت نشینوں، گوشہ گروں کی ساری خرابی اسی نفس کے ہاتھ سے ہے۔ خود اہل علم و دانش اسے باعث ہلاکت کہتے ہیں۔ اگر چہ کرامت کہتے ہیں تو کہہ لیں ہم نے ایسا ہی سنا ہے اور آج بھی ہم لوگوں کے زمانہ میں ایسا ہی کہا جاتا ہے اور یہ بلا (حدیث نفس) کسی صورت ٹلائے نہیں ٹلتی ہے سوائے غلبہ ذکر کے، ذکر جتنا اور جس قدر دل پر غالب ہوتا ہے یہ بلا اسی قدر کم ہوتی ہے۔ مرید کو چاہئے کہ ذکر میں ایسی پابندی و کوشش کرے کہ ذکر زبان سے دل میں اتر جائے اور قلب مطمئن پیدا ہو جائے تاکہ حدیث نفس کی کوئی گنجائش ہی نہ رہے اسی معنی میں کہا ہے یہ  
 نیست کن ہر چہ راہ و راے بود تا دولت خانہ خداے بود

(عام کشف و کرامات اور اس راہ کی ساری چیزیں دل سے منادے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے)

انشار اللہ کشتود کار اور فتح یاب ہو گا دل چھوٹا نہ کریں شیطان کی باتوں سے دل نہ توڑیں جیسا کہ کہا ہے

نومید مشوز عالم خود در دائرہ چون دروں فتاوی

( جب تو نے خود کو اس دائرہ میں ڈال دیا ہے تو اپنے عالم کشود و فتوح سے ناامید نہ ہو )  
 بھگت گورو نے مردوں کی راہ میں قدم رکھا ہے بہت زیادہ شکر کریں، مردانہ وار راہ طے  
 کرتے چلیں اور دوسری ساری چیزوں کو پس پشت ڈالتے جائیں۔ سہ  
 فقرِ حقیقت از گم رہ کر دن است و زود عالم دست کو تہہ کر دن است

( جانتے ہو فقر کیا ہے۔ کھوئی ہوئی راہ میں چلنا فقر ہے اور دونوں جہاں سے ہاتھ موڑ لینا فقر ہے )  
 قطعہ : روحِ قدسی فدائے عشق تو بود عشق اور اتورا ایگیاں مطلب  
 حاصل الامر گر سہمی طلبی عشق راجز میان جاں مطلب  
 (روحِ قدسی، عشق پر فدا ہوتی ہے، اس کے عشق کو تو یونہی مفت طلب نہ کر۔ اگر تو کاموں کا  
 حاصل چاہتا ہے تو عشق کو اپنی جان کے سوا اور کہیں نہ ڈھونڈ )

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرفِ منیری



## مکتوب ۳۶

# دین کے کام میں کوشش اور اس میں دل تنگی کی ممانعت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے بھائی زاہد! واضح ہو  
 خط ملا۔ کاشفِ مضمون ہوا۔ اس منزل میں ہرگز دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے، تمام سختیوں اور  
 بلاؤں کو برداشت کرنا چاہیے جیسا کہ یہ شعر ہے۔ سہ  
 راہ بے زحمت و تعب نمود ماہ بے عقدہ و ذنب نمود

( راستہ تکلیف و مشقت سے خالی نہیں ہوتا۔ جیسے چاند بگیہ ستارہ و ذنب کے نہیں رہتا ہے )  
 اے بھائی! بلا و سختیاں جس قدر زیادہ ہوتی ہیں نفس پر اتنا ہی زیادہ مجاہدہ کا بار پڑتا ہے

توانگری نقطہ دور سے پسر کے توان گفتن ترا مرد سے پسر

ہر کرد دیدہ خود خار نیست با گل غیب خدایش کار نیست

(اے لڑکے جب تک تو درد کا ایک نقطہ نہیں بن جانا، اس وقت تک تجھے مرد کیسے کہا جاسکتا ہے۔ جس کسی

کے اپنی آنکھ میں مشقت کا کاٹنا نہیں چاہتا ہے، اس کو خداوند تعالیٰ کے غیبی پھولوں سے کیا سروکار)

اور جتنا زیادہ مجاہدہ نفس ہوگا اتنا ہی زیادہ کام ہوگا۔ اپنے معمولات میں چست ہونا چاہیے۔ یہ ایک

چلہ تو آپ کے نفس کی آزمائش کے لئے ہے کہ برادر عزیز کے نفس کی حد کہاں تک ہے وگرنہ یہ چلہ کیا

اسی کو کہا ہے۔

آزادکہ دہر بارش در عالم خود بارش بیواسطہ کارش کردار چہ کار آید

(جس کسی کو اس کا محبوب اپنے عالم میں کسی عمل کے واسطہ کے بغیر باریابی دیدیتا ہے وہاں اعمال و مجاہدے کیا کام دیتے ہیں)

خلاصہ یہ کہ حوصلہ پست نہ ہونے پائے، دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے، سب کو برداشت کرنا ہے تاکہ نفس کی

حد معلوم ہو سکے اور اس جائزہ کے بعد اس کی حد کے مطابق کام کیا جائے۔ بہر حال جو بھی ہو اور جہاں تک ہو

اپنے استعداد اور صلاحیت کے اندازہ سے کام کیا جانا چاہیے جس قدر استعداد زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ کام

ہو سکے گا۔ چنانچہ پیران طریقت مریدوں کو مجاہدہ کرنے کا جو حکم دیتے ہیں وہ اس کی استعداد کے مطابق دیا

کرتے ہیں۔

چوں تو مرد کار باشی روز و شب زود بکشاید در راہ طلب

(جب تو اس کام میں مردانہ داررات دن لگا ہوا ہے تو جلد ہی تیرے لئے راہ طلب کا دروازہ کھول دیا جائے گا)

والتسليم

فقیر شرف مینری

مکتوب ۳

نفس کے عیبوں سے آگاہ ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی زاہد مذکور کے نام — آپ کا خط پہنچا، پڑھا، خاطر جمع رکھیں دل قوی کریں اور مردانہ وار



ہیں، اللہ جل شانہ کا فضل و کرم شامل حال ہے۔ فضل سے ساری مشکلیں آسان ہوتی ہیں کرم سے تمام مرادیں پوری ہوتی ہیں یہاں کے کام بے علت ہوتے ہیں۔ اصحاب کہف کی کون سی طاعت و عبادت تھی، ساحران فرعون کا کیا ریاضت و مجاہدہ تھا آن واحد میں اعلیٰ علیین پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ تمام بزرگوں کا قول ہے۔

گرچہ دولت دادنش بے علت است طاعت حق کار صاحب دولت است

(حق سبحانہ تعالیٰ کا دولت عطا کرنا اگرچہ بے علت ہے پھر بھی اللہ کی عبادت کرتے رہنا صاحبان دولت کا کام ہے)

ہرگز دل نہ ٹوٹے کام میں لگے رہے کیونکہ کام میں لگے رہنا ہی اصل کام ہے۔

ہر کہ او خواہان درد کار نیست از درخت عشق برخوردار نیست

(جو اس کام کے درد کا خواہاں نہیں اسے عشق کے درخت سے پھل کھانے کا حق نہیں.....)

اے بھائی! خلوت میں جس قدر صفائی حاصل ہوتی ہے اسی قدر نفس کے عیوب اور چھپے ہوئے

بت و زنا نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ یہ خود بہت بڑی چیز ہے یہ خوش قسمتوں کی نشانی ہے کہ وہ ایک

ایسی نظر پالیتے ہیں جس سے اعمال کی برائیوں، نفس کی آفتوں، شیطان کے مکر و فریب سے آگاہ ہو جاتے

ہیں جب مرید اس منزل میں پہنچ جاتا ہے تو اپنی ذات سے بچتا ہو جاتا ہے لیکن مرید کو اس مقام پر پہنچنے

کے لئے برسوں لگ جاتے ہیں۔ برادر عزیز کا معاملہ جب اس کے فضل پر ہے تو پھر یہاں سال و ماہ کا کیا تذکرہ

طفل را در مہدی غیر کند وز ہمہ پیرانش بالغ تر کند

(بچے کو گوارہ میں پیغام بر بنا دیتا ہے اور تمام کہنے پیروں سے بزرگ والا کر دیتا ہے۔)

شام ہو رہی ہے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے اس سے زیادہ لکھنے کا موقع نہیں۔ خلاصہ یہ کہ دل

قوی رکھیں اس بات کا خیال رہے کہ بحث و مباحثہ میں نہ پڑیں اس لئے کہ بحث اصل کام سے ہٹا کر

دوسرے کام میں الجھانے والی چیز ہے۔ علمی معامہ میں بحث و مباحثہ کو مستحسن کہا گیا ہے لیکن مرید کو ایک

دوسرا ہی کام درپیش ہے بحث و مباحثہ مرید کا کام نہیں ہے یہ اس کے لئے حجاب ہے۔ اسی کو کہا ہے

این علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگر است

حرف کو کاغذ سے سیاہ کند کے دل تیرہ را چو ماہ کند

(یہ سارے علوم عالم ظاہر کے ہیں۔ خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔)

حرف تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے۔ تاریک دل کو ماہ تاباں کہاں بناتا ہے.....)

بہت تاکید ہے، اپنے کام میں مشغول رہیں، میری دلی توجہ آپ کی طرف ہے۔

والسلام



# مکتوب ۳۸

## حال و وقت کے مشاغل و رمال و زر کے اندیشہ کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی زاہد کے نام

برادر عزیز کا خط پہنچا مضمون سے آگاہی ہوئی

اے بھائی! قلبی اطمینان رکھو اس کے طالبوں کے لئے ہر شب شب قدر ہے اور ہر روز روز عید، ہر مہینہ ماہ رمضان ہے، تم اس کے موجاؤ سب تمہارا ہے مَنْ لَكَ الْمَوْلَى فَلَهُ الْكُلُّ سَهْوًا  
وعدہ وصل دیگر اں فردا وعدہ وصل عاشقاں کنوں

(وصل کا وعدہ ادروں کے لئے کل قیامت میں ہے، لیکن عاشقوں کے لئے وعدہ وصل یہیں اور آج ہی ہے)

برادر عزیز کی یاد دل میں ہے اور ہر رات تذکرہ ہوتا ہے مجھ فقیر مفلس کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں  
دُعَاءُ الْمُسْتَلِمِ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ عَنْ أَحْيَدِ الْعَيْبِ لَا يَرُدُّ (ایک مسلمان کا دعا کرنا دوسرے مسلمان بھائی کے لئے جب کہ غائبانہ کی جائے رد نہیں کی جاتی) یہ عبادت اور اس جیسی دوسری عبادتیں جو بزرگوں سے صادر ہوئی ہیں وہ سب کی سب محمود ہیں اور عاجزی و انکساری پر محمول ہیں چنانچہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور جب ہلال رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے يَا هَلَالِ ادْعُونِي (اے ہلال میرے لیے دعا کرو) اسی مفہوم کو کہا ہے۔

(یقین میدان کہ شیران شکاری دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کر د شکاری شیروں نے اس راہ میں چیونٹی سے مدد لی ہے۔)

جس نے خود اپنے آپ کو دیکھا (سمجھا کہ میں کچھ ہوں) وہ خود ہیں ہے، خدا میں نہیں۔ اسی مقام میں کہا

ہست حق جز بنیت نگر آید زاد ایں راہ نیستی باید

(حق تعالیٰ کی ہستی نیت کے سوا کچھ نہیں سو جھاتی۔ اس راہ کا تو شہ نیستی ہوتا ہے)

اور وہ جس نے خود کو دیکھا اور کہا اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ (میں برتر ہوں اس سے) اگرچہ وہ معلم الملوک تھا،

اس کے باوجود لعنت کا داغ اس کی پیشانی پر ڈال دیا گیا۔

تار ابود باتو در ذات است کعبہ اطاعتت خرابات است  
گر ز ذات تو بود تو دور است بیت کدہ از تو بیت معمور است

(جب تک تیری ہستی تیری ذات کے ساتھ ہے (خود بینی ہے) کعبہ تیری اس خود بینی کی عبادت سے خرابات بن گیا ہے اور اگر تیری ذات میں خود بینی نہیں ہے تو پھر بیت کدہ بھی تیری ذات سے بیت معمور یعنی کعبہ بنا ہوا ہے۔)

والسلام

حقیقہ شرف مینری

## مکتوب ۳۹

### خاتمہ کے خوف اور اپنے افلاس میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قاضی زاہد مذکور کے نام

در کوئے بیتاں زنت ہمہ عمر درینجا چون بر بمن پیر بہ بتخانہ بہاندم  
(وائے حسرت بتوں کے کوچہ میں عمر گزر گئی۔ انوس بوڑھے بر بمن کی طرح بت خانہ میں پڑے رہے)  
اے بھائی! ایسا شخص جو اپنے ماتم و مصیبت میں گرفتار ہو، جس کی حالت ایسی خراب و زار ہو کہ وہ

یہ کہتا ہو۔

نمیدانم کرا مانم بدیں سیرت گرفتارم  
(مجھے نہیں معلوم کیا ہوں اپنی سیرت تو ایسے کہ نہ مسلمان ہوں نہ ہندو نہ مرتد نہ بدکار ہوں)  
وہ کسی کو کیا یاد کرے گا اور کسی سے کیا کہہ سکے گا اور کیا لکھے گا جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔  
اے پیر گنہگار ہمیشہ نظر خویش بر کردہ خود دار بہ پرہیز ز فرویش  
جاں ریش کن از یاد جفا مائے گذشتہ وانگہ ز خجالت نمکی ریز بر آں ریش  
(اے بوڑھے گنہگار ہمیشہ اپنے اعمال پر نظر رکھ، اس کے علاوہ سارے فردعات (یعنی گرے ہوئے کاموں) سے پرہیز کریں! لکھے  
گناہوں کی یاد سے اپنی جان کو ریشہ ریشہ کر کے زخمی کر لے پھر ان گناہوں کی خجالت و شرم کے نمکدان سے ان زخموں پر نمک چھڑک دے)

اے بھائی! ہے تو ایسا ہی جیسا کہ آپ نے دل ماندگی و افسردگی کا اظہار کیا ہے یہ صرف آپ ہی نہیں ہیں بلکہ اس طرف کے اور بھی عزیزوں نے بے مرامی و دل ماندگی ظاہر کی ہے یہاں تک کہ جھنجھلاہٹ کا اظہار بھی کیا ہے۔ یہ صرف برادر عزیز ہی کا حال نہیں ہے، خود میری اپنی عمر بھی گزر گئی، موت پہنچ گئی، آخرت کا سفر درپیش ہے خوف و حیرانی طاری ہے کہ جس وقت ملک الموت آئیں گے اور وہ اللہ رب العزت سے پوچھیں گے اَللّٰہِیْ اُقْبِضْ رُوْحَ هٰذَا الْعَبْدِ بِالسَّعَادَةِ اَمْ بِالشَّقَاوَةِ (الہی اس بندہ کی روح سعادت پر قبض کروں یا شقاوت پر؟) کچھ خبر نہیں کہ اس وقت کیا جواب آئے گا اسی سے سمجھ لو جو اس حیرانی میں ہو وہ اپنے ہوش میں کب رہتا ہے۔ اسی کے بارے میں کہا ہے۔

زندہ ساقبت ندانم چسیت      خواندہ خاتمت ندانم کیست  
بدمانیک گشت چو پذیرفتی      نیک ماگشت بد چو بگریفتی

(پتہ نہیں ازل میں کیا لکھا گیا ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم خاتمہ کس حال پر ہو گا۔ اگر آپ قبول کر لیں تو میری برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہو جائیں اور اگر گرفت ہو جائے تو ساری نیکیاں برائی ہو جائیں۔)

اے بھائی! اس کام میں حد درجہ دشواری ہے، یہ ایسا آسان نہیں ہے جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں اور سنی سنائی پر عمل کرتے ہیں۔

آفت کردار خود گر تو بہ بینی بدو      محو کنی بیشکے قیمت و مقدار خود

(اگر تو اپنے اعمال کی آفتوں کو اپنے کردار میں دیکھتا ہے تو بیشک تو نے اپنی قدر و قیمت ٹھادی)

ایک عارف سے سکرات موت کے وقت لوگوں نے پوچھا کسی چیز کی آرزو ہو تو فرمائیں کہ پیش کروں، فرمایا، ہاں ہے تو ایسے علم کی آرزو جس کے لئے وجود نہ ہو (ایسی نیستی جس کی هستی نہ ہو) قطعاً

ہر کہ او ایس راز مشکل پئے برد      گر بود صد جانش یکجاں کے برد

ہر کہ در پیش ایس مشکل بود      چوں تو اند کرد گر صد دل بود

(جو شخص اس مشکل مرحلہ میں پڑا ہوا ہو، ایک جان کیا سو جان بھی لگا دے تو کیا ہو سکتا ہے۔ جس کسی کو

یہ مشکل درپیش ہو وہ کیا کر سکتا ہے اگرچہ اس کے پاس سو دل ہو.....)

اور وہ جو اس دولت عظمیٰ کے مالک ہیں تو اتزین ایمان ابی بکر مع ایمان امتی لرجح (اگر میں ابوبکر کے ایمان کا موازنہ اپنی امت کے ایمان کے ساتھ کروں تو یقیناً ابوبکر کے ایمان پوچھنے کا شے اے کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا جسے بھیڑ بکریاں کھا جاتیں اور جن کا مرتبہ اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا (میں علم کا شہر اور علی اس کے دروازہ ہیں) وہ کہتے اے کاش میں اپنی ماں کے جسم کا خون ہی رہتا۔ یہ شعر اسی معنی میں ہے۔

کاشکہ ہرگز نہ زادی مادرم تمانہ کردی کشتہ نفس کافر م  
 کاشکہ ہرگز نہ بودے نام من تمانہ بودی جنبش و آرام من  
 (کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ کاش میرے نام  
 کا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ کسی طرح کا کوئی فعل مجھ سے وجود میں نہ آتا۔)

یہ حضرات جو سارے عالم کے پیشوا اور دینِ مسلمان کے سردار ہیں جب یہ کہیں تو وہ جو بت خانہ میں پیدا  
 ہو اب بت خانہ میں پلا اور بت کے آگے تمام عمر سجدہ میں پڑا رہا ہو وہ کیا کہے اور اس کا حال کیا ہو گا۔ اس  
 بیچارہ کی جان پر رحمت ہو جس نے کہا ہے۔

مُوَدہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم چند خود را تہمت دین مسلمانانیم  
 (توں کی راہ میں سجدہ کرتے ہوئے میری پیشانی گھس گئی۔ اس حال میں کب تک میں خود کو مسلمان کہلاتا رہوں گا)

اور ایک دوسرے بیچارہ نے کہا ہے۔

اے برہمن بارودہ رد کردہ اسلام را یا چو من گمراہ را در پیش بت ہم بار نیست  
 (اے برہمن مجھ جیسے اسلام کے رد کئے ہوئے کو اپنے یہاں اجازت دے، یا کیا، مجھ جیسے گمراہ کو بت کے سامنے جانے کی بھی اجازت نہیں)  
 اے بھائی! یہاں کام بے علت ہے جس کو قبول کیا بے علت قبول کیا۔

ملک در دست شبانے میدہد منت آن بر جہانے می نہد

(سلطنت ایک چرواہے کو دے دی جاتی ہے، اور سارے جہان کو اس کا احسان مند بنا دیا جاتا ہے)

جس کو رد کرتے ہیں بے سبب و علت رد کرتے ہیں۔

صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت میکند در گردنی

(سات سو ہزار سال عبادت کرنے کے بعد لعنت کا طوق گردن میں ڈال دیا جاتا ہے)

جس طرح کسی کے لئے سارے عالم کے گناہ و سیہ کاریوں کے باوجود ناامیدی نہیں ہے اسی طرح تمام  
 عالم کی طاعت و عبادت کے باوجود بے خوفی بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

سر بسر سرگشتگاں در کار او تو چنیں آزاد از اسرار او

آخر از خواب آں بیدار شو یکدم اے مست ہوا ہشیار شو

(پریشاں حال لوگ مستقل اس کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور تو اس طرح اس کے کرشموں سے آزاد پھر رہا ہے)

نیند توڑ، خوابشات کے خواب سے بیدار ہو جا، ۱۰۰ خوابوں کے متوالے ایک دم ہوشیار ہو جا)

اس کی مشیت کے پردہ میں کیا ہے اس کی کس کو خبر ہے کون جانتا ہے کہ مظلوبوں میں ہے یا راندے ہوئے

لوگوں میں معلم الملکوت کو گھنڈا تھا کہ میں مقربوں میں ہوں یکایک مشیت کا پردہ اٹھا اور ظاہر ہو گیا۔  
 إِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (بیشک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک) وہ مردود اپنے سر پر خاک  
 اڑاتے ہوئے کہتا ہے۔

درود عالم نیست از سر تا پائے	ایسج جائے تا نہ کر دم سجدہ جائے
منکہ برا بلیس لعنت کر دے	خویشتن را شکر نعمت کر دے
ناگے سیلاب محنت در رسید	پس شب خونی ز لعنت در رسید
پائے تا سر عین حسرت گشته ام	در ہمہ آفاق عبرت گشته ام
من چه دانستم کہ بیگانہ منم	عاقل ایشانند و دیوانہ منم

(دونوں عالم میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں میں نے سجدہ نہ کیا ہو۔ میں ابلیس پر لعنت بھیجا کرتا تھا اور اپنی نعمتوں کا شکر ادا کیا کرتا تھا۔ اچانک مصیبت کا سیلاب پہنچ گیا اور پھر لعنت کی خونی رات بھی آ پہنچی اور میں سر سے پاؤں تک حیرت زدہ ہو گیا اور سارے جہان کے لئے عبرت بن گیا ہوں۔ مجھے کیا خبر تھی کہ میں ہی غیر ہوں اور سب ہوش مند ہیں میں ہی دیوانہ ہوں) جب معاملہ اور حال ایسا ہوتا تو کسے راحت و سکون ہو اور نیند، بھوک، بلکہ عقل و ہوش کہاں برقرار رہ سکتا ہے۔ نقل ہے کہ ایک دن حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبرئیل امینؑ سے پوچھا اے بھائی جبرئیل ملکوتی عالم میں تم لوگوں کا کیا حال ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ جب سے ہم میں کا ایک راندہ درگاہ ہوا ہے اس وقت سے ہم لوگوں میں کسی کو بھی راحت و سکون باقی نہیں ہے۔ اسی راز کو کہا ہے۔

گردیں دریا در آئی یکدے	حیرتے جاں سوز بینی عالمے
ہیبت این راہ کارے مشکل است	صد جہاں این ہم پر خون لال است
ہر کہ او نزدیک تر حیراں تراست	کار دوراں پارہ آساں تراست

(اگر تو اس دریا میں ایک لمحہ کے لئے بھی غوطہ کائے تو جان جلانے والی حیرت کا ایک عالم مشاہدہ کرے۔ اس راہ کی ہیبت ایک مشکل کام ہے، سینکڑوں جہان کے دل اس دہشت سے پر خون ہو رہے ہیں، جو جتنا زیادہ مقرب ہے وہ اتنا ہی زیادہ پریشان و حیران ہے ہاں جو اس سے دور ہیں ان کا کام ضرور کچھ آسان ہے۔)

حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے "جس کسی کو کوئی مصیبت پیش آئے اس سے کہو کہ میری مصیبتوں کو یاد کرے۔ اس حدیث شریف کا اشارہ اسی جانب ہے اور اس بار ہمیں مومن کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اس جملہ کے لکھنے سے برادر عزیز کے دل کی تسلی و تسکین مقصود ہے۔ مجھے برادر عزیز کی قوت پر اعتماد ہے اس کے ساتھ اس خط کے مطالعہ سے مدد ملے گی، استقامت ہوگی، اور شیطانی وسوسوں کے دفع

کرنے میں قوت ہوگی۔ بار بار مطالعہ کریں۔ اور مکتوب کا ایک نسخہ نظام الدین غفرلہ کی والدہ کے پاس بھیجا ہے۔

وَالسَّلَامُ  
شرف منیری

## مکتوب نم

### مَعْرِفَةُ خُدَاوَنَدِ تَعَالَىٰ مَعِنِ أَوْ عَقْلٍ كَمَا مَعْرِفَةُ كِي عِلَّتْ هُونِ سِ دُورِ هُونَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا کمال الدین سنتوشی کے نام

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہ

ایک عزیز، دلوالی کے بزرگ زادہ تجارت کے لئے توفیق سنٹوش گئے تھے وہاں سے واپسی پر وہ اس دعا گو یعنی احمدیحی منیری لقب بشرف کے پاس آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ میں مولانا کمال الدین مدر کے پاس گیا تھا۔ وہ فرما رہے تھے کہ فلاں شخص (یعنی میں نے) علم طریقت میں مکتوب لکھے ہیں ان کے چند مکتوب ایک درویش یہاں لائے ہیں ان میں سے جو معرفت خداوند جل جلالہ میں ہے اس میں لکھا ہے کہ عقل معرفت کی علت نہیں ہے۔ یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے اور انکار کی طور پر اس کو مولانا بار بار دہراتے رہے جب میں نے ان سے یہ سنا تو کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب مولانا کے خیال میں وہ ظاہر روایت ہوگی جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس روایت سے ایسا ہی معلوم بھی ہوتا ہے لیکن یہ روایت تاویل والی ہے۔ جناب مولانا کی نظر سے اس کی وہ تاویل نہیں گذری ہوگی اور دانش و زور کو ایسا بہت ہوتا ہے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس عزیز نے پوچھا وہ روایت کون سی ہے۔ میں نے کہا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے جو روایت ہے وہ یہ ہے: **لَوْ لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ سُرْسُولًا لَوْجَبَ عَلَى الْعُقَلَاءِ مَعْرِفَتُهُ بِعُقُولِهِمْ** (اگر نہ بھیجتا اللہ کسی رسول کو جب بھی عقل والوں پر اس کی معرفت واجب ہوتی ان کی عقلوں کے سبب سے) اس روایت کی غلطی نے تاویل کی ہے یعنی **لَوْجَبَ عَلَى الْعُقَلِ الْاِسْتِدْلَالُ بِالْاَيَاتِ عَلَى مَعْرِفَتِهِ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَمَا كُنَّا مَعْنِي بَيْنَ حَشَى نَبَعَثَ سُرْسُولًا** یعنی

یعنی عقل معرفت کی علت نہیں

لے مطبوع اور خطوط دیگر میں عنوان معرفت نقل ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ عقل والوں پر ان کی عقلوں کے سبب سے آیات کے ذریعہ اس کی معرفت پر استدلال واجب ہوتا ہے کہ نفس معرفت (عقل کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر کہ ”ہم عذاب دینے والے نہیں یہاں تک کہ رسول کو بھیج نہ دیں“ چنانچہ اگر صورت حال یہ ہو کہ کوئی عقل والا پہاڑ کی بلندیوں میں رہتا ہو اور آیات سے استدلال نہ کیا (یعنی احکام معلوم نہ کیا) تو آیات سے استدلال کا ترک کیا۔ ایمان سے اور کفر سے نا آشنا، خالی رہا اور مر گیا تو وہ شخص کل قیامت کے دن استدلال تلاش کے ترک کی وجہ سے ماخوذ ہوگا ایمان کے ترک یعنی ایمان نہ لانے کی وجہ سے نہیں۔ یہ تمام تقریر تمہیدات ابو شکر رسالہ رحمتہ اللہ علیہ میں مذکور ہے اور تفسیر امام زاہد میں بھی سورہ عنکبوت کے تحت آئی ہے، اگر کوئی چاہے تو وہاں دیکھ لے۔ لیکن معتزلیں کے نزدیک ترک ایمان کی وجہ سے ماخوذ ہوگا جس طرح اور دوسرے کفار (جو سطح زمین پر رہتے ہیں) کیونکہ ان کے نزدیک عقل معرفت کی علت ہے اور ایمان کا وجوب اسی عقل ہی سے ہے۔ لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک عقل معرفت کی علت نہیں اور ایمان کا وجوب محض عقل سے نہیں ہے بلکہ **أَلْمَوْجِبُ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى وَالْعَقْلُ إِلَهُ التَّخْرِيفِ فَقَطَّ** (موجب اللہ تعالیٰ ہے اور عقل محض پہچاننے کا آلہ ہے) اور وہ جو تمام عارفوں کے سرور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرماتے ہیں **وَاللَّهُ لَوْلَا إِلَهُ مَا اهْتَدَيْنَا** (اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے) یہ نہیں سہرا یا کہ **لَوْلَا الْعَقْلُ مَا اهْتَدَيْنَا** اگر عقل نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔

عقل بے کھل آشنائی او بے خبر بود از خدائی او

نیست از راہِ و ہم عقل و تو اس بے خدایچ کس خدائے شناس

(عقل اس کی عطا کردہ آشنائی کے سرور کے بغیر اس کی خدائی سے نا آشنا ہوتی۔ وہم و عقل و تو اس کے ذریعہ کوئی شخص خدا شناس عارف نہیں ہو سکتا)

اسی سبب سے بزرگانِ قدس اللہ سرہ العزیز کے کلمات میں آتا ہے **سُبْحَانَ مَنْ عَزَّتْ مَعْرِفَتُهُ لَوْلَا تَعْرِيفُهُ**

(پاک ہے وہ ذات جس کی معرفت بہت دشوار ہے اگر وہ اپنی معرفت نہ عطا فرمائے)

عقل کل یک سخن ز دفتر او نفس کل یک پیادہ بردر او

(عقل کل اس کے دفتر کا ایک لفظ ہے۔ نفس کل اس کے در پر ایک پیادہ ہے۔) اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ

عنه نے اس بارگ میں فرمایا **سُبْحَانَ مَنْ لَمْ يَجْعَلْ لِلاخْلِقِ سَبِيلًا إِلَى الْمَعْرِفَةِ إِلَّا بِالْعَجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِهِ**

اے میرے عزیز! یہ عاجز عقل خود کو نہیں جانتی کہ وہ کون ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے تو خداوند

عزوجل کو بغیر اس کے بتائے ہوئے کیسے جان سکتی ہے کہ من عجز عن معرفتہ نفسہ فقد اجزى



ان یعجز من معرفتہ غیرک (جو خود اپنی پہچان سے عاجز ہو وہ بدرجہ اولیٰ دوسرے کی معرفت سے عاجز ہوگا)  
اسی کو کہا ہے۔

اے شدہ از شناخت خود عاجز کے شناسی خدائے راہرگز

چوں تو در علم خود زبوں باشی عارف کردگار چوں باشی

(اے وہ کہ تو خود اپنی پہچان و معرفت سے عاجز ہے خدا کو کب پہچان سکتا ہے۔ جب تو اپنے علم میں زبوں حال ہے تو خدا کا عارف کیونکر ہو سکتا ہے۔) اور حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا عرفت ربی بربنی (میں نے اپنے رب کو اپنے رب کے ذریعہ پہچانا) اسی کو کہا ہے۔

بخودش کس شناخت نتوانست ذات او ہم بدو تو او دانست

باتعاضائے عقل و نفس و حواس کے تو او بود کردگار شناس

(کوئی شخص اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتا، اس کی ذات کو اس کے ذریعہ پہچان سکتا ہے۔ عقل و نفس و حواس کے تقاضے کے باوجود خدا شناس کس طرح ہو سکتا ہے۔)

قسم ہے عقل معرفت کے حاصل کرنے کے لیے آلہ اور سبب ہے اسی بنا پر معرفت کی اصناف عقل کی طرف جائز ہے چنانچہ معرفت کی اصناف عاقل کی طرف کرتے ہیں اور تم جان لو کہ اگر عقل معرفت کی علت ہوتی تو تمام عقل والوں کو معرفت میں برابر ہونا چاہیے۔ اور تمام لوگ بغیر دلیل و آیات کے خدا تک راہ پا لیتے۔ جب عقل میں مومن اور کافر برابر ہیں تو یہ کیوں ہے کہ مومن نے راہ پائی اور کافر نے نہیں۔ اکثر کافر ایسے ہیں جو ہزاروں مسلمانوں سے زیادہ عقل مند ہیں اور عالم کی تدبیر ایک ساعت میں کرتے ہیں لیکن خدا کی طرف راستہ ذرہ برابر نہیں پاتے۔ اور بہت سے مومن ایسے ہیں جن کو عقل سے زیادہ حصہ نہیں ملا ہے، دنیا کی تدبیر میں کوئی راہ نہیں جانتے لیکن معرفت حق میں موشگافیاں کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہم لوگوں کو ایسی چیزوں کے بار میں خبر دی ہے جن کو عقل نہیں ہے مگر وہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے۔

وَجَدْتَهُم مُّسَبِّحِينَ رَبَّهُمْ وَكَانُوا سُبْحَانَ اللَّهِ مُسْتَغْفِرِينَ لَهُمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ كُفْرًا وَهُمْ يَكْفُرُونَ (میں نے اس کو اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں) خداوند جل جلالہ نے ہدایت کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ ہدایت نے جناب سلیمان پیغمبر علیہ السلام سے کہا کہ میں نے بلقیس اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خداوند تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتی ہے۔ اگر پرندہ خدا کو نہ پہچانتا تو یہ کیونکر جانتا کہ کس کو سجدہ وہ لوگ کرتے ہیں۔ اور اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ پرندوں کو عقل نہیں ہے اور اگر عقل معرفت کی علت ہوتی تو بے عقلوں کے لیے معرفت محال ہوتی اور اس معنی کی بہت ساری خبریں ہیں اور دوسرے یہ کہ خداوند

تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ وَمَنْ كَانَ مَبْتَلًا فَأَحْيَيْنَاكَ (جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا) ایمان کے ذریعہ اجبار قلب کی اضافت اپنی طرف کی جس طرح جان کے ذریعہ اجبار نفس (ذات انسانی) کی نسبت کی ہے اور اجبار نفس بغیر جان کے محال ہے اس طرح اجبار قلب بغیر ایمان کے محال ہے۔ اور ایمان کے ذریعہ اجبار قلب، جان کے ذریعہ اجبار نفس سے برتر ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا افهن شرح اللہ صدرہ للاستلام (کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا) دوستوں کے حق میں شرح صدر کی اضافت اپنی جانب کی اور دشمنوں کے دل بند کر نیکی اضافت بھی اپنی طرف کی جیسا کہ کہا ختم اللہ علیٰ قلوبہم (ہم نے لگا دی ان کے دلوں پر) اور جب کھولنے اور بند کرنے کی اضافت اپنی جانب کی تو یہ باطل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور کھولنے والا یا بند کرنے والا ہو۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہرگز اہم بود آن محض عطاست      وانکہ را نمود از حکم قضاست

بیچ دل را بہ کُنہ اورہ نیست      جان و عقل از کمالتش آگر نیست

(جس کسی کو اس نے دکھلایا یہ اس کی عطا ہے اور جس کو نہیں دکھلایا وہ قضا کے حکم کے تحت ہے۔)

کسی دل کو اس کی کُنہ میں راہ نہیں ہے۔ عقل و جان اس کے کمال سے آگاہ نہیں ہے۔)

اے بھائی! اس کے کھولے ہوئے کو کون بند کر سکتا ہے اور اس کے بند کئے ہوئے کو کون کھول سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ (اللہ تعالیٰ بندوں کے کاموں پر غالب ہے)۔

دل و عقل از جلال او خیرہ      تن و جان از کمال او خیرہ

سست جولان ز عز و دانش و دم      تنگ میداں ز کُنہ و وصفش فہم

(دل اور عقل اس کے جلال سے دھند جان و تن اس کے کمال سے تیرہ ذاریک۔ اس کی عزت کی تلاش میں دوڑ

لگانے والے کی عقل اس کا دم سب کند۔ اس کی کُنہ اور اس کے وصف سے میدان ہم تنگ ہے۔)

اور بعض دوسری خبروں میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حیوانوں کو چار چیزوں کا علم دیا ہے۔ ایک یہ کہ اپنے بنانے والے کو جانتے ہیں اور اپنے دشمن کو پہچانتے ہیں اور اپنی روزی کو جانتے ہیں اور اپنے جوڑہ جفت کو پہچانتے ہیں اور اپنے گھونسلے کو جانتے ہیں۔ اور پانچواں علم وہ ہے جو خاص آدمیوں کے لیے ہے اور وہ علم موت کا ہے (یعنی مرنا ہے)۔

مکتوب کے پڑھنے والوں کے خیال سے مختصر کیا گیا امید ہے کہ اس مکتوب کے مطالعہ کے بعد کوئی کھٹک دل میں نہ رہے گی وَاللّٰهُ هَادِيَ الرِّشَادِ رَحِمَ اللّٰهِ مِنْ اَنْصَفِ۔

(اللہ سیدھی راہ کی ہدایت کرنے والا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں پر رحم فرمائے۔)

والسلام

شرف منیری



# مکتوب ۱۴

## عشق میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا کمال الدین مذکور کے نام۔ شرف منیریؒ کا سلام و دعا پہنچے اور معلوم ہو۔ کاتب مکتوب کے بھانجہ زین الدین آئے انھوں نے تذکرہ کیا کہ وہاں عشق پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اے بھائی جانو، عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے، اس معنی کی رو سے عشق کو قرض راہ قرار دیا گیا ہے۔ عشق ہے تو حیات ہے عشق نہیں تو موت ہے۔

مجنون عشق را اگر امروز حالت است کا سلام دین لیلیٰ و گریضدالت است (عشق کے دیوانے کا یہاں دوسرا ہی عالم ہوتا ہے، لیلیٰ کا دین ہی اس کا اسلام ہے باقی سب گمراہی ہے) کہتے ہیں عاشقوں کی دوزخ خداوند تعالیٰ کا عشق ہوتا ہے۔ اسی بنا پر جو زیادہ دل جلا ہوتا وہ زیادہ عزیز ہوتا ہے خاک کے از مردم نمازد در جہاں و زوجود عاشقاں خاکسترے (اس دنیا میں آدمی مٹی ہو جاتا ہے۔ لیکن عاشقوں کے دم سے خاکستر کا وجود ہے)

اسی کو کہا ہے العشق هو الطريق والردیة هو الجنة والفراق هو النار والعذاب (عشق راہ ہے محبوب کا دیدار جنت ہے محبوب سے جدائی دوزخ ہے اور اس کا عذاب ہے) اسی راز کو کہا ہے

آنا کہ ز جام عشق مستند      مخمور زیادہ استند  
از مستی خود چونیت گشتند      در عالم عشق دوست ہستند  
چوں محرم راز عشق گشتند      از عشوہ امتحان بگشتند

(وہ لوگ جو عشق کے جام سے مست ہیں اُسے برکیم کی شراب کے نشہ میں مدہوش و سرشار ہیں۔ جب اپنے وجود دہستی سے

نیت ہو چکے ہیں تو جہان عشق میں وہ دوست ہو گئے ہیں۔ چونکہ وہ عشق کے راز کے محرم ہیں اس لئے امتحانِ ناز و ادائے معشوقانہ کے طلبگار ہو گئے ہیں۔

پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث سونا اور چاندی نہیں ہوتی ان کی دولت جو بھی تھی وہ ان سوختہ دلوں کو ورثہ میں ملی اور یہ دل جلے آج بھی اپنی اس وراثت پہ نازاں ہیں۔

ما عشق ہی مونس و ہمنانہ ماست  
از عقل فرو گذر کہ در عالم عشق  
نہائے ہمہ یک جرعه ز پیمانہ ماست  
اونیز غلام دل دیوانہ ماست

(جب تک یہ عشق ہمارا انیس جان اور ہمارے خانہ دل کا ہمان ہے سارے جہان کا غم ہمارے پیمانہ کے لیے ایک جلو ہے۔ عقل کا کیا تذکرہ اسے چھوڑ، عشق کے عالم میں یہ عقل تو خود ہمارے اس دیوانہ دل کا غلام ہے) کہتے ہیں، عشق ایک ایسی آگ ہے جہاں کہیں پہنچ جائے اسے جلا ڈالے۔ عاشقوں کا دل سجا سجا یا دکھا ہوا آتش کدہ ہے اس کی ایک چنگاری بھی اگر باہر آجائے تو کون و مکان کو جلا کر خاکستر کر دے چنانچہ کہتے ہیں کہ ہمارے جہاں کو عذاب دوزخ کی آگ سے دیا جائے گا اور خود دوزخ کو اپنے عاشقوں کے دل کی آگ سے عذاب دیں گے اگرچہ ان ظاہر بینیوں اور اہل صورت کو یہ محال معلوم ہوتا ہے۔ اسی کو کہا گیا ہے

تا نیاید درد ایں کارت پدید  
قصہ ایں درد نتوانی شنید  
شرح دادن حال عاشق جاوداں  
از عبارت بر تراست و از بیاں

(جب تک تجھ میں اس عشق کا درد پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک اس درد کا بیان تو نہیں سن سکتا ہے۔ زندہ جاوید عاشقوں کے حال کی تشریح عبارت و بیان سے بالاتر ہے۔)

چنانچہ اسی مقام سے ایک بزرگ نے حالت سکر میں مناجات کی ہے۔ الہی! مجھے اپنے کرم سے چھوڑ دیجئے کہ میں دوزخ میں چلا جاؤں اور آپ کے تمام بیگانوں کو وہاں سے بھگا دوں کہ وہ چھٹکارا پائیں

ایں سخن گر مقلے گوید خطاست  
لیک از دیوانہ و عاشق رواست

ہر کہ او شوریدہ چوں دریا بود  
بہر چہ گوید از سر سودا بود

چوں بگستاخی رود ز ایشاں سخن  
مرد چوں دیوانہ باشد ردکن

(اسی بات کو اگر کوئی صاحب عقل کہے تو خطا ہے لیکن ان دیوانوں اور عاشقوں کے لیے جائز ہے اور جو سمندر کی طرح ہمیشہ جوار بھاتا میں ہو ایسا شخص جو بھی کہتا ہے اس کی باتیں دیوانگی کی رو سے ہوتی ہیں۔ ان لوگوں سے گستاخی کی جو باتیں ہو جاتی ہیں چوں کہ وہ دیوانے ہیں اس لیے انہیں رد نہیں کرنا چاہیے۔)

اور ہاں تمام دریا کا پانی ان کی اس باطنی آگ پر ڈال دیا جائے تو ان دریاؤں کے تمام پانی آگ ہو جائیں،  
اور یہ تمام ظاہری آگ ان کے باطن کی آگ کی بھٹی بن جائے جیسا کہ کسی ایک دیوانہ نے کہا ہے۔

آنکس کہ دلش محرم اسرار نباشد      باعشق و رادرد و جہاں کار نباشد

در زہد بود ممبر و محراب      در عشق بجز بادہ و زنا نباشد

بردار بود بار اگر عاشق فردی      ورنہ بنشین بار زگفتار نباشد

(ایسا شخص جس کا دل اسرار کا محرم نہیں اس کو دونوں جہاں میں عشق سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ ممبر و محراب حقیقتاً زہد میں ہوتے ہیں۔ عشق میں تو شراب و زنا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اگر تم کیسا ویسا عاشق ہو تو تمہاری باریابی سولی پر ہے اور اگر ایسا نہیں تو جاؤ کہیں آرام سے بیٹھو، یہ رسائی باتوں سے نہیں ہوتی ہے)

اے بھائی! اگر ہو سکے تو آج ہی عشق کا ایک ذرہ حاصل کر لو کہ عاشقی کی یہی صفتیں تمہارے ساتھ  
قبر میں جائیں گی یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اٰتی اللہ بقلب سلیم ط (جس دن کمال اولاد  
نفع نہ دیں گے مگر وہ جو قلب سلیم لے کر آیا ہے) سہ

در گور بریم از سر گیسوئے تو تارے      تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

(آپ کی زلف کا ایک بال اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں تاکہ قیامت کے دن میرے سر پر سایہ کرے)  
اور یہ تمہیں اس وقت میسر ہوگا جب اپنے دل کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے ان سب سے خالی  
کر لو۔ اگرچہ بہشت نعمتوں اور آرائش و زیبائش سے بھری ہوئی ہے اس سے بھی دل کو خالی کر لو۔  
"یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست" (گھر میں سازد سامان ہی رہے یاد دوست کی یاد)  
دل جو اللہ کا گھر ہے جب وہ غیر کے نقش و نگار سے پاک ہو گیا تو دوسروں کے لئے جس نعمت کا کھل کا وعدہ  
ہے انھیں آج ہی یہاں حاصل ہو گیا۔ سہ

ہر کراں آفتاب ایجا بتافت      آنچہ آنجا وعدہ بود ایجا بیافت

(آج جس کے دل پر یہیں آفتاب تاباں ہو گیا تو دولت دیدار کا وعدہ جو دہاں کے لئے ہے وہ یہیں انھیں مل گیا۔)  
اس کے لئے چشم بنیا ہونا چاہئے تاکہ وہ مشاہدہ کرے دنیا داروں اور شہوت پرستوں کو یہ آنکھ کہاں ہوتی ہے  
اسی کو کہا ہے۔ سہ

دیدہ بنیاست جاں را زادِ راہ      از خدائے خویش دایم دیدہ خواہ

(بصیرت والی آنکھ ہی جان کے لئے توشہ راہ ہے۔ اپنے خدا سے ہمیشہ دیدہ بننا کی طلب کر دو۔)

اس بار میں اصل کام غیر اللہ سے دل کا پاک کرنا ہے اور جو تم نے سنا ہے کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کا میلان ایک ذرا فرزند اسمعیل علیہ السلام کی طرف ہوا تو خواب میں دیکھا حکم ہوتا ہے بیٹے کو قربان کر دو اور جب بیٹے کی محبت دل سے نکال دی تو فرمان آیا مجھے اس چھوٹے سے بیگناہ کے ذبح سے کوئی غرض نہ تھی میرا مقصد تو آپ کے دل سے غیر کی محبت قطع کرنا تھا جب آپ کا دل پاک ہو گیا تو اس بچے کو چھوڑ دیجئے۔

روزانہ شبانہ شستہ ام درکارت بہر کہ بسازی شکم بازاریت

(ہم تو رات دن تمہاری کار سازی میں لگے ہوئے ہیں۔ میرے سوا کسی سے تم نے لگاؤ رکھا تو ہم تمہاری ساکھ مٹا دیں گے) عاشق غیور ہوتا ہے وہ اپنے محبوب کو غیر کے ساتھ دیکھنا پسند نہیں کرتا اور غیرت کی کمی بیشی محبت کی زیادتی و کمی کے اندازہ سے ہوتی ہے محبت جس قدر قوی ہوگی اتنا ہی زیادہ غیرت ہوگی۔ اسی کو کہا ہے۔

کوگرداں خلق را در رستخیز پس مرا جاوید چینی بخش تیز

تاناہ بیند یح کس جز من ترا تا تو انم دید بے دشمن ترا

(قیامت میں تمام لوگوں کو اندھا بنا دیجیئے، پھر مجھے ہمیشہ کی تیز نگاہی عطا فرمائیے تاکہ آپ کا جمال جہاں آرام سے سوا کوئی اور نہ دیکھے یہاں تک کہ میں آپ کو قیبوں کی نگاہوں سے آزاد و اچھل دیکھوں۔)

ہر وہ دل جس میں اللہ کے سوا کسی چیز نے نظر کر لیا وہ ویران ہے اور ویران گھر ہمارے تمہارے رہنے کے لائق نہیں تو حق سبحانہ تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟ گندے پاؤں سے امر او ملوک کے فرش پر نہیں جا سکتے تو گندے اور ناپاک دل کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کی قربت کیسے پاسکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

با محبت در نگنجد ذرہ نیت مردے دوستی ہر غرہ

(محبت میں ایک ذرہ کی بھی گنہائش نہیں، معذور آدمی محبت کے لائق نہیں ہوتا)

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَلَا إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَلَكِنْ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ (صورت اور ظاہری اعمال اس

بارگاہ پاک میں نہیں دیکھے جاتے ہاں وہ لطیف جسے دل کہتے ہیں دیکھا جاتا ہے اور نیتیں دیکھ جاتی ہیں۔)

تو لگو ہر ورے دو جہانی چہ کنم قدر خود نمی دانی

(تو دونوں جہاں کے مرتبہ سے بلند ایک موتی ہے۔ افسوس تو خود اپنی قدر نہیں جانتا)

اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ جب آدمی طرفیت میں آشنا ہو جاتا ہے تو اس کی شروانی ہی کو عبا کا رتبہ دیا جاتا ہے۔

مراد اہل طرفیت لباس ظاہر نیت کمر بخدمت سلطان بہ بند و صوفی باش

(پیران طرفیت کی مراد ظاہری لباس سے نہیں ہے کسی صاحب دولت کی خدمت کے لئے کمر باندھ لو اور صوفی ہو جاؤ)

یقین کے ساتھ دل نشیں کر لو کہ آج جس چیز کے ساتھ تمہارے دل کا لگاؤ ہے موت کے بعد وہی چیز تمہارے

سامنے آئے گی۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہرچہ در دنیا خیالت آن بود تا ابد راہ وصال آن بود

(دنیا میں جو چیز تیرے خیال میں رہی ہے، ابد تک تیرے لئے اسی کے وصل کی راہ ملتی رہے گی)

چنانچہ آج اگر کسی کے دل میں دنیا بسی ہوئی ہے تو اس کا مقصود و مطلوب دنیا ہے۔ مرنے کے بعد دنیا کو ایک شکل دے کر اس کی نگاہوں کے سامنے لے آئیں گے۔ اور اگر آج کسی کا دل جنت کے حور و قصور و شرابِ طہور میں لگا ہوا ہے تو مرنے کے بعد بہشت کو آراستہ کر کے اس کی نظروں کے سامنے پیش کر دیں گے۔ اور اگر آج کسی کا دل خداوند جل جلالہ کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا مطلوب و مقصود حق سبحانہ تعالیٰ ہے تو اسی موت کے ذریعہ درمیان سے پردہ اٹھا دیں گے اور اپنے جمالِ جہاں آرا کی تجلی اس پر فرمائیں گے۔ اسی کو کہا ہے۔

تا بہشت و دوزخ در رہ بود جان تو زیں راز کے آگہ بود

چوں ازیں ہر دو بروں آئی تمام صبح این دولت بروں آید ز شام

(جب تک اس راہ میں بہشت و دوزخ کا خیال تجھے ہے تیری جان اس راز سے کب آگاہ ہو سکتی ہے اور

جب ان دونوں سے تو پورے طور پر فارغ ہو گیا تو اس دولت کی صبح، شام ہی سے نمودار ہو گئی)

دین ماروے جمالِ آن بت عاجزانہ است کفر ماں ابرو و زلف سیہ ترکانہ است

از جمالِ خود خالش عقل مادیوانہ است دوز شراب عشقش این ہر دو بھی پیمانہ است

روح ماچوں آن تست قلب بتجانہ است ہر کراہلت نہ این ست او ز مایگانہ است

(ہمارا دین اس سفید نام بت کے چہرہ کا حسن ہے ہمارا کفر اس کی کال بھویں اور سیاہ معشوقانہ زلفیں ہیں۔ اس کے

خود خال کے حسن و جمال سے ہماری عقل دیوانہ ہے اس کے عشق کی شراب سے بھرا ہوا یہی خود خال ہمارے لئے

پیمانہ ہے۔ ہماری روح جب آپ کی آن ہے تو ہمارا دل بت خانہ ہے اور جس کا یہ دین دغیب نہیں وہ غیر ادب مایگانہ ہے)

اس آیتہ کی تفسیر میں کہا ہے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ

آدمی کی تقسیم تین طور پر کی گئی ہے۔ ایک ظالم، دوسرے مقتصد، تیسرے سابق بالخیرات۔ ظالم وہ ہے کہ

خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کا مقصود و مطلوب دنیا ہو اور یہ ہلاکت محض ہے۔ جیسا کہ کہا ہے یہ

خرچ کردی برائے نان جاں را در پئے تن بدادی ایماں را

(روٹی کے حصول میں تو نے جان گنوا دی۔ اور اس تن پروری کے لئے ایماں کی دولت بھی ٹنوا دی۔)

اور مقصد وہ ہے کہ خدا کی عبادت تو کرتا ہے لیکن اس کا مقصد جنت کے محلات اور وہاں کی حوریں ہوتی ہیں۔ اس جماعت صوفیہ کے لوگ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ مرتبہ بہت بلند ہے لیکن بہشت میں جو چیزیں بنائی گئی ہیں وہ حواس کی لذتوں کا حصہ ہیں اور اس میں جانوران بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ تو ہم لوگ جو خلاصہ موجودات ہیں اور منظر سر رلوبیت ہیں ان کا شرکت بہائم کی پستی میں آنا ہے اور جس چیز میں بہائم کی شرکت ہو سکتی ہے وہ خسیت (ادنی) ہوگی ہمت (اعلیٰ) نہیں ہوگی۔

ایجا بود قدرے مردوزخ و حبت را باشند حجاب ما آنہا کہ تو میدانی

(یہاں دوزخ و بہشت کی کوئی قدر نہیں۔ یہ سب ہمارے لئے حجاب ہیں جسے تم جانتے ہو)

اور سابق بالخیرات وہ ہے کہ خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کا مطلوب و مقصود ذات پاک حق سبحانہ تعالیٰ ہوتا ہے اور بس۔ اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ مردانِ خدا اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور ان کا دین ہی دوسرا ہے وہ یہی ہے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

عالم شہ را و خسرو و خاقان را تسبیح فرشتہ را صفا انسان را  
دوزخ بدر بہشت مرنیکان را جانان مارا و جان ما جانان را  
(جہان یعنی دنیا خسرو و خاقان اور بادشاہ کے لئے ہے۔ تسبیح فرشتہ کے لیے صفا انسان کے لیے دوزخ  
بروں کے لیے جنت نیکوں کے لیے لیکن محبوب میرے لیے اور میری جان محبوب کے لیے ہے۔)

والسلام

حقیر شرف منیری

## مکتوب ۴۲

### مُحِبِّانِ خِداوندِ تعالیٰ سے محبت کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا کمال الدین مذکور کے نام  
آپ کا خط کاتب مکتوب کے بھانجے زین الدین لائے میں نے پڑھا۔ تذکرہ ذوق و شوق ملاقات  
محبت کے لوازم اور عشق کے نتیجے میں سے ہے۔ تمام محبتیں کے دل اسی سے کباب ہیں اور تمام مشتاقوں



کی جان اسی کی خراب کی ہوئی ہیں۔ چنانچہ انہی مشتاقوں میں سے کسی کا قول ہے یکنون شوق علی  
قدس المحبۃ (اشتیاق اسی درجہ ہوگا جس قدر محبت ہوگی)۔

ہر دل کہ بعشق مبتلا شد کان غم و محنت و بلا شد  
بیگانہ شد از نشاط آن دل گویا غم عشق آشنا شد

(ہر وہ دل جو عشق میں مبتلا ہو اور رنج و غم اور بلا کا معدن بن گیا۔ جو دل غم عشق سے آشنا ہو جاتا ہے، وہ

نشاط و شادمانی سے بیگانہ ہوتا ہے) بے انتہا سکرانہ اپنے اوپر واجب کر لو اور ان اقدار کو آخرت کی سعادت  
جانو۔ ان مجبانِ خدا کی محبت اور ان مشتاقانِ حق سبحانہ تعالیٰ کا اشتیاق معمولی دولت نہیں ہے۔ ہر شخص  
کا دل اس نعمت کے لائق نہیں ہوتا ہے۔

در کوئے عشق بادہ بہ ابرار کے دہند وز جام شوق جرعه بہ اغیار کے دہند  
واں خلعتے کہ بہر خواص است عام را بے دار عشق بر سر بازار کے دہند

عشق کے کوچہ میں یہ شراب ابراروں کے ساتھ کہاں کسی کو ملتی ہے، اشتیاق کے اس جام سے غیروں کو ایک چوٹی بھی

نہیں دیتے ہیں، وہ خلعت نامس جو خواص کے لیے مخصوص ہے، عشق کی سولی کے بغیر عوام کو سر بازار کب دیتے ہیں)

اور وہ جو دونوں جہاں کے سردار نولاٹ لہا خلقت الافلاک (اگر آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو ہم پیرا نہ کرتے) کے  
ساجد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ان کی روزانہ کی یہ دعا رخصتی: اَللّٰهُمَّ اَحْيِيْ مِسْكِيْنَ وَمَيِّتِيْ مِسْكِيْنَا  
وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمُتَسَاكِيْنِ (اے اللہ مجھے زندہ رکھیے مسکینوں کے ساتھ اور مجھے لے جائیے مسکینوں کے ساتھ  
اور میرا حشر فرمائیے مسکینوں کے زمرہ میں) سبحان اللہ، اگر فرماتے کہ ان مسکینوں کو حیات و ممات میں میرا ساتھ لکھئے اور  
ان کا حشر میرے ساتھ کیجیے تو یہ خود ایک ایسی عظیم دولت ہوتی کہ جس کا ٹکنا نہ نہیں ہوتا۔ پھر یہ کیا ہے جو  
فرار ہے ہیں اے میرے اللہ محمدؐ کو حیات و ممات میں مسکینوں کے ساتھ رکھیے اور میرا حشر مسکینوں کے  
ساتھ کیجیے۔ اسی سے جانتا پائیے کہ یہ مساکین کس درجہ کے لوگ ہیں اور ان سے محبت کرنا کس قدر عظیم  
دولت ہے کہ اگر جان و دل دے کر بھی یہ دولت میسر آئے تو یہ جان و دل فنانہ جائے۔ (نفع ہی نفع ہے  
نقصان نہیں)

جاں را چہ کنم فراب خاکت جاں را چو بہ نزد تو خطر نیست

در صومو زان نشست عابد کوراز جمال تو خبر نیست

(اس جان کو کیا آپ کی خاک پر قربان کر دوں، جان کی آپ کے نزدیک کیا قدر و قیمت ہے۔ یہ ماہر

فنازت مانہ میں اس لیے جو بیٹھا ہے کہ یہ آپ کے من سے بے خراب ہے

اے بھائی! ان مجبانِ خدا اور شتاقانِ جلِّ علا سے جس قدر محبت رکھتے ہو، مبارک ہو۔  
رات دن جان و دل زن و فرزند سب صدقہ کر کے اسی محبت کے زیادہ ہونے کی طلب کرو اور انکی  
اس محبت میں صادق رہو محض دعویٰ کرنے والے نہ بنو کیونکہ ان مجبانِ خدا اور شتاقانِ بارالہ سے  
محبت کا دعویٰ کرنے والے بہت زیادہ ہیں۔ اور عقیدہ اس پر رکھو۔

گرنیک ایم مرا از ایساں گیرند و ربد باشم مرا بدیشاں بخشند  
(اگر ہم نیک ہیں تو ان لوگوں میں شمار کر لیے جائیں گے اور اگر برے ہیں تو ان کے طفیل بخش دیئے جائیں گے)  
اور جب کہ محبت کے قانون کے تحت ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔ اگرچہ دونوں میں مشرق و مغرب  
کی دوری ہو تو کوئی خوف نہیں اس لیے کہ لا بعد مع الہجرتہ (محبت میں بعد مسافت نہیں) ابوالحسن خرقانی  
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس بار میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے کہ کل قیامت کے دن دیدار رویت  
ہوگی کہ نہیں؟ ابوالحسن تو سودا نقد بیچتا ہے، اس کے لیے محال ہے کہ وہ ادھار بیچے۔ الانتظار موت  
الأحمر (انتظار سُرخ موت ہے)۔

ہر کرا این آفتاب اینجا بتافت آنچه آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

(جس شخص پر وہ آفتاب حقیقت یہاں طلوع ہو گیا۔ جس دیدار کا وعدہ دہاں کے لیے ہے اس نے آج ہی یہاں پالیا)  
مجانِ خدا کے لیے وَهُوَ مَعَكُمْ (اللہ تمہارے ساتھ ہے) کا کلمہ سو بزار فردوس کا حصول ہے۔

در جان منی ز راہ معنی چوں یافتہ ام چرات جویم

(معنی کے رو سے آپ میری جان کے اندر ہیں جب میں نے آپ کو پالیا تو پھر تلاش کیا کروں) اور ایک شعر سنو۔

ممود بخاک شد ہنوزش دل سوئے کر شمع ایاز است

(ممود قبر میں جا کر خاک ہو گیا لیکن ابھی تک اس کا دل ایاز کی اداؤں کی سمت لگا ہوا ہے)

ایک دفعہ ایک اعرابی مدینہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو بیحد محبوب رکھتا ہوں اور میرا  
مسکن مدینہ سے بہت دور ہے ہمارے بارے میں کیا حکم ہوتا ہے؟ ارشاد ہوا الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ  
یعنی ہر آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہے محبت کے قانون کے تحت۔ اگرچہ اپنے تن و بدن سے کتنا  
ہی دور ہو۔ کہتے ہیں کہ جب سے اسلام ظہور پذیر ہوا ہے اس وقت سے کبھی بھی ایسی خوشی مومنوں  
کو نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اس حدیث شریف کے سننے سے پیدا ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام  
سوختگانِ آنس محبت آج اسی حدیث شریف کے سہارے زندہ ہیں۔

ہر کہ اینجا آشنائی یافت او زان تجلی روشنائی یافت او

ہر کہ در مثر محبت بندہ شد تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد  
(جس نے آج یہاں آشنائی پالی اس تجلی سے اس نے نور بصیرت پایا۔ اور جو راز محبت کا بندہ ہو گیا،  
وہ ابدی محرم اور زندہ جاوید بن گیا)

اور پیروں سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو بالکل قریب پہلو میں  
بیٹھے ہوئے ہیں ہمارے اور ان کے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہے اسی اعتبار سے کہا ہے وکلا  
قرب مع الحدا وکلا (عداوت میں قربت نہیں ہے)۔ اسی معنی کا راز ہے۔ اور بہت سارے لوگ وہ  
ہیں جو مغرب و مشرق میں ہیں لیکن وہ ہمارے ہم زانو اور قریب ہیں۔ یہی بات ہے کہ ولا بعد مع المحبۃ  
(محبت میں دوری نہیں) کا یہی راز ہے۔ ایک دفعہ مجنوں سے لوگوں نے کہا لیلیٰ آئی ہے مجنوں نے سر  
گریباں میں ڈال لیا اور کہا لیلیٰ تو میرے ساتھ ہے اور میں لیلیٰ کے ساتھ ہوں تو دوری علیحدہ اور الگ ہونے  
میں ہوتی ہے اور محبوب محب سے اور محب محبوب سے غائب نہیں رہتا۔

صد ہزاراں شور گر پیدا کند اہل عرب باک بنو دچوں دل لیلیٰ است با مجنوں کیے  
(عرب والے لاکھوں منگے برپا کریں کوئی ڈر نہیں جب کہ لیلیٰ کا دل مجنوں کے ساتھ ہے یعنی دونوں کے دل ایک ہو جائیں)  
اگر کوئی انکاری یہاں سوال کرے کہ جب ایسا ہے تو یہ شوق و اشتیاق کیا ہے؟ اس کا مدلل جواب یہ ہے  
کہ محب کو جس قدر محبوب کا دیدار حاصل ہوتا ہے اسی قدر اس کی تشنگی و اشتیاق تیز تر ہوتی ہے اس کا  
یہ حال ہوتا ہے گویا دیکھا ہی نہیں۔ محبت کی شراب اور عشق کی لذت کا یہی دستور ہے۔ کیا یہ شعر تم نے  
نہیں سنا۔

جمال در نظر و شوق ہمچنان باقی گدا اگر سہ عالم بدو و مہند گداست  
(محبوب کا جمال آنکھوں میں اور شوق دیدار اسی طرح باقی ہے، بھکاری کو اگر سارا جہاں دیدیں پھر بھی بھکاری بھکاری ہی ہے گا)  
کہتے ہیں کل جب دیدار کی گھڑی آئے گی تو ہر شخص کو معلوم ہو گا کہ تنہا وہی دیکھ رہا ہے اگر وہ یہ جان لے کہ  
میرے علاوہ بھی کوئی اور دیکھ رہا ہے تو اسے ایسا دکھ ہو کہ یہ لذت یافت ختم ہو جائے۔ تمام بھائیوں کے  
ساتھ کھانا کھانے میں خوشی ہوتی ہے لیکن محبوب کے دیدار میں کسی شخص کی شرکت گوارا نہیں ہے۔ محب  
کو خود اپنے دل اور دیدہ سے بھی غیرت ہوتی ہے، چنانچہ ایک عزیز نے کہا ہے۔

از رشک تو میکشم دل در دیدہ خویش تا اینت نہ بیند و نہ آں دار دوست  
(رشک کی بنا پر اپنے دیدہ و دل کو آپ کی جانب سے ہٹا لیتا ہوں تاکہ یہ آپ کو نہ دیکھے اور آپ سے محبت نہ کرنے لگے)  
جب ان عاشقوں کا یہ حال ہوتا ہے تو کسی اور کے ساتھ دیکھنا کیونکر ممکن ہے اسی غلبہ مال میں ایک درویش

نے دعا کی خداوند قیامت کے دن سب کو اندھا اٹھائیے تاکہ میرے سوا کوئی اور آپ کو نہ دیکھے۔ اور دوسرے وقت کہا خداوند مجھے قیامت میں اندھا اٹھائے تاکہ ہماری یہ آنکھ بھی آپ کو نہ دیکھے۔ چنانچہ کہا ہے۔

آنچه فارغ را بگوید بے دلی کے تو اندگفت ہرگز عاقلے

(کسی بے فکر و آسودہ حال کوئی دیوانہ جو کچھ کہہ دے وہ کوئی صاحب عقل کیونکر کہہ سکتا ہے)

وہ ملاقات جو جدائی کے بعد ہوگی اور اس کے بعد پھر جدائی کا سامنا ہوگا تو ایسی ملاقات کا کیا اعتبار ہے بلکہ الفراق اشد من الموت یعنی ایسی جدائی ہوگی جو موت سے زیادہ سخت ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ (دیدار کی لذت میں) جس طرح باطن کا حصہ ہے اسی طرح ظاہر کا بھی جب کسی شخص کو کسی کی لقا حاصل ہوتی ہے تو ظاہر بھی اپنا حصہ پاتا ہے اور باطن بھی۔ دیدار کی لذت ظاہر و باطن میں پورے طور پر ہوتی ہے اور یہ کمال کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

مردہ کہنہ رادم عیسیٰ نو جیاتی بہر سخن بخشد

(جناب عیسیٰ علیہ السلام کی میمانفسی وہ ہے کہ پرانے مردہ کو ان کی ہر بات نئی زندگی عطا کرتی ہے)

اور اگر کسی کو ناجائز ہی محبت رہی ہو تو اسے اس کا ذوق و مزہ معلوم ہو چکا ہے، اسے اس ذوق کو بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور محبتی چیزوں کا تعلق ذوقیات، لطف و مزہ سے ہے اس کے لیے یہ اصل ہے کہ

مَنْ لَوِيذُكَ لَوِيذِي (جس نے چکھای نہیں وہ مزہ کو کیا جانے) اسی کو کہا ہے۔

چوں تو خود آنجا رسی بینی ہمہ حل شود دنیاوی و دینی ہمہ

گر شود ایں درد دامن گیر تو پس بود ایں درد دایم پیر تو

(جس وقت تم دامن پہنچ گئے سب کچھ دیکھ لو گے تمام مشکلیں دینی ہوں یا دنیاوی سب حل ہو جائیں گی، اگر یہ درد

تمہیں دامن گیر ہو جائے تو یہی تمہاری رہبری کے لیے ہمیشہ کافی ہے)

اگر کم عمر بچہ بادشاہی کے ذوق و مزہ کو نہیں جانتا تو اس میں تعجب کیا ہے اور اگر مادر زاد نامرد جماع کی لذت کا منکر ہو تو تعجب کیوں ہے اگر ان لوگوں کے سامنے اس ذوق و مزہ کو سوطرہ بیان کریں تو کیا فائدہ ہوگا۔

مورار شکر نہ چیند گوچیں کورار گوہر نہ بیند گو نہیں

(چونٹی اگر شکر نہیں چنتی ہے تو کہہ دینے اور اندھا اگر جواہرات نہیں دیکھتا تو کہہ دینے دیکھے)

اے بھائی! خط طویل ہو گیا باتیں کچھ زیادہ ہو گئیں کیونکہ صراحت کے ساتھ ہے۔

اے بھائی! ہمت بلند رکھیں کہ تمام دولتوں کی جڑ ہمت ہی ہے قیمتہ المرء ہمتہ (ادبی)

کی قیمت اس کی ہمت کے بقدر ہوتی ہے۔ جس شخص کی ہمت دنیا طلبی کی ہے اسے مردار کا متلاشی کتا جان

چوں زدل دنیات دور افگندہ نیت جائے تو جز دوزخ سوزندہ نیت

صد جہان علم با معنی بہسم دوزخ آرد بار یا دنیا بہم

(جب کہ تیرے دل سے دنیا علیحدہ نہیں ہوتی ہے تو تیری جگہ دیکھتے ہوئے دوزخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے۔ اگر علم کے سو

جہاں معنی کے ساتھ بھی تیرے پاس ہوں تو اس علم کا شہرہ دوزخ ہو گا یا دنیا) اور جس کی ہمت عقیبتی ہے، اسے

خواہشات، لذات و شہوات کا طالب و حریص جانو اور جس کی ہمت مولیٰ کی ہے اسے ایک انمول موتی

جانو۔ اور درویش و مرد خدا جو تم نے سنا ہے وہ یہی لوگ ہیں جن کی زبان پر رات دن یہی رہتا ہے۔

دنیاست بلاخانہ و عقیبتی ہوس آباد . ما حصل این ہر دو بیک جو نستانیم

این فتنہ بدنیاستد او غرۃ بعقیبتی ما فارغ ازین ہر دو نہ انیم نہ آنیم

(دنیا بلاؤں کا گھر عقیبتی ہوس کی جگہ ہے میں ان دونوں کی تمام دولتوں کو ایک جو کے عوض بھی نہ لوں۔ ایک دنیا

کے فتنے میں مبتلا اور دوسرا عقیبتی کے غرور میں۔ ہم دنیا اور عقیبتی دونوں سے فارغ ہیں نہ ان میں ہیں نہ ان میں)

حق سبحانہ تعالیٰ اس فقیر کو اور آں برادر کو ان درویشوں، مردان خدا کے نعلین کی گرد اور جوتیوں کی خاک

بناوے و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ الأجمعین . بمنہ و فضلہ بالنبی و آلہ

امین یا رب العلمین امین یا رب العلمین امین یا رب العلمین امین و صلی اللہ

علی خیر خلقہ محمد و آلہ الأجمعین . والسلام

فقیر شرف منیری



## مکتوب ۳۴

### ظاہری ملاقات کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا صدر الدین کے نام۔

میرے دینی بھائی، سچے دوست مولانا صدر الدین دام فضلہ

بہت ساری دعاؤں اور سلام و تحیت فراوان قدیم دوست احمد کھٹی منیری ملقب بشرف کا نہایت ذوق

دشوق سے قبول کریں۔ واضح ہو، اس وقت قاضی زین الدین وہاں سے آئے، صحت و سلامتی اور تمام کیفیتوں سے مطلع کیا، ایسا کہ آج تک کسی آنے والے کی زبانی وہاں کے احوال و کیفیات اس تفصیل و وضاحت سے نہیں سنا تھا۔ اللہ کا شکر اس کا احسان ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ مولانا ملاقات کے لیے جلد ہی آنے والے ہیں شاید روانہ بھی ہو چکے ہوں۔ ہرگز نہیں مسافت کی دوری ہے آنے جانے میں صعوبت، سفر کی دشواریاں ہیں۔ سنا ہے آپ کے فرزند ان چھوٹے ہیں آپ کے سوا ان کا کوئی اور غمخوار و نگران نہیں ان کو چھوڑ کر آنا درست نہیں۔ نفل کے لیے واجب کا ترک کرنا وضع کے خلاف ہے۔ یہ اسی طرح کی چیز ہوتی کہ لوگ فرصتوں اور واجبات کو ترک کر کے نفلی حج کے لیے چل پڑتے ہیں۔ اس کا پورا خیال رکھیں، شریعت کے حدود کی پوری نگہداشت کی جائے۔ برادر عزیز کی نیت اور قصد ہی کافی ہے جیسا کہ کہا ہے۔

زانکہ ہر چیز سے کہ سودائے تو آنست چوں بگردی نقد فردائے تو آنست

(یہ اس لیے کہ آج جس چیز کی تجھے دھن اور لگن ہے کل قیامت کے دن وہ چیز تجھے حاصل ہوگی)

ملاقات جو فرقت کے بعد ہوتی ہے پھر اس ملاقات کے بعد وہی جدائی پیش آتی ہے تو ایسی ملاقات کا کیا اعتبار ہے بلکہ ایسے فراق کو موت سے بھی سخت تر کہا گیا ہے الْفِرَاقُ اَشَدُّ مِنْ الْمَوْتِ۔

ليس بين الموت والفرق فرق كل حبي يموت عند الفراق

الموت ساعدا ثم ينسى وعذاب الفراق الحى باق

(موت و فراق کے درمیان فرق نہیں ہے جتنے زندہ لوگ ہیں وہ موت کے بعد جدا ہو جاتے ہیں، مرنے والے کی جدائی کی

تکلیف وقتی یعنی کچھ دن کے لیے ہوتی ہے پھر بھلا دی جاتی ہے اور فراق کا عذاب وہ ہے جو زندگی بھر باقی رہتا ہے۔)

ملاقات ہوئے آہستہ آہستہ کچھ دن گزر گئے ہیں دونوں جانب کچھ سکون اور بھٹھراؤ ہو گیا ہے ملاقات

کی لذت آخر کار جدائی کے درد میں منتقل ہو جائے گی۔ شاید میری اور آپ کی بھلائی اسی میں ہو اسی

کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

ہر چہ در خلق نوزی و ساز لیت اندراں مر خدا سے راز لیت

(یہ جو انسانوں کے اندر پیش اور درو ہے اس میں خداوند تعالیٰ کا کوئی اہم ترین راز ہے)

صاحب شرع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دعا للمسلم لا خيبه عن ظهرا الغيب لا يرد

(مسلمان کی وہ دعا رد نہیں ہوتی ہے جو وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کے غائبانہ میں کرتے ہیں۔) اور دوسری

حدیث، شرع کا فتویٰ ہے المرء مع من احب ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہے۔ محبت کے

قانون کے تحت اس بنا پر عدم ملاقات ظاہری اور جسمانی کی دوری کے باوجود نسلی و نسلیں کی کوئی حد نہیں ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں کہا ہے۔

مازگدایم چو سلطان عشق از مدح حسن تو سلطان ماست

دز سحر از غیب شنیدیم دوش در دو جہاں درد تو در ہاں ماست

(آپ کے حسن و جمال کی تاثیر و فیضان سے جب شہنشاہ عشق میرا بادشاہ ہے تو میں ہرگز بھیک منگا نہیں ہوں)

کل صبح کے وقت غیبی آواز میں نے سنی کہ آپ کا درد ہی دونوں جہاں میں ہمارا اور مان علاج ہے

وَالسَّلَامُ

شرف منیری



## مکتوب ۴۴

### جاہ و مرتبہ کا ترک اور اللہ تعالیٰ کی بے نیازی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا صدرالدین مذکور کے نام

میرے عزیز بھائی مولانا صدرالدین! دام فضلہ کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و تحیت قبول کریں۔ واضح ہو، اس سے قبل خطوط کے تحفے جو برادر عزیز کو بھیجے گئے تھے نہیں معلوم آپ تک پہنچے بھی یا نہیں۔ اس وقت ایک بہاری عزیز آئے انہوں نے کہا مولانا صدرالدین خیر و عافیت سے ہیں اور سنار گاؤں میں نائب قاضی کے عہدے پر فائز ہیں صحت و سلامتی کی خبر سے مسرت ہوئی لیکن قاضی کا عہدہ قبول کرنے کی خبر سے دل میں تکرر پیدا ہوا۔

اے بھائی! عمر بچاپس ساتھ کے قریب پہنچ گئی۔ اس عمر میں عہدہ قضا اور درس و تدریس اور بحث و مباحثہ میں مشغول ہونے کا کیا موقع ہے سب کو آگ میں جھونک دیجیے کتاب و کاغذ کو کنارے ڈال دیجیے، قلم توڑ ڈالیے دوات انڈیل دیجیے اپنے اصل کام کا غم کیجیے۔ جہاں تک ہو سکے اس میں کوشش کیجیے۔ اس ظلمت کدہ سے ایمان سلامت لیجائیے۔

ہرچہ جز حق بسوز غارت کن ہرچہ جز دیں از و طہارت کن

یعنی چیزیں حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا ہیں سب کو تباہ کر دیجئے۔ دین کے علاوہ جو کچھ ہے اس سے طہارت کر لیجئے۔  
 ارباب بصیرت کا قول ہے، آدمی کے لیے معرفت خداوندی کی علامت دنیا کا ترک ہے تو جہاں  
 دنیا کا ترک ہے وہیں معرفت ہے اور جہاں پر دنیا کا ترک نہیں ہے معلوم ہو گیا کہ وہاں حصول معرفت  
 بھی نہیں اس لیے کہ ترک دنیا اور معرفت حق سبحانہ تعالیٰ دونوں کلمہ شہادت کا معنی ہیں۔ کہ کلمہ شہادت  
 نفی و اثبات سے مرکب ہے۔ نفی ترک دنیا ہے اثبات معرفت حق سبحانہ تعالیٰ ہے تو جس نے دنیا کی  
 نفی کی اس نے مکمل نفی کر دی اور جس نے معرفت خداوند تعالیٰ حاصل کی اس نے کامل اثبات کر لیا۔  
 لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا حقیقی اقرار یہی ہے نہ کہ عادت کے طور پر لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کا کیا فائدہ۔ اسی  
 کو کہا ہے۔

گردلت آگہ زمعنی آمدہ است کار دینت ترک دنیا آمدہ است

(اگر تیرا دل لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی سے آگاہ ہے تو دین کا اصلی کام دنیا کا ترک کرنا ہے)

اے بھائی! اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دنیاوی جاہ و مرتبہ لو ہے کا زنا ہے اس زنا داری کے  
 ساتھ کسی کو دین حاصل نہیں ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نفس کافر آدمیوں کی سرشت میں داخل ہے۔ وہ  
 روزانہ ہزاروں بت کے آگے سجدہ کر داتا ہے ایسے میں اسلام اپنا جمال کب کسی کو دکھلاتا ہے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کمتر فقادست

(وہ نفس کافر جو ہماری بنیاد میں چھپا ہوا ہے، اس کی وجہ سے مسلمان جہاں میں خال خال رہ گئے ہیں)

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم تا نکر دی کشتہ نفس کافر م

(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کے ہاتھوں ہلاک نہ ہوتا)

اے بھائی! اس دور میں ہر شخص نے الا ماشاء اللہ خود پرستی کو خدا پرستی کا نام دے رکھا ہے۔

قرآن فرماتا ہے اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهَمَّ هَوَاهُ (کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جنہوں

نے اپنی خواہشات کو خدا بنا لیا ہے، لیکن یہاں تو لوگوں کے کان بہرے میں کون سنتا ہے۔ دین کی قدر دین

کے سرداران جانتے ہیں اور اس کافر نفس کی بت پرستی کی چھپی شرارتوں کو وہی لوگ پہچانتے ہیں چنانچہ

ایسی فریاد کہتے ہیں تم نے سنا ہے تمام اولیاء و انبیاء کے شہنشاہ کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهَا خَلْقُ

الْاَفْلَاقِ (اگر آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو ہم پیدا نہ کرتے) کے تاجدار کیا فرما رہے ہیں يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدٍ

لَعَرِي خَلَقَ مُحَمَّدًا (کاش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب محمد کو پیدا ہی نہ کرتا) اور وہ جن کی دولت عظمیٰ لَوَاتِنِ

اِيْمَانِ اَبِي بَكْرٍ مَعَ اِيْمَانِ اُمَّتِي لَسَرَّحَ (اگر ابو بکر کے ایمان کو میری تمام امت کے ایمان سے وزن کیا جائے



تو ابو بکرؓ کے ایمان کا پتہ جھک جائے، وہ کہتے ہیں کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا کہ بھڑک بکریاں کھا لیتیں، اور وہ جن کا امتیازی تمغہ اَنَامِیْنَتُ الْعِلْمِ وَعَلٰیٰ بِاَبْہَا (ہم علم کے شہر ہیں اور علیؓ اس کے دروازہ ہیں) وہ کہتے ہیں اے کاش میں اپنی ماں کے خیم کا خون ہی رہتا۔ اسی کو کہا ہے۔

کاش کہ ہرگز نبودے نام من تا نبودے جنبش و آرام من

(کاش میرا نام و نشان ہی نہیں ہوتا تاکہ یہ حرکت و سکنت مجھ سے ظہور ہی میں نہ آتی)

وائے حسرت و افسوس، اے بھائی! ارباب معرفت اور اصحاب بصیرت کو خاتمہ کے خوف

سے نیند، بھوک، قرار، سکون سب ختم ہے کہ معلوم نہیں قلم نے ازل میں کیا لکھا ہے۔ ایسے میں عہدہ

قضا، درس و تدریس، کتاب و تکرار کے یاد آسکتا ہے۔ آخر دیکھا ہے نا، آسمان کے نیلگوں گنبد میں

جس کا مسند تدریس بچھا یا گیا تھا اور عالم ملکوت کے تمام فرشتے اس کی شاگردی میں زانوئے ادب تکیے

ہوئے رہتے تھے آخر اس کی پیشانی پر اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ كَا دَاغٍ لِّكَ اَدَاغِیَا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت میکند در گردنی

(سو ہزار سال طاعت و عبادت کرتا رہ، آخر گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا)

اور وہ جو قوم بنی اسرائیل میں سب سے بڑا زاہد تھا جس کی دعائیں قبول کی جاتی تھیں، مستجاب الدعوات

کہا جاتا تھا، زمین سے آسمان تک ہر چیز اس پر منکشف تھی اور اس امت کے چار سو فقیہ روزانہ اس

کی شاگردی کرتے تھے آخر کتوں کے ساتھ ایک زنجیر میں باندھ کر کھینچا گیا۔ مثلہم مکثل الکلب ان

تحمیل علیہ یلھت (اس کی مثال اس کتے کی ہے جس پر بوجھ رکھو جب بھی لہنے اور نہ رکھو جب بھی) وہ

زبان حال سے کہتا ہے۔

منکہ بر ابلیس لعنت کر دے خویشتن را شکر نعمت کر دے

من چہ دانستم کہ این بد میکنم روز و شب بر خویش لعنت میکنم

پاے تا سر عین حسرت گشته ام در ہمہ آفاق عبرت گشته ام

(میں نے ابلیس پر لعنت کی اور خود اپنے حال پر شکر کیا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ گناہ میں ہی کروں گا۔ چنانچہ اب رات دن

اپنے اوپر لعنت کرتا ہوں، سر سے پاؤں تک حسرت بن گیا ہوں اور سارے جہان کے لیے عبرت بنا ہوا ہوں۔)

کہتے ہیں ایک دفعہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبریل علیہ السلام سے پوچھا، بتاؤ

تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا یا رسول اللہ جب سے ہم لوگوں میں سے ایک کا وہ حال ہوا ہے، کسی کو بھی

چین و آرام نہیں ہے۔ اے بھائی! یہاں کام بے علت و سبب ہوتے ہیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے

ایسے نہیں آرام و سکون کی کیا جگہ ہے۔ ملا را علی کے مقربین جن کے لباس وجود پر لا یَعْتَصُونَ اللہ (اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے) کا نقش ہے اگر اس کی عظمت ان کی پیشانی پر قہر کا داغ لگائے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔ اور پست و ذلیل لوگ جو کلا انہم عن ربہم یومئذ لمتحجبون ۵ (بیشک وہ لوگ اس دن اپنے پروردگار سے حجاب میں ہوں گے) کی تحریر اپنی پیشانی پر رکھتے ہیں اگر اس کی عزت ان کے سردوں پر قبولیت کا ناج رکھ دے تو یہ اس کا فضل ہوگا۔

ڈرتے رہنا چاہیے اور اپنے کام کا غم کرنا چاہیے۔ ابھی موقع ہے اس فرصت کو عنایت جانو اس کے بعد حسرت و ندامت و پریشانی سے کیا فائدہ ہوگا۔ یہ چند روز جو عمر باقی ہے جہاں تک ہو سکے اس کو اصل کام کے حصول میں صرف کریں۔ اسی کو کہا ہے۔

آنچه تو جوئی دریں رہ آں دہد کفر و رزی کے ترا ایماں دہد

خواجہ بس کو راست ناقد بس بصیر ہر چہ خواہی برد خواہد گفت گیر

(اس راہ میں جو تو ڈھونڈتا ہے وہی دیتے ہیں۔ تو نے کفر کی کمائی کی پھر تجھے ایمان کیوں دیں۔ جناب والا بھی اندھے ہیں اور پرکھنے والے بھی اندھے ہیں جو کچھ تو لینا چاہے گا وہ کہیں گے لے لو۔)

والسلام

خاکسار شرف منیری



## مکتوب ۲۵

### دین کا غم اور حکم ازلی سے خوف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا صدر الدین مذکور کے نام۔

برادر عزیز الوجود مولانا صدر الملت والدین، اللہ جل شانہ آپ کو علماء آخرت میں داخل فرمائے

اور دنیا دار علماء کی صحبت سے اپنے پناہ میں رکھے۔ کاتب مکتوب شرف منیری کے سلام و دعا کیلئے مخصوص۔

دو تین خط برادر عزیز کو لکھے گئے معلوم نہیں پہنچے بھی یا نہیں؟ اسے بجائی! علوم تو بہت ہیں اور

ہم لوگوں کی عمر کھوڑی ہے۔ یہ مختصر سی عمر تمام علم کے حصول کے لیے کافی نہیں۔ فرض تو بس اسی مقدار

میں ہے جس سے عمل کی درستگی ہو سکے قیامت کے دن عمل کی پرسیش ہوگی اس علم کی نہیں جو بہت زیادہ یعنی گدھے کا بوجھ ہو کہ بتل الجہاں تجیل اسفاسا اشکایت تو آخر اسی گروہ ظلماء آخرت سے متعلق ہے۔ ایک عزیز نے کہا ہے۔

چو علمت بہت با علمت عمل کن پس از علم و عمل اسرار عمل کن  
ترا با علم دین یک ذرہ کردار بے بہرہ زانکہ علم دین بحر و اوار  
برو کا سے کن کن کار خام است ز علم دین ترا حرفے تمام است

(جب تمہارے پاس علم ہے تو اپنے علم کے ساتھ عمل کرو اور پھر اس علم و عمل کے بعد روزِ امرِ مظلوم کرو۔ تمہیں اللہ علم دین کے ساتھ عمل کا ایک ذرہ اس علم دین سے جو ڈھیروں ہو کہیں زیادہ بہتر ہے۔ جاؤ: کام کو بچتے کر لو کہیو کتاب تک جو کچھ تم نے کیا وہ خام ہے، دین کے علم سے ایک حرف ہی تمہارے لیے کافی ہے۔) یہ اشکایت اور بیان خود علم دین والے اور ظلماء آخرت کے بارے میں ہے علماء دنیا کس شمار میں ہیں ان سے تو ایسے بھاگو جیسے شیر اور سانپ سے بھاگتے ہو۔ اور یہ حکایت تم نے سنی ہے کہ ایک بزرگ نے شیطان کو دیکھا بیکار بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا بڑے تعجب کی بات ہے تو اور بیکار؟ اس نے کہا جی ہاں علماء دنیا پیدا ہو گئے ہیں اب میرے لیے کوئی کام نہیں رہا ہے۔ ایک صاحب عزت نے ان کے بارے میں کہا ہے۔

ماہ رویاں تیرہ ہوش مانند جاہ جو یاں دین فرد شاتند  
سیر باغ و گل و زمیند ارند کے دل و عقل و شرع دین دلرند  
ہمہ در علم سامری وارند وز بروں موسیٰ وز دروں مارند  
ازرہ شرع و شرط برگشتہ تشنہ خون یک دگر گشتہ

(چاند سے چہرہ والے (طالب خدا) ہوش کھوتے ہوئے ہوتے ہیں، جاہ و مرتبہ کے طالب دین فرعون تھے۔ یہ ظلماء دنیا باغ باغ باغ رکنے والے زمیند میں ان کے پاس دل، عقل اور شرع کہاں ہے یہ دین دار کب ہوتے ہیں۔ سب کے سب ناموس کی عزت میں ظالم ہیں۔ موسیٰ کے جیسے بنے ہوئے ہیں اور اندر سے سانپ ہیں شریعت کی راہ اور اس کے شرط سے پھرے ہوئے نیک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔)

اے بھائی! راہ غیر نامون، منزل بہت دور، جسم لاغر، دل کمزور، لہجے سہاڑے، فرقت بہت کم ایسے میں یہاں آرام و قرار کی کون سی جگہ ہے، یہاں درس و تدریس و تکرار، خیر و دستار کی کون سی جاہ ہے سب کو آگ میں جھونک دو اور اپنے غم و اندوہ و الم میں لگ جاؤ۔

ایک شخص نے خواجہ ابراہیم ادم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ سے علم طریقت کی باتیں

سنوں۔ فرمایا اے بیٹے! مدت ہوئی کہ اپنے رنج و الم اور افسوس و غم میں بیٹھا ہوں۔ اس نے پوچھا حضرت یہ کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ جب فرشتہ نے ماں کے پیٹ میں میری شکل مکمل کر لی تو پوچھا الہی اس بندہ کو سعید لکھوں یا شقی؟ نہیں معلوم اس وقت جواب کیا آیا اور جب ملک الموت کہیں گے اس بندہ کی جان سعادت پر قبض کروں یا شقاوت پر؟ یہ بھی نہیں معلوم کیا جواب آئے گا۔ اور جب قیامت کے دن فرشتہ پوچھے گا، خدایا اس بندہ کو بہشت کی طرف لے جاؤں یا دوزخ کی سمت؟ پتہ نہیں جواب کیا ہوگا۔

اے بھائی! دین کی اس راہ میں سارے جہان کے عبادت گزار اور زاہدان اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (جیک اللہ تمام عالم کے لوگوں سے بے پرواہ ہے) کی تیغ بے نیازی کی ہیبت و دہشت سے حیران و پریشان ہیں اور سارے عالم کے صدیقین لِيَسْأَلُ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ (اللہ پوچھے گا صدیقیوں سے ان کے صدق کے بارے میں) کی تنبیہ و سیاست سے لرزہ بر اندام اور خائف ہیں اور پھر طاعت و بندگی کے تمام ذخیرے جان کنی کے وقت وَقَدْ مَنَّا اِلٰى مَا عَمَلُوْا (حوالہ کردیا ان کے اعمال کی طرف) کے طوفان بے نیازی میں اٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے بعد وہ سینے جو ذکر و فکر سے آباد ہیں سکرات موت میں دَبَدَ الْهَمِّ مِنَ اللّٰهِ مَا لَوْ يَكُوْنُوْنَ اِيْحٰسِبُوْنَ (اللہ کی طرف سے ان پر ظاہر ہوا رہے جس کا ان کو گمان نہ تھا) سے ویران کر دیئے جاتے ہیں اور کبھی معلم الملکوت کو جو سات سو ہزار سال تک اس بارگاہ میں معتکف رہا فرشتوں کی پاکبازی کا لباس اتار کر اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ (بتک تجھ پر میری لعنت ہے) کا داغ اس کی پیشانی پر لگا دیا جاتا ہے اور کبھی بلعم با عور کو جو اپنے وقت کا ایک ہم فرد تھا اسم اعظم کا خلعت و انعام رکھتا تھا مسجد سے باہر نکال کر کتوں کے قطار میں باندھ دیا جاتا ہے فَمَثَلُهُ مَثَلُ الْكَلْبِ اَنْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ يَلْهَثُ وَاَنْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ يَلْهَثُ (اس کی مثال کتے کی ہے اس پر بوجھ رکھو یا نہ رکھو وہ ہانپتا ہی رہے گا۔)

بے نیازی میں راہ کفر چر دیں      بے زبانش راہ شک چہ لقیں  
چہ مسلمان چہ گبر در او      چہ کشت و چہ صومعہ در براو

(اس کی بے پروائی کے آگے کفر کیا اور دین کیا اس کی خاموشی کے آگے شک کیا اور یقین کیا۔ اس کی بارگاہ بے نیازی میں

کیا مسلمان اور کیا گبر اس کے نزدیک کیا آتش کہہ اور کیا عبادت خانہ)

اے بھائی! دین حق کی راہ ایسی آسان نہیں جیسا کہ اکثر و بیشتر لوگ سمجھتے ہیں دین حق کی راہ وہ راہ ہے جس میں نوازش کے ساتھ قہر ملا ہوا ہے اور قہر کے ساتھ نوازش کی آمیزش ہے دین کی راہ میں جس طرح ممبر رکھے گئے ہیں اسی طرح دار بھی نصب کیے گئے ہیں قَبْلَ مَنْ قَبْلَ بِلَاعِلَّةٍ جیسے مقبولوں کو بلا سبب قبول کرنے کا دستور جاری ہے۔ اسی طرح سَادَ مَنْ سَادَ بِلَاعِلَّةٍ مردود

کو بلا غلت رد کرنے کا اصول بھی راجح ہے۔ یہاں آرام و سکون کا کون سا موقع و محل ہے۔

بزرگے نیازی از کہہ وہہ      گرتو باشی و گرنہ باشی چه

پارسا گر بہہ است اورا بہہ      بادشاہ گر بد است اورا چه

(اس کی بے نیازی کی درگاہ میں تو عوام میں سے رہے یا خواص میں سے اسے اس سے کیا۔ پارسا اگر بہتر ہے

تو خود پارسا کے لیے بہتر ہے۔ بادشاہ اگر برا ہے تو اس کی اسے کیا پرواہ ہے۔)

نقل ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا۔ اے بھائی! تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا یا رسول اللہ جب سے ہم لوگوں میں کا ایک راندہ گیا ہے ہم میں سے کسی کو آرام و سکون میسر نہیں ہے۔

صنوع او عدل و حکمت است جلی      مکر او قہر و قدر تست خفی

(اس کی کاریگریاں اس کا عدل، اس کی حکمت سب نمایاں اور ظاہر ہیں۔ اس کے کرشمے اس کا قہر اس کی قدرت سب پوشیدہ اور خفا میں ہیں) اس کی قہاری اور جباری کو جہاں تک تم بیان کر سکتے ہو اس سے سولا لاکھ گونا زیادہ ہے اور اس کی کبریائی و بے نیازی کی بھی کوئی حد نہیں جتنا کہہو اس سے سولا لاکھ درجہ زیادہ ہے۔ عندک بریاء ہے و استغنائہ ان یکون العبد فوق العرش اوتحت الشری (اس کی کبریائی و استغنائہ کے نزدیک کیا ہے کہ بندہ عرش پر ہو یا تحت الشری میں رہے) اگر سارے عالم کے لوگ صدیق اکبر ہو جائیں تو اس کی استغنائہ کو کیا اور اگر سارا جہاں فرعون و فرود جیسے ہو جائیں تو اس کی بے نیازی کے آگے کیا ہے۔ یفعل اللہ ما یشاء و یرحکم ما یرید (وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے) ایسے میں کہنے سننے اور کچھ بولنے کا کیا موقع ہے، نیند، بھوک اور آرام و چین کا کون سا محل ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

در خواب چہ ماندستی از غفلت و بیہوشی      بیدار شو اے ناداں پندار چہ می باشی

مارند ہمہ یاراں در عالم دانائی      خلوت کن و بخود شو با مار چہ می باشی

(غفلت و بے ہوشی سے خواب میں کیا پڑا ہوا ہے، اے ناداں ہو شیخیاں ہو جا گھنڈ اور غلط گماں میں کیا رہنا ہے۔

تمہارے یہ سارے دوست اپنی جالا کیوں سے داؤ میں لگے ہوئے ہیں ان سب سے علیحدہ اور کنارہ کش ہو جا سنا چاہیے کیانتہ رہنا کیا) نقل ہے کہ جب تمام نبیوں اور ولیوں کے شہنشاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالت کی تبلیغ سے فارغ ہوتے، عصمت کا کمر بند کھولتے، نبوت کا تاج سر سے اتارتے اور عجز و بے چارگی کی زبان کھولتے اور فرماتے: اٰہی، ذنّی عظیم و لا یخفی الذنب العظیم الا الرب العظیم اللّٰہمّ اجعلنی من عنقائک طلقائک و محرّراً ایلک من التّایرا (اے میرے اللہ، میرے گناہ بہت بڑے ہیں اور بہت

بڑے گناہ کو بہت بڑا رب ہی معاف کر سکتا ہے (اے اللہ! تو مجھ کو اپنے پرندہ عنقاؤ کی طرح پر پرواز اور گناہوں بے داغ اور جہنم کی آگ سے آزاد بنا دے) اس وقت آسمان کے مقربین اور زمین کے صدیقین اپنی نجات سے دل برداشتہ ہو جاتے اور اپنی ربانی سے ہاتھ دھو لیتے اور کہتے کہ جن کا یہ فرمان ہے "اَنَا عَرَفْتُكُمْ بِاللَّهِ وَآخِشَاكُمْ بِاللَّهِ" (میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا عارف ہوں اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں) ان کی یہ مناجات ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں "اسی کو کہا ہے۔

بر در حق بگرد زور مگرد کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

ہست با حکم قہر یزدانی تا آوانی نگر کہ تا دانی!

(حق سبحانہ تعالیٰ کے در پر گرد بن جلاقت نہ دکھلاؤ کیونکہ اس راہ میں انکساری عاجزی سے آدمی مرد جتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اس کا قہر ملا ہوا ہے، جہاں تک ہو سکے اس میں تو غور کرو کیونکہ اسے تو نہیں جانتا) چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہاں کے عارفوں کے سردار ہیں لازماً آپ کا خوف بھی زیادہ ہے جو جتنا بڑا عارف ہوگا اس کا خوف بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

تایار شود ترا خسریدار خود را تو بقصد بے بہا کن

(تو اپنے آپ کو قصداً بے قیمت بنا دے تاکہ محبوب خود تیرا خریدار ہو جائے)

حق سبحانہ تعالیٰ کے تمام طالبین اور صاحبان دین کے خوف کا یہی حال ہے اور ان کی یہی صفت ہے جو لکھی گئی ہے۔ ہم کو اور تم کو جسے دین کا درد ہی نہیں ہے تو حق تعالیٰ کی طلب کہاں سے پیدا ہوگی۔ یہ جو سارا چین و آرام ہے یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ ہم لوگوں کے حصر میں غفلت و جہالت کے سوا اور کچھ نہیں

اللَّهُمَّ اغْنِنَا اللَّهُمَّ اغْنِنَا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

یارب از دست و زبائتم بازخر دست در تہہ وز جہانم بازخر

چوں سیہ آمد مرا زنگ گلیم تو سپیدش کن چو مویم اے کریم

از در خویشم مگرداں تا امید از سر لطفی سیاهم کن سفید

گردر آید یک نسیم از سوسے تو پائے کو باں جاں دہم در کوسے تو

(اے میرے پروردگار جو کچھ میرے ہاتھ اور زبان سے صادر ہوا ہے ان سب کو خرید لیجیے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیجیے اور مرا لے

جہاں سے چھڑا کے اپنا بنا لیجیے جب میرے کھیل کا رنگ میل سے سیاہ ہو گیا ہے آپ اپنے کرم سے میرے بالوں کی طرح سفید

کر دیجیے۔ اے کریم۔ اپنے دریاک سے ناہی مت لوٹائیے اپنے لطف خاص سے میرے کالے نامہ اعمال کو سفید بنا دیجیے۔ اگر آپ

کی جانب سے جو اکا ایک جو نکا آجائے تو میں تم سے کہتا ہوں آپ کی گلی میں جان دے دوں

والسلام

شرف منیری

# مکتوب ۲۶

## مُصِیْبَتِیْنِ صَبْرًا وَرَبْلَاؤِشِیْ کی برداشت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک خضر کے نام

ملک خضر سلمۃ اللہ التّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے بھائی! حدیث شریف میں بطور تذکرہ اللہ تعالیٰ سے ہے کہ سب سے پہلی جو چیز لکھی گئی وہ یہ تھی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نِعْمَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلِیْطَلُبْ سَبًّا سَوَآئِیْ۔ یعنی یہ درست ہے اور سچ ہے کہ خدا میں ہی ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں، میرا حکم ہے جو میری مرضی پر راضی نہ ہو اور میری نعمتوں پر شکر نہ کرے اور میری بلاؤں پر صبر نہ کرے تو اس سے کہہ دو کہ میرے سوا کوئی دوسرا خدا تلاش کر لے (اصحاب بصیرت، ارباب طریقت اس حدیث کی ہیبت اور تنبیہ سے ہر لحظہ یہی چاہتے ہیں کہ نیت و پست معدوم ہو جائیں لیکن عدم کی راہ جب بند ہے تو کیا کریں سب کے سب آخر یہی کہتے ہیں۔ س

درد تو دو اشد است مارا خاک تو بہا شد است مارا

از بہر تو ام بد ا دن جاں از دیدہ رضا شد است مارا

(آپ کا دیا ہوا درد ہی میری دوا ہو گیا ہے آپ نے مٹا کر خاک کر دیا یہی آپ کی خاک میری قیمت ہو گئی ہے۔ میری جان

تو آپ پر قربان ہونے لگے لیے ہے۔ بسر و چشم آپ کی خوشنودی مری رضا ہو گئی ہے)

جسم و جان سب اس کے آگے ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں س

جانِ دارم کہ بار عشق تو کشد تا در سر کارت نشو دگر نزم

(میری جان تو وہ ہے جو آپ کے عشق کا بار اٹھائے جب تک یہ آپ کے کام نہ آجائے اس وقت تک میں بیٹنے والا نہیں)

اے بھائی! بندہ اس کی قضا سے راضی ہو یا نہ ہو تقدیر بدلنے والی نہیں ہے۔ بیقراری اور گھبراہٹ

خود منتقل ایک مصیبت ہے۔ فَلْيَطْلُبْ رَبَّاسْرَائِي (میرے سوا کوئی اور رب ڈھونڈ لو) کا خوف خطر ہر وقت لگا ہوا ہے۔ ہر وقت ہمہ دم باخبر اور ہوشیار رہو، زہر دین تو شربت کا پیالہ سمجھ کر نوش جاں کر لو، اور مردان دین کی افتد کرو۔ دنیا دار محنتوں، میچروں کی نہیں۔ لو ایک شعر سنو۔

عاشقان نقلِ نعمت با بادۂ احمر خورند  
گرچہ غم تلخ است بر یاد تو چوں شکر خورند

(عشق آپ کے دینے ہوئے غم کو سرخ شراب کے ساتھ گزک اور نقل کی جگہ کھاتے ہیں، اگرچہ غم تلخ ہی ہے، لیکن

آپ کی یاد و مشاہدہ میں مثل شکر کھاتے ہیں) اور اس قطعہ کو دیکھو۔

گو بند ترا کہ با غم دوست  
ایں صبر چو صبر چوں گوارد

بیمار بطبع تندرستی  
گزر ہر خورد شکر شمارد

(مجھ سے کہتے ہیں محبوب کے غم کے ساتھ یہ صبر جو ایلو امصبر کے اندر ہے کیسے گوارا کر لیتے ہو؟

مریض تندرستی کی ہوس میں زہر کو شکر سمجھ کر کھا آ ہے)

جو شخص اللہ کی قضا اور تقدیر پر نگاہ رکھتا ہے وہ شاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ میں مشغول رہتا ہے،

اگر دونوں جہاں کی بلائیں اس پر ڈال دی جائیں تو یوں سمجھو پہاڑ پر ایک ذرہ کے برابر ہے، اسی کو کہا ہے

آنکہ از تیر او شرف دارد  
دیدگاں از پے ہدفت دارد

(جو اس کے تیر کھانے کا شرف رکھتا ہے وہ اپنے دونوں دیدے اس کے نشانہ کے لیے کھلا رکھتا ہے)

اور جس کی نگاہ خود اپنی سمت ہو وہ خود بینی میں مشغول ہے بلا و مصیبت کا ایک ذرہ اس کے لیے ویسا

ہے جیسے ایک تنکے پر پہاڑ اُپڑا ہو۔

ایک شخص عاشقی کے الزام میں گرفتار کیا گیا، پانچ سو ڈنڈا کھانے کی سزا دی گئی، چنانچہ اس پر

جب بھی ڈنڈے پڑتے تھے تو وہ ہنستا تھا لوگوں نے اس سے کہا یہ ڈنڈا کھانا اور اس پر ہنسنا عجیب تاثر

کی بات تھی۔ اس نے کہا، جس وقت مجھ پر ڈنڈے پڑتے تھے میری معشوقہ میرے سامنے موجود تھی میں

اس کے جمال کے مشاہدہ اور اس کے حسن کے نظارہ میں مستغرق تھا۔ نہ مجھے ڈنڈا پڑنے کی خبر ہوئی

اور نہ درد کا احساس تھا۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔

اینکہ اینک بر سر کوئے تو زارم میکشد  
گزر کشتن با زنتانی بیابارے بسیں

(دیکھیے یہ دیکھیے! آپ کے کوچہ میں مجھے کس بری طرح قتل کرتے ہیں، اگر قتل کے بعد بھی آپ مجھے لینا

نہیں چاہتے تو آجائے، کم سے کم ایک نظر مجھے دیکھ تو لیجیے۔)

اس تقریر پر مصر کی عورتوں کا قصہ شاہد ہے۔ جانتے ہو صبر کی تعریف کیا ہے؟ ہر وہ بلا اور ناخوشگوار



امر جو بندہ بر آئے اس سے وہ نچسیدہ اور ناخوش نہ ہو۔  
 ہر بلا سے کہ جان نہ شاید ازو دزیکے دز ہزار شاید ازو  
 رہوہ بلا کہ جس کو جان سے کام ہے ہزاروں جان میں سے وہی ایک جان اسے چاہیے۔  
 وَاللّٰهُ مَا عَطَىٰ كَاللّٰثَةِ مَا آخِذٌ قَسَمٌ اَنْتَ فِي الْبَیِّنِ جو دیا ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے اور  
 جو اللہ نے لے لیا وہ اسی کا ہے تو درمیان میں کون ہوتا ہے۔

گزر ضرب او جراثحت نبودت تا ابد امید راحت نبودت  
 کہ ز ضرب او جراثحت می رسد کہ ز مرہم نیز راحت می رسد  
 (اگر اس کی مار سے زخم تجھے نہ آئے تو اب تک راحت کی امید تجھے نہیں ہونی چاہیے۔ کبھی  
 تو اس ضرب سے زخم پہنچتے ہیں اور کبھی مرہم سے آرام بھی ملتا ہے۔)  
 امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الصَّبْرُ مِنَ الْاِيْمَانِ بِسَاتِلَةِ الرَّاسِ  
 مِنَ الْجَبَسَدِ (ایمان کے لئے صبر سر کے درجہ میں ہے) اور یہ جانتے ہو کہ بغیر سر کا جسم کسی کام کا نہیں ہوتا  
 اسی طرح بغیر صبر کے ایمان ہوتا ہے۔

اے بھائی! بلا کی تہ میں سب کچھ ہے طریقہ کار اسی طرح جاری ہے کہ ساری دولت بلا کے  
 پردہ میں رکھی گئی ہے۔ اسی کو کہا ہے

ہر بلا میں قوم راجح دادہ است زیر آں گنج کرم بہا وہ است  
 (جتنی بلا میں اس قوم کو دی گئی ہے ان کے تہ میں اس کے کرم کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔)  
 سچے مومن بن جاؤ اور ایمان کی پوری نگہداشت و حفاظت جان کی طرح کرو جان کیا چیز ہے  
 بلکہ زن، فرزند گھربار اور خود کو ایمان پر قربان کر دو۔ اسی معنی میں کہا ہے۔  
 کار عالم زاون است و مردن است کہ پدید آو ردن و کہ بردن است  
 لاجرم اس کا بے پایاں فتاد تا ابد اس دروبے درماں فتاد  
 (دنیا کا کارخانہ پیدا ہونا اور مرجان ہے کبھی آجانا اور کبھی چلے جانا ہے اس کام کی  
 یقیناً کوئی انتہا نہیں ہے اب تک اس دروبے درماں کو یوں ہی جاری رہتا ہے۔)

حدیث شریف میں ہے۔ اَلْاِيْمَانُ لِنِصْفَانِ نِصْفُهُ شُكْرٌ وَنِصْفُهُ اِصْبَارٌ۔ یعنی ایمان  
 کے دو حصے ہیں ایک نعمت میں شکر ادا کرنا اور دوسرا بلا میں صبر کرنا۔ آزمائش کی بھی

دو قسم ہیں ایک نعمت کے ذریعہ دوسرے بلا کے ذریعہ۔ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں اگر بندہ نعمت میں شکر اور بلا میں صبر کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کے پاس ایمان ہے و عموماً ایمان کے ساتھ جہاں یہ صفتیں نہ ہوں تو سمجھ لو کہ محض دعویٰ اور گھمنڈ ہے ایمان نہیں۔ اور بغیر ویل کے محض دعویٰ جھوٹ ہوتا ہے یہ مثل سنی ہوگی کُذِّمْدِعِي كَذَابٌ اسی کو کہا ہے۔

ماکساں را بلطف خود کس کرد شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

(وہ بیچارے جو کسی شمار میں نہ تھے ان کو اپنے لطف سے قابل قدر بنا دیا اور بندوں سے محض صبر و شکر کا مطالبہ کیا اور بس۔)

بزرگوں نے جناب ایوب علیہ السلام کے فریاد کی تصریح یوں کی ہے کہ جناب ایوب علیہ السلام پر متواتر بلاؤں کا نازل تھا جب تک جسم پر گوشت کا حصہ رہا کوئی فریاد نہیں کی جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکرا بھی نہیں رہا بلا انتہا کو پہنچ گئی خوف اس کا پیدا ہوا کہ جب بلا ختم ہوگی تو عطا و نوازش بھی زائل ہو جائے گی بلا کے خاتمہ سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے فریاد کی اور کہہ اٹھے

اِنِّیْ مَسْکِیْنٌ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ (اے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ رحم الراحمین ہیں) اسی معنی میں کہا ہے۔

گر شراب لطف او خواہی مدام قطع کن وادی قہر او تمام  
زاں کہ تا ایس نبوت آن نبوت بے بلا و درد در ماں نبوت

(اگر تم اس کے لطف کی شراب کے خواہاں ہو تو اس کے قہر کی وادی پورے طور پر طے کر لو۔ اس لئے کہ جب تک تم سے یہ نہیں ہوتا وہ بھی نہ ہوگا سمجھ لو بغیر رنج و غم اٹھائے تمہارے درد کا درماں بھی نہیں ہوتا۔)

نقل ہے سلطان العارفين یا زید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے مری خوشی بلا و مصیبت اختیار کرنے میں اس حد تک ہے کہ اگر مجھے دوزخ میں ہمیشہ رکھیں تو میں اس شخص سے زیادہ فرحت و شادمانی میں رہوں کہ جس کو اعلیٰ علیین پر یہ پہنچا دیں۔

اور امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ قیامت کے دن اگر مجھے جنت و دوزخ میں اختیار دیدے تو میں دوزخ قبول کروں اس لئے کہ بہشت میری مراد ہوگی اور دوزخ میں

بھیجنا محبوب کی مراد ہے اور راہِ محبت میں شرط ہے کہ محب اپنی آرزو پر محبوب کی آرزو کو قبول کرے۔  
 سبحان اللہ! اس خدا جل جلالہ کے کیسے کیسے بندگان ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔  
 شرح داؤد حالِ عشق عاشق جاوید از عبارت برتر است و از بیاں  
 گزباں گرد و دو گیتی سا ہا ہم نیار و دا و شرح ایں جا ہا  
 (عاشقانِ زندہ جاوید کے حال کی تشریح کرنا عبارت و بیان سے بالا تر ہے۔ اگر دو لوگوں

جہاں سا ہا سال زبان بن کر ان کے احوال کی شرح کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے ہیں۔) اللہ  
 ایک دفعہ ایک شخص حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول  
 اللہ! اِحْبُ اللہ میں خدا سے محبت کرتا ہوں ارشاد ہوا اسْتَعِدْ لِلْبَلَاءِ بَلَاءُ کے لئے آمادہ رہو  
 ایک دوسرے شخص اٹھے اور گزارش کی یا رسول اللہ! اِحْبَابُکَ میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں فرمان  
 ہوا فقر و غریبی کے لئے خود کو تیار رکھو۔ وہاں بلاء آزمائش کے لئے آمادہ رہنے کا حکم ہوا یہاں غریبی  
 و درویشی کے لئے تیار رہنے کا فرمان ہے بلاء و آزمائش حق سبحانہ تعالیٰ کا طریقہ فقر و درویشی  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حسنة میں ہے ہر ایک کا معاملہ اس کی اپنی صفت کے مطابق  
 ہوتا ہے۔

گرتا خواہی تا شوی مرداے لیسر بیچ در ماں نیست جز درداے لیسر  
 دے لے کے! اگر تیری خواہش مروینے کی ہے تو درد سہنے کے سوا کوئی دوسری تدبیر نہیں ہے۔  
 إِنَّ اللہ، یجرب المؤمن بالبلاء کما یجرب أحدکم الذہب بالنار (بیشک اللہ  
 تعالیٰ المؤمن کو بلا میں ڈال کر جانچتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص سونا کو آگ میں ڈال کر پرکھتا ہے)  
 الْبَلَاءُ مَوْكَلٌ بِالْأَنْبِيَاءِ ثُمَّ الْآلِيَاءِ مِنْهُمْ أَوْلِيَاءُ بَلَاءُ انبیا پر پھر ان کے بعد اولیاء پر مقرر ہے۔  
 داری سرا و گرنہ دور از سرا مادوست کشیم و تو نداری سرا  
 (اگر تیرے سر میں میرا سودا ہے تو ٹھیک و گرنہ مجھ سے دور رہو ہم دوستوں کو قتل کرتے ہیں اور تیرے  
 پاس میرے لائق سر نہیں۔)

تمام چیزیں راحت و آرام سے بقا پاتی ہیں اور بلا و مصیبت سے تہس نہس ہو جاتی ہیں  
 لیکن محبت کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیوں کہ محبت کی غذا ہی رنج و غم ہے۔ مصرعہ  
 بکھے وہ کہ محبت نہ بخشیدہ است

(حلوہ اسے دیکھے جس نے محبت کا مزہ نہ چکھا ہو۔) بندہ نے جس وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ  
 کہا سب سے منہ موڑ لیا اور خدا اور اس کے رسول کی محبت کا دعویٰ کیا تو اس کے لئے دلیل و برہان  
 لازمی و ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں محض دعویٰ پر کسی کو بغیر دلیل و برہان کے نہیں چھوڑا گیا  
 اور اس دعویٰ کی دلیل وہی نعمت کا شکر اور بلا پر صبر ہے۔

• ناکساں را بہ لطف خود کس کرد  
 شکر و صبرے ز بندگان بس کرد  
 (بے قدروں کو اپنے لطف خاص سے قابل قدر بنا دیا اور بندوں کی جانب سے صبر و شکر  
 پر اکتفا کیا۔)

اے بھائی! اس بارگاہ پاک میں اور اس کی مملکت میں کوئی شخص بھی محب، معزز، مکرم،  
 اور بزرگ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں اور کوئی فرزند معزز، عالی وقار، صاحب  
 عز و شرف امیر المؤمنین حسن و حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ نہیں ہے۔ (ان کی مصیبت دیکھو) اگر مصیبت  
 کی گھڑی میں شیطان بہکائے، نفس و سوسہ ڈالے تو اس وقت اس کو دیکھو اس پر غور کرو  
 جو کہا گیا ہے کہ مَنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ فَلْيَذْكُرْ مُصِيبَتِي حَسْبُ كَسِي كَوْ كَوْنِي مُصِيبَتِي بِنِجْتِي  
 سے کہو وہ مری مصیبتوں کو یاد کرے۔ اس حدیث کا اشارہ اسی طرف ہے کہ مومن کے لئے اس  
 بار میں آنا ہی کافی ہے۔ اس خط کے لکھنے سے مقصود یہی ہے کہ برادر عزیز کے دل کو تسکین و  
 تسلی ہو اگرچہ برادر عزیز کی قوت پر پورا اعتماد ہے بایں ہمہ اس کے مطالعہ سے  
 مدد و اعانت ہوگی اور شیطانی و سوسہ کے دفع کرنے میں طاقت ملے گی بار بار اس  
 مکتوب کو پڑھیں اور اس خط کی ایک نقل نظام الدین کی والدہ غفر اللہ لہا کو بھیج دیں۔

والسکالہ

تحقیق شرف منیری



# مکتوب ۴۷

خوشنودی و ناخوشنودی کی شناخت اور علم کی طلب

وخلق خدا کو راحت پہنچانے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملکِ حضرت کے نام  
برادر عزیز کو کاتبِ مکتوب شرفِ میری کا خصوصی سلام و دعاء  
اے بھائی! عارفوں کا قول ہے اگر تم یہ جانتا چاہو کہ خداوند تعالیٰ تم سے خوش ہے یا  
ناخوش تو اپنے اعمال کا جائزہ لو، تمہارے تمام کام طاعت ہی طاعت ہیں یا سب کے سب معصیت  
و گنہگاری کے ہیں یا نیکی و بدی ملی جلی ہے اگر تمہارے تمام افعال طاعت ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی  
خوشنودی کی علامت ہے اور اگر تمہارے تمام کام بُرے و گناہ کے ہیں تو اللہ تعالیٰ تم سے ناخوش  
ہے اس لئے کہ ناخوشنودی کی نشانی گنہگاری ہے اور اگر ملے جلے ہیں تو حکم غالبِ فعل کی طرف  
ہوگا تو ہم لوگوں کو اور ہم جیسے دوسروں کو خود یہ دولت کہاں بیٹھ ہے کہ سارے اعمال طاعت  
ہی طاعت ہوں کم از کم اتنا بھی بہت غنیمت ہے کہ نیکی و طاعت غالب ہو اور نعوذ باللہ منہا  
اگر ہماری یہ طاعت و بندگی مغلوب ہوگئی تو اس کے عذاب و سختیوں کے لائق ہو جائیں گے  
اور جو اس کے عذاب و عقوبت کا سزاوار ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔

اے پیر گنہگار و ریں عالمِ فانی بشتاب سوئے توبہ و بگذارتوانی  
تا لوشوی خاک ہی کوشِ بطاعت برباددہ عمر اگر، سیح توانی  
(اے بوڑھے گنہگار اس فانی دنیا میں توبہ کرنے میں جلدی کر سستی کا ہلی پھوڑ دے قبر میں جانے

سے پہلے جہاں تک تجھ سے ہو سکے طاعت و عبادت میں کوشش کرتا رہ، عمر یوں ضائع نہ کر۔  
 میں پر طاعت و معصیت کے علم کو جاننا پہچاننا ضروری اور ذمہ عین ہو جاتا ہے جس طرح کفر  
 و ایمان کا جاننا اسی طرح بندگی و نافرمانی کا جاننا ضروری ہے یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے ایک لاکھ چوبیس  
 ہزار انبیاء علیہم السلام اسی کام کے لئے اس عالم میں تشریف لاتے اور اتنے سارے مجتہدوں اماموں  
 کے اجتہاد مسائل اور مفسفوں کی تصنیفیں اسی کام کے لئے ہوئی، میں یہ بہت بڑا اور اہم کام ہے  
 اصحاب معرفت اور ارباب بصیرت کے جگر اس کے لئے ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ اور یہ دنیا والے اس کام کے  
 بالکل غافل، لذتوں اور شہوتوں کے حصول میں سرگرواں و پریشاں ہیں۔ اسی کو کہا ہے

راہ زد مشغولی عالم ترا نیست پرواے خدا یکدم ترا  
 اے دنیا کی مشغولیتوں نے تیری راہ ماری، تجھے خداوند تعالیٰ کی کوئی پروا نہیں رہی ہے۔ افسوس  
 تو نے یہ حقیقی دولت چھوڑ دی اور دولت کو عزت کا نام دے رکھا ہے۔

آج اس زمانہ میں یہ حال کیوں ہے اسی لئے ہے کہ زیادہ تر ایمان زبانی ہے زبانی ایمان  
 مرنے کے وقت کوئی کام نہیں آتا اگر کسی کو ایک کافر طبیب کہہ دیتا ہے کہ فلاں چیز نہ کھا یہ تمہارے  
 لئے مضر ہے اسی وقت چھوڑ دیتے ہو اور نہیں کھاتے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام سب  
 کے سب فرماتے رہے **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ** (علم حاصل کرنا ہر مسلمان  
 مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے) کسی نے اس پر عمل نہیں کیا یہ بالکل ویسا ہی ہوا کہ کافر طبیب کے  
 حکم پر مضمبوطی سے قائم رہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے فرمان پر یقین و عمل نہیں کیا تو  
 اللہ و رسول سے یہ بے ایمانی ہے اور یہ از روئے معانی ایمان زبانی ہے اور ولی کفر ہے۔ اسی  
 کو کہا ہے

اے ترا ہر لحظہ تیلیسے دگر درین ہر مویت ابیلیسے دگر  
 باچنیں حالت کہ در عالم گم است نیست جائے خندہ جائے ماتم است

اے وہ کہ تو ہر لمحہ فریب کاری میں مبتلا ہے تیرے ہر روز گٹے میں ایک شیطان چھپا ہوا ہے  
 ایسی حالت کے ساتھ تو دنیا میں گم ہے، ہنسنے کی جگہ نہیں تیرے لئے یہ ماتم کا مقام ہے  
 کام بہت مشکل ہے اور معاملہ بہت سخت ہے الغیاث المستغیثین اغثنا اغثنا۔

(اے فریادلوں کے فریادرس، ہماری فریاد سن، ہماری فریاد سن) اے بھائی! یہ جو کہا گیا ہے  
 طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ اس سے ہی علم طاعت و معصیت یعنی علم دین  
 مراد ہے جو یقیناً ہر شخص پر فرض ہے اس کے علاوہ اور دوسرے علوم فرض نہیں ہیں۔ مگر آخر زمانہ میں ایسے  
 لوگ پیدا ہوں گے جن کے ہاتھ پر سونا چاندی کے ڈے رکھ دو تو وہ بلا غور و فکر اس کا وزن بتا دیں گے  
 کہ اس میں اتنا اصل مقدار میں سونا ہے اور اتنے مقدار میں کھاد ہے اور جب تم وزن کرو گے اور کسوٹی  
 پر برکھو گے تو اتنا ہی ثابت ہوگا جتنا انہوں نے بتایا تھا۔ اور جب ان سے ایمان، کفر، طاعت  
 و معصیت کے حکم و احکام اور مسئلوں کو پوچھو تو وہ جواب سے قاصر رہیں گے قطعاً وہ نہیں جانیں گے کہ ایمان  
 کیا ہے اور کفر کسے کہتے ہیں طاعت کیا چیز ہوتی ہے اور معصیت کیا ہے سو اس کے کہ کفر و ایمان  
 طاعت و معصیت کا نام سنا ہے اور روایتی طور پر تقلیداً اسے اختیار کیا ہے یہ زمانہ جو ہم لوگوں  
 کا ہے شاید وہی زمانہ ہے اور ہم لوگوں کے روزمرہ کے کاروبار بھی وہی ہیں سر پر خاک ڈالنا اور  
 اپنی اس مصیبت پر ماتم کرنا چاہیے۔ اسی کو کہا ہے۔

در درادار و کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

(آہ! اس درد کا مداوا ہم کہاں کرنے جائیں عمر ختم ہو گئی اب ماتم کیا کریں گے۔)

اے بھائی! دنیا داری کے مشغلوں سے یکایک نکل آنے میں معذوری ہے تو کیا کیا جائے  
 جہاں تک ممکن ہو اس کی کوشش کرنی چاہیے اور اپنے دین کی فکر کرنی چاہیے آخرت کے کاموں سے  
 حسب مقدور غافل نہیں رہنا چاہیے اور حسرت و ندامت زیادہ ہونی چاہیے مالی اور بدنی طاعات  
 اور نیکیوں میں جو کچھ میسر ہے اس سے گزشتہ گناہوں کی تلافی کرنی چاہیے اس لئے کہ عمر بچاؤ پاس اس کا  
 تک پہنچ گئی۔ اسی کو کہا ہے۔

کار خود در زندگانی کن بہ برگ زآں کہ نتواں کرد کارے روز مرگ

ایں زماں دریاب کا ساں با شدت در نہ شواری فراواں با شدت

(اسی زندگی میں اپنی نیکیوں کی پونجی اور اس کے ساز و سامان سے اپنے کام بنالے اس لئے کہ

موت کے وقت کچھ بنائے نہ بنے گی۔ جو کچھ حاصل کرنا ہے ابھی حاصل کرے کہ تیرے لئے آسان ہے

پھر تیرے لئے بہت زیادہ مشکلیں آپڑیں گی۔)

اس اندھیری دنیا میں اپنے قلم 'زبان' 'مال' 'مرتبہ' سے جہاں تک ہو سکے ضرور تمندوں کو

کو راحت پہنچاؤ، برادر عزیز کے مقام میں روزہ، نماز اور نوافل جو بھی ہیں اچھے ہیں لیکن لوگوں کے دلوں کو راحت و آرام پہنچانے سے زیادہ فائدہ مند کام اور کوئی نہیں۔

نقل ہے، خواجہ بشیر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا فلاں بادشاہ تمام رات نماز میں کھڑا رہتا ہے اور روزانہ دن کو روزہ رکھتا ہے۔ فرمایا اس نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے اور دوسروں کے کاموں کو اختیار کیا ہے۔ لوگوں نے کہا اسے ذرا تفصیل سے کہا جائے فرمایا اس کا کام بھوکوں کو کھانا کھلانا، تنگوں کو کپڑے پہنانا اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا ہے۔ رات بھر

نماز اور ہر روز روزہ یہ دوسروں کا کام ہے اس کا نہیں اسی کو کہا ہے کہ  
نیست دنیا بد اگر کاری کنی بد شود گریز دنیا وی کنی  
تخم امر وزینہ فردا بروید ورنہ کارے لے وریغا بروید

(دنیا بری نہیں ہے اگر تم اس دنیاوی دولت سے اچھے کام کرو بری اس وقت ہو جاتی ہے

جب تم اس سے خزانہ بھرنے کا قصد کرتے ہو۔ آج کی تخم ریزی سے کل پھل ملے گا اور اگر تو بیج نہیں بوتا

تو پھل کیا ہوگا۔)

اور اگر تم کسی کو کچھ دو تو کوشش کرو کہ سوال کرنے سے قبل دو۔ اہل معرفت اور اہل مروت

کا قول ہے السؤال دین اقل ثمن النوال ان جل (سوال بھٹورا بھی عنایت کی قیمت بن جاتا ہے

چاہے عنایت بڑی کیوں نہ ہو)۔ یعنی امداد بھٹوری ہو یا زیادہ سوال اس کی قیمت بن جاتا ہے۔ اگر

کتنا ہی زیادہ دے سمجھے کہ کچھ بھی نہیں دیا اس لئے کہ دنیا لالاشی ہے (دنیا کوئی چیز نہیں)

امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر ساری دنیا مری ملک ہو جائے تو ان سب کا ایک لقمہ

بنا کر میں کسی بھوکے کے منہ میں رکھ دوں پھر بھی مجھے اس پر ترس آئے۔

ملک دنیا را کہ بنیاد نہ ہند گر چہ بس عالی ست بربادے ہند

مال و ملک این جہاں جز بیچ نیست گر ہمسہ یابی چو من ہم، بیچ نیست

(دنیا کی ملک و عمارت کی بنیاد جو رکھتے ہیں وہ کتنی ہی عالی شان کیوں نہ ہو اس کی بنیاد ہوا پر رکھی ہے

اس دنیا کی دولت اور اس کی ملکیت سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں اور تو سب کچھ پالے

جب بھی مری طرح کچھ نہیں ہے۔) برادر عزیز اور جملہ مسلمانوں کی عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔

والسلام



بحرمت النبی والوالد الامجاد۔



# مکتوب ۲۸

## کام میں مشغول ہونے اور اُمید خدائے عفا سے رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت کور کے نام

برادر عزیز الوجود کا تب مکتوب شرف نیری کا سلام و دعاء  
جانیں! اگرچہ برادر عزیز دنیاوی مشغولیتوں میں مبتلا ہیں اس سے یکایک نکل آنے میں  
مغذوری ہے پھر بھی ہمت بلند رکھیں دل جو خداوند تعالیٰ کا محل نظر ہے اسے دنیا کی محبت اور  
اس کی طلب سے پاک رکھیں اور خداوند جل و علا کی محبت اور اس کے غم و اندوہ کے سوا اور کچھ اس  
دل میں باقی نہ رہنے دیں محققین کا قول ہے کہ خداوند تعالیٰ کی یافت اس کا ملنا طلب کے اندر  
نہیں ہے بلکہ خود اس کی داد و دہش کے اندر ہے جس چیز کی طلب ہو اس چیز کا ملنا ضروری  
نہیں ہے۔ ہاں وہ چیز ضرور مل جاتی ہے جو اے عطا فرمادیتے ہیں وَحَبَدَاتُ رَبِّیْ بَرَّیْ  
(میں نے اپنے رب کو پایا اپنے رب کی عنایت سے) کے معنی یہی ہیں آدمی کو وہ جلوہ نظر نہیں آتا ہے  
جس کی طرف آنکھ لگائے رہتا ہے ہاں اوہ اس حُسن کو ضرور دیکھ لیتا ہے جو اسے دکھلا دیتے

ہیں۔ عرفت ربی بربی کے معنی یہی ہیں۔

نیت از راہِ دہم و عقل و حواس بے خدا هیچ کس خدائے شناس

ہر ہدیہ کہ داری لے درویش ہدیہ حق شمر نہ کہ یہ خویش

(دہم و عقل و حواس کی راہ سے کوئی شخص خدا کو نہیں پہچان سکتا جب تک خود خدا اپنی معرفت

نہ عطا فرمائے۔ اے درویش ہر وہ نعمت کا تحفہ جو تو رکھتا ہے اسے خداوند تعالیٰ کی دین سمجھ

وہ ترے کد و کاوش کا ثمرہ نہیں ہے۔)

تو دیکھنے کی علت دکھلانا ہے نہ کہ دیکھنا اور پانے کا سبب دین و عطا ہے نہ کہ تلاش و جستجو

بہت سے تلاش و جستجو کرنے والے ایسے ہوتے ہیں جو پاتے نہیں اور بہت سے پانے والے ایسے ہیں جو ڈھونڈتے نہیں کیونکہ فیض منقطع نہیں ہے چنانچہ اس ایک گروہ کے کچھ لوگ خود فیضان یافتہ فیض نیاں ہیں جیسے خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ واسحتہ اس قبیلہ کے لوگوں کی نظر میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ خوار، کمتر اور بیکار کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ اسی کو کہا ہے۔

عزت چو در ایشاید بے سبب شکالے سالک در کون و مکان مارا جز خوار نہ باید بود

(اے سالک! بلاشبہ عزت اوروں کو چاہیے مجھے تو دونوں جہاں میں ذلیل و رسوا ہی رہنا چاہیے) جب حق سبحانہ تعالیٰ کا فیض کار فرما ہوا تو ایسا اکٹھا یا کہ آب کی بلندی مرتبہ میں کہتے ہیں کہ کل قیامت کے دن جب حضور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام امت کے ساتھ بہشت میں قدم رنجہ فرمائیں گے تو عرض کریں گے خداوند ہمارے امت کے تمام مومنوں نے ہمیں دیکھا اور ہم نے ان سب کو دیکھا لیکن اویس قرنی نے مجھے نہیں دیکھا، جواب آیا آپ کو جس نے دیکھا میرے لئے دیکھا اور جس نے مجھے پایا اگر وہ آپ کو نہ دیکھے تو اس سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ در سیر محبت بندہ شد تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد  
ہر کہ اواز دار دنیا پاک شد نور مطلق گشتہ گر چہ خاک شد

(جو شخص راز محبت کا بندہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے حریم خاص کا محرم اور زندہ جاوید بن گیا۔

جو شخص اس دار دنیا سے پاک و صاف ہوا وہ خاک ہو کر نور مطلق ہو گیا۔)

اچھی طرح دلنشیں کر لو طلب پائینی علت نہیں ہے یافت کی علت اس کی عطا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔  
من سخا ہم دو گر اں می جویند تا بخت کرا بود کرا در دوست  
(میں بھی تلاش میں ہوں اور دوسرے بھی ڈھونڈ رہے ہیں دیکھیں کس کے نصیب میں ہے اور کے وہ اپنا دوست بناتا ہے۔)

بتوں کے پجاری بت کے واسطے سے طلب کر رہے ہیں عیسائی جناب عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے یہودیوں جناب عزیر علیہ السلام کے واسطے سے لاکھوں لاکھ اور دوسرے طالبین ہیں کسی نے نہیں پایا تو معلوم ہوا اس کو وہ شخص مطلوب ہے جسے وہ دینا چاہتا ہے۔  
یک نظر از دوست صد ہزار سعادت منتظرم تا کہ وقت آن نظر آید

(دوست کی ایک نظر میں لاکھوں سعادت بھری ہے میں منتظر ہوں کہ نگاہِ کرم کی وہ گھڑی کب آتی ہے۔)  
 اے بھائی! مسلسل اس غم میں دل شکستگی کے ساتھ لگے رہنا چاہیے دنیا کی تمام  
 چیزیں ٹوٹنے کے بعد بے قیمت ہو جاتی ہیں لیکن دل جتنا شکستہ ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ قیمتی ہو جاتا  
 ہے اَنَا عِنْدَ الْمَنَكِرَةِ قَلْبٌ بِهَمٍّ لِأَحِبِّ لِي (میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میرے لئے  
 شکستہ ہیں، اپنا یہی پتہ اس نے دیا ہے۔ ایک دفعہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الہی  
 تجھے کہاں ڈھونڈھوں؟ جواب ملا ٹوٹے ہوئے دل والوں کے پاس عرض کی اے مرے اللہ مجھ  
 سے زیادہ کسی کا دل شکستہ نہیں ہے وحی آئی تو میں وہیں پر ہوں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ

اے دریغا جان و تن در با ختیم قیمت جاں ذرہ نشناختیم

تشنہ می میریم در طوفاں ہمہ و آں کہ آب از چشمہ حیواں ہمہ

(انسوس! جسم و جان کی بازی لگا دتی، جان کی قیمت ذرہ برابر نہیں پہچانی۔ طوفان

میں رہ کر بھی ہم پیاسے مر رہے ہیں غالاں کہ اس طوفان کا سارا پانی آب حیات ہے۔)

اب اگر تحقیق کی نظر سے ایسا ہی ہے لیکن اُمید لگائے رہنا چاہیے اور حتی الامکان طلب

خالی نہیں رہنا چاہیے۔ اسی کو کہا ہے۔

گرچہ دولت وادش بے رحلت است طاعت حق کار صاحب دولت است

راہ بنمایندیک ساعت ترا می باید عالمی طاعت ترا

(اگرچہ اس کی عطاء دولت بے علت ہے لیکن خوش قسمتوں اور صاحبانِ دولت و نعمت کا کام حق تعالیٰ

کی بندگی و عبادت کرنا ہے کچھ کر ڈالو راہ نہیں دکھلاتے پھر بھی تمہیں طاعت و عبادت کی ایک دنیا چاہیے)

برادر عزیز کے لئے حق کی طلب یہ ہے کہ شکستہ دلوں کی تلاش میں رہیں، کھانا، کپڑہ جو

کچھ میسر ہو اس سے ان کی خدمت کریں۔ گرے پڑوں کو اپنے ہاتھ زبان، قلم و کاغذ سے

راحت و آرام پہنچائیں آخر تم نے یہ سنا ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کو یہ عظیم دولت و

نعمت ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب ملی ہے اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے

ایک حاجت کسی مومن کی اگر تم نے پوری کر دی تو تمہاری ستر حاجتیں پوری کی جائیں گی۔

تُفِي حَاجَةَ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ تَفِي اللَّهُ تَعَالَى لَهُ سَبْعِينَ حَاجَةً مِنْ

حَرَاجِ الدُّنْيَا۔

ہر چیزیں جامی بری آن زان تست نیک ویدورد تو آن درمان تست  
 توشہ زینجا بر کر آدم گوہری کاں بود آنجا کہ زیں جامی بری  
 (جو کچھ تو یہاں سے لے جاتا ہے وہ تری کماٹی ہے تری نیکیاں و برائیاں تے روکا دوا  
 نہیں۔ اسے آدم کے گوہر آبدار بیٹے! وہاں کے لئے زادراہ ہیں تیار کرے وہاں وہی کام دیکھا  
 جو یہاں سے تو لے جائے گا۔)

حق سبحانہ تعالیٰ کی مدد و توفیق ہمارے شامل حال ہو اس کے فضل و کرم سے۔

والسلام  
 فقیر شرف مینری



## مکتوب ۲۹

### ازل کافیصلہ اور عقل کی معزولی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک خضر مذکور کے نام

برادر عزیز مخصوص سلام و دعاء

ایک مدت ہوئی آپ کی طرف سے کوئی یہاں نہیں آیا اب جب قرالین آئے  
 تو وہاں کے تمام حالات معلوم ہوئے دل مطمئن رکھیں دنیا بلاخانہ ہے یہاں خود عقل اور  
 عقل کے احکام سب سرنگوں ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

بیخ دل را بکنہ اورہ نیست جان و دل از کماش آگہ نیست  
 بالتقاضای نفس و عقل و حواس کے تو اں بود کردگار شناس

کسی دل کو اس کی کُنہ و ماہیت تک راہ نہیں اس کے کمالات سے جان و دل آگاہ نہیں۔

نفس و عقل و حواس کے مطالبات سے کب کوئی خدا شناس ہو سکتا ہے

آج اس دنیا میں اس کے دشمن نعمت کے لئے مخصوص ہیں احتیاد اولیاء بلا و آزمائش کے لئے مخصوص ہیں عقل و حواس تو قیاس کے لئے آ رہے اور خدائی وہم و گمان سے بالا ہے اس لئے خدا کی بنیاد مشیت پر ہے بندوں کی قیاس، انکسار پر نہیں۔ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ دوستوں کو سرفراز فرمایا جائے اور دشمنوں کو گرایا جائے ان پر بلائیں ڈالی جائیں اور حق سبحانہ تعالیٰ ساری بلائیں دوستوں پر ڈالتا ہے اور تمام نعمتیں تمام مرادیں دشمنوں کی گود میں ڈال دیتا ہے عقل تو وہ ہے جو دشمن کو قتل کر دے اور بغاوت کریں تو ان کو ہلاک کر دیا جائے مگر یہاں کہاں ہوتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے دشمنوں کو پیدا کیا ان کی پرورش کرانی انہیں ہلاک نہیں کیا ان کی مرادوں اور تمناؤں سے ان کو نوازاجب قیاس کی راہ یہاں بند ہے تو اس کی خدائی میں عقل کو کوئی سروکار نہیں۔ عقل کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ یہ جانے کہ بندگی کس طرح کرنی چاہیے۔ اگر عقل نہ ہوتی تو بندگی کرنے سے عاجز رہتے نہ یہ کہ خدا کی گواہی نے قیاس سے معلوم کیا جاسکتا ہے اگرچہ عقل ایک اچھا ترازو ہے لیکن سونا تولنے والی پر یانی سے پہاڑ کو نہیں تول سکتے۔ اسی کو کہا ہے۔

عقل باید تا عبودیت کند جانت باید تا ربوبیت کند

(عقل ایسی چاہیے جو صحیح بندگی کر سکے اور تجھے جان ایسی چاہیے جو اس رب العزت

کو ربوبیت کو پہچان سکے)

اسے بھائی! تقدیر کے رموز و اسرار سے جبریل و میکائیل کو اطلاع نہیں غریب عقل

کو اس میں کیا دخل۔ اسی کو کہا ہے۔

توجہ دانی ز آفرینش حق چہ شناسی بیان و بنیش حق

تو کہ در جس آبی و تانی کے عیان و نہسان کو دانی

(تو حق سبحانہ تعالیٰ کی مخلوقات کو کیا جانے اس کی نگاہ پاک اور اس کے یہاں کے رموز

اسرار کو تو کیا پہچانے تو جو کہ روٹی، پانی کی قید میں ہے اس کے ظاہر و باطن کو کیا جانے)

تو جو کچھ بھی سامنے لائیں سر تسلیم خم کر دینا چاہیے کیا کیا جائے اس لئے کہ بندگی یہی ہے

بندہ آن بہتر کہ بر فرماں رود از خداوند آبخہ خماہد آن رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے کہ جو اتنا کے حکم پر چلے اس کا مالک جو اس چلے اسے بجا لائے۔)

اس عالم کے لئے وہ پہلی سطر ہے جو لوح محفوظ پر نظر ہوئی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا  
 سَبَقْتُ رَحْمَتِیْ عَلٰی عَذَابِیْ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْكُرْ  
 عَلٰی نِعْمَائِیْ فَلِیَطْلُبْ رَبًّا سِوَایْ (بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میری رحمت میرے  
 غضب پر غالب ہے جو میری قضا پر راضی نہ ہو اور میں نے میری بلا پر صبر نہ کیا اور میری نعمتوں کا شکر  
 نہ کیا اس کو چاہیے کہ مرے سوا کوئی اور رب تلاش کر لے۔)

اور اگر معاملہ بندہ کی مراد اس کی آرزو پر ہوتا تو یہ انبیاء اولیاء کے لئے ہوتا اس لئے کہ بندہ  
 ہونے میں وہ خاصان خاص ہیں اسی کو کہا ہے۔

سرد و گرم زمانہ ناخوردہ نر کسی برور سرا پرودہ

جب تک زمانہ کے سرد و گرم ہونے نہیں برداشت کئے ہیں اس وقت تک ان کے خمیر

کے در پر تیری رسائی نہیں ہوگی۔

کیا کیا جا سکتا ہے بندگی ہی ہے تو تقدیر کے حکم کے تحت اپنی مراد سے ہاتھ دھولینا چاہیے  
 اور اسی نامرادی کے ساتھ گذر بسر کرنا چاہیے اس لئے کہ بندہ کی اپنی کوئی مراد نہیں ہوتی چنانچہ  
 جس کام کا تقدیر حکم کرتی ہے وہی کیا جاتا ہے اور جس طرح رکھتی ویسے ہی رہنا ہے۔ یَفْعَلُ  
 اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیَحْكُمُ مَا یرید اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کام  
 دیتا ہے) اسی کو کہا ہے۔

گہ باکف پر سیم و گہ دروشیم گہ واپس جملہ خلق و گہ درپشیم

گہ بادل پر نشاط و گہ دل رشیم من بو قلمون روزگار خویشیم

(کبھی میری منٹھی چاندی سے بھری ہے اور کبھی مفلس و نادار ہوں کبھی ساری مخلوق کے پیچھے اور  
 کبھی سب کا امام ہوں۔ کبھی نشاط و شادمانی سے دل بھرا ہوا ہے اور کبھی زخمی و خستہ اور چور سے

میں اپنے زمانہ کا تماشا بنا ہوا ہوں۔)

تو معلوم ہوا کہ بندگی اور اپنی مراد و آرزو کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ آج جو لوگوں میں پریشانی  
 اور غم و رنج و الم ہے وہ یہی اپنی مراد کے حصول کی طلب و تڑپ کی وجہ سے ہے جو خیر محال  
 ہے لانا اس کی طلب یہی ہوتا ہے۔ اپنی بندگی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو اور رات دن  
 یہ استغفار کرتے رہو رَبِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظَلَمًا کَثِیْرًا فَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ

الذُّنُوبُ الْعَظِيمُ إِلَّا رَبُّ الْعَظِيمِ ۝ (اے میرے رب میں نے اپنے اوپر بے انتہا  
ظلم کیا ہے پس تو میرے گناہ کو بخش دے کیوں کہ بڑے بڑے گناہوں کو سولے گناہوں سے بہت بڑے رب کے  
کوئی نہیں بخشتا۔) ۝

بندہ ادبائش تا باشی کے درگے ادبائشی این باشد بے  
گراز درانے بود سوتے تو باز تو ازین دولت توانی کرد باز  
(اس کا بندہ بن جاتا کہ تو کام کا آدمی بن جائے۔ اور اگر اس کے در کا کتا ہی بن جائے یہ بھی بہت  
ہے اگر اس کی راہ کی طرف تیری بازگشت ہو جائے تو تو اس دولت پر جتنا ناز کر سکتا ہے ناز کرے۔)  
خدائی میں شرکت کی گنجائش نہیں اِنَّمَا اَنَا وَاِمَّا اَنْتَ يَا تُو تُو رِہے یا میں۔ ۝  
کاملاں در راہ حق خون خوردہ اند بندگی و حق گذاری کردہ اند  
لاجرم در بندگی سلطان شدند بہتر خلق جہاں ایشان شدند  
(کاملین اس راہ حق میں خون کے گھونٹ پیتے رہے اور بندگی و حق گذاری کرتے رہے  
ہیں آخر کار اسی بندگی سے بادشاہ بن گئے ہیں اور سارے جہاں کے سردار ہو گئے ہیں۔)

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف منیری



# مکتوب ۵.

## حکم خداوندی پر راضی ہونے اور عقل کا حق تعالیٰ کی معرفت

### سے معزول ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک خضر کے نام

عزیز خضر مخصوص بسلام و دُعا

برادر عزیز کے دونوں خطوں کے ایک محمود لائے اور دوسرا بدیع پڑھا۔ اے بھائی! یہ اہل ہے کہ المعلوم لا یتغیر والمقسوم لا یزید ولا ینقص ہر شخص کے لئے جو مقرر ہے وہ خداوند تعالیٰ کو معلوم ہے اس میں کسی کے لئے بھی تغیر و تبدل نہیں اور ہر ایک لئے جواز میں مقسوم ہو چکا ہے کہ وہ کیا کرے گا کیا کھائے گا اور کیا پہنے گا۔ اس میں ذرہ برابر کمی بیشی نہیں ہوتی اور حلال ہو یا حرام طاعت ہو یا معصیت وہی اس سے ظہور میں آتا ہے جس کا حکم ازل میں ہو چکا ہے اور جو تقدیر ہو چکا ہے حکم کی تعمیل کرنے اور تقدیر کے آگے گردن ڈال دینے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے

آدمی بہ سربے غمی رانیت      پائے در گل جسن آدمی رانیت

شادی از اہل عصر بیگانہ است      آدمی را خود اندوہ از خانہ است

( آدمی غم سے نجات پانے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے

خوشی اہل زمانہ سے اجنبی اور بیگانہ ہے

اے بھائی! کیا کیا جاتے ایک لاکھ چوبیس ہزار بیغیا مبران علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے

خلق کو ایمان و عمل خیر کی دعوت دی ازل میں جو حکم ہو چکا ہے اور تقدیر میں جو مقرر ہو چکا اس میں

ذرہ برابر فرق نہ آیا نہ کمی ہوئی نہ زیادتی۔

ہر چہ استاد در پشتہ براند      طفل در مکتب آں تواند خواند



ہرچہ استاد در بیشترہ براند  
 طفل در مکتب آں تواند خواند  
 (استاد نے جو سختی لکھ کر دی ہے  
 لڑکا مکتب میں وہی پڑھے گا)

ہاں اتنا ضرور ہے کہ جو ایمان اور عمل خیر ظہور میں آیا وہ انہیں انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے ظاہر ہوا  
 اس سے زیادہ نہیں ہے چونکہ دنیا عالم حکمت ہے یہاں کے کام واسطہ ہی سے چلتے ہیں پھر بھی ہر شخص  
 سے وہی عمل میں آتا ہے جس کا حکم ازل میں ہو چکا ہے اور وہ اس کی تقدیر ہو چکی ہے اس میں کوئی کمی و  
 بیشی نہیں ہوتی۔ اسی کو کہا ہے ۔

کز پئے جانت حکم یزدانی : شب نبشت آنکہ روزی خوانی

(تیری جان کے لئے حکم خداوندی نے رات کو جو لکھا ہے دن کو تو وہی پڑھتا ہے)  
 لیکن یہ ساری گفتگو جو کی گئی یہ عقیدہ ہے مومن کا اسی پر عقیدہ ہونا چاہیے تاکہ اس کا ایمان صحیح  
 رہ سکے۔ بندہ کے لئے ازل کا حکم حجت نہیں ہے (یعنی بے عملی کے لئے اس کو سہارا نہیں بنانا چاہیے کہ تقدیر  
 میں تو یہی ہے) ہاں آدمی کو چاہیے کہ اپنے حال سے فعال بنے بہت کام کرنے والا اور اپنے ناپسندیدہ برے  
 کاموں کو خود ناپسند کرے اور سب سے توبہ استغفار کرتا رہے بندگی یہی ہے ۔

گر گردین داری اسے پاوسر  
 راہ دیں این است زیں رہ درگذر

گوشہ گیر زیں سراے مجاز  
 توشہ آبخہاں درومی ساز

(اے بے ڈھنگے بے سرو پا، اگر دین کا سودا تیرے سر میں ہے تو دین کی راہ یہ ہے اس راہ کو اظہار ہو کر آگے بڑھو)  
 اس مجازی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لے اُس جہاں کے لئے اسی دنیا میں توشہ تیار کرے )  
 ایک اہم بات آپ کے خط میں ذکر تھا کہ اس مقام کے قاضی کو مولانا صدر الدین کے مکتوب پر  
 اعتراض تھا۔ اے بھائی! اگر اس بیچارے میں سعادت کی بو ہوتی اور مردان خدا کے دین کا ایک راز  
 بھی حصہ ملا ہوتا تو آج وہ غریب اس چھری سے ذبح نہیں ہوتا مَن جُعِلَ قَاضِيًا فَكَأَنَّمَا ذُبِحَ  
 بِغَيْرِ سِكِّينٍ (جس کو قاضی بنایا گیا تو گویا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا)۔ جوں کہ دعید شرع کی چھری کا  
 ذبح کیا ہوا ہے اس لئے مُردہ ہے۔ کہاں وہ اور کہاں ان کا دین۔ وہ ابھی شیرخوار بچہ ہے بلکہ ماں  
 کے پیٹ میں ایک بوٹھا ہے یہ بھی نہیں باپ کے پشت میں ایک قطرہ ہے یہ بھی نہیں بلکہ عدم میں بھی  
 عدم ہے۔ وہ بیچارہ مخموشوں کے دین سے واقف نہیں مردان خدا کے دین کی اس کو کیا خبر ایک  
 بزرگ نے کہا ہے ۔

بگذار فضول گر ابو جهل در دین محمدی نیاید

(چھوڑوان بواسیوں کو، اگر ابو جهل دین محمدی میں نہیں آتا تو نہ آئے۔)

اور ایک دوسرے نے کہا:

اے کہ حق کردہ زیر بار ترا بر چنین کار با چہ کار ترا

علم کز بہر کاخ باغ بود باجمو مرد ز در چہ سراغ بود

(اے وہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے تجھے کتابوں کے بوجھ کے نیچے دبا دیا، ان کاموں کے تجھے کیا مددگار ہے)

وہ علم جو محل اور باغ کے حصول کے لئے ہو اس کی مثال چوروں کے چسراغ کی ہے)

اے بھائی! منکران اہل مکہ اسی طرح اپنے لئے بینائی، گویائی اور شنوائی کا دعویٰ کرتے تھے تو ان کے

اس دعویٰ کی رد میں ان کے لئے یہ جواب آیا صُمُّ بَكُمُّ عُمَىٰ. اندھے بہرے اور گونگے ہیں علماء

آخرت علماء دنیا کو اسی طرح جانتے ہیں اور سب کو معذور سمجھتے ہیں اس لئے کہ جس کے پاس شنوائی،

گویائی اور بینائی ہے وہ اندھے بہرے اور گونگے کو معذور قابل معافی جانتے ہیں جیسا کہ کہا ہے،

ہر کہ اندر حجاب جاویدا است مثل او بچو بوم و خورشیدا است

دین عقل برگزیند حق دیدہ رنگ میں نہ بند حق

(جو دائمی حجاب و پردہ میں ہے اس کی مثال آفتاب و آتو کی ہے۔ عقل کی آنکھ حق و صدا

قبول کر لیتی ہے رنگ و روپ پر نظر رکھنے والی آنکھ حق کو نہیں دیکھتی۔)

کہتے ہیں اسلام اس وقت تر و تازہ تھا جب تک علماء دنیا پیدا نہیں ہوئے تھے جب علماء دنیا پیدا

ہوئے تو اسلام میں خلل پڑ گیا چنانچہ ایک بزرگ نے شیطان کو دیکھا بیکار بیٹھا ہوا ہے انہوں نے

پوچھا تعجب ہے، تجھے فارغ دیکھتا ہوں؛ اس نے کہا علماء دنیا ظاہر ہو گئے ہیں اب میرا کام نہیں رہا۔

جانتے ہو علماء دنیا کون ہیں وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کی روٹی کھاتے ہیں اور امراء و سلاطین کے در کو

اپنا قبلہ بنائے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ دنیا کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور جو آخرت کی

کمائی کا وسیلہ ہے اسے دنیا کے حصول کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔

علم کز بہر کاخ و باغ بود باجمو مرد ز در چہ سراغ بود

(جو علم باغ و محلات کے حصول کے لئے ہو، وہ چوروں کے چسراغ کے مانند ہے)

افسوس ہوا اور طال بڑھا استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ۔

(ایک بات اور شیخ سلیمان نے اپنے اوپر زحمت کیوں لی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سال ابوطالب اور ابو جہل کو دعوت دی کوئی فائدہ نہ ہوا وہ بیچارہ جو شرع کی پھری کا ذبح کیا ہوا ہے وہ مذبح مردہ ہوتا ہے شیخ سلیمان کی دلیوں اور گفتگو کو وہ کیسے مان سکتا ہے۔ ❀

واللہ اعلم بالصواب۔ والسلام

حقیر شرف منیری

## مکتوب ۵

### تقدیر پر راضی رہنے اور خداوند بے مثال کی فرمان داری میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک خضر مذکور کے نام

عزیر سلمہ اللہ خصوصی دُعا

عرض یہ ہے کہ فرزند صفی کے خط سے حادثہ کا پورا حال معلوم ہوا تھا۔ خط کے آخری حصہ پر نظر پڑی تو لکھا تھا کہ ایک دو روز میں رہائی ہو جائے گی چنانچہ خیال یہی تھا کہ رہائی ہو چکی ہوگی اور شام تک نہیں رہا ہوگا۔ پھر آج ۲۵ رزی الحجہ کو ہوقت فرزند صفی کا خط پہنچا جس میں مرقوم تھا کہ اب وہی حال برقرار ہے چنانچہ دل کو شہریت کے تقاضے کی بنا پر تشویش یا فکر لاحق ہوئی۔ تقدیر اور خداوند تعالیٰ کے حکم کے آگے راضی ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل کے حوالہ کر دیا انشاء اللہ جلد سے جلد رہائی و دستگیری ہو جائے گی اور فتحیابی و خلاصی ظاہر ہوگی جیسا کہ کہا ہے۔

گر تہر سزائے ماست آخر ہم فضل برائے ماست آخر

(آخر اس کا عتاب اگر ہمارے لئے ہے تو یقیناً اس کا فضل بھی ہمارے ہی لئے ہے۔)

بندہ کو بندگی کی بنا پر خداوند تعالیٰ کے حکم پر راضی رہنا اور اس کی تقدیر پر سوائے گردن جھکانے کے

چارہ نہیں۔

چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں را چہ کند گوے کہ تن در نہ نہد چو گان را

(بندہ اگر خدا کے حکم پر گردن نہ جھکائے تو کیا کرے گیند اگر کھلاڑی کے بل کے ٹھوکروں پر نہ چپے تو کیا کرے۔)

اے نبی! دنیا میں کہ بلاخانہ اور ابتلا و گردش کی جگہ ہے تو بندہ کو درمستلف حال سے چارہ نہیں ہے

زمانہ بدلتا رہتا ہے زمانہ کبھی نعمت عطا کرتا ہے اور کبھی مصیبت و بلا میں ڈال دیتا ہے۔ بندہ کو کبھی ایک حال پر نہیں رہنے دیتا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں

گہ باکف پر سیم و گہ درویشم      گہ دل پر شاہ و گہ دل ریشم  
گہ واپس جملہ خلق و گہ دریشم      من بو قلمون روزگار خوشم

(کبھی مری مٹھی چاندی سے بھری ہوتی ہے اور کبھی نہیں دست ہوتا ہوں، دل کبھی مسرت و شادمانی سے بھرا ہوا اور کبھی زخمی و چوڑھوتا ہے کبھی سارے جہاں کے پیچھے پیچھے اور کبھی سب کے آگے ہوں میں اپنے زمانہ کا تماشا بنا ہوا ہوں۔) جب پدر بزرگوار آدمؑ کو نبوت کے تاج و تخت و مملکت کے باوجود بہشت جیسے مقام میں بغیر بلا و آزمائش کے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ تاج و تخت بادشاہی کے ساتھ صبح کو بہشت میں داخل فرمایا ابھی شام بھی نہیں ہوئی تھی کہ برہنہ کر کے بہشت سے باہر بھیج دیا گیا تو ان کے آل و اولاد کو دنیا جیسے بلاخانہ میں رہتے ہوئے بغیر آزمائش کے کیسے چھوڑیں گے۔

او ظلم نمی کند بہ تحقیق و یقین      لیکن من بیچارہ حسنین مظلوم

(یہ حقیقت ہے کہ یقیناً وہ ظلم نہیں کرتا ہے، لیکن میں غریب پھر بھی مظلوم ہی ہوں۔)

اے بھائی! قضا و قدر کے راز سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ آگاہ نہیں غریب عقل کی اس کے قضا و قدر کے اسرار تک پہنچ کہاں۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری بھلائی اسی چیز میں ہو جو ہمیں اپنے لئے ناپسند و ناگوار ہوتی ہے۔ عسی ان تکرہوا شیئا و هو خیر لکم۔

یوسف علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو ایک معصوم نابالغ بچہ کو ان کے برادران کنواں میں ڈال دیتے ہیں بغیر کسی قصور کے اس کے بعد انہیں ان سے نکال کر بہت معمولی سی قیمت میں بیچ دیتے ہیں پھر اس قید و بند غلامی سے نکال کر تخت نشاہی پر بٹھا دیا جاتا ہے۔

اے جہاں جاں ہمہ حیران تو      صد ہزاراں عقل سرگردان تو

(لے تمام جانوں کے جہاں سب کے آپ کے کرشموں سے حیرت میں ہیں لاکھوں عقل سرگرداں و پریشاں ہیں۔)

سلامتی عدم میں ہے یا قدم میں لیکن ایسا وجود و عدم کے بیچ ہو وہ تو مصیبت و بلا و آزمائش ہی ہے اور ان سب کی علت و سبب کیا بیان کیا جائے۔ عراقی نے اسی مضمون کو کہا ہے

اے کاش نبودی عراقی      کز تست ہمہ فساد باقی

(اے عراقی کاش تیرا وجود نہ ہوتا عالم کی یہ ساری خرابیاں ترے ہی سبب سے ہیں۔)

اور ایک دوسرے نے فریاد کیا ہے۔

چوموئے شدم زینج ہر بیدارے دروہر نبود دست چومن ناشاکے

برخیزد اگر جہد بمن ناگہ باکے چوں چنگ زہر گئے زمن فریادے

(رنج و ستم بہتے بہتے سوکھ کر بال کے مانند ہو گیا ہوں زمانہ میں مجھ سے زیادہ کوئی اندوگس نہ ہوگا۔

اگر مرے باطن سے یکایک آہ کا بگولہ اٹھے تو تار کے تاروں کی طرح مرے ہر گسے فریاد کی جھجکا آنے لگے۔)

لیکن جب حکم یہ ہے اَلْاٰیْمَانُ نِصْفَانِ نِصْفَهٗ شُكْرٌ وَنِصْفَهٗ صَبْرٌ۔ ایمان کے دو برابر حصے ہیں ایک

حصہ شکر اور دوسرا صبر کا تو نعمت میں شکر کرنا چاہیئے اور بلا میں صبر تاکہ بندگی کی ادائیگی ہو اور ان دونوں

حال میں مستحکم رہنا چاہیئے اور مروان دین کی پیروی کرنا چاہیئے اس کی اس قدر نعمتیں اور احسان ہیں کہ

اگر سارے عالم کے لوگ شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وَاِنْ تَعَدَّوْا

نِعْمَتَا اللّٰهِ لَا تَحْصُوْهُنَّ اُو ر اس کے مقابلہ میں تمہاری جانب سے صرف صبر و شکر کو کافی قرار دیا ہے۔

اسی کو کہا ہے۔

ناکساں را بہ لطف خود کس کرد شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

(بے قدروں کو اپنے کرم سے قابل قدر بنا دیا اور اس کے مقابلہ میں بندوں سے صرف صبر و شکر کو بہت کچھ قرار دیا۔)

اور اس صبر و شکر پر اتنی ساری خوشخبریاں دی گئی ہیں۔

ہر ہدیہ کہ داری اے درویش ہدیہ حق شکر نہ کدیہ خویش

(اے درویش یہ تمام نعمتیں جو تیرے پاس ہیں اسے حق سبحانہ تعالیٰ کا عطیہ جان یہ تیری اپنی کمائی نہیں ہے۔)

عاقبت و خاتمہ تمام مسلمانوں کے ساتھ بخیر ہو بجز امت النبی والہ الامجاد۔ والسلام

فقیر شرف منیری

## مکتوب ۵۲

### اشتقاق و محبت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک سید الدین کے نام

دستور دُعا کی پیش کش کے بعد واضح ہو برادر۔

خواجہ سلیمان نے آپ کا خط اجنس و نقد ہدیہ کے ساتھ پہنچایا تَقْبَلُ اللهُ مِنْكَ فَاَسْنِ  
جزاك الله تعالى آپ کی جانب سے میرے لئے قبول فرمائے اور بہترین اجر عطا کرے۔ اور آپ کے  
اشتیاق و محبت کو جو اس دعا گو سے ہے خوب خوب بیان کیا۔ اے بھائی! کسی کو دیکھنا اور اس  
سے عشق و محبت کا ہو جانا یہ تو عام طور سے ہوتا ہے لیکن کسی کا نام سن کر اس پر عاشق ہو جانا یہ ایک  
نادر کام اور تعجب خیز راز ہے۔

سِرِّ عَشْقِشْ نَكْشَتْ مَدْرَكُ خَلْقِ زَانِكِهْ بِرُونِ سِتِّ اَزْ قِيَّاسِ دِگَمَاں

اِسْ عَجْبِ تَرْكِهْ نَامِ اعْظَمِ اَوْ دَرْدِ دُو عَالَمِ نَهْ كَفْتِ كَسْ بَزْبَاں

(حق سبحانہ تعالیٰ کے عشق کے اسرار تک لوگوں کی پہنچ نہ ہو سکی اس لئے کہ وہ خود قیاس و ہم دگماں سے بالاتر ہے۔

اور اس پر یہ تعجب بالائے تعجب ہے کہ دونوں جہاں میں کسی نے بھی اس کے اسم اعظم زبان سے بیان نہیں کیا۔)

جناب یوسف علیہ السلام کے نام بھائی مصر میں موجود تھے ان میں سوسے کو بھی یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی بو معلوم نہ ہوئی کونعان

جو مصر سے انسی فرسنگ تقریباً پانچ سو پچاس میل کی دوری پر ہے جناب یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی بو جناب

یعقوب علیہ السلام کو کنعان میں پہنچتی ہے چونکہ یعقوب علیہ السلام محب و عاشق تھے اور یقیناً محبوب و محشوق کی خوشبو محب و عاشق

ہی کو ملتی ہے دوسروں کو یہ کہاں نصیب ہوتی اگرچہ ایک ہی مجلس میں موجود تھے محبت کا یہ مسئلہ خود عجائب و غرائب میں سے

ہے عشق و محبت کے احکام اہل محبت اور عاشق کے حصہ و نصیب کی چیز ہے اہل ظاہر اور صورت پرستوں سے بہت دور

ہیں ان کے لئے اس پر ایمان رکھنا ہی بہت بڑی چیز ہے اس لئے کہ اس کا تعلق ذوق مزہ یعنی چکھنے سے ہی اس معنی کو کہا ہے۔

عقل فرماں کشیدنی باشد عشق وایمان چشیدنی باشد

(عقل تو فرمان کی بجا آوری کے لئے ہے۔ عشق و ایمان کا تعلق ذائقہ اور مزہ سے ہے)

اسی کو بزرگوں نے کہا ہے کہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو ہمارے زانو سے لگے بیٹھے ہیں لیکن ہمارے

اور ان کے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہے اور بہت سارے لوگ وہ ہیں جو پچھیم کے سرے پر ہیں

یا پورب کے سرے پر ہیں لیکن وہ ہم سے بالکل متصل پہلو سے لگے بیٹھے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ لَا بُعْدَ

مَعَ الْمُحْتَبَةِ وَلَا قُرْبَ مَعَ الْعَدَاوَةِ۔ جہاں محبت ہے وہاں حسد و نظر سے دور رہنے میں کیا فرق ہوتا ہے

اور جہاں محبت نہیں ہے وہاں قرب و نزدیکی سے کیا نفع ہے؟

نقل ہے کہ ایک اعرابی نے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ

مجھے حضور سے بے حد محبت ہے لیکن مرا مسکن مدینہ سے بہت دور ہے میں راستہ کی دوری کے سبب

حضور کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا ہوں مرا حال کیا ہوگا میرے لئے کیا حکم ہے؛ ارشاد محبوب رب العالمین  
صلی اللہ علیہ وسلم ہوا الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ یعنی محبت کے قانون کے تحت ہر شخص اپنے محبوب کے  
ساتھ ہے۔ اعرابی خوش ہو گئے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ س

مانہ گدا سیم چو سلطان عشق از مدد حسن تو سلطان ماست  
در سحر از غیبت نیدیم کہ دوش در دو جہاں درد تو در مان ماست

(میں بیوا گدا اگر نہیں ہوں جب کہ آپ کے حسن جہاں تاب کی مدد سے سلطان عشق ہمارا شہنشاہ ہے۔)

کہا جاتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے اس وقت تک ایسی سرت و شادمانی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین  
کو کبھی نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اس روز جس دن یہ حدیث شریف فرمائی گئی الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ تمام  
سونچکان جگر محبان و طالبان خدا و رسول کے لئے یہ حدیث شریف اک سیر شفا ہو گئی ہے اور تمام صحرا  
محبت کے بھٹکنے والوں کے لئے دستگیر بن گئی ہے۔ س

مخرب جہاں جمال خسارہ ماست سلطان جہاں در دل بیچارہ ماست

(عالم کا محراب یہ آسمانی ماہِ خورشید سب ہمارے خسارہ کا حسن میں سائے عالم کا شہنشاہ ہمارے محبت بھر دل میں ہے۔)

یہ ساری تقریر اس لئے کی گئی کہ اصل کام محبت ہے جہاں چاہو اور ہو شرق میں یا مغرب میں محبت

کی بنا پر جہاں بھی ہو تم اپنے محبوب کے ساتھ ہو راہ کی دوری کا کیا خوف۔ اسی کو کہا ہے س

منزل ہمت است عالم قدس کے قدم گاہ جبرئیل بود

بے واسطہ رسد بقعد صدق چوں کہ عشقش ترا دلیل بود

(ہمت کی منزل وہ پاک عالم ہے اس عالم پاک میں جبرئیل کے قدم کہاں پہنچ سکتے ہیں۔)

بغیر کسی واسطہ و ذریعہ کے مقعد صدق میں اپنے مالک مقدر کے پاس پہنچ جاتے ہیں کیونکہ عشق ہی بیچارہ ہوجاتا ہے۔)

چوں کہ برادر عزیز کو عقیدت اور نین ظن اس فقیر سے ہے تو میں بھی آپ کو قبول کیا اور اپنے پیروں کا

طاقیہ (کلاہ) بچھ رہا ہوں ایک دعوت کا اہتمام کیجئے، کچھ درویشوں کو جو وہاں ہوں بلائیے ان کی

موجودگی میں طاقیہ پہننے اور دو رکعت شکرانہ ادا کیجئے اور ہمیشہ با وضو رہئے ہر وضو کے

بعد دو رکعت شکرانہ وضو ضرور پڑھئے جس وقت بھی ہو خواہ وہ وقت عصر کی نماز کے بعد

ہی کا کیوں نہ ہو۔ اور اس فقیر کے مکتوبات و ملفوظات جو وہاں پہنچے ہیں انہیں آداب کے ساتھ

مطالوعہ کیجئے اور اس پر اپنی وسعت قوت کے مطابق عمل کیجئے۔ س

تقصیر مکن، بیچ تو در کردن طاعت کا نہا کہ بیالیت ترا جملہ بجا دست

(طاعت و عبادت میں تم ہرگز کمی نہ کرو اس لئے کہ تمہیں جو کچھ چاہیے وہ سب عطا کر دیا ہے)

اس قانون کے تحت کہ قلم بھی زبانوں میں سے ایک زبان ہے القلم أحد اللسانین، ملفوظات و

مکتوبات کا وظیفہ اس تصور یعنی برزخ میں کرو کہ اس فقیر کی زبان کے سن رہے ہو۔

وَالسَّلَام

خاکسار شرف منیری



## مکتوب ۵۳

### دنیا کی بے وفائی اور اس کی مذمت میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ملک شمس الدین کے نام

کار عالم جز طلسم و بیچ نیست جز خرابی در خرابی بیچ نیست

از طلسم او نشد آگہ بگہ در میان خاک و خون وارد بے

د فریب نظر ایک دھوکہ ہے دنیا مسل خرابی کی دنیا ہے دنیا

بہیں کوئی واقف طلسموں سے اس کے ہیں خاک اور خون میں کرموں سے اس کے

اے بھائی! دنیا مکار بے وفا فریبی اپنے وقت کی رنگ بدلنے والی گرگٹ ہے دیکھنے میں

شہد اندر سے زہر پلاہل ہے جسے صبح نوازی ہے رات میں اسے چھوڑ دیتی ہے صبح سویرے اگر کسی کو

سر چڑھاتی ہے تو شام کو اپنے قدموں میں ڈال کر روند ڈالتی ہے اس کا جام خس و خاشاک کی آلودگی سے

پاک نہیں ہوتا، اس کا پیالہ شہد زنبور کے نیش سے خالی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کہل ہے۔

از جام او پیش کہ درآں جام زہر ہاست گل برگ او سو کہ درآں زیر خار ہاست

دہر ستیزہ کار ندارد و وفاز کس دیدیم و آزمودہ شنیدیم بار ہاست

(اس دنیا کے پیالہ سے کچھ بھی زبان پر نہ رکھو کیوں کہ اس پیالہ میں زہر بھرا ہوا ہے اس کے

پھول پتیوں کو نہ سونگھو اس کے بیچے کانٹے ہی کانٹے ہیں اس جھگڑا لود دنیا نے کسی کے ساتھ وفا

نہیں کی ہے بار بار دیکھ چکا ہوں آزما چکا ہوں اور سن چکا ہوں)



یہ بڑھیا مکار دہن بن کر بہت سارے بادشاہوں اور جوانوں کو قتل کر چکی ہے ایسا کہ وہ یاد کریں اور بہت سے اپنے عاشقوں کو پاؤں تلے اس طرح روند چکی ہے کہ وہ یاد کریں جس کسی کو بھی کوئی چیز دیتی ہے پھر پھین لیتی ہے اور جس کو کچھ دیتی ہے پھر اس سے اس کے واپسی کا مطالبہ کرتی ہے۔

جیسا کہ کسی نے کہا ہے

دہد بستاند و عارے ندارد بجز داد دستد کارے ندارد

چہ بخشد مر ترا این سفلہ ایام کو یک یک باز بستاند سر انجام

(دیتی ہے اور پھر لے لیتی ہے اور اس میں اسے زرا شرم نہیں آتی دیکھ لینے کے سوا اس کا دوسرا کام نہیں ہے) یہ کہینہ زمانہ یعنی دنیا تجھے کیا دے گی اس کا یہی طریقہ ہے جو دیتی ہے ایک ایک کر کے واپس لے لیتی ہے "الدُّنْيَا سَاحِرَةٌ" دنیا جادوگر ہے اس کی جادوگری کا یہ حال ہے کہ اس کی ساری نمائش و زیبائش خواب کی طرح ہے اس کی خوراک اس کی پوشاک ایک خیال جیسی ہے اس کی لذتیں شہوتیں احتلام کے مانند ہیں ان سب کے باوجود ایک عالم اس کے پیچھے سرگرداں و پریشان ہے۔ پتہ کہا ہے جس نے کہا ہے۔

حَالِ دُنْيَا رَاهِ پُرْسِيدِ مَنِ از نَسْر زَانَهْ گفتم یا خوابے ست یا باریت یا افسانہ

باز گفتم حال آن کس گو کہ دل درو بہ باریت گفتم یا غولے ست یا دیولیت یا دیوانہ

(میں نے ایک عاقل سے دنیا کا حال پوچھا اس نے کہا دنیا خواب ہے یا ہوا ہے یا افسانہ و کہانی ہے۔ پھر میں نے کہا اس شخص کا حال بتاؤ جس نے اس دنیا سے دل بٹکا رکھا ہے کہا ایسا شخص دیو شیطان یا دیوانہ ہے) عجب حال ہے اس دنیا کا۔ یہاں شادی بے ماتم، خوشی بے غم، زندگی بے موت، صحت بے غیر مرض، بقا بے فنا، مراد بے رنج و مصیبت، غذا بے بلا میں گرفتار ہوئے ملنا محال ہے اس کے باوجود ایک جہاں اس کی تلاش میں سرگرداں ہے سینکڑوں نئے دہلاؤں میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ خوابہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

دو دنیا چوں نہنگے سر کشید نیک و بد را تا بگردن در کشید

جملہ راتا حشر بیچید دست ایچ کس از مکر و دام ادنبت

خاک عالم جمع کن چوں خاک بمیز بر سر دنیا و مردم خاک ریز

زانکہ گر یک لقمہ ناں باشد ترا صد بلا از بعد آن باشد ترا

سے خاک بیز۔ نیا۔ یا۔ سواروں کی خاک ستر سے سونے پانڈی کے ذرہ چھیننے والا۔

اس کمینی دنیا نے گھڑیاں کی طنز سر نکالا ہے اچھے اور بُرے سب کو گردن تک پانی میں کھینچ لیا  
 قیامت تک کے لئے سب کو اپنی لپیٹ میں اس نے لے لیا کوئی بھی اس کے نکر و فریب کے جاں نہیں بچ سکا  
 سارے جہاں کی خاک کو نیار یا کی طرح جمع کر دینا اور دنیا والوں کے سروں پر اس خاک کو ڈال دو  
 اس لئے کہ رون کا ایک ٹکڑا بھی اگر اس سے تم کو ملا تو اس کے بعد نیگڑوں بلائیں تمہارے سر پر آ جائیں گی  
 کہتے ہیں ایک عالم تھا چار سو صندوق علمی کتابیں اسے یاد تھیں اس کا کام مجلسوں میں علمی تقریریں  
 اور عبادت کے سوا دوسرا نہ تھا لیکن اس کا دل دنیا کی محبت میں مبتلا تھا اس زمانہ کے پیغمبر  
 علیہ السلام پر وحی آئی کہ اس دنیا دار عالم سے کہہ دیجئے اگرچہ تم رات دن علمی مشغلہ اور عبادت میں  
 رہتے ہو اور چار سو صندوق علمی کتابیں تمہیں یاد ہیں لیکن جب تمہارا دل دنیا کی محبت سے لبریز ہے  
 تو تمہارا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

چوں تو دنیا دوستی حتی ذرۃ از تو نپذیرد چہ باشی غرۃ

چوں زد دل دنیا دورنگندہیت جائے تو جز دوزخ سوزندہیت

صد جہاں علم با معنی بہم دوزخ آرد بار یا دنیا بہم

(جب تم دنیا کو محبوب رکھتے ہو تو حتی سجانہ تعلق تمہارے اعمال میں سے ایک ذرہ بھی قبول نہیں فرمائیں گم گھنڈ میں ہو)

جب تمہارا دل دنیا سے دور نہیں ہے تو تمہاری جگہ دیکتے ہوئے دوزخ کے علاوہ اور کہیں نہیں

علم کا سینکڑوں جہاں اور اس کے معانی تمہیں حاصل ہیں تو بھی ایسے علم کا ثمرہ دوزخ ہو گا یا دنیا ہو گی۔

انے بھائی! دنیا کے ان سب عیبوں کے اور سینکڑوں خرابیوں کے باوجود ایک ہنر

دخوبی بھی اس میں ہے یہی دنیا خوش قسمتوں کے لئے آفرت کی کھیتی ہے۔ بھلا اللہ برادر عزیز پر اللہ

رب العزت کا بے انتہا شکر واجب ہے کہ وہاں سے آنے والے مسلسل برادر عزیز کے بار میں یہ خبر دیتے

رہے ہیں کہ آپ نے دنیا کو مزرعہ آفرت بنا لیا ہے آپ کے بار میں سب کا یہی نیک گمان ہے۔

اللَّهُمَّ نَزِدْ فِرْدَوْسَ بَحْرَتِ النَّبِيِّ وَالْآلِ الْآمِجَادِ۔ دنیا کی دولت کا حصول اس حیثیت سے اچھا ہے۔

حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجَالِ الصَّالِحِينَ! کتنا پاک

و طیب مال ہے صالح آدمی کا صالح آدمیوں کے لئے! یقین ہے کہ اس حدیث شریف کی خوشخبری میں

آپ برادر عزیز شامل ہیں۔ الغرض دنیا اس حدیث شریف کے مطابق بُری نہیں

ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

بچوں جنہیں کر دی ترا دنیا نکوست بس برائے دیں تو دنیا دار دوست  
 (جب تم اس صفت سے متصف ہو گئے تو دنیا تمہارے لئے ابھی چیز ہے دین کے لئے دنیا سے دوستی کر سکتے ہو)  
 اے بھائی! جہاں تک تم سے ہو سکے اپنے ہاتھ اپنی زبان اپنے کاغذ و قلم اور اپنے نقد و  
 جنس سے اس دنیا کی کھیتی میں آخرت کی کمائی کر لو اگرچہ تمہارے پاس کفن کے لئے بھی کچھ نہ بچے  
 تو بھی لگے رہو یہ جائز ہے۔

جملہ دروازوں و فرودگاہوں پر راست گزرنے والے بیچ نہ گذاری رو راست

و السلام

حقیر شرف منیری

## مکتوب ۵۲

# بقدر ضرورت پر قناعت اور بقدر حاجت پر انفا کرنے میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خواجہ غلام پوری کے نام

بھائی خواجگی کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کریں۔

لکھنا یہ ہے۔ اے بھائی! اگر کوئی شخص دنیا کے عیبوں اور اس کی بلاؤں کو زندگی بھر جلد کے جلد  
 میں لکھا کرے تو بھی ختم نہ ہو تو چاہیے کہ جتنا ضروری ہے اتنے پر اگر قناعت نہیں کر سکتا ہے تو جتنا  
 اس کی حاجت ہے اس پر قناعت کرتے تاکہ دنیا کی بلاؤں اس کے فتنوں سے محفوظ رہ سکے مرنے اور  
 قبر میں جانے کی تیاری میں اپنی استعداد بھر مشغول ہو سکے۔

ہیچ کس را در جہاں بحر و بر از قناعت نیت ملک بیشتر

ہر کہ در راہ قناعت مرد شد ملک دنیا بر دل او سرد شد

نفس قانع گر گدائی می کند در حقیقت بادشائی می کند

بچوں ترانے و خلفانے بود ہر سر سے تو سلطانے بود

ہر کہ اواز دار دنیا پاک شد نور مطلق گشت اگر چہ خاک شد

کسی کے لئے تمام سمندر اور زمین کی دنیا میں قناعت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ جو شخص قناعت

کی راہ کا مرد ہوا، دنیا اور دنیا کی ساری مملکت اس کے دل پر سرد ہو گئی، اگر قناعت والا لگاگری کرتا ہے تو حقیقت میں وہ بادشاہی کر رہا ہے۔ اگر تیرے پاس صرف ایک روٹی اور ایک ہی پھٹا پیمانہ پیرہن ہو تو تیرے جسم کا ہر رُوں ایک بادشاہ ہے جو شخص اس دنیا سے پاک و صاف ہو گیا تو نور مطلق رہ گیا کیوں کہ وہ تو خاک ہو چکا۔

ایک فقیر سکرات موت میں تھے اس گھڑی انہوں نے وہ کملی جوان کے کا ندھے پر تھی اسے علیحدہ کر دیا لوگوں نے کہا یہ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ اس لئے کہ جس طرح برہنہ آیا ہوں اسی طرح جاؤں۔ فقیری میں مکمل راحت و آرام ہے دنیا والوں کے بلا اور فتنوں سے نجات ہے ایک فقیر کے لئے انتہا درجہ کی سختی یہی ہے کہ وہ فاقہ میں ہو، وہ رات جس میں اسے فاقہ ہو وہ رات اس کے معراج کی ہے چنانچہ ارباب تصوف اور فقر لو کا قول ہے۔ مِعْرَاجُ الْفَقِيرِ لَيْلَةُ الْفَاقَةِ (فقیر کی معراج اس کے فاقہ کی رات ہے) تو معلوم ہوا کہ فقیری سے اعلیٰ و افضل کوئی نعمت نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گرچہ چندانی سلیھاں کا رداست کز زمیں تا عرش گیر و دار داشت

مسکنت را قدر چوں بشناخت او قوت از زنبیل باقی ساخت او

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کی مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ زمین سے آسمان تک حکومت کرتے تھے لیکن جب انہوں نے مسکینی کی قدر معلوم کر لی تو تھیلے بننے کو رزق کا ذریعہ بنا لیا۔)

اے بھائی! فقر، درویشی اسرار میں سے خاص راز ہے ملک و ملکوت یعنی عالم ظاہر و باطن میں جو کچھ ہے وہ تمام کائنات معراج کی شب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دی گئیں لیکن حضور نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہ دیکھا اور فرمایا اَلْفَقْرُ فِخْرِي (مجھے فقیر نخر ہے) اور جناب آدم پناہ صلی اللہ علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا آنکھوں بہشت تحت تصرف میں دیدی گئیں جب حضرت کی نظر فقر درویشی کے راز پر پڑی تو آنکھوں بہشت کو گم ہوں کے ایک دانہ پر بیچ دیا۔ اسی کو کہا ہے۔

جانِ آدمِ چوں بس فقر سوخت هشت جنت را بیک گندم فروخت

(جب جناب آدم کی جان فقر کے اسرار سے بہک اٹھی تو آنکھوں جنت کو ایک گندم کے عوض اپنے بیچ دیا۔) جب کبھی شیطان وسوسہ ڈالے نفس پریشان و تنگ کرے اور دنیا والے طعن کریں اور قارون فرعون کی نعمتیں اور اس کی لذتیں ان دنیا داروں میں دیکھنے میں آئیں اور اس کی طرف ایک ذرہ برابر

بھی طبیعت کا میلان دکھیں تو میرے اس مکتوب کو اس وقت پڑھا کریں اور اس سے اپنے دل کو تسلی و سکین دیں۔  
 عمر روزے پنج و ششش می گذرد خواہ ناخوش خواہ خوش می گذرد  
 چوں چنین می گذرد عمرے کہ ہمت چیت جز یاد از چنین عمر بدست  
 (جب اپنی زندگی پانچ پانچ چھ دن کر کے گذرتی جا رہی ہے، خوشی میں ہو یا ناخوشی میں یہ گذرتی ہی رہتی ہے  
 جب یہ باقی عمر بھی اسی طرح گذر جائے گی تو پھر اس عمر رفتہ کی یاد کے سوا اور کیا ہاتھ میں رہ جائے گا۔)

والسلام

فقیر شرف منیری

## مکتوب ۵۵

حکم خداوندی پر صبر اور نزولِ بلا پر صابریں  
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رضی اللہ عنہم کے نام

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ۝

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے بھائی! حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ سے سبیل تذکرہ ہے، لوح محفوظ میں سب  
 اولیٰ چیز جو لکھی گئی وہ یہ تھی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَنْ لَّمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَّلَمْ یَشْکُرْ  
 عَلٰی نِعْمَائِیْ وَّلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلِیَطْلُبْ مَا بَآسَ وَاِیْ (بلا شبہ اللہ میں ہوں مرے سوا کوئی خدا  
 نہیں اور میرا حکم یہ ہے کہ جو میری مرضی سے راضی نہ ہو میری نعمتوں پر شکر نہ کرے میری بلاؤں پر صبر نہ کرے اس  
 سے کہہ دو کہ وہ میرے سوا کوئی اور خدا تلاش کرے اگر کوئی ہو) صاحبان بصیرت اور تاجداران معرفت اس  
 حدیث شریف کی تہنید کی دہشت سے ہر گھڑی یہی چاہتے ہیں کہ نسبت و نابودا و معدوم ہو جائیں لیکن  
 عدم کا دروازہ چوں کہ بندھے تو کیا کریں بے بس ہو کر یہی کہتے ہیں۔

جانِ دارم کہ بار عشق تو کشد تا در سرکات نشود نگریزم

(میں وہ جان رکھتا ہوں جو آپ کے عشق کا بار اٹھا سکے جب تک یہ جان آپ کے کام نہ آجائے اس وقت ہٹنے والا نہیں ہوں)

نقل ہے کہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے پوچھا، مَا اَنْتُمْ

تم کمن لوگوں میں ہو؟ سب سے عرض کیا کہ ہم لوگ مومن ہیں پھر سوال ہوا، مَا عَلِمْنَا مِنْكُمْ تَهْتَبُونَ  
ایمان کی دلیل کیا ہے؟ عرض کی بلا میں صبر کرتا ہوں، نعمت میں شکر، تقدیر اور اللہ کے فیصلہ پر راضی رہتا  
ہوں۔ ارشاد ہوا قسم ہے رب کعبہ کی تم لوگ مومن ہو۔

ایک عارف سے کسی کو پوچھا رضا کی انتہا کو کس طرح پایا؟ انہوں نے کہا رضا کی انتہا کو  
نہیں پایا لیکن اس مقام تک پہنچا ہوں کہ اگر مجھے دوزخ اور بہشت کے درمیان پل بنا دیں کہ  
مخلوق مجھ پر سے گذر کر بہشت میں پہنچ جائیں اور اس کے بعد جب دوزخ دوزخیوں سے خالی  
ہو جائے تو اُسے مجھ سے پُر کر دیں تو حقیقتاً میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس سے راضی اور خوش رہوں۔

س ہر کر ایک ذرہ غلت دست داد ہر دشمن صد گونہ دولت دست داد

گر محبت ذرہ پیدا شود کوہ از نیروے او دریا شود

(جس کسی کو اللہ کی محبت کا ایک ذرہ میسر ہو جائے، ہر لمحہ سینکڑوں دولت سے دستیاب ہوتی رہیں۔

اگر اس محبت کا ایک ذرہ اس میں پیدا ہو جائے، تو پہاڑا کی ہمت و طاقت سے دریا بن جائے۔)

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا خلا سے کون راضی ہوتا ہے اور اس کی علامت کیا ہے؟  
انہوں نے جواب دیا، ایسا شخص جو مصیبت میں ایسا خوش رہے جیسے نعمت میں خوش رہتا ہے۔ اسی  
معنی میں کہا ہے۔

گر شود این درد دامن گیر تو پس بود این درد دایم پیر تو

(اگر تجھے یہ درد پیدا ہو جائے تو یہی درد ہمیشہ کے لئے تیرا مہربن بن جائے۔)

روایت میں آتا ہے کہ قوم بنی اسرائیل نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے کہا اپنے پروردگار سے

ہم لوگوں کے لئے کوئی عمل پوچھئے۔ کہ جو ہم لوگ کریں اور ہمارے اس عمل سے خدا ہم سے خوش ہو رہے  
جناب موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کی، اے اللہ ہی آپ ان لوگوں کا سوال سن رہے ہیں فرمان اللہ  
جل شانہ ہوا کہ یہ لوگ ہر حال میں جس درجہ ہم سے راضی رہیں گے اسی درجہ میں ہم ان سے خوش ہوں گے

س بندہ آل بہتر کہ بر سر ماں رود کز خداوند آں پیر خواہد آں رود

(بندہ وہی بہتر ہے جو فرماں بردار ہو اللہ رب العزت اس سے جو چاہے وہ بجا لائے۔)

اے بھائی! اللہ رب العزت کے فیصلہ سے خوش رہیں یا نہ رہیں تقدیر بدل نہیں سکتی

تو گھبراہٹ، بیقراری، نالہ و شیون کا اظہار خود ایک گناہ ہے اس میں تو ڈرا اور خطرہ ہے کہ کہیں

ناراض ہو کر فلیطاب سہا سوائی (میرا فیصلہ منظور نہیں تو دوسرا بتلاش کرو) کی ڈانٹ نہ پڑ جائے۔ ہوشیار رہو ہرگز ہرگز اہلی مرضی اس کے فیصلہ سے کبھی ناخوش نہ ہونے پائے زہر کی اس تلخی کو شکر جان کر خوشی خوشی نوش کریا کرو مردان دین کی اقتدا کرنی چاہیئے دنیا دار مغلثوں کی نہیں۔ سنو یہ شعر سنو۔

عاشقان نقلِ غمت با بادہ اہم خورند      گرچہ غم تلخ است در یاد تو چوں شکر خورند

(عشاق سُرغ شراب کے ساتھ آپ کے غم کو نقل بناتے ہیں اگرچہ غم تلخ ہے آپ کی یاد میں شکر کی طرح کھاتے ہیں۔)

— (قطعہ) —

گویند مرا کہ با غم دوست      ایں صبر چو صبر چوں گوارد  
بیمار بطبع تندرستی      گر زہر خور و شکر شما شمارد

(مجھ سے کہتے ہیں محبوب کے دیئے ہوئے غم کے ساتھ اس صبر کو صبر ایلا کی طرح کیسے گوارا کرتے ہیں۔)  
مریض تندرستی کی ہو بس میں زہر کھاتا ہے مگر اس کو شکر ہی شمار کرتا ہے۔  
اے بھائی! جس نے قضا و قدر (فیصلے اور تقدیر) پر نظر رکھی وہ حق سبحانہ تعالیٰ کے نظارہ میں مشغول رہا اگر دونوں جہاں کی بلائیں اس پر ڈال دی جائیں تو پہاڑ پر ایک ذرہ کے برابر وہ شمار کرے اور جس نے خود اپنی طرف نگاہ رکھی وہ مال و فراہ میں مشغول ہوا بلا و مصیبت کا ایک ذرہ تنکے پر پہاڑ کے مانند محسوس ہوگا اسی کو کہا ہے۔

نوش داں ہر چیز ہر او باشد      زشت و نیکو ہمہ نگو باشد  
سوئے تو نام زشت و نام نیکوست      ورنہ محض عطا است ہر چہ از دست

(محبوب کی جانب سے جب بھی زہر ملے وہ نوش دار ہے اس کی جانب سے اچھی اور بُری ہر چیز اچھی ہی ہوتی ہے۔)  
نیک و بد یہ نام تو خود تری اپنی جانب سے رکھا ہوا ہے ورنہ محبوب کی جانب سے جو بھی ہے وہ اس کی عطا ہی ہے۔)  
ایک شخص عشق بازی کے الزام میں گرفتار ہوا پانچ سو ڈنڈے اس کی سزا کا فیصلہ ہوا ڈنڈے پڑتے تھے اور وہ ہنستار ہا لوگوں نے کہا یہ غیب تماشہ ہے ڈنڈے کھانا اور اس پر منہنا۔ اس نے کہا جس وقت مجھے ڈنڈے مارتے تھے میرا عشق مرے سامنے ہوتا تھا اور میں اس کے دیدار و نظارہ میں مستغرق رہتا تھا ایسا کہ نہ مجھے ڈنڈا پڑنے کی خبر ہوتی اور نہ درد کا احساس ہوتا۔ اور مہر کی غورتوں کا قصہ مشہور ہے کہ خواتین مہر جناب یوسف علیہ السلام کے جمال کے مشاہدہ میں ایسا غرق ہوئیں کہ اپنے ہاتھوں کو انہوں نے چھری سے کاٹ لیا اور ان کو زہر بھی نہ ہوئی۔

سے نوش دار و زوش ذائقہ بیخبر نفع بخش معجون۔

آں کہ از تیرا و شرف دارد دیدگاں از پئے ہدف دارد

ہر بلائے کہ ذل نماید ازو ازیکے تا ہزار شاید ازو

(جسے محبوب تیر نظر کے شکار ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے وہ اپنے دونوں دیدوں کو نشانہ بننے کے

لئے کھلا رکھتا ہے۔ محبوب کی طرف سے ہر وہ بلا جس میں اس کی ذلت و رسوائی ہو ایک بلا کی ایسی ہزاروں

بلائیں محبوب کی جانب سے اُسے چاہیے) صبر کی تعریف جانتے ہو کیا ہے؟ بندہ چرس قدر بلا و مصیبت

نا خوشگوار آئے وہ اس سے رنجیدہ اور ناخوش نہ ہو۔ وَ لَبَّيْ مَا اعْطَى وَ لَبَّيْ مَا اخَذَ فَمَنْ اَتَتْ فِي السَّيِّئِ

جو دیتا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور جو لے لیا وہ بھی اسی کا ہے درمیان میں تم کون ہوتے ہو۔ تم اپنے آپ سے فضولیات

کو دور کر دو خالص تھرے ہوئے مومن بن جاؤ اور ایمان کی حفاظت جان کی طرح کرو ایمان کی سلامتی کے لئے

ایک جان کیا سو جان ہو تو قربان کر دو (ایمان کے مقابلہ میں) بیوی، بال بچے، ماں باپ، بھائی بہن کیا چیزیں۔

سے تشنہ آدمیرگر تو زندہ ای خاک ایں درباش گرتو بندہ ای

ذرہ دگر خدا در دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(اس کی محبت کی پیاس میں مر جا اگر تو اب تک زندہ ہے محبوب کے در کی خاک بن جا اگر تو بندہ ہے۔ خدا کی محبت

کے درد کا ایک ذرہ بھی تیرے دل میں ہے، تو یقین کرے کہ دونوں جہاں کی دولت سے بہتر دولت تیرے پاس ہے۔)

حدیث شریف میں ہے۔ الْاِيْمَانُ نِصْفَانِ نِصْفُهُ شُكْرٌ وَ نِصْفُهُ صَبْرٌ یعنی ایمان کے

دو حصے ہیں ایک نصف، نعمت میں شکر اور دوسرا نصف، بلا میں صبر ہے آزمائش کی بھی دو قسم

ہے ایک نعمت کے ذریعہ دوسرے بلا کے ذریعہ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا

ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ناکساں را بلطف خود کس کرد شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

(وہ بچا کر کسی شمار میں نہ تھے ان کو اپنے فضل سے قابل قدر بنا دیا اور بندوں سے محض صبر و شکر کا مطالبہ کیا اور بس)

اور اگر بندہ نعمت میں شکر اور بلا و مصیبت میں صبر کرتا ہے تو جان لو اس کے پاس ایمان و توحید ہے اور اگر ایمان

و توحید کا دعویٰ دیکھتے ہو اور یہ دونوں صفتیں نہیں پاتے تو سمجھ لو کہ محض دعویٰ ہے اور محض دعویٰ بغیر ثبوت و

شہود معلوم ہے کیا ہے؟ اگر کوئی شخص قاضی کی عدالت کے کمرہ میں دعویٰ پیش کرے اور اس دعویٰ پر گواہ

دشاہد اس کے پاس نہ ہو تو قاضی کی عدالت میں کیلے جائے گا۔

اسی کو کہا ہے۔



نہیں کس راز حقیقت آگہی جملہ می میرند بادست تھی  
 (کسی کو بھی حقیقت کی اطلاع نہیں، سب کے یہاں غالی ہاتھ جائیں گے)  
 امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الصَّابِرُونَ مِنَ الْإِيمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ  
 (ایمان کے لئے صبر کے درجہ میں ہے، اور یہ جانتے ہو کہ بغیر سر کا جسم کس کام کا ہوتا ہے اسی طرح بغیر صبر کے ایمان ہے  
 اسی کو کہا ہے۔ سے

دور دور است در بلا خوردن بندہ بودن و بندگی کردن

(بلا و مصیبت کی حالت میں حقیقی بندہ رہنا اور صحیح بندگی کرنا بہت دور ہے۔)

اے بھائی! بلا میں بہت سارے رموز و اسرار ہیں اور بڑے اہم کام ہیں کہ جو نعمت میں نہیں ہیں خداوند  
 تعالیٰ کا طریقہ و کاری ہے کہ جتنے انعام و اکرام رکھے ہیں وہ سب بلا کے پردہ کے اندر ہیں جیسا کہ کہا ہے۔

ہر بلا کی قوم را حق دادہ است زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(حق سبحانہ تعالیٰ نے جتنی بلائیں اس قوم پر ڈالی ہیں ان سب کی تہ میں اپنے کرم کا خزانہ چھپا رکھا ہے۔)

بزرگوں نے جناب ایوب علیہ السلام کے فریاد کی تصریح یوں کی ہے کہ جناب ایوب علیہ السلام پر متواتر بلاؤں کا  
 نزول تھا جب تک جسم پر گوشت کا حصہ رہا کوئی فریاد نہیں کی جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں رہا بلا  
 انتہا کو پہنچ گئی تو خوف اس کا پیدا ہوا کہ جب بلا ختم ہوگی تو عطا و نوازش بھی زائل ہو جائے گی تو بلا کا انتہا  
 تک پہنچ جانے سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے فریاد کی کہ اٹھے اِنِّیْ مَسْتَنِی الْقَتْرُ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ  
 (اے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ ارحم الراحمین ہیں۔)

اے بھائی! فرعون کو بادشاہت اور اس کی عافیت چار سو سال تک بے طلب اُسے دی گئی۔  
 اگر وہ درد و سوز بھوک اور مصیبت جو جناب موسیٰ علیہ السلام کے حصے کی تھی اس میں سے ایک ذرہ برابر  
 مانگتا تو اُسے ہرگز نہیں دی جاتی جیسا کہ کہا ہے۔ سے

فرعون را نہ دادیم اے دوست در دسر زیرا کہ او نہ داشت سر درد ہائے ما

(اے دوست میں نے فرعون کے سر میں بھی درد پیدا نہ ہونے دیا کیوں کہ اس کا سر سردی کے لائق ہی نہیں تھا۔)

بلاؤں کا جھیلنا بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کی علامت ہے۔ کہا جاتا ہے حضرت رابعہ لصریہ رضی اللہ  
 علیہا پر جس دن کوئی بلا نازل نہیں ہوتی تو وہ مناجات کرتی الہی، تو نے روٹی تو دی کہ میں کھاؤں (لیکن وہ  
 بلا کہا ہے؟)

جَبَّہ پوشاں دوستار بنڈاں مردانگی کا دعویٰ کرنے والے ذرا اس دوپٹے اور ہٹے والی کی قوت کو دیکھیں اور اپنے جَبَّہ و دستار پر شرم کریں۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

در باز سر مردی در صفت قتال او کز بہر سرورہ بر کم بہ نباید بود

(محبت کی جنگ کے میدان میں سر کی بازی لگادو کیوں کہ اس راہ محبت میں سر سے کم کی بازی نہیں لگائی جاتی۔)

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت اور فقیری دونوں میں سے کسی کو قبول کرنے کا اختیار دیا گیا چوں کہ حضور سرور کائنات تمام عارفوں کے سردار تھے آپ نے فقر اختیار کیا چوں کہ حضور نے یہ جان لیا تھا کہ فقر بلاؤں کا گھر ہے اور بلا خانہ ہی میں وہ سب کچھ رکھا گیا ہے جو خاص دوستوں کے لئے رکھا جاتا ہے۔

ملک دو جہاں بہ زیر پا آری گر ہوا را بزیر را آری

(دونوں جہاں کو تو اپنے قدموں میں لے آئے اگر اپنی خواہشوں کو اپنے تلووں سے کچل ڈالے۔)

چوں کہ جہاں محبت اور عالم خصوصیت سے ایک ذرہ بھی فرعون و نمرود کی قسمت میں نہ تھا تو ان سب کو حسب سلطنت اور مال و جاہ دنیاوی والا بنا دیا تاکہ لوگ جان لیں کہ ولیوں اور مجتہدین کے ساتھ معاملہ دورا ہے۔ بیگانوں اور دشمنوں کے ساتھ دوسرا ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ

رسول اللہ اتی احب اللہ میں خدائے تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں ارشاد ہوا استعبد للبلاء بلا کے لئے آمادہ و تیار رہو معلوم ہوا کہ دوستوں ولیوں کے لئے جو کچھ رکھا ہے وہ سب بلا کے پردہ کے اندر ہے۔

ہر بلا کہیں قوم را حق دادہ است زیر آں گنج کرم پناہ وہ است

(جتنی بلائیں اس جماعت مجھیں پر حق تعالیٰ نے رکھی ہیں ان کی تہ میں اپنے کرم کا خزانہ چھپا رکھا ہے۔)

اے بھائی! نقل ہے ان اللہ یجرب المؤمن بالبلاء کما یجوب احدکم الذہب

بالتاسا اللہ تعالیٰ مومنوں کو بلا میں ڈال کر اس طرح جانچتا ہے جس طرح تم میں کا کوئی شخص سونے کو آگ پر رکھ کر پرکھتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

در خیال از فزون و کاست بود آزمائش را گواہ راست بود

(اگر تیرے خیال میں کم و بیش ہو تو آزمائش ہی سچا گواہ ہوتا ہے۔)

نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ بلا ایسی نہ تھی جو حضرت پریم

کو فرمان ہوا کہ اپنے بیٹے کو قربان کر دو اور وہ بھی کوئی بڑی بلا نہ تھی کہ ذکر یا علیہ السلام کے سر پر چھلایا گیا آتش  
 و امتحان، بلا و محبت وہ تھی جو مجھ پر ڈالی گئی۔ کبھی کہا گیا لَوْلَاكَ بِمَا خَلَقْتَ الْأَنْفَالِكَ رَأَيْتَ مَا يُفْعَلُ بِكَ تَو  
 آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) یہ سب آپ کے لئے ہے اور کبھی کہا جاتا ہے لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ آپ کے  
 ہاتھ میں کوئی کام نہیں کبھی میری قسم کھائی جاتی ہے لَعَسَ مَا كُنَّا فِيكُمْ إِلَّا تُحَنُّنًا (آپ کی عمر کی قسم) اور کبھی یہ تازیانہ بھی پڑتا  
 ہے اَلَمْ يَجْعَلْ لَكَ يَتِيمًا فَادْوَىٰ (کیا حالت یتیمی میں آپ کی مدد میں نے نہیں کیا) کبھی عرش کو میرے  
 لئے فرش بنا یا گیا اور کبھی ایک پیمانہ جو کہ لئے ہو دی کے در پر بھینجا گیا اسی کو کہا ہے۔

گہ باکف پر سیم و گہ درویشم گہ بادل پر نشا ط گہ دل ریشم

گہ واپس جملہ خلق گہ در پیشم من بوت لہون روزگار خویشم

(کبھی مری ٹھی سونے چاندی سے بھری ہوئی ہے کبھی میرا دل خوشی سے سبز کبھی چوراہہ زخمی کبھی میں تمام

مخلوق کے پیچھے اور کبھی سب کے آگے میں اپنے وقت کا عجب ہوں۔)

اے بھائی! بندہ نے جس وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا تو سب سے مُنہ موڑ لیا اور خدا و اس  
 کے رسول کی محبت کا دعویٰ کیا تو اس کے لئے دلیل و برہان منوری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں محض دعویٰ  
 پر کسی کو چھوڑا نہیں جاتا اس دعویٰ کی دلیل وہی نعمت کا شکر اور بلا میں صبر ہے۔

ناکساں را بہ لطف خود کس کرد شکر و صبرے زبندگاں بس کرد

(بے قدروں کو قابل قدر بنا دیا اور بندوں کی جانب سے صرف نیک و شکر پر اکتفا کیا۔)

اب تم یہ دنشیں کر لو کہ اس بارگاہ پاک میں کوئی شخص محبت و معزز مکرّم اور بزرگ حضرت محمد رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں اور کوئی فرزند معزز و عالی وقار صاحب عز و شرف امیر المؤمنین حسن و  
 حسین رضی اللہ عنہما سے زیادہ نہیں ہے آپ کی مصیبت دیکھو، اگر مصیبت کی گھڑی میں شیطان  
 بہکائے نفس و سوسہ ڈالے تو اس وقت اس کو دیکھو اس پر غور کرو جو کہا گیا ہے مَنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ  
 فَلْيَذْكُرْ مُصِيبَتِي جِسْمِي كَوْنِي مُصِيبَتِي پچھتے تو اس سے کہو وہ میری مصیبتوں کو یاد کرے اس بارے میں  
 کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور اسی سے تسلی و تسکین حاصل کرنا چاہیئے اسی کو کہا ہے۔

بر بلائے کہ جاں منسا یاد ازو دریکے در ہزار شاید ازو

(ہر وہ ایک بلا جو اس کی جان پر آتی ہے ایسی ایک بلا کے بعد ہزاروں بلائیں اسے مطلوب ہوتی ہیں۔)

اس خطا کے لکھنے سے مقصود یہی ہے کہ برادر عزیز کے دل کو تسکین دینی ہو اگرچہ برادر عزیز کی قوت پر

اور انہیں کے گھونٹ جانے پر اور تقدیر کے آگے گردن جھکا دینے پر اور اس کے فیصلہ سے راضی و خوشنود رہنے پر پورا اعتماد ہے۔ با اینہم اس مکتوب کے مطالعہ سے مدد و اعانت ہوگی اور شیطانی وسوسوں کے دفع کرنے میں طاقت ملے گی۔

بزرگوں کا قول ہے جو کی روٹی اور سرکہ کھانا کھل اور پھٹے پڑانے کیڑے پہننا کوئی بڑا کام نہیں ہے اصل کام تو اللہ جل شانہ کے فیصلوں سے راضی و خوشنود رہنا ہے۔ اسی معنی کو کہا ہے۔

حکم حق سوئے تو چوں کردنگاہ جاں برآرا ز پئے نثار نہ آہ  
آہ تادم زند تو چوں مرداں آہ را ہم ز راہ برگرداں

(حق سبحانہ تعالیٰ کے حکم نے جب تمہاری طرف نگاہ کی تو جان کو قربان کرنے کے لئے لبوں تک لانا چاہیئے نہ کہ آہ کو جب آہ باہر آنا چاہے تو تم مردوں کی طرح اس آہ کو اپنی راہ سے ہٹا دو۔)

اس مصیبت کے بیان کو میں اللہ جل شانہ کی کتاب قرآن مجید کی اس آیت پر ختم کرتا ہوں اِذَا مَسَّكُمُ  
مُصِيبَةٌ قَالُوا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُونَ۔ جب کسی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ پکار اٹھتے ہیں  
تیرے لئے ہوں اور تیری طرف آتا ہے۔)

ہیچ دل را جز تخیّر را نیست وز شد آمد جاں کے آگاہ نیست  
کار عالم جز ظلم و ہیچ نیست جز خرابی در خرابی ہیچ نیست

(کسی کو حیرت کے سوا کوئی راہ نہیں ہے مبداء و معاد یعنی جان کے آنے جلنے کی کسی کو آگاہی نہیں  
اس دنیا کا کارخانہ ہی نوب نظر اور پر ہیچ ہے یہاں سلسل خرابی کے سوا اور کچھ نہیں۔)

والسلام  
شرف مینری

## مکتوب ۵۶

### نفس کو اکھاڑ پھینکنے میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا عمر ساکن سنسکانوں کے نام جو مریدوں میں سے ایک مرید ہیں  
ذرہ در و خدا در دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(اگر اللہ رب العزت کی محبت کا در دتیرے دل میں ایک ذرہ برابر ہو تو دونوں جہاں کی دولت سے بہتر ہے۔)

اے بھائی! دل کے اندر یافت کی خوشی یا نایافت کا غم و درد ہونا چاہیے۔ وہ دل جو ان دونوں کیفیتوں سے خالی ہو اگرچہ دل ہے اور الْقَلْبُ بیت اللہ کا شرف اسے حاصل ہے لیکن ایسا دل دیو شیطان کا گھر ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

اے دریغ جان و تن در با ختم      قیمت جاں ذرہ نشنا ختم  
تشنہ می میریم در طوفاں ہم      و آں کہ آب از چشمہ عیوان ہم

(افسوس جسم و جان سب ہم نے ٹھادیا، جان کی قدر ذرہ برابر ہم نے نہیں پہچانی، اس طوفان کے اندر ہوتے

ہوئے پیلے مر رہے ہیں جب کہ سارا پانی آب حیات کے چشمہ سے ہے۔)

جس حال میں زندگی گزارتے ہیں اسی حال میں موت آئے گی کَمَا تَعِيشُونَ مَمُوتُونَ اور جب کل قیامت کے دن قبر سے اٹھنا ہوگا تو جس حال میں مرے ہیں اسی حال میں اٹھایا جائے گا۔ اللہ اپنے پناہ میں رکھے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر چہ درد دنیا خیالت آن بود      تا بد راہ وصال آن بود

ز آں کہ ہر چیزے کہ سودا تو آں است      چوں بمر دی نقد فردا تو آں است

(تیری دنیاوی زندگی جس خیال میں گذری، ابد تک وہی چیزیں تیرے ساتھ رہیں گی۔ یہ اس لیے کہ اس

دنیا میں جس چیز کا تجھے جنون رہا مرنے کے بعد وہی سودا تجھے نقد ملے گا۔)

ہموشیاری کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت میں راہ ماری جائے ہمیشہ اس درد کو رہنا چاہیے، کبھی اس سے نکالی نہ ہوں بلکہ رات دن ہر روز اس کوشش میں رہیں کہ اس درد میں زیادتی ہو آدمی کی قدر و قیمت ہی درد سے ورنہ وہ محض حیوان ہے آدمی نہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ ایں درد عالم سوز نیست      در شب است او ہر گزار روز نیست

ہر کہ ایں درد نیست او مرد نیست      نیست در ماں گرترا ایں درد نیست

(جس کے پاس جہاں کو بلا دینے والا درد نہیں ہے وہ ہمیشہ رات کے اندھیرے میں ہے کبھی اسے دن کی روشنی نہیں

جسے یہ درد عشق نہیں وہ مرد ہی نہیں ہے اگر تجھے یہ درد نہیں ہے تو تیرا علاج بھی نہیں ہے۔)

ہرگز اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیسے پڑھیں اور بہت زیادہ روزے کیوں کر رکھیں کیوں کہ یہ دونوں تمہارے نفس کو موٹا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

نشوی در نہاد خود سالار      بہ نمازے روزہ بسیار

زانکہ ہر چیز گزیدہ تر گزردی ہر روزیں لحظہ خواہ تر گزردی

گر ہمیں لنگھت کند فر بہ سیر خوردن تراز لنگھت بہر

(کثرت نماز و روزہ سے تم مرد میزبان نہیں بن سکتے کثرت نماز و روزہ سے تم دیکھنے میں کتنے ہی بڑے

بزرگ معلوم ہوتے ہیں اس وجہ سے اگرچہ تم بڑے بزرگ بن جاؤ۔ اگر تمہارا یہ گھمنڈ تمہیں فریب کرتا ہے تو اس

گھمنڈ سے بھر پیٹ کھانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔)

نفس کا یہ کتابت جو تمہاری راہ روکے بیٹھا رہتا ہے اسے ہٹانے کی کوشش کرو۔ اگر تم یہ کہو کہ میں بیچارہ

مجبور و عاجز کس طرح اسے ہٹا سکتا ہوں؟ تو یہ درست ہے لیکن اتنا تو کر سکتے ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ

سے پناہ مانگو اور نہایت گریہ و زاری و عاجزی سے مناجات کے لئے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو۔

خالقنا ایس سگم در باطن است راہ جانم سوئے تو نا امین است

یا بگم شرع در کارش فلکن یا بگم در نمک سارش فلکن

(اے میرے خالق! جب تک نفس کا یہ کتابت میرے باطن میں بیٹھا ہوا ہے آپ کی جانب آنے کی راہ محفوظ نہیں ہے

یا تو اس کو شرع کے مطابق کام میں لگا دیجئے یا پورے طور پر اسے نمک سازی کے کارخانے میں ڈال دیجئے۔)

سلطان العارفين بايزيد بطامي رحمة الله عليه نے جب اپنی مناجات میں کہا

(اے میرے اللہ! آپ تک پہنچنے کی کون سی راہ ہے۔) جواب ملا 'ذغ لفسك و تعال' (نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ۔)

معلوم ہوا نفس کافر ہی ہے کہ جس نے راہ روک رکھی ہے اور جب تک یہ نفس کافر راہ سے نہیں ہٹتا

دل پیدا نہیں ہوتا ہے اور اس درد طلب کی جگہ بھی دل ہے، گل نہیں چننا۔ اس کے طالبان کی فریاد

اور ان کا نالہ ہے۔

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم تانہ کردی کشتہ نفس کافر م

کاش کہ ہرگز نہودی نام من تانہ بودی جنبش و آرام من

(کاش میرے ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کا مقتول نہ بنتا۔)

اے کاش کبھی میرے نام کا نشان ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کسی حرکت و سکون کا ظہور ہی نہ ہوتا۔)

اب تم جان چکے کہ طالبان حق سبحانہ تعالیٰ کا اصل کام یہی جہاد اکبر (نفس کافر سے جنگ) ہے کثرت نماز و

روزہ نہیں یہ تو تمہیں ہر آن فریب کرنے والے ہیں۔ اور ان بزرگوں کے بار میں جو تم نے سنا ہے کہ کبھی وہ

شراب خانے چلے گئے کبھی شراب خانہ سے ٹکا سر پر لے کر نکلے اور کبھی کسی نے زنا راہ بندھلی کوئی بتخانہ

میں جانیٹھے ان سب کا فعل اصل میں جہاد اکبر ہی تھا یعنی نفس کا قلع قمع کرنے کے لئے اور یہ جملہ اسی  
معنی کی نشاندہی کرتا ہے اِنَّ فِي الْخَمْرِ مَعْنًى لِّكَيْنَ فِي الْعَنْبِ اَنْكُورٌ كِي شَرَابٌ مِّنْ جَوْشَنِ هَرْدٍ اَنْكُورٌ  
میں نہیں اور وہ جو کہا ہے۔

در بستکہ در آئی و بینشیں بر بند بروے خرقہ زُنار

( بستکہ میں آکر بیٹھ جاؤ اور خرقہ کے اوپر زُنار باندھ لو۔ )

اس راہ میں جنہوں نے خود کو ڈال دیا وہی ارباب معنی ان کاموں کو بانتے ہیں ان چیزوں سے جو بالکل کنار  
ہیں ان کو اس کی کیا خبر اور کیا فکر۔ جیسا کہ کہا ہے۔

طالبان در راہ حق خون خوردہ اند بندگی و حق گزار می کردہ اند

لاجرم در بندگی سلطان شدند مہتر خلق جہاں ایشان شدند

( اس راہ حق سجاد تعالیٰ میں اس کے طالبان خون کے گھونٹ پیتے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بندگی و اطاعت

کرتے ہیں تو یقیناً اسی بندگی میں بادشاہ ہو گئے ہیں اور سائے جہاں کے لوگوں کے سردار ہو رہے ہیں۔ )

اسے جہاں اُجب تک دل نہیں پیدا ہوتا یہ طلب نہیں ہوگی اور جب تک دل نہیں ہوتا ہے

یہ درد نہیں ہوتا ہے اور جب درد نہ ہوگا تو علاج بھی نہیں ہوگا۔ اسی کو کہا ہے۔

بچوں نہ داری درد در ماں کے رک بچوں نہ ای تو بندہ فرماں کے رک

تاز درد خود نگر دی سوخت کے کند آتش ترا افر وخت

درد پیش آری و در ماں باشدت جاں دہی اُمید جاناں باشدت

( جب تیرے پاس درد نہیں ہے تو پیر و علاج کیسے ہوگا جب تک تم بندہ نہیں بنے تو تمہیں مخاطب کیوں جائے

جب تک تم اپنے درد سے نہیں سلگتے تمہیں عشق کی آگ کب روشن کر سکتی ہے۔ درد پیش کر دو تمہارے درد

کا علاج ہو جائے گا جان پیش کر و محبوب سے ملنے کی اُمید ہو جائے گی۔ )

یہ تمام تقریر صرف اس ایک جملہ سے والبتہ ہے کہ - نفس کا فردہ رو کے ہوئے ہے اسے راہ سے ہٹا دینا ہر

تاکہ راہ کھل جائے۔ اسی کو کہا ہے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کتر فساد است

باترا نفس کافر در کین است کجا تور ہبری آبخا کہ دین است

جب تک یہ نفس کافر تمہاری شرقت و دنیا دہی ہے اسی کے سبب مسلمان حقیقی دنیا میں بہت کم ہیں۔

جب تک یہ نفس کافر تمہاری کھات میں لگا ہوا ہے جہاں دین ہے اس مقام تک تم کہاں پہنچ سکتے ہو۔ )

سالک کے لئے اس کی کوشش کرنا فرض میں ہے جس کے ذریعہ نفس راہ سے ہٹ جائے اور جب نفس ہٹ گیا تو جس حال میں چاہو رہو خواہ کعبہ کے در پر پڑے رہو، خواہ تہخانہ کے دروازہ پر خواہ آتش پرستوں کے عبادت خانہ کے در پر خواہ شراب خانہ کے دروازہ پر رہو اس امر کو اچھی طرح خیال میں رکھو کہ سب بڑا اور اصل کام نفس کا قلع قمع کرنا ہے جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے۔

درست کدہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطوان کعبہ از عقل خطاست  
در کعبہ از بوئے مدارد کنش است بایوئے وصال او کنش کعبہ ماست

(بت خانہ میں اگر مجھ اپنے محبوب کا خیال حاصل ہے، تو کعبہ کے طوفان کے لئے جانا عقل کی رو سے غلطی ہے کعبہ میں اگر میرے محبوب کی بو نہیں ہے تو ایسا کعبہ کشت یعنی آتش پرستوں کا عبادت خانہ ہے اور اگر کشت میں اس کی قوت کی بو ملتی ہے تو وہی میرے لئے کعبہ ہے)

اس جماعت صوفیہ کے نزدیک صورت و ظاہر کا اعتبار نہیں معنی و باطن کا اعتبار ہے اسی کو کہا ہے۔

ترک صورت گیر در عشق صفت تا بتابد آفتاب معرفت  
ہر کرا آں آفتاب استجاب یافت آنچه آبخا و عدہ بود اینجاب یافت

(عشق میں صورت و ظاہر کو ترک کر دو تاکہ معرفت کا آفتاب طلوع ہو جائے۔ اور جس کے اوپر عشق و معرفت کا یہ

آفتاب یہیں تاباں ہو گیا تو جس چیز کا وہاں کے لئے وعدہ ہے۔ وہ نقد سے یہیں مل گئی (یعنی دیدار)۔)

جس فقیر و مسافر میں یہ درد نظر آئے اس کی صحبت کو غنیمت جانا اس کی خدمت کے لئے کمر باندھ لو۔

دست از فتراک او یکدم مدار گر قبولت کرد ہرگز غم مدار

(ایسے دردیش کے شکار بنجانے سے گریز نہ کرو۔ اگر وہ تمہیں قبول کرے تو تمہارے لئے کوئی غم نہیں)۔

گر ایسا نہیں تو اپنی جھونپڑی میں پڑے رہو اور اپنے غم و اندوہ کا جائزہ لیتے رہو اور خون کا پرتال اپنی

دونوں آنکھوں سے بہاتے رہو اور پڑھتے رہو۔

گر پذیر ی بندہ مقبول توام در نہ پذیر ی چاکر معزول توام

بارد و قبول تو مرا کارے نیست اینک بہر دو حال مشغول توام

(اگر آپ مجھے قبول فرمائیں تو آپ کا پسندیدہ بندہ ہوں اور اگر نہ قبول کریں تو بر طرف کیا ہوا غلام ہوں مجھے آپ کے

رد و قبول سے کوئی مطلب نہیں بس اتنا ہے کہ تم تو ہر حال میں آپ کی بندگی میں مشغول ہیں)۔

بندہ کو بندگی سے سروکار ہے آقا کی سے نہیں۔ بندگی کیا ہے؟ بندگی یہ ہے کہ جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو۔



اور بندہ ہونا کیا ہے؟ بندہ ہونا یہ ہے کہ جس حال میں رکھیں اسی حال میں رہو۔ ایک عزیز نے کہا ہے۔

بندہ آن بہتر کہ بر فرمان رود

بندہ راتا ادب نبود نخست

ہر کہ در بے حرمتی کا مے نہاد

در شقاوت خویش را دایم نہاد

(بندہ وہی بہتر ہے جو فرمانبرداری کرتا رہے خداوند تعالیٰ جو اس سے چاہے اس پر چلتا رہے)

سب سے پہلے بندہ میں جب تک یہ ادب نہ ہو اس سے بندگی کب صحیح ہوگی جس نے ادب

ترک کیا۔ بے حرمتی کو مقصد و مراد بنایا اس نے بدبختی کا جال اپنے اوپر ڈال لیا۔

بندہ کے لئے تمام مصیبت و بلا اپنی آرزو اور خواہشات کی طلب ہے۔ اور اپنی مراد و خواہش بندگی

کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوتی اللہ کی اُلُوہیت شرکت نہیں قبول کرتی اُلُوہیت کہتی ہے اِمَّا اَنَا و

اِمَّا اَنْتَ (یا تو ہے یا میں) لَفَعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُحْكُمُ مَا يُرِيدُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس

کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے۔ اس فرمان کے بعد بندہ کی تمام مراد آرزو و تیجھے ڈال دی گئی ہیں جیسا

کہ کہا ہے۔

دل و عقل از جلال او خیرہ تن و جاں از کمال او خیرہ

(دل اور عقل اس کے جلال سے ماند پڑ گئے ہیں جسم و جاں اس کے کمال سے حیران ہیں۔)

انبیاء و اولیاء و امرا و بادشاہان نے بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ ان سب نے چاہا کہ وہ سب ہو جائیں مگر نہ ہوئیں

اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جنہیں چاہا کہ وہ سب نہ ہوں وہ ہو جاتی ہیں تو پھر اس کی رضا پر راضی رہنا ہے اور

تسلیمِ حتم کرنا ہے اور بندگی پیش کرنا ہے۔ جس طرح بندہ کو موت سے چھٹکارا نہیں ہے بندگی

سے بھی چارہ نہیں ہے ہوگا وہی جو اس جل جلالہ کی مرضی و خواہش ہے۔ والسلام

فقیر شرف منیری



مکتوب ۵۷

تقدیر خداوند تعالیٰ سے راضی رہنے میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز بھائی خواجہ سلیمان کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہاں خیریت ہے بشیر آئے انہوں نے سب حال بیان کیا۔ اے بھائی! آدمی دنیا میں مبتلا ہے اس دنیا میں اسی آزمائش کے لئے لایا گیا ہے تو یہاں طرح طرح کی بلائیں جھیلنے کے سوا چارہ نہیں ہے یہاں یہ کب ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنی مراد و خواہش پر رہے جب آدمی اپنی ماں کے پیٹ میں خون کھاتا رہا ہے تو جب وہاں سے اس بلاخانہ میں آیا تو کیا کھائے گا؟ ایسے میں تقدیر خداوندی سے راضی رہنے اور اس کی مرضی کے آگے گردن ڈال دینے کے سوا دوسری کیا تدبیر ہے؟

سرد و گرم زمانہ ناخوردہ نرسنی برادر سراپردہ  
 ہر بلائے کہ جاں نمنا یادازو دریکے در ہزار شاید ازو  
 زمانہ کے سرد و گرم سے تو نا آشنا ہے تو اس پاک نیمہ میں تو نہیں پہنچ سکتا جتنی بلائیں  
 بھی ان کی جانب سے پہنچیں ہر ایک بلا کے عوض ہزار بلا سے چاہیے۔

لَوْ مَحْفُوظًا مِّنْ جُودِهَا لَكُنْ مِّنْ لَّكْهَى كُنْ وَهِيَ مَن لَّحْمٍ يَرْضَى بِقَضَائِي وَ لَحْمٍ يَشْكُرُ عَلَيَّ نِعْمَائِي وَ لَحْمٍ  
 يَحْبِبُ عَلَيَّ بِلَايِي فَلْيَطْلُبْ رَبَّاسِوَانِي (جو میرے فیصلے پر راضی نہ ہو اور جو میری نعمتوں پر شکر نہ کرے اور جو  
 میری بلاؤں پر صبر نہ کرے تو اس سے کہہ دو کہ وہ میرے سوا کوئی دوسرا پروردگار ڈھونڈ لے۔) اس حدیث شریف  
 کی تفسیر اور اس کی دہشت سے مردانِ خدا کا پتہ پانی ہو رہا ہے اور ان کے دل کباب ہو رہے ہیں نہ تو  
 دن میں کسی کو چین و سکون ہے اور نہ رات کو نیند۔ بیوی، بال بچوں کے کھانے پہننے کا کسے ہوش ہے۔  
 اور ان سب کے بعد دنیا کے کاروبار، تجارت، زراعت کہ یہ سب سامانِ زندگی ہیں انہیں جینے کی کیا  
 فکر ہے یہ تو اپنے سامنے موت کو رکھے ہوتے ہیں۔ کہاں یہ مردانِ خدا اور کہاں یہ عام مسلمانان۔  
 سلطان ہٹنا اور مسلمان جانا یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تقدیر پر صبر کرنے کے  
 سوا کوئی چارہ و تدبیر نہیں ہے تو دنیا سے ایمان سلامت لے جائیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری



# مکتوب ۵۸

## قاضی کے عہدہ کی مشغولی اور اسے دل کی رغبت و توشی سے قبول کرنے

### کی مذمت میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صدر العلماء مولانا حمید الملّت والدین فقیر حقیر شرف منیری کی جانب سے سلام و تحیت

قبول کریں۔

واضح ہو۔ سنا ہے کہ برادر عزیز نے قضا کے عہدہ کی مشغولی قبول کر لی ہے۔ قضا کے خطروں کو جانتے ہوئے اتنے بڑے خطرہ میں جب کہ ایسی کوئی انتہائی حاجت بھی نہ تھی خود کو اس میں کیسے ڈال دیا۔ یہ کھٹاک دل میں پیدا ہوتی ہے کہ تحصیل علم کے وقت ہی برادر عزیز کی نیت میں حصول جاہ و مرتبہ کا خلل ضرور پیدا ہوا ہے، ورنہ علم اور علم کے ثمرات سے محرومی آپ سے وجود میں نہ آتی، حق سبحانہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر حق میں مشغول نہ ہوتے۔ یہ صریح مشہور ہے۔ "علمی کہ راہ حق نماید جہالت است" وہ علم جو بندہ کی راہ کی طرف رہبری نہ کرے جہالت ہے۔

علم را چوں تو خوانی از بازی آلت مال جاہ ازیں سازی

علم سوئے در الایرد نہ سوئے نفس و مال جاہ برد

علم کو اگر تم نے محض مشغلہ کی طرح پڑھا تو اسے مال و مرتبہ سمیٹنے کا ذریعہ بنا لو

علم تو اللہ تعالیٰ کے دیک بچانے والا ہوتا ہے نفس مال و جاہ کی طرف نہیں لے جاتا اور

(معلوم ہوتا ہے) برادر عزیز نے اپنے لئے یہی درست سمجھ لیا ہے کہ کل قیامت کے دن قاضیوں کے زمرہ میں

اٹھائے جائیں۔ افسوس ہزار افسوس! اس علم و دانش کے باوجود خود کو اس قدر سخت و دشوار کام میں

ڈال لیا ہے اللہ پناہ میں رکھے اس علم سے جو بندہ کو حق سبحانہ تعالیٰ سے دور کر دے اور اس کی

راہ کا پیر وہ بن جائے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

نان و جامہ سپید این منزل نہ فزاید مگر سیاہی دل

حرف کو کاغذ سے سیاہ کند کے دل تیرہ را چو ماہ کند

«اس دنیا میں شیر مال و سفید پوشی تو محض مال کی سیاحتی کو بڑھاتی ہے صرف تو کاغذ کو سیاہ کہتے ہیں تاکہ ایک دل کو کہاں ماہ کتاباں بتاتے ہیں۔»

خبردار "خبردار" مگر کا آخری حصہ ہے فرصت کو غنیمت جانتے جس طرح اور جس عنوان سے ہو تو وہ کو اس نسخہ سے نکلنے اور اپنے کئے ہوئے کی توبہ و استغفار سے تدارک کیجئے مقدمات "توجیداری اور دیوانی کے فیصلے کی کتابوں کے مطالعہ اور اس کی بحث سے کنارہ ہو جائیے مثلاً "حقوق اللہ" کے مکتوبات اور ایلیہ صوف کے موقوفات ان کی آہستہ آہستہ کو سامنے رکھئے حق سبحانہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائیے امید ہے کہ حق تعالیٰ کے ذکر کے ذریعہ نفس بدستی سے نکل آئیں گے اور خدا پرست ہو جائیں گے اسی حق کو سنی کہا ہے

تاکہ یا شد یاد غیرے در حساب      ذکر مولیٰ یا شد از تو در حجاب  
چوں ہم یاد تو از مولیٰ بود      یچو مجنونت ہم سالی بود

«یہ تک تیرے دین و دماغ میں غیر حق کا حساب کتاب ہے حق سبحانہ تعالیٰ کا ذکر تجھ سے حجاب میں ہے جب حال کا ذکر کرنا چاہے گا تو مجھوں کو جس طرح کیجئے سنی حق سبحانہ تعالیٰ نظر آئے تھے مولیٰ حق سبحانہ تعالیٰ اس صحبت کی پاسداری میں جو برادر عزیز ہے رہی ہے میری یہ خواہش ہوئی کہ اس سے کچھ نہ لیاں گوں لیکن چون کہ برادر عزیز کو مال و مرتبہ سے الفت پیدا ہو چکی ہے ظاہر ہے کہ یہ باتیں پسند نہ آئیں اور لکھنا بر یاد ہو جائے چند سطروں پر خط مختصر کر دیا کچھ اشعار خواجہ قطار کے یاد آگئے

- |   |                              |                                  |
|---|------------------------------|----------------------------------|
| ۱ | رہرواں وقتند تو در ماندہ ای  | حلقہ بر سر زان کہ بر در ماندہ ای |
| ۲ | راہ زد مشغولی عالم ترا       | نیستید والے خدا یکدم ترا         |
| ۳ | تو دخی آئی پسرا از خویش تو   | چوں تو الی شد خدا اندیش تو       |
| ۴ | آخرا از تو اب آمدی بیدار شو  | یکدم الے مست ہوا ہوشیار شو       |
| ۵ | چیتد گویم ہر کہ مرد دیں بود  | در دلش یک قدم دروین بود          |
| ۶ | ہر ایس کہ گشت گلاں در کار او | تو چینیں آزا د از اسرار او       |

۱) (مقالہ والے گزشتے تم پیچھے رہ گئے۔ دروازہ کی زنجیر اپنے سپہ پروردگار کے قدموں سے اٹکتے تھے۔)

۲) دنیا کی مشغولیتوں سے تھلا کر اعلیٰ عالم ترا "تمہیں اللہ کی ایک دم سے واہ حق تمہیں سے۔"

۳) اللہ کے ایسے ملک تو اپنی توفیق سے یا نہیں آتا اس وقت تک خدا اندیش کیسے ہو سکتا ہے۔

(۳۳) لاشتم ہو چکی تیرے لیے رکھی ہو گئی جاگ جا۔ اسے تو ہاتھوں کے توالے ہو شیاہ ہو جا۔

(۳۴) جن کے دل میں اس کی طلب کے درد کا ایک ذرہ ہے ان مردانِ دین کی سعادت تجھ سے کیا بیان کروں۔

(۳۵) اس کے دلوائے اللہ اس کی طلب میں سرگرمیاں ہیں تم اس کے اسرارِ ربیہ کی کوششوں سے آزاد ہو گے۔ یہ ہوا

والسلام  
حاکم شرف منیری

## \* مکتوب ۵۹

### محبت کا دعویٰ اور دوستی کے اظہار میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ عزیز آبادی عرف دیوانہ کتنام

برادر عزیز محمد دیوانہ اللہ آپ کو اپنے دیوانوں میں شامل کرنے کے شرف منیری کا سلام و دعا قبول کریں۔  
برادر عزیز پر واضح ہو چند خطوط ملے ہیں۔ مرزا نے اس خط کے ساتھ تحقیقی پیش کیا اللہ  
تعالیٰ کے طرف سے خط میں اشتیاق کا تذکرہ ہے لہذا محب یعنی عاشق مشتاق ہوتا ہے جب آپ کو  
محبت کا دعویٰ ہے تو محبت کی دلیل پیش کرنا بھی ضروری ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ محبت کا دعویٰ تو بہت  
آسان ہے دعویٰ کی دلیل پر قائم رہنا انتہائی دشوار ہے۔ اے بھائی! یہ ایسا مسئلہ ہے کہ کمر ٹوٹ  
جاتی ہے یا ہوش رہنے کی ضرورت ہے کسی دعویٰ دار کو دلیل پیش کرنے بغیر نہیں چھوڑا جاتا ہے وہ  
روایت سنتی ہے کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسمب میں باندھ کر منجھتی میں رکھا  
تو فرمایا حَسْبِيَ اللّٰهُ مَا شَاءَ مِنْهُ اَعْبُدْ۔ یہ دعویٰ ہوا دلیل کا مطالبہ ہو گیا۔ ابھی ہوا ہی میں تھے کہ  
جناب جبریل آئے تو فرمایا کَلَّا هَلْ لَكَ حَاجَةٌ (کیا آپ کو کسی مدد کی ضرورت ہے؟) (یہ دعویٰ پر دلیل  
طلب ہوئی) فرمایا اِنَّمَا الْيَاسُ (یہ تو گر آپ سے نہیں) (یہ دلیل دی گئی) اور وہ جو سنا ہے کہ حضرت  
علاء رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا کہ اَحْبَبْتُ مَوْمِنًا حَقًّا (میں نے جس کی حقیقی توہین کے مجال میں) حضور  
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ثبوت طلب فرمایا ارشاد ہوا اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ حَقِيْقَةً فَمَا حَقِيْقَةُ  
اِيْمَانِكَ (ہر ایک چیز کی حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے) جناب علاء نے یہ دلیل  
پیش کی عرفت نقی عن الدنیا۔ اے ہر تالیقی واقف ہوتے تھاری) والستوری عتلا تھی ہاں وقتہا

و حجرها و مدارها (میں نے اپنے نفس کو دنیا سے بچانا اور اپنی رات گزاری اور دن گزارا اس حال میں کہ میرے نزدیک سونے اور چاندی اور پتھر اور کنکر کئی قیمت) برابر تھی۔

اگر حضرت حارثیہ دلیل نہیں پیش کرتے تو رسول علیہ السلام کے حضور میں ان کی کوئی آبرو نہیں رہتی۔ اور وہ جو یہ حکایت آتی ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحب عزت درویشوں کی جماعت میں حاضر ہوئے کہا السلام علیکم سلام کے جواب کے بعد پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا درویشوں کا غلام ہوں اس جماعت کے کسی درویش نے ایک سے کہا اٹھو جاؤ ان کو بازار جا کر بیچ آؤ۔ اسی وقت بازار لے گئے اور بیچ دیا جب خریدار نے اس معزز کو گھرا لیا ان کے کاموں اور اعمال کو دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ کہا سبحان اللہ! آپ کے جیسا شخص غلام کب ہو سکتا ہے اے بزرگ محترم مجھے اس کام کے راز سے آگاہ کیجئے آپ آزاد ہیں جائیے اپنے کام میں مشغول رہئے۔ انہوں نے کہا اے مرے خریدار (آقا) میں نے ایک دعویٰ کیا تھا کہ میں درویشوں کا غلام ہوں درویشوں نے مجھ سے میرے اس دعویٰ کی دلیل طلب کی جس کا مشاہدہ آپ نے کیا۔ تو اے بھائی! اپنے امکان بھر حقیقت کی راہ اختیار کرنا چاہیے اور دعویٰ سے بہت دور رہنا چاہیے ورنہ بارشہوت تم پر آجائے گا اور دلیل کا مطالبہ ہوگا یہ کام ہمارا تمہارا نہیں مردوں کا کام مخنثوں سے انجام پانا مجال ہے ان اللہ خلق للحرب رجالا و للقصعة رجالا وہ لوگ جو میدان جنگ میں تلوار کی باڑھ مارتے ہیں اور تلوار کی دھار کھاتے ہیں وہ دوسرے لوگ ہیں اور قورمہ کا پیالہ چاٹتے والے دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔

گردنے باید از عنس زایلے تا ز ند دست لعنتش سیلے  
آن کہ از تیر او شرف دارد دیدگاں از پئے ہدف دارد  
گردن عزایل کی طرح کہ جس نے مالک کی لعنت کے ورتے کھائے

جو محبوب کی بلا کے تیر کھانے کا شرف رکھتا ہے وہ نشانہ بننے کے لئے دونوں دیدگاں کھلا رکھتا ہے۔ ❀

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۶

ابتلا اور خوف و اُمید میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود کہ خداوند اپنے خواہد آں رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے جو اس کے حکموں پر چلے اللہ تعالیٰ اس سے جو چاہے وہی اختیار کرے۔)  
 عزیزی! کاتب مکتوب کا سلام و دعاء مطالعہ کریں  
 جائیں! سنا ہے کہ آزمائش میں پڑ گئے ہیں کچھ پریشانی ہو گئی ہے۔ دنیا جیب بلا خانہ ہے اور  
 آزمائش کی جگہ ہے تو اس سے کون خالی ہے۔

عالمی پرتفرقہ است از پیش و پس ندمد او یک ذرہ جمعیت بکس  
 (عالم ہر طرح پرتفرقہ پریشانیوں سے بھرا ہوا ہے، جمعیت اطمینان کا ایک ذرہ وہ کسی کو نہیں دیتا ہے۔)  
 اے بھائی! پدر محترم جناب آدم علیہ السلام اس عزت و احترام کے باوجود جب کہ تمہیں معلوم ہے  
 بہشت جیسی ناز و نعمت کی جگہ میں آزمائش و ابتلا سے سلامت نہ رہ سکے تو ان کی اولاد اس دنیا  
 میں جو بلاؤں کا گھر ہے اس پر ہزاروں گناہ کی آلودگیوں کے ساتھ کیوں کر ابتلا و آزمائش محفوظ رہ سکتی  
 ہے، سب کے سب یہی چاہتے ہیں کہ ابتلا و آزمائش سے محفوظ رہیں نہ تو سب کی خواہش ہے کہ بلاؤں  
 سے سلامت رہیں لیکن چاہنا تو اس کا چاہنا ہے جس کی منشا و خواہش کے آگے سب کی خواہش ہیچ ہوتی  
 ہے۔ ہوتا وہی ہے جو اس کی منشا و مرضی ہوگی۔ مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاءَ لَمْ يَكُنْ (جو اللہ نے چاہا ہوا جو

نہ چاہا ہوا) تم چاہو ہم چاہیں کوئی چاہے ہو گا وہی جو وہ چاہے گا۔

آن کسند جمله کہ خود خواہد مدام و آنچه باید خلق را نکند تمام

(وہ ہمیشہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ خلق جو چاہے وہ اسے پورا کرے۔)

لیس اللہ شریک الوہیت میں شرکت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اے بھائی! انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم

سب کا یہ حال ہوا ہے کہ انہوں نے بہت سی چیزیں چاہیں کہ ہو جائے لیکن نہ ہوئیں اور بہت سے ایسے  
 کام نہیں انہوں نے چاہا کہ وہ بھی ہوں وہ ہو گیا اور یہی حال تمام بادشاہوں امراء و وزراء کا ہے جو بیت اور عبودیت  
 بلاشبہ خداوندی اور بندگی (فرمان روائی و فرماں برداری) اسی کو کہتے ہیں اور ایسی ہی ہوتی ہے بلاشبہ

نرود بر مراد ما کارے بندہ بودن چنین بود آرسے

(بندہ ہونا اسی کو کہتے ہیں کہ میری اپنی مراد و خواہش پر کوئی کام نہ ہو۔)

اے بھائی! بندہ کے مقصد و مطلب کے مطابق اگر کام ہوتا تو یہ انبیاء و اولیاء کے لئے مخصوص ہوتا  
 کیوں کہ بندہ ہونے میں خاصان خاص ہیں۔ ایسے میں کیا کرنا ہے جب کہ بندگی یہی ہے تو تقدیر کے  
 فیصلہ کے تحت سربندگی جھکا دینا ہے اور جو خداوند تعالیٰ کی منشا و خواہش ہے اس سے راضی و

خوشنود رہنا ہے اپنے مراد و غرض سے ہاتھ دھولینا ہے اور اپنی نامرادی کے ساتھ خوش و غم زندگی بسر کرنا ہے اس لئے کہ اپنی مراد اور بندگی ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں۔

کس چسہ داند تا چہ حکمت میرود  
بر وجودے راجہ قسمت میرود  
(کون جانتا ہے اس کی حکمت کے کیا تقاضے ہیں کسے معلوم کس آدمی کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔)

اور ہو سکتا ہے کہ بندہ کی بھلائی اور بہتری بندہ کی نامرادی ہی میں ہو اور الرحمن اعلم العاقبات وہی رحمن بہتر جانتا ہے۔ (اپنے) پوشیدہ نوازشات کو جناب یوسف پیغمبر علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو ایک معصوم نابالغ بچے کو بے گناہ و قصوران کے برادران کنواں میں ڈال دیتے ہیں اور ضعیف والد خود پیغمبر میں بیٹے کی جدائی میں ساہا سال انگاروں پر چلتے رہتے ہیں پھر کنواں سے نکال کر غلام بنا کر بیچ دیتے ہیں ان کی خریدار زلیخا ان کی محبت میں مبتلا ہوتی ہے انہیں فتنہ میں گرفتار کرنا چاہتی ہے اس وقت ان کی معصومیت دستگیری کرتی ہے عصمت رہ جاتی ہے پھر اس غلامی سے نکال کر مصر کا بادشاہ بنا دیا جاتا ہے پھر اتنے عظیم گناہ کے بعد ان سب بھائیوں کے سر پر نبوت کا تاج رکھ دیا جاتا ہے۔ تقدیر کی آراستگی کا نظارہ کرو اس کی مصلحتیں کس کے وہم و گمان میں آسکتی ہیں ایسی مٹی کو کہا پو

خون صدیقاں از سرت بر نیت  
و آسماں بر فرق ایشان خاک نیت

گر چہ رہ جستند ہر سوئے از سر  
پے نہ بردند اب عجب مومے از سر

(اسی حسرت سے صدیقیوں کے خون بہہ ہے میں اور اس پر آسمان ان کے سروں پر خاک اندیل رہے)

اگرچہ ہر طرف ان لوگوں نے یہ راز معلوم کرنے کی راہ دھونڈ لی لیکن عجب شاہے ایک بال کی نوک بلا بھی پتہ نہ چل سکا)

اے بھائی! اللہ تعالیٰ کے کاموں کے راز سے جسیریل و میکائیل کو خبر نہیں ہم تم اور ہم جیسے دوسرے

کس شمار میں ہیں جناب آدم پیغمبر علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا بہشت کی مملکت ان کے

تصرف میں دی گئی پھر ننگا کر کے بہشت لے باہر کر دیا گیا اور دونوں جہاں میں آواز لگا دی گئی عاصی و عاصی

ربہ (آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔)

نقل ہے کل قیامت کے دن جب جناب آدم علیہ السلام اپنی تمام آل و اولاد کیساتھ بہشت

میں داخل ہوں گے اس وقت بہشت کے در پر انتہائی ہجوم کے سبب شور و غل ہوگا فرشتے حیرت

سے کہیں گے سبحان اللہ! یہی وہ شخص ہے جو برہنہ کر کے بہشت سے باہر کر دیا گیا تھا۔ اسی سے سمجھ لو

قصہ یوسف اور ان کے تمام بھائیوں کا نبی ہونا۔ دیکھو تفسیر امام زاہد تفسیر عیالین۔ بیضاوی۔ معالم التنزیل۔



کہ قضا و قدر کی آراستگیوں اور اس کے کام کی مصلحتوں کو جان سکتا ہے اسی کو کہا ہے۔

تا بدانی تو کہ در پایان کار نیست کس الا کہ سرگردان کار

(تمہیں یہ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ عمل کا نتیجہ کسی کے بس میں نہیں ہے۔ بجز کام میں سرگرداں رہنے کے۔) تو ہر حال میں بندہ کو راضی، رضامند بنا چاہیے اور قضا و قدر کے خوف سے کبھی خالی نہیں ہونا چاہیے کہ المؤمن بین الخوف والرجاء، مومن کا مقام ڈر اور امید کے درمیان ہے، چنانچہ بزرگوں کا قول ہے کہ مومن کو اپنے خدا سے ایسی امید ہونی چاہیے کہ اگر ساتوں آسمان وزمین کے گناہ کا وہ مرکب ہو تو مغفرت سے ناامید نہ ہو اور اگر ساتوں آسمان وزمین کی عبادت اس سے وجود میں آئیں تو وہ اپنی نجات سے خود کو مومن و محفوظ نہ جانے۔

ایں قدر زو صبر کن کا سان بود      تناخوش و ناخوش ترا یکساں بود

(تو ایسا صابر ہو جا کہ خوشی و ناخوشی دونوں تیرے لئے برابر ہو جائیں۔)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرماتے میری امید اس درجہ کو پہنچی ہے کہ اگر کل قیامت کے دن نداد بجائے کہ آج بہشت میں کوئی نہیں جائے گا مگر ایک شخص تو میں یقین کر لوں کہ وہ میں ہی ہوں۔ اور میرا خوف اس مقام میں ہے کہ قیامت میں اگر یہ صدائے گناہیں کہ آج کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا مگر ایک شخص تو میں سمجھ لوں کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔

اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہی ہوگا۔ اگر وہ بخش دے دوزخ سے آزاد کر دے بہشت دے کر شاد فرمادے تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر اس کی پکڑ ہو جائے دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا یہ اس لئے کہ مالک کو اپنی ملک میں پورے تصرف کا حق حاصل ہے جو بھی کہے وہ سب جا رہے۔

بدمانیک شد چو پذیرفتی      نیک ماگشت بد چو بگریفتی

(میری برائیاں نیک بن جائیں اگر آپ مجھے قبول کر لیجئے اور میری نیکیاں برائی ہو جائیں اگر آپ گرت ہو جائیں۔)

تو معلوم ہوا بندہ کے لئے وہی صورت ہے خوف اور امید۔ فضل ہوگا یا عدل اگر فضل کا فرما ہو تو چھٹی ہے اور اگر عدل نے اپنا کام کیا تو ٹیٹی۔ اسی کو کہا ہے۔

گر فضل کنی یقین برستیم ہم      در عدل کنی واٹے یہ رسوائی ما

(اگر آپ فضل فرمائیں تو ہم پورے طور پر چھٹکارا پا جائیں اور اگر عدل فرمائیں تو اس وقت میری رسوائیوں کا کیا ٹھکانا۔)

اپنے ہاتھ زبان، قلم، کاغذ سے لوگوں کے دلوں کو راحت و آرام پہنچاؤ، اور فرمت کو غنیمت جانو۔ والسلام

# مکتوب ۶۱

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

از درخوشم مگرداں نا امید از سر لطف سیاهم کن سپید

در رہِ بیم و امید افتادہ ام در سیاه و در سپید افتادہ ام

(اپنے در سے نا امید نہ ٹوٹائیے اپنے لطف خاص سے ہمارے نامہ اعمال کو سپید بنا دیجئے۔

امید و ناامیدی کی راہ میں پڑا ہوا ہوں، نور و ظلمت میں گھسرا ہوا ہوں۔)

اے بھائی! جہاں کہیں ہو، جس حال میں ہو اور جس کام میں ہو اس کی بارگاہ سے ناامید نہ ہو،

اس لئے کہ اللہ جل شانہ کے کام طاعت گزاروں کی طاعت سے پاک و منزه ہیں اور گنہگاروں کے

گناہوں سے مقدس و اعلیٰ ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے علت و اسباب اس کے کاموں میں نہیں

اسی کو کہا ہے۔

نے ہمہ آں جلے کہ طاعت خونند عجز نیز و ضعف ہر ساعت خرد

(وہاں صرف طاعت ہی نہیں خریدی جاتی بلکہ عاجزوں کی عاجزی کمزوروں کی کمزوریوں کی بھی قدر و قیمت ہے۔)

اسی موقع کے لئے بزرگوں کا مقولہ ہے الْفَضْلُ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ لَا بِالْعَمَلِ وَلَا بِالْجَوْهَرِ فَضْلُ اس کیلئے

جسے اللہ فضل دے یہ نہ کسی کے عمل سے ہے اور نہ جوہر سے یہ اس لئے کہ فضل اگر عمل سے متعلق ہوتا

تو یقیناً اگلی امتوں کو اس امت پر فضیلت ہوتی کیوں کہ ان کی عمریں سات سو آٹھ سو سال ہوا کرتی

تھیں تو ان کا عمل اور ان کا کردار بھی بہت زیادہ ہوتا اور اس امت میں عمر عموماً ساٹھ سو سال ہوتی

ہے تو اس کا عمل اور ان کے کارنامے ضرور کم ہوں گے اس کے باوجود اس امت کو دوسری تمام امتوں پر

فضیلت ہے۔ اور اگر فضل کا تعلق جوہر سے ہوتا۔ تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی کیوں کہ شیطان

آگ سے پیدا ہوا ہے جو روشن ہے اور آدم خاک ہے خاک ظلمانی اندھیری ہے اس کے باوجود شیطان

پر آدم کو فضیلت ہے ان مثالوں سے یہ ہم نے سمجھ لیا کہ فضل نہ عمل کی وجہ سے ہے اور نہ جوہر کے سبب

سے یعنی عمل اور جوہر فضل خدا کی علت نہیں تو ثابت ہوا کہ فضل اسی کے ساتھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ

جسے فضل عطا فرمائے۔ اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہوگا۔ اگر

کسی کو اعلیٰ علیین (بلندی) پر لے جانا چاہتے ہیں تو بغیر کسی علم و عمل اور کارگزاری کے بلندی پر پہنچا دیتے ہیں اور اگر کسی کو اسفل السافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرا دینا چاہتے ہیں تو بغیر کسی گندگی و نجاست گناہ کے پستی میں گرا دیتے ہیں اسی معنی میں کہا ہے۔

گر آری خلیلے ز جحسانہ کنی آشنائی ز بیگانہ  
گے از چنایں گوہر خانہ خیز چو بوطالبے را کنی سنگ ریز

(کبھی تو آذر کے بت خانہ سے خلیل پیدا کرتا ہے بیگانہ کے گھر والے سے آشنائی پیدا کرتا ہے کبھی

ایسے موتی و جواہر پیدا کرنے والے گھرانے سے ابوطالب جیسے پتھر پونجے والے کو پیدا کرتا ہے۔)

یہ دیکھو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت جب کہ کوئی عمل و طاعت آپ کے وجود میں نہیں آئی تھی آپ کے ظہور کے قبل اعلیٰ علیین پر پہنچایا اور ابوجہل کو اسفل السافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرا دیا اس وقت کہ اس سے نجاست و گناہ وجود میں نہیں آیا اور وہ پیدا بھی نہ ہوا تھا خلاصہ یہ کہ اس جملہ علا کی صفت تو یہ ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ هُوَ لَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا اَبَالِي وَهُوَ لَاءِ فِي النَّارِ وَلَا اَبَالِي انہیں نہ جنت میں جانے والوں کی پرواہ اور نہ جہنم میں جانیموالوں کی پرواہ) اسے کسی خوف نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے ڈر تو کسی غیر کی ملک میں تصرف کرنے پر ہوتا ہے ان کا یہ تصرف تو اپنی ملک میں ہے، ڈر کیسا اور کس سے؟ سب کو اس سے خوف ہے اس کو کسی سے بھی خوف و ڈر نہیں، اگر سارا عالم جناب صدیق اکبر کے صدق سے متصف ہو جائے تو اس کی مملکت میں کوئی زیادتی نہ ہو اور اگر سارا جہاں فرعون کی طرح اَنَّا رَبُّكُمْ الْاَعْلٰی کا دعویٰ کرنے لگے تو اس کی بادشاہت میں کوئی کمی نہ ہو۔

ایں چہ درگاہیست قفلش بے کلید

ایں چہ دریا نیست قعرش نا پدید

اربدیں دریا در آئی یکدے

حیرت جاں سوز بینی عالی

(یہ کیا انوکھا دربار ہے جس کے تارا کی کنجی ہی نہیں یہ کیسا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کا کوئی پتہ ہی نہیں

اگر اس دریا میں تم ایک ذرا دیر کے لئے غوطہ لگاؤ تو ایک ایسا عالم دیکھو گے کہ حیرت سے جاں ہکاٹھے۔)

والتَّسْلَام

حفیر شرف میزری



# مکتوب ۶۲

## مسلمان کے مسلمان ہونے اور دعویٰ مسلمانانہ پر عمل میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہیداً تم کو امام احمد بدین سیرت گرفتارم سے منہ ہندوستان میں مسلم نہ تہن مرتبہ بیگنہ کا نام

«مجھے پتہ نہیں میں کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ تہ ہندو ہیں تہ مسلمان ہیں تہ مرتبہ ہوں تہ بیگنہ»

اے بھائی! کام بہت دشوار ہے اور مسلمان ہونا بہت مشکل ہے جہاں تک موقع ملے ایمان قائم

کرتا چاہئے اس لئے کہ جب ہم نے لا الہ الا اللہ کا دعویٰ کیا کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں تو اس دعویٰ کے

درست ہونے کی دلیل یہ ہوگی کہ ہم اللہ کے سوا کسی سے خوف نہیں کرتے اور کسی سے امید نہیں رکھتے اور

جب ہم دوسرے سے ڈرتے ہیں اور دوسرے سے امید رکھتے ہیں تو یہ دعویٰ یہ دلیل تہ ہندی اور

دعویٰ بے دلیل جھوٹ ہوتا ہے اور صرف ذرا بانی ایمان گل قیامت دن کی کام کا نہیں ہوگا اگر محض ذرا بانی ایمان

قیامت میں کام آتا تو تمام منافقین رہائی دیکھ کر اپنا جاتے اس کی جانت پر رحمت ہو جس لئے کہلیے

صوفی دیکھ لو شہدی شیخ جیلدار اس جملہ شہدی دے مسلمان شہدی

(صوفی ہونے پر پلوش ہونے شیخ جیلدار نے یہ سب ہونے لیکن مسلمان تہ ہونے)

اور اسی طرح کوئی کافر طیب ہم سے کہے کہ قلاں حیرتہ کھاؤ یہ تمہارا ہے لئے نقصان دہ ہے

اسی وقت ہم چھوڑ دیتے ہیں اور نہیں کھاتے ایک لاکھ چوبیس ہزار بیجا میران عظیم السلام تشریف لانا

اور سب نے ہی کہا حَبِّ الدُّنْيَا اس کُلِّ خَطِيئَةٍ (تمام گناہوں کا سرچشمہ تیا کالتحت ہے) اور

ہم رات دن تیا طلبی میں مصروف و تہمک میں تو یہ ایسا ہوا کہ کافر طیب کے قول پر ہمیں یقین ہے لیکن ایک

لاکھ چوبیس ہزار بیجا میران کے فرمان پر ایمان و یقین نہیں۔ تیا ذرا ایمان کہاں ہے یہ

شودہ گشت المسجده راہ تیاں پشیمانم چنتہ خود را تہمت دین مسلمانانم

(تہوں کی راہ میں سر رکھتے رکھتے مری تیا تیا گس گئی اس حال میں کہ تک میں تہوں کو مسلمان کہتا ہوں گے)

اور اسی طرح کہ لوگ مجھے اگر دیکھ رہے ہیں تو ان کی نظروں کے سامنے میں کوئی گناہ نہیں کر سکتا

اور خدا کے لئے تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اس کی نگاہوں کے سامنے سینکڑوں گناہ کرتا رہتا ہوں تو یہ دیکھا ہی  
 ہے کہ مخلوق سے ڈرتا ہوں اور خالق سے نہیں ڈرتا اور جو مخلوق سے ڈرتا ہے اور خالق سے نہیں ڈرتا وہ مومن  
 ہے یا کافر یہ معراج - قرأت کند نماز کا مشبہ سنی - آج کی رات کا یہ نشہ گل بیب ٹوٹے گا تو معلوم ہو جائے گا  
 یہ شخص الہی خدمتِ حلالی میں مبتلا ہے پھر بھی لوگ لکھتے ہیں کچھ لکھتے بھی لکھوں اگر لکھوں گا تو یہی لکھیں گے۔  
 اسی مختصر سی تحریر پر توبہ توبہ تو توں کر رہی کافی ہے اور فضول بچا اس کرنے والے جو وہ پیتے پیتے کچھ طرح  
 میں ان سے توبہ کو دہرا لکھو۔ اے بھائی! آتھک والوں کی نگاہ میں۔ یہ لوگ جو توبہ کو ایک شخص سمجھتے ہیں  
 وہ ایسے ہیں۔ جیسے ان کے پیٹ میں بیوں یا یا پکی پست میں بیوں یہ بھی نہیں بلکہ عدم میں ہیں۔ ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ﴾  
 ﴿طَقِيَ اللَّهُ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا﴾ (انہیں چھوڑ دو کہ یہ گمراہیوں میں پھنکتے ہیں) اسی کو کہا ہے

ہر گشت لفظ تہ تود تو شتود سالہا بند شد بدو سنج بود

(( ایسا شخص چلا پتا ہے تود شتود ہے اسے تہوں کے لئے تود کو درخ کے قید خانہ میں ڈال لیا ))

والسلام

خاکسار شیت میری



## مکتوب ۶۳

# عشق اختیار کرنے اور اس کی زینتی کی کوشش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مطلوبہ مطلقہ قدس سرہ الرحمۃ کے نام۔

رہیم میں بیسیا ہے کہ توحش آتی تھارت  
 نہ کشتی اندر لیں جیسا ملا ہے عجب کلاست

(( میں ایک ایسے مرد سے پہچان گیا ہوں جس کی توحش آتی تھارت میں عجب حال ہے اس مرد میں نہ کشتی ہے نہ ملت ہے ))

اس مرد کی کشتی عشق ہے "حق سبحانہ تعالیٰ کی عنایت ملاحظہ ہے معراج - شاگرد یا شوقین ترا مطالعہ۔

(( تم شاگردین جلد عشق پہلا لایہر کاتی ہے )) ہر ایک عشق کے قوت و ظہر بہت زیادہ ہیں تو کیا کرتا ہے اس فقیر کے

مکتوبات و ملفوظات پیش نظر رکھیں امید ہے کہ اس سلسلہ کی طبعیاتی کی موجیں جو آدم خور ہیں اس سے اس

کے مطالعہ کے نتیجہ سلاستی کے ساتھ گذر جائیں گے اور اس دریا کے عبور کرنے میں جتنی خشکیاں اور عقوبت

پیش آئیں ان سے بکا حل اسی میں تلاش کریں گے کہ جو اور عزیز تر ان مکتوبات و ملفوظات کے معانی سے بخوبی

آگاہ ہو چکے ہیں اور اس کے قوانین و اشارات سے واقفیت حاصل کر چکے ہیں اس تصور کے ساتھ مطالعہ کیجئے  
 گویا اس فقیر کی زبان سے سُن رہے ہیں کیوں کہ **الْقَلَمُ أَحَدُ اللِّسَانِ** (قلم بھی زبان کے درجہ میں ہے)  
 اطمینان رکھیں آپ کی قسمت بلند ہے کیوں کہ برادر عزیز کی ہمت نے اس دریاے عشق میں شناوری کی  
 ہے اللہ تعالیٰ فتح یاب فرمائے بحرمت النبی والہ الامجاد۔

نہنگ آں بہہ کہ بردر یا ستیزد کز آب گرد ماہی خرد خیزد

(گھڑیاں جو دریا کے اوپر اس کی موجوں سے ٹکر لیتا ہے وہ اُن چھوٹی پھلیوں سے بہت رہے جو پانی کے کنارے اُبھرتی ہیں)

اس دریا کے لعل و موتی بہت قیمتی ہیں اس کے جواہرات بڑے نادر ہیں اس کے غوطہ زن خواص جان  
 پر کھیلنے والے سچے عاشقوں کو ہونا چاہیے نہ یہ کہ ہر کینہ، ہر جھڑپ، ناشستہ رو، شکم پرستوں کو۔ مصرع  
 رُو بازی کن کہ عاشقی کار تو نیست۔ (جاؤ کھیلو عاشقی تمہارا کام نہیں ہے)

عاشقاں اور ہی ہوتے ہیں مخنثان دوسرے لوگ ہیں عاشقوں کا دین و مذہب اور ہی ہے مخنثوں

کا دوسرا قطعہ :-

در زہد و دمنبر و محراب تحقیق در عشق بجز بادہ و زنا رہنا شد

چوں رُوے دل آرام جو قبلہ عشاق پس مہر عشاق بجز دار نہا شد

(زہد میں زاہدوں کے لئے مہر و محراب چاہیے لیکن عشق میں عاشقوں کے لئے شراب و زنا کے سوا کچھ نہیں ہے)

جب معشوق کا چہرہ ہی عاشقوں کا قبلہ ہوتا ہے تو عشاق کا منبر تختہ دار ہی بنتا ہے۔)

جو عاشق نہیں وہ لا حاصل مجنوں بنا ہوا ہے (جہاں عشق نہیں وہاں جنون کہاں؟) ایک اور ایک ساعت

جو عشق میں گذر جائے زندگی تو وہی زندگی ہے۔

آں یک نفس کہ میرود از عمر گوہریت کورا خراج ملک دو عالم بود بہا

(زندگی میں ایسی ایک سانس جو گزے وہ نایاب موتی ہے دونوں جہاں کی بادشاہت کا خراج اس موتی کی قیمت ہوگی)

شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوشش کرو کہ ایسی ایک سانس حاصل ہو جائے

کہ اس ایک سانس میں تم زمین و آسمان میں جدھر دیکھو حق تعالیٰ ہی کو دیکھو اس کے سوا کچھ منظر نہ آئے یہاں تک

کہ اسی ایک سانس کی بدولت صاحب دولت بن جاؤ۔

کز بہم عمر خویش یا تو بر آرم دے حاصل من آں دم است باقی ایامرت

(اگر اپنی تمام عمر سے ایک سانس آپ کے ساتھ میں گزاروں تو وہی ایک سانس میری زندگی کا حاصل ہے باقی دن یونہی بہتے)

اے بھائی! اپنے عشق کا شاہانہ لباس کبھی کو مرحمت نہیں فرماتے اور ہر شخص خود عشق کے قابل نہیں ہوتا جو عشق کے قابل ہوا عشق اس کے لائق ہوا اور عشق جس کے لائق ہوا وہ خدا کے لائق ہوا۔ اور جو عشق کے لائق نہیں وہ خدا کے لائق نہیں۔ جو عشق کی بارگاہ کے محرم دروازدار ہیں وہی جانتے ہیں کہ عشق کون سی حالت ہے، لیکن نامحرموں، مخفیوں، کو عشق کی حقیقت کا کیا پتہ۔ عشق کی قدر عاشقان جانتے ہیں، اسی کو کہا ہے۔

دیر کوئے عشق بادہ بہا برار کے دھند وز جام شوق جُرعہ باغیہا کے دھند

اں خلعتے کہ بہر خواص است عارا پے دار عشق بر سر بازار کے دھند

(عشق کے کوپہ میں شرابِ بابر از متقیوں کو نہیں دیتے۔ تو اس جامِ شوق سے ایک چلو غیروں کو کب دیں گے وہ شاہانہ لباس لطف جو خواص، عشاق کے لئے ہے عشق کی سولی پر چڑھ لئے بغیر عوام کو سر بازار کب دیں گے)

قدہ گلِ دہل بادہ پرستانِ دامنہ نے تنگ دلاں و تنگ دستاں دانند

گلاب کے پھول اور انگوری شراب کی قدر زندانِ بادہ پرست ہی جانتے ہیں نفسِ تلاش بے دولت لے کیا جانیں۔)

سارے عالم کے لوگ بہت کی طلب میں لگے ہوئے ہیں۔ کسی ایک کو عشق کا طالب آپ نہیں پائیں گے یہ اس لئے کہ بہت نفس کا حصہ ہے اور عشق جان کا حق و حصہ ہے۔ ہزاروں لوگ اشرفی دروپیے کے طالب ملیں گے لیکن موتی و جواہر کے طالب نہیں۔ اے بھائی! اپنی ذات سے اٹھو اور اپنے وجود کو عشق کے حوالے کر دو جب اپنی ہستی تم نے عشق کے سپرد کر دی تو تم پہنچ گئے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

آتشے راہی کُند تسلیم : داغ نمود و باغ ابراہیم

(عشق کے آگ کو اگر تم نے قبول کر لیا تو نمود کی آگ کی طرح یہ آگ گلزارِ ابراہیم بن جائے گی۔)

دیکھو ہر آن بہت لبند ز کھو اللہ کے سوا جو بھی بے طالب کے لئے وہ زنا و فریب، محرابِ بھنبر عاشق کے لئے سولی کا تختہ ہے اسی کو کہا ہے۔

در باز سر از مردی در صفِ قتال او : کز بہر سر در رہ بر کم بہ نباید بود

سراختہ آل رہ روز سجدہ غیر او : گر مرد رہ او ای در کم بہ نباید بود

(اس عشق کے میدانِ جنگ میں مردانہ وار سر کی بازی لگا دو کیوں کہ اس راہ میں سر سے کم کا مطالعہ نہیں ہوتا)

وہ ایک سر پچرا غیر کے سجدہ کے مقابلہ میں اپنی سرداری ختم کر گیا اگر تم مرد ہو تو اس سے کم تو نہ رہو۔)

جانتے ہیں یہ اتنے سارے پردے اور حجابات جو اس راہ میں رکھے گئے ہیں یہ کیوں ہیں؟

یہ اس لئے کہ عاشق کی نگاہیں دن بدن پختہ تر ہوتی جائیں یہاں تک کہ محبوب کو بے حجاب دیکھنے کی دید  
میں طاقت پیدا ہو جائے۔ اسی کو کہا ہے

پیرے زخراہ بروں جست      یک کوزہ پر زبادہ در دست  
با کوزہ و خرقہ و سجادہ      در پائے بے فناہ سرمست  
ہم ز بد بسادہ عشق بر داد      ہم تو بہ ز بہر وصل بشکت

(ایک پیر نے دیرانہ سے جست لگالی اور باہر آیا ایک پیالہ شراب سے بھرا ہوا ہاتھ میں تھا  
شراب کا وہ پیالہ، خرقہ و مصلیٰ سب لئے ہوئے عستی میں ایک بت یعنی مشوق کے قدم پر گر پڑا  
عشق کی شراب پر سارے زہن نادے پھر اس بت کے وصال کے لئے توبہ بھی توڑ دی

نقل ہے کہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جناب جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا

يَا اَتِي جِبْرِئِيلُ هَلْ سَأَلْتِ الشَّرْبَ اے بھائی جبرئیل آپ نے خداوند تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ جبرئیل نے کہا  
يَا مُحَمَّدٌ صَلَّيْ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سَبْعُونَ حِجَابًا مِنْ نُورٍ لَوْ دَلَّوْتُ دَاخِدًا لَأَحْرَقْتِ

اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور خدا کے درمیان ستر پورے نور کے ہیں ان نور کے پردوں میں سے ایک پردہ کے  
قریب کی جاؤں تو میں جل جاؤں۔ سبحان اللہ! کیا ہی ہمت اور دلیری ہے اس مٹی اور پانی کے پتلہ کی ہمت  
یہ دلیری نفختہ فیہ من روحی کی قوت سے ہے جو سوال کرتا ہے اَسْرَبِي اَنْظُرِ الْيَدِ (تو مجھے نظر

آجاکہ میں تجھے دیکھوں، ورنہ کہاں وہ اور کہاں یہ سوال۔ اسی کو کہا ہے۔

نہست مردم لطف از آب و خاک      ہست مردم سر و قد و جان پاک  
صد جهان پر فرشتہ در وجود      لطف را کے کند آخر سجود

(آدی مٹی و پانی سے نکلا ہوا قطرہ ناپیز ہی نہیں ہے۔ آدی سر سے پاؤں تک مقدس جان ہے  
اگر ایسا ہوتا تو سارے جہاں کے فرشتوں کو قطرہ ناپیز کے آگے سجدہ کا حکم کیسے ہوتا۔)

وَالسَّلَامُ

شرف منیری





# مکتوب ۶۴

حدیث شریف یَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا كَمَا هُوَ مَعْنَى مَعْنَى مَعْنَى  
بِاسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

برادر عزیز کا خط ایک عرصہ کے بعد پہنچا پڑھا۔ جس واروہ کا ذکر کیا گیا ہے معلوم ہوا، اچھا اور لائق  
توجہ ہے اس کا جواب لکھا جا رہا ہے۔

اے بھائی! جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا لَوْلَاكَ لَمْ نَخْلُقْ مُحَمَّدًا  
(اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہیں کرتا) حضورؐ نے نورِ بصیرت سے مشاہدہ کیا تو لاکھوں آرزو  
کھنے ولے اور اس کے وصال کے طالبین ہر طرف بکھرے ہوئے ہیں حضورؐ نے غیرت کی بنا پر فرمایا  
یا لیت سب محمد لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا تو جہاں محبت ہوتی ہے غیرت کا ہونا ضروری ہے جس درجہ محبت قوی  
ہوگی غیرت بھی اتنا ہی سخت تر ہوگی یہاں تک کہ ایک فقیر نے اسی غیرت کے مقام میں کہا اے میرے  
اللہ کل قیامت کے دن سب کو نابینا اٹھائیے تاکہ میرے سوا کوئی آپ کو نہ دیکھے۔ اور پھر اسی فقیر نے  
دوسرے وقت کہا خداوند اکل قیامت میں مجھے اندھا اٹھائیے تاکہ آپ کے دیدار میں میری یہ آنکھیں  
بھی شریک نہ ہوں۔ یہاں پر ایسا نہیں چاہیے کہ دل کو کوئی خیال پیدا ہو اس کو کہا ہے

کار عاشق اضطرابی اوستند

لاجرم دیوانہ راگر چہ خطاست

خیر و شر چون جملہ زیبا میرود

گفتہ دیوانہ زیبا میرود

(عاشقوں کے کام بے اختیاری ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ محبت کی زیادتی میں ہوا کرتا ہے)

یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں لیکن گستاخی میں جو وہ بول جاتا ہے وہ درست ہے۔

دیوانگی میں چھی بری جو باتیں ہوتی ہیں وہ سب دیوانہ کی دیوانگی کے لئے زیبا ہیں۔

دوسرا معنی: خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خَلَقَ نُورِي مِنْ نُورِهِ (اس نے میرا نور پیدا کیا اپنے

نور سے) میں فعل اول اس حرف کو جو دیکھا تو انہوں نے اس فعل و حرف کو اپنے اسم شریف کے وجود میں گم دیکھنا

چاہا چنانچہ فرمایا یا لیت رب حمل لم یخلق محمداً فعل، خلق (پیدا کیا) حرف، من (سے) یہ دونوں درمیان میں نہ ہوتے تو یعنی نُورِی و نُورِہ ایک ہی ہو جاتے۔

تیسرا مطلب اسے بھائی! محب اگر محبوب کے مناسب ذائقہ نہ ہو (خود کو نہ سمجھے) تو محبت کی شریعت میں اپنے نیست و نابود ہونے کی تمنا کرنا جائز ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہ شعر ہے۔

اندر خود عشق چوں نہ یابی      اے خستہ عشق نیم جانی

آں بہہ کہ نہ خجالت نماید      در بود و وجود تو نشانی

(جب تو عشق کے لائق نہ ہو تو اے عشق کے مارے ہوئے نیم جان اس ندامت و شرمندگی سے تیرے لئے یہی

بہتر ہے کہ ترے وجود کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔)

ایک مثالی دلیل :- اگر کسی شخص نے اپنے دوست کو دعوت دی مہمان بلایا اس دوست

کے طفیل میں دس بیس اور طفیلی بھی مہمان ہو کر آئیں پھر ان طفیلیوں سے میزبان کے گھر میں بے ادبیاں اور

نا پسندیدہ حرکتیں سرزد ہوں جن سے وہ مہمان دوست نادم و شرمندہ ہو، اپنی انتہائی ندامت و شرمندگی

میں میزبان کے روبرو کہتا ہے کاش میں ہی مہمان نہ ہوتا۔ جب یہ قاعدہ کی بات ہے تو اسی سے جاننا چاہیے

کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے سارے عالم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے طفیل میں پیدا کیا ہے

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْكَوْنِیْنَ (آپ نہ ہوتے تو میں کونین کو پیدا نہ کرتا) ان طفیلیوں کے گروہ نے بے ادبیاں کیں

اور جو چیز نہ ہونی چاہیے تھی ان سے وجود میں آئی ان بے ادبیوں اور ناشائستہ حرکتوں سے شرمندہ ہوئے

انتہائی ندامت و شرمندگی میں فرمایا یا لیت رب محمداً لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا اور یہ معنی مولانا حمید الدین ناگوری

رحمۃ اللہ علیہ کے لوامع میں شرح و لبط سے آیا ہے۔ لیکن وہ عاشق فانی عین القضاة ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کون جان سکتا ہے اس حالت کو جس حال میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یا لیت رب محمداً لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا۔

لیکن وہ جو ایک روایت آتی ہے کہ ایک بزرگ کا قول ہے وہ کہتے ہیں۔

لَا نَشْرَبُ بِمُنْشَارِ أَحَبِّ إِلَيْنَا مِنْ أَنْ يَقُولَ شَيْئاً كَانَ لَيْتَهُ لَمْ یَكُنْ۔

(میں اسے پسند کرنا ہوں کہ میں آرا سے چیر دیا جاؤں لیکن مجھے یہ گوارہ نہیں کہ کوئی بات ہو اور میں یہ کہوں کہ کاش ایسا نہ ہوتا)

یہ ایک مخصوص مقام ہے کہ آدمی جب اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو دنیاوی لذتیں اور نفسانی خواہشات اس میں

نہیں رہتی ہیں مفلسی میں ہو یا امیری کی حالت میں ہو، بھوکا ہو یا آسودہ ہو، تندرست ہو یا بیمار ہو ہر حال

میں وہ محبوب سے راضی و خوشنود رہتا ہے اپنے محظوظ و لذتوں سے نہیں ہٹتا اور اپنی نفسانی خواہشات کے سبب سے یہ نہیں کہتا کاش کہ ایسا ہوتا اور کاش ایسا نہ ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے اندر جو اس کے محبوب کی رضا ہے اُسے جانتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسی بات یا خصلت اپنے اندر محبوب کی رضا کے خلاف دیکھے تو ہرگز سزاوار و مناسب نہیں ہے کہ اس صفت و خصلت کے موجود ہونے کے باوجود اسے پسند کرے اور اس سے راضی و خوش رہے بلکہ اس کی تمام و پوری کوشش اس کے ازالہ کی ہونی چاہیے اور اپنی پوری طاقتِ سانی سے کہے **يَا لَيْتَ هَذِهِ الصَّفَاتُ لَمْ تَكُنْ** (اے کاش میری یہ صفت نہ ہوتی) اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ ایسی بات ہوگی کہ تمام نبیوں کی شریعتیں باطل ہو جائیں گی۔ کیا کہتے ہو؟ اگر کوئی شراب پیتا ہو زنا کرتا ہو اور یہ نہ کہے **يَا لَيْتَ لَمْ أَشْرَبْ يَا لَيْتَ لَمْ أَرِزْ** (کاش میں شراب نہ پیتا کاش میں زنا نہ کرتا) بعض لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ یہ اللہ کے فیصلہ سے راضی رہنے کے خلاف و ضد ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے اللہ کے فیصلہ سے راضی رہنا وہاں پر ہے جہاں حق سبحانہ تعلق کی رضا و خوشنودی ہے، جیسے وہ کفر و گناہ سے خوش نہیں یہاں رضا یعنی کفر و گناہ سے راضی رہنا شرط نہیں ہے اگر یہ شرط ہوتی تو انبیاء کے لئے ہوتی چنانچہ انبیاء کے لئے سزاوار و لائق ہے کہ وہ کہیں کہ **يَا لَيْتَ فَلَا نَالِمُ كُفْرًا يَا لَيْتَ الْمَعَاجِي لَمْ تَكُنْ** (کاش فلاں کفر نہ کرتا یا اے کاش گناہ کا وجود ہی نہ ہوتا) یہ کہنا ان کے لئے مناسب ہے اور خدا کی رضا سے راضی ہوں۔ اللہ جس کام سے ناخوش ہو وہ بھی اُس سے ناخوش رہیں۔

وَالسَّلَامُ  
فَقِيرٌ شَرِيفٌ مِّنِيرِي

## مکتوب ۶۵

# ہمت کی بلندی اور خداوند جلُّ علاا کی طلب میں

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر حاصل شود آن گلرخ و آن بچو میگوش چبے حاصل کے کوہست باغ و چہار جو خواہ  
 (اگر کسی کو پھول سے خسار والے محبوب اور اس کے وہ شرابی رنگ ہونٹ حاصل ہوں تو وہ کیا امر شخص ہو جو باغ و باغیچہ اور چاروں طرف سے  
 ہمت کو کون و مکان کی طلب سے پاک رکھو اور جن چیزیں لفظ کُن کے تحت آتی ہیں اپنے وجود پر حد و ثبات

مخلوق ہونے کا داغ رکھتی ہیں! انہیں اپنی راہ کا بہت وزنا شمار کر دو اور وہی کہو جو کسی ایک نے کہا ہے۔  
بے وصال تو جہاں چہ کار آید بے جمالت جہاں چہ کار آید

(آپ کے وصال کے بغیر جان کس کام کی اور بغیر آپ کے جمال جہاں آرا کے یہ جہاں کس کام آئے گا۔  
اور وہ سالکین راہ میں راست رفتار حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں کہا اللّٰهُمَّ اِذَا اُدْخِلْتَنِي  
الْجَنَّةَ وَقُلْتَ رَضِيْتُ عَنْكَ يَا مَالِكُ فَاجْعَلْنِي تَرَابًا وَهَبِ الْجَنَّةَ لِارْبَابِهَا اے اللہ مجھے آپ جنت میں داخل  
فرمائیں اور اس کے بعد اتنا کہیں کہ میں تجھ سے خوش ہوں اے مالک بس اتنا کہہ دینے کے بعد مجھے مٹی بنا دیجئے اور  
جنت اس کے خواستگاروں کو دیدیجئے) سبحان اللہ کیا کہنا ہے ان مردان راہ کی ہمت کا۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ صاحب ہمت آدم مرد شد ہر کہ خورشید از بلندی فرود شد

ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدہ است گر گدائی میکند شاہ آمدہ است

(وہ جو صاحب ہمت ہے وہی مرد ہے اپنی اس بلند ہمتی سے آفتاب کی طرح بلندی سے فرود ہے

جو ہمت کی نعمت لے کر اس راہ میں آیا ہے اگر وہ گداگری کرتا ہے تو حقیقت میں وہی بادشاہ ہے)

وہ مست المست یزدانی حضرت عین القضاة ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول سنا ہو گا فرماتے ہیں۔ قسم ہے یہاں  
بھی کھانا پینا اور وہاں بھی کھانا پینا؛ شاید تمہاری خوش قسمت نگاہ اس آیتہ کریمہ پر نہیں پڑی ہے کہ اَعِدَّتْ  
بِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَأَعْيُنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ نَبِيِّ (میں نے بہشت میں  
اپنے صالح بندوں کے لئے ایسی نعمت تیار رکھی ہے کہ جس کو آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا بلکہ کسی بشر  
کے دل میں اس کا داہم بھی نہیں گذرا) اے بے ہمت کیا یہ کھانے پینے ہی کی جگہ ہے۔؟

ہر کہ اور ایوسف گم کردہ نیست گر چہ ایماں آورد آوردہ نیست

گر گھم عالم شود زیر زبر تو کن از سایہ یوسف گذر

(جس کے پاس کھویا ہو اور ایوسف یعنی محبوب حقیقی کی فرقت کا درد نہیں ہے اگرچہ وہ ایمان لایا لیکن اس کا ایمان

کامل نہیں ہے۔ اگر سائے عالم میں ایسا انقلاب آئے کہ زمین آسمان ہو جائے تو بھی تو اپنے محبوب کے سایہ سے الگ نہ ہو۔)

اے بھائی! جہاں میں بہشت کی نعمت کے خواستگار اور کرامت کے متلاشی بہت ہیں لیکن نعمت

دینے والے اور کرامت عطا کرنے والے کے طالب سرخ گندھک کی طرح نایاب ہیں اسی کو کہا ہے۔

کعبہ عشاق مولیٰ آمدہ است دآن مجنون رشے سلیٰ آمدہ است

سہا تو انی باخسرد بیگانہ باش عقل را غارت کن و دیوانہ باش

دعاشقوں کا کعبہ تو مولیٰ ہے لیکن مجنون کے عبادت کے لائق سیلی کا رخ زیبا ہے۔ جہاں تک تم سے ہو کے  
عقل سے نا آشنا ہو جاؤ عقل کی پونجی شادو اور دیوانہ ہو جاؤ۔

سبحان اللہ! وہ لوگ جن کے داؤد علیہ السلام جیسے خادم ہوں فرشتے اور ساکنان آسمان حاشیہ بردار ہوں  
توان عام انسانوں اور اجنا کو ان کے مرتبہ و مقام کی کیا خبر؛ خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں  
تاجام جہاں نماے در دست من ست از رُئے خردِ صرخ بریں پست من ست  
تاقبلہ نیت قبلہ ہت من ست ہوشیار ترین خلق جہاں ست من ست

(جب تک میرے ہاتھ میں جام جہاں نہ ہے، تو عقل کی رو سے مری پستی ہی آسمان کی بلندی ہے۔  
اے بھائی! طالب کی نظر میں جب تک دوئی ہے اگرچہ اس کے قدم عالم وحدت کی طرف  
گامزن ہیں لیکن بلاشبہ وہ ابھی تک بھنگا ہے (یعنی جسے ایک چیز دو نظر آتی ہے۔  
تاما روز خود فانی مطلق نشود اثبات زلفی او محقق نشود  
توحید حلول نیست تا بودن تست در نے بگزاف آدمی حق نشود

(آدمی جب تک اپنی ہستی سے کامل طور پر فنا نہیں ہو جاتا اس کے لالا کی نفی سے الا اللہ کا اثبات حقیقی نہیں ہوتا  
توحید حلول نہیں ہے تمہارے اپنے وجود کے ہوتے ہوئے تمہارے اندر کیسے آئے گی ڈینگ مارنے کی بجائے دی حق نہیں ہوتا)  
اے عزیز! عشق کا گھوڑا ایسی قوت والا ہے کہ ایک جست میں دونوں عالم سے پار ہو جاتا ہے  
اور لامکاں میں چکر لگانے لگتا ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

در عالم ادا اگر بکار آئی تو در دفتر عشق در شمار آئی تو  
جبرئیل امین رکاب دار تو بود بر مرکب عشق اگر سوار آئی تو

(اگر اس جہان پاک میں تو کام آجائے تو ترا نام عشق کے دفتر میں درج ہو جائے  
اگر عشق کے گھوڑے پر تو سوار ہو کر آجائے، تو جبرئیل امین تیرے رکاب دار بن جائیں)

لیکن ہاں طالب ایسا ہونا چاہیے جو عشق کا بار اٹھانے والا ہوتا کہ محبوب کی بارگاہ میں اس کی سائی  
ہو جائے لیکن یہ رہ گذر تلوار کی دھاریا تختہ دار پر ہوگی۔

گرہ گذر عشق تو بردار بود آساں بوداے پیر نہ دشوار بود  
از خارچہ باک باشد آزا کورا معشوق دیش میان گلزار بود

(تمہارے عشق کی راہ اگر سولی پر سے گذرتی ہے پھر تو اسے لڑکے! آسان ہے کوئی مشکل نہیں)

(ارے اے کانٹوں سے کیا خوف جس کا معشوق چین زار میں رہتا ہو۔)

وہ تم سے دور نہیں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تو تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو) تم اس سے دور ہو گئے ہو کیوں کہ اپنی خودی سے تم خود حجاب میں ہو جب اپنی ہستی کے خیال و گمان سے نکل آئے تو یہ کہہ اٹھے

معشوق عیاں بود نمی دانستم با من بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب گر بجائے برسم خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(معشوق تو سامنے تھا مجھے خبر نہ تھی وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے پتہ نہیں تھا کہا

اس کی تلاش میں کہیں چلوں یہی تو تفرقہ تھا اے میں نہیں جانتا تھا۔)

مشتاقوں کے اشتیاق کا جو راز ہے وہ أَنْتَ لَا أَنَا وَلَا غَيْرِي (تم نہیں ہو، میں ہوں میرے سوا غیر کا وجود

نہیں) تو اونہ شوی لے اگر جہد کنی جائے برسی کز تو توئی بر خیزد

عجب مدار ز باران عشق و تخم حب چو سبزہ از گل محمودا گرایا ز آید

(تم وہ نہیں ہو سکتے ہاں اگر گوشش کر دو تو اس مقام پر پہنچ سکتے ہو جہاں تمہاری توئی ختم ہو جائے عشق

کی بارش اور محبت کے بیج سے تم تعجب نہ کرو محمود کی مٹی سے سبزہ کی طرح اگر ایاز پیدا ہو جائے)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف مینری



## مکتوب ۶۶

اسرار کو چھپانے، خاموش رہنے، گھمنڈ و دور ہو اور بت و زنا کی شناخت

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

برادر عزیز کا خط ملا، پڑھا گیا، رموز و اشارات معلوم ہوئے، شعر و نظم کے مضامین سے آگاہی

ہوئی۔ بزرگوں کی روش کی پیروی مبارک ہے الشرب العزت کے اسرار کو ظاہر کرنا ان بزرگوں کے فیصلہ

کے مطابق کفر ہے۔

زستی گر بگوید رمز عشقش جز ایش در طریقت دار باشد

(زستی میں اس کے عشق کے اسرار کھول دینے کی سزا اس راہ میں سولی ہے)

الشرب العزت کے اسرار کو تفصیل و تشریح کے ساتھ بغیر کسی پردہ کے بولنا اور لکھنا حرام ہے اس

کہ شرع میں اس کی اجازت نہیں ہاں رغبت دلانے اور شوق بڑھانے کے لئے رمز و اشارات میں بولنے اور لکھنے کی اجازت ہے۔

دانی کہ چرا اہل مفاخا موشند  
مے از کف دستم نفس می نوشند  
در نکتہ دل بمجو خودی کوشند  
سرمی بازند دستہ حق می پوشند

(جاننے ہوئے حضرات موقیہ کیوں خاموش رہتے ہیں، دل کے نکتہ میں خود کو گم رکھنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں مجوب کے ہاتھ سے ہر گھڑی شراب کا پیالہ پیتے ہیں سر کی بازی لگادیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کے راز کو انسا نہیں کرتے) اصل کام منظم کر لینا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ ڈکار بھی نہ آنے پائے۔ واردے اور مکاشفے کا بولنا اور مکھنا ہی ڈکار ہے۔ مرد وہی ہے جو دریا گھونٹ جائے اور ڈکار نہ لے۔ میں ایسے صاحب ہمت اور قوت کا غلام ہوں جن کا حوصلہ کمالات میں سے کسی کمال سے بھرتا نہیں۔ خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفین بایرید بسطا کی قدس سرہ کو لکھا کہ یہاں کوئی ایسا ہے کہ ایک قطرہ لے لے اور مست ہو جائے سلطان العارفین نے جواب دیا یہاں کوئی ایسا ہے کہ دریا گھونٹ جاتا ہے اور "اور طے کا نعرہ لگاتا ہے"

ہمت دریا نے محبت بے کنار  
لاجرم یک تشنگی شد صد ہزار

مانا شد این چنین دردی ترا  
ننگ باشد گفتن مردی ترا

(جب کہ محبت کا دریا وہ ہے جس کا کنارہ نہیں تو یقیناً ایک تشنگی لاکھوں تشنگی ہوگی۔ جب کہ یہ

درد محبت تجھے حاصل نہیں ہوتا تیرے لئے خود کو مرد کہنا باعث شرم ہے۔

مگر ہاں جو پڑھنے لکھنے بولنے کے لئے بیقرار ہوں (ان لئے درست ہے) جیسا کہ عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ رازیاں تو زبان پر آئے گا یا نوک قلم پر میں کیا کروں مجبور و بے چین ہوں اگر چاہتا بھی ہوں کہ نہیں لکھوں نہیں بولوں تو یہ مجھ سے ہوتا نہیں۔ شاید کہ وہ عشق کی دیوانگی کے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے تھے اس لئے معذور تھے۔ اسی کو کہا ہے کہ

ھر چه از دیوانہ آید در وجود  
عفو فرماید از دیوانہ زود

(دیوانہ سے جو بات صادر ہو جاتی ہے اسے فوراً معاف کر دیا جاتا ہے)

لیکن ہاں جو شخص ابھی تک خودی دستہ میں ہے، وہ تفرقہ میں ہے۔ نہ جمع میں ہے نہ کثرت میں نہ وحدت میں ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

سنا تو با خویشی عدد بینی ہمہ  
چوں شدی غالی احد بینی ہمہ

(جب تک تو اپنی خودی کے ساتھ ہے تعدد ہے جب تیری خودی فنا ہوگی تو احد ہی احد ہے)  
اس عالم وحدت میں اگر کسی کی زبان و قلم سے اس طرح کی باتیں نکل آئیں تو وہ معذور ہے۔  
لاجرم دیوانہ را گر چہ خطاست ہرچہ میگوید گستاخی رواست

(یقیناً دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں لیکن اپنی دیوانگی میں جو کچھ گستاخی سے کہہ جاتا ہے اس کے لئے زوال ہے)

اس کے ساتھ اگر کوئی ان کلمات کو بغیر کسی پردہ کے اور بغیر رمز و اشارہ کے کھول کر بولتا ہے تو مشائخ رضوان اللہ  
علیہم جو مقتدار وقت ہیں اور اعتراض و طعن سے پاک ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسی باتوں کو سطحیات میں شمار کرنا  
چاہیئے نہ اس کو رد کریں اور نہ قبول۔ ہاں بعض بزرگوں نے اپنے شہر سے سفر کیا ہے اور لوگوں کو نفع پہنچایا  
ہے یہ بھی ویسا ہی ہے لیکن یہ ان بزرگوں نے اس وقت کیا ہے جب وہ اپنے کاموں سے فارغ ہو گئے  
ہیں اور تمام کمالات سے آراستہ ہو چکے ہیں اور تمام دولت و نعمت سے مالا مال ہو گئے ہیں اور اس مرتبہ  
کو پہنچ گئے ہیں جس کا اظہار اس شعر میں ہے۔

واسطہ این قوم را برخواست است قول ایشان لاجرم بس است است  
چوں نمی بینند غیرے جز مجاز جملہ زوشنوند زوگویند باز

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے درمیان سے واضح اٹھ چکے ہیں ان کا نگاہ اس سے واسطہ ہے اس لئے اقوال یقیناً درست ہوتے ہیں)

جب کہ عالم مجاز میں نہیں غیر نظر ہی نہیں آتا جو کچھ بھی وہ سنتے ہیں اپنے محبوب (حق سبحانہ تعالیٰ) ہی سنتے ہیں دیکھ سکتے ہیں

اے بھائی! مقبولین بارگاہ کے کام بد نصیبوں سے نہیں ہوتے جیسے مردوں کے کام مخموشوں نہیں

ہو سکتے کُلُّ مَيْتِرٍ بِسَاخُنِ لَهٗ (ہر شخص کے لئے وہ کام آسان ہوتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے)

یہ شخص (یعنی میں) کس گلی کا کتا ہے کہ جس کے دل میں ان بزرگوں کے جیسا ہونیکا واہم بھی

گذرے بلکہ اسے تو ایک ایسا آدمی چاہیئے جو اس کی گردن سے نفس کا زنا را تا پھینکے اور مسلمان بنا دے اگر  
خداوند تعالیٰ سفر میں فرمائے تو وہ سفر اسی نیت سے ہوگا اور آج تک اپنی ہی نیت ہے۔ آں برادر  
اور دوسرے عزیزان، کوئی لکھتا ہے ملک العارفین یا ملک المشائخ یا الیہ ہی اور القاب یہ کم رتبہ خود

کو اچھی طرح جانتا ہے اور پہچانتا ہے لیس الخبیر کالمعاینے (سنی سنائی بات آنکھوں دیکھی جیسی نہیں

ہو سکتی) اپنے نفس، زنا، نفاق، شرک و کفر میں توحید اور مسلمانی کی تحقیق و دریافت کرتے ہوئے تیس چالیس

سال بیت گئے توحید اور حقیقی ایمان تک پہنچو ننگا۔ شاید گور میں جانی کی نوبت آجائے حقیقت اس

وقت کھلی اور معلوم ہوئی جیسا کہ اس شعر میں کہا ہے۔



ہو زاز کاف کفر خود خبر نیست حقایقہائے ایمان را چہ دانی

(ابھی تک اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں ہے ایمان کی حقیقتوں کو تم کیا جانو)

ہزاروں رحمت اس کی جان پر ہو بلاشبہ اس راہ کو طے کئے ہوئے اور اس کفر و شرک اور بت و زنا کے جو باطن میں چھپے ہوئے ہیں وہ آگاہ ہیں اور اسے دیکھے ہوئے ہیں اور جو ان پر کھلا ہے اسی کو کہا ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ

نمیدانم کراماتم بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(کچھ معلوم نہیں میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار)

انشاء اللہ تعالیٰ تمام موحدوں اور مومنوں کے طفیل توحید اور حقیقی ایمان اللہ جل شانہ رحمت فرمائے گا۔

اے بھائی! زبانی توحید اور زبانی ایمان اگر کل قیامت کے دن کسی کے کام آئے تو تمام منافقین

رہائی اور نجات پاتے اور بہشت میں پہنچ جاتے۔ بات سے بات نکلتی ہے اور گفتگو لمبی ہوتی جاتی ہے

ایسا لگتا ہے کہ اس میں بھی نفس کا حظ شامل ہے استغفر اللہ، استغفر اللہ عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

شرف منیری



## مکتوب ۶۷

# خداوند تعالیٰ کی حکمت اور بندوں کی مہربانی و بیچارگی میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ دوست عزیز شرف منیری کے سلام و دعا کے لئے مخصوص ہیں۔

سنا کہ آپ دولت آباد سے واپس آگئے ہیں امید کہ سفر خیر و عافیت کے ساتھ ہوا ہوگا اور مفید ہے گا

انشاء اللہ تعالیٰ۔

گرگ از روم برد آنچه مراد دل او بود گو باد یہ پیماے ہمیں مرد شاہ را

(بھیڑ یا جس کو چاہتا ہے سہیر میں سے لے جاتا ہے خواہ وہ باد یہ پیمائی کرنے والا چرواہا ہی کیوں نہ ہو)

مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاءَ لَمْ يَكُنْ (اللہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا ہے)

انبیاء اولیاء اور سارے جہاں کے بادشاہوں دولت مندوں کا یہی حال رہا ہے بہت چیزیں ایسی ہیں جنہیں

ان لوگوں نے چاہا کہ ہو لیکن نہ ہوئیں اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں ان لوگوں نے چاہا نہ ہوں وہ ہو گئیں ہنکند  
 الربوبية والعبودية بلاشبہ خدائی اور بندگی ایسی ہی ہے اور ایسی ہی ہوتی ہے۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم برسوں یہ درخواست کرتے رہے کہ ابوطالب کو ایمان عطا ہو جو اب ملا اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ  
 (بیشک آپ ہدایت نہیں دیتے جس کی ہدایت آپ کو مطلوب ہو) جناب نوح پینعمبر علیہ السلام اپنے بیٹے کے  
 حق میں درد فرزندگی اور شفقت پدری کی بنا پر مناجات کرتے رہے اے میرے اللہ! آپ جانتے ہیں  
 اِنَّ ابْنِي مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ دَعْوَاكَ الْحَقُّ (اے میرے اللہ! یہ میرا بیٹا ہے اور میرے اہل میں سے ہے اور بیشک آپ کا وعدہ  
 سچا ہے۔ جواب ملا اِنَّكَ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ (تو تمہارے اہل میں سے ہی نہیں ہے؟) اگر کام بندوں کے ارادہ و  
 خواہش کے مطابق ہوتا تو ان حضرات کی خواہش کے مطابق ہوتا جو بندہ ہونے میں اخص الخواص ہیں۔ کیا کیا  
 جاتے جب بندگی ہی ہے تو تقدیر کے حکموں کے سامنے سر ڈال دینا چاہیے اور جو کچھ خداوند تعالیٰ کی مرضی  
 ہے اس کی رضا سے راضی رہنا چاہیے اور اپنے مقصد و آرزو سے ہاتھ دھو لینا چاہیے اور نامرادی کے  
 ساتھ بسر کرنا چاہیے۔

ایں قدر زور صبر کن کاساں بود

تا خوش و ناخوش تراکیساں بود

عمر روزے بیخ و شش معی بگذرد

خواہ خوش خواہ ناخوش می بگذرد

(اس کے کئے ہوئے پر اتنا زیادہ صبر کرو کہ کوئی شکل شکل نہ رہے سب آسان ہو جائے یہاں تک کہ خوشی و

ناخوشی سب تمہارے لئے یکساں ہو جائے۔ یہ چند روزہ زندگی کسی تنگی کسی طرح گزری جائے گی خواہ خوش گزے خواہ ناخوش گزرے)

شاید کہ بندہ کی صلاح و فلاح اس کی نامرادی ہی میں ہو اس لئے کہ بندہ کی صلاح و فلاح بندہ سے بہتر اللہ ہی

جانتا ہے کہ **بَلَدِ الطَّانِ خَفِيَّةٌ** (اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم پوشیدہ ہے)

دانند آنکس کہ خردہ داں باشد

نوشتاں ہر چہ ز ہرا و باشد

کاپنچہ او کرد خیرش آں باشد

زشت و نیکو ہمہ نیکو باشد

(اس کو تو وہی جانتے ہیں جو باریک بین ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اس میں بندہ کی بھلائی ہوتی ہے)

اس کے تلخ گھونٹ کو بھی لوگ شربت ہی جانتے ہیں ان کے نزدیک اچھی اور بُری چیز اچھی ہی ہوتی ہے)

جناب یوسف علیہ السلام کے قصہ میں غور کرو جب وہ معصوم نابالغ بچے تھے تو بیھائوں نے بے

کنواں میں ڈال دیا اور بوڑھے باپ جو خود پینعمبر تھے جدائی کی آگ میں جلتے رہے پھر کنواں سے نکالے

گئے غلام بنا کر بیچ دیئے گئے پھر لیجا کو ان کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا اس وقت ان کی پاکدامنی

نے ان کی دستگیری کی اب غلامی سے نکال کر مصر کے تخت شاہی پر جلوہ فرما کر دیئے گئے اور پھر اس عظیم گناہ کے باوجود تمام بھائیوں کے سر پر تاج نبوت رکھ دیا گیا یوں سرفرازی و آراستگی کی گئی، اس قصہ کو حسن القمص کے نام سے موسوم کیا گیا یہ باتیں کسی کے دہم فہم میں نہیں آسکتیں، اسی کو کسی نے کہا ہے۔

بسر کہ آنجا رسید سر بہند عقل آنجا رسید بر بہند

(آدمی کے اسرار جب اس مقام پر پہنچے تو اس نے سر رکھ دیا ہے عقل جیسے راز نکات پہنچائی تو متفق ہو جاتی ہے) اے بھائی! جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کے اسرار سے جبریلؑ و میکائیلؑ کو خبر نہیں ہو

تو ہم تم اور ہمارے جیسے دوسرے کس شمار میں ہیں۔

جناب آدم علیہ السلام جن کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا بہشت کی مملکت ان کے تختِ تصرف میں طبعی گئی پھر اسی بہشت سے برہنہ کر کے باہر کر دیا گیا اور عالم میں جدا لگا دی گئی عصیٰ آدم ربہ (آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی)

پیچ کس از سرا و آگاہ نیست زانکہ آنجا، پیچ کس از راہ نیست

کوئی شخص اللہ کے کاموں کے راز سے آگاہ نہیں کیونکہ وہاں تک کسی شخص کی پہنچ نہیں ہے

نقل ہے کل قیامت کے دن جب جناب آدم علیہ السلام اپنے آل و اولاد کے ساتھ بہشت میں داخل ہونیکے لئے آئیں گے تو انتہائی اژدہا م کے سبب شور و غل ہو گا اس وقت تمام فرشتے حیرت زدہ ہو کر کہیں گے سبحان اللہ! یہ وہی شخص ہے جو بہشت سے ننگا کر کے نکال دیا گیا تھا۔

اور معراج کی رات سلطان الانبیاء تاج الاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے براق عظمت آب کے آگے آگے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی ارواح پاک طَرَقُوا طَرَقُوا (ہٹو، بڑھو، راستہ بنا کر دو) کی صدا لگاتے ہوئے جلو میں رواں دواں ہیں، اور کبھی جنگ قرظیہ و جنگ بنو نضیر کے دن ایک معمولی سا گدھا سواری میں ہے جس کی لگام کی ڈور کھجور کے پتے کی بیٹی ہوتی ہے۔ اور کبھی تمام روئے زمین کے خزانہ کی کنجی تھوڑی

والدہ بجاتی ہر شاد ہوتا ہے میرے محبوب، یہ سب آپ کا ہے جس طرح چاہیں مصرف میں لائیں اور اسی کے بعد دیکھو، ایک چند سیر جو کے لئے ایک یہودی کے در پر بھیجا جاتا ہے آپ اس سے کہتے ہیں چند بیمانہ جو مجھے ادھار دیدو وہ طعن کرتا ہے اور کہتا ہے لیس لک ضرع ولا زماع من این تقصیحی آپ کے پاس:

اونٹ ہے نہ بکریاں ہیں نہ کھیتی ہے نہ باغ ہے آپ کہاں سے ادا کریں گے۔ اسی کو کہا ہے:

گہ باکف پر سیم و گہ درویشم گہ بادل پر شاطو گہ دل ریشم

گہ واپس جملہ خلق گہ دریشیم من یو قلمون روزگار خویشم

(کبھی تو مرے ہاتھوں میں تمام روے زمین کے خزانہ کی کنجی ہے اور کبھی غیر تھی دست ہوں کبھی نشاۃ و شادمانی سے دل بھرا ہوا ہے اور کبھی وہی دل خستہ و چور ہے۔ کبھی سبھوں کے پیچھے پیچھے آیا ہوں اور کبھی سب کا امام ہوتا ہوں میں اپنے وقت کا تعجب خیر شخص ہوں اے بھائی! غلامی اور اپنی مراد دونوں ہرگز ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے تو نامرادی کو اپنا حال بنا لینا چاہیے تاکہ جمعیت قلب حاصل ہو جائے اس لئے کہ یہ ساری پریشانیاں اور اندوہ و غم جو لوگوں میں ہے وہ سب اسی مقصد طلبی اور آرزو مندی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ امر حال کی طلب میں یقیناً ایسا ہی ہوتا ہے۔

والسلام  
شرف منیری



## مکتوب ۶۸

### فقر اور مسکینوں کی محبت میں ثبوت و شہود کیسے

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز الوجود ملک الامراء سلمہ اللہ اللہ فقیروں اور مساکین کی محبت سے مزین اور شرف فرما  
اے بھائی! سارے جہاں میں مومن کے لئے ایمان کے بعد تمام سعادتوں سے بڑی سعادت اور  
تمام دولتوں کی اصل دولت اللہ تعالیٰ کے فقر اور مساکین کی محبت ہے۔ اور وہ جو تمام ملیوں کے شہنشاہ  
اور سارے اولیاء کے سترناج صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے دعا کی اللھُمَّ اَحْبِبْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِیْنِیْ  
مِسْکِیْنًا وَاَحْسُرْنِیْ مَعَ الْمَسْکِیْنِ (اے اللہ! مجھے زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی مسکینوں کے ساتھ رکھ اور کل دنیا  
کے دن مجھے مسکینوں کے ساتھ اٹھا۔)

گرچہ چندانی سیماں کار داشت کز زمین تا عرش گیر و دار داشت

قوت از زنبیل بانی ساخت او سکت راقدر چون شناخت او

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کو اس درجہ کاموں کی مشغولیت حاصل تھی کہ زمین سے عرش تک ان کی مملکت فرمان دہی میں تھا  
لیکن جب مسکینیت کی قدر انہوں نے پہچان لی تو تھیلے بننے کو اپنا ذریعہ معاش بنایا)

اے بھائی! حقیقت میں حق سبحانہ تعالیٰ کے یہ فقر اور مساکین ہی بادشاہان ہیں ان کی سلطنت  
و بادشاہی ایسی ہے کہ نہ دنیا میں وہ سما سکتی ہے نہ آخرت میں اگر کوئی پوچھے کہ پھر وہ کہاں سما سکتی ہے ؟

تو کہہ دو کہ وہ اس صحرائے حین کو صحرائے وحدت اور اس فضا میں جسے فضا سے رُبوبیت کہتے ہیں۔ جب کہ ان کی سلطنت اور بادشاہی اس مرتبہ کی ہے جیسا تم نے سنا تو وہ لوگ مسکین اور درویشی کے نام کے پردہ میں خود کو چھپاتے ہوئے ہیں۔ تاکہ ان کی اس عظیم مملکت و بادشاہی پر کسی کی نظر نہ پڑے اسی لئے تمام انہوں میں سے یہ نام یعنی مسکین و فقیر اپنے لئے اختیار فرمایا اور مخلوق کی آفت اور ان کے پیدا کئے ہوئے درد سے خود کو محفوظ و سلامت رکھا۔ اسی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

ما خلق ندانک وکیت تلبیس درتکده نشت دزنا کر کرد

(تاکہ لوگ نہ جانیں کہ یہ کون ہیں اس لئے بہانہ کے طور پر ایک لباس پہن لیا، بت نماز میں جانیٹھے اور زنا باندھ لیا) اے بھائی! اچھی طرح یقین کر لو کہ جس کے سینہ کے کشت زار میں محبت کا بیج بو دیتے ہیں اس کے لئے خوش خبری ہے کہ کل قیامت کے دن اے یہ نعمت ملے گی مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشَرْنَا اللَّهُ فِيهِمْ اے جَمَعَهُمُ اللَّهُ فِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جس نے کسی قوم سے محبت کی اللہ انہیں لوگوں کے ساتھ اس کا شرف لائے گا یعنی قیامت کے دن انہیں لوگوں کی جماعت میں ہوگا۔ اسی کو کہا ہے۔

خلق ہر نوع و ہر راے کہ مُرد چوں ہم جاوید آں خواہند بُرد  
(لوگ جس اعتقاد اور طریقہ پر مرتے ہیں ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے اور اُنھیں گے)

اور اس اشارہ کی تائید میں یہ اشارہ ہے جو حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی یا رسول اللہ کیا حکم ہے اس شخص کے حق میں جو ایک قوم کو دوست رکھتا ہے اور اپنے اس محبوب تک نہیں پہنچ سکتا ہے؟ ارشاد محبوب رب العالمین ہوا الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ جِس كِي كُو حُجُوب رُكُتَابِے دُو اِنِے اِی حُجُوب كِے سَاكُہے حُب كِے حُكْم كِے بِنَا پَر۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَا كُنْتُمْ (تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) خود یہ ارشاد باری تعالیٰ کامل و کمال ہے کہتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت میں اسلام کے بعد اسی سرت و خوش کنجی دیکھنے میں نہیں آئی تھی جیسی شاد مانی اس ارشاد المرء مع من احب پر ہوں اور اس شکرانہ میں اس شخص کو کپڑوں و نیاں و درہم سے مالا مال کر دیا اور سب نے کہا کہ آج یہ دولت عظمیٰ ہم لوگوں کو اور تمام مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے تمہارے سبب ملی ہے۔ اسی معنی کو کہا ہے۔

تشنہ از دریا جلدائی می کنی بر سب گنجے گدائی می کنی

(پیاسا ہے اور محبت کے دریائے کنارہ ہو رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری کر رہا ہے۔)

چنانچہ مشائخ رضوان اللہ علیہم کے ارشادات میں آتا ہے۔ ان لوگوں کا قول ہے بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو مشرق یا مغرب کے کنارہ پر ہیں وہ ہمارے ہم زانو ہیں اور ہمارے ساتھ ہیں محبت کے قانون کے تحت اگرچہ ظاہراً وہ مشرق یا مغرب میں ہیں لیکن جب کوئی شخص اس گروہ فقر و مساکین کی محبت کا ڈوٹا کرتا ہے تو اس کے لئے دلیل و برہان ثبوت و شہود کا بھی مطالبہ ضروری ہو جاتا ہے اس لئے محض دعویٰ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ گواہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک فقیر درویشوں کی جماعت میں حاضر ہوئے درویشوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا درویشوں کا غلام ہوں ان میں سے کسی ایک نے کسی ایک کو اشارہ کیا اٹھو جاؤ ان کو بازار لے جا کر بیچ آؤ وہ اسی وقت اٹھے اور اس فقیر کو بازار لے جا کر بیچ آئے اور جب ان کے خریدار آقا نے ان کو دیکھا حال و اعمال کا معائنہ کیا تو کیا تعجب ہے کہ تم جیسا شخص غلام ہو؟ اتنا کرو کہ اپنے اس راز سے مجھے مطلع کر دو اور تم جاؤ اپنے کام میں رہو۔ انہوں نے کہا کہ میرے آقا! میں نے ایک دعویٰ کیا تھا یہ اسی کی آزمائش تھی انہوں نے میرے دعویٰ کی دلیل چاہی تو دلیل یہی تھی جو ہوا اور آپ نے دیکھا۔

وَالسَّلَام

فقیر شرف مینری



مکتوب ۶۹

حق تعالیٰ کے اسرار چھپانے اور خلق کی سرگردانی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہَا

برادر عزیز کا بھیجا ہوا مصللاً پہنچا قبول ہوا اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

اور وہ جو عالم دیوانگی کی کچھ باتیں لکھی تھیں اسے پڑھا اور اس شعر پر مجھول کیا

ھرچہ از دیوانہ آید در وجود عفو فرماید از دیوانہ زود

(دیوانہ سے جو باتیں صادر ہو جاتی ہیں وہ اس کی دیوانگی کی بنا پر اسی وقت معاف ہو جاتی ہیں۔)

اے بھائی! یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ظاہری طور پر مکتوب الیہ کوئی شخص معین ہو

لیکن باطن میں کوئی دوسرا خوش قسمت مراد ہو کیونکہ تقدیر ایسے حیرت انگیز کرشمے بہت زیادہ رکھتی ہے۔

ایک کو کاتب مکتوب بناتا ہے اور کسی ایک کو مکتوب الیہ اور حال یہ ہے کہ نہ کاتب کو اس کام کی حقیقت سے آگاہی ہے اور نہ مکتوب الیہ میں اس کام کے اسرار و رموز کا کچھ اثر و نشان ہے۔

گر ترا دانش و گز نادانی سرت      آخر کار تو سرگردانی سرت

(خواہ تمہیں علم و دانش ہو، خواہ جہالت و نادانی ہو، آخر میں حیرانی ہی حیرانی ہے)

کیا یہ نہیں دیکھتے کہا جاتا ہے قلم لکھتا ہے، ہاتھ لکھتا ہے حال یہ ہے کہ کتابت کے مقصود کا پتہ نہ ہاتھ کو ہے نہ قلم کو اور نہ کاغذ کو کہا جاتا ہے کہ کاغذ میں لکھا ہوا ہے اور کاغذ غریب کو اس مضمون کے اسرار سے مطلق خبر نہیں۔ کوئی پکاتا ہے کوئی کھاتا ہے ایک شخص کپڑے بنتا ہے دوسرا پہنتا ہے ایک کے ساتھ اس کام کی نسبت کر دیتے ہیں اور دوسرے کا نصیب بنا دیتے ہیں وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (اللہ نے رزق میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے) اس میں کسی کو کیا دخل ہے۔ اے بھائی! تقدیر کے کاموں کے اسرار سے جبرئیل و میکائیل کو خبر نہیں۔ ہم اور تم کون ہوتے ہیں؟ وَاللّٰهُ يَذَّكَّرُ اِلٰى دَارِ السَّلَامِ اللہ کی جانب سے سلامتی کے گھر کی طرف آنے کی دعوت عام کے لئے ہے اور ہدایت خاص کے لئے ہے۔

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُ السُّرُورَ اِلٰى يَوْمِ يُنْفَخُ اَلصُّرُورُ (اللہ کو چاہے ہدایت دے۔ اسی کو کہا ہے۔)

ہیچ کس از سرکار آگاہ نیست      زان کہ آنجا ہیچ کس را نیست

(کوئی شخص تقدیر کے راز سے آگاہ نہیں کیونکہ قدرت خداوندی تک کسی کی پہنچ نہیں ہے)

اے بھائی! خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (اللہ نے لچک سے انسان پیدا کیا ہے اور کچھ کو پیالہ اور شریک کے لئے) ایک کی ہمت وہ ہے کہ روزانہ طلب باکمند عرش کے کنگرہ پر ڈالتا ہے اور ایک دوسرے کی ہمت کا یہ حال کہ دروٹی پایا پیٹ آسوں ہو گیا گویا دونوں جہاں کی ملکیت مل گئی۔ تو اس کے لئے کیا تدبیر ہے قسمت تو ازل ہی میں بن چکی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

نیت کس راز حقیقت آگہی      جملہ می میرند بادست تہی

(کسی کو حقیقت سے آگاہی نہیں سب یہاں ناواقف اور خالی ہاتھ ہی جلتے ہیں۔)

جس طرح ظاہر جسم کی روزی رزق اللہ کو معلوم ہے اور وہ تقسیم ہو چکی ہے اسی طرح دل اور جان کی رزق بھی معلوم ہے اور تقسیم ہو چکی ہے وَالْمَعَاوِمُ لَا يَنْغَيِّرُ وَالْمَقْسُومُ لَا يَزِيدُ وَلَا يُنْقُصُ (جو معلوم ہے یعنی اللہ کے علم میں ہے اس میں کوئی رد و بدل نہیں ہوتا اور جو مقسوم ہے یعنی لبد کی ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہے)

یہاں پر قلم کو توڑ دینا چاہیے، لب بند کر لینا چاہیے اور یہی کہنا ہے **يَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَلِمُ مَا يُبَدِّ**  
(وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے) خوب کہا ہے جس غریب نے یہ کہا ہے۔

کرا زھرہ آنکہ از بیم تو شاید زباں جز بہ تسلیم تو

(آپ کے خون کے آگے کس کا کیلیج ہے کہ سوائے تسلیم خم کرنے کے زبان کھول سکے)

اور میرے ان مکتوبات کے معانی اور مفہوم جو ان برادر کے علم و فہم میں آپکے ہیں وہ آپ کا حال

اور ذوق ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور امید ہے کہ اس فقیر کو بھی اس کے طفیل حصہ ملے گا انشاء اللہ

کہ **الْغَرِيْبُ يَتَعَلَّقُ بِكُلِّ حَشِيْشَةٍ** (دو بنے والا ہر تنکے کا سہارا لیتا ہے)

اس فقیر کو بس لکھنے لکھانے سے اور کچھ زیادہ نہیں دیا گیا ہے۔ بس اتنا ہی ہے کہ اس خوان پر نعمت پر

لا کر لوگوں کو بٹھائے، بیچارہ نانبائی ہاتھ پاؤں جلاتا ہے اور کھانا دوسرے لوگ کھاتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف مینری

## مکتوب

### خداوند جل شانہ کے حکم کے مقابلہ میں عقل کی طرفی اور درماندگی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیارے دوست! آپ سلام و دعا کے لئے مخصوص ہیں

اے بھائی! دشمنان خدا آج اس دنیا میں نعمتوں کے لئے مخصوص ہیں اور اس کے دوست

و محبان خاص بلاؤں کے لئے ہیں یہاں عقل اور عقل کا قانون سرنگوں ہے اس لئے کہ عقل قیاس کا آلہ ہے

اور خدا کی خدائی قیاس سے بالا ہے، خدائی یعنی خدا کے کام اس کی مشیت پر بندوں کے قیاس

و گمان پر نہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس کی ضرورت و حاجت اس

کو نہ ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ نے ہزار ہا ہزار مخلوق پیدا کیا اور اس کو ان سب میں سے کسی طرح کی کوئی حاجت

نہیں۔ اور کوئی بغیر کسی نفع کے کسی سے دوستی و محبت نہیں کرتا اور بغیر کسی نقصان و ضرر کے پہنچے ہوئے

کسی سے دشمنی نہیں کرتا۔ عقل کا دستور تو یہ ہے اور خداوند تعالیٰ کو نہ کسی سے نفع اور نہ اس کو کسی

سے نفع کے سبب محبت اور نہ کسی سے مضرت اور نہ مضرت کے باعث عداوت عقل کا قانون یہ ہے



کہ دستوں کو اپنی جانب کھینچا جاتا ہے اور ان پر نوازش کی جاتی ہے دشمنوں پر بلا و مصیبت ڈالتے ہیں اور ان دشمنوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے، حق سبحانہ تعالیٰ ساری بلائیں اپنے دوستوں اور یوں پر ڈالتے ہیں اور دشمنوں کی گودان کی سازی مرادوں سے بھردی جاتی ہے۔ عقل کا قانون ہے کہ دشمن نہ بنایا جائے اور اگر دشمن پیدا ہی ہو جائیں تو ان کو ہلاک کر دیا جائے اور حق سبحانہ تعالیٰ دشمنوں کو پیدا کرتا ہے ان کی پرورش فرماتا ہے اور انہیں ہلاک نہیں کرتا باوجودیکہ کر سکتا تھا جب قیاس کو دخل نہیں تو عقل کو خدا کے کام میں دخل کیسے ہوگا۔ عقل خود اپنی بیچارگی و بے بسی میں ختم ہے اور عقل کا قانون و دستور خداوند تعالیٰ کی خدائی میں سرنگوں ہے۔

عقل کل یک سخن ز دفتر او      نفس کل یک پیادہ برد راو

(عقل کل اس کے دفتر کی ایک بات ہے نفس کل اس کے در کا ایک پیادہ ہے)

اسی کو کہا ہے الْعَقْلُ يَحْوِلُ حَوْلَ الْكُونِ فَإِذَا لِنَظَرِ إِلَى الْمَكُونِ ذَابَ عَقْلُ كَائِنَاتِ كَرْدِجِ نَكَاتِي هُوَ اَوْ جِبْ خَالِقِ كَائِنَاتِ كِي طَرَفِ دِكْهْتِي هُوَ تُو خْتَمِ هُوَ جَاتِي بِنَ . اس لئے کہ عقل مخلوق اور در ماندہ و عاجز ہے مخلوق و عاجز کا تصرف مخلوق و عاجز ہی کے اندر ہوگا عقل اس لئے پیدا کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو سکے بندگی کیسے کی جاتی ہے اگر عقل نہ ہوتی تو بندگی کرنے سے آدمی عاجز رہتا نہ اس لئے کہ اللہ کی الوہیت خدائے تعالیٰ کی خداوندی کو اپنے عقل قیاسات سے پہچاننے کے لئے۔ اسی کو کہا ہے۔

عقل باید تا عبودیت بود      جانت باید تا ربوبیت بود  
اے شدہ از شناخت خود عاجز      کے شناسی خدائے را ہرگز  
چوں تو در علم خود ز لول باشی      عارف کردگار چوں باشی

(عقل کی ضرورت تو اس لئے ہوتی ہے کہ بندگی کرنے کے طور و طریقہ کو جانیں اور جان اس لئے ہے کہ اس کی ربوبیت خداوند تعالیٰ کو پہچانیں۔ اے عقل کہ تو خود اپنی شناخت سے عاجز ہے خداوند تعالیٰ کو کیوں کو پہچان سکتی ہے جب کہ تو خود اپنے علم اپنی شناخت میں اس درجہ پست و زربوں پر تو حق سبحانہ تعالیٰ کا عرفان سمجھے کیونکہ ہو سکتا ہے اگرچہ عقل ایک اچھا ترازو ہے لیکن سونا تولنے کے ترازو پر پہاڑ کو وزن نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اے بھائی! تقدیر خداوندی کے کاموں سے جبرئیل و میکائیل کو خبر نہیں غریب عقل کو

وہاں کیا دخل آدمیوں کے وہم و فہم کو وہاں کہاں راہ ہے۔

عقل عقل است جانِ جانست او      آن کہ زیں بر تراست آنست او

عشق را دادہ بند عشق کمال عقل را ہم بعقل کردہ عبقال

عقلوں کی عقل جانوں کی جان تو خود اس کی ذات اعلیٰ ہے بلکہ اس سے بھی اعلیٰ تر اس کی ذات اعلیٰ ہے

عشق کو خود اس کمال عشق نے بندھن لگا دی ہے اور عقل کو بھی عقل اعلیٰ نے اونٹ کی بچھاڑ بنا دی ہے۔

یوح محفوظ میں سب سے پہلی سطر جو لکھی ہوئی وہ یہ ہے۔ اَنَا أَنَا اللهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا سَبَقَتْ

رُحْمَتِي عَلَى غَضَبِي مَنْ لَمْ يَرْحَمِي لِقَضَائِي وَلَمْ يَشْكُرْ عَلَيَّ لِعِمَائِي وَلَمْ يَحْبِرْ عَلَيَّ سَلَابِي فَلْيَلْبَسْ

رَبِّي سِوَايَ فِي مِثْلِ الشُّرُوهِ مَرَّةً سِوَا كَوْنِ الشُّرْهِ فِي مِثْلِ رِحْمَتِي سِوَا كَوْنِ الشُّرْهِ فِي مِثْلِ رِحْمَتِي

نعمتوں کا شکر نہ کرے مری بلاؤں پر مہربن نہ کرے اسے چاہئے میرے علاوہ کون دوسرا بتلاش کرے۔ اگر کوئی ہو، تو اب جو

بھی سامنے آئے گردن ڈال دینے کے سوا کیا ہے۔ اور بندگی نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

بندہ آن بہتر کہ بر سر ماں رود کہ خداوند آنچہ خواهد آن رود

(بندہ تو وہی بہتر ہے جو اس کے ملکوں کو بجالائے جو خدا اس سے چاہے وہی کرتا ہے۔)

ہاں تورات دن یہ پڑھا کرو رَبِّمَا ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا فَاغْفِرْ لِي ذَنْبِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذَّنْبَ

الْعَظِيمَ إِلَّا الرَّبُّ الْعَظِيمُ

اسکی منی میں کہلے۔

بروز حق بگردن زور مگرد کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

(الشرب العظیم کے در پر لوٹ آؤ زور نہ دکھاؤ کیوں کہ ناجزی سے آدمی مرد راہ بنتا ہے)

وَالسَّلَامُ

شرف منیری

## مکتوبہ

مردوں کی توصیف اور مخنثوں کی مذمت میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مولانا مظفر قدس سرہ کے نام

قوے متحیر اندر راہ یقین قوے دیگر اندمانہ اند غم میں

می ترسم ازاں بانگ آمد روز کوائے سخن راہ نہ آنست ایس

(ایک جماعت یقین کی راہ میں متحیر ہے دوسری جماعت دین کے غم میں مبتلا ہے۔ میں تو اس دن سے  
ڈر رہا ہوں جس دن یہ ندا آئے گی کہ اے غافلوا! راہ نہ وہ ہے نہ یہ ہے۔)

آں عزیز کے مکتوب کے آجانے سے موانست عظیم کا حال پیدا ہو جاتا ہے الْقُلُوبُ تَتَّقَاظِي  
وَالضَّمَامُ يَسْتَأْجِي وَاللَّهُ بِفَعْلِهِ لِيَهْدِيَ أَسْبَابَ الْمُسْلِقَاتِ (ایک طرف سے دل کا تقاضہ ہوتا ہے تو دوسری  
جانب روح کو تلاش ہوتی ہے اللہ اپنے فضل سے ملاقات کے اسباب آسانی سے پیدا کر دے)

اے بھائی! کیا لکھا جائے اور کیا کہا جائے مردوں کا دین ہی دوسرا ہے مخنشوں کا دوسرا جیسا

کہ کہا ہے۔

درد بود و منبر و محراب بہ تحقیق در عشق بجز بادہ و زنا نہ باشد  
بردار بود بار اگر عاشق سردی در نہ بنشین بار ز گفزار نہ باشد

(زہد میں زاہدوں کے لئے حقیقتاً محراب و منبر ہونا چاہیے، لیکن عشق میں شراب و زنا کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے  
اگر تو یگانہ عاشق ہے تو تیرے جگہ سول کے تختہ پر ہے اگر ایسا نہیں جا آرام سے بیٹھ یہاں گفتگو کی گنجائش نہیں)  
کیا کیا جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْحَدَبِ رِجَالًا وَّلِلْقَصْعَةِ وَالشَّرْبِ رِجَالًا (بیشک اللہ تعالیٰ کچھ  
لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا ہے اور کچھ لوگوں کو شریہ و تورہ کا پیالہ چاٹنے کے لئے) روزانہ ہزاروں ہزار  
مومنوں کو قبرستان پہنچاتے ہیں ان میں کہیں مشکل سے ایک جنازہ طالب حق کا رکھا جاتا ہے جس طرح طالبان  
دنیا کے مقابلہ میں طالبان آخرت بہت تھوڑے ہوتے ہیں اسی طرح طالبان بہشت کے مقابلہ میں طالبان  
حق تعالیٰ کے جن کو اہل اللہ کہتے ہیں بہت ہی قلیل ہوتے ہیں جب یہ حال ہے تو یقیناً ہم سب لوگ شیخی اور  
کرامت کے طالب ہیں جاہ و مرتبہ اور سلامتی کے عاشق ہیں مخنشوں مردوں کے قصے سے کیا سروکار قوت  
مَلَّ طَيْرٌ عَلَىٰ تَذْرِحٍ وَصَلَتْهُ وَهَلْ رَأَيْتَ حِجَابًا قَطُّ يُزَاهِمُ الْمُلُوكَ عَلَىٰ سُلْطَانِهِمْ دہر پرندہ  
کی غذا اس کے حوصلہ کے مطابق ہوتی ہے کبھی تم نے دیکھا ہے بادشاہ کو ان کے تخت پر بیٹھنے میں دربار شاہی کا پردہ حائل ہوا  
ایک دفعہ امام شہلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے غائب ہو گئے رفتاً تلاش میں نکلے آخردیکھا کہ مخنشوں کا لباس  
پہنے ہوئے ان کی جماعت میں بیٹھے ہیں سب نے دریافت کی۔ اے پیر طریقت یہ کیا حال ہے؟ فرمایا مومن  
میں عورت نہیں ہوں معنایاً مرد نہیں ہوں تو لامحالہ محنت ہوں اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

گرچہ غافل بریں عمل خندد یک عاقل جز پسندد

(اہل غفلت اس عمل پر نہیں سمجھتے لیکن ارباب عقل اس کے سوا کچھ اور پسند نہیں کرتے)

راہ دین صنعت و عبادت نیت جز خرابی در و عمارت نیت

(دین کی راہ بناوٹ اور عبادت آرائی میں نہیں ہے اس میں تو سوائے تخریب کے کوئی تعمیر نہیں ہے۔)

اے بھائی! نماز، روزہ، ورد، وظیفہ، خلوت، گزینی، گوشہ نشینی یہ سارے اعمال و افعال پسندیدہ و مستحسن ہیں اور خاص کر تمام مومنین اس کے لئے مخصوص ہیں لیکن طالبان حق کی شان ہی آخری شان ہے طالبین حق کے معاملات، دوسرے ہی ہوتے ہیں ان کو نہ دنیا سے لگاؤ رہنے دیتے ہیں اور نہ عقبتی سے نہ جسم کے ساتھ نہ جان کے ساتھ اسی کو کہا ہے۔

ہر کر ابوئے رسد از سوئے او ہر دو عالم چیت خاک کوئے او  
لے مخنت رو کہ اینجا باز نیت عشق حق را با مخنت کار نیت

(جس کے مقام جان میں معشوق کی جانب سے معشوق کی خوشبو پہنچی دونوں عالم کی حقیقت اک کے نزدیک کیا اس کا گل کی خاک کے برابر ہے)

اے ہجرے، جا بھاگ یہاں تیری گذر نہیں حق تعالیٰ کے عشق کی بارگاہ میں غنٹوں کا کون کام نہیں)

الْإِيمَانُ عُرْبَانٌ (ایمان ایک کھلی ہوئی چیز ہے) شیخی، مقتدائی، پیری، مریدی یہ سب آرائش و زیبائش ہیں اور عالم وحدت میں آرائش نہیں۔ اسی کی جانب یہ اشارہ ہے۔

در مذہب عشق خود پرستی نہ خزند ہشیار رواں متاع مستی نہ خزند  
در عالم معرفت اگر داد وہی بے نام و نشان برو کہ ہستی خزند

(عشق کے مذہب میں خود پرستی قبول نہیں ہوتی۔ ہشیار، وہاں خود پرستی کی شراب کی مستی نہیں خریدی جاتی)

جہاں معرفت میں اگر داد دینا ہے تو بے نام و نشان نیت و سیت ہو جاو کہ وہاں کسی کی ہستی نہیں خریدی جاتی)

وَتَدَاوَجِي اللَّهُ تَعَالَى إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا دَاوُدُ مَنْ طَلَبَنِي وَحَبَدَنِي وَمَنْ طَلَبَ غَيْرِي

لَمْ يَجِدَنِي (اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناب داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی۔ اے داؤد جس نے میری طلب کی اس نے

مجھے پایا اور جس نے میرے سوا کسی کی طلب کی اس نے مجھے نہیں پایا)

مردمی باید نہ سرا و را نہ پائے جملہ گم گشتہ در و اور خدائے

( آدمی ایسا ہونا چاہیے جس کے سر ہونہ پاؤں نہ ابتدا ہونہ انتہا سارا جہاں اس کے اندر گم ہو اور وہ خود خدا میں نہیں)

وَتَدَاوَجِي الشَّيْخُ أَبُو سَعِيدٍ رَحْمَتَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَبْصُرَ الْحَقَّ فِي قَلْبِكَ مَوْجُودًا

لَمْ يَدْخُلْ قَلْبَكَ عَنْ خَيْرِهِ فَإِنَّ الْمَلِكَ لَا يَدْخُلُ بَيْتَانِيهِ الْخُرَافَاتُ وَالْأَفْحَاشَةُ وَإِنَّمَا يَدْخُلُ

بَيْتَانَا فَمَا لَيْسَ نَبِيهِ إِلَّا هُوَ وَلَا تَكُونُ أَنْتَ مَعَهُ فِيهِ شَيْخُ أَبُو سَعِيدٍ رَحْمَتَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ كَا قَوْلِهِ تَمَّ نَبِيٌّ

جب خدا کو اپنے قلب میں دیکھنے کا ارادہ کیا تو اپنے قلب کو اس کے غیر سے پاک کر دیشک بادشاہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتا ہے جہاں فواحشات اور خرافات موجود ہوں وہ تو ایسے گھر کو اپنی غلوت بنا لہے جہاں اس کے علاوہ کوئی نہ ہو یہاں تک کہ تم بھی اس میں نہ ہو۔ بہشت کے طالب ہزاروں ہزار ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب دونوں جہاں میں بہت کم اور عزیز نہیں اور کیوں کم اور عزیز نہ ہوں کہ اُدْحَىٰ اللّٰهُ تَعَالَىٰ اِلَىٰ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا دَاوُدُ اِذَا رَاَيْتَ طَالِبًا لِي فَكُنْ لَهُ خَادِمًا (اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی۔ اے داؤد جب تم میرے طالب کو دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ)

اے بھائی! یہ جن طالبوں کے حق میں آیا ہے انہیں لوگوں کے لئے زیبا ہے (جن کو کہا گیا ہے) اَنْتَ لِيْ وَاَنَا لَكَ اِنْ شِئْتَ اَمَّ اَبِيْتَا (تم میرے لئے ہو تمہارے لئے ہیں تم چاہو یا نہ چاہو) کاروبار تو اسی کے کاروبار ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گرا زور ہے بود سوئے تو باز تو ازین دولت توانی کردناز

(محبوب کی جانب سے تمہارے لئے اگر راہ کھلی ہوئی ہو تو تم اس دولت پر جس قدر ناز کرو سب یہاں ہم لوگوں کو اور ہم جیسے دوسروں کو عَلَيكُمْ بَدِيْن الْعَجَائِز (ہم لوگوں کا دین بڑھی عورتوں کے دین جیسا ہے) سے پورا حصہ ملا ہے۔ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔

شمع کہ جہاں ناکس کس افروزم روشن دارم جہاں خودی سوزم  
من پند و ہم کہ دل بنا کس مدہید خودی نکتم آنچه بنخلق آموزم

(میں وہ شمع ہوں کہ عالم میں ہر شخص کو روشنی بخشتا ہوں سا جہاں کو میں روشن رکھتا ہوں اور خود جلتا رہتا ہوں میں نصیحت کرتا ہوں کہ دل خدا کے سوا ایسے دسیوں کو نہ دو لیکن خود وہ نہیں کرتا جو لوگوں کو سکھاتا ہوں)

اس لکھنے اور بولنے سے توبہ کرتا ہوں استغفر اللہ استغفر اللہ لیکن خط کا جواب لکھنا بھی ضروری ہے اسی لئے کہا گیا، اور لکھا گیا، اور اس سے قبل بھی جو کچھ لکھا گیا ہے اگر وہ خدا کی رضا و منتشار کے موافق نہیں ہر تو ان سب سے استغفار کرتا ہوں صرف اسی سے نہیں۔

اگر کسی دن یہ درد عشق دامن گیر ہو جائے تو فوراً عشق کے مرید ہو جائیں تاکہ یہ عشق آپ کا پیر بن جائے لا شیخ ابغ من العشق۔ شاگرد باش عشق ترا و استاد بس۔ (تم عشق کے مرید ہو بناؤ عشق ہی تمہارا بے کافی رہے) عشق کو عشق کے طلب گاران ہی جانتے ہیں کہ عشق کون سی حالت ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

در عالم پیر ہر کجا بر نایست عاشق با داکہ عشق خود سورا نیست

مورسکیں ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد دست در پائے کبوتر زرد و ناگاہ رسید

اگر جگہ پیردوں کے عالم میں ایک جوان ہوتا ہے عاشق ہونا چاہیے کہ عشق بہترین سودا ہے۔

غریب چینیوں نے تمنا کی کہ کعبہ پہنچے۔ حرم کے کبوتر کے پاؤں سے پست گئی بس پہنچ گئی۔ سمجھے وہ کبوتر کی

ہے؛ یہی عشق ہے۔ اسی کو کہا ہے

در عشق آمد دوائے ہر دے حل شد بے عشق ہرگز مشکلی

(عشق کا درد ہی ہر ایک دل کی دوا ہے۔ عشق کے بغیر کوئی مشکل حل نہ ہوتی۔)

والسلام

حقیر شرف مینری

## مکتوب ۷۲

لوگوں کی حاجت پوری کرنے اور خدا کے بندوں کی راحت رسانی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز الوجود ملک مفرح مکنے اللہ کاتب مکتوب لقب شرف یحییٰ مینری کا سلام و دعا لیں

برادر عزیز پر واضح ہو آپ کا خط ایک اونی چار ایک تولیہ کا تحفہ ذکر مایا کے لڑکے نے پہنچایا۔ اللہ تبارک تعالیٰ

قبول فرمائے اور جزلے خیرے۔

اے بھائی! الدُّنْيَا مَرْزَعَةُ الْآخِرَةِ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) جہاں تک ممکن ہو آخرت

کی کمائی کرنے میں مشغول ہونا چاہیے۔ اپنے ہاتھ، زبان اور قلم و کاغذ اور اپنے نقد و جنس سے لوگوں کے دلوں کو

خوش کریں راحت و آرام پہنچائیں اور اس عمل کو ایک عظیم کام جانیں، دنیا کے عیوب اس کی آفتیں اتنی زیادہ

ہیں کہ جلد کے جلد سیاہ کئے جائیں تو بھی اس کے دسویں حصہ کا دسواں حصہ بیان نہ ہو سکے لیکن ساتھ ساتھ اسی

دنیا میں اس کا ایک ہنر بھی ہے کہ یہ مزرعہ آخرت ہے یعنی آخرت کمانے کی جگہ ہے ایک بزرگ سے لوگوں نے

پوچھا حق سبحانہ تمارے تاک پہنچنے کی راہ کتنی ہے؟ انہوں نے فرمایا موجودات میں جتنے ذرہ ہیں ان میں سے ہر ایک

ذره کی تعداد میں خداوند جل و علا تاک پہنچنے کی راہ ہے لیکن کوئی راہ لوگوں کی دلجوئی کرنے دلوں کو خوش کرنے سے

زیادہ فائدہ مند اور نزدیک تر نہیں ہے اور میں نے اسی راہ سے خدا کو پایا اور اپنے مریدوں کو اسی کی رست

کرتا ہوں۔ اے بھائی! شریعت کا حکم ہے مَنْ قَضَىٰ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ حَاجَةً قَضَىٰ اللَّهُ لَهُ سَبْعِينَ حَاجَةً

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ایک حاجت پوری کرے اللہ تعالیٰ اس کی ستر حاجتیں پوری کرتا ہے۔) وَقَالَ عَلَيْهِ كَمَا مَوْمِنًا  
 كَمَا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلْفَ حُلَّةٍ وَقَضَى اللَّهُ لَهُ أَلْفَ حَاجَةٍ وَكَتَبَ اللَّهُ لَهُ عِبَادَةَ سَنَةٍ وَغَفَرَ  
 اللَّهُ ذُنُوبَهُ كُلَّهَا وَإِنْ أَكْثَرَ مِنْ مَجُومِ السَّمَاءِ وَأَعْطَاهُ اللَّهُ لِكُلِّ شَعْرَةٍ عَلَى جَسَدِهِ نُورًا وَنَفَعَ  
 اللَّهُ عَنْهُ عَذَابَ الْقَبْرِ وَكَتَبَ اللَّهُ بِرَاقَةً مِنْ النَّارِ وَجَزَاءً عَلَى الصِّرَاطِ وَأَمَانًا مِنَ الشَّدَائِدِ  
<sup>ربنا حضرت</sup>  
 اگر جو شخص کسی ایک مومن کو کپڑا پہناتا ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ اسے ہزار جوڑے عنایت کرے گا اس کی ہزار ضرورتیں پوری ہوں گی  
 ایک سال کی عبادت کا ثواب اسے ملے گا، آسمان کے ستاروں کی گنتی سے زیادہ اگر اس کے گناہ ہوں گے تو وہ معاف کر دئے  
 جائیں گے اس کے جسم کے ہر رُوداں کے برابر انوار کی بارش ہوگی، اس سے عذاب قبر ہٹا دیئے جائیں گے، دوزخ کے عذاب  
 اس کو چھٹکارا مل جائے گا، پل صراط سے بے خدشہ گزر جائے گا، روز قیامت کی سختیوں سے نجات مل جائے گی۔  
 یہ دولت نفل نمازوں، نفل رُوزوں میں کہاں ہے یہی بات ہے کہ ایک دفعہ ایک بزرگ سے لوگوں نے  
 کہا کہ اس ملک کا بادشاہ شب بیداری کرتا ہے اور رات بھر نفل نمازیں پڑھا کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا  
 بیچارہ نے اپنی راہ کھو گیا ہے اور دوسروں کے کام کی راہ اختیار کی ہے لوگوں نے سوال کیا یا حضرت کیسے؟  
 اس کے خدا تک پہنچنے کی یہ راہ ہے کہ وہ اپنی دولت اور انواع اقسام کی نعمتوں سے بھوکوں کو کھانا کھلائے  
 ننگوں کو طرح طرح کے کپڑے پہنائے، برباد و پریشاں دلوں کو شاد و آباد کرے، حاجتمندوں کی حاجت آرا  
 کرے نفل نمازوں کی مشغولی اور شب بیداری درویشوں، فقیروں کا کام ہے۔ ہر شخص کو اپنے مناسب کام  
 کرنا چاہیے۔

اے بھائی! اگر کسی شکستہ دل کو پاؤ اور اس ایک دل کو تم نے شاد و آباد کر دیا یہ اس سے  
 کہیں بہتر ہے کہ تم رات بھر شب بیداری کرو۔ اس لئے کہ کسی بھی ٹوٹی ہوئی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہر  
 لیکن دل وہ ہے کہ جتنا زیادہ ٹوٹا ہوا ہو، چور ہوا اتنا ہی زیادہ قیمتی ہوتا ہے، نقل ہے کہ جناب موسیٰ  
 علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا۔ الہی تجھے کہاں ڈھونڈتے ہو؟ جواب ملا عِنْدَ الْمُنْكَرَاتِ قَادِمٌ  
 لاجبلی ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس تلاش کرو۔ عرض کی آج میرے دل سے زیادہ کوئی دل شکستہ نہیں ہے جو آ  
 لائیں اسی جگہ ہوں۔ اور اے بھائی! آخر یہ تو تم نے سنا ہے کہ حضرت رابعہ البصریہؒ کو اس درجہ نعمت و دولت  
 جو نصیب ہوئی وہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب ہوئی، لیکن اس امر میں کوشش کرنا چاہیے  
 کہ جو بھی کسی کو دے وہ بے طلب دے اس لئے کہ فرمایا گیا ہے۔ السَّوَالُ دَانَ قَلَّ ثَمَنُ السَّوَالِ دَانَ  
 حَلَّ. سوال کتنا ہی کم کا ہو اور عطا و احسان کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ سوال کی قیمت بن جاتا ہے۔ اور جس قدر اور جتنا

زیادہ کسی کو دے تو اسے بہت قلیل جانے اس لئے کہ ساری دنیا ہی بہت قلیل ہے۔ جیسا کہ امام شہلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر ساری دنیا کی دولت ہمارے قبضہ میں ہو تو سب کا ایک لقمہ بنا کر کسی ایک فقیر کے منہ میں ڈال دوں پھر بھی مجھے اس پر شفقت آئے۔ (یعنی اور دیتے کچھ نہ دیا)

والسّلام

شرف منیری



## مکتوب ۳۷

### روح کے اوصاف اور اس کی تاثیر میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! روح جو خلیفہ حق تعالیٰ ہے جب تجلی میں آتی ہے (یعنی روشن اور نور ہو جاتی ہے) تو اپنی خلافت کے مقام سے انا الحق کا دعویٰ کرنے لگتی ہے اس لئے کہ سارے موجودات کو اپنی خلافت کے تحت کے سامنے سجدہ ریز دیکھتی ہے اور جانتی ہے کہ حضور حق ہے اس حدیث کی نظر سے اِذَا تَجَلَّىٰ لِلّٰهِ بِشَيْءٍ خَصَّهٗ لَئِنْ كُنَّ شَيْءٌ (جب اللہ کی تجلی کسی چیز پر ہوتی ہے تو ساری چیزیں نیست و نابود ہو جاتی ہیں) حیرت میں پڑ جاتی ہے اور کہتی ہے۔

هَآ اَنَا اَمَّ اَنْتَ هَذَا الْهَيْدِیْنَ حَاشَاكَ حَاشَاكَ عَنِ اثْبَاتِ اِشْنِیْنَ

فَاَیْنَ ذَاتُكَ حَيْثُ كُنْتُ اَرِیْ فَقَدْ بَیِّنَ ذَاتِیْ حَيْثُ اِلَیْ اَیْنَ

(یا تو ہے یا میں ہوں یہ دو خدا نہیں۔ خدا بچائے خدا بچائے دو خدا کے اثبات سے)

بیشک تیری ذات دسی نہیں ہے جیسی میں دیکھتا ہوں مجھے اپنی ذات معلوم ہے کہ میں کہاں ہوں)

یہ وہ گھاٹی ہے کہ ہزاروں سالکین راہ تمام گھاٹیوں کو طے کر نیلے بعد اس گھاٹی میں مارے گئے ہیں

جیسا کہ کہا ہے۔

افگندہ دلم رخت بمنزل گاہے کا بخانہ برد بصد دل آں راہے

چوں من دو ہزار عاشق اندر ماہے می کشتہ شوئند بر نیاید آہے

کبھی میرادل سامان سفر ایسی منزل میں ڈال گیا کہ جہاں تک پہنچنے کے لئے کوئی نشان راہ نہیں۔



مہینہ میں نوجیسے دو ہزار عاشق ایسے مارے جلتے ہیں کہ آہ تک اُن کے منہ سے نہیں نکلنے پالی ہے۔  
یہی بات ہے کہ خداوند تعالیٰ کی راہ میں آخری فتنہ اسی تجلی روح میں ہے یہی تجلی سالک راہ کو اپنا  
دیوانہ و شہید بنا لیتی ہے اور سالک کو آگے بڑھنے سے روک دیتی ہے ہاں اگر فتنہ اَزَّ الْبَحَارِ نہیں  
نکلا ہوگی، کی صفت سے متصف رہے تو اس فتنہ سے مردانہ وار گزر جائے گا اور کسی کامل کے سایہ دولت  
میں رہ کر کام کی حقیقت تک پہنچ جائے گا۔ اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ کرامت کے عاشق کون لوگ ہیں  
اور کرامت دینے والے کے عاشق کون ہیں نعمت کے طالب کون ہیں اور منعم کے طالب کون ہیں۔

جیسا کہ کہا ہے۔

مادیبادائیم و بُد رازی دانیم      ما عشق حقیقی ز مجازی دانیم  
ہم ایشمین کپڑے کو جانتے ہیں اور رازی کی چادر کو پہچانتے ہیں یہ عشق مجازی سے عشق حقیقی کو سمجھتے ہیں  
اے عزیز! روح کا معاملہ اور دوسری مخلوقات کی طرح نہیں ہے۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں۔

نیت بالائے تو مخلوقے دگر      نیت بیرون تو مشوقے دگر  
بیوں بیرون تو عقل و معرفت      نے تو در شرح آئی و نئے در صفت  
ہرچہ در توحید مطلق آمدہ است      آں ہمہ در تو محقق آمدہ است

تجسس اور کھولنا مخلوق نہیں تجسس باہر کون مشوق نہیں جب تو عقل و معرفت سے باہر ہو جائے  
تو نہ تیری شرح ہو سکتی ہے اور نہ تو بیان میں آ سکتا ہے توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب حقیقتاً تجھ ہی میں ہے  
ایک درویش کے سامنے کسی نے روح کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا جل اللہ (اللہ بڑا ہے)  
استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رُبَاعِی۔

شہر و وطن ما ز نشان بیرون ست      ہر چہ مثل زنی ازاں بیرون ست  
ایں راز نہفتہ زان نہاں بیرون ست      یعنی کہ خدا از دو جہاں بیرون ست

(میرا شہر میرا وطن نشان دہتے سے باہر ہے جس چیز سے بھی مثال دو اس سے وہ باہر ہے۔

یہ پوچھنا کہ راز پوچھنا شہید کی سے بھی باہر ہے یعنی خدا دونوں جہاں سے آگے ہے۔)

ایک عزیز نے کہا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَاقِ الْاَرْوَاحِ مِنْ نُوْبِ الْيَتِيْمِ وَ كَوْلَانِ سَرَّوٰ

وَسُوْبِ رَجُوْبٍ كَيْجِدَّ كَهَا كُلُّ مَلِكٍ يَرَاَهَا (اللہ تعالیٰ نے روحوں کو اپنے نور سے بنایا ہے)

چہرہ کے نور کا پردہ ڈال دیا (اگر یہ پردہ نہ ہوتا، تو ملائکہ جہاں دیکھتے وہیں سجدہ کرتے) اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے فَاذْ اسْوَيْتُهُ وَاَنْفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِيْ (جب ہم نے درست کر لیا تو ایسے اپنی روح پھونک دی، اور اسی طرف یہ اشارہ ہے واللہ اعلم۔ خَلَقَ اٰدَمَ مَخْلُوْقًا صُوْرَتِهِ (پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر) خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رباعی۔

لے دروغا جان قدسی کز ہمہ پوشیدہ است دیدہ است کہ روئے او نام او کہ شنیدہ است

ہر کہ بنید حسن او اندر جہاں کافر شود لے دروغا کس شریعت گفت با بریدہ است

(افسوس وہ روح پاک سب پوشیدہ ہے حقیقتاً کس نے اس کا چہرہ دیکھا ہے اور کس نے اس کا نام سنا ہے)

جو بھی اس جہاں میں اس کے حسن مطلق کو دیکھے منکر ہو جائے، اسے حسرت یہ شریعت میرے یہاں سے باہر ہے)

عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ روح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قُلْ الرَّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (روح کی

خود مکمل شرح ہے، لیکن اہل معرفت کہتے ہیں۔ امر جب فرمان دینے والا اور تمام چیزوں اور مخلوقات کا ظاہر کرنا والا

ہے تو روح کامل طور پر امر ہوئی۔ امر امر ہوگا، مومر نہیں، فاعل ہوگا مستعمل نہیں، قاتل ہوگا مقہور نہیں۔ اس

سے آگے کچھ اور کہا نہیں جاسکتا دیوانگی پر اگر شریعت کی روک نہیں لگی ہوتی تو ہم کہہ دیتے کہ روح کیا ہے

اللہ کی غیرت اجازت نہیں دیتی کہ کچھ کہا جائے اِنَّ اللّٰهَ غَيُوْرٌ (بیشک اللہ غیرت والا ہے، روح کی تشریح کرنا

اسی غیرت کی بنا پر حرام کر دی گئی ہے۔ خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لے دروغا جان قدسی در درون دو جہاں کس نہ بنید ستمش عیاں کس ہستش نشان

گر کے گوید کہ دیدم در مکاں لا مکاں بردخت غیرت آویختہ شد پیش انراں

(افسوس جان پاک کو دونوں جہاں میں کوئی بھی ظاہر ہو نہ دیکھ سکا اور نہ کسی نے اس کا پتہ دیا)

اگر کوئی کہے کہ مکاں لا مکاں میں ہم نے اس کو دیکھا ہے تو اس کے اس کہنے کے پہلے ہی غیرت لے دیرت پر پھانسی دیدی جائے)

اے بھائی! کُنْتُ كَثْرًا مَّخْفِيًّا (میں بچپا خزانہ تھا) کاراز من عَرَفْتُ لَفْنَهُ فَقَدْ عَرَفْتُ رَبَّهُ

(جس پتھاپ کو بچپا نا اس نے اپنے رب کو پہچانا) سے حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اہل بصیرت سے معاملہ پوشیدہ نہیں رہتا۔

۵۔ می تو اں از خلق متوازی شدن پس برلا مشعلہ در دست و مشک اندر گریباں دشتن

(عوام کے سامنے ظاہر اس طرح اور پوشیدہ ایسے ہونا چاہیے کہ ہاتھ میں مشعل اور گریباں میں جیسے مشک ہوتا ہے)

اس سے زیادہ لکھا نہیں جاسکتا بس اتنا ہی پر مختصر کرنا واجب ہے۔ مہر ع۔

”کے سرش نمی داند زبان درش زبان درش (روح کی حقیقت کے بارے کو کوئی نہیں جانتا زبان بند، دوزبان بند کرے)

اے عزیز اوصلاک اللہ بہنذ الحقائق۔ اللہ تم کو ان حقیقتوں تک پہنچائے۔ یہاں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ علم کے ذریعہ اس صحرا میں سفر نہیں کر سکتے اور عقل کی دلیلوں سے اس معزز راز تک نہیں پہنچ سکتے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہی علم و عقل راہ مارنے والے ہوتے ہیں فلسفیوں اور ان بہتر فرقوں کے اندر یہی دیکھنے میں آتا ہے یہ بہتر فرقے بھی اسی علم و عقل کی پیداوار ہیں۔

در علم بے شوری و شیون باشد در عقل بے رہبر و ہزن باشد  
در تکرہ ہادرا و خاموش باشش کاجابت خاموش برہمن باشد

علم کی راہ میں شور و ہنگامے ہوتے ہیں عقل کے ذریعہ راہ طے کرنے میں راہبر اور راہزن دونوں ہوتے ہیں  
تنگدوں میں اگر خاموش بیٹھا جاؤ کیوں کہ یہاں کے برہمن کا بت خاموش رہتا ہے

اسے جانتے ہو کیا ہے؟ علم اس بارگاہ پاک کا نقیب ہے۔ خیل و حشم اہل کار شاہی کے انتظام و ترتیب کی نگہداشت کرتا ہے لیکن بادشاہی راز اور اس کے اسرار کی واقفیت سے اسے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ عقل اگرچہ تو نے کاجھا آ کر ہے لیکن سونا تو نے کے تراؤ پر پہاڑ کو وزن نہیں کیا جاسکتا۔ آخرت کے احوال دین کی حقیقتیں جو اصول سے تعلق رکھتی ہیں جیسے ذات و صفات باری تعالیٰ کی معرفت اور خداوند جل جلالہ کے افعال کا عرفان ہر شخص کو علم کے ذریعہ ہو سکتا ہے لیکن سب بے ختم ان دونوں کے درمیان جو راز ہے) ایک عظیم دولت ہے اور وہ اس کے خاص بندوں ہی کے لئے ہے اگر کوئی شخص بے محل اس میں غور و فکر کرے تو حرام ہے۔ ایک شخص نے حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ من غرائب العالوم (یا رسول اللہ مجھے نادار علوم بتا دیجئے) ارشاد ہوا ماذا اعدت لکموت (موت کیا تیاری کی ہے) جاؤ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ قیامت کے اسرار اور احوال کا علم، اور تقدیر کے رموز جاننا اور ہر وہ چیز جس کا تعلق دین کے حقائق سے ہے علم معاملات میں اسے بیان کرنا تفصیل کے ساتھ حرام ہے۔ ہاں اجمالاً گفتگو کرنا حرام نہیں ہے اس لئے کہ بعض صوفیہ نے رموز اشارات میں ترفیہ تہنہہ کے لئے کچھ لکھا ہے اور یہ ایک بڑی اصل ہے اسے ہر درویش کو جاننا چاہیے۔ تاکہ اپنی گفتگو میں اور لوگوں سے سننے میں غلطی میں نہ پڑ جائے یا من لا یعلم ما ہوا الا ہوا استغفر اللہ عن الذل والخلل وعن کل مالا یرضی عن قولی و فعلی و اقوالی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (۱) اسے وہ جسے کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے کہ وہ خود اپنی ذات کو جانتا ہے۔ اسے اللہ میں توبہ کرتا ہوں معال مانگتا ہوں غلط اور گمراہی کی باتوں سے اور ایسے قول و فعل سے جو وہ پسند نہیں کرتا ہے۔ اولاً قرار کرتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نقل ہے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک وہ وقت تھا کہ میں اس کو ڈھونڈتا تھا اور خود کو پاتا تھا اور ایک یہ وقت ہے کہ خود کو ڈھونڈتا ہوں تو اس کو پاتا ہوں۔

گذشتہ آنگہ خود مستم زبوش اے صبا کنون خرابم ہم بہوے خود کہ از من می زند بوش  
(اے صبا! ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ میں خود اس کی خوشبو سے مست رہا ہوں۔ میں تو اپنی خودی کی بو سے برباد ہوں ورنہ میرے اندر تو اسی کی خوشبو ہے)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے برسبیل تذکرہ ہے کہ اَنْتَ لَا اَنَا وَلَا غَيْرِي (تو میرا عین ہے اور نہ میرا غیر ہے) اس سے اب اور آگے کیا چکر لگائی جائے (اور کیا لکھا جائے)

درد چندانی کہ داری میفرست ایک دل رانیز یاری میفرست  
دل کجا بے یاریت درے کشد کیں چنیں دردے نہ ہرے کشد

آپ کے پاس جس قدر درد ہے بھیجے، لیکن اس کے ساتھ دل کے لئے اپنی مدد بھی بھیجے۔ بیچارہ دل بغیر آپ کی مدد اور سہارا کے کب یہ درد اٹھا سکتا ہے اس لئے کہ ایسے درد کا برداشت کرنا ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔  
والسلام



فقیر شرف منیری

## مکتوب ۷۲

### محبت کے کمال اور ہمت کی بلندی میں

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چوں شمع محبت تو افر وختہ شد پروانہ نفس من درد سوختہ شد  
بشکن نفس وجود زو باک مدار مرغے کہ رسیدہ بود آموختہ شد

(آپ کی محبت کی شمع جب روشن ہوگئی تو میرے نفس کا پروانہ اس میں جل گیا۔ وجود کا بیخراہ توڑ دو وہ پرندہ جو بھاگتا تھا اب تربیت یافتہ و مانوس ہو گیا ہے)

اے بھائی! تم جانو، خداوند بزرگ و برتر کی محبت تمام مقامات کی انتہا و اخیر ہے اور تمام درجات سے بڑھ کر ہے محبت کے حاصل ہو جانے کے بعد اور کوئی مقام نہیں ہے سوائے اس کے کہ

محبت کے ثمرات ہیں۔ جیسے شوق، انس، رضا اور اس جیسی دوسری چیزیں محبت کا مقام پالینے کے قبل کوئی اور مقام نہیں ہے مگر یہ کہ محبت کے مقدمات میں سے کچھ مقدمہ ہے جیسے توبہ، زہد، خواجہ سری سقلمی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کل قیامت کے دن ہر اُمت کو ان کے پیغمبر کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا یا اُمت موسیٰؑ یا اُمت عیسیٰؑ یا اُمت محمدؐ لیکن محبان خداوند جل و علا کو یہ ندا ہوگی کہ یا اولیاء اللہ چنانچہ یہ صوفیان باسفا آج جو بھی عمل کرتے ہیں وہ خدا کی محبت کے لئے کرتے ہیں بہشت کی امید اور دوزخ کے خوف کے سبب نہیں کرتے اس لئے کہ یہ لوگ بہت کے بادشاہ ہیں ان کی بہت کے اندر خداوند جل و علا کے علاوہ جتنی چیزیں لفظ کُن کے تحت آئی ہیں ان میں سے کسی کی کوئی تید نہیں ہوتی۔

نے در غم دوزخ و بہشت اند این طایفہ را چہیں سرشتند

(یہ لوگ بہشت و دوزخ کے غم میں مبتلا نہیں ہیں اس گروہ کے لوگوں کی خصلت ہی جُدا ہے)

جو شخص محبوب سے جناب میں ہے وہ عین بلا میں ہے اگرچہ ساری دنیا کے مملکت کے خزانہ

کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہو۔ اور جو محبوب کی مہربانی کے ساتھ محبوب میں جذب ہے وہ عین عطا و نوال میں ہے اگرچہ باسی روٹی اس کے پاس کھانے کو نہیں ہے۔

اے بھائی! طاعت و عبادت بہشت کی امید اور دوزخ کے خوف سے اگر ہے تو حقیقت

کی نظر سے غور کر دو دیکھو گے کہ سب کا سب اپنی ذات کی لذت اور حصہ کے لئے ہے خالص اللہ کے لئے اور اس کی تعظیم و محبت کے لئے نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کا گروہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے وصل کا

خیمہ اور اپنی قربت کا قبتہ دوزخ کے اندر اگر نصب کرادیں تو یہ لوگ دوزخ کے انگاروں کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالیں اور اگر ایک لمحہ کے لئے بھی فردوس بریں میں ان کو اپنے سے جناب میں مبتلا کر دیں تو

یہ لوگ اس درجہ نالہ و فریاد کریں کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آنے لگے۔ تو ریت میں وارد ہے۔ کون شخص اس سے بڑھ کر ظالم ہوگا کہ جو میری عبادت بہشت پانے کے لئے اور دوزخ کے خوف

سے کرتا ہے۔ اگر بہشت و دوزخ میں پیدا کرتا تو کیا میں پرستش کے لائق نہیں تھا؟ ضرور تھا۔

نقل ہے کہ جناب عیسیٰؑ پیغمبر علیہ السلام اپنے سفر کے درمیان عابدوں کی ایک جماعت کے

پاس پہنچے پوچھا تمہارا مطلوب کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا دوزخ سے ڈرتا ہوں اور بہشت کی امید

رکھتا ہوں۔ فرمایا مخلوق سے ڈرتے ہو اور مخلوق کی امید رکھتے ہو۔ پھر عابدوں کی ایک دوسری

جماعت کے پاس پہنچے پوچھا اس عبادت سے تمہاری غرض کیا ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا اللہ کی

محبت اور اس کے لئے تعظیم جناب عیسیٰؑ نے کہا تم لوگ حقیقتاً خدا کے دوستوں میں ہو۔ مجھے اللہ کا حکم ہے کہ میں تم لوگوں کے ساتھ رہوں۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

گر شود یک ذرہ غلت حاصلت باز خند آفتابے در دست  
ہر کرا دل در موت زندہ شد در خصوصیت خدا را بندہ شد

(اگر محبت کا ایک ذرہ تجھے حاصل ہو جائے تو تیرے دل کے اندر ایک آفتاب چمکنے لگے جس کا دل محبت میں زندہ ہو گیا وہ خدا کا خاص الخاص بندہ ہو گیا)

یہاں ایک نکتہ پر خاص خیال رکھنا چاہیے۔ دلنشیں کر لو کہ کوئی مومن محبت کی اصل سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ معرفت اور ایمان کی اصل سے خالی نہیں ہے لیکن محبت کی قوت اور اس کا غلبہ اتنا زیادہ ہو کہ اپنے وجود سے رُخ پھیرے (بے خبر ہو جائے) اور رسم و عادت کی قید سے نکل آئے کہ اسی کو عشق کہتے ہیں زیادہ تر لوگ اسی سے دور ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

عشق وصف نہاد سلطان ست سیر اور از پاسباں مطلب  
روح قدسی فدائے عشق بود عشق را بس تو را یگاناں مطلب  
عشق بر کائنات سلطان ست قرب اور از ازاں و آں مطلب

(عشق اصل و بنیاد کے اوصاف کا بادشاہ ہے عشق کے اسرار پاسبانوں سے نہ پوچھو۔

پاک رو میں عشق پر فدا ہوتی ہیں عشق کو ہر کس و نا کس میں فضول تلاش نہ کرو۔

عشق تمام کائنات پر بادشاہ ہے عشق کا قرب ہر ایسے و ایسے میں نہ ڈھونڈو۔)

بزرگوں کا قول یہ ہے کہ خداوند عزوجل کو اپنے دل کے ہر گوشہ سے یعنی پورے دل سے

محبوب رکھے۔ ایسا کہ اس کو ذرہ برابر کسی غیر سے تعلق و لگاؤ نہ رہے اس کے اور اللہ کے سوا دل میں کسی دوسرے کے لئے کوئی جگہ نہ ہو اسے استغراق کہتے ہیں۔ محبت میں جب عاشق کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو اس کا حقیقی و دلی محبوب، مطلوب، مقصود و منظور وہی ہوتا ہے۔ کہا اٹھتا ہے مصرع:

”در ہر چیز گم توئی پندارم؟ (میں جس چیز میں نظر کرتا ہوں تو ہی تو نظر آتا ہے) پاک ہے تیری ذات

تو ہی میری آنکھ میں ہے۔ انا لیسلی انا لیسلی میں ہوں اور میں یانی ہوں) یہی ہے۔ اہل بصیرت کہتے ہیں

عشق بندہ کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ اسی معنی سے عشق اس راہ کے لئے فرض ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

مورسکیں ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد دست بر پائے کبوتر ز دونا گاہ رسید

( غریب چیونٹی نے تمنا کی کہ کعبہ پہنچے کبوتر کے پاؤں میں پٹ گئی یکایک پہنچ گئی۔ )  
یہاں کبوتر سے مراد عشق ہی ہے۔ شیخ عبداللہ انصاری ان کی جان پر اللہ کی رحمت و بخشش و عنایت ہو۔ فرماتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے مخلوق کی طرف بھیجا لیکن اس کے بیگانوں نے ایک ذرہ آشنائی نہیں پائی۔ افسوس! اپنے عشق کا ایک ذرہ بھی اگر بھیج دیتے تو سب آشنائی پا جاتے۔ قطعاً۔

منزلے ہمت بعالم قدس کے قدمگاہ جبرئیلؑ بود

بیوسایطرسی بمقعد صدق چون ز عشقش تراد سیل بود

( تمہارے ہمت کی منزل عالم پاک میں ہے وہاں جبرئیلؑ کی پہنچ کہاں ہوتی ہے۔ )

بغیر کسی واسطہ کے تم صدق کی بیٹھک میں مالک مقدر کے نزدیک پہنچ گئے، جب محبوبی کا عشق تمہارا سر ہو گیا)

ایک عزیز صاحب عزت کا قول ہے وہ کہتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیؑ اس علیہم السلام

تشریف لائے حدیث عشق کے باب میں ایک ذرہ برابر زیادہ نہیں پیش فرمائے ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے عہد مبارک میں یہ واضح اور روشن مظاہر ہوا پہلے ایک ذرہ تھا اب ہمارے حق میں سمندر بن گیا ہے۔

بازار حسن جملہ خوباں شکستہ اند رہ نیت کز تویح خریدار بگذرد

( حسن کے بازار کو جملہ حسینوں نے سونا کر دیا ہے پھر بھی راہ نہیں ہے کہ تجھ جیسا ایک خریدار بھی گذرے )

لیکن اس عشق کا ضمیر اس کا مایہ رنج و اندوہ ہے کَانَ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَوَّعِلًا

الْحُزْنَ وَدَائِمًا الْفِكْرَ ( حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل حزن و فکر میں رہا کرتے تھے ) اسی کو کہا ہے۔

دم در کشم و جملہ غمت نوش کنم تا از پس من کبس نما ندغم تو

( میں آپ کے سارے غم کو ایک سانس میں گھونٹ جاؤں تاکہ میرے بعد پھر کسی کے لئے آپ کا غم باقی نہ رہے )

کہا جاتا ہے کل قیامت کے دن جب اس کے عشاق قبر سے باہر آئیں گے تو اپنا جائزہ لیں گے

اگر ان کے اندوہ و غم میں ذرہ برابر کمی ہوگی تو وہ اتنا مالہ و فریاد کریں گے کہ دوزخ والوں کو ان پر ترس آ جائیگا

اسی کو کہا ہے۔

گر تو ہستی اہل درد و مرد راہ دردخواہ و دردخواہ و درد خواہ

ور نہ گیر دامت ایں درد زود گفت ایں دردت ندارد هیچ سود

گر شود ایں درد دامت گیر تو بس بود ایں درد دایم پیر تو

اگر تو اس راہ کامر اور اہل درد ہے تو درد مانگ درد چاہ درد ہی کی طلب کر۔

اگر یہ درد نہ ہوگا تو دوسرا درد تجھے لگ جائے گا اور اس درد کا کوئی نفع نہیں پہنچے گا  
ہاں اگر یہ درد عشق حقیقی تجھے پیدا ہو جائے تو یہی درد ہمیشہ کے لئے تیرا راہبر بن جائے گا۔

والسلام

فقیر مشرف منیری

## مکتوب ۵۷

### محبوب کی جفا اور مطلوب سے لے کر وائی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سعدی بجفا ترک محبت نتوانا کرد بر در نشینیم گراز خانہ برانند

(سعدی: جو درد جفا کی وجہ سے محبت چھوڑ نہیں سکتا اگر گھر سے نکال دیں گے تو در پر پڑا ہوں گا)

محبت کی دنیا میں جفا 'دفا' منع و عطا سب کیساں ہے۔

بندہ ام خواہ قبول کن و خواہی رزناک عزت و خواری در کوی و فایکسان است

(میں تو آپ کا بندہ ہوں خواہ قبول کیجئے خواہ رد کیجئے اس لئے کہ دفا کے کوہ میں عزت و ذلت سب برابر

ویک رنگ ہیں)

المحبة لا تزید بالوفاء ولا ینقص بالجفاء (محبت میں نہ تو وفاء سے زیادتی ہوتی ہے اور نہ جفا سے کمی)

خواہم کیش خواہ بزن خواہ ہدار یگر ویشہ است مرزا با تو کار

(خواہ قتل کیجئے خواہ زرد کوہ کیجئے خواہ چھوڑ دیتے ہیں تو سب رنج پیچہ چکا ہے تو بس آپ سے کاہت)

جب تک جفا 'دفا' منع و عطا میں فرق کرتا ہے اس کی تمیز باقی ہے وہ عشق میں ابھی کچا ہے اور محبت میں راز

ہے ایسا شخص اپنے نصیب کا طالب ہے حبیب کا طالب نہیں۔

مئی گفت بگوش سبر من دلدارن شمشیر جفا کشید عیاری

آن کس کہ بہر دو کون لذت جوید اندر خور عشق ما شاید بازی

اود شون مزاج مشوق تلوار | تمہ میں سے، میرے کان میں کہہ | تمہا جو شخص دونوں جہان میں لذت دمنے



کا طالب ہوا سے میرے عشق کی بارگاہ میں دخل دبا رہا نہیں۔  
 اے بھائی! محبت شہنشاہ ہے شرکت پسند نہیں کرتا، عشق غیور حیا دار ہے دولی قبول  
 نہیں کرتا اَنَا لَيْسَ لِي وَلَا لِي لِي اَنَا (میں سیلی ہوں، میں سیلی میں ہوں) خود کو چاہو اور دوست کو (اپنا وجود اور دوست  
 کا وجود) یہی تو شرکت ہے اور وحدت میں شرکت کی گنجائش نہیں اِنَّمَا اَنَا وَاِنَّمَا اَنْتَ (میں ہوں تو ہے)  
 آخر تم نے سنا ہے۔ مصرع۔ "شوریدہ بود کار ولایت بدو تن۔" دو آدمی کی شرکت میں سلطنت کا کام  
 تباہ و برباد ہوتا ہے) جناب داؤد پیغمبر علیہ السلام پر حق سبحانہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ بیشک ہم نے حرام  
 کر دیا ہے دلوں کے معاملہ میں کہ ایک ہی دل میں میری محبت بھی ہو اور دوسرے کی بھی۔ مصرع۔  
 یا خانہ جائے زنت بود یا خیال دوست" (گھر میں سامان ہی رہے یا دوست کا خیال) جو شخص اپنی مراد  
 اور آرزو کا طالب ہے وہ اپنی خودی کے ساتھ ہے اور جو اپنی خودی میں ہے وہ اپنا محب ہے حتیٰ سبحانہ  
 تعالیٰ کا محب نہیں ہے۔ اسکی کو کہا ہے۔

محو باید بود در ہر دوسرے پائے از سرنا پدید و سرز پائے  
 چوں دریں رہ پاؤں سردر باحتی قدر بے قدری خود لبناختی

(دونوں جہاں میں ایسا خود نیست ہونا چاہیے کہ سرے پاؤں غائب اور پاؤں سے سر لاپتہ ہو  
 جب اس راہ میں تو نے سردھڑا دیا تو اپنی بے قدری کی قدر تو نے پہچان لی)  
 امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر مجھے بہشت اور دوزخ کے درمیان اختیار دیا جائے  
 تو میں دوزخ قبول کروں اس لئے کہ بہشت اپنے نفس کی مراد ہے اور دوزخ دوست کی مراد ہے۔  
 گرسلا ز نفس بر دوزخیاں بندد در پنج نماز خورد دوزخ بدعا خواہم  
 (ان کے زلف کی زنجیر میں اگر دوزخ کے رہنے والوں کو باندھا جائے تو ہم اپنی پانچوں وقت کی نمازیں  
 اپنے لئے دوزخ کی دعا کریں)

اے بھائی! عاشقوں کی! اہ ایسی عجیب راہ ہے اور محبتوں کے کام ایسے ہوننا کہ اور  
 سخت ہیں کہ ہر نامرد نہ اسے سن سکتا ہے اور نہ ہر محنت اے برداشت کر سکتا ہے۔  
 محرم در دست نبود ہر سرے بار سبحانہ کشد ہر سرے  
 (دوست کا محرم ہر شخص نہیں ہو سکتا جناب نبی علیہ السلام کا بوجہ ہر پھر نہیں اٹھا سکتا)  
 مجنون ہونا چاہیے تاکہ اینٹ پتھر کھانا جانے فراد صفت ہونا چاہیے تاکہ بے ستون

پہاڑ کو کھودنا جانے زینجا کے جیسا ہونا چاہیے کہ یوسف کا نام اڑنا جاتے۔ مصرع۔

”رو بازی کن عاشقی کار تو نیست“ (جاؤ کھیلو عاشقی تمہارا کام نہیں ہے) کل میسر

لما خلق له للحرب رجالا وللقصعة والتزید رجالا (جس کو جس کام کیلئے پیدا کیا گیا،

وہ کام اسکے لئے آسان ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا اور کچھ تزیید کھانے اور پیالہ چاہنے کیلئے) علم

میں فضول بکواس کر نیوالے بہت ہیں اور زبانی گفتگو کرنے والے ان گنت ہیں لیکن اہل نظر کی نگاہوں

میں سب روشن ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

مادیب داتم و برد رازی دانیم ما عشق حقیقی ز محبازی دانیم

(ہم ریشمی کپڑے کو جانتے ہیں رازی کی چادر کو بھی پہچانتے ہیں ہم عشق حقیقی کو مجازی سے جانتے ہیں)

اہل بصیرت آنکھ والے سب کو دیکھتے ہیں پہچانتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ سب کو معذور سمجھتے ہیں کہ یہ

سوائے اسکے کچھ نہیں ہے کہ تقدیر ہے، نصیب ہے۔ کوئی کیا کر سکتا ہے وَجَبَ الْقَلَمُ عَا هُوَ كَا مِ ن

(جس بات کا ہونا مقدر ہو چکا قدرت کا قلم اس کیلئے خشک ہو چکا ہے) خلاصہ یہ کہ اے بھائی! مردانہ دل اڑو

اور مردانہ وار سب گھونٹتے جاؤ۔ مصرع: ”بارستم دستاں بزندہر کہ در افتاد۔“

عاشق کے لئے دریا پایاب ہے اور پہاڑ تنکے کے برابر ہے۔ وفا، جفا، عطا، منح، سب ایک ہوتا ہے،

صدق کی علامت یہی ہے۔ جس کو کہا ہے

داری سرا و گرنہ دور از سرما مادوست کشیم تو نداری سرما

(اپنے سر میں میرا سودا رکھتے ہو یا نہیں تو میرے پاس دور ہو جاؤ ہم تو عاشق کو قتل کیا کرتے ہیں تمہارا سر میرا سر

نہیں) ❦

وَالسَّلَام

شرف منیری

## مکتوب ۷۶

# اللَّهِ الْعِزَّةُ الْكَبِيرُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فقیر حقیر احمد حسین منیری المقلب بشرف کا سلام و دعا مطالعہ کریں

اے بھائی! جس حال میں ہو اور جس کام میں ہو اس سے دل نہ چھوڑو، نا امید نہ ہو اس لئے کہ خداوند جل شانہ

کے تمام کام مطیعان کی طاعت سے منزہ ہیں اور گنہگاروں کی گناہوں سے مقدس و پاک ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے لئے کوئی علت و سبب درمیان میں نہیں۔ اسی موقع کے لئے بزرگوں کا مقولہ ہے الْفَضْلُ لِمَنْ فَضَّلَ اللهُ لَا بِالْعَمَلِ وَلَا بِالْجَوْهَرِ فضل اسی کے لئے ہے جسے اللہ فضل دے یہ نہ کسی کے عمل سے ہے اور نہ جوہر سے یہ اس لئے کہ فضل اگر عمل سے متعلق ہوتا تو یقیناً اگلی امتوں کو اس امت پر فضیلت ہوتی کیوں کہ ان کی عمریں سات سو آٹھ سو سال ہو کرتی تھیں تو ان کا عمل و کردار بھی بہت زیادہ ہوتا اور اس امت میں عمر عموماً ساٹھ ستر سال ہوتی ہے تو ان کا عمل ان کے کارنامے بھی ضرور کم ہوں گے اس کے باوجود اس امت کو اور تمام امتوں پر فضیلت ہے اور اگر فضل کا تعلق جوہر سے ہوتا تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی کیوں کہ شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے جو نورانی یعنی روشن ہے اور آدم خاک میں خاک ظلماتی یعنی اندھیری ہے اس کے باوجود شیطان پر آدم کو فضیلت ہے ان مثالوں سے یہ ہم نے سمجھ لیا کہ فضل نہ عمل کی وجہ سے ہے اور نہ جوہر کے سبب سے یعنی کسی کا جوہر اور عمل خدا کے فضل کی علت نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ فضل اسی کے ساتھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جسے فضل عطا فرمائے اگر کسی کو اعلیٰ علیین (بلندی) پر پہنچانا چاہتے ہیں تو بغیر کسی عمل اور کارگزاری کے بلندی پر پہنچا دیتے ہیں اور اگر کسی کو اسفل السافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرانا چاہتے ہیں تو بغیر کسی گندگی، نجاست اور گناہ کے پستی میں گرا دیتے ہیں اسی کو دیکھو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت جب کہ کوئی عمل و طاعت آپ سے وجود میں نہیں آئی تھی آپ کے ظہور کے قبل آپ کو اعلیٰ علیین پر پہنچایا اور ابوجہل کو اسفل السافلین سب سے نچلے طبقہ میں گرا دیا اس وقت کہ اس سے کوئی نجاست اور گناہ وجود میں نہیں آیا اور وہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ اور دیکھو حضرت عمرؓ بتخانہ کے اندر رہتے ہوئے مقبول تھے اور ابی بن سلول منافق مسجد میں رہتے ہوئے ذلیل و رسوا تھا۔

لے جہان جان ہمہ سیران لو سد ہزاراں عقل سے گردان تو

لے ز چشم و جان نہاں دیدار تو گم شدہ عقل و ضرور کار تو

(لے وہ کہ تو تمام جانوں کا جہاں ہے، سارا عالم تجھے پانے کے لئے حیران ہے۔ لاکھوں لاکھ عقل اس میں

سرگرداں و پریشان ہیں اے وہ کہ آنکھ اور جان سے تیرا دیدار پوشیدہ ذہناں پر تیرے کام میں عقل درانی سب گم ہے)

لَا تَنْتَهِ مَا لَكَ الْمُطْلَقُ فَلَهُ التَّحَرُّتُ الْمُطْلَقُ جب وہ مالک مطلق ہوا تو یقیناً اس کا تصرف بھی مطلق ہوگا

(ہر طرح مطلق کی قید ہے بالآخر)

آں کہ دہائے آشنا دارند دل ز چوں و چہ ابدا دارند

(جن کے قلوب حقیقت آشنا ہیں ان کے دل چون و چرا سے پاک ہیں)  
 کرا زہرہ آنکہ از بیم تو کشاید زباں جز بہ تسلیم تو  
 کس کا کلیجہ ہے کہ آپ کے خون سے سوائے تسلیم ختم کرنے کے زبان کھول سکے

ان سب باتوں کا فلامہ یہ ہے کہ اگرچہ اعمال و افعال کی پونجی سے مغلس و نادار ہو تو بھی نظر اس کے فضل پر رکھنا چاہیے سا حران فرعون کے پاس کون سا نمل تھا اور کون سی طاعت تھی اور اصحاب کعبہ کے پاس کون سی عبادت تھی اور کون سا مجاہدہ تھا کہ آن واحد میں بیگانگی سے نکال کر اپنا بنا لیا اور انتہائی پستی سے نکال کر اعلیٰ علیین کی بلندی پر پہنچا دیا گیا اور سارے جہاں کے مخلوق کو دکھلا دیا کہ ہمارے کاموں میں علت و سبب کو دخل نہیں ہمارے کام بے علت ہوتے ہیں ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے

گہ آری خلیے ز بخانہ کنی آشنائی ز بیگانہ  
 گب از چناں گو ہر خانہ خیز چو بو طابے رکنی سنگ تیر

(کبھی کسی کو بخانہ سے نکال کر اپنا خلیل بنا لیتے ہیں بیگانگی سے خاص اپنا کر لیتے ہیں کبھی لعل و جواہر پیدا کرنے والے گھرانے سے ابو طالب جیسے کو پیدا کر کے پتھر کے ٹکڑوں کے آگے سجدہ کر لیتے ہیں) اے بھائی! یہاں عقل سرنگوں ہے اس لئے کہ عقل و ہم و قیاس کا آلہ ہے اور خدا کی خدائی فہم و قیاس سے بالا ہے اس لئے کہ خدا کی خدائی یعنی اس کے کام اس کی مشیت پر ہیں۔ بندوں کے قیاس پر نہیں کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا ہے جس کی اس کو حاجت مندگی اور ضرورت نہ ہو۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے لاکھوں لاکھ مخلوق پیدا کئے اور اس کو ان سب سے کوئی حاجت و ضرورت مندگی نہ تھی۔ اور کوئی عقلمند کسی سے بے فائدہ دوستی نہیں کرتا ہے اور بغیر نقصان پہنچے عداوت نہیں کرتا عقل کا تقاضا تو یہی ہے اور خداوند تعالیٰ کو کسی سے کوئی منفعت نہیں لیکن ان کے محبت ہے کسی سے ایسے کوئی نقصان نہیں لیکن ان کے ساتھ عداوت ہے عقل تو یہی کہتی ہے کہ دوستوں کو اپنے قریب بلائیں اور ان کے ساتھ نوازش کریں اور دشمنوں کے سر پر ساری بلائیں ڈال دیں اور انہیں بو نہیں چھوڑ دیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ ساری بلائیں دوستوں پر ڈالتے ہیں اور تمام مرادیں دشمنوں کی بر لاتے ہیں تو معلوم ہو گیا قیاس کو یہاں راہ نہیں اور عقل کو خدا کے کاموں میں کوئی سروکار نہیں۔ اے بھائی! اس کے کاموں کے بحسبہوں سے جسیریل و میکائیل علیہم السلام کو آگاہی نہیں غریب عقل کو وہاں کیا دخل اور آدمیوں کے وہم و فہم کی وہاں کہاں گزر سکتی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

زین جنین کارے کہ در پیش آ مدہ است علم مفلس عقل درویش آ مدہ است

(اشد جل شانہ لے آئیے کام سامنے آتے رہتے ہیں جس میں علم مفلس و بینوا اور عقل تہی دست و گدا ہے)

اے بھائی! عقل بندگی کر نیکا آ کہ ہے۔ بندگی بغیر عقل کے صحیح نہیں ہوتی لیکن اشدر العزت

کے اسرار و رموز کو جاننا غریب عقل کا کام نہیں ہے سارے جہاں کے عقلا و فلاسفہ یہاں حیران و سرگرداں ہیں تمام عالم کے علما و عرفا اس کی بارگاہ کے ابجد خواں ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ایں چہ درگاہیت قفلش بے کلید

ایں چہ دریاہیت تعرش نا پدید

گر چہ رہتند ہر سوئے ازیں

پے نہ بردند لے غیب ہوازیں

(یہ کون سا دربار ہے کہ جس کے قفل کی کنجی نہیں یہ کون سا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کا پتہ نہیں۔ اگرچہ اس بارگاہ تک پہنچنے کی ہر شخص نے راہ ڈھونڈھی لیکن عجب معاملہ ہے کہ ایک بال برابر بھی کسی نے

راہ نہ پائی۔)

تمام کاموں کی غرض یہ ہے کہ آج جو بندوں کے اعمال و افعال ہیں وہ علامت و نشان

ہیں کہ جوازل میں نیک نیتی اور بد نیتی کے لئے ان کے مقدر میں ہو چکا ہے اور ہاں اسی طرح علت نہیں ہے

سبب بھی نہیں ہے اس لئے کہ سبب سبب پر مقدم ہوتا ہے (یعنی ہونی والی چیز جس سبب ہوتی ہے تو سبب

پہلے ہوگا) کیوں کہ بندوں کے افعال و اعمال آج ہو رہے ہیں اور سعادت و شقاوت ازلی ہے تو آج کے

دن کے کام ازل کے لئے سبب کیسے بنیں گے؟۔ اس کے باوجود سبب کا لفظ بولتے ہیں لیکن سبب کہنا

مجازاً ہے حقیقتاً نہیں۔ دل مہینو طار کھو اگرچہ کمزور ناتواں، عاجز، اگرے پڑے ہو اور طاعت و عبادت

سے مفلس و تہی دامن ہو اس لئے کہ معاملہ فضل پر ہے نگاہ اس کے فضل پر رکھنا چاہیے جہاں تک

ہوسکے کوشش کر دو ہاتھ پاؤں چلاؤ۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اندریں رہ اگر چیاں نکستی

دست دپائے بزنیان نکستی

گرچہ دولت دادنش بے علت است

طاعت حق کار صاحب دولت است

(اس راہ میں اگر تم سے ویسے کام نہیں ہو سکتے تو کوشش کر دو ہاتھ پاؤں چلاؤ گھاٹے میں نہ رہو۔

اگرچہ نعمت و دولت کی عطائے علت و سبب کے ہیں لیکن خوش بختوں دولت مندوں کا کام حق تعالیٰ کی بندگی و عبادت کرنا ہے)

خود کو کبھی بیکار بے عمل معطل نہ رہنے دو۔ سیدھی راہ نہیں ہے۔ خوب کہہ لے جس نے کہا ہے۔

نے ہمہ آل جانے کہ طاعت خرنند

نہی کی بارگاہ میں صرف طاقت ہی کی قیمت نہیں ہوتی ہے۔ عاجزی، اتواں، ایسے ایسے کی بھی خریداری ہوتی ہو اگر لے۔ والسلام

# مکتوب

## راز انسان اور اس کی لاعلمی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ نے تو گم کردہ ای کرنا کر دہائی ہست اند تو تو خود در پردہ ای

(وہ جسے تو نے کھو دیا ہے یہی تری غلطی ہے وہ تو ترے اندر ہی ہے تو خود اپنا پردہ بنا ہوا ہے)

اے بھائی! افسوس بشریت کا تالادلوں پر غفلت کی زنجیر کی روک ٹکروں پر پڑی ہوئی ہے

ایک عالم اپنی حقیقت سے بے خبر غافل اور پردہ میں ہے جب مرنے کے وقت موت کے در کا یہ تالا

فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ (پھر ہم ہٹائیں گے تیری آنکھوں سے تیرا پردہ) کی کنجی سے کھلے گا اور غفلت کے

قید کی یہ زنجیر فَبَصُرْنَا الْيَوْمَ حَدِيدًا (تمہاری نگاہیں اس دن پتھر جائیں گی) کی گرمی سے پگھل

جائے گی اس وقت تمہارے اندر کی گہرائی سے نالہ و فریاد برآمد ہوگا۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اے دریا جان و تن در با حقیقت قیمت جان ذرہ نشنا حقیقت

تشنہ می پیریم در طوفان ہمہ و آں کہ آب از چشمہ حیواں ہمہ

(و اے حسرت جسم مٹا دیا جان گنوا دی، جان کی قیمت ذرہ برابر نہ پہچان سکے ہم سب کے سب اس

طوفانی سیلاب میں پیلے مر رہے ہیں جب کہ اس طوفان کا سارا پانی آب حیات ہے)

اے بھائی! یہ تو معلوم ہے کہ ایک عالم، مقدس و مطہر فرشتوں سے بھرا ہوا خاک کو سجدہ

کیوں کرتا اور یہ مٹی یہ خاک خلیفہ کیسے ہوتی۔ اسی کو کہا ہے جس نے کہا ہے۔

تا نیاید جان آدم آشکار رہ ندانستند مٹوئے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید او کلمید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی روح ظاہر نہیں ہوتی تھی اللہ کی طرف جانے والی راہ کسی کو معلوم نہ تھی۔ جب آدم

کا ظہور ہوا تو راہ کھل گئی اور دونوں جہاں کے نرنا کی کنجی اٹھ آگئی)

سبحان اللہ! اس مٹی کے پیلہ میں کیا عظیم راز ہے جس کو نہ قلم کچھ سکتا ہے نہ زبان بیان

کر سکتی ہے اور نہ عقل اس کے گرد چکر کاٹ سکتی ہے اور نہ علم اُسے اپنے احاطہ میں لے سکتا ہے اَلْإِنْسَانُ  
سِوَى (انسان میرا راز ہے) اُس تک پہنچنے کی تمام راہیں بند کر دی ہیں اگر کچھ سمجھنا چاہتے ہو تو اس شعر  
کے سمجھو۔

مخرب جہاں جمالِ خسارہ ماست سلطان جہاں دردِ بیچارہ ماست

(ہمارے خسار کاٹنے سارے جہاں کی محراب ہے عالم کا شہنشاہ ہمارے غریب دل میں ہے۔)

یہاں محنتوں کو راہ نہیں ہے اس لئے ان کی نظر میں حلوں معاوم ہو گا یقیناً مردانِ راہ کا دین دوسرا ہے  
اور محنتوں کا دوسرا ہے۔ ان لوگوں کو کہو۔

اے محنت ادا کر ایں جا بار نیست عشقِ حق را با محنتِ کار نیست

قصرِ دیوانگی آزادگی است جملہ گستاخی و کار افتادگی است

اے محنت بجا دو کہ یہاں تمہاری رسائی نہیں، حق سبحانہ تعالیٰ کے عشق سے محنتوں کو سر و کار نہیں دیوانوں

کے قصر میں آزادی ہے اس کے سارے کام میں شوخی، گستاخی اور بے ڈھنگا پن ہے)

العِشْقُ حَيُّونَ الْهَى (اللہ کا عشق جیون ہے) عقل وائے دوسرے لوگ ہیں اور عاشقان دوسرے  
ہوتے ہیں۔

عاطلاں را شرع تکلیف آمدہ است بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است

پیش آن کس کہ عشق رہبر اوست کفر و دین ہر دو پردہ اوست

(عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں، عاشقوں، دیوانوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے اس

شعر کے آگے کہ عشق جس کا رہبر ہے کفر اور دین دونوں اس کے دروازہ کے پردے ہیں)

وہ علم جو تمہیں حاصل ہے اور وہ نمازیں جو تم بڑھتے ہو اور وہ روزے جو تم رکھتے ہو ان کے ذریعہ اس راہ  
میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ایں مہمہ عالمِ محضہ است علمِ رقتن براہِ حق دگر است

راہِ دینِ صنعت و عبارت نیست جز خرابیِ دردِ عمارت نیست

یہ سارے علم کا جس شخص سے عالم ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ دین کی راہ

بناد و عبارت آرائی نہیں ہے اس میں تو تباہی و بربادی کے سوا کوئی تعبیر نہیں ہے)

اے تباہی! یہ کام اصل میں "درد" ہے جب تک کسی کے سینے میں یہ درد پیوستہ نہیں

ہو جاتا اور وہ مرنے کے قبل نہیں مر جاتا اس راہ میں نہیں چل سکتا اور اس راہ کی بلائیں برداشت نہیں کر سکتا  
اسی کو کہا ہے۔

ذرّہ درد حسد اور دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا  
ہر کرا این درد نیست او مرد نیست نیست در ماں گرترا این درد نیست

(خداوند تعالیٰ کے درد کا ایک ذرّہ تیرے دل میں اگر ہو تو تیرے دلوں جہاں کی دولت سے بڑھی ہوئی دولت ہے)

جس کو یہ درد نہیں ہے وہ آدمی ہی نہیں ہے اگر تجھے یہ درد نہیں ہے تو تیرا کوئی علاج بھی نہیں ہے)

اے بھائی! یہ راہ جواں مردوں کی ہے بچوں کا کھیل نہیں مال و مرتبہ، بیوی، بال بچے، حیم  
جان سب کی بازی لگا دینا اس راہ کا پہلا قدم ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ہر چہ جز دین از او طہارت کن  
از تن و جاہ و عقل و جاں بگذر در رہ او دے بدست آور

(حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا دو غارت کر دو دین کے سوا جو بھی ہے سب سے پاک ہو جاؤ)

جسم، جاہ، عقل و جاں سب سے گذر جاؤ اس کی پاک راہ میں کوئی دل ہاتھ میں لے لو)

حضرت عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام عالم  
میں تشریف لائے بیگانوں میں کسی نے آشنائی نہیں پائی اگر اپنے عشق کا ایک ذرّہ بھیج دیتے تو  
سارا عالم آشنا ہو جاتا۔

درد عشق آمد دوائے ہر دے حل نشہ بے عشق ہرگز مشکل

ہر کہ در ستر محبت بندہ شد تا بد ہم محرم و ہم زندہ شد

(عشق کا درد دلوں کی دوا ہے، بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہیں ہوئی۔ جو شخص محبت کی حقیقت

میں بندہ ہوا وہ اب تک کے لئے محرم راز اور زندہ جاوید بن گیا۔)

والسلام

حقیر شرف نیری





# مکتوب ۷۸

## دنیا کی نفی اور حق تعالیٰ کی معرفت کے اثبات میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گوشہ گیریں سر اے مجاز گوشہ آنجہاں درو میساں

(اس دنیا سے کنارہ کشی کرو اسی دنیا میں اس جہاں کے لئے گوشہ آخرت بہتیا کرو)

اے بھائی! فقر و فقیری میں بے انتہا خوبیاں ہیں اور ہر طرح کے آرام و سکون ہیں۔

امیری و دولت مندی میں بہت سارے عیوب ہیں طرح طرح کی تکلیفیں اور پریشانیاں ہیں لیکن آج لوگوں کو مال و مرتبہ کی محبت اندھا بہرا بنا کے ہوئے ہے دولت مندی کے تمام عیبوں کو مہنر سمجھتے ہیں درویشی و فقر کے جملہ مہنر کو عیب جانتے ہیں جس طرح مزد و فرعون نے سمجھا تھا اور خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی کو کہا ہے۔

صد جہاں علم با معنی بہم چوں زدل دنیات دور افگند نیت  
دوزخ آرد بار باد دنیا بہم جائے تو حبز دوزخ سوزند نیت

(اگر علم کے سینکڑوں عالم اپنے معنی کے ساتھ تیرے پاس ہوں اور وہ علم دنیا کے لئے ہو تو اس کا ثمرہ دوزخ ہی ہے جب تک تیرے دل سے دنیا دور نہیں ہوتی ہے تیری جگہ دہکتے ہوئے دوزخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے) اسی لئے کہتے ہیں کہ جس نے خدا کی شناخت اسکی معرفت حاصل کی ہے اسکی پہچان دنیا کا ترک اور دنیا داروں کی صحبت سے دوری ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ہست دنیا دشمن حق بے مجاز دشمن حق کے گزار دوست باز

(دنیا حق سبحانہ تعالیٰ کی حقیقی دشمن ہے خدا کا دشمن اس کے دوست کو لب سلامت رہنے دیتا ہے)

تو جہاں دنیا کا ترک نہیں ہے ہمیں معلوم ہو گیا وہاں معرفت حق سبحانہ تعالیٰ بھی نہیں ہے اس لئے کہ ترک دنیا اور معرفت حق تعالیٰ یہ دونوں کلمہ شہادت ہیں کلمہ شہادت نفی و اثبات مرکب ہے یہاں نفی دنیا

کافر کے اثبات خدائے تعالیٰ کی معرفت ہے تو جس نے دنیا کی نفی کی کامل نفی کر لی اور جسے خدا کی معرفت حاصل کر لی اثبات کامل کر لیا حقیقتاً لا الہ الا اللہ کہنا یہ ہے نہ وہ کہ جو کوئی زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور دنیا کو سجدہ کرتا ہے۔ امیروں، سرداروں، بادشاہوں کے در کو قبلہ بنانا ہے۔ ایسے ایمان کو ایمانِ زبانی اور کفرِ دلی کہتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

مصحف بکھٹ گرفتہ کفرے دروں نہفتہ بطل مست خفتہ بر بستر ریائی

(ہاتھ میں تتر آن دل میں کفر و انکار چھپا ہوا ناکارہ ہزارہا کا ری کے بستر پر دنیا کے نشہ میں مست سو رہا۔)  
 مصرع : مسلمان شود لازماً بکسل۔ "اے دل مسلمان ہو جازنا توڑ دے۔" اسی سے معلوم ہو گیا کہ آج زیادہ تر لوگوں کو خدائے تعالیٰ کی معرفت اسکی شناخت کے دعویٰ کے ساتھ ہوتے ہوئے دنیا نے انکی راہ ماری ہے اور ان بیچاروں کو اسکی خبر بھی نہیں ہے۔ جس طرح اس دنیا نے فرود و فرعون کو مار ڈالا۔ خوب کہا ہے جس کہا ہے

صد جہان علم بامعنی بہم  
 چوں زد دل دنیات دور افگندہ نیست  
 دوزخ آرد بار بادنیابہم  
 جائے توجہ ز دوزخ سوزند نیست  
 اور ایک دو سکر عزیز نے کہا ہے۔ س رُباعی  
 دنیا طلباں کہ دشمن درویش اند  
 بیگانہ ز حق آشنا خویش اند!  
 گمراہ فتادہ و گرفتار شکم  
 چوں درنگری بمعرفت بدکیش اند  
 (طالبان دنیا فقیروں کے دشمن ہیں وہ حق تعالیٰ سے نا آشنا اور خود سے آشنا ہیں گمراہی میں تھے پونے شکم پرست ہیں اگر ان میں غور کرو تو معرفت سے بیگانہ ہیں)

لیکن یہاں ایک نکتہ کا خاص خیال رکھنا چاہیے تاکہ غلطی میں نہ پڑ جاؤ۔ ترک دنیا سے مراد فضولیات کا ترک ہے لا بدی اور ضرورتیہ کا ترک نہیں ہے جس طرح فضولیات ضرورت کے فاضل چیزوں کی طلب ناپسندیدہ ہے اور حجابِ راہ ہے اسی طرح لا بدی اور ضروری چیزوں کا ترک کرنا بھی ناپسندیدہ اور راہ کی رکاوٹ ہے کیونکہ آدمی کو کھانا، کپڑا، رہنے کا رہائشی مکان ضرورت کی مصت دار میں لازمی ہے اگر سب کو کلیتاً ترک کر دیتا ہے تو دوسروں کا محتاج ہو جائیگا اور لالچ میں گرفتار ہو گا اور یہ دونوں بلا ہیں اور ہلاک کرنا ہی ہیں تو جس طرح ضرورتیہ سے فاضل چیزوں کی طلب میں بہت سی خرابیاں اسی طرح لا بدی اور ضروری چیزوں کے ترک میں بھی بہت زیادہ خرابیاں ہیں۔ اگر اس موقع پر کوئی بے کار بحث چھیڑ دے کہ

جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کچھ ترک کر دیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ماخلفت لبعیالک گھر میں بال بچوں کے لئے کیا تھیوڑا؟ تو جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو۔ اگر تمہارا حال بھی صدیق اکبر کا حال ہے تو تمہارے لئے بھی یہ صحیح اور زیبا ہے۔ سبزیاں بیچنے والوں کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خود کو بادشاہ وقت پر قیاس کرے اس کے برابر خود کو سمجھے۔

اے بھائی! اہل معرفت کی صحبت اور مردانِ طریقت کی جوتیوں کی خدمت کے بغیر کسی کو اپنی

جہات و نادانی سے یہ کام راس نہیں آسکتا ہے۔ جس کسی نے کہا ہے سچ کہا ہے۔

کوہ ہرگز کے تو اندر رفت راہ بے عصا کش کوہ را رفتن خطاست

راہ دور راست و پُرافت اے پسر راہ و رومی بساید را ہسر

(اندھا کب راہ پیر سید حاصل سکتا ہے لاطھی پیر کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا چلنا ہی غلط ہے

اے لڑکے! راہ نبی اور آفت سے بھری ہوئی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے ایک راہ فروری ہے)

تو لازم ہے کہ نیکوں اور اس راہ کے واقف کار بزرگوں کی صحبت اختیار کرو بروں اور جاہلوں کی صحبت بہت

دور رہو۔ صوفیوں کے یہاں جو اس قدر ریاضت و مجاہدے کرائے جلتے ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ مریدان

واقف کار بزرگوں کی صحبت کے لائق ہو جائے ہر وہ مرید جو ان واقف کار بزرگوں کی صحبت کے لائق ہو گیا۔

اگر ایک روز بلکہ ایک ساعت ان بزرگوں کی صحبت میں رہا ہو تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ سو سال تک کسی

راہبر واقف کار بزرگ کی صحبت و رہنمائی کے بغیر ریاضت و مجاہدہ کرتا رہے۔ آخر سنا ہے۔

سگ اصحاب کہف روزے چند پے نیکاں گرفت مردم شد

(اصحاب کہف کا وہ کتابچہ چند روزان لوگوں کی صحبت میں رہا آدمی بن گیا)

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ زیادہ تر صحابہ پیغمبر علیہ السلام بت خانہ کے جنوں کی پرستش میں سالہا سال

اپنی عمر گزارتے رہے تھے یا ایک وہ دولت عظمیٰ یعنی سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب کے

ان پر ظہور پذیر ہوئے ان میں سے ہر ایک دینِ مسلمان کے مقتدا، پیشوا، آفتاب، مہتاب اور شہنشاہ

ہو گئے اور اصحابی کا لہجہ باہم اقتدا یتم اقتدا یتم (میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں

سے جن کی پیروی کر دہایت پاؤ گے) کا طغرا و امتیاز انہیں مل گیا۔

لاجرم در بندگی سلطان شدند مہتر خلق جہاں ایساں شدند

تا ز دوزخ فرود آزاد آمدند در بہشت عدن دل شاد آمدند

(یقیناً اسی بندگی کے اختیار کئے بادشاہ ہو گئے سارے جہاں کے یہی لوگ ڈالے ہو گئے۔ دوزخ سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گئے بہشت کی بشارت مل گئی جنت عدن میں شاداں و فرماں نزل فرما ہوئے) اے بھائی! جس نے بھی جو نعمت پائی وہ صحبت ہی سے پائی ہے۔ لیکن ایک مدت ہوئی کہ یہ کہہ دیا گیا ہے۔

صحبت نیماں ز جہاں دور گشت خوان عمل خانہ ز نور گشت

(بزرگوں کی صحبت بہت دور ہو گئی شہد کا دسترخوان شہد کی کھیموں کا گھر بن گیا)

اور اس حال میں سر پر خاک ڈالنی چاہئے اپنا غم کرنا چاہئے اور وہی کہنا چاہئے جو جناب

خسر و علیہ رحمت والغفران نے کہا ہے۔

در مجلس وصال دریا کشند تاں چوں دور خسر و آمدے در سبوتہ ماند

(اے محبوب الہی! آپ کی صحبت کی مجلس میں مستوں نے دریا گھونٹ لئے جب خسرو کی باری آئی تو مٹک میں شراب ہی نہیں)

والسلام

حقیر مشرف مینری



## مکتوب ۷۹

# دوستوں پر تیری وردِ دشمنوں پر التفات و نوازش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گر آری خلیلی ز بتخانہ کنی آشنائی ز بیگانہ

گئے از چنای گوہر خانہ خیز چو بوطابے را کنی سنگریز

(کبھی آذر کے بتخانہ سے خلیل کو پیدا کرتا ہے کبھی دشمنوں کو دوست بناتا ہے۔ اور کبھی الیے

عسل و جواہر پیدا کرنے والے گھرانے سے ابوطالب جیسے پتھر پونچنے والا سنگریز پیدا کرتا ہے)

اے بھائی! آج اس دنیا میں اس کے دشمنان نعمتوں اور عافیت و آرام کے لئے مخصوص ہیں

اس کے محبان بلا و مصیبت کے لئے مخصوص ہیں جیسا کہ امام شہلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج اس دنیا

میں اپنے ولیوں کے ساتھ وہ کرتا ہے جو کل قیامت کے دن اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں کرے گا۔

فرعون رانہ دادیم لے دوست دروگر زیرا کہ اوند داشت سر دروہے ا

اے دوست فرعون کے سر میں کبھی درد بھی ہم نے نہیں دیا اس لئے کہ ہمارے دردوں کے لائق اس کا سر ہی نہ تھا) عقل کے تمام تقابض یہاں سرنگوں میں عقل کی باتیں کہنا سننا یہاں بیکار ہے عقل قیاس نگانے کا آلہ ہے اور خدا کی خدائی قیاس و اٹکل سے بلا ہے کیوں کہ اس کی خدائی یعنی اس کے کام اس کی مشیت پر ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے عقل کی قیاس کے مطابق نہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ کوئی صاحب عقل کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس میں اس کی غرض و حاجت مندی نہ ہو حق سبحانہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں اور اس کو ان سے کسی طرح کی کوئی غرض و حاجت کسی وجہ سے نہیں اور کوئی شخص کسی سے بغیر نفع کے دوستی نہیں کرتا اور بغیر کسی نقصان کے دشمنی نہیں کرتا عقل کا تقاضہ تو یہی ہے اور خداوند تعالیٰ کو کسی سے کوئی نفع نہیں پھر بھی دوستوں کے ساتھ محبت ہے اور کسی سے اُسے کوئی نقصان نہیں مگر دشمنوں کے ساتھ اے دشمنی ہے۔

ایں چہ دگاہیت قفلش بے کلید ایں چہ دریا نیست قعرش ناپدید

ایچ دل را بکتہ اورہ نیست جان و عقل از کالش آگہ نیست

یہ کون سا دربار ہے جس کے تالا کی کنجی نہیں یہ کون سا دریا ہے کہ جس کے تہہ کا کوئی پتہ نہیں ہے

کسی دل کی اس کی ذات کی کنجی تک پہنچ نہیں جان و عقل دونوں ہی اس کے صفات کے کمال سے آگاہ نہیں)

اے بھائی! عقل اگر چہ جاننے کا ایک اچھا ترازو ہے لیکن سناور دل کے ترازو پر پہاڑ تو لا نہیں جاسکتا ہے۔ سبحان اللہ! اٹھ جل شانہ کے کاموں کے اسرار سے جناب جبرئیل و میکائیل علیہم السلام کو آگاہی نہیں بشر کی یہ غریب عقل اور آدمی کا علم و فہم وہاں تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

دل و عقل از جلال او خیرہ تن و جان از کمال او خیرہ

ار بدیں دریا در آئی یکدمی حیرت جانسوز بمینی عالی

عقل و دل اس کی عظمت و جلال سے ماند ہیں جسم و جان اس کی بزرگی سے اندھیرے میں ہیں

اگر اس دریا میں تو ایک ذرا دیر کے لئے غوطہ لگائے تو ایک جانسوز پر حیرت عالم کا مشاہدہ کرے)

آخر جناب یوسف پیغمبر علیہ السلام کے قصہ میں غور کر دیکھنا باغ معصوم بچہ کو ان کے

برادران کنواں میں ڈال دیتے ہیں بغیر کسی گناہ کے اور ان کے والد بوڑھے ضعیف پیغمبر علیہ السلام کو

ان کی جدائی کی آگ میں جلنے کے لئے بلا کسی قصور کے تھوڑ دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ان کو کنواں سے نکالتے

ہیں اور بیچ کر غلام بنا دیئے جاتے ہیں پھر زلیخا کو ان کے لئے اک فقہہ و فتور بنا دیتے ہیں ان سب کے بعد عمر کے تحت شاہی پر جلوہ افروز فرماتے ہیں اور اس پر مزید عنایت ان کے بھائیوں پر کرتے عظیم گناہ کے بعد ان سب کے سروں کو تاج نبوت سے سرفراز و مزین فرما دیتے ہیں کسی کے وہم و فہم میں کب آسکتا ہے اسی کو کہا ہے۔

ایں جنس کارے کہ در پیش آمدت علم مغلس عقل درویش آمدت

غرقہ در دریائے حیرت آدم پائے تا سر عین حسرت آدم

(یہ ایک ایسا معاملہ سامنے آیا ہے کہ جہاں علم مغلس عقل ہی دست و گداگہ ہے۔ دریائے حیرت

میں غرق ہوں سر سے پاؤں تک حسرت میں ڈوبا ہوا ہوں۔)

اور دیکھو! معراج کی شب سلطان الانبیاء تمام نبیوں کے شہنشاہ تمام اصفیاء کے سراج صلی اللہ

علیہ وسلم براق عظمت آتے، پر سوار ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیؑ میرا ان علیہم السلام کی ارواح پاک کے

جلو میں طرقتوا طرقتوا، ہٹو، بڑھو، راستہ صاف کرو کی صدا لگاتے ہوئے رواں دواں ہیں تمام

روئے زمین کے خزانہ کی کنجیاں پیش خدمت کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے جس طرح چاہیں صرف کریں کوئی

حساب کتاب نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے مرتبہ میں بھی مرنے نزدیک کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوگی

اور اس کے بعد؟ چند سیر جو کے لئے ایک یہودی کے در پر بھیجا جاتا ہے کہ مجھے قرض اُدھاؤ دیدو وہ

یہودی جگر مبارک پر طعن کا یہ چرکا لگاتا ہے کہ آپ کے پاس نہ اونٹ ہے نہ بکریاں کوئی چیز بھی آپ

کے پاس نہیں کہاں سے ادا کریں گے؟ اسی کو کہا ہے۔

کہ باکت پر سیم و گے درویشم کہ بادل پر نشا طہ کہ درویشم

کہ واپس جملہ خلق و گے درویشم من بو قلمون روزگار خویشم

کبھی میری قبلی سونے چاندی سے بھری ہے اور کبھی فقیر نادار ہوں، کبھی میرا دل شادمانی سے بہ رہتا ہے کبھی

زخمی و چور ہے کبھی سب سے پیچھے ہوں اور کبھی سب کا امام ہوں میں اپنے وقت کا تجویز ہوں۔)

جب اتنا کچھ معلوم ہو گیا تو چاہیے کہ اعراض کی زبان بند کر لیں سلامتی کی راہ اختیار کریں

اگر نعمت دیں تو وہی صحیح رہنمائی میں ڈالیں تو وہی ٹھیک، صحیح و تندرست رکھیں تو درست، بیماری

دیں تو بجایہاں تک کہ اپنی بندگی پر ثابت قدم ہو جائے۔ جیسا کہ بیچارہ نے کہا ہے۔

چہ کند بندہ کہ گردن نہ بند فرماں را چہ کند گونے کہ تن در بند چو چکان را

(بندہ اگر احکام کے آگے گردن نہ ڈالے تو کیا کرے گنہگارے باز کے بارے آگے اگر خود کو ذوالذکرے تو کیا کرے)  
المقدور کا عن دالہم فضل تقدیر میں جو ہو چکا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تو زیادہ غم کھانے اور  
فکر مند ہونیکا کیا فائدہ ہے۔

اے بھائی! کاتب نے کاغذ پر قاف لکھا تو وہ ہرگز کاف نہیں ہو سکتا اور جب تک  
لکھا تو وہ "ق" کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔

ہرچہ استاد در نوشتہ براند طفل در کتب آن تواند خواند

استاد نے جو تختی لکھ کر دی ہے لڑکا کتب میں وہی پڑھے گا

اہل بعیرت، ارباب معرفت کی نظر جب اس پر جاتی ہے تو کمر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ازل  
میں تقدیر نے جس کو ابو جہل بنا دیا ہے وہ ہرگز ابو بکرؓ نہیں ہو سکتا۔ یہاں عقل کیا کام آ سکتی ہے؟  
اسی کو کہا ہے۔

عاشقاں سوئے حفرش سرست عقل در آستین دجاں در دست

بے نیازیش را چہ کفر و چہ دیں بے زبانش را پر شک و یقین

(عشاق، اس بارگاہ کی جانب عقل آستین میں اور دجاں تھیلی پر لئے ہوئے سرست ہیں اس کی

بے نیازی بے پروائی کے آگے کیا کفر کیا دین اس کی خاموشی کے سننے کیا شک اور کیا یقین؟)

اس سے زیادہ نہیں لکھا جا سکتا کہ قضا و قدر کے اسرار کا سلسلہ آگے آجاتا ہے اور حکم ہے

إذا ذکر القدر فامسکوا "جب قضا و قدر کا تذکرہ آجائے تو خاموش ہو جاؤ۔"

والسلام

خاکسار شرف مینری

## مکتوب ۸۰

کہنے کی بات کہنے اور نہ کہنے کی بات نہ کہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رُبَّاعیٰ چوں محرم اسرار شدی اندر کار رازیکہ نہانی ست نہانش مبدار

بر بند ہوا ز دل زباں از گفتار در نحو خودی سعادت خود پندار

(جب تم اس کام کے محرم راز ہو گئے تو جو راز چھپا رہتے تھے اسے چھپا رہنے دو۔ نہ زبان سے آواز نکلے اور نہ دل سے خواہش کا اظہار ہو۔ اپنے آپ میں گم ہو جانے کو اپنی سعادتمندی سمجھو۔

اے بھائی! حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت امت کے علماء کو یہ ہے۔

كَلِمَةُ النَّاسِ مِمَّا يَعْرِفُونَ وَ دَعْوَا مَعَانِيَتِكُمْ وَ دَعْوَا نَبِيِّكُمْ وَ دَعْوَا نَبِيِّكُمْ وَ دَعْوَا نَبِيِّكُمْ

(لوگوں سے ایسی ہی باتیں کرو جسے وہ جانیں سمجھیں ان باتوں کو چھوڑ دو جس کا وہ انکار کریں کیا تم چاہتے ہو

کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں۔) اس وصیت کی تہنید و تہمیت اہل علم و ارباب معرفت

کی جانوں پر وہ کرتی ہے جو کل قیامت کے دن دشمنوں کفاروں کی جان پر گزرے گی۔ علماء کے لئے یہ مناسب

و لائق نہیں ہے کہ وہ جو کچھ جانتے ہیں وہ سب عوام میں کہیں بہت ساری چیزیں ہیں کہ جس کا بیان

عوام میں ہرگز لائق و مناسب نہیں كَلِمَةُ النَّاسِ عَلَيَّ تَدْرِي حَقُّوْلَهُمْ (باتیں لوگوں کی سمجھ کے مطابق کرو)

کے کو تو اہل کی پہرہ داری ان لوگوں پر لگی ہوتی ہے علماء امت جو کچھ جانتے ہیں ان تمام امور و اسرار حقانی

و دقائق کو اگر بیان کر دیں تو اصلاح سے زیادہ خرابی پیدا ہو جائے اور نفع سے زیادہ نقصان پہنچے۔ اگر

سب کچھ بیان کر دینا جائز ہوتا تو مشائخ رضوان اللہ علیہم اپنے گفتگو اور بیان میں رمز و اشارات کو اختیاً

نہ کرتے اور اپنی عبارتوں میں مخصوص اصطلاح نہ استعمال کرتے یہ سب ان لوگوں نے اس لئے کیا کہ جو کہنے

کی چیز ہے وہ کہی جاسکے اور جو نہ کہنے کی باتیں ہیں وہ اسرار پر وہ کے اندر چھپی رہیں ان سب لوگوں

کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سب کچھ کہہ دینا لائق و مناسب ہوتا تو قرآن کریم میں حروف مقطعات نہ ہوتے

چنانچہ کچھ مشکلمین حروف مقطعات کے بارے میں کہتے ہیں کہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَحِجَابِهِ رِازِ اللَّهِ

اور اس کے حبیب کے درمیان اور قوت القلوب میں ابوظاب کی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے الْعُلُومُ

ثَلَاثَةٌ عِلْمٌ ظَاهِرٌ وَعِلْمٌ بَاطِنٌ وَعِلْمٌ بَيْنَ اللَّهِ وَعِبْدِهِ الْعُلُومُ تَمِينٌ فِي عِلْمِ ظَاهِرٍ عِلْمٌ بَاطِنٍ اور

ایک علم اللہ اور اس کے بندہ کے درمیان ہے، تو وہ علم جو ظاہر ہے اسے اہل ظاہر کے کہنا چاہیے اور جو علم

باطن ہے وہ اہل باطن میں بیان کرنا چاہیے اور وہ علم جو خدا اور اس کے بندہ کے درمیان خاص ہے وہ نہ

اہل ظاہر کے سامنے اور نہ اہل باطن کے آگے کہنا چاہیے اور اگر اس خاص علم کو کسی نے بیان کر دیا تو اس

نے اللہ رب العزت کے اسرار کو کھول دیا اور سرور بوبیت کے اس افتخار کرنے سے کفر کا فتویٰ لگ

گیا من صرح بالتوحيد فقتله اولي من احياء خيرة اجس نے توحید کے اسرار کھول دئے اس کا قتل کر دینا

غیروں کے زندہ رہنے سے بہتر ہے) اس کے حق میں قتل ہونا نقد ہو گیا۔ جیسے بعضوں کے لئے اس معنی و



حقیقت کا استعارہ حاصل وقت ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

ویدی کہ سکر عشق زمرے حلاج بگفت در وقت بردار  
بر بند زباں کہ عاشقانش در عشق نمی خزند گفتار

(تم نے دیکھا کہ سستی میں تصور نے عشق کا ایک راز بیان کر دیا اور وار پر چلے گئے  
زبان بند رکھو کہ اس کے عاشق عشق میں باتیں قبول نہیں کرتے)

اے بھائی! آخر یہ مثل شہور ہے کہ جو بندہ گویندہ و یا بندہ گنگ "جیب تک تلاش  
و جستجو میں ہے گفتگو بھی ہے اور جیب پایا تو گو نگا ہو گیا اسی معنی کے اعتبار سے "حکم تکم عارفوں  
کی صفت ہے۔ سلطان العارفین یا زید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کسی کے سر کی کھوپڑی پڑی دیکھی اس سر میں  
لکھا تھا "حکم بکم عنی فرمایا یہ بڑی کسی عارف کے سر کی معلوم ہوتی ہے اسی کو کہا ہے۔

او علم نمی شنید لب برستم او عقل نمی خرید و لوانہ شدم

(وہ علمی بحث و مباحثہ نہیں سنتا اس لئے لب بند کرنے میں اس کے یہاں عقل نہیں پوچھی جاتی اس لئے لوانہ ہو گیا ہے)  
جب حال یہ ہے تو پھر کہنے بولنے کی کہاں گنجائش اگر لوانہ دست ہوتا تو لب برستم و  
لوانہ شدم نہیں کہتے۔ اگر کہنا درست ہوتا تو رات دن فصیح عبارت میں لاتے اور دستگردوں عموماً ان سے  
بیان کیا کرتے یقیناً یہ لوگ سب کچھ یعنی دریا کا دریا گھومتے جاتے ہیں اور ایک سالس معنی ایک لفظ  
بھی باہر نہیں آنے دیتے۔

مردان ہزار دریا خوردند و لشتر رفتند تو ارچہ مت گشتی چوں جرعد نخوردی

(یہ مردان خدا ہزاروں دریا ملنے کے نتیجے آمارے ہوئے ہوتے ہیں پھر بھی یہاں سے ہی جاتے ہیں)

تو نے جیب کہ ایک چلو بھی نہیں پی ہے مت کیسے ہو گیا ہے۔

ویناعنی۔ دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند و ذکر تہ دل بگو خودی کو شند

مے از کف دوست ہر نفس کی نوشند سر بیایا ز ند و ستر حق می پوشند

(جاتے ہو صوفیان با صفا کیوں خاموش رہتے ہیں دل کے اسرار میں خود کو گم کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں)

ہر خیر و بکے ہاتھ سے شراب کا جام پیتے رہتے ہیں سر کی بات ہی نکادیتے ہیں مگر حق تو لائے گا ما را ز چھپاتے ہیں

اور اس جماعت کے لوگوں کے بارے میں آیا ہے کہ کچھ ایسی باتیں وہ بول گئے ہیں اللہ

کی یہ باتیں غلبہ حال جذب و سستی میں ان سے صادر ہوئی ہیں اس میں خود یہ لوگ خود نہیں کہ "الْحَقَّ

لَا يُؤَاخِذُكَ بِمَا صَدَقْتَ مِنْهُمْ (عاشقوں سے جو صادر ہو جائے اس پر ان کی پکڑ نہیں) اس لئے کہ عاشقوں سے جو ہو جاتا ہے وہ اضطراری ہوتا ہے اختیاری نہیں جیسا کہ کہا ہے۔

قصہ دیوانگان آزادگی است جملہ گستاخی و کار افتادگی است

کار عاشق اضطراری اوست و ان زفرط دوستداری اوست

آنچه فارغ می گوید بے دلی کے تو اندگفت ہرگز عاقلے

عاقلاں را شرح تکلیف آمدہ است بے دلاں را عشق تشریف آمدہ است

دیوانوں کے قصے آزاد روی کے ہیں ان کی باتیں یونہی گستاخی کی ہوتی ہیں۔ عاقلوں

کے کام اضطراری ہوتے ہیں اور وہ فرط محبت میں ہو جاتے ہیں وہ جو آزاد ہے بے دل یعنی

دیوانہ ہے وہ کہہ سکتا ہے۔ ان باتوں کو عقل والے کیسے کہہ سکتے ہیں۔ عقل والوں کے لئے

شرح کی ذمہ داریاں آئی ہیں دیوانوں کے لئے عشق کا شرف و اعزاز آیا ہے

اس بیان سے غرض یہ تھی کہ کہنے سننے سے کچھ نہیں کھلتا ہے۔ بچے اگر بڑے بزرگوں کی باتیں سن کر یاد

کر لیں اور بیان کریں تو کیا فائدہ کہنے والے میں جب تک بزرگوں کی بزرگی نہ ہو اس وقت تک کہنے کا کوئی

فائدہ نہیں اور نہ کوئی غرض اس سے حاصل ہوگی۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔

در تیکدہ در آؤ بنشین بر بند بروے فرقہ ز تار

(آؤ، بستکہ میں آکر بیٹھ جاؤ اور فرقہ کے اوپر ز تار باندھ لو)

تو صاحب عقل وہ ہوگا جو کام میں مشغول رہے نہ یہ کہ تقریر و بیان میں لگا رہے اس لئے کہ کام عمل سے بنے گا

گفتگو اور چرب بیانی سے نہیں۔

کار کن کار بگذر از گفتار کاندریں راہ کاردارد کار

(عمل کرو عمل، تقریر و بیان تھیوڑ دو کیوں کہ اس راہ میں عمل سے کام ہے)

آدمی راہ چلنے سے منزل پر پہنچتا ہے یا صرف بیان کرنے سے؟ بے بند کر لو اور اپنے درد طلب

کی دوا آپ بن جاؤ اور اپنا غم کرو ابھی فرصت ہے غنیمت جانو ورنہ اس دنیا سے اس حال میں جانا سخت گل

ہے غم و اندوہ و فکر کرنے اور اپنا علاج اپنی اصلاح کر لینے کی جگہ ہمیں ہے اس سے آگے نہیں اور کہیں نہیں

اسی کو کہا ہے۔ درد را دارو کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

گر عدد کردد احد کائے بود در نہ بیشک رنج بیائے بود

(درد کا مداوا کہاں جا کر کروں گا عمر ختم ہونے کو آئی اب غم و رنج سے کیا ہوتا ہے۔ اگر تعدد دوئی ختم ہو کر توحید حاصل ہو جائے تو البتہ کام بن جائے اگر ایسا نہ ہو تو بے انتہا مصیبتوں کا سامنا ہو گا)

یہ ساری ملامتیں اور نفرتیں اپنے اوپر کرتا ہوں کسی دوسرے پر نہیں اور اس طور پر خود اپنے رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہوں اس سے مراد مقصود دوسروں کو وغنظاً و نصیحت کرنا نہیں ہے ہزاروں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو خود مجھے پند و نصیحت کریں اور میرے حال پر افسوس کریں وہ شخص جو خود اس حالت میں گرفتار ہو جس کا حال ایسا پریشاں اور زار ہو اس کا کام خود ہی بہت اہم ہے اپنے اہم کام کو ترک کر کے غیر اہم کام میں مشغول ہونا جنون نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ بد اقبال خود اس بلا میں گرفتار ہے اگر حق سبحانہ تعالیٰ کا فضل اس کی رحمت اتنے بڑے گنہگار جفا کار کی دستگیری فرمائے اور اس کا کم اس خراب خدمتہ کو قبول کر لے تو امید نجات ہے ورنہ کیا یہ بد اقبال اور کیا فرعون و ابوجہل۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں نالہ و فریاد گریہ و زاری کی ضرورت ہوتی ہے۔

خواجہ عطار کی جان پر رحمت کراہوں نے کہا ہے۔

- |     |                             |                                |
|-----|-----------------------------|--------------------------------|
| (۱) | یارب از دستم ز بانم باز خر  | دست در نہہ وز جہانم باز خر     |
| (۲) | ستم و بہوش ہوشیار یم دہ     | خفتہ ام بے خویش بیدار یم دہ    |
| (۳) | خالقا گراہل عادت بودہ ام    | بارے آخر در شہادت بودہ ام      |
| (۴) | در بباد و جہل دادم روزگار   | توز عفتوت در پذیر و در گزار    |
| (۵) | گر نخواہد خواست غدرم ایچ کس | عذر خواہ جرم من عفوے تو بس     |
| (۶) | گرد آید یک نسیم از سوتے تو  | پائے کو باں جاں دہم در کویے تو |

(۱) (اے پروردگار مجھے میرے ہاتھ اور زبان کی برائیوں سے نکال کر پھراپنا بنا لیجئے۔ میری دستگیری فرمائیے مجھے دنیا اور دنیا والوں سے نجات دلو اور پھراپنا غلام بنا لیجئے۔)

(۲) (گناہوں میں مست و بہوش ہوں مجھے ہوش میں لائیے اپنے نتیجے سے بے خبر سویا ہوا ہوں مجھے جگا دیجئے۔)

(۳) (اے میرے خالق! اگرچہ میں اہل رسم و عادت ہو گیا ہوں پھر سے میں کلہ شہادت پڑھتا ہوں۔)

(۴) (اگرچہ میں نے اپنی زندگی کے اوقات جہالت کی آندھی میں اڑا دیے آپ اپنے غنود و کرم سے بخش دیجئے اور قبول فرمائیے)

(۵) (اگر کوئی شخص میرا گناہوں کی معذرت چاہنے والا نہیں ہے تو میرے جرم کی عذرخواہی کے لئے آپ کا غنود و کرم ہی کافی ہے)

(۶) (آپ کی جانب سے رحمت کی ہوا کا ایک تھوکا آجائے تو میں قفس کرتے ہوئے آپ کے کوچہ میں آکر جان دیدوں۔)

یہ برادر عزیز کے مطالعہ کے لئے بھیج رہا ہوں ایسا نہیں ہے کہ یہ آپ ہی کے لئے لکھا گیا ہے کسی

اور طرح کا گمان نہ کرنا اگر در ماندہ لوگوں کے قصہ پڑھنے سے اہل درد کو فائدہ ہوتا ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ عبرت کرنے والے کافروں کے کاروبار سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اگر کسی در ماندہ حال مومن کے حال و احوال سے فائدہ اٹھائیں تو اس میں تعجب نہیں۔ جیسا کہ کہاہے۔

بر درخت بقائے روحانی از رہ کفر در سلمانی

(روحانی بقا کے درخت پر کافروں کے کاروبار سے عبرت حاصل کر کے سلمانی میں آئے ہیں)

اور اگر حیرانی و پریشانی کے قصہ کے کسی کو فائدہ حاصل ہو تو یہ محال نہیں ہے حق سبحانہ تعالیٰ کے طالبوں میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔

یقین میداں کہ شیران شکاری دریں رہ خواستند از مور یاری

(یقین کرو شکاری شیروں نے اس راہ میں چینیوں سے مدد لی ہے)

جناب سلیمان پیغمبر علیہ السلام نبوت کی اس جلالت اور بادشاہت کی عظمت کے باوجود چینیوں کے سوراخ کے پاس چالیس روٹنگ بھوکے پیاسے بیٹھے رہے کہ ر بوبیت کے اسرار میں سے ایک راز معلوم کریں۔ چنانچہ یہ قصہ مشہور و معروف ہے۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری

## مکتوب ۸۱

### بنی آدم کی فضیلت اور خداوند عالم کے ساتھ عشق میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! اس جماعت صوفیہ کے مذہب کے احکام ان کی تصنیفات اور ان کی کتابوں کا مطالعہ سالہا سال تک بار بار کیا جاتا رہا ہے، مشائخ طریقت کا اجماع اور علماء شریعت کا اتفاق اس پر ہے کہ کوئی ایسا شخص جو کسی بلند مقام پر پہنچا ہوا ہو یا عالی مرتبہ پر فائز ہو اور علم و معرفت سے آراستہ و مزین ہو ملک و ملکوت عالم ظاہر و باطن اس پر کھلے ہوئے ہوں اگر وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا مقلد نہ ہو اور حضور کی شریعت سے ہاتھ کھینچے ہوئے ہو تو وہ اباحت (ظہان کو جائز کرنے) کے جنگل میں ہلاک ہو گا یا علول آحاد کے صحرا میں گر کر مرے گا اور اپنا دین ضائع و برباد کر دے گا۔ اسی کو کہاہے۔

ہر کہ در راہ مستدرہ نیافت تا ابد گردی ازین در کہ نیافت  
دولت آنجا جوئی و دین آنجا طلب مرجع اہل یقین آنجا طلب

(جس شخص نے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں راہ نہیں پائی اب تک ہمیشہ حکم پر نکتا رہا اس بارگاہ کو کچھ نہ پایا  
دولت حضور کی بارگاہ میں تلاش کر داور دین وہیں سے لودہ بارگاہ جو اہل یقین کا مرجع ہے وہیں سے سب کچھ مانگو)  
چنانچہ کچھ نادانوں نے توحید کے حصول کے خیال سے بغیر کسی مقتدا و پیشوائے کامل اور بلا واقف کار راہبر کے  
محض اپنے عقل ناقص اور سقیم رائے اور شیطان کے ورغلوں سے مغرور ہو کر بزعم باطل اس خونخوار جنگل میں خود  
کو ڈال دیا اور دین کو ضائع کر دیا ہے۔ خواجہ عطار کی جان پر رحمت ہو کہا ہے۔

- |     |                               |                             |
|-----|-------------------------------|-----------------------------|
| (۱) | پیرہ کبریت احمر آمدہ است      | سینہ او بحر اخضر آمدہ است   |
| (۲) | راہ دور است و پرافت اسے پسر   | راہ دور امی بیاید راہبر     |
| (۳) | گر توبے رہبر فرو آئی براہ     | گر ہمہ کو ہی فرورفتی بجپاہ  |
| (۴) | گر ترا در دست پیر آمد پدید    | تقل دردت را کلید آمد پدید   |
| (۵) | کو رہر گز کے تو اندر رفت راست | بے عصا کش کو رار رفتن خطاست |

(۱) پیران راہ کبریت احمر نایاب ہو گئے ہیں ان کا سینہ سبز سمندر ہے۔

(۲) اسے لڑکے! راہ لمبی اور دراز ہے اس راہ کے چلنے والے کو ایک راہ بتانا تو الا چاہیے

(۳) اگر توبہ کسی راہبر کے اس راہ میں قدم رکھے گا اگرچہ تو پہاڑ جیسا جیم ہو کنواں میں گر پڑے گا

(۴) اگر تجھے درد طلب ہے اور کوئی پیر مل جائے تو تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل گئی۔

(۵) اندھا راہ پر کب سیدھا چل سکتا ہے اندھے کے لئے بغیر لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے چلنا ہی غلطی ہے

اے بھائی! باوجود اس کے کہ لا الہ الا اللہ حقیقت ہے محمد رسول اللہ شریعت ہے۔ کیا  
کہتے ہو؟ اگر کوئی شخص ایک ہزار سال تک لا الہ الا اللہ کہتا رہے محمد رسول اللہ نہ کہے تو وہ مسلمان ہے؟ ہرگز  
مسلمان نہیں ہوتا۔ اور اس کا ایمان درست نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہودی و نصرانی بھی مسلمان ہوتے اس  
لئے کہ یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تو جس طرح بغیر محمد رسول اللہ کا اقرار کئے ہوئے ایمان نہیں ہوتا اسی طرح  
حضور کی شریعت کے بغیر دین اسلام نہیں ہوتا ہے چنانچہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

(۱) چوں تو بیماری زہوا و ہوس

(۲) او ذلیل تو بس تو راہ مجوئی

رحمتہ العالمین طبیب تو بس

او زبان تو بس تو یاوا گجوئی

- (۳) شرح اور روح عقل روحانی ست راے تو یار دیو نفسانی ست  
 (۴) سوئے سق بے رکاب مصطفوی نرود پائت ار بے بدوی  
 (۵) خاک او باش بادشاہی کن آن او باش ہر چہ خواہی کن  
 (۶) ہر کہ چوں خاک نیست برد را و گز فرشتہ است خاک بر سر او

(۱) جب کہ تو اپنی خواہشات و ہوس کامریض ہے تو تیرے لئے رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم ہی طبیب کافی ہیں۔

(۲) آپ کا اُسوۂ حسنہ ہی تیرے لئے مشعلِ راہ ہے آپ کا فرمان ہی تیرے لئے کافی ہے زیادہ گفتگو نہ کر۔

(۳) آپ کی تشریح عقل کی روح اور روحانیت ہی تیری اپنی راے نفس کے شیطان و دیو کار فسق ہے۔

(۴) حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھامے بغیر حق سبحانہ کی راہ کی طرف تمہارے قدم نہیں بڑھ سکتے لاکھ دوڑ سکتے رہو۔

(۵) آپ کے در کی خاک بن جاؤ اور بادشاہی کرو آپ کی اُمت کہلانے کے لائق ہو جاؤ پھر جو چاہو کرتے رہو۔

(۶) جو آپ کے درِ اقدس پر خاک نہیں ہوا اگر وہ فرشتہ صفت ہے یا فرشتہ ہی ہے اس کے سر پر خاک۔

اے بھائی! جب تک علم و عقل باقی ہے شرع کی ذمہ داریاں بھی باقی ہیں مشائخ اور علماء منوان اللہ

علیہم کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ وہ دین اسلام سے خارج ہے لیکن ہاں اگر علم و عقل سے بالاتر ہے ایسے

سے کوئی کام صادر ہو یا کوئی حال ظاہر ہو کہ جس کو عشق کے اطوار کہتے ہیں وہ اللہ کی دین و عطا ہے کسی نہیں

ہے جیسا کہ کہا ہے۔

درد ایشان نیست از کسب و عطاست کے شود درد جنیں از کسب راست

عقل فرماں کشیدنی باشد عشق ایماں چشیدنی باشد

(ان لوگوں کا درد کسب سے نہیں ہے یہ اللہ کی دین و عطا ہے ایسا درد کسب کمانی سے کسب حاصل ہوتا ہے

عقل احکام کی بجا آوری جانتی ہے عشق ایمان کے ذائقہ و مزہ کو جانتا ہے۔)

اسی سے کہتے ہیں الْعِشْقُ جُنُونٌ اِلٰهِي (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) تو عقل والوں پر جو ذمہ

داریاں ہیں وہ دیوانہ پر نہیں ہوتی اور ہوش والوں سے دیوانگی کا صدور نہیں ہوتا جیسے دیوانہ سے

ہوش کی باتیں نہیں ہوتیں۔ تو ایسا شخص معذور ہوتا ہے کیوں کہ عاشق لا محالہ دیوانہ ہوتا ہے

اور دیوانہ کا جسم مخاطب نہیں ہے چنانچہ تفسیر امام زاہد میں اور بھی دوسری کتابوں میں یہ سکہ صراحت

کے ساتھ بیان ہوا ہے تو اس عالم میں جو حال اس پر گذرتا ہے اسے وہی جانتا ہے اور اسی حال کا پتہ

دیتا ہے۔

عاقلاں را شرع تکلیف آبد است بیدلاں را عشق تشریف آبد است

درد عشق آمد دوائے ہر دے حل نہ شد بے عشق ہرگز مشکلی

(عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں دل والوں کے لئے عشق کی بندگی اس کا شرف آیا ہے

عشق کا درد ہر دل کی دوا بن کر آیا ہے بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہ ہوئی)

تو خداوند تعالیٰ او اس کے دیوانے عاشقوں کے درمیان وہ معاملہ ہوتا ہے جو ہوتا ہے اور وہ راز و اسرار

ہوتا ہے جو ہوتا ہے اگرچہ شرع کے خلاف معلوم ہوتا ہو۔ چنانچہ کہا ہے۔

بہرست مرا با تو کہس محرم آن نیست گرسر برد سیر تو با کس نکشایم

(مجھے آپ کے ساتھ ایک ایسا راز ہے کہ کوئی بھی اس کا محرم نہیں سر قلم ہو جائے جب بھی آپ کا وہ راز ہم نہیں کھولیں گے)

مکتوب میں اختصار کیا گیا ہے تاہم یہ امید ہے کہ استعداد والوں کو غور و فکر کرنے سے کافی فائدہ حاصل ہوگا

انشاء اللہ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ عَنِ الذُّلِّ وَالْخَلَلِ وَاَقُولُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں مگر ایسوں اور نقصان کی باتوں سے اور اقرار کرتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا) اور دوسرے

لوگ جو اس درد سے خالی ہیں اور ان کا یہ حال نہیں ہے انہیں اس راہ میں آنا اور فضول گفتگو کرنا کہ میں

عاشق ہوں یا اہل وحدت ہوں ان کی یہ کجواکس دین اسلام سے قدم باہر نکالنا ہے نعوذ باللہ منہما اللہ

اس سے اپنے پناہ میں رکھے۔ اسی کی جانب یہ اشارہ ہے۔

کفر کافر او دین دیندار را ذرہ دردت دل عطار را

ذرہ درد دیندار در دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(کفر کافر کے لئے دین دینداروں کے لئے عطار کے دل کو آپ کے درد کا ایک ذرہ ہی چاہیئے۔ خداوند تعالیٰ

کے درد کا ایک ذرہ اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہاں سے تیری یہ پوچھنا بہتر ہے۔)

آج ہر نا اہل فضول کجواکس کرتا ہے کہ عشق کی حقیقت یہ ہے اہل وحدت ایسے ہیں

اہل وجد ایسے ہوتے ہیں اور حال یہ ہے کہ انہیں نہ عشق کی خبر ہے اور نہ اہل وحدت کی اور نہ اہل وجد

کی۔ اے بھائی! یہ کام فضولیوں نااہلوں کے نہیں ہیں اور نہ یہ کام وہ ہے کہ دس جہنم کاغذ میں تم

نے سداہم غلام و عتاق پڑھ لیا ہے اور بس یہ علم ہی دوسرا ہے اور اس جماعت کے لوگ ہی دوسرے

ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق دگر است

طعمہ کلاں یا کیا زان را دہند  
 حرف کو کاغذ سے سیاہ کنند  
 ہرگز آں کے نو نیازاں را دہند  
 دل چوتیرہ ست کے چوماہ کند  
 اہل دل را ذوق و فہم دیگر ست  
 کان ز فہم ہر دو عالم بر تراست  
 ہر کرا آں منہم در کار افگند  
 خویش را دریاے اسرار افگند

» یہ تمام کلام ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی کچھ اور ہے۔

عقد کا وہ لقمہ جو یا کیا زان کو دیتے ہیں وہ نئے نیاز مندوں کو کب دیتے ہیں۔

حرف تو کاغذ کو سیاہ کرنا ہے دل جو تار یک ہے اسے کہاں ماہ تاباں بناتا ہے۔

دل و اللہ کے ذوق و فہم ہی دوسرے ہوتے ہیں ان کی یہ سمجھ دونوں عالم کے لوگوں سے بالاتر ہے۔

یہ فہم جس کے کلام میں آگئی اس سے اسرار کے سمندر میں خود کو ڈال دیا۔



## مکتوب ۸۲

والسلام  
 فقیر شرف مینیری

# خداوند تعالیٰ کے افعال و احکام کسی علت کے معلول ہیں یا اس سے

## پاک ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کاتب مکتوب شرف مینیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں

خوب دلالتیں کر لیں۔ آپ کا خط ملا۔ مضمون سے آگاہی ہوئی۔ سوال کیا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے افعال

اور احکام کسی علت کے معلول ہیں یا کسی علت کے معلول نہیں ہیں؟

» بھائی! اس مسئلہ کا تعلق علم کلام سے ہے اس کی اصل علم کلام ہی میں ہے۔ خداوند تعالیٰ

کے افعال میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں علماء کے یہاں بڑی لمبی بحثیں آئی

ہیں وہ بحث تو علماء نے ہی کی ہیں وہ سب کتابوں میں درج ہیں؟ وہاں دیکھنے سے یہ مسئلہ واضح ہو جائیگا۔



لیکن برادر عزیز نے سوال کے طور پر لکھا ہے اور جواب مانگتا ہے تو اختصار کے ساتھ جتنا لکھا جا سکتا ہے لکھ رہا ہوں۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُنَا مِنَ الدَّلٰلِ وَالْخُلَلِ بِرَحْمَتِهِ (اللہ ہمیں بچائے رکھے گمراہی اور غلطیوں سے اپنی رحمت سے)

تم جانو! علماء کے درمیان بنیادی مسئلہ حقیقی سوال ہے کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور اس کے احکام کسی چیز کے ساتھ معلل ہیں یا نہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بندوں کی مصلحتوں کے ساتھ معلل ہیں اور کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور احکام کسی علت کی معلل نہیں ہیں (یعنی یہ ہوگا تب ہی یہ ہوگا) اور دونوں فریق اس اصل مسئلہ میں مضبوط دلیلیں اور براہین پیش کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ جو یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے کام و احکام کسی چیز کے معلل نہیں ہیں انکا کہنا ہے کہ خدا کی خدائی اس کی مشیت پر ہے عقل کی قیاس پر نہیں تو جو خداوند تعالیٰ کے افعال کو بندوں کے کاموں پر قیاس کرتا ہے اسے کہنا ہوگا کہ جو فعل بندوں کی جانب سے برے ہیں خدا کی جانب سے بھی برے ہوں گے اور مخلوق سے جو فعل نیک اور سچس ہیں خداوند تعالیٰ سے بھی نیک و سچس ہوں گے۔ ایسے لوگ اصحاب تشبیہ ہیں (خدا اور اس کے افعال کو شباہت دینے والے) اور خداوند تعالیٰ منزہ و مقدس ہے تشبیہ کا صحیح نہیں ہے تو اس قول کے قائل کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کی الوہیت کے آگے یہ سوال نہیں اٹھتا کہ کیسے کیا اور کیوں کیا یہ بات تو اس پر عاید ہوتی ہے کہ جس کا کام اجر و منفعت کے لئے ہوتا ہے یا نقصان کے دفع و ازالہ کے لئے ہوتا ہے خداوند تعالیٰ کے کام منفعت و مسرت سے پاک، صاف منزہ و مقدس ہیں۔

اور جو یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے کام اور اس کے احکام بندوں کی مصلحتوں کی رعایت سے معلول ہیں اس لئے کہ خداوند تعالیٰ جو قادر ہے علیم ہے حکیم ہے اس کا فعل اگر غرض سے خالی ہو تو عبث (فصلول و بیکار) ہوگا اور اس کے کسی فعل کا عبث ہونا خداوند تعالیٰ کے لئے محال ہے تو لازماً چاہیے کہ اس کام میں کوئی غرض ہو لیکن اس غرض کا لگاؤ اس کا تعلق بندوں سے ہو خداوند تعالیٰ سے نہیں اس رُودے فعل کمال کا منافی (مخالف) نہیں ہے تو اس قول پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عالم کے پیدا کرنے میں خداوند تعالیٰ کی حکمت کیا ہے یعنی اس میں اللہ کی غرض کیا تھی اس کے جواب میں یوں کہتے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ خداوند تعالیٰ کے کام غرض و فائدہ سے خالی ہوتے ہیں اور اس غرض و حاجت کا تعلق و لگاؤ بندوں سے ہوتا ہے اس غرض و معنی کا تعلق اس کی نسبت خدا کے ساتھ نہیں ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ اَنْ اَعْرِفَ (میں تھا ایک چھپا ہوا خزانہ مجھے پسند آیا کہ میں پہچانا جاؤں) یہ غرض تھی کہ بندگان اس کو

پہچانیں تو پہچان کی غرض اس کا فائدہ بندوں کی طرف لوٹے گا نہ کہ خدا کی طرف اور اس بحث کے آخر میں کتابوں میں جو درج ہے وہ اس سلسلہ میں یوں ہے کہ خداوند تعالیٰ قادر ہے عظیم ہے حکیم ہے اور اس کے لئے فعل اور فعل کا ترک دونوں ہے تو فعل اور ترک میں اختیار فرمانا دونوں طرف سے ہر طور پر اولیٰ ہوتا ہے اس لئے کہ بغیر کسی حاجت اور ضرورت کے اولیٰ کا ترک قادر عظیم و حکیم سے اس کی صفات کمالیہ کا نقص ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے صفات کے لئے نقص محال ہے۔ اور اس اولیٰ ا لہیت کا لگاؤ بھی خداوند تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا ہے بلکہ بندوں کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے یا نفس امر میں ہوگی اس جہت سے اور اس بنا پر فعل کمال کا منافی نہیں بلکہ عین کمال ہے تو پہچاننے کی غرض اور اس کا فائدہ بندہ کی جانب ہوگا نہ کہ خداوند تعالیٰ کی طرف چنانچہ اس مسلک والے دوسرے گروہ کے لوگ کفر و معصیت کے پیدا کرنے کی وجہ میں بھی یہی بیان کرتے ہیں واللہ اعلم اللہ بہتر جانتا ہے۔

لیکن حضرت عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی زبیدہ میں بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ خداوند جل و علا نے خلق کو کیوں پیدا کیا، کیا اپنی کسی غرض کے لئے؟ اللہ کے لئے یہ محال ہے کہ اسے کوئی غرض ہو یا بغیر کسی غرض و فائدہ کے یہ بھی محال ہے یا محض اپنے قاعدہ اور عادت کے طور پر تو اللہ اس صفت سے بھی متصف نہیں ہے تو تم یقین کرو یہ ایک ایسا سوال ہے کہ اکثر و بیشتر علماء یہاں حیرت میں ہیں۔ اور یہ اندیشہ جناب داؤد علیہ السلام کے دل میں بھی پیدا ہوا تھا چنانچہ انہوں نے عرض کیا یَا رَبِّ لِمَنْ خَلَقْتَ الْخَلْقَ فَقَالَ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ أَنْ أَعْرِفَ (اے میرے رب تو نے مخلوق کو کیوں پیدا کیا؟ جواب ملا میں ایک کنز مخفی تھا مجھے محبوب ہوا کہ میں پہچانا جاؤں تو موجودات کے ایجاد کی غرض یہ ہوئی کہ جس کا کنایہ کنت کنزاً مخفياً فاحببت ان اعرف سے کیا ہے اس کے ادراک کا تصور سولے غاروں کے اور کسی کو نہیں ہوتا ہے۔ اس تقریر کے بعد اتنا جان لینا ضروری ہے کہ موجودات کو ایجاد کرنا ذات واجب الوجود کی ایک صفت ہے اور یہ صفت ضروریۃ الوجود (یعنی لازمی) ہے جیسے کہ قدم قدیم ہونا اس کی صفت ہے جو ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے جس طرح واجب الوجود کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قدیم نہ ہو اسی طرح ذات واجب الوجود کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ وجود نہ ہو تو اس قول کے قائل کا یہ کہنا کہ کیوں اور کیسے موجود ہے یہ ایسا ہی ہے کہ وہ کیوں قدیم ہے تو اس کا جواب ہوگا کہ اگر وہ قدیم نہیں ہوگا تو واجب بھی نہیں ہوگا اور اگر موجود نہیں ہوگا جب بھی واجب ہوگا ہر شخص کے لئے اس کے وجود کو ماننے کے سوا چار نہیں ہیں کہ اس کو کہنا ہے کہ اس کی صفت ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے جیسے قدم ضروریۃ الوجود (لازمی) ہے واللہ اعلم۔

# مکتوب ۸۳

## دنیا کے ترک کرنے اور عقیقی کھجانب مالک ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حال دنیا را پیر سیدم من از سر زانے گفت یا بادیت یا خرابیت یا فنا  
باز گفتم حال آنکس گوگردل دروے یست گفت یا دیولیت یا غولیت یا دیوانہ

(دنیا کا حال میں نے ایک زیرک ہوش مند سے پوچھا انہوں نے کہا یہ دنیا ہوا ہے یا خواب ہے یا فسانہ ہے۔

پھر پوچھا اس شخص کا حال بتائیے جس نے دنیا سے دل گٹھا رکھا ہے انہوں نے جواب دیا ایسا شخص دیو ہے شیطان ہی اور یا نہی  
اے بھائی! بہشت جو اللہ کی ایک مخلوق ہے اس کو دنیا داری کے ساتھ یا نہیں کتے تو خالق

بہشت کو دنیا کے ساتھ کیسے پاسکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

گر ترا دین باید از دنیا ستاز ہر دو با ہم راست ناید کر مزاز

(اگر تمہیں دین کی طلب ہے تو دنیا پر نازاں ہو اس کی خواہش نہ کرو دین و دنیا دونوں یک ساتھ جمع نہیں ہوکتے تم کج روی نہ کرو)

اسی لئے ہے کہ شرک الدنیا اس کل عبادۃ (دنیا کا ترک تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے) جب کہ دنیا مخلوق اور حق سبحانہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے تو اس پر لعنت کا داغ دیدیا گیا ہے الدنیا ملعونۃ و ما فیہا (دنیا اور دنیا کے اندر جو کچھ ہے سب ملعون ہے) لیکن یہاں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ روز مرہ کے خرچ کے مقدار میں اسباب دنیا کا ہونا ملعون نہیں ہے اور کفایت یعنی روز مرہ کے اخراجات سے زیادہ ہونا جو حسنات و خیرات بھلائی اور نیک کاموں میں صرف ہو وہ بھی ملعون نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

نیست دنیا بد اگر کارے کنی یدشود گر عزم دنیا رے کنی

(دنیا بری نہیں ہے اگر اس سے نیک کام کئے جائیں بری وہ اس وقت ہو جاتی ہے جب دولت کمانے اور روپیہ جمع کرنے کی نیت ہو) اور اگر دنیا کسی کی جانب آں ہوا۔۔۔ عمل ہو جائے اور اس کو نفس کی خواہشات ناز و نعمت میں لبر کرے اور نفسانی شہوت و لذت میں صرف کرے یا اس کے لئے اسے رکھ چھوڑے تو یہ سب ملعون ہوگا۔

اسی کو کہا ہے۔

گردت اگر زمینی آئدہ انت کار دینت ترک دنیا آئدہ انت

(اگر تمہارا دل اس حقیقت سے آگاہ ہے تو تمہارے دین کا کام دنیا ترک کرنے میں ہے)

اے بھائی! خداوند تعالیٰ کی نظر بندہ کے دل پر رہتی ہے اس کے ظاہر پر نہیں کہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَلَا إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ (بلاشبہ اللہ کی نظر تمہاری

صورتوں پر ہوتی ہے اور نہ تمہارے اعمال پر اس کی نگاہ تو تمہارے دلوں پر رہتی ہے) تو اگر بند کا ظاہر کسی معذوری

سے دنیا کی مشغولیتوں میں ملوث ہو تو اسے چاہیے کہ دل جو اللہ کی نظر گاہ ہے اس کو دنیا کی محبت سے

خالی رکھے کہ دنیا کی محبت دل کی آنکھ کا پردہ ہے اور جب دل ہی اندھا ہو گیا تو آخرت کے احوال بھی

اس سے پوشیدہ ہو گئے چنانچہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم السلام آئے اور سب کے سب یہی

کہتے رہے حُب الدنیا اس کل خطیئة (دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے) تو دل میں دنیا

کی محبت بڑی ہے اگر اس کی محبت دل کے اندر نہیں ہے تو سارا عالم اس کے تحت تصرف میں ہوا اور اس

کی ملک میں ہو تو بھی اس میں کوئی ڈر کی بات نہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ جناب سلیمان پیغامبر علیہ السلام کی

ملک سارا عالم بلا شرکت غیر سے تھا جب اس کی محبت آپ کے دل مبارک میں نہ تھی تو یہ ایسا تھا

کہ گویا دنیا اور اس کی ملکیت تھی ہی نہیں اور اگر کوئی تمام تارک الدنیا زاہدوں کا سردار ہو۔ اور

کسی کا ہاتھ دنیا سے بالکل خالی ہو لیکن اس کے دل میں دنیا کی طلب اور اس کی محبت ہو تو یہ ایسا

ہے کہ گویا وہ بالکل دنیا کے ساتھ ہے محبت اور اس کی خواہش و طلب کی بنا پر۔ اور ہر وہ دل جس

میں دنیا کی محبت اور اس کی طلب نے گھر کر لیا ہے وہ ویران و برباد ہے۔ اور ویران گھر ہمارے تمہارے

رہنے کے لائق نہیں ہوتا تو خواب دو ویران دل حتی سبحانہ تعالیٰ کے رہنے کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔

اس شعر میں اشارہ اسی طرف ہے۔

آپنجہ آدم راز گندم اوقناد عقل راز نفس ہر دم اوقناد

(آدم کی جان پر گہوں کھانے سے جو تکلیف پہنچی نفس کی تابعداری کرنے سے عقل پر ہر آن وہی مصیبت آیا کرتی ہے)

اے بھائی! دنیا کی بُرائی اس درجہ ہے کہ ایک بزرگ نے یہاں تک کہا ہے کہ الدُّنْيَا

كَيْفِ آدَمَ یعنی دنیا آدم علیہ السلام کا پائٹخانہ ہے کہ جب جناب آدم نے بہشت میں گہوں کے

رانے کھائے تو حاجت بشری یعنی پائخانہ کی غلش ہوئی کہا گیا اے آدم بہشت میں اس کی جگہ نہیں

ہے اس کے لئے دنیا میں جانا چاہیے وہاں اس فضلہ کو رکھئے اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ دنیا آدم

کا پانچا نہ ہے۔ کنیف پانچا نہ کو کہتے ہیں تو کون دل ہوگا جو پانچا نہ میں رہتا پسند کرے گا اور اس سے لذت و لطف لے گا اور نفع اٹھائے گا حسن و جمال اور آرائش و زیبائش کا ذریعہ بنائے گا۔

یہ نفس گوی غم جاں بیش نیست ہر نفس جز ماتم جاں بیش نیست

ہر زمان زخمی زنی بر جان خود درو سیرانی مگر در مان خود

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو تین حصہ میں تقسیم فرمایا:

اس کا ایک حصہ مومنوں کو عنایت فرمایا دوسرا حصہ منافق کو دیا تیسرا حصہ کافروں کو تو مومن نے

اپنے اس ایک حصہ کو اپنی آخرت کا توڑ بنا لیا۔ اسی کو کہا ہے۔

چوں چسبیں کر دی تر دنیا کو دست بس برے دیں تو دنیا دار دوست

(جب دنیا کو تو نے مزہ آخرت بنایا تو دنیا تیرے لئے بھلی ہے اور ایسا ہی تو تو دنیا کو اطمینان سے رکھ سکتا ہے)

اور منافقین نے اپنے اس ایک حصہ کو دنیا کے زیب و زینت اور اس کے حسن و جمال کے

لئے خرچ کیا۔ کافروں نے اس سے نفع اٹھانے اور دنیا کمانے دولت بڑھانے میں صرف کیا تو مومن کو

دنیا بقدر کفایت و زمرہ کی ضرورت بھرا اختیار کرنا چاہیے اس سے زیادہ نہیں جیسے پانچا نہ جانا اور

وہاں رہنا اسی وقت ہوتا ہے جب اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اریاب حکمت اور اصحاب عقل

کہتے ہیں کہ دنیا کی مثال خواب کی ہے۔

ایک بزرگ نے کہا ہے مومن کی ذات دنیا میں نہیں ہوتی ہے اس کی مثال ایک ایسے

آدمی کی ہے کہ وہ سویا، خواب میں کچھ دیکھا، اس سے خوش ہوا ابھی وہ اسی خوشی میں تھا کہ نیند ٹوٹ گئی

اب نہ وہ خوشی ہے اور نہ وہ ناخوشی ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ بینی جز خیالے بیش نیست ہر چہ دانی جز محالے بیش نیست

(جو کچھ تم دیکھتے ہو اس کی حقیقت خواب و خیال سے زیادہ نہیں ہے اور جو تم اس کو سمجھتے ہو وہ محال ہے حقیقت نہیں)

بس حال یہی ہے لوگ سوئے ہوئے ہیں موت آئے گی تب نیند ٹوٹے گی اَلنَّاسُ نَامُوا اِذَا مَاتُوا انتہوا

اس وقت ان کے ہاتھ خالی ہونگے دنیا میں جس چیز سے خوش و ناخوش ہو رہے تھے کچھ نہ ہوگا۔

نقل ہے کہ ایک چینیوی جناب سلیمان علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے سلیمان علیہ السلام سے

اس نے پوچھا وہ کون سی چیز ہے جو خداوند تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے؟ فرمایا ہوا کو میرے حکم کے تابع کر دیا

ہے چینیوی نے کہا آپ کچھ سمجھے اس میں اشارہ کیا ہے؟ اشارہ یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہے

جو آپ کو دی گئی ہے مگر اسی ہوا کے مانند ہے۔

نقل ہے کہ دنیا شیطان کو دیا ہوا علاقہ ہے جب کوئی دنیا کے کچھ لینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ملعون کہتا ہے کچھ جانتے بھی ہو ہم نے اپنا دین و ایمان ٹا کر یہ دنیا کی ملکیت حاصل کی ہے جو شخص میرے اس علاقہ پر ہاتھ مارتا چاہے گا یقیناً اسے اپنا دین و ایمان سب میرے حوالہ کرنا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت درم و دینار بنایا گیا اس پر مہر لگائی گئی تو اول شیطان نے اُسے اٹھایا پیشانی پر رکھا دونوں کو چوما اور کہا جو تجھے دوست رکھے گا وہ میرا بندہ ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا دینت بود آں بدہ از دست تا اینت بود  
(دنیا ترک کر دو تا کہ تمہیں دین حاصل ہو جائے اُسے چھوڑ دو تا کہ تمہیں یہ مل جائے)

وَالسَّلَام

خاکسار شرف مینیری



## مکتوب ۸۲

بتوں کی تقسیم اور اس سے پاک ہونے میں  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سودہ گشت از سجدہ راہ بتان پیشانیم چند خود را تہمت دین مسلمانانہم

(بتوں کے آگے سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس حال میں خود کو کب تک مسلمان کہلاتا ہوں)

اے بھائی! ارباب معرفت کا قول ہے۔ عوام کے تین بت ہیں۔ کھانے پینے کی خواہش اور

اس کی محبت۔ شرم گاہ کی شہوت اور اس سے محبت۔ بیوی بال بچوں کی محبت۔ اور خواص کبھی تین

طرح کے بت ہیں۔ مال کی محبت۔ اور جاہ و مرتبہ کی محبت۔ اور ظاہری زیب و زینت کی محبت۔ اور

اور ساتواں بت کافر نفس ہے جو سارے بتوں کا اصل اور سب سے بڑا بت ہے النَّفْسُ هِيَ الْفَتْمُ

الْاَكْبَرُ چنانچہ شرع میں کافر سے جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔ ارشاد ہے رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ

اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (میں چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آیا ہوں) کافر کو تیغ و تلوار سے بھگایا جاسکتا

ہے شیطان کو لا حول ولاقوة سے لیکن یہ کافر نفس ایسا دشمن ہے جو دل کے اندر گھسا ہوا ہے اس کے دور کرنے کی کسی کے پاس کوئی صورت نہیں اور اس کے شر سے کوئی مامون و محفوظ نہیں ہے۔ اسی کو کسی حساب نظر نے کہا ہے۔

ہجر، رابت اندر خانہ باشندین بتر اویم کہ سر پوشیدہ بت اندر دل بدیش می باشد  
(برہمن کا بت تو بخانہ کے اندر ہوتا ہے میں تو اس سے بدتر ہوں کہ میرے بدیش دل میں وہ بت سر چھپا ہوا ہے)

اور ایک عزیز نے کہا ہے۔

دزد در خانہ نفس حالے میں زونگہدار خانہ دل و دیں  
دزد ناگہ خیس دزد بود دزد خانہ نفس دزد بود

(چور گھر کے اندر ہے نفس کے اس حال پر غور کرو ایسے چور سے دل و دیں کے محل کی نگہبانی کرتے رہو)

یہ ایک گھر میں داخل ہو جانے والا چور معمولی ہوتا ہے گھر کے اندر کا چور یا نکا چور ہوتا ہے (میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر خیال یہ آئے گا کہ انبیار و اولیاء بھی بیوی بال بچے رکھتے تھے۔ ہاں ان کے بھی زن و فرزند تھے لیکن وہ ان کے ہمراہ تھے ان کے مقصود و مطلوب نہیں تھے بلکہ ان کے مطلوب و مقصود میں وہ بیگانہ تھے ان کے اپنے نہ تھے۔)

اب جب کہ عوام و خواص کے بتوں کا علم تمہیں ہو گیا تو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہم لوگوں کی بت پرستی معنی کے اعتبار سے پوشیدہ ہے اور کافروں کی بت پرستی ظاہری حیثیت سے اعلانیہ ہے بس ظاہر اور پوشیدہ کا فرق ہے اور کچھ نہیں۔ تو حال کے اعتبار سے ہم لوگوں کے حق میں اس جتہ و دستار کو زنا رہی کہا جائے گا۔ جتہ و دستار میں مردوں کی منصفی دیکھئے اپنے حق میں کہتے ہیں۔

بت پرستم بت پرستم راست گفتتم ہرچہ ہستم

(میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل سچ ہے۔ میں بت پرست ہوں بت پرست ہوں)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا مَا الطَّاعُونَُ (بت کیا ہے) فرمایا  
مَا شْتَغَلَكَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاعُونَُكَ (جو چیز تمہیں حق تعالیٰ کی مشغولیت سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کرے وہی تمہارا بت ہے) اور ایک دوسرے بزرگ نے کہا ہے طَاعُونَُ مِمَّا كَلَّ أَمْرَ نَفْسِهِ (ہر آدمی کا نفس اس کا بت ہے) اسی کو کہا ہے۔

در کوے بتاں رفت ہمہ عمر درغیا چوں برہمن پیر بہ بت خانہ بمانیم

(بتوں کے کوچہ میں ساری عمر گزر گئی بوڑھے برہمن کی طرح ہمیشہ بت خانہ میں پڑا رہا)

اے بھائی! یہ نفس جو تمام بتوں کا سرغنہ ہے اس کا حال سنو گے۔ اس نفس کا فری ساری خواہش خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ کا جو دعویٰ و مطالبہ ہے یہ نفس کافر وہی کر رہا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا مطالبہ اپنی تمام مخلوق سے ہے کہ سب اس کی مدد و ثنا کریں اور حق تعالیٰ کا مطالبہ اپنی مخلوق سے ہے کہ سب اس کی فرمان برداری کریں اس کی نافرمانی سے دور رہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ اس کے عطا و کرم کی سب توصیف کرتے رہیں اور نفس کافر کا مطالبہ ہے کہ سب لوگ اس کے کرم سخاوت کا وصف بیان کرتے رہیں اور حق تعالیٰ کا مطالبہ ہے کہ سب اسی کی طرف مائل رہیں اور اسی سے ڈرتے رہیں یہ ساری صفتیں خداوند تعالیٰ کی ہیں اور یہ تمام صفات خاص خداوند جل جلالہ کے ہیں نفس کافر اپنے لئے ان تمام صفتوں کا دعویٰ کرتا ہے اور تمام لوگوں سے اسی کا مطالبہ کرتا ہے۔ جب تک یہ دعویٰ آدمی کے باطن میں سرایت کئے ہوئے نہیں ہوتا اس وقت تک خدائی کا دعویٰ اس سے وجود میں نہیں آتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے فرعون لعین نے خود کو کسی لائق جانا اور یہ صفتیں اس کے دماغ میں بس گئیں یہاں تک کہ اَنَارُ تُجِئُكَمُ الْاَعْلٰی (میں تمہارا بڑا رہوں) کا دعویٰ کر بیٹھا۔ ہرگز اس خیال میں نہ رہو کہ یہ دعویٰ صرف فرعون ہی کو تھا ہم لوگوں کو نہیں ہے ہر شخص کے نفس کی یہی صفت ہے اور سب کے نفس کو یہی دعویٰ ہے لیکن ہاں اس نے اعلانیہ اَنَا رَبُّكُمْ الْاَعْلٰی کا دعویٰ کیا اس لئے کہ اُسے قتل کئے جانے کا خوف نہیں تھا کیوں کہ اس وقت اس کا ہم پلہ کوئی نہیں تھا لیکن ہم لوگوں کا نفس ڈرتا ہے کہ اگر اعلانیہ دعویٰ کرتا ہوں تو فوراً قتل کر دیا جائے گا تو فرعون کو یہ دعویٰ اعلانیہ تھا ہم لوگوں کو یہ دعویٰ پوشیدہ ہے بس فرق اتنا ہی ہے اسی مقام میں ایک صاحب وقت نے کہا ہے۔

اگر خود را تو می گوئی مسلمان گوئی باے مر از دیک شد کز دست تو زنا بر بندم

(اگر تم خود کو مسلمان کہتے ہو تو کہہ لو لیکن مجھے تو اکثر یہی لگتا ہے کہ تمہارے شانہ پر زنا بر بند ہوا دوں)

اے بھائی! اس نفس کافر کے کمر کے ساتھ رہتے ہوئے بغیر خداوند عزوجل کی مدد کے کوئی نچ نہیں سکتا ہے اگر ایک مسلمان کے دعویٰ کے ساتھ نفس کافر کو ذرا موقع دیا تو یہ سینکڑوں زنا تمہارے جسم پر بند ہوا دے گا۔ اور سینکڑوں بت تمہارے آگے لا ڈالے گا۔ اسی راز کو کسی نے کہا ہے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کتر فساد است

(اس کافر نفس کی وجہ سے جو ہماری سرشت میں داخل ہے عالم میں مسلمان حقیقی بہت کم رہ گئے ہیں)



چاہیے کہی وجہ سے بھی اسے خیر خواہ نہ جانو اور اس سے مامون و مطمئن نہ ہو اور جب بھی وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے اور اپنی پاکبازی دکھلائے اس پر اس وقت تک یقین نہ کرو جب تک اس کا امتحان نہ کرو۔ جس طرح جناب سلیمان علیہ السلام نے نبوت کا تاج سر پر رکھنے اور معصوم ہونے کے باوجود اس کا امتحان دیا۔ چنانچہ اہل اشارت نے کہا ہے کہ جب جناب سلیمان کے نفس نے پاکبازی کا دعویٰ کیا اور مکمل طہارت اپنی دکھلائی تو اس پر آپ نے نیک گمان نہیں کیا آپ کو اس کا یقین نہیں ہوا جب تک آپ نے اس کا امتحان نہیں کر لیا چنانچہ دنیا کی بادشاہی اور سلطنت کی خواستگاری کی ایسی کہ جس میں کسی کی شرکت نہ ہو یہ دُعا اسی نفس کا امتحان کے لئے تھی چنانچہ آپ نے کہا رَبِّ هَبْ لِي مَلَكًا لَا يُتَّبِعُنِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي (اے اللہ مجھے ایسی بادشاہت دیجئے کہ میں میرے بعد کسی کی شرکت نہ ہو) نفس کی سب سے بڑی اور انتہائی مراد ملک و بادشاہی کی ہوتی ہے اور اگر اس سلطنت میں کسی کی شرکت ہو تو کسی نہ کسی طرح اس کے کمال میں نقصان ہوتا ہے کمال مراد کی بنا پر فرمایا لَا يَتَّبِعُنِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي کہ اگر نفس نے کرا اور اپنی بلائیں چھپا رکھی ہیں جب اپنی مراد کو کمال کے ساتھ پائے گا تو یقیناً کھل کر سامنے آجائے گا۔ یہ انبیاء علیہم السلام اخص الخواص میں بلاشبہ ان کے نفسوں کو کامل طہارت ہوتی ہے اور کروفریب سے پاک ہوتا ہے لیکن جب یہ لوگ عارفوں کی آنکھوں کے سرمہ ہیں نفس کے شر اور اس کے کروفریب سے پورے طور پر واقف ہوتے ہیں اس کے باوجود اس پر یقین نہیں کیا اور بغیر امتحان کے اس کو نہیں چھوڑا جب اللہ رب العزت نے اسی عظیم سلطنت و بادشاہت بلا شرکت غیرے بے مداخلت احد سے عطا فرمایا تو بھی آپ ویسے ہی رہے جیسے سلطنت و بادشاہی ملنے کے قبل تھے یعنی وہی تھیلیاں بننے کا سب جو پہلے فرماتے تھے اور اسے فروخت کر کے جو کی دو روٹیاں خرید لیتے تھے ایک روٹی فقروں کو دیتے اور ایک روٹی سے سکینوں کے ساتھ انظار فرماتے اس کے بعد بھی یہی معمول رہا۔ جب کہ ان جلیل القدر پیغمبروں کا حال نفس کے شر و فساد سے ایسا رہا ہے اور دوسرے لوگوں کا حال کیا ہوگا چنانچہ اسی مقام کی بات ہے کہ راہ طریقت کے چلنے والے اور حقیقت کے طالبین اس کا نفس کے ہاتھوں خون کے گھونٹ پیتے رہیں اور اس کے مکر و شر سے وہ لوگ خود اپنے آپ سے اور اپنے کاموں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور خود کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں وہ جو تم نے سنا ہے کہ کچھ سالکوں نے زنا باندھ لئے ہیں اور بت خانہ میں چلے گئے ہیں یہ سب نفس کافر ہی کو ہلاک کرنے کے لئے ہے۔

اسی کو کہا ہے۔

لے برہمن راہ دہرہ رکرودہ اسلام را یا چون گمراہ را در پیش بت ہم بار سیت  
(لے برہمن مجھ جیسے اسلام کے رکتے ہوئے مسلمان کو اپنے بتخانہ میں آنکی اجازت دے یا کیا؟ مجھ جیسے گمراہ کو بت کے آگے بھی سناؤ  
نہیں ہے۔) اور یہ بھی کہا ہے۔ س

نمی دانم کراما نام میں سیرت گرفتارم - نہ من ہند نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم  
(کچھ نہیں معلوم میں کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ میں ہند ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں نہ کافر)

اور ایک غزل کے اشعار جو سنے ہوں گے۔ س

بارد گر پیر ماخرقہ بزناں داد نقد نو دسالہ برد بکفار داد  
زہد بیکسو نہاد راہ قلندر گرفت بہر یکے کوزہ مے خرقہ و دستار داد  
قبلہ بدل کرد زود متکلف و رشد بے بھجوب کرد دوست و راز بار داد

(ہمارے پیر نے دوسری مرتبہ خرقہ زناں پر نثار کر دیا نئے سال کی پونجی کفار کے حوالہ کر دی۔

زہد و پارسانی کو کنارہ کر کے راہ قلندر یعنی آزادی کی راہ اختیار کر لی ایک پیالہ شراب کے لئے خرقہ و دستار سب ٹا دیا۔

قبلہ تبدیل کر کے بتخانہ میں جا کر متکلف ہو گئے رنج محبوب کی جانب کر لیا دوست نے دوست کو باریابی دیدی)

ان شعروں کی طرح اور بہت سے اشعار ہیں اس مقام میں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے

کہ یہ اور اس طرح کے اقوال و افعال بندہ کے لئے حال کی بنا پر ہے یہ اعتباری، میں اعتقاد و عقیدہ کی

بنا پر نہیں نعوذ باللہ منہا اللہ اس سے پناہ میں رکھے۔ اس بات کو اچھی طرح دلنشیں کر لیں کہیں مغالطہ

میں نہ پڑ جائیں کیوں کہ اس طرح کی باتوں سے خشک متعلین میں شور و ہنگامہ پیدا ہوتا ہے یہ ایسا لقمہ

ہے جو ان کے حوصلہ سے بہت بڑا ہے مدت ہوئی یہ کہہ دیا گیا ہے کہ مردان خدا کا دین ہی اور ہے غنٹوں

کا دین دوسرا ہے۔ کیا کیا جائے! جب کہ حقیقت ہے إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ لِلْحَرْبِ رِجَالًا وَ لِلْقُصَّةِ

وَالثَّرِبِ رِجَالًا (کچھ لوگوں کو میدان جنگ کے لئے پیدا کیا کچھ لوگوں کو شہید کھانے اور پیالہ چائے کے لئے)

ہاں مسلمان کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ س

گر ترار وزے دریں میدان کشند این رقم بینی کہ ہر مرداں کشند

انگے زیں شیوہ معنی صد ہزار ہستی و دانی و داری استوار

(اگر کسی دن تمہیں حقیقت کے میدان میں لے آئیں تو تم دیکھ لو گے کہ ان مردان خدا کے کیا مرتبے ہیں۔

اس وقت اس طور و طریقے کے ہزاروں معنی تم پر کھلیں گے اور تم جان لو گے دیکھ لو گے یقین کر لو گے)

اے بھائی! شیخ پیر، مرید، صوفی، زاہد و عابد ہونا بس اتنا ہی نہیں ہے جیسا کہ آج سارا جہاں ایسے لوگوں سے بھرا ہوا ہے لیکن کامل مسلمان ہونا بہت مشکل ہے ہزاروں میں ایک ملے تو بہت ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

صوفی و سبزویش شدی شیخ چلہ دار ایں جملہ شدی دے مسلمان نہ شدی

(صوفی ہوئے سبزویش ہوئے شیخ چلہ دار بنے یہ سب ہوئے لیکن حقیقی مسلمان نہ ہوئے)

شرع شریف کا فتویٰ ہے یَا قِیِّیُّمُ عَلٰی النَّاسِ زَمَانٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمَسَاجِدِ وَ لَیْسَ فِیْهِمْ مُسْلِمٌ (ایک زمانہ آئے گا کہ مسجدوں میں لوگ نماز پڑھنے والے ہوں گے لیکن ان میں ایک بھی مسلمان نہ ہوگا) شاید یہ زمانہ وہی اور مسجدوں میں ایسے نماز ادا کرنے والے شاید ہمیں لوگ ہیں کہ ہم لوگ کہلانے کو تو مسلمان ہیں لیکن ہمارے اعمال و افعال و معاملات ایسے ہیں کہ کافروں کو بھی اس سے شرم آتی ہے۔

چنانچہ نقل ہے ایک یہودی سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا ایک شخص نے تعجب کے طور پر اس سے کہا کہ سلطان العارفین کی ہمسائیگی میں رہتے ہوئے ابھی تک یہودی ہی ہو؟ اس نے جواب دیا اگر اسلام وہ ہے جو بایزید کے پاس ہے تو اس کی برداشت و نباہ ہم سے نہیں ہو سکتی ہے ہم اس لائق نہیں ہیں۔ اور اسلام اگر وہی ہے جو تم سب لوگ رکھتے ہو ایسے اسلام سے تو مجھے شرم آتی ہے۔

اس مکتوب کو غور و خوض سے مطالعہ میں رکھیں تاکہ جاہلوں کی پیری، شیخی، مریدی، درشی جیسا زمانہ میں ظاہر ہوئی ہے اور ان کے ان فتنوں سے زمانہ بھر گیا ہے۔ وہ سب سامنے آجائیں چنانچہ صاحب شرع علیہ السلام نے اسی کی خبر دی ہے لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلٰی شَرِّ النَّاسِ (قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگوں میں شر نہ آجائے) یقیناً یہ سب اس خبر کا پیش خیمہ ہے تو ایسے میں اپنے اوپر ماتم و نوحہ کرنے کے علاوہ اور کیا رہ جاتا ہے۔

وَالسَّلَامُ  
شرف منیری



# مکتوب ۸۵

## آخرت کے کاموں کی طرف مائل ہونے اور صحت و شہوت کے ترک کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حال دنیا را بپر سیدم من از سر زانہ گفت یا بادیت یا خوابیت یا افسانہ  
باز گفتم حال آنکس گو کہ دل درو بہت گفت یا دیولیت یا غولیت یا دیوانہ

ایک صاحب عقل سو میں نے دنیا کا حال پوچھا انہوں نے کہا دنیا ہوا ہے یا خواب ہے یا اسے افسانہ کہہ لو  
پھر پوچھا اچھا ان لوگوں کا حال کہے جنہوں نے اس سے دل نگا رکھا ہے؟ جوابے یا یہ لوگ دیویں یا شیطان ہیں یا پاگل  
یا دیوانے ہیں)

یا رتدیم امام نظام الدین سلام و تحیت

فقیر حقیر احمد یحییٰ میرنی لقب بشرف مطالعہ فرمائیں۔

برادر عزیز پر واضح ہوا آپ کا مکتوب دل پسند دقیق معنی اور لطیف اشاروں سے پر پہنچا دل غربت  
کے ساتھ پڑھا۔ گزرے ہوئے زمانے اور پرانی صحبتوں کی یاد تازہ ہو گئیں اسی اندوہ میں یہ اشعار سامنے  
آگئے۔

گر آدہ بودیم چو پروین بچند ایمن شدہ از فراق و از بیم گزند

مانا کہ نہ بودیم دریں رہ خرسند ایزد چو نبات نعش مارا پراگند

(جدائی اور فراق کی تکلیف سے مطمئن ہو کر پروین ستارہ کی طرح ہم لوگ ایک جگہ ہو گئے تھے

ہم لوگ اس صحبت میں خوش تھے لیکن مشیت ایزدی نے قطب شمالی کے ستاروں کی طرح ہمیں ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا)

سے شاید یہ نظام مولیٰ ہوں مرید و خلیفہ محبوب الہی نظام الدین اولیا، جو مخدوم سے ملنے راجگیر جاتے تھے اور

پھر خانقاہ معظم کی بنیاد رکھی جس کو مخدوم نے کہا یار و تمہاری مجالست نے بتخانہ میں بٹھلا دیا شاید یہی ہیں

جن کے معرفت بنگال سے کچھ لوگوں نے ایک بزرگ کو تحفہ بھیجا تھا۔ (خوان پرنعت مجلس)

يَفْعَلُ اللهُ مَا لِيَعْلَمُ وَيُحْكَمُ مَا يُرِيدُ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ فرماتا ہے اس کا حکم دیتا ہے) لیکن یہ دستور جاری ہے کہ ایک جگہ ساتھ ہونے کے بعد منتشر ہونا ضروری ہے تو لازماً گردن ڈال دینا ہے اور اپنے تن کو اس کی رضا کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

چکند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں را چکند گوے کہ تن در نہ نہد چو کھاں را  
(بندہ اگر اس کے حکم کے آگے گردن نہ ڈالے تو کیا کرے گیند اپنے تن کو کھلاڑی کے بد کے سپرد نہ کرے تو کیا کرے)  
اے بھائی! جہان میں کوئی ایسا ہے کہ جس نے دوستوں کی جدائی کا درد نہ اٹھایا ہو اور  
عالم میں کون ایسا ہے جس نے دوستوں کے فراق کا شربت نہ چکھا ہو جب تک جہاں ہے ایسا ہی ہو تو ہے  
گا۔ رحمت ہو اس کی جان پر جس نے کہا ہے۔

بھلاست بجلئے بادہ در جام فراق تلخ است مسرہ ایام فراق  
تامن زبریم و عار بد خواہم کرد آنرا کہ نہاد در جہاں نام فراق  
(جدائی کے پیالہ میں شراب کے بدلے زہر بھرا ہوا ہے فراق کے دن ایک دم تلخ ہیں۔ جب تک زندہ  
ہوں اس کے حق میں بد و عار کرتا رہوں جس نے جہاں میں فراق لفظ وضع کیا۔)

جدائی کی یہ کھڑی گذر ہی چلی اب عمر ختم ہونے کو پہنچ گئی ہو شیار ہو جانا چاہیے اور خوب  
ابھی طرح جان لینا چاہیے کہ بہشت جو مخلوق ہے وہ حیب دنیا داری کے ساتھ نہیں ملتی ہے تو اللہ عزت  
جو بہشت کا خالق ہے وہ دنیا کے ہوتے ہوئے یعنی دنیا داری کے ساتھ ملے محال ہے دنیا کو کہتے  
ہوئے خدا کو ہرگز نہیں پاسکتے اسی کو کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا دینت بود آن بدہ از دست تا اینت بود

(دنیا ترک کر دو تا کہ تمہیں دین حاصل ہو جائے اسے ہاتھ سے دیدو تا کہ تمہیں یہ مل جائے)

اور ہر وہ دل جس میں دنیا نے گھر کر لیا ہو وہ ویران ہے ویران گھر ہمارے تمہارے رہنے کے لائق  
نہیں ہوتا۔ وہ دل جو ویران ہو خداوند تعالیٰ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟

مصرع۔ یافانہ جائے رخت بود یا خیال دوست (گھر میں سامان ہی رہے یا دوست کا خیال)

اسی مقام کی بات ہے شَرِكُ الدُّنْيَا اس کل عِبَادَةَ (دنیا ترک کرنا تمام عبادتوں کی اصل ہے)  
اگر دنیا کی کوئی قدر و قیمت ہوتی، اس میں وفا ہوتی اور اس کا کوئی حُسن ہوتا تو اہل نظر حضرات اور  
ارباب دانش اسے نہیں چھوڑتے کہ وہ ہم تک پہنچ جائے۔ اور انبیاء اولیاء جو تمام مخلوقات میں افضل

ہیں اسے تین طلاق نہ دئے ہوتے اور وہ جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے فرمایا ان اللہ تعالیٰ لم یخلق خلقاً بغض الیہ من الدنیا وَاِنَّهُ مُنذِرٌ لِّمَنْ خَلَقَهَا لَمَّا يَنْظُرُ اِلَيْهَا (بیشک اللہ تعالیٰ جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان میں دنیا سے زیادہ کوئی شے بغض نہیں اور یہ کہ جب سے اس کو پیدا کیا اس کی طرف نگاہ خاص نہ رکھی) اس بارے میں عقلمندوں کے لئے اتنا کافی ہے یہ یقینہ عمر تو بڑا استغفار اور گزشتہ دنوں کی معافی کی خواستگاری میں گزارنا چاہیے اور آخرت کے سفر کی تیاری کرنا چاہیے اور دوسرے تمام مشغلوں کو کنارے کر دینا چاہیے۔ اسی کو کہا ہے۔

ترک دنیا گیر و کارِ مرگ ساز

راہ بس دور است رہ را برگ ساز

زانکہ گردنیا ہمہ برہم نہی

بازمانی عاقبت دست ہتی

(دنیا ترک کر دو موت کی تیاری میں لگو، راہ کافی لمبی ہے راہ کے لئے ساز و سامان کا بندوبست

کر و اس لئے کہ دنیا کو اگر تم نے کامل طور پر نہیں چھوڑا تو آخر کار تہی دستی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا)

عمل اس پر کرنا چاہیے جو جناب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہر خواص کو فرمایا ہے "تھوڑی دنیا پر راضی

رہو کہ دین سلامت رہے جس طرح دنیا دار لوگ اتنے قلیل دین پر راضی رہتے ہیں کہ جس سے ان کی دنیا

سلامت رہے۔

ار۱ رَجَالًا بِأَدْنَى الدِّينِ قَدْ قَنَعُوا وَلَا أَسْرَاهُمْ رَضُوا فِي الْعَيْشِ بِالدُّنْيَا

فَامْتَنَعُوا بِالْأَدْنَى مِنَ الدُّنْيَا وَالْمُلُوكُ كَمَا اسْتَعْنَى الْمُلُوكُ بِدُنْيَاهُمْ عَنِ الدِّينِ

(میں دیکھ رہا ہوں لوگ تھوڑے دین پر قناعت کر گئے ہیں مہمندانہ دیکھا کہ لوگ زندگی میں (تھوڑی دنیا پر راضی ہو جائیں

دین لے لو بادشاہوں کی دنیا کے مستغنی ہو جاؤ جس طرح بادشاہ دنیا کو لے کر دین سے مستغنی ہو گئے ہیں)

(مصول دنیا کے لئے) اگر زن و فرزند کو وجہ بنایا جائے تو یہ قابل شنوائی نہیں۔ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ

سے منقول ہے آپ نے فرمایا لَا تَجْعَلَنَّ أَكْبْرَ شُغْلِكَ بِأَهْلِكَ وَوَلَدِكَ فَإِنَّ يَكُنْ أَهْلَكَ

وَوَلَدَكَ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيْعُ أَوْلِيَاءَهُ وَإِنْ كَانُوا مِنْ أَعْدَاءِ اللَّهِ فَمَا

هَمُّكَ وَشُغْلُكَ عَنْ أَعْدَاءِ اللَّهِ یعنی تم زن و فرزند کے کاموں میں اپنی مشغولیت کو اہم ترین نہ

بناؤ یہ اس لئے کہ اگر یہ لوگ خدا کے دوستوں میں سے ہیں تو خداوند عزوجل اپنے دوستوں کو برباد و ضائع

نہیں کرتا اور اگر یہ لوگ خدا کے دشمنوں میں سے ہیں تو خدا کے دشمنوں کے لئے رنج و غم فکر و توجہ نہ کرنا کیلئے ہے۔

اسے بھائی! رزق تو مقرر ہو چکی ہے اور جو چیز قسمت میں آچکی ہے اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے

اور نہ زیادتی۔ جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے۔

جَزَى قَلَمُ الْقَضَاءِ بِمَا يَكُونُ

وَفَتْيَانِ الْحَتِّ وَالسُّكُونِ

جَنُونَ مِنْكَ أَنْ تَسْعَى لِرِزْقِ

وَيَرْزُقُ فِي غَشَاوَةِ الْجَنِينِ

(فیصلہ کا قلم حل چکا ان باتوں کے بارے میں جو ہونے والی ہے اور حرکت و سکون جو آئے والا ہے وہ آئے گا)

تیرا پاگل پن ہے جو رزق کے لئے سرگرمی ہے۔ حال یہ ہے کہ بچہ کناس کی ماں کی بچہ دانی میں رزق ملتا ہے)

دنیا کا یہ غم آخرت کی بے غمی کی وجہ سے ہے۔ مصرع۔ "در تیغ با شد یوسف بہر چہ بفر و شہی"

(حسرت ہوتی ہے یوسف کو جس لئے اور جتنے میں بیچا گیا ہو) کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا میں پھنسے رہیں اور موت پہنچ جائے

کَمَا تَعِيشُونَ تَمُوتُونَ کی بات سامنے آجائے۔ اور جب دنیا کی مشغولیوں میں خاتمہ ہو جائے تو نعوذ باللہ

مِنهَا كَمَا تَمُوتُونَ تَعِيشُونَ مکافات و عومض بن جائے ابھی فرصت ہے اور

یہ وقت غنیمت ہے اسے دیکھتے ہوئے کام میں مشغول ہو جانا چاہیے اس لئے کہ غفلت ہلاکت لاتی ہے

اور ہمیشہ کی حسرت میں مبتلا ہونے کے بعد کہنا پڑے۔

بُرْدُ غَفْلَتِ رَوْزِ كَارِمِ چوں کہم

بِرَنْسِيَا يَدِاسِيحِ كَارِمِ چوں کہم

(ہم نے اپنے اوقات غفلت میں ضائع کر دیئے اب کیا کروں اب بنائے نہیں بنتی ہے پھر کیا کروں)

اب اس حسرت کا کیا فائدہ۔ برادر عزیز کی عاقبت و خاتمیت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

شرف منیری

\*

## مکتوب ۸۶

# دنیا کو دشمن جاننے اور بی کسوٹی کھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حال دنیا را بہ پر سیدم من از فرزانہ

گفت یا بادلیت یا خوابیت یا افسانہ

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل درو بیت

گفت یا دیولیت یا قولیت یا دیوانہ

دیں نے ایک دن ایک ہوشمند سے دنیا کا حال پوچھا انہوں نے کہا دنیا ہوا ہے یا خواب ہے یا افسانہ ہے۔

پھر پوچھا ذرا اس کا حال کہئے جس نے دنیا سے دل بگاڑ رکھا ہے؟ کہا ایسا شخص دیوہے، بھوت ہے یا دیوانہ ہے۔  
 اے بھائی! نقل آئی ہے کہ کل قیامت کے دن ایسے بندہ کو جو دنیا کو دوست رکھے ہوئے  
 ہو اور تمام طاعت بجالائے ہوئے ہو میدانِ حشر میں لاکھڑا کریں گے اور منادی ندا کرے گا یہ وہ بندہ  
 ہے کہ خدا نے جس چیز کو حقیر گتر کر دانا اور اسے ڈال دیا اس نے اس کو اٹھا لیا اور عزیز و محبوب بنا لیا۔  
 اسی کو کہا ہے۔

صد جہاں علم با معنی بہم دوزخ آرد بار یا دنیا بہم  
 چوں زول دنیا و درانگندہ نیت جائے توجہ دوزخ سوزندہ نیت

اگر علم کا سینکڑوں عالم معنی کیساتھ تیرے پاس ہو اور وہ علم دنیا کے لئے ہو تو اس کا شہرہ جہنم ہی ہے۔  
 جب تک تیرے دل سے دنیا دور نہیں ہوتی ہے تیری جگہ دیکھتے ہوئے دوزخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے۔  
 کیا کہتے ہو! اگر کوئی کافر طبیب ہم میں سے کسی ایک کو یہ کہتا ہے کہ روٹی اور گوشت نہ کھاؤ کہ  
 اس سے تمہیں نقصان ہوگا ہم اسی وقت ترک کر دیتے ہیں اور نہیں کھاتے اور ایک لاکھ چوبیس  
 ہزار پیغمبران علیہم السلام تشریف لائے اور سب یہ فرماتے ہیں حُبُّ الدُّنْيَا اس سَلِّ  
 خَطِيئَةٌ دُنْيَا كِي مَحْتِ تَمَامِ بَرَايَتِي كِي جَزِيءٌ۔ زہ برا بر اسے ترک نہیں کیا تو یہ ایسا ہوا کہ کافر  
 طبیب کے حکم پر یقین کر لیا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے فرمان پر یقین نہیں کیا۔ کہاں  
 ہم لوگ اور کہاں مسلمان۔

در در دار و کجا خواہیم کرد عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

ترک دنیا گیر تا دینت بود آں بدہ از دست تا اینت بود

(در دکاناوا کرنے اب کہاں جاؤں، عمر ختم ہونے کو آئی اب ماتم کرنے سے کیا ہوگا۔ دنیا ترک کر دو)

تا کہ دین تمہیں مل جائے۔ اے ہاتھ سے دید و اور دین لے لو)

حضرت رابعہ بصیریہ رحمۃ اللہ علیہا اپنی مناجات میں کہا کرتیں۔ اے میرے اللہ دنیا

میں سے جو چیز مقدر میں کی ہے وہ سب اپنے دشمنوں کو دیدے تھکے اور آخرت میں سے جو چیز میری قسمت

کی ہے وہ اپنے دوستوں کو دیدے تھکے میرے لئے تو آپ ہی کافی ہیں۔

ترک دنیا گیر تا سلط ان شوی ورنہ گر چرخ تو سرگرداں شوی

جملہ در باز و فرو کن پائے راست گر کفن را بیچ نگذاری رواست



(دنیا ترک کر دو تاکہ تم بادشاہ ہو جاؤ اگر ایسا نہ کیا اور آسمان ہی کی طرح کیوں نہ ہو سرگرداں ہی رہو گے  
 سب کچھ ٹاڈا اور سب کو پاؤں کے نیچے ڈال دو اگر چہ کفن کے لئے بھی کچھ نہ رکھو تو جائز ہے)  
 امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ اگر مجھ سے کہا جائے کہ دنیا قبول کرو اور اگر ایسا نہیں  
 کرو گے تو دوزخ میں ڈال دئے جاؤ گے۔ میں دوزخ میں جانا پسند کروں گا مگر دنیا قبول نہ کروں گے۔

پاکباز نے کہ درویشی آمدند ہر نفس در محو خود پیش آمدند

در حقیقت جملہ اورا خواستند لاجسم خصمی خود را خواستند

(پاکبازوں نے درویشی و فقیری اختیار فرمائی ہے ہر کو اپنے کفارینے میں لگے رہتے ہیں

حقیقت میں کامل طور پر صرف اسی کے طالب و خواستگار رہے اور یقیناً اپنی خودی کے دشمن بنے رہے)

اے بھائی! بزرگوں نے فرمایا ہے دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس میں خوشی ہی خوشی ہو

اس کی خوشی کی ہر چیز میں ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے غمناکی و اندوگہنی ضروری ہے اس لئے کہ  
 دنیا میں بغیر غم خوشی اور بے ماتم کے شادمانی پیدا ہی نہیں ہوتی ہے۔

نقل ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام ایک بڑھی عورت سیاہ رو کر یہ منظر کو دیکھا پوچھا

تو کون ہے؟ اس نے کہا میں دنیا ہوں جناب عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کتنے شوہر تو نے کئے ہیں اس  
 نے کہا بے حد و بے اندازہ اگر کوئی چیز اعداد و شمار میں آنے والی ہو تو گن کر بتاؤں کہ کتنے ہوئے۔

پھر جناب عیسیٰ نے پوچھا ان میں سے کسی ایک شوہر نے تجھے طلاق دی ہے؟ اس نے کہا نہیں  
 بلکہ ان سب کو ہم نے قتل کیا ہے اور ایسا تا پید ہو گئے ہیں اور میں برقرار ہوں۔

زاکہ گر یک لقمہ نا باشد ترا صد بلا از بعد آں باشد ترا

کار عالم جز ظلم و بیچ نیست جز خرابی در خرابی بیچ نیست

(اس لئے کہ اگر ایک لقمہ بھی دوسرے وقت کے کھانے کے لئے بچا رکھا ہے تو سمجھ لے سو بلائیں اس کے بعد

تیرے لئے ہیں۔ دنیا کے کام فریب نظر اور اکھنوں کے سا کچھ نہیں اس میں بربادی ہی بربادی ہے اس کے بولچے نہیں)

جس طرح یہ حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ بہشت میں کوئی روئے اسی طرح دنیا میں کوئی ہنستا

ہے تو یہ تعجب کی بات ہے۔

لے دل غافل دے بیدار شو چند بدستی کنی ہشتیار شو

(اے غافل ذرا بیدار ہو جا کہ تک اس بدستی میں پڑا ہے گا ہوشیار ہو جا)

دنیا کا غم آخرت کے غم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ مفسر۔ "دریغ باشد یوسف بہرچہ بفروشی۔" (افسوس ہی ہے جس وجہ سے بھی یہ نہ ہو بیچا) جس دل میں دنیا نے جگہ بنال وہ دیران ہے دیران گھر ہمارے تمہارے لائق نہیں ہوتا۔ دن خداوند جل جلالہ کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟ ۔

ھرچہ درد دنیا خیالت آں بود تا ابد راہ وصالت آں بود

(دنیا میں تم جس خیال میں رہے ہو ابد تک وہی خیال اس راہ وصال میں تمہارے ساتھ رہے گا)

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ساری برائیاں اگر ایک گھر میں جمع کر دی جائیں تو اس کی کچی دنیا کی قیمت ہی ہوگی اور تمام نیکیاں اگر ایک گھر میں جمع کی جائیں تو اس کی کچی دنیا کی دشمنی ہی ہوگی۔  
کار خود در زندگانی کن یہ برگ زان کہ نتوان کرد کارے روز برگ  
این زماں دریاب کا ساں باشدت در نہ دشواری فراواں باشدت  
اسی زندگی میں اپنے کاموں کی درستگی کا سامان کرو اس لئے کہ مرنے کے وقت کوئی کام نہ ہو سکے گا۔

اسی وقت سب کچھ کر لو کہ ابھی کرنا آسان ہے ورنہ پھر بڑی مشکل پڑے گی)

آخر وہ قصہ سنا ہوا ہے کہ الدنیا کفیت آدم دنیا آدم کا پائخانہ ہے کفیت بیت الخلاء کو کہتے ہیں اس کا قصہ یہ ہے کہ جناب آدم علیہ السلام نے بہشت میں گیہوں کے دانے کھائے حاجت بشری پائخانہ کی غلش پیدا ہوئی اور بہشت اس کی جگہ نہیں فرمان ہوا۔ اے آدم بہشت میں اس کی جگہ نہیں ہے دنیا میں جانا ہوگا وہاں جا کر اس قصہ کو خارج کیجئے تو اس سے ثابت ہوا کہ دنیا آدم کا پائخانہ ہی ہے۔ ۔

گر بسوز عشق نیست ایماں ترا ایں حکایت بس بود ایماں ترا

(اگر عشق کی سوز و تپش پر تجھے ایمان نہیں اس واقعہ پر تو تجھے ایمان ہونا چاہیئے۔)

اگر آج کوئی بیوی بال بچوں کی مجبوریوں ضرورتوں کو دہ بنائے تو قابل سماعت نہیں نقل ہے جناب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا۔ لَا تَجْعَلَنَّ أَسْبْرَ شَعْلَاكَ بِأَهْلَاكَ وَوَلَدِكَ فَإِنَّ نِيكُنْ أَهْلَاكَ وَوَلَدِكَ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَخْضِعُ أَوْلِيَاءَهُ دَانَ كَانُوا مِنْ أَعْدَاءِ اللَّهِ فَتَاهَتْكَ وَشَعْلَاكَ مِنْ أَعْدَاءِ اللَّهِ (یعنی کزن و فرزند کے کاموں میں اپنی مشغولیت کو اہم ترین نہ بناو یہ اس لئے کہ اگر یہ لوگ خدا کے دوستوں میں سے ہیں تو خداوند عزوجل اپنے دوستوں کو برباد و متاع نہیں کرتا اور اگر یہ لوگ خدا کے دشمنوں میں سے ہیں تو خدا کے دشمنوں کیلئے ریخ و غم کرنا یا بہت ہے) ۔

مرگ در پیش است تو پس می روی      بہر مردارے چو گرگس می روی  
گہ مسلمان دہی گہ زردہی      تاکہ یک لقمہ بریں کافر دہی

(موت آگے ہے اور تو پیچھے دنیا کی طرف دوڑ رہا ہے ایک مردار کے لئے گدہ کی طرح دوڑ رہا ہے۔  
کبھی اپنی مسلمان اور ایمان کا اور کبھی اپنے مال و زر کا ایک لقمہ بنا کر اس نفس کافر کے منہ میں ڈالتے ہو)

وَالسَّلَامُ  
شرف منیری



## مکتوب ۸۷

# حق کی طلب اور مخلوق سے علیحدہ ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے آنکہ ہمیشہ درجہاں می پوئی      ایس سی ترا چہ سوددار گوئی  
چیزے کہ تو جو بیان نشان اوئی      باتت ہی تو جائے دیگر جوئی

(اے وہ کہ دنیا میں تو ہمیشہ جکر کاٹ رہا ہے تیری بھاگ دوڑ تجھے کیا فائدہ دے گی۔ جس چیز کی تو تلاش میں  
ہے اس کا پتہ تو خود ہے وہ تو تیرے ساتھ ہے اور تو دوسری جگہ ڈھونڈ رہا ہے۔)

اسی مقام کی بات ہے جو بصرین نے کہی ہے۔ ملک تمہارے ساتھ ہے ملکوت تمہارے ساتھ  
ہے جبروت تمہارے ساتھ ہے اور خداوند جل علاہ تمہارے ساتھ ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ  
پڑھو اور غور کرو۔

من اولشوم و لیک بے او      والشک نہ ام یقینم این است

(میں وہ نہیں ہوں لیکن قسم ہے اللہ کی میں اس کے سوا بھی نہیں ہوں اور اس پر مجھے یقین ہے)

اور کلمہ انا لانت ولا انت غیری (میں، تو نہیں ہوں اور تو میرے علاوہ بھی نہیں ہے) کی اسی معنی کی طرف

نشان دہی ہے۔ خوب کہہ جس نے کہا ہے۔

من بندہ بجاں رفات جویم      حیراں شدہ ام کجاست جویم

درجہاں منی ز راہ معنی چوں یافتہ ام چیزات جویم

(میں تو دل سے تیری رضا کا منشا شی بندہ ہوں، حیران ہوں تجھے کہاں ڈھونڈھوں۔)

معنی کی رو سے تو میری جان میں ہے تب میں پا چکا ہوں تو پھر میں تجھے کیوں ڈھونڈھوں)

اگرچہ ایسا ہی ہے لیکن وہ آنکھ کہاں جو اسے دیکھے اور وہ کان کہاں جو اس سے اس کی باتیں

سُنے۔ اسی کو کہا ہے۔

آن عقل کجا کہ در کمال تو رسد آن روح کجا کہ در جلال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ برگزفتی ز جمال آن دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

(وہ عقل کہاں جو آپ کے کمال تک پہنچے وہ روح کہاں جو آپ کے جلال تک پہنچے۔)

یہ مانا کہ آپ نے اپنے جمال سے پردہ ہٹا دیا وہ آنکھ کہاں جو آپ کے جمال تک پہنچے)

عجیب معاملہ ہے "باہمہ و بے ہمہ" (سب کے ساتھ اور سب سے الگ) اے میرے اللہ یہ معتمہ

کبھی کھلے گا بھی یا یہ راز اسی طرح پوشیدہ رہے گا اور ایک جہاں ہے کہ نالہ و فریاد میں ہے اسی مقام

میں کسی نے یہ نالہ کیا ہے۔

سریت در آن زلف تو سر سبہ نگارا اما چہ تو ان کرد کہ با مانہ کشائی

(اے میرے محبوب آپ کی زلف میں کیا ہی اہم راز پوشیدہ ہو کیا کیا جانے کہ آپ اس راز کو مجھ پر نہیں کھولتے)

مَنْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَسْرِيَا (ہم تمہارے رگ گلو سے بھی زیادہ قریب ہیں)

اس میں جہاں تک وہ ہم پہنچ سکے، جہاں تک عقل اس کی صورت قائم کر سکتی ہے، جہاں تک خیال

اسے اپنے اندر لاسکے، ہم اسے جہاں تک پاسکے، خداوند تعالیٰ کی ذات اس کی صفات ان سب سے

منزہ و پاک ہے۔ وہ ان سب کے ساتھ ہے، تمہارے رگ گردن سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے اور تمہاری

آنکھ کی بینائی سے بھی تمہاری آنکھ سے زیادہ قریب ہے، اور تمہارے کان کی شنوائی سے بھی زیادہ تمہارے

کان سے قریب ہے، تمہاری زبان کی گفتار سے بھی زیادہ تمہاری زبان سے قریب ہے، اور تمہارے دل

کی دانائی سے زیادہ تمہارے دل سے قریب ہے۔ جس نے کہا ہے سچ کہا۔

لے در طلب گرہ کشائی مردہ با وصل بزا دروا ز جبانی مردہ

لے بر لب بحر تشنه خاک شدے سے بر سر گنج از گدائی مردہ

(اے وہ شخص کہ اس کی طلب و تلاش کے عقدے حل کرنے میں مر رہا ہے ساتھ پیدا ہوا اور جدائی میں مر رہا ہے۔)

سمندر کے کنارے پیاسا خاک میں لوٹ رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری میں مارا پھرا رہا ہے)۔  
 اے بھائی! مخلوقات کی قربت ایک دوسرے سے مجازی قربت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی کہ  
 جس میں بعد (دوری) کا دخل ظاہری یا معنوی یا وہم کسی نہ کسی حیثیت سے ضرور ہوتا ہے اور قربت حقیقی جو خداوند  
 جل و علا کی قربت ہے اس حقیقی قربت کی تعریف یہ ہے کہ جتنے وجوہ ہو سکتے ہیں ان میں کسی وجہ سے بھی بعد  
 کو حقیقی قربت قبول نہیں کرتی جب دل کا آئینہ صاف و شفاف اور منور ہو جاتا ہے تو سالک دل کے اسی نور  
 سے یہ جان لیتا ہے اور دیکھ لیتا ہے کہ خداوند جل و علا (باہر است) سب کے ساتھ ہے موجودات کے ذرات  
 میں سے کوئی ایک ذرہ ایسا نہیں ہے کہ خداوند جل و علا اس کے ساتھ نہیں اور اے محسب نہیں ہے اور  
 اس سے آگاہ نہیں ہے جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو کہتا ہے۔

معتوقہ عیاں بود نمی دانستم با من بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب بجائے بسم خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(معتوق تو ظاہر تھا مجھے خبر نہ تھی، وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے پتہ نہیں تھا میں نے کہا کہیں

اس کی تلاش میں چلوں یہی تو خود تفرقہ مقاب جسے میں سمجھ نہ سکا) اسی مقام میں کہتے ہیں کہ حق سبحانہ

تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ عرش میں نہ کسی میں نہ لوح میں نہ قلم میں راہ حق سبحانہ تعالیٰ خود  
 تمہارے اندر ہے رَفِیَ الْاَنْفُسِکُمْ اَنْلَا تُبْصِرُوْنَ ہم تو تمہارے اندر میں مگر تم دیکھتے نہیں اسی راز

کو کہا ہے۔

محراب جہاں جمالِ خسارہ ماست سلطان جہاں دردِ بیچارہ ماست

شور و شر و شرک و کفر توحید و یقین در گوشہ دیدہ ہائے خو خوارہ ماست

(عالم کا یہ محرابی گنبد ہمارے خسارہ کا جمال ہے۔ سلطان جہاں وہ آفتاب جہاں تاب

ہمارے دل کے اندر ہے۔ شرک، کفر، توحید و یقین کے یہ ہنگامے وقتے سب ہمارے

گوشہ چشمِ خونی کے کرشمے ہیں)

وَالسَّلَامَ

فقیر شرف مینری



# مکتوب ۸۸

## دنیا کی مذمت اور اس کی بے وفائی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جہاں چو مارا فعی پیچ پیچ است  
تہا آن بہہ کز و در دست پیچ است  
چہ بخشہ مر ترا ایں سفلیہ ایام  
کہ یک یک باز بتاند سر انجام  
زمانہ خود جز ایں کارے نداند  
کہ اندوہے دہد جانے ستاند  
دہد بتاند و عارے ندارد  
بجز داد دستد کارے ندارد  
اگر عیش است صد بیمار با دوست  
و گر برگ گل است صد فار با دوست  
دیگر۔ بر آوردن گیتی افگندن است  
نشاندش یکبار افگندن است

شکوئی۔ نیت مہر زمانہ بے کینہ  
سیر دارد میان دوزینہ سے لوزینہ  
منہ دل بر جہاں کیں فردناکس  
جو انمردی نخواہد کرد باکس  
کہ معشوقہ نہ گرفتن کسے را  
کہ تا اوست پاکس و فائے ندارد  
(دوسرے نسخہ میں ہے کہ معشوق نتوان)

- (۱) یہ دنیا کالی ناگن کی طرح کندل مارے بیٹھی ہے تیرے لئے یہ بہت بہتر ہے کہ ایسی دنیا میں سے تیرے پاس کچھ نہیں ہے
- (۲) یہ کینہہ زمانہ یعنی دنیا تجھے کیا دے گی اس کی یہی چلن ہے کہ دیکر ایک چیز آخر کار واپس لے لیا کرتی ہے۔
- (۳) زمانہ غم درنج دیکر مار ڈالنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔
- (۴) یہ وہ دنیا ہے جسے دیکر لے لینے میں شرم نہیں آتی۔ دینا اور دیکر پھر واپس لے لینے کے سوا اسے اور کوئی کام ہی نہیں آتا

(۵) اگر کچھ عیش و آرام ہے تو سینکڑوں بیماریاں اس کے ساتھ لگی ہوتی ہیں اگر گلاب کے پھول کی شکلیاں ہیں تو اس کے ساتھ سینکڑوں کانٹے بھی لگے ہوتے ہیں۔

دنیا کا پستی اور بلاؤں سے نکالنا پھر بلاؤں میں ڈالنے اور گرانے کے لئے ہوتا ہے اس کا ایک بار بٹھانا  
گڑھے میں ڈال دینے کے لئے ہوا کرتا ہے۔

زمانہ کی یہ مہربانیاں بغیر کینہ و عناد کے نہیں ہوتی ہیں یہ دوستی اور دشمنی کے تینے پر یونہی دوڑا کرتی ہیں۔  
دنیا سے دل نہ لگاؤ یہ کینہ اور سفلہ پرور ہے یہ کسی کے ساتھ سخاوت و فیاضی نہیں کر سکتی ہے۔

ایسے کو اپنا محبوب کبھی نہیں بنانا چاہیے کہ جو کسی کے ساتھ وفا کرنا جانتا ہی نہیں ہے۔

دنیا بلاؤں کا ایک دریا ہے خون سے بھرا ہوا سمندر ہے، فتنہ پرور معشوقہ ہے، حسینہ

سروساں ہے، اس کے کھیل تماشے تعجب خیز ہیں اس کی بازی گرتی پُر طرب و حیرت آگیز ہے اس

بقار میں آوارہ مزاجی، اس کا دل لطف و مہربانی سے خالی کبھی کسی کو اس نے اپنی ذات سے فائدہ نہیں

یا بجے صبح کو نوازا شام کو اسے چھوڑ دیا جسے صبح سویرے سر بلند کیا سر شام قدموں کے نیچے ڈال

کے کچل دیا اس کے جام میں خس و خاشاک کی آمیزش اس کے شہد کے پیالہ میں کھینوں کے نیش بھر

تے ہیں۔

از جام اوچس کہ در آں جام زہر است گل برگ او مہو کہ در آن زیر خار است

دہرستیزہ کار ندارد و فلکے کس دیدیم و آرمودہ نیدیم بارہاست

(اس دنیا کے جام کو ہونٹوں سے نہ لگاؤ اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے اس کے پھول کی پتھریوں کو نہ ٹونگھو

کہ اس کے نیچے کانٹے چھپے ہیں۔ یہ فسادی دنیا کسی کے ساتھ تھلک و مہربانی نہیں کرتی یہ بار بار دیکھ چکے ہیں

آزما چکے ہیں سُن چکے ہیں) اَلدُّنْيَا دَا سَا زَوَالٍ فَلَا يَوْقَعُ أَحَدٌ عَلٰى حَالٍ اِمَّا

نَمَتْهُ زَانِلَةٌ اَوْ بَلِيَّةٌ نَّازِلَةٌ فَلَا اَثْبَاتَ لِنِعْمَتِهَا وَلَا قَرَارَ لِنَيْلِهَا (دنیا زائل ہونے

لی ہے کسی کو ایک حال پر نہیں چھوڑتی، اس کی نعمتیں بھی زائل ہونے والی ہیں یا بلا آتا رہنے والی ہیں اس کی نعمتوں

ثبات نہیں ہے اور اس کے وصال میں قرار نہیں ہے۔)

یہ بوڑھی دنیا دلہن بنی ہوئی سینکڑوں نوجوان بادشاہوں کو کھا چکی ہے اور بہت سارے

مرازا عاشقوں کو اپنے پاؤں کے نیچے ڈال کر ایسا کچلا ہے کہ یاد کریں اسی کو کہا ہے۔

ہر زمان گلگو نہاد گیر کند ہر زمان آہنگ صد شوہر کند

از ظلم اولشدا گد کے در میان خاک و خون دارد لے

گردت آگہ زمعنی آمد است کار دینت ترک دنیا آمد است

ذہر لہجہ ایک نیا گل کھلاتی رہتی ہے ہر زمانہ میں سینکڑوں شوہروں کا شور و ہنگامہ بپا کرتی ہے۔  
اس کی فریب کاریوں سے کوئی آگاہ نہیں ہوا اگرچہ خاک و خون میں لوگ غلطاں رہے۔  
اگر تیرا دل حقیقت سے آگاہ ہو جائے تو دنیا کے ترک سے تیرے دین کا کام بن جائے۔

یہ دنیا ہمیشہ بہیم عیوب پیدا کرتی رہتی ہے۔ ہاں اس کا ہنر بس ایک ہی ہے کہ یہ آخرت کی  
کھینتی ہے اسی دنیا میں اس کے بیج بوئے جاسکتے ہیں جس کی فصلوں کا خرمن آخرت میں ہیا ہوگا۔ سب  
کمترین عیب اس دنیا کا یہ ہے کہ ایک آوازہ مرد کی طرح ہر روز اپنی ہوسناکی میں ایک دوسرے پر  
چنگل مارتی ہے اور ایک زانیہ فاجرہ عورت کی طرح ہر آن ایک نئے شوہر کے ساتھ اکٹھا ہوتی ہے۔ یہ اگر  
کسی کو کچھ دیتی ہے تو واپس لے لیتی ہے اور اپنی عطا کردہ چیز چھین لیتی ہے اس کی آنکھوں میں حیا نہیں  
فحش کاری میں اسے شرم نہیں آتی ایک احمق جوان رعنا ہے اچھائی اور بُرائی میں فرق نہیں کرتی اس  
کے عیوب اور بُرائیوں کی انتہا نہیں اس کی بدبختیوں، رسوائیوں کا کوئی شمار نہیں۔ ان سب کا وجود  
ایک عالم ہے کہ اس کے حصول کے لئے سرگرداں، پریشاں اور اس کی ہوس و خواہش میں گرفتار رہے۔  
کو کہا ہے۔

اولین شد کہ در رہ آدم بود نمانے گلو و طبل شکم  
(آدم کی راہ میں جو سب پہلی چینز آئی وہ گلے کی بانسری اور پیٹ کا نقارہ تھا)

والسلام  
حقیر شرف منیری



## مکتوب ۸۹

# پانے کی خوشی اور نہ پانے کی حسرت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لے بھائی! دہلی ہو یا بہار، یاد دولت آباد ہو خداوند جل و علا تاک راہ ہر جگہ سے ایک ہی  
ہے۔ طلب اور اندوہ سے خالی نہ رہو دل ایسا چاہیے کہ جس سے اندر پانے کی خوشی یا نہ پانے کا غم رنج ہونا



چاہیے۔ اسی کو کہا ہے۔ سب

نیت کن ہر چہ راہ در اسے بود تا دلت خانہ خدا سے بود  
(جو کچھ راہ در رسم ہے سب کو فنا کر دو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر بن جائے)

اگر اپنی محرومی و بد اقبالی سے یافت کی خوشی نہیں ہے تو نایافت کی مصیبت و رنج و غم کہاں؟

حالات " یہ تو ہونا چاہیے " سب

دردے نو دوا شد است مارا خاک تو بہا شد است مارا

از بہر تو ام بیا دن بجاں از دیدہ رضا شد است مارا

(آپ کا درد ہی میری دوا ہو گیا ہے۔ آپ کے درد کی خاک ہونا ہماری قیمت بن گئی ہے۔

میں تو آپ ہی کو اپنی جان دینے کو ہوں یہ تو میری آنکھوں کی عین تمنا ہو گئی ہے)

اور نایافت کی یہ مصیبت یہ رنج و الم صرف ہمیں اور تمہیں نہیں ہے بلکہ سب کو اسی رنج و مصیبت

میں مبتلا جانو اور جو لوگ اس دنیا سے باچکے وہ بھی اسی مصیبت و اندوہ میں گئے ہیں قبر میں بھی اسی اندوہ

و غم کے ساتھ سوئے ہوئے ہیں کل قیامت کے دن جب قبر سے اٹھیں گے تو اسی اندوہ و مصیبت کو لئے

ہوئے اٹھیں گے۔ قطعہ۔ سب

ز دردیں ہمہ پیران رہ را محاسنہا بخون دل خناب است

ہمہ مردان دین را زین مصیبت بگر ہائشند و دہا کباب است

(دین کے اسی درد سے تمام پیران طریقہ کی ریش ان کے خونِ دل کے خناب سے رنگین ہیں۔

اور اسی مصیبت سے تمام مردان دین کے جگر تشنہ اور دل بھن رہے ہیں)

چنانچہ کہتے ہیں کہ جب اس جماعت کے لوگ قبر سے اٹھیں گے تو اپنے سینوں کا ماتہ کریں

گے اگر اپنے اندوہ و غم کا ایک ذرہ بھی کم دیکھیں گے تو اس قدر فریاد و فغاں کریں گے کہ دوزخیوں

کو ان پر ترس آنے لگے گا۔ اسی کو کہا ہے۔ سب

ہرگز نشود اے بت بگزیدہ من مہرت ز دل و خیالست از ریڈہ من

گرا ز پس مرگ من بچوئی یا بی آں ذوق ردا سخاں بوسیدہ من

(میرے محبوب آپ کی عنایتیں میرے دل سے اور آپ کا خیال آپ کی صورت میری آنکھوں سے ٹٹہ نہیں سکتی

اگر میرے برنے کے بعد بھی آپ ڈھونڈیں تو آپ کا ذوق و طلب میری بوسیدہ بڑیوں میں آپ پائیں گے)

اے بھائی! محدث کو قدیم یعنی مخلوق کو ازل سے واسطہ پڑا ہے اور مکان میں رہنے والے کو  
لا مکان والے سے سروکار ہوا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

خاک را چوں کار با پاک اوستاد پیش آدم عرش در خاک اوستاد

خاک کو جب اس پاک سے سروکار ہوا تو آدم کے آگے عرش خاک پر آگیا۔

محبوب کی کبریائی کا حدودہ، عماری مکان سے منزہ ہے اور یہ محب اور عاشق بیچارہ مکان کی پستی سے  
آگے نہیں بڑھ سکتا۔ محب معاملہ ہے کرے تو کیا کرے۔ خاک اڑاتا ہے اور کہتا ہے۔

آنجا کہ تو ای من آمدن نتوانم آنجا کہ منم تو خود نیسانی دائم

وہاں جہاں آپ ہیں میں آ نہیں سکتا اور جہاں میں ہوں وہاں آپ خود نہیں آتے یہ میں جانتا ہوں۔

ایمان شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام میں کہا ہے۔

یاد ایند لمن تَحْتِ فِیْکَا قَدْ تَحِیْرَت فِیْکَا خُنْ بیدی

میں اپنے معاملہ میں ہر متحیر شخص کے چراغ راہ میں بھی آپ کے معاملہ میں مقام حیرت میں ہوں میری دستگیری نہ پائے

مصرع۔ گزرتم از دست گرتگیری دست (اگر آپ میرا ہاتھ نہ تھامیں گے تو میں ہاتھ سے گیا)

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید اسی مقام میں یہ نالہ فرمایا یا لیت رب محمد لم یخلق

محمد۔ محب جب محبوب کے لئے کی استعداد و صلاحیت اپنے میں نہیں پاتا تو نیست و معدوم ہو جانے کے سوا

چارہ کیا ہے۔

گر آب زنی بدیدہ آن میدان را ربلی بمرزہ در کہ آن سلطان را

صدا بان آری بہ رشوت آن وریاں را گویند خطرناک باشد ایہ نجا جاں را

(اگر اس میدان میں اپنے لشکروں سے چھڑکاؤ کیا کرو اور اپنے پلکوں سے اس دربار کو بھارا کرو اس بارگاہ کے دربان

کو راہنی کرنے کے لئے سینکڑوں جان رشوت میں دیدو تو بھی یہی کہا جائے کہ یہاں جان کی خاص وقعت نہیں ہوتی)

بیچارہ محب لاچار و مجبور اس در پر پڑا ہوا فریاد کرتا ہے اور کہتا ہے۔

معتشوق منی بے تو نمی آرم زیست در ماں و دال تو نمیدانم چیست

تا عشق فراق کرد دیوانہ دم در عالم کس نیست کہ برین نہ گزیت

(آپ میرے عشوق ہیں میں بغیر آپ کے زندہ نہیں رہ سکتا آپ کے وصال کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے یہ بھی نہیں معلوم

آپ کے عشق و فراق نے مجھے ایسا دیوانہ دل بنا دیا ہے کہ عالم میں کون ہے جو مجھ پر نہیں روتا ہے۔)

سبحان اللہ! کہاں یہ مٹی اور پانی کا پتلا اور کہاں یہ کاروبار نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ زُوْبِي  
 کے رمنے بھکاری کو بادشاہ سے لگاؤ و سرکار کر دیا، پاکہ از ان فلک عالم قدس کے رہنے والے جبلِ مانت  
 کے بار کو اٹھانے سے عاجز و لاچار رہے وہ اس خاک کے پتلا میں رکھ دیا گیا۔ اسی کو کہا ہے: **س**  
 غر فے وراے امکانِ خیالِ فاسد آئیں ہوسِ جمالِ سلطانِ بدلِ گدا نشستہ  
 (عالم امکان سے بالا اور اس سے اعلیٰ کی تمنا کرنا کس درجہ فاسد خیال ہے۔  
 شہنشاہ کے شن و جمال کی ہوس بھکاری کے دل میں پیدا ہو گئی ہے)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرفِ منیری



## مکتوب ۹

### حق کی راہ اختیار کرنے اور نفس و خلق کو ترک کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ازیں کافر کہ مارا اور بہاد است مسلمان در جہاں کتر قناد است

(یہ کافر نفس جو ہماری خلقت میں داخل ہے اسی کی وجہ سے عالم میں مسلمان بہت کم ہیں۔)

لے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت ساری نفل نمازیں کس طرح پڑھوں بہت زیادہ  
 روزہ کیسے رکھوں فکر اس کی کرو کہ یہ نفس کافر جو راہ روکے ہوتے ہے اسے کس عنوان سے راہ سے دور کروں۔  
 اہل طریقت کا اس کے اتفاق ہے: حق سبحانہ تعالیٰ تک راہ نہ آسمان میں ہے، نہ زمین میں نہ مغرب میں ہے  
 نہ مشرق میں بلکہ عرش و کرسی و لوح و قلم میں بھی نہیں ہے حق سبحانہ تعالیٰ تک راہ خود تمہارے اندر ہے۔  
 پہلے قرآن کے سنو دنی انفسکم انلا تبصرون (وہ تمہارے اندر ہے تم دیکھے نہیں) پھر اسی جماعت موفیے

سنو بس اے آنکہ ہمیشہ در جہاں می پوی ایں سعی ترا چہ سود دارد گوئی  
 چیزے کہ تو جویاں نشان اوئی باتست ہمیں تو جانے دیکر جوئی

(اے وہ کہ یہاں میں ہمیشہ تو چکر کاٹ رہی تیری یہ بھاگ دوڑ تجھے کیا فائدہ دے گی۔ جس چیز کی تجھے

تلاش ہے اس کا پتہ تو خود تو ہی ہن وہ تو تیرے ساتھ ہی ہن اور تو دوسری جگہ ڈھونڈ رہا ہن۔)

اور وہ راہ جو تیرے اندر ہے کہ جس پردہ سے تجھے باہر آنا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ تک تجھے

پہنچنا ہے "حکماً" اُسے نفس ناطقہ کہتے ہیں، شریعت والے اُسے رُوح کہتے ہیں۔ اہل تصوف "صوفیہ" اُسے

روح، نفس، قلب کا نام دیتے ہیں عبارت مختلف ہے معنی ایک ہی ہے اور وہ معنی حقیقت انسان

ہے کہ جو حقیقت الوہیت کا مظہر اور آئینہ ہے اسی کو کہا ہے۔ س

تا نیاید جاں آدم آشکار رہ ندانستند سوے کردگار

رہ پدید آمد جو آدم شدید زد کلید ہر دو عالم شدید

تشنہ از دریا حیدائی می کنی بر سر گنجے گدائی می کنی

(جب تک آدم کی جان ظاہر نہ ہوئی تھی اللہ کی جانب جانے کی راہ کسی کو معلوم نہ تھی، آدم کے

پیدا ہونے پر حق کی راہ ظاہر ہوئی اور اسی آدم سے دونوں جہاں کے مخفی خزانہ کی کنجی ظاہر ہوئی

پیا سا ہے اور دریا سے علیحدگی اختیار کر رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے، اوگدا گری کر رہا ہے)

معلوم ہے کہ ایک عالم مقدس اور پاک فرشتوں سے بھرا ہوا خاک کو سجدہ کیوں کرتا

ہے اور یہ خاک خلیفہ کیسے ہو گئی اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَاتِہٖ اٰی عَلٰی صَفْتِہٖ (بیشک اللہ

نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی اپنی صفت پر پیدا کیا) خود اس پر شاہد و گواہ ہے۔ یہی وہ راہ ہے جو کہا ہے

تا نیابی جان دور اندیشی را کے تواند خواند مردم خویش را

نیت مردم نطفہ از آب و خاک ہست مردم سر و قد جان پاک

صد جہان پر فرشتہ در وجود نطفہ را کے کند آخر سجود

(جب تک تم باریک نگاہی سے دیکھنے والی آنکھ یعنی رُوح نہیں پالیتے اس وقت تک تم خود کو آدمی

کیسے کہہ سکتے ہو۔ آدمی آب و خاک کا چھوڑا نطفہ ہی نہیں ہے آدمی سر سے پاؤں تک پاک رُوح

ہے۔ وجود میں سو جہان فرشتوں سے بھرا ہوا ایک نطفہ کو آخر سجدہ کیسے کرتا)

لیکن نفس کا فرنے یہ راہ روک رکھی ہے کیا یہ نہیں دیکھا کہ سلطان العارفين بايزيد سلطانی رحمۃ اللہ علیہ

نے جب اپنی مناجات میں کہا اِلٰہی کَيْفَ الطَّبَّاءُ يَنْ اِيْلِكَ (اے اللہ آپ تک پہنچنے کی کون سی راہ ہے)

ارشاد ہوا دَعِ نَفْسَكَ وَتَعَال (نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ) اسی دہ سے ہے کہ طاہران حق سبحانہ

نعالی نے ہر اس چیز کو اختیار کیا ہے جس سے نفس کا فرماہ نے اٹھ جاتا ہے اور اس چیز کا اختیار کرنا ان کے لئے فرض عین ہو گیا ہے۔ ان کا یہ فرض فرضِ حالی ہے عقیدہ کی بنا پر نہیں چنانچہ کسی نے زنا را باندھ لی ہے کوئی بتخانہ چلے گئے کوئی شراب خانہ پہنچ گئے اور کسی نے شراب کے ٹسکا پر ہاتھ مارا ان سب کا یہ فعل نفس کا فر کے ساتھ جہادِ اکبر ہے تاکہ نفس کا فر پر یہ چوٹ پڑے اور اسے راہ سے ہٹایا جائے اسی کو کہا ہے۔

دگر کہہ گر خیالِ معشوقہ ماست      رفقن بطوافِ کعبہ از عقل خطاست  
گر کعبہ از دہوے ندارد کنش است      بابوئے وصال او کنش کعبہ ماست

(بت خانہ میں اگر میرے محبوب کا تصور اس کا خیال میرے ساتھ رہتا ہے تو طواف کے لئے کعبہ جانا عقل کی

روئے غلطی ہو اگر کعبہ میں محبوب کی بو نہیں ملے تو وہ کنشت ہے اور آتش پرستوں کے عبادت خانہ میں اگر محبوب کی بو

ملے تو وہی میرا کعبہ ہے) کیا کریں کہتے ہیں اَبی اللہ ان یَتَّكُونَ لِصَاحِبِ النَّفْسِ الْیُّسْبِیْلًا

(نفس کے تعلق رکھنے والے کو اللہ اپنی طرف راہ دینے سے انکار فرماتا ہے) جب نفس کا فر کے ہوتے ہوئے کسی کے لئے

اللہ تک راہ نہیں ہے تو اس نفس کا راہ سے ہٹانا جس صورت سے بھی ہو طالبِ پر فرض عین ہو جاتا ہے حال

کی بنا پر۔ اہل ظاہر اور عبادت پرستان دیکھیں گے اور ندیان بکنے میں مشغول ہوں گے وہ بیچارے جانتے

ہی نہیں ہیں اِنَّ فِی الْخَمْرِ عَذَابٌ لَّیْسَ فِی الْعَنْبِ كِ اَنْگور کی شراب میں جو معنی یعنی نشہ ہے وہ انگور میں

نہیں ہے۔ نہ ہر جو ہلاک کرنے والا ہے اور حرام ہے بہت سے موقع میں دوا ہو جاتا ہے۔ جب طالب نے

اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت ازل سے یہ توفیق پالی اور اس نفس کا فر کو راہ سے اکھاڑ پھینکا تو اس نے

اپنا مطلوب پایا اور اس فرحت و انبساط میں یہ نالہ کرتا ہے اور کہتا ہے۔

معشوقہ عیاں بود نمی دانستم      با من بمیاں بود نمیدانستم

گفتم بطلب بجائے برسم      خود تفرقہ آں بود نمیدانستم

(معشوق تو ظاہر تھا مجھے معلوم نہ ہوا وہ تو ہمارے ساتھ ہی تھا میں بے خبر رہا۔ سوچا کہیں اس

کی تلاش میں چلوں یہی تو تفرقہ تھا مجھے پتہ نہ تھا) اور جب برادرِ عزیز اس کام سے آشنا

ہو گئے ہیں اور اس کام کے مشاہدہ کی استعداد ہو چکی ہے اور ابھی وقت ہے کہ اس کام کی طرف اور زیادہ

مائل ہوں اسی بنا پر اہل تصوف کی تمام تصنیفات کا خلاصہ اور نوع بنوع ان کے کلمات اور صوفیہ کے کلام

کا مجموعہ مکتوب میں لکھ کر بھیج رہا ہوں لیکن برادرِ عزیز کی جانب سے جدوجہد ضروری ہے تاکہ مقصود

تک پہنچ جائیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

لیک جدوجہد می باید ترا      تا در این گنج بکشاید ترا  
زانکہ در رہے کہ رنج آبخاہند      بیچ شک نبود کہ گنج آبخاہند  
جہد می کن روز و شب در کئے رنج      بو کہ ناگلبے بہ بینی روئے گنج

(لیکن تمہیں بھی جدوجہد محنت و مشقت لازم ہے تاکہ اس خزانہ کا دروازہ تم پر کھول دیا جائے۔ اس لئے کہ جس راہ میں محنت و مشقت رکھی گئی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسی رنج و مشقت کی راہ میں خزانہ بھی رکھا ہے اسی رنج و محنت کے کوپہ میں رات دن کوشش و کاوش کرتے رہو تاکہ یکایک وہ خزانہ تمہارے سامنے آجائے۔)

مطالعہ کے بعد اس خط کو چاک کر دینا تاکہ ہڈیاں بکنے ولے یا واگو اپنی یا واگوئی میں ملوث

نہ کر لیں۔



وَالسَّلَام

فقیر شرف مینری

## مکتوب ۹۱

### ترغیب و ترہیب لغت اللہ اور ڈرانے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرزند عزیز قاضی حسام الدین اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے نفس کے عیبوں کے دیکھنے کی بصارت عنایت کرے اور موت سے پہلے ان عیبوں سے طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے میں مدد فرمائے۔  
اے فرزند! فرعون لعین کے نفس میں خداوند جل جلالہ کے مثل، مقابل و مخالف ہونے کا جو مادہ تھا اسی کی بنا پر اس نے اَنَّا رَبُّكُمْ اِلَّا عَلٰی (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کا اعلانیہ دعویٰ کیا اور دوسروں کو یہی دعویٰ ہے لیکن ان کا اَنَّا رَبُّكُمْ اِلَّا عَلٰی کہنا پوشیدہ ہے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہ سادات      مسلمان در جہاں کتر فتاد است

(اسی کافر نفس کی وجہ سے جو ہماری سرشت و بنیاد میں ہے دنیا میں صحیح مسلمان کتر نظر آتے ہیں)

انشاء اللہ تعالیٰ فرزند عزیز زرفتنہ رفتہ اس معنی سے آگاہ ہوتے جائیں گے اور توفیق ایسی ہوگی

چاہیے کہ اس نفس کافر کو راہ سے اکھاڑ پھینکیں اور بارگاہِ لا الہ الا اللہ تک رسائی ہو جائے اگر خدا  
 نخواستہ اس نفس کافر کے ہوتے ہوئے موت آہنچی تو کَمَا تَعِيشُونَ مَوْتُونَ (جس مال میں زندگی گذاری  
 اسی مال پر مردے) کا حال ہوگا مَن يَتَكِنِ الشَّيْطَانَ لَدُنْهِ يَتَّخِذْهُ شَرِيْقًا (شیطان جس کا دوس و مقرب  
 رہا وہاں بھی قریب رہے گا)۔

س زانکہ ہر چیز کے سوداے تو اس ست چوں بمرودی نقد فرداے تو اس ست  
 راحت و محنت ازیں جامی برزند دوزخ و جنت ازیں جامی برزند  
 (یہاں جس چیز کا تجھے دھن اور جنون رہا مرنے کے بعد قیامت کے دن وہی چیز تیرے ساتھ ہوگی رنج و  
 راحت آرام و تکلیف سب یہیں سے لے جاتے ہیں دوزخ و جنت بھی اسی دنیا سے لے جاتے ہیں)

کل قیامت کے دن جب تیرے اٹھائے جائیں گے تو کَمَا تَمُوْتُونَ تَبْعْتُونَ (تم جس مال میں مرے  
 ہو اسی مال میں اٹھائے جاؤ گے) کا معاملہ ہوگا یہی وہ بات جو ایک بزرگ نے کہی ہے من کل الف والحد  
 للرحمن وتبعمائة وتبعون للشيطان کہتے ہیں کہ ہر ایک ہزار آدمی جو قبر میں رکھے جائیں گے ان  
 میں کل ایک آدمی اللہ کے لئے اور بقیہ نو سو سالوں کے (۹۹۹) شیطان کے حصہ کے ہوں گے۔ اسی مال میں کہا ہے

س ہر کرد و پیشش اس مشکل بود چوں تو اند کرد از ضد دل بور  
 کاش کہ ہرگز نہ بودی نام من تا بودے بخشش و آرام من  
 کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم تا نہ کردی گشتہ نفس کافر من  
 (جس کسی کو یہ شکل آپڑی ہو وہ بیچارہ اگر سودا رکھتا ہے تو کہہ ہی کیا سکتا ہے۔ سولے اس کے  
 کہ کہے کاش میرا نام و نشان ہی نہ ہوتا تاکہ یہ حرکت و سکون اعمال و افعال ہم سے وجود میں نہ  
 آتے۔ کاش مری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ اس نفس کافر کے ہاتھوں میں مارا نہ جاتا)۔  
 داستان بڑی لمبی ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے۔

شب رفت محمدیش با بیا نہ رسید شب را پد گنہہ حمدیش ما بور دراز  
 (رات ختم ہوگئی میری داستان تمام نہ ہوئی، میری کہانی ہی اتنی لمبی تھی اس میں غریب رات کا کیا تصور ہے)  
 اب اس بات کی طرف آتے ہیں کہ فرزند عزیز کو اس فقیر سے جو حن نلن ہے اس بنا پر اس فقیر  
 سے منسلک ہونے کا قصد و ارادہ کیا ہے اور طاقیہ کلا، درویشی کی درخواست کی ہے تو اس فقیر نے بھی فرزند  
 عزیز کو قبول کیا اور اپنے پیروں کا طاقیہ فرزند عزیز کو بھجوا ہے ازم ہے کہ جو شرائط ہیں وہ بجا آئیں یا

تصوف کے چند رویشوں کو بلائیں جتن کر میں ان کے حضور میں پہلے پختہ و کامل تو بیفصوح کر میں پھر ایمان کی تجدید  
 کریں پھر مردانہ دار اس راہ میں قدم آگے بڑھائیں اور بچے مریدوں کی طرف طاقیہ سر پر رکھیں اور یہ تصور کریں  
 کہ اس کام میں سر کی بازی لگا دیا، دنیا کو پس پشت ڈال دیا، رخ آخرت کی طرف کر لیا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَا  
 أَنْفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ پڑھیں اور دو رکعت شکرانہ ادا کریں  
 اور ہر روز اس جماعت سونیہ کے لوگوں کے اعمال و اعمال و اخلاق سے خود کو آراستہ و پیراستہ اور متجالی بنائیں  
 اور ہمت ایسی کریں کہ ان لوگوں کے مقامات و احوال تک خود کو پہنچادیں اور ان لوگوں کی نعمت و دولت سے  
 بہرہ ور ہو جائیں دنیا و آخرت دونوں میں ان کی حمایت میں رہیں۔ اس فقیر کے مکتوبات کا نسخہ وہاں دولت آباد  
 میں جس کے پاس ہو اپنے لئے اس کی نقل کر لیں ہمیشہ مسلسل پڑھا کریں اور بار بار غور و خوض کے ساتھ مطالعہ  
 میں رکھیں انشاء اللہ اس مذہب کے اصول و فروع اور اس گروہ صوفیہ کی روش اور ان کے معاملات اس کے  
 مطالعہ سے معلوم ہوں گے کیوں کہ قلم زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔ "مرید یا تو پیر کی زبان سے سُننے یا پیر  
 کے قلم سے معلوم کرے۔ اگر زبان سے سُننے میں معذوری ہے تو قلم سے سُننا چاہئے اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے  
 اس کام کا طریقہ یہی ہے۔ چنانچہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پیر رہ کبریت اجر آمدہ است سینہ او کراخضر آمدہ است

راہ در راست پیر آفتاب پیر راہ رورامی بساید راہ پیر

گر توبے رہبر سر و آئی براہ گر ہمہ کو ہی فسرد رفتی بچاہ

کو ہرگز کے تو اندرفت راست بے عصاکش کو در رفتن خطاست

گر ترا در دست پیر آید پدید قفل و دردت را کلید آید پدید

(پیرانی راہ اکسیر ہیں تانبے کو سونا بنانے والے، ان کا سینہ سبز سمندر ہوتا ہے۔ اسے لٹاکے راہ پری

لمبی اور آنت سے بھری ہوئی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے راہ بتلانے والا ضروری ہے۔ اگر تم

کسی راہبر کے بغیر اس راہ میں قدم رکھو گے تو اگرچہ تم کو وہ پیکر ہی کیوں نہ ہو۔ کنواں میں گر پڑو گے۔

اندھا کب سیدی راہ پل سکتا ہے لاکھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا پلنا ہی خطا ہے۔

اگر تجھے درد طلب ہے تو پیر خود ظاہر و پیرا ہو جائیں گے تم سے درد کے تالاک کی کنی تجھے مل جائے گی۔

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف منیری



# مکتوب ۹۲

## مجبوروں، لاچاروں کی امداد کرنے اور حاجتمندوں محتاجوں کی حاجت پوری کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۴ یہ دنیا تو انی کہ عقبیٰ خری بخسر جان من در نہ تربت بی  
 (جہاں تک ممکن ہو دنیا کے ذریعہ عقبیٰ کی خریداری کر لو اسے میرے عزیز و اگر تم نے یہاں نہیں خریدا تو پھر سرت ہوگی)  
 عزیزان و محبان جو اس علاقہ میں ہیں ان پر واضح ہو کہ خواجہ حاجی زائر احرارین، حال زندہ ہذا  
 یہ ایک درویش صاحب آل و اولاد ہیں معاش کی قلت نے انہیں اضطراب و پریشانی میں ڈال دیا ہے اسی  
 بنا پر اس طرف جانے کا انہوں نے غم کر لیا ہے جس عزیز اور دوست کے پاس یہ پہنچیں چنانچہ آپ لوگ  
 اپنے اخلاق کریمانہ سے حاجتمندوں اور ضرورت والوں کی حاجت روائی اور ضرورت میں کمی کر کے ہل رہے ہو گئے اپنے  
 لئے آخرت کا ذخیرہ جمع کیا ہے ان کے پریشان دل کو بھی اپنے اسکان بھر مٹھن کر لیں اور ان کی دل میں فریض  
 حق سبحانہ تعالیٰ آپ عزیزوں کے دلوں کو دنیا و آخرت دونوں جگہ طمانیت عطا فرمائے گا اپنے فضل و احسان سے  
 آن عزیزان و محبان و نشیں کر لیں کہ دنیا کے عیوب اتنے زیادہ ہیں کہ تحریر و بیان میں نہیں آسکتے لیکن ان عیوب  
 کے باوجود اس دنیا کا ایک ہنر بھی ہے کہ یہ آخرت کمانے کی کھیتی ہے یعنی مزرعہ آخرت ہے خاص خوش قسمتوں  
 کے لئے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ دنیا اس کی سواری جاتی ہے جو سخاوت دنیا منی سے سوا لا ہوا ہوتا ہے کہ  
 نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّسُولِ الصَّالِحُ (کتنا اچھا مال ہے جو صالح آدمیوں کے لئے ہے) اسی کو خواجہ  
 عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

چون چنین کردی ترا دنیا نکوست بس برے ہیں تو دنیا را در دست  
 تو بنیاد ریشو مشغول خویشی بلکہ درے کار عقبیٰ گیر بیش

(اگر تم نے ایسا کیا دنیا تمہارے لئے اچھی ہے تو دنیا کو دین کے لئے دوست رکھو۔ تم دنیا میں  
اپنی دنیاوی منفعت کے لئے مشغول نہ ہو بلکہ اس میں آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کر لو۔)

خصوصاً دولت مندوں، ارباب حکومت، منصب داروں، اور اصحاب قد و منزلت کے لئے حق سبحانہ  
تعالیٰ تک راہ اس سے زیادہ نزدیک اور کون سی ہے چنانچہ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا اللہ جل شانہ تک  
پہنچنے کے لئے کتنی راہیں ہیں انہوں نے کہا: جو جرات میں جتنے ذرے ہیں ان کی تعداد میں حق تعالیٰ تک  
پہنچنے کی راہ ہے۔ لیکن کوئی راہ لوگوں کے دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ قریب اور مفید تر نہیں ہے اور  
ہم نے اسی راہ سے حق سبحانہ تعالیٰ کو پایا ہے اور اپنے مریدوں کو بھی ہم اسی کی وصیت کرتے ہیں چنانچہ اسی مجلس  
میں جہاں یہ گفتگو ہو رہی تھی کسی نے کہا اس ملک کا بادشاہ شب بیداری کرتا ہے بہت زیادہ نفل نمازیں  
پڑھتا ہے اور نفل روزے بھی بہت زیادہ رکھتا ہے۔ ان بزرگ نے کہا اس غریب نے اپنی راہ کھودی اور دوسروں  
کے کام کو اس نے اختیار کر لیا ہے لوگوں نے پوچھا یا شیخ! اس کے کام کیا ہیں؟ کہا اس کی راہ اس کا کام ہے  
کہ وہ طرح طرح کے لذیذ کھانے اور نعمتیں کھا کر بھوکوں کو کھلائے اور قسم قسم کے کپڑے سلا کر تنگوں کو پہنوائے  
اور برباد و ویران دلوں کو آباد کرائے اور حاجتمندوں، محتساجوں کی دستگیری ان کی حاجت روائی  
کرے شب بیداری، نفل نمازیں، نفل روزے یہ سب تو درویشوں کے کام ہیں۔ بادشاہوں، امارد و ملوک  
کے کام نہیں۔

وَالسَّلَامُ  
شرف منیری



## مکتوب ۹۲

چھپے ہوئے کفر کے معلوم کرنا اور اوصاف مسلمانانہ کے ظاہر ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے شدہ ہر دو جہاں از تو پدید      ناپید از جان و جان از تو پدید  
اے جسم و جان نہسا دیدار تو      گم شدہ عقل و سر دور کار تو  
اے جہاں جاں ہمک حیران تو      صد ہزاراں عقل سرگردان تو

۱۱۔ وہ کہ دونوں جہاں تجھ سے ظہور میں آیا جان جان سے ظاہر نہیں ہوئی جان تجھ سے پیدا ہوئی ہے۔

لے وہ کہ جسم و جان سے تیری تقاضی دیدہ نہیں ہے، عقل و ہوش تیرے کاموں میں گم اور عساج ہیں۔  
 لے وہ کہ تو سارے عالم کی جانوں کا جہاں ہے سب حججہ سے عالم حیرت میں ہیں ہزاروں عمل تیری حقیقت کی تلاش میں سرگرداں ہیں،  
 برادر عزیز کا خط لایا، پڑھا اللہ کا شکر ہے آپ کے جانے کے بعد یہاں کے کاموں میں خلل پیدا نہ ہوا اور

کوئی آفت نہ آئی گرچہ اس کا اندیشہ تھا۔

لے بھائی! دوستوں محبتوں، قرابت مندوں، بیوی بال بچوں کی مجبوریاں حق سبحانہ تعالیٰ سے ہٹا کر  
 اپنی طرف اگر مشغول کریں تو اسے مَا يَشْتَغِلُ عَنْ لِحْقِي ذَهْوًا هُرْتُكَ (جو چیز حق سبحانہ تعالیٰ کی مشغولی سے  
 ہٹا کر اپنے میں مشغول کرے وہ تہا را بت ہے) کے تحت سمجھو اور جناب خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ اجمعین کی اتنا کر داور کہو فَا نَحْمُدُ  
 عَدُوْلِي الْاَسْرَابِ الْعَالَمِيْنَ (بیشک وہ ساری چیزیں میرے دشمن ہیں سوائے اللہ رب العالمین کے) چنانچہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ  
 فرماتے ہیں۔

حریہ جز حق چو زان گرفتہ چشم جب سرنیلت نباید اندر چشم

(اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں نہیں تم دشمن جانو یہاں تک کہ تمہاری آنکھوں میں جس سرنیل کی بھی سمانی نہ ہو)

جناب خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ میں آخر تم نے سنا ہے کہ جناب جبریلؑ کو جواب دیا اِنَّا اِيْكُفُّوْا  
 (عاجت تو ہے لیکن آپ نہیں) شرع کا فتویٰ ہے الرفیق ثمال الطہریق (دین کی راہ میں ایک رفیق سفر موافق حال کا  
 ہونا پسندیدہ ہے اگر ایسا رفیق ملے۔ ایسے لوگ ملتے کہاں ہیں۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یار ہمدرد بس عجیب بود و بدست آیت غریب بود

پس نہ کو گفتم اندہ شیاراں خانہ یار و راہ ریا راراں

(ہمدرد رفیق، شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں اگر مل جائیں سمجھ لو ایک نادر حسین مل گئی۔

اس راہ کے ہوش مندوں نے اچھی بات کہی ہے کہ گھر کے لئے معاون اور راستہ کے لئے رفیق و راہبر چاہئے)

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

(تو جو کوئی انکار (کفر) کرے خدا کے علاوہ ہر اس چیز سے جس کو پوجتے ہیں اور خدا پر ایمان لائے تو بیشک اس

نے مضبوط پکڑ لیا اللہ کی رسی کو)

لے بھائی! یقین کر دو جب تک یہ کفر نہیں ہوتا یعنی کفر بالطاغوت نہیں ہوتا یوں باللہ کا

جمال کوئی کیسے دیکھتا اور طاغوت کیا ہے مَا شَغَلْتُكَ مِنْ لِحْقِي طَاغُوتٌ یعنی بت وہ ہے جو جس حق تعالیٰ سے

ہٹا کر اپنے ہاٹ مشغول کرے۔ اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ طاغوت ہے۔

ایک درویش نے طاغوت کی تصریح میں کہا ہے کل اُمیر نفسہ ہر شخص کا نفس اسکا طاغوت یعنی بت ہے یہاں "کفر" تبریٰ یعنی نفرت و بیزاری کے معنی میں ہے۔ اس معنی میں کہا ہے۔  
 کفر اندر خور خود قاعدہ ایمان ست آسان ساں بکافری توں رفت  
 (کفر خود اپنی ذات سے ایمان کے قاعدہ میں ہے کافری سے آسانی کے ساتھ نہیں نکل سکتے)  
 عاشق معشوق، عشق یہ کثرت کا عالم ہے بلاشبہ وحدت کا عالم تو ایک ہی ہے۔ اس شعر میں  
 اسی کا اشارہ ہے۔

در دوئی عقل راست پیچا پیچ چشم ایماں دوئی نہ بیند پیچ  
 گرد گرد و واحد کارے بود ورنہ بیشک رنج بیائے بود  
 (دوئی دیکھنے ہی میں عقل کے لئے الجھن اور عیبیدگیاں ہیں ایمان کی آنکھ دو نہیں دیکھتی ہے  
 اگر عدد اند ہو جائے یعنی کثرت میں وحدت ہو جائے تو کام ہو گیا ورنہ بلاشبہ بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔)  
 دل مطمئن رکھیں اور اپنے کام میں لگے رہیں جس طرح کہا جائے اس پر عمل کرتے رہیں یہاں تک کہ وہ وقت  
 آجائے کہ تمہیں سارے جہان کے لئے ہم ایک نمونہ بنا دیں الی اخرہ۔  
 امید ہے جلد ہی اس کفر تک رسائی ہو جائے گی اور جب اس کفر تک پہنچ گئے تو حقیقی مومن ہو گئے پھر  
 غیر کا وجود ہی نہیں ہوگا اور جو چیز بھی تمہارے اندر ظاہر ہوگی وہ اس کے عالم سے ہوگی اور تم پیچ میں ایک  
 نشان کے طور پر ہو گے۔

چون ز جسم و جان بروں آئی تمام تو نہ مانی حق بسا ند والسلام  
 جب تم جسم و جان ظاہر و باطن سے کامل طور پر نکل آئے تو پھر تم کہاں رہے بسا نہ ہی اللہ رہ گیا والسلام)  
 بی بیسم و بی بیصرو بی بیطش و بی بیمشی (میں بندہ کی شنوائی، بینائی اس کی جان اس کا چلنا  
 ہو جاتا ہوں) کا اشارہ اسی طرف ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (وہ تیرے جو آپ نے پھینکا وہ آپ  
 نے نہیں پھینکا اللہ نے پھینکا) کی رہنمائی بھی اسی جانب ہے۔

باتو چوں رُخ بہ آئینہ مصقول نازرہ اتحاد اور دئے حلول  
 (آئینہ دل اگر صاف و شفاف ہے تو تیرے چہرہ کی طرح اس میں وہ نظر آئے گا حلول و اتحاد کی طور پر نہیں بلکہ حقیقتاً)  
 اور احوال معانی میں سے جو چیز غلبہ پیدا کرے اور تمہارے باطن کو بھر دے تو سب کو گھونٹ جاو اور  
 جوش میں نہ آو اور اس کی محبت کے مقام سے حل من مزید اور ملے اور ملے کا نعرہ لگاؤ۔ امام شبلیؒ

کایہ کہنا یاد دیکھنے کے لئے متحیر ہونے والوں کے چراغ راہ میری حیرت اور بڑھائیے (زیاتی کا تقاضہ ہی تو ہے۔)

گر تو صد دریا در آسماں بزور پیمو کوہی باش چوں دریا مشور

(اگر تو سو دریا اپنی طاقت سے گھونٹ جائے تو بھی پہاڑ کی طرح ساکن رہ دریا کی طرح شور نہ کرے)

اور مجھے دکھا ہے کہ جب اپنے اندر غور کرتا ہوں تو خود کو کامل طور پر ختم پاتا ہوں، دو گانہ شکر ادا کیجئے

اسے گردش کہتے ہیں اس کے بعد روش عنایت فرمائی جائے گی اور اس کے بعد کشش کی دولت حاصل

ہوگی کہ جو اللہ جل شانہ کی کششوں میں سے خاص کشش ہے یعنی جذبہ منجذب بات الحق تواری

عمل الثقلین اپنا جمال جہاں آرا دکھلائے گا۔ اسی منزل میں سیر طیر سے بدل جاتی ہے اپنے حال کے

مطابق یہ شعر سنو۔

در جہان معرفت بالغ شدی از خود و از ایں دآن فارغ شدی

(معرفت کی دنیا میں تم بالغ ہو گئے اپنے آپ سے اور سب سے فارغ ہو گئے)

اے بھائی! اقرار و تصدیق تو تمہاری اپنی صفت ہے جب صفت باقی رہی موصوف بھی

باقی رہے گا اور یہ کثرت ہوگی وحدہ لا شریک لہ کیسے ہوگا۔

مصرعہ۔ "غوغا بود و بادشاہ اندر ولایتے۔" ایک ملک کے اندر دو بادشاہ ہوں تو بدامنی ہوگی

إِنَّمَا أَنَا وَالْمَآئِنَاتُ (یا میں یا تو)

اے صدف جوئی جو ہر ادا جام جاں را بنہہ بسا حل لا

تا بجا روب لا نہ رو بی راہ نہ رسی در سرے الا اللہ

(اے وہ شیب تو ادا کا موتی ڈھونڈتا ہے تو اپنے جان کے پیمانے کو لا کے ساحل پر رکھ دے

جب تک لا کے جھاڑو سے راہ نہیں بہا تا الا اللہ کے خیمہ تک نہیں پہنچ سکتا) اور خواجہ عطار کی

جان پر اللہ کی رحمت ہو جو۔ فرمایا ہے۔

ہمچ ہستم می ندا نم یا نسیم چوں ہمہ ہم اوست آخر من کنم

(میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں میں نہیں جانتا جب سب کچھ وہی ہے آخر میں کون ہوں؟) یہ مسئلہ سب کے

لئے مشکل رہا ہے کیا کیا جائے یہ ایک معمہ ہے۔

سریت در آن زلف تو سربتہ نگارا لیکن چو تو اں کر دک با مانکشائی

اس لیے محبوب آپ کی زلف میں ایک ایسا راز ہے کہ جو کبھی نہیں کیا گیا جانتے کہ آپ وہ راز کبھی نہیں کھولتے (چنانچہ کچھ اہل تصوف فرماتے ہیں کہ توحید کو جو کھول کر بیان کرے اس کا قتل کرنا دوسروں کے زندہ رکھنے سے بھی بہتر ہے۔ کیونکہ رُبوبیت کے راز کو ظاہر کرنا کفر ہے اس لئے کہ یہ راز اگر ظاہر ہو جائے تو نبوت باطل نظر آنے لگے احکام نبوت کا ظاہر ہونا ایمان کی قوت، شریعت کا قیام اس راز کے پہاڑوں پر ہے، دین کا نظام اور اصلاح و تدبیر اسی طرح باقی رہ سکتی ہے۔ **وَالْمَلِكُ غَالِبٌ عَلَى السُّورِ** "عالم" یعنی علوم تین قسم کے ہیں علم ظاہر جسے اہل ظاہر کے سامنے بیان کیا جاسکتا ہے۔ علم باطن جسے اہل باطن کے سوا اور کسی کے سامنے نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اور غیر علم وہ ہے جو اس علم کے ماہل کرنے والے اور اللہ کے درمیان راز ہے اور وہی حقیقت ایمان ہے۔ اس علم کو اہل ظاہر اور اہل باطن دونوں کے سامنے نہیں کہا جانا چاہیے۔

لئے بھائی! تحریر و بیان میں تو وہی علم آسکتا ہے جہاں علم و عقل کی گنجائش ہو اور جہاں علم و عقل ہی دامانِ مفلس ہوں وہاں اس کا کیا ذکر۔ جیسا کہ کہا ہے۔

این چنین کارے کہ در پیش آمدست علم مفلس عقل در پیش آمدست

(یہ علم جس کے حامل اللہ کے عارفین ہیں اس کام سے علم مفلس، بینوا عقل ہی دامانِ نادار ہے)

چنانچہ کچھ لکھا جاسکتا ہے اس کا نشان ان اشعار سے سنو شاید کسی دن اس مقام تک تمہاری رسائی

ہو جائے انشاء اللہ۔

عشق برتر ز عقل و از جانش لی مع اللہ وقت مردان ست

کفر و دین عقل نامتسا بود عشق با کفر دین کدام بود

عشق را امروز و فردا کے بود کفر و دین میں آج اور فردا کے بود

(عشق، عقل و جان سے بالاتر ہے لی مع اللہ وقت لا ینعی ملک مقرب۔ مردانِ خدا کے خاص

اوقات ہیں۔ کفر و دین کے سمجھنے میں جب عقل ناقص ہے۔ عشق تو کفر و دین سے بہت آگے ہے۔

عشق میں آج اور کل کہاں ہوتا ہے کفر و دین میں یہاں اور وہاں کا سوال کہاں ہوتا ہے۔)

یہاں پر دل میں کچھ دوسرا آسکتا ہے۔ اسے بھائی! تم جانتے ہو کہ ذمہ داریاں عقل کے دائرہ و حدود

میں ہوتی ہیں اگر آدمی عقل کی حدود میں ہے تو ذمہ داریاں ہیں اور نہیں ہے تو شرع کی پابندی نہیں ہے عشق

کے اطوار عقل کے طور و طریقہ سے بالاتر ہوتے ہیں اسی کو کہا ہے۔

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ ست بیدلاں را عشق تشریف آمدہ ست

(عقل والوں کے لئے شرع کی پابندیاں ہیں دیوانوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے۔)  
 الْعِشْقُ جَنُودُ الْهَلِيِّ (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) جو مرداریاں عقل والوں پر ہیں وہ دیوانوں پر نہیں ہوتی  
 ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ از دیوانہ آید در وجود عفو فرمایند از دیوانہ زود  
 (دیوانہ سے جو بات سرزد ہو جاتی ہے وہ اس کی دیوانگی کی بنا پر اسی وقت معاف ہو جاتی ہے)  
 تو تو ای مہر و کیں از امد تو تو ای کفر و دین از امد  
 ایں ہمہ زنگہاے بد نیز ننگ خم و حدت کند ہمہ مکر ننگ  
 (دوستی و دشمنی تمہاری توئی کی پیداوار ہے، کفر و دین بھی تمہاری توئی کی بنا پر ہے۔  
 یہ تمام زنگارنگی اپنی زنگینوں سے جو بھری ہوئی ہے توحید کی خراب سب کو لیکر ننگ کر دیتی ہے)  
 اتنا بھر جو لکھا گیا وہ اسی قسم کو ظاہر کیا گیا ہے جب اس جماعت صوفیہ کے کلمات اور ان  
 کے اشعار مطالعہ کریں گے تو اس حقیقت کو سمجھ سکیں گے اور ترقی کریں گے یہاں تک کہ وہ وقت آجائے  
 گا کہ اس اصل تک پہنچ جائیں گے کہ جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ علم و عقل سے آگے اور کوئی معاملہ ہی نہیں  
 ہے جب آدمی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے تو سب کچھ جان لیتا ہے اور دیکھ لیتا ہے جیسا کہ اس کی حقیقت  
 ہے۔

عشق با سر بریدہ گوید راز زانکہ داند کہ سر بود غماز  
 (عشق ان لوگوں سے اپنا راز کہتا ہے جن کے سر جدا ہوتے ہیں اس لئے کہ سر کے ہوتے ہوئے آنکھ اشارہ اشارہ  
 میں راز کہہ دیتی ہے۔)



وَالسَّلَامُ  
 شرف منیری

مکتوب ۹۲

عاجزی انکساری اور دوستوں سے موافقت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ مغربی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام

شرف میری جو اپنی غطاؤں سے شرمندہ اور اپنے قصوروں سے نجل ہے اور جب تک زندہ ہے  
اسی کی حسرت و ندامت میں رہے گا۔ سلام و تحیت و فوراً شتیاق کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

چنانچہ دردِ عالم حاضر کہ جاں در جسم و خون در گ  
فراموشم نہ وقتے کہ دگر وقت یاد آئی

(آپ میرے دل میں ایسے رہتے ہیں جیسے جسم میں جان اور رگوں میں خون ہوتا ہے۔ ایسا کوئی وقت ہی نہیں  
ہوتا کہ میں آپ کو بھولوں جو دوسرے وقت یاد آئیں۔)

عرض ہے ملک حسام الدین کی بار آئے تھے آپ برادر کا سلام پہنچاتے رہے اسے میں نے اپنے  
لئے دولت ابدی اور سعادت سرمدی تصور کیا الحمد للہ علی ذالک۔ جب وہ واپس گئے تو ان ہی معرفت ایک  
مکتوب میں نے آپ برادر کی خدمت میں بھیجا ہے انشاء اللہ مل گیا ہوگا۔ چونکہ آپ مقام بستالہ میں رہتے  
ہیں اور وہ مقام ایک گوشہ میں واقع ہے ہر شخص کی وہاں تک گذر نہیں ہے اور ہر شخص آں برادر تک نہیں پہنچ  
سکتا اسی بنا پر خطوط اور تحفے نہیں بھیجے جاتے ورنہ متواتر بھیجتے رہتے۔ یہ چند دن کی زندگی جو باقی ہے اپنی  
دلی توجہ اس بے اقبال کی طرف اور اپنی ہمت خاص اس فقیر کے کام میں فرمائیں تاکہ حق سبحانہ تعالیٰ اس گناہ  
سے باہر نکالے کیا کروں مجبور ہوں پاؤں میں بیڑیاں ہیں شریعت اجازت نہیں دیتی دگر نہ اس وقت اسی  
حال میں وہاں آجاتا اور اس مسجد کے در پر جہاں آپ برادر قیام پذیر ہیں مجاوری کرتا اور اپنا غم دکھاتا۔  
گردست رسد ہزار جاہم در پائے مبارکت فشانم

(اگر مجھے ہزار جان ملے تو آپ کے قدم مبارک میں قربان کر دوں) اگرچہ اس بے اقبال

نے بہت چاہا کہ ہندوستان سے قدم باہر نکالے اس طرح مسلمانوں کی صحبت اور درویشوں کی خدمت میں  
رہ کر شاید مسلمان ہو جائے لیکن اس نے موقع نہ دیا آخر کار اس بے اقبال کا حال کیا ہوگا خدا ہی جانتا ہے ابھی  
تک زار بندی گردن سے دور نہیں ہوئی ہے توحید کا جمال دیکھنے میں نہیں آیا اور اہل کفر و شرک کے درمیان  
بت پرستی میں عمر گذر رہی ہے جس قدر اپنا جائزہ لیتا ہوں ہر سمت سے دیکھتا ہوں سوائے بت، زنا، کفر  
شرک، نفس کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی ہے فریاد فریاد المدد المدد المدد۔

اندیس فتنہ کہ فریاد رسد جاں مرا ترک قتال و فرس تند شکارے ماندہ

(معتوق یعنی میا جان لہوا گھوڑا تیز رفتار غریب شکار عاجز تھکا ہوا ایسے فتنہ میں ہماری جان کس کی

دہانی دے کس سے مدد مانگے) مَنْ قَاتَ الْمُؤْمِنِي قَاتَ الْكُفْرِ (جس سے سولا چھوڑا اس سے سب کچھ چھوٹ گیا)

اس بے دولت کے لئے دونوں جہاں کی مصیبت ہے اور مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا عَمِي تَهُوَ فِي الْآخِرَةِ عَمِي



(بدیہاں نابینا رہا وہ آخرت میں بھی نابینا ہی رہے گا) ابھی تک اس بے مایہ کا دامن اس سے نہیں چھوٹا ہے کیا تدبیر کروں۔

کجا روم چہ کنم؛ کراشفیع آرم دے کہ رفت ز دستم چہ گو نہ باز آرم  
 (کہاں جاؤں، کیا کروں، کس کو شفیع لاؤں۔ وہ دل جو ہاتھ سے جا چکا ہے اُسے کیسے واپس لاؤں۔)  
 میرا حال تو عجیب ہے کوئی شیخ کہتا ہے کوئی آکر مرید ہوتا ہے کوئی ملک المشائخ لکھتا ہے کوئی قطب  
 الاقطاب کہتا ہے اور اس عالی جناب کا یعنی اپنا حال یہ ہے کہ ابھی تک گردن سے نفس کی زنارداری نہیں  
 اتری ہے اپنی کیا فضیلت تھی ہے۔ اس کی جان پر رحمت جس نے کہا ہے۔

صوفی وسیہ پوش سُشدی شیخ چلدار این جملہ سُشدی دے مسلمان سُشدی  
 (صوفی ہونے، سیاہ پوش ہونے، شیخ چلدار بننے یہ سب ہوتے لیکن مسلمان نہ ہوتے۔)  
 لے بھائی! اس خاکسار بے دولت کا حال تحریر و بیان سے باہر ہے یہ ایک شعر اعتباری حیثیت  
 سے میرے حال کے بالکل موافق ہے۔

نمیدانم کلامم بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہند نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم  
 (میں نہیں جانتا میں کیا ہوں اپنی سیرت تو بس یہ ہے کہ میں نہ ہند ہوں نہ مسلمان نہ مرتد ہوں نہ بدکار)  
 اس حال میں دوستوں کی طرف دوڑنے اور محبتانہ خاص کے در پر پڑے رہنے اور ان سے امداد طلب کرنے  
 کے سوا اور دوسری کیا تدبیر ہے؟ اپنی نعمت و دولت کی زکوٰۃ سے اس مفلس و بے نوا پر عنایت خاص فرمائیں  
 اور وہ وقت کہ لَمَّعَ انوارُ وقت کی عبارت سے آراستہ ہے اس میں اس بے دولت کے لئے اس رب العزت  
 کی بارگاہ سے طلب کریں اور لے کر آئیں۔ مصرع "رفتم از دست گزگیری دستم" (میں ہاتھ گیا اگر میری دستگیری  
 نہ کی گئی)

در باب دگر تو در نیابی تا چیز شوم درین خسرابی  
 (میری خبر لیجئے اگر میری خبر نہ لی گئی تو اس تباہی و بربادی میں میں تباہ ہو جاؤں گا۔)  
 ہمیشہ اور ہر وقت جبکہ یہ دنیا قائم ہے گرے پڑے دوستوں کو دوستوں اور یاروں نے ہی سہارا دیا ہے  
 اور انکی دستگیری کی ہے۔ مصرع "یار کار افتادہ ریا راری ہم از یاراں رسد" (ناکارہ گرے پڑے دوستوں کو  
 ہمیشہ دوستوں ہی نے سہارا دیا ہے) اس بے مایہ بے نصیب جو غلطائیں غلطیاں وجود میں آئیں ہیں وہ سب تو ظاہر  
 معلوم ہیں۔ لیکن عفو و درگزر فرمانے والے کی نظر اس پر نہیں ہوتی اس کی نگاہ تو اپنے کرم نوازش و قبولیت

کو دیکھتی ہے جو ادبار میں ہوتا ہے اس سے ہمہ دم جفا ہوتی ہے لیکن قبول فرمانے والے کی جانب سے دنیا کا اظہار ہوتا ہے بے دولتوں کے قصور ہوتا ہے دولت والے عزت سے نوازتے ہیں۔

در رحمت خود ہیں و میں در گنہ ما پائے ز گنہ از سر تا ناخن پائیم

(اپنی رحمت کو دیکھئے ہمارے گناہوں پر نظر نہ کیجئے۔ میں نوسر سے پاؤں کے ناخن تک گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں)

والسلام (فاکار شریفی)

**نوٹ:** اے سبحان اللہ! نہ ہے عجز و انکسار و انبوہ دولت فیمن رحمت مخدوم جہاں اور نہ ہے مقام حضرت شیخ مغربی

رحمہم اللہ و قدس اللہ اسرارہم۔ طفیل ہر دوایں پیراں امید آبرو دارم۔ یہ آن درگاہ قدسی آیتہ لا تقنطوا دام

مخدوم جہاں نے حضرت مولانا کو مکتوب ۱۳۱ میں لکھا ہے۔ آدمی فیمن رحمت جس قدر اپنے اندر زیادہ دیکھے

اسی قدر عاجزی، کتر بینی، نیاز مندی، انکساری پیش کرے۔ خاک پائے قسیم عقی عنہ!

جامع مکتوبات نے جب مکتوبات کی تدوین کی ہوگی اس وقت حضرت شیخ مغربی کا وصال ہو چکا ہوگا۔ اس لئے رحمۃ اللہ علیہ کا

اضافہ کر دیا ہوگا۔ ورنہ ”رحمۃ اللہ علیہ“ لکھنے کے کیا معنی؟



## مکتوب ۹۵

### عدل و انصاف اور مظلوم کی طرف امداد کی نظر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ فوائد اس خط سے منقول ہیں جو خواجہ عابد ظفر آبادی کے التماس پر سلطان الشرق

فیروز شاہ تغلق کو لکھا گیا تھا جب کہ ان کا کچھ مال ظلم سے تلف ہو گیا تھا۔

حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم حضور رسالت پناہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ منظمہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے تھے کہ ایک

آدی آیا اس نے دروازہ کھٹکھٹایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا باہر جا کر دیکھو کون ہے۔ میں

باہر گیا ایک نہرانی کو دیکھا کھڑا ہے اس نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں؟ میں نے کہا ہاں!

پھر وہ اندر چلا آیا اور کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول ہوں خدا نے مجھے لوگوں

کے پاس بھیجا ہے تاکہ میں انہیں اسلام کی دعوت دوں اگر آپ سچے رسول ہیں تو کسی طاقتور کو کمزوروں

پر ظلم کرنے کے لئے آزاد نہ چھوڑیئے۔ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہارے ساتھ کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا ابو جہل نے میرا مال لے لیا ہے۔ حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اٹھے وہ آرام کرنے کا وقت تھا۔ سخت گرمی تھی حضور اسی حال میں روانہ ہوئے تاکہ اس مظلوم کی مدد فرمائیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وقت دوپہر کا ہے۔ سونے کا وقت ہے، گرمی بھی شدید ہے۔ شاید ابو جہل سو رہا ہوگا اور بہت غضبناک ہو جائے گا۔ حضور نہیں رُکے اسی غصہ کے حال میں روانہ ہو گئے۔ ابو جہل کے دروازہ کو پیٹا۔ ایسا کہ ابو جہل غضبناک ہو گیا اور لات و عزلی جو اس کے بڑے بُت تھے۔ اُس کی قسم کھائی کہ جس نے دروازہ پیٹا ہے اسے قتل کر دوں گا۔ جب وہ باہر آیا دیکھا حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم در پر کھڑے ہیں۔ اس نے کہا اندر آجائیے۔ میرے پاس کسی کو کیوں نہیں بھیجا دیا۔ حضور نے غصہ میں فرمایا، تم نے اس نصرانی کا مال کیوں لے لیا ہے اس کا مال واپس کر دو۔ اس نے کہا کیا اسی کام کے لئے آپ آگئے کسی صحابی کو کیوں نہیں بھیجا دیا کہ اس کا مال میں لے لو اور اتنا حضور نے فرمایا بات زیادہ نہ بناؤ۔ اس کا مال فوراً واپس کرو۔ پھر ابو جہل نے اس کا سارا مال نکال کر اس نصرانی کے حوالہ کر دیا۔ حضور نے پوچھا اے نصرانی! تیرا سب مال تجھے مل گیا۔ اس نے کہا ایک بوری یا بوری سینے کا سوا، نہیں ہے حضور نے کہا اس کی بوری اسے لوٹا دو۔ اس نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ جائیے میں اسے پہنچا دوں گا۔ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز میں نہیں جاؤں گا جب تک اسے واپس نہیں کر دو گے۔ ابو جہل گھر کے اندر گیا۔ وہ بوری نہیں ملی اس سے اچھی بوری لے آیا۔ کہا وہ تو نہیں ملی۔ لیکن اس سے یہ اچھی ہے جو اس کے عوس میں دے رہا ہوں۔ حضور نے دریافت فرمایا اے نصرانی یہ اچھی ہے یا وہ اچھی تھی؟ اس نے کہا یہ اچھی ہے۔ حضور نے فرمایا اگر تم کہتے وہ اچھی تھی تو ہرگز میں نہیں لوٹتا جب تک اس کی قیمت نہ دلوالیتا۔

اور ایک دوسری روایت آئی ہے کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی مظلوم کی مدد کرتا ہے خداوند تعالیٰ قیامت کے دن پُلِ صراط سے گزرنے میں اس کی مدد فرماتا ہے اور اسے بہشت میں داخل فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مظلوم کو دیکھے اور وہ مظلوم اس سے مدد طلب کرے اور وہ شخص اس کی مدد نہ کرے تو سو کوڑے آگ کے اسے قبر میں لگائے جائیں گے۔

اور ایک دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مظلوم کی مدد کرتا ہے تو تہتر مغفرت اس کے لئے لکھی جائے گی۔ اس میں سے ایک مغفرت

ایسی ہوگی کہ جس کے ذریعہ دنیا کے کام اس کے بن جائیں گے اور بہتر ایسے ہوں گے جو دین اور عقبی میں اس کے کام آئیں گے۔

ایک اور دوسری روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ شہر کے باہر ایک قافلہ آکر ٹھہرا ہوا تھا۔ حضرت عمر خطابؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا آؤ چلیں شہر کے باہر جو قافلہ آکر ٹھہرا ہوا ہے اسکی پہرہ داری کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ ٹھکن سے چور ہو کر سو رہیں۔ اور کوئی ان لوگوں کے سامان سے کچھ غائب کر دے۔ دونوں حضرات گئے۔ اور رات بھر یہ رہ دیتے رہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رَحَمَاءٌ بَيْنَهُمْ کی صفت سے اس درجہ آراستہ فرمایا ہے کہ تمام مسلمانوں پر وہ رحم فرمانے والے اور ان کا غم کھانے والے ہو گئے ہیں۔

الحمد للہ! آج آپ کی ذات معظمہ و مکرم مظلوموں اور عاجزوں کی پناہ ہے۔ اور عدل و انصاف آپ کے دربار سے عالم میں جاری و ساری ہے آپ کو وہ سعادت حاصل ہے جس کی خوشخبری حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ ایک ساعت کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے اعلیٰ و افضل ہے۔ عاقبت بخیر ہو۔



وَالسَّلَامُ  
حَقِيقَةُ شَرَفِ مَنِيْرِي

## مکتوب ۹۶

### کمال تواضع اور سابق نوازشات میں

داؤد ملک داماد سلطان محمد تعلق کے نام ان کے خط کے جواب میں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

شرف منیری جو سگ بارگاہ علماء ہے سلام تحیت ہزاروں ہزار نجلت و شرمندگی اور ہزاروں ہزار معذرت و سزا فگندگی کے ساتھ صدر کی جناب میں پیش کرتا ہے۔ عرض یہ ہے کہ خاکنار سگ رو سیاہ کون ہوتا ہے کہ جناب صدر اس درجہ تواضع (عاجزی) کے ساتھ خط میں اس کا تذکرہ کریں۔ لیکن اس! یہ اس حکایت کے مانند ہے جو لوگوں نے مشک کے کبابچہ میں ایک عیب سے اس نے پوچھا

وہ عیب کیا ہے؟ کہا تو اپنی خوشبو ہر شخص کو پہنچاتا ہے۔ اہل اور نااہل کی تمیز نہیں کرتا مشک نے کہا۔ میں یہ نہیں دیکھتا کہ یہ شخص کون ہے اور کس رتبہ کا ہے بلکہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ ورنہ یہ اہل دبار و خدلان کون ہوتا ہے کہ جناب صدر اس کو ملک الشائخ قطب الدیاب کے اتفاقاً یاد کریں وہ خود کو ایک معتقد کی حیثیت سے پیش کریں۔ افسوس صد افسوس! اس بے اقبال کا معاملہ تو یہ ہے کہ شقاوت و ادا بار خاکی ساری بت پرستی و زنا ردا کی لعنت سے آگے نہیں بڑھا ہے۔ اور لوگوں کو اس بے اقبال کے متعلق اور اس مخدول کی منافقی سے دوسرا ہی گمان ہوتا ہے۔

حکایت ہے کہ ایک بزرگ ایک شخص کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوئے۔ نماز کے بعد کسی کی زبان سے یہ سنا کہ شیخ اس شہر میں نیک نام تھا۔ ان بزرگ نے کہا اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں ہرگز نماز جنازہ نہیں پڑھتا۔ لوگوں نے پوچھا ایسا کیوں؟ انہوں نے کہا جب تک آدمی منافق نہیں ہوتا نیک نام نہیں ہوتا ہے۔ اور جناب کے القاب و آداب لکھنے کی وجہ میری شہرت ہے تو شیطان عالم میں اس بے اقبال کے کہیں زیادہ مشہور ہے۔

اے صدر بزرگوار! اسلام وہ دین نہیں ہے کہ جو ہر گندے اور ناشستہ رو کو بنا جمال دکھائے لا یمسہ الا المطہرون (اے طیب و طاہر لوگوں کے سوا کوئی ہاتھ نہ لگائے) ایک عالم کے لئے اپنے در پر لکھ کر لگا دیا ہے وَمَا يُؤْمِنُ اِلَّا شَرُّهُمْ بِاللّٰهِ الْاَوَّلٰ وَهُم مُّشْرِكُوْنَ ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان بھی نہیں رکھتے ان کی حالت مشرکوں کی ہے) اور ایک جہان کو اپنی توحید کی بارگاہ سے نکال دیا ہے دین کا کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ لوگوں نے سمجھ لیا ہے اور شکل بنالی ہے۔ جو لوگ دین کی پناہ میں آگئے ہیں اور ہر چیز کو جیسی کہ اس کی حقیقت ہے دیکھ چکے ہیں اور کاموں کی حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں وہ التجا کرتے ہیں اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا عَدَمًا اَوْ جُودًا (اے اللہ مجھے ایسا عدم دیجئے جس کے لئے وجود ہی نہ ہو) بعض نے تو یہاں تک کیا کہ زنا ربا نہ دھلی ہے۔ بلکہ وہ میں جا بیٹھے ہیں۔ چنانچہ علم و عقل کو کنارہ کر کے وہ سب یہ کہتے ہیں۔

او علم نمی شنید لب بر بستم او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

(یہاں علمی گفتگو نہیں سنی جاتی اس لئے لب بند کر لیتے ہیں۔ یہاں عقل کی باتیں قبول

نہیں ہوتیں اس لئے دیوانہ ہو گیا ہوں)۔ اور وہ جو کہتا ہے "با خدا دیوانہ باش و با شریعت ہوشیار"

کارا زنیہ ہی ہے۔ اور اگر آج کوئی رسم و عادت ہی کو اپنا اسلام کہتا ہے تو یہ اور بات ہے۔ اس کا جواب ہی ہے

جو کہا گیا ہے۔ "فردات کسند خمار کا مشبستی" (کل موت کے دن نشہ ٹوٹے گا آج کی رات ہی کرو) اور موت کے در پر فکشفنا عنک غطاءک (جب تیری آنکھوں سے پردہ ہٹے گا) کا مشاہدہ ہوگا تو معلوم ہوگا گا کہ سر پر دستار تھی یا گردن میں زنار۔ اپنے پاس اخلاص تھا یا انفاق۔ ہم عبادت خانہ میں تھے یا بستکہ میں تھے۔ اسی کو کہا ہے۔

سَوْتٌ تَرَى إِذَا الْجَلَى الْغُبَارُ  
أُتْحَمَكُ نَسْرًا مِنْ أَمْ حِمَارُ  
(کل جب غبار چھٹ جائے گا تو صاف نظر آجائے گا کہ تمہارے ران کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف مینیری



## مکتوب ۹۷

مطلوب کی طلب کس اس دن دولت کے حاملوں سے  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بنام مولانا قیام الدین۔

در کعبہ نمی دھند گربار در بستکہ یا ہر منم باش

(اگر کعبہ میں باریابی نہیں ملتی تو بت خانہ ہی میں بت کے پاس رہو)

اے بھائی! عابد ہونا زاہد ہونا دوسری چیز ہے اور درویشی و فقیری کچھ اور ہی ہے۔

اذا تم الفقرا فہو اللہ (جہاں فقر مکمل ہوا بس اللہ ہے) زاہدوں اور عابدوں کے گرو کیا گھومتے

رہتے ہو۔ سونا صرف یعنی مہاجنوں کی دکان سے خریدا جاتا ہے بننے اور سبزی فروشوں کی دکان سے نہیں۔

اسی کو کہا ہے۔

آپنھی جوئی تو زہنجائی مجوی گوہر دریا ز صحرائی مجوی

گرد ہر شہر ہرزہ چوں گردی دل دریاں رہ طلب کہ گم کردی

(تم بس چیز کو تلاش کر رہے ہو، ان جگہوں میں نہ ڈھونڈو۔ دریا کا موتی جنگل میں نہ تلاش کرو۔)

(سارے شہر میں بے فائدہ چکر کیوں لگا رہے ہو، دل اسی راستہ میں تلاش کرو جہاں کھویا ہے) آپ برادر عزیز جس طرف گئے تھے یقیناً وہاں کے لوگوں کے پاس جو سرمایہ ہوگا ان عزیزوں نے وہی پیش کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کیا دے سکتے ہیں۔ معلوم نہیں برادر عزیز اس مال و متاع اور سرمایہ کے لئے گئے تھے یا حق کی طلب میں۔ اگر اسی متاع و سرمایہ کے لئے گئے تھے تو وہ آپ نے پایا اور مقصود مل گیا۔ خوش و خرم شاداں و فرحان رہیں۔ سخی رہے، مریدی رہے، خانقاہ و جماعت خانہ رہے، دعوت رہے اور روزانہ کا اطمینان میسر رہے اور اگر حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب میں گئے تھے تو سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ کے طالب کے لئے یہ ساری پونجی اور سرمایہ بت و زنا رہیں۔ بر بنائے حال۔ آخر سنا ہے اِلِشْتِغَالٌ بِالْعُلُومِ الشَّرِيعَةِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ اَمُوْسًا حَسَنَةً وَّلٰكِنْ شَانَ طَالِبٍ شَانَ اَخْسَا (شرعی علوم میں مشغول ہونا اور قرآن کی تلاوت کرنا اچھے کام ہیں لیکن طلب حق کی شان ہی کچھ اور ہے)

چنانچہ اس نظم میں اسی طرف اشارہ ہے۔

ای دریغار و بہی شد شیر تو تشنہ می میری و دریا زیر تو  
 تشنہ از دریا جبدائی می کنی بر سر گنجه گدائی می کنی  
 گر بکنہ خویش رہیابی تمام قدسیاں را فرع خود بینی مدام

رافسوس تو شیر ہو کر لوطری بنا ہوا ہے تو پیا سا مر رہا ہے اور دریا تیرے قدموں کے پیچھے ہے۔

تو پیا سا ہے اور دریا سے علیحدگی اختیار کر رہا ہے۔ خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بھیک مانگ رہا ہے۔

اگر تجھے تیری اپنی کہنہ اور حقیقت معلوم ہو جائے تو فرشتے تجھے تیرے درخت کی ٹہنیاں معلوم ہوں)

سبحان اللہ! اگر حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب کو یافت یعنی پانے کی خوشی نہیں ہوتی تو نایافت

کی رنج و مصیبت تو ہوتی ہے۔ اور ایک روز کے نایافت کی رنج و مصیبت سے زاہد دل و عابدوں کے ستراسی سال کی عبادت خریدی جاسکتی ہے۔ خواجہ عطار کی جان پر رحمت ہو جو۔ انہوں نے کہا ہے

کفر کا فر اور دین دین دار را ذرہ دروت دل عطارا

(کفر کا فروں کو دیکھئے دین دینداروں کو۔ اور اپنے درد کا ایک ذرہ عطار کے دل کو دیکھئے)

اے بھائی! آج درویش فقیر سرخ گندھک کی طرح ہیں۔ سنے تو جاتے ہیں لیکن دیکھنے

میں نہیں آتے۔ اور زاہدوں و عابدوں سے یہ کام بننے کا نہیں۔ اور اہل ظاہر و اہل رسم و عادت جو بت

پرست یعنی نفس پرست ہوتے ہیں ان سے کوئی مقصود کو نہیں پاسکتا۔

درد عشق آمد دوا می مسردی حل نشد بی عشق هرگز مشکلی

(عشق کا درد ہر دل کی دوا بن کر آیا ہے بغیر عشق کے کوئی شکل کبھی حل نہیں ہوتی۔)

گر ترا در دست پسیر آید پدید قفل دروت را کلید آید پدید

(اگر تجھے درد ہے تو پیر خود مل جائیں گے۔ تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل جائے گی۔)

جب تک درویش فقیر کی تلاش کرتے رہو گے عمر جو کام کا سرمایہ ہے گزر جائے گی اور حسرتِ مذمت

کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

ای دریغا جان و تن در بنستم قیمت جان ذرہ نشناختم

تشنہ می میریم در طوفان ہم و آنکہ آب از چشمہ حیوان ہم

(انسوں ہم و جان سب گنوا دیا جان کی قدر ذرہ برابر نہیں کی سب کے سب طوفان میں ہیں اور پیاسے

مر رہے ہیں حال یہ ہے کہ اس طوفان کا پانی آب حیات کے چشمہ سے ہے۔)

پھر کیا کر لہے جہاں تک ممکن ہو کام میں لگے رہو۔ ابھی وقت باقی ہے۔ اس بے دوستی کے حجاب کو

جسے نفس کہتے ہیں، ہستی و خودی کہتے ہیں سانسے سے ہٹا دو۔ اور اس کے ہٹانے میں جو چیز بھی حائل ہو

اس کا ہٹانا حال کے حکم کے تحت تم پر فرض عین ہے۔ خواہ سجد ہو خواہ بت خانہ، خواہ دستار ہو یا زنار۔

اور وہ مثل یہی ہے ان فی الخمر معلى لیس فی العنب (شراب میں جو ہستی ہے وہ انگور میں نہیں)

در بست کدہ گز خیال معشوقہ ماست رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست

گر کعبہ از ولوئے ندار کنش است با بوی وصال او کنش کعبہ ماست

(بت خانہ میں اگر میرے معشوق کا خیال رہتا ہے تو عقل کی رو سے کعبہ کے طواف کے لئے جانا غلطی ہے۔

اگر کعبہ محبوب کی خوشبو سے فال ہے تو وہ آتشکدہ ہے اور کنش میں اگر محبوب کے وصال کی بو ملتی ہے تو وہی بمنزلہ کعبہ ہے۔)

اور ایک عزیز نے کہا ہے۔ قطعاً۔

در پردہ ہستی اربمانی از دوست ہمیشہ در حجابی

ور تو ز خودی کنی تبرا بخود شوی دبد و شتابی

(اگر اپنی ہستی کے پردہ میں رہتا ہے تو محبوب سے ہمیشہ تو حجاب میں ہے۔ اگر تو نے اپنی خودی

سے نفرت اختیار کی تو تو اپنی ہستی سے نکل آئے گا اور محبوب سے باہلے گا۔)

اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔



آنچہ تو گم کردہ ای کثر کردہ ای ہست اندر تو تو خود را پرودہ ای

(تو نے جو کچھ کھو دیا ہے یہ خود تیری بجز وی سے ہوا ہے۔ وہ تو تیرے اندر تو اپنی خودی کے حجاب میں ہے۔)

اور اس مصرع کو دیکھو جو کسی نے کہا ہے۔ ع۔ ”دوست در خانہ و ماگر در جہاں می گردم“

(مشتوق گھر میں ہے اور ہم سارے جہان میں تلاش کر رہے ہیں)

کیا بس یہی آب و خاک ہے اس مٹی اور پانی کو کیا دیکھتے ہو اس کو دیکھو جو اس مٹی اور پانی میں ہے اور وہ حقیقت کائنات کا خلاصہ ہے اسے دیکھو۔ پاک اور مطہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک جہان مٹی کو کیسے

سجدہ کرتا۔ اور یہ مٹی و پانی خلیفہ کیسے ہو جاتے ہیں خواجہ عطار رحمۃ اللہ کے سنو۔

تا نسباید جان آدم آشکار رہد استند سوئی کردار

رہ پدید آید چو آدم شد پدید زد و کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی روح ظہور میں نہ آئی حق سبحانہ تعالیٰ کی سمت کسی نے راہ نہیں پائی۔)

جب حضرت آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی کھل گئی۔ انہیں کی ذات سے دونوں عالم کی کنجی ہاتھ آئی۔)

مجھ سے جو ہوا وہ میں نے لکھ دیا لیکن وللناس فیما یعشقون مذاہب (لوگ جس کو چاہتے

ہیں اس مذہب کو اختیار کرتے ہیں) یہ مشہور ہے۔ پتہ نہیں برا در عزیز کا مقصود کیا ہے؟ ہوشیار

رہو۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جو تمہارا مقصود ہے وہی تمہارا معبود ہے اگر تم ہزار بار زبان سے لا الہ الا اللہ

کہتے رہو اس سے کیا فائدہ۔ ع۔

گر ہم عالم ثواب تو بود تا تو می باشی عذاب تو بود

(اگر سارے عالم کا ثواب تجھے مل جائے اور تو اپنی خودی کے ساتھ ہی تو تیرے لئے عذاب ہی عذاب ہے۔)

اب مطلب کی طرف آتا ہوں۔ یہ جیسا کہ ایسا بت پرست اور نفس کا گرفتار ہے کہ

خسر الدنیا والآخرۃ بنا ہوا ہے۔ سوائے اللہ والوں کے دنیا و آخرت میں کوئی معین و مددگار نہیں۔ جان

دل سے اس کا بندہ اور غلام ہوں۔ ان اولیاء اللہ کے سوا اور تمام دوسروں کو سلام علیکم وعلیکم السلام

کے ساتھ معذرت ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

منم وبادیہ حیرت وگرا ہی پسند تو عنان باز کشای خواجہ کہ ہمراہ بہ

میں ہوں میری ساری گمراہیاں ہیں اور واہی حیرت ہے۔ اسے بناب والا اپنے گھوڑے کی نگام کھینچ لیں کہ

وَالسَّلَام

آپ میرے ہمراہی نہیں ہیں۔)



# مکتوب ۹۸

## محبوب کی بلاؤں پر عاشق کی برداشت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا بابائے زید کے نام :-

ای آشنای کوی محبت صبور باش بیداد نیکواں ہمہ برآشنا رود

(لے محبت کی گلی کے آشنا! صابر رہو حسینوں کے جور و ستم عاشقوں پر ہوتے ہیں)

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ

اے بھائی! عاشقوں کے سربراہ کو جب دار پر پہنچایا گیا تو امام شہلی رحمۃ اللہ علیہ نے

مناجات کی۔ کہا خداوند! تو اپنے عاشقوں کو کس لئے قتل کرتا ہے۔ جو اب ملا تاکہ دیت خون کا

بدلہ پائیں۔ پوچھا۔ آپ کی جانب سے خون بہا کیا ہے۔ جواب ملا۔ میرا جمال اور میرا دیدار ہے۔ من قلنہ

فانادیتہ۔ اسی کو کہا ہے۔

بروردگہ اوزکشتہ عشق قصہ چہ کنم دو صد ہزار است

(اس کی بارگاہ میں عشق کے مقتولوں کا حال کیا بیان کروں۔ ایک کیا دولاکھ ایسے واقعات ہیں۔)

ایک اندوہ گیس گریہ و ناری کر رہے تھے۔ فرشتہ کو حکم آیا۔ شَدِّدٌ عَلَیْهِ الْبَلَاءُ

فَاتَىٰ أَحَبُّ صَوْتِهِ (لے فرشتو! اے مصیبت و بلا کی اسی شدت میں رہنے دو مجھے اس کا رونا بہت پسند ہے)

حرز و تعویذ و سایہ و خانہ یابت کو دک است دیوانہ

ہر کہ جوید ولایت تجرید و آنکہ خواهد ولایت توحمید

از درد نشن نیابد آسائش وز بردنش نشاید آسائش

(حفاظت، تعویذ، عکس اور نقوش یہ سب بچوں کی مورتیاں ہیں یا دیوانوں کا بت ہے جو تجرید کی

قربت چاہتا ہے اور جو توحمید کی نزدیکی کا خواہاں ہے۔ اسے باطنی سکون و آرام نہیں پائیے

اور نہ ظاہری راحت و عین چاہیے۔

فرعون کو چار سو سال تک سلطنت اور شاہی آرام و راحت ہم نے دی اگر آپ کو کئے بھی  
جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درد و سوز مانگتا تو میں ہرگز نہیں دیتا۔

فرعون را نہ دادیم ای دوست درد سر زیرا کہ او نداشت سر درد ہائے ما

(اے دوست! ہم نے فرعون کو کبھی سر کا درد بھی نہیں دیا۔ اس لئے کہ اس کا سر میرے درد کے لائق ہی نہیں تھا)

حدیث شریفہ ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے إِنَّ اللَّهَ يُجَزِّبُ الْمُؤْمِنَ بِالْبَلَاءِ

كَمَا يُجَزِّبُ أَحَدُكُمْ الدَّهَبَ بِالنَّاسِ (بلاشبہ اللہ مومنوں کو آزماتا ہے بلاؤں میں ڈال کر جیسے

تم لوگ سونے کو آگ میں ڈال کر جانتے ہو) یہ گھڑی صبر کی ہے اسے مردانہ وار برداشت کرنا ہے۔ اسی کو

کہا ہے۔

جستن مخلص ز غم عشق او در رواو عین ضلال است و بس

خیز و کیش ای بت مہروی مرا کشتن عاشق نہ و بال و بس

(اس کے عشق کے غم سے چہرہ کا راپانے کی تلاش اس کی راہ میں یہ عین گمراہی ہے۔ اسے میرے چاندے

چہرے والے محبوب! آ اور مجھے قتل کر دے عاشقوں کا قتل کرنا کوئی خراب بات نہیں ہے)

نص قرآنی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَاصْبِرُوا

وَاصْبِرُوا اس کی تفسیر کی ہے اصبروا بالجسد علی الطاعة ( جسم سے طاعت میں صبر کئے جاؤ)

وَاصْبِرُوا بقلوبکم علی البلاء (اور صابر رکھو اپنے دلوں کو بلاؤں اور مصیبتوں میں) و صابر و صابرا

کنم علی الشوق الی اللہ (خدا کی طرف محبت و شوق میں اپنے سر کو دل سے لگائے رکھو) ایسے ہی لوگوں کو یہ کہا

جاتا ہے کہ وَاللَّهُ مَعَكُمْ (اللہ تمہارے ساتھ ہے)

تو مراد دل وہ دو لیسری ہیں رو بہ خویش خواں و شیریں ہیں

راپ میری دل ہی کیجئے اور میری دلیری دیکھتے اپنی لومڑی کہہ دیجئے پھر میری شیر انگنی دیکھئے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ! یہ دولت برادر عزیز کو حاصل ہوگئی ہے۔ چاہئے کہ مفلسوں، بینواؤں کو محروم نہ رکھیں۔

دُعاء کی قبولیت کا وقت ہے۔ تنہا خوری سخیوں اور فیاضوں کا شیوہ نہیں ہے شَىءُ النَّاسِ مِنْ أَكْلِ دَخْلِ

(لوگوں میں وہ اچھا نہیں ہے جو تنہا کھائے)

ای راحت آن دلی کہ در عمر یک لحظہ نبرد او دست بارش

(اے اس دل کی راحت کہ جس نے ساری عمر میں ایک لحظہ بھی اس کی قربت کی باریابی نہیں پائی۔)

وَالسَّلَامُ  
خاکسار شرف منیری



## مکتوب ۹۹

### معذرت کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز نصیر الدین فوجانی دام تقواہ۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام تحیت مطالعہ کریں۔

برادر عزیز پر واضح ہو۔ آپ کا دونوں خط پر عتاب ملا۔ ایک قصور کے لئے دو عتاب کی اجازت ہے اور اس کا یہ بدلہ کافی ہے۔ اس کے باوجود میری جانب سے معافی کی خواستگاری ہے۔ ازراہ کرم معاف فرمائیں کہ الْاِعْتَدَارُ وَاِنْ قُلْتُ لَسْتُ مِنَ الْاَشْرَارِ (مختمر عند معذرت بھی بڑے بڑے گناہ کی قیمت ہو جاتی ہے۔)

معلوم ہوا کہ برادر عزیز نے چند مرتبہ کرم فرمائی کی اور اس فقیر کی ملاقات کو آئے وقت اور بے وقت دونوں موقع سے۔ سنا ہے کہ اس بار بھی برادر عزیز آئے تھے مگر ملاقات کا وقت نہیں تھا۔ سَعَى الْفِتَى غَيْرِ نَافِعٍ مَا قَدَّرَ اللهُ مَا وَقَع۔ (آدمی کی کوشش سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اللہ نے جو مقدر کیا ہے وہی ہوتا ہے) اور خفگی و ملامت کے ہم لوگ نشانہ بنتے ہیں۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے

کز پی جانت حکم نیردانی شب بنشت آنکہ روزی خوانی

آنکہ دہای آشنا دازند دل ز چون و چرا حب دادازند

(تمہاری جان کے ساتھ اللہ کا حکم لگا ہوا ہے جو تم دن کو پڑھتے ہو وہ رات ہی کو لکھ دیا جاتا ہے۔

جن کے قلوب اللہ کے کاموں سے آشنا ہیں وہ اپنے دلوں کو چون و چرا سے پاک رکھتے ہیں)

وقال شاه بن الشجاع من نظراتي المخلوق بعينه طالب خصومة معهم ومن نظراتي

المخلوق بعين الحق عندهم فيلهم عليه۔

اے بھائی! نگاہِ حکمِ خداوندی پر رکھو تاکہ سب کو بے اختیار پائیں۔ اور گفتِ دشمنی سے

بچنا ہو جائے۔

دردِ دوی عقلِ راست پچھتاہے چشمِ ایمانِ دوی نہ بیند تہ  
 (دوی۔ یعنی دودیکھنے میں عقل کے لئے اُلجھن در اُلجھن ہے۔ ایمان کی آنکھ میں دوی کی گنجائش ہی نہیں۔)  
 اے بھائی! آج جو لوگوں کے درمیان جھگڑا۔ دشمنی ہے وہ اسی وجہ سے ہوئی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے۔  
 اے لوگ غیر خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ سمجھ بوجھ کی یہی کجیِ نصوصت اور دشمنی پیدا کرتی ہے۔ اگر نگاہِ صحیح  
 سمت ہو تو ہرگز دشمنی پیدا نہ ہو اور عتاب و طامت کا اظہار نہ ہو۔ وحده لا شریک له مودوں  
 کی توحید ہے۔

قطرہ کو غرتہ دریا بود ہر دو کونش جز خدا سواد بود

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہو گیا اس کے نزدیک فدا کے سوا دونوں جہان میں کسی چیز کی نسبت کرنا دلوایگی ہے۔)

وَالسَّلَامُ

شرفِ منیری



## مکتوب ۱۰۰

### نبوت کے معنی پر ولایت کے معنی کی فضیلت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر عزیز کی تحسیر ملی۔ پڑھا۔ شیخ سعد الدین حمویہ کے قولِ الولاية افضل من النبوة

(ولایت نبوت سے افضل ہے) کی وہ تاویل میں جو لوگوں نے کی ہیں معلوم ہوئیں۔

اے بھائی! تاویل کا میدان بہت وسیع ہے۔ اسی وجہ اور اسی جہت سے ہر شخص تاویل کر سکتا

ہے۔ چنانچہ مجموعہ السائرین میں آیا ہے کہ تاویل احتمالات کا بیان ہی ہے کوئی قطعاً چیز نہیں ہے لیکن

آپ برادر عزیز کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ انبیاء علیہم السلام کے حق میں ہونا چاہیے۔ ہاں! اس کی صورت

یہ ہوگی کہ پیغامبرِ عالیہ السلام کے دورِ رخ ہوتے ہیں یعنی ان کی روحیت ہوتی ہے ایک رُخِ حقِ سبحانہ

کی جانب اور دوسرا رخ لوگوں کی جانب ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ حق سبحانہ آسمان سے لیتے ہیں اور اس کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ اس کا رخ ہے جو حق سبحانہ آسمان کی جانب ہوتا ہے اس کا نام ولایت ہے اور ولایت کے معنی نزدیک کے آتے ہیں۔ اور اس کا دوسرا رخ یعنی دوسری حیثیت وہ ہے جو لوگوں کی جانب ہوتی ہے اس کا نام نبوت ہے اور نبوت آگاہ کرنے کے معنی میں آتا ہے تو دل کے معنی نزدیک ہوا اور نبی کا معنی آگاہ کرنے والا ہوتا ہے ولایت اور نبوت یہ دونوں صفتیں نبی کی ہیں۔ اور ولی ان دونوں صفتوں میں سے صرف ایک صفت رکھتے ہیں چنانچہ اسی بنا پر ولایت نبوت سے افضل تر ہوتی لیکن یہ دونوں صفتیں اس وجہ اور اس بہت سے صرف انبیاء علیہم السلام کے حق میں جاتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

لے بھائی! وہ بزرگ یعنی حضرت صومۃ کا ارشاد الولائیۃ افضل من النبوة ولایت نبوت سے افضل ہے) کے بارے میں بعضوں کا گمان اس طرف ہوا ہے کہ یہ بحث نبی اور ولی کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ بحث اس بارے میں ہے ولایت کی صفت نبوت کی صفت سے قوی تر ہے یہ نبی کے حق میں ہے۔

والسلام



شرف منیری

## مکتوب ۱۰

### قد علم مکاشفات میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ

برادر عزیز نے جس بارے میں لکھنے کی درخواست کی ہے وہ علم معاملات کی قسم نہیں

ہے بلکہ علم مکاشفات سے ہے اور علم مکاشفات کو لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

دانی کہ چرا اہل صفا خانہ موش اند در شکتہ دل بخو نوری کوشند

مے از کفِ دوست ہر نفس می نوشند      سر می بازند و ستر حق می پوشند  
(جاننے ہو و فیا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ دل کے نکتے میں خود کو ہمیشہ گم رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔  
محبوب کے ہاتھ سے شراب کا جام پیتے ہیں۔ سرگنا دیتے ہیں لیکن حق کا راز نہیں کھولتے۔)

ہاں! جس مقدار میں بزرگوں نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ محسوس ہونے والے موجودات کو عالم  
ملک کہتے ہیں۔ اور عقل سے دریافت ہونے والے موجودات کو عالم ملکوت کہتے ہیں۔ اور موجودات بالتوفیق  
کو عالم جبروت۔ اور ان سب جو علیحدہ اور الگ ہے اسے عالم لاموت کہتے ہیں۔ اور اسے اس عنوان پر  
بھی کہتے ہیں کہ ملک عالم شہادت ہے اور ملکوت عالم غیب ہے اور جبروت عالم غیب غیب ہے اور خداوند تعالیٰ  
عالم غیب غیب غیب ہے۔ اس کے بعد اس کی وضاحت اس طور سے کرتے ہیں کہ عالم ملک کی لطافت عالم  
ملکوت کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں رکھتی ہے اس لئے کہ عالم ملکوت نہایت لطیف ہے اور عالم  
ملکوت کی لطافت عالم جبروت کی لطافت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ عالم جبروت  
انتہائی لطیف لطیف ہے اور عالم جبروت کی لطافت کو ذات پاک خداوند جل جلالہ کی لطافت سے کوئی  
نسبت نہیں ہے کیونکہ ذات پاک خداوند جل جلالہ لطیف، لطیف، لطیف ہے اور عالم ملک کے ذرّوں  
میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے کہ جبروت جس میں نہ ہو اور اسے محیط نہ ہو۔ اور ملک، ملکوت و جبروت  
کے ذرات میں سے کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے ساتھ خداوند جل جلالہ علا نہیں ہے اور اسے محیط نہیں  
ہے اور اس سے آگاہ نہیں ہے۔ وَهُوَ اللطیف الخبیر وہی ہے جو لطیف مطلق ہے اور جب مطلق  
ہو تو محیط مطلق بھی ہو اس لئے کہ جس قدر لطافت زیادہ ہوگی اسی قدر احاطت بھی زیادہ ہوگی  
اس آیت وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْكُمْ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ (وہ تمہارے ساتھ  
ہے جہاں بھی تم ہو اور ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں)۔ اسی کو کہا ہے۔ -

آپنجہ تو گم کردہ لای کثر کردہ ای      ہست اندر تو تو خود را پردہ ای  
گنجی کہ فلک برای آن سرگردان است      آن گنج یقین ترا درون جان است

(وہ جسے تو نے کھو دیا ہے یہی تو تیری گنجی ہے۔ وہ تو تیرے اندر ہی ہے تو خود اپنا آپ پردہ بن گیا ہے۔)

وہ خزانہ جس کے لئے یہ آسمان چکر میں ہے یقین کرو وہ خزانہ یقیناً تری جان کے اندر ہے۔)

اسی جہت سے کہتے ہیں کہ ملک تیرے ساتھ ہے ملکوت تیرے ساتھ ہے جبروت تیرے ساتھ ہے اور خدا  
وند جل و علا تیرے ساتھ ہے اور اسی بنا پر کہتے ہیں کہ انسانیت کی حقیقت، حقیقت الوہیت کے اسرار

کا منظر اور آئینہ ہے جیسا کہ کہا ہے۔

نہیست مردم نطفہ جز آب و خاک  
ہست مردم سر و قد جان پاک  
سد جہاں پر فرشتہ در وجود  
نطفہ را کے کند آخر سجود  
تا نیاید جان آدم آشکار  
رہ ندانستند سوئی کردگار  
رہ پدید آمد چو آدم شدید  
زد کلید ہر دو عالم شدید

(آدمی محض آب و خاک کا پختہ نطفہ ہی نہیں ہے۔ آدمی سر سے پاؤں تک پاک روح ہے۔

لاکھوں جہاں فرشتوں سے بھرا ہوا وجود میں ایک نطفہ کو کب سجدہ کرتے۔ جب تک آدم کی جان

ظاہر نہیں ہوئی تھی کسی نے اللہ رب العزت کی جانب راہ نہیں پائی۔ جب آدم پیدا ہوئے

تو راہ خدا بھی کھلی۔ دونوں جہان کے تالا کی کنجی آدم ہی سے ہاتھ آئی۔)

زہنہار گوی بر سر جمع  
گر عاشق صادق تو اسرار  
دید کی بکسر عشق رازی  
علاج بگفت رفت بردار  
جمع عام میں ہرگز راز کی باتیں نہ کہو اگر تم عاشق صادق ہو۔ دیکھا۔ منصور نے عشق  
کے نشہ میں ایک راز کھول دیا اور سولی پر چلے گئے۔

والستلا

فقیر مشرف منیری



## مکتوب ۱۰۲

اسرا کے چھپانے اور شریعت کی پیری میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چوں محرم اسرار شدی اندر کار  
راز کی کہ نہانی ست نہانش میدار  
بر بند ہوا از دل و جاں از گفتار  
در جو خودی سعادت خود پندار  
جب تم اس کام کے اندر محرم اسرار ہو گئے ہو تو وہ راز چھپنا ہے اسے پوشیدہ ہی رکھو۔



نہ دل میں خواہشات کی گذر ہو اور نہ زبان سے قیل و قال کر دو۔ اپنی خودی کے مٹانے میں گئے رہنے کو اپنی ستاد سمجھو۔  
 لے بھائی! حضور رسالت پنا جھلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت اپنی امت کے علماء کو یہ ہے کہ  
 کلموا الناس مما یعرفون اود عوما ینکرون استریحون ان یکذب اللہ درسولہ (لوگوں سے وہ بات  
 کرو جس کو لوگ جانیں اور جو نہ جانیں یعنی نہ سمجھیں اس کا انکار کر دے چھوڑ دو کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی لوگ  
 تکذیب کریں۔) اس وصیت کی تنبیہ و ہیبت اہل علم اور اہل معرفت کی جان پر رہ کر تھی ہے جو دشمنوں کی  
 جان پر کل قیامت کے دن دوزخ کی آگ کرے گی۔ اسی لئے کہتے ہیں۔

زستی گر بگوید رسد عشقش جز ایش در طریقت دار باشد

(اگر مستی میں اس کے عشق کے راز کو کوئی کھول دے تو اس کی جزا طریقت میں سولی ہوتی ہے۔)

لے بھائی! علماء کو یہ نہیں چاہئے کہ جو کچھ وہ جانتے ہیں سب مجمع عام میں بیان کر دیں بہت  
 ساری چیزیں ایسی ہیں جن کا علم ان کو ہے لیکن انہیں کہتے ہیں عوام میں اس کا اظہار مناسب نہیں ہے۔  
 کلموا الناس علی قدر عقولہم (بات کرو لوگوں کی سمجھ کے مطابق) کی پہرہ داری ان پر لگی ہوئی ہے جو  
 کچھ وہ جانتے ہیں اگر وہ سب بیان کر دیں تو اس صلاح سے زیادہ خرابی پیدا ہو جائے اور نفع سے زیادہ  
 نقصان ہو جائے۔ اگر دودھ پیتے بچے کو شور بہ اور روٹی دیدو گے تو وہ ہلاک ہو جائے طبیب اور معالج  
 مرض کے اندازہ سے دوا تجویز کرتے ہیں اگر مرض کے مطابق زیادہ مقدار میں دوا دیدے یا مرض کچھ ہو اور  
 دوا دوسری ہو تو ایسی صورت میں ہلاک کر دے گا۔ اگر وہ سب جو کچھ جانتے ہیں اس کا کہنا اور لکھنا جائز ہوتا  
 تو مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے کلام میں رمز و اشارے سے کام نہیں لیتے۔ اور اپنی عبارتوں کے لئے  
 مخصوص اصطلاح وضع نہ کرتے۔ یہ سب جوان لوگوں نے کیا ہے اسی لئے کیا ہے کہ جو بات کہنے کے لائق  
 ہے وہ کہی جائے اور جبرن کا کہنا مناسب نہیں وہ اسرار پروردہ میں چھپے رہیں۔ ان بزرگوں کو یہ بھی معلوم ہے  
 کہ اگر سب کچھ کہ دینے کی بات ہوتی تو قرآن میں حروف مقطعات نہ ہوتے۔ چنانچہ کچھ متکلمین اس کے  
 قائل ہیں کہ ہذا استر بین اللہ وجیبہ۔ یہ اللہ جل شانہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان  
 راز ہے۔ اور قوت القلوب امام ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے العلم ثلاثہ علیہ ظاہر وہ علم  
 باطن و علم بین اللہ و عبیدہ ایک ظاہری علم ہے دوسرا باطنی علم اور تیسرا علم اللہ اور اس کے بندہ کے  
 درمیان ہے۔ وہ علم جو ظاہری ہے اسے اہل ظاہر کے سامنے بیان کرنا چاہیئے۔ اور وہ علم جو باطنی ہے اہل باطن  
 میں اس کا بیان مناسب ہے اور وہ علم جو اللہ اور اس کے بندہ کے درمیان ہے نہ اہل ظاہر سے کہنے کے

لائق ہے اور نہ اہل باطن سے۔

سریت مرا با تو کہس محرم آن نیست . گر سر برود سر تو با کس نکشایم

(آپ کے ساتھ مجھے وہ راز ہے کہ جس سے کوئی واقف نہیں بجان چلی جائے لیکن وہ راز میں کسی سے نہیں کہہ سکتا۔)  
اگر کوئی اس راز کو ظاہر کر دے تو اسرار ربوبیت کے افشا کرنے کی بنا پر کفر کا فتویٰ اس پر عاید ہو جاتا ہے  
ومن صرح بالتوحید فقتلہ اولی من احياء۔ جو توحید کو تصریح کے ساتھ بیان کرے تو اس کا قتل  
کر دینا زندہ رہنے سے بہتر ہے۔ جیسا کہ کچھ لوگوں سے یہ معنی منقول ہے۔

زستی گر بگوید رمز عشقش جز ایش در طریقت دار باشد

(ستی دس شاری سے اگر کوئی اس کے عشق کے اسرار کو کھدے تو اس کی بزا طریقت میں سولی ہوتی ہے)

لے بھائی! مثل مشہور ہے "جو زندہ گوئندہ بود و یا بندہ گنگ" جب تک تلاش و جستجو میں

ہے گفتگو بھی ہے اور جس نے پالیا وہ گونگا ہو گیا۔ چنانچہ صتم بکرم عہی عارفوں کی صفت کہی جاتی

ہے۔ سلطان العارفین بایزید بطامی رحمۃ اللہ علیہ نے راہ میں کسی کے سر کی کھوپڑی پڑی ہوئی دیکھی

اس پر لکھا تھا صتم بکرم عہی۔ آپ نے فرمایا یہ کسی عارف کا سر معلوم ہوتا ہے۔

او علم نمی شنید لب بر بستیم او عقل نمی خرید دیوانہ شدیم

تا توانی با خرید بیگانہ باش عقل را غارت کن و دیوانہ باش

(وہ علمی بحث نہیں سنتا اس لئے لب بند کرتے ہیں اس کے یہاں عقل کا دلال کوئی قیمت نہیں رکھتا اس لئے

دیوانہ ہو گیا ہوں۔ جہاں تک تم سے ہو سکے عقل سے بیگانہ ہو جاؤ۔ عقل کو غارت کر دو اور دیوانہ ہو جاؤ۔

جب حال یہ ہو تو وہاں گفتگو کی گنجائش ہے کہاں؟ اگر گفتگو کا مقام ہوتا تو لب بر بستیم

و دیوانہ شدیم "نہیں ہوتا۔ رات دن فصیح عبارت میں بیان کرتے۔ اور سینکڑوں عنوان سے بیان کرتے۔

اور یقیناً دریا گھونٹ جاتے ہیں لیکن ایک سانس ایک لفظ بھی باہر نہیں آنے دیتے۔ چنانچہ یہ شعر ہے۔

مرداں ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند تو از چہ مست گشتی چون جرد نخوردی

(مردانِ راہِ عشق ہزاروں دریا اعلق کے پیچھے آمار لیتے ہیں اور پھر بھی پیالے جلتے ہیں۔ تم کیسے مست ہو گئے

بب کہ ایک چلو بھی نہیں پینے۔)

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش بند در کتہ دل بجز خودی کو شنند

می از کف دوست ہر نفس می نوشند سری بازند و ستر حق می پوشند

جاننے ہو موفیا کیوں چپ رہتے ہیں۔ دل کے کتے میں خود کو گم رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔  
 جو بیکہ ہاتھ سے شراب کا جام ہر دم پیتے رہتے ہیں۔ سرکھادیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے۔  
 اور اس جماعت کے لوگوں سے منقول ہے کہ کچھ ایسی باتیں وہ کہہ گئے ہیں وہ غلبہ مال اور  
 سکر وستی کی زیادتی میں کہہ گئے ہیں۔ اس کے لئے وہ خود معذور ہیں کہ العشاق لا یولعذون بما  
 مدد ومنہم عاشقوں پر ایسی باتوں کے ہونے کے سبب موافقہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ عاشقوں سے  
 جو حرکتیں سرزد ہوتی ہیں وہ امنظراری ہوتی ہیں اختیاری نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

کار عاشق امنظراری اوستد	داں ز فرط دوستداری اوستد
آپنجہ فارغ می بگوید بیدلی	کی تواند گفت ہرگز عاشقی
عاقلاں را شرع تکلیف آد است	بیدلاں را عشق تشریف آد است
قصہ دیوانگیاں آزادگی ست	جملہ گستاخی و کار افتادگی ست

(عاشقوں کے کام بقراری میں ہو جاتے ہیں۔ محبت کی زیادتی میں ان سے ایسے کاموں کا سدور ہو جاتا ہے۔  
 دیوانہ جو عقل و خرد سے آزاد ہے وہ جو کہہ جاتا ہے ویسی باتیں کوئی صاحب عقل کیسے کہہ سکتا ہے۔  
 عاقلوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آتی ہیں۔ اور دیوانوں کے لئے عشق کا شرف و مجد ہے۔  
 دیوانوں کے سارے قصے آزاد روی کے ہیں ساری باتیں گستاخی اور اس کی دیوانگی کی ہوتی ہیں۔)

اے بھائی! اس گروہ موفیا کی تصنیفات اور ان کی کتابوں کے ساہا سال کے مطالعہ سے  
 یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مشائخ طریقت اور علمائے شریعت کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ کوئی شخص کتنا  
 ہی اپنے مقام اور عالی مرتبہ پر پہنچ گیا ہو یا علم و معرفت سے آراستہ ہو چکا ہو عالم ظاہر و عالم باطن اس  
 پر منکشف ہو گیا ہو اس کے باوجود اسے چاہیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کا مقلد رہے حضور  
 کی شریعت کی پابندی سے ذرہ برابر ملحدہ نہ ہو۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو اباحت کے صحرا اور حلول و اتحاد  
 کے جنگل میں گر کر ہلاک ہو جائے گا اور اپنا دین بھی برباد کر دے گا جیسا کہ کہا ہے۔

ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت	تا بد گردی ازین درگہ نیافت
دولت دنیا و دین درگاہ اوست	انبیاء و را قبلہ خلوت گاہ اوست
دولت این جا جو دریں جا طلب	مرجع اہل یقین آنجا طلب

(جس نے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی راہ اختیار نہیں کی۔ ابد تک چکر کا ستارہ۔)

لیکن اس بارگاہ سے کچھ نہیں پاسکا۔ دین و دنیا کی دولت حضورؐ کی بارگاہ پاک ہے۔ آپ کی خلوت گاہ تمام نبیوں کا قبلہ ہے۔ دولت حضورؐ کی بارگاہ میں تلاش کرو۔ اور دین کی طلب یہیں کرو۔ وہ بارگاہ جواہل یقین کا بلجاو مادئی ہے وہیں سے سب کچھ مانگو۔

چنانچہ بعض احمق توحید کے حصول کے خیال سے بغیر کسی کامل مقتدا پیشوا اور بغیر کسی واقف کار دانائے راز راہبر کے اپنی ناقص عقل کے زعم میں اور شیطان کے ورغلانے سے اس راہ میں داخل ہوئے اور اس خوشخوار جنگل میں خود کو ڈال دیا۔ دین بھی برباد کر دیا اور ہلاک ہو گئے ہیں۔ چنانچہ خود عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

پیر رہ کبریت احمد آمدہ است      سینہ ادجبرہ اخضر آمدہ است  
راہ دوراست و پیر ز آفت ای پسر      راہ رورامی بساید راہبر  
گر تو بی رہبر فرد آئی براہ      گر ہمہ کو ہی فردا فتی بچپاہ  
کور کی ہرگز تو اندرفت راہ      بی عصاکش کور را رفتن خطاست  
گر ترا درواست پیر آید پدید      قفل دردت را کلید آید پدید

دیران راہ سُرخ گندھک معنی اکسیر ہوتے ہیں۔ ان کا سینہ سبز سمند بجز ذخار ہوتا ہے۔

اسے لڑکے! راہ طویل اور دراز ہے اس راہ کے چلنے والے کو ایک راہ بتانے والا ضروری ہے۔

اگر تو کسی راہبر کے بغیر اس راہ میں قدم رکھے گا اگرچہ تو پہاڑ جیسا جسم والا ہو کنواں میں گر پڑے گا۔

اندھا راہ پر کب سیدھا چل سکتا ہے۔ اندھے کے لئے بغیر لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے چلنا ہی خطا ہے۔

اگر تجھے درد طلب ہے اور کوئی پیر مل جائے تو تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل گئی۔

اے بھائی! باوجود اس کے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، حقیقت ہے اور مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

شریعت ہے۔ کیا کہتے ہو؟ اگر کوئی شخص ایک ہزار سال تک، لا الہ الا اللہ کہتا رہے اور محمد رسول اللہ

قصداً نہ کہے محمد رسول اللہ پیر ایمان نہ رکھے تو کیا وہ مسلمان ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کا ایمان درست

نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہودی و نصرانی بھی مسلمان ہوتے۔ اس لئے کہ یہ لوگ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے

ہیں اور محمد رسول اللہ نہیں کہتے جس طرح بغیر محمد رسول اللہ کا اقرار کئے ایمان نہیں ہوتا اسی طرح حضورؐ کی

شریعت کے بغیر دین و اسلام نہیں ہوتا۔ چنانچہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

چوں تو بیماری از ہوا ہوس      رحمۃ العالمین طیب تو بس

اودیل تو بس تو راہ مجوی      اور زبان تو بس تو یا وہ گوی  
سوی حق بی رکاب مصطفوی      نرود پایت از پس بدوی  
خاک او باش بادشاہی کن      آن اد باش ہرچہ خواہی کن  
ہر کہ چون خاک نیست برد را      گز فرشتہ است خاک بر سرا

(جب کہ تو اپنے خواہشات دہوس کامریض ہے تو تیرے لئے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی  
طیب کافی ہیں۔ آپ کا اسوہ حسنہ ہی تیرے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کا فرمان ہی تیرے لئے کافی ہے۔  
زیادہ گفتگو بند کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھامے بغیر حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف تمہارے  
قدم نہیں بڑھ سکتے لاکھ دوڑتے رہو۔ آپ کے در کی خاک بن جاؤ اور بادشاہی کرو۔ آپ کی  
امت کہلانے کے قابل بن جاؤ۔ پھر جو چاہو کرتے رہو۔ جو آپ کے در اقدس پر خاک نہیں ہوا  
اگر وہ فرشتہ مفت بھی ہے تو اس کے سر پر خاک۔)

لے بھائی! جب تک علم و عقل ہائی ہے شرع کی ذمہ داریاں بھی باقی ہیں۔ مشائخ اور علماء  
رضوان اللہ اجمعین کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ جو اس کا منکر ہے وہ دین اسلام سے خارج ہے۔  
لیکن ہاں! اگر علم و عقل سے بالاتر کسی سے کوئی کام صادر ہو یا کوئی لطیف حال ظاہر ہو کہ جس کو  
عشق کے اطوار کہتے ہیں وہ اللہ کی دین اور اس کی عطا ہے کسی نہیں ہے۔ بیساکہ کہا ہے۔

در دایشان نیت از کسب از عطا      کی شود در جنین از کسب راست  
عقل فرماں کشیدنی باشد      عشق ایماں چشیدنی باشد  
ان لوگوں کا در کسب نہیں۔ یہ اللہ کی دین و عطا ہے۔ ایسا در کسب و کمائی سے کب حاصل

ہوتا ہے۔ عقل احکام کی بجا آوری جانتی ہے عشق ایمان کے ذائقہ و مزہ کو جانتا ہے۔  
اسی لئے کہتے ہیں العشق جنون الہی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) عقل والوں پر  
جو ذمہ داریاں ہیں وہ دیوانوں پر نہیں ہوتیں اور ہوش والوں سے دیوانگی کا صدور نہیں ہوتا۔  
جیسے دیوانہ سے ہوش کی باتیں نہیں ہوتیں۔ ایسا شخص معذور ہوتا ہے۔ اس عالم میں جو مال اس  
پر گزرتا ہے اسے وہی جانتا ہے اور اس حال کا پتہ دیتا ہے۔

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است      بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است  
در عشق آمد دوا میسر ولی      حل نشد بی عشق ہرگز مشکلی



ہم لوگ جو مادر زاد بد قبالی ہیں کو یہ دولت کون دیتا ہے۔ ہمارے تمہارے لئے تو بس یہی ہے کہ خاک سر پر ڈالیں اور اپنے ادبار کے غم و اندوہ میں لگے رہیں۔ تم بھی میری موافقت کرو۔ اور یہ اشعار پڑھو۔

کاش کہ ہرگز نزاری مادرم      تا نکروی کشتہ نفس کا فرم

بر غفلت روزگارم چوں کسبم      بر نیاید بیچ کارم چوں کسبم

خاتقاگر اہل عادت بودہ ام      باری آخر در شہادت بودہ ام

گرد آید یکسیم از سوئی تو      پائی کو باں جاں دہم در کوئی تو

(کاش میری ماں مجھے پیدا نہ کرتی تاکہ اس نفس کافر کے ہاتھوں میں قتل نہ ہوتا۔ میری زندگی غفلت

میں گزری اب کیا کروں کوئی کام نہیں بنتا کوئی صورت نہیں نکلتی اب کیا کروں۔ اے میرے

پروردگار اگرچہ میں اہل رسم و عادت ہو گیا ہوں پھر بھی آخر کلمہ شہادت تو پڑھتا ہوں۔ اگر آپ

کی جانب سے نسیم لطف کا ایک جھونکا آجائے تو میں رقص کرتا ہوا آپ کے کوچہ میں جان دیدوں۔)

مکتوب میں اختصار کیا گیا ہے۔ پھر بھی اُمید ہے کہ استعداد والوں کو غور و فکر کرنے

سے کافی فائدہ حاصل ہوگا۔ استغفر اللہ عن الزلل والمخلل واقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بلے اللہ میں تو یہ کرتا ہوں مگر ای اور نقصان کی باتوں سے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہوں۔

وَالسَّلَامُ

حقیقہ شریف منیری



## مکتوب ۱۰۳

# افسوسِ ندامت کے اظہار و وسوسہ کے دفع کرنے میں

امین خان کے نام :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ

برادر عزیز کے خط کا مضمون منکشف ہوا۔ جواب حاضر ہے۔

لے بھائی! ہم لوگ ساتویں صدی میں ہیں۔ آج سارے جہان میں ایمان کمزور ہو چکا ہے اور  
 مومن نایاب سُرخ گندھک ہو گئے ہیں۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے بڑا اسلام غریباً وسیعاً دیکھا ہے  
 اسلام شروع میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی اجنبی ہو جائے گا۔ ہم لوگوں کا زمانہ ہی زمانہ  
 ہے۔ کیا کیا جائے۔ ہم لوگوں کو مصیبت کی خاک اپنے سروں پر ڈالنی چاہیے۔ اور اپنے غم و اندوہ میں  
 وقت گزارنا چاہیے۔ یہ کام مردوں کے ہیں ہم مخنثوں کے نہیں۔ اب کیا پوچھتے ہو۔ وہ دولت ہم بے  
 اقبالوں کو کہاں نصیب۔ وہ حضرات جو ارباب بصیرت اور اصحاب سلوک ہیں وہ تو یہ کہتے ہیں۔

نمی دانم کراما نام بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کیا ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں۔ تو پھر ہمارا

نم کو کیا کرنا چاہیے۔ لے بھائی! وہ حضرات جو ان کاموں کے کرنے والے اور اس کے اہل تھے وہ ہمارے درمیان  
 اٹھ چکے ہیں۔ آج مٹھی بھر جا ہوں کی قوم اپنے گھنڈ میں مگن اور خود کو ان لوگوں کی صورت و شکل سے آراستہ  
 کئے ہوئے علم و معرفت کا دعویٰ کر رہی ہے اگر ان کے اندر غور کرو تو انہیں خود اپنے کفر کی بھی خبر نہیں ہے  
 ایمان کیا ہوتا ہے یہ کیا جانیں۔ اسی کو کہتے ہیں جیسا کہ اس مصرع میں ہے۔

”جہانی پر زبیراں طیبیاں از میاں رغبت“ (ایک عالم بیماریوں سے بھر گیا ہے اور معاہدین اٹھ چکے ہیں)

یہی وہ رمز ہے جو کہا گیا ہے۔

صحبت نیکان ز جہاں دور گشت خوان عمل حسانہ ز نبور گشت

(اچھے لوگوں کی صحبت دنیا سے دور ہوگی۔ شہد کا دسترخوان کھینوں کا گھر بن گیا۔)

خواجہ حسن بھری قدس اللہ سرہ العزیز کے مہد پاک میں کسی نے آپ سے پوچھا حضرت!  
 حضور پینچا مہر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کیسے تھے۔ فرمایا وہ لوگ ایسے گذرے ہیں کہ اگر تم لوگ ان  
 کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ سب دیوانے ہیں اور اگر وہ حضرات تم لوگوں کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ شبلیہین  
 ہیں۔ یہ حال جب حضرت خواجہ حسن بھریؒ کے زمانہ میں تھا جو صحابہ کے عہد سے بالکل متصل تھا تو یہ دو تہیں

میں ہم لوگ ہیں اس کے بارے میں کیا کہا جائے خسروؒ کی جان پر رحمت ہو کیا خوب کہاہے۔

خلق گویندم بر روزنار بندای بت پرست در تن خسرو کلامی رگ کہ آن ز نار نیست

(لوگ مجھے کہتے ہیں اے بتوں کے پجاری باز نار باندھے خسرو کے بدن کی وہ کون سی رگ ہے جو نار نہیں)

اور وہ جن لوگوں نے داڑھی سر کے بال منڈوائے ز نار باندھ لی ہے بت خانہ میں یا شراب خانہ میں



جانیٹھے ہیں اس میں یہی راز ہے اس شعر میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔  
 بردخت بقائے دو جہانی از رہ کفر در سلمانی

(دو دنوں جہاں کی بقا کے درخت پر کفر کی راہ سے سلمانی میں داخل ہوئے ہیں)

یعنی نفس کافر کو ہلاک کر کے مسلمان ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے خود اپنے آپ کو دیکھا۔ ان کی نگاہ کفر و ایمان کی حقیقت پر پڑی۔ دیکھا کہ سب کچھ غرور، گھمنڈ، زنا، دعویٰ اور کجواں ہے۔ اسلام نہیں۔ اس لئے کہ سلمانی دوسرا ہی کام ہے۔ اور مسلمانان دوسرے ہی پرندہ ہوتے ہیں۔ اس شعر میں سی طرف اشارہ

ہے۔ صوفی و سبز پوش شادی پیر چلہ دار این جملہ شادی ولی مسلمان نشدی

(صوفی ہوئے سبز پوش ہوئے شیخ چلہ دار ہوئے۔ یہ سب ہوئے نیکن مسلمان نہ ہوئے۔)

حضرت عین القضاة ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو ان مردوں کو سارا غلط جان ایمان ہی

کی وجہ سے ہے کہ ایمان ہے بھی یا نہیں۔ اور تم اس پر مغرور ہو کہ میں مومن ہوں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ایمان کا جمال دیکھو تو کسی مومن کو تلاش کرو۔ تاکہ وہ کفر کے زنا کو تمہاری گردن سے کاٹ دے۔ اس وقت تم ایمان کا جمال دیکھ سکتے ہو۔ اور سارے جہان میں یہ آواز بلند کر سکتے ہو۔

آں کس کہ تراندیدا و اسیح ندید و آں کس کہ ترانیافت او بیچ نیافت

(جس نے آپ کو نہیں دیکھا اس نے کچھ نہیں دیکھا اور جس نے آپ کو نہیں پایا اس نے کچھ نہیں پایا۔)

اب تم نے یہ جان لیا کہ ہم بے اقبالوں کو کیا کرنا چاہیے۔ ابھی وقت ہے۔ ان بھان دلو کا

رات دن اپنے کاموں کا غم کرنا چاہیے۔ اور ہر وقت حسرت کی خاک اپنے سر پر ڈالنی چاہیے اس لئے کہ ناامید ہو کر معطل ہو جانا اس کام میں شرط نہیں۔ خوب کہا جس نے کہا۔

اندریں رہ اگر تو اں نہ کنی دست و پای بزن زیاں نہ کنی

(اگر اس راہ میں تودہ نہیں کرتا تو ہاتھ پاؤں چلاتا رہ یعنی کوشش میں لگا رہ اور اپنا نقصان نہ کر)

ہاں! اگر مردوں کا ایمان نہیں ہوا تو کم سے کم بوڑھی عورتوں اور مخنثوں کے ایمان جیسا تو ایمان

ہو۔ کیا کیا جائے۔ اگر دولت کا آفتاب غروب ہو گیا چراغ تو ہے۔ اسی سے روشنی لی جائے، ورنہ کیا ہم کو

اور کیا فرعون کیا غمزد کیا یہود کیا نصاریٰ۔

جہد کن پیش از اجل ای خود پرست تا ز خلت ذرہ آری بدست

گر شود یک ذرہ خلت حاصلت باز خندد آفتاب دولتت

(اے خود پرست! موت سے پہلے کوشش کرتا کہ اس کی محبت کا ایک ذرہ تو حاصل کرنے۔ اگر ایک ذرہ  
برابر بھی دوستی اور محبت تجھے حاصل ہوگی تو اس دولت کا آفتاب تجھ پر سکراتا ہوا روشن ہوگا۔)

لے بھائی! آج اس دنیا سے جو ایمان سلامت لے جاؤ وہی مرد ہے۔ اور وہی بہانے  
زمانہ کا جنید کاشلی ہے۔ باقی سب سب سوداگی اور فضولی ہیں *إلا ماشاء اللہ*۔ رحمت اس کی جان پر  
ہو جس نے کہا ہے۔

زین گو نہ کہ حال ناپسندیدہ است حسن رخ تو چہ لائق دیدہ است  
وصلت کہ بیکباده کسریٰ نرسید سودا است کہ در دماغ شوریدہ است

(جب کہ ہمارا حال اس درجہ ناپسندیدہ ہے تو آپ کے چہرہ انور کا حسن ہماری آنکھ کے لائق کیسے ہو سکتا ہو۔  
آپ کا وصل جب کبھی قباد اور کسریٰ کو میسر نہیں ہوا تو یہ ایک جنون ہے ہمارے دماغ میں سایا ہوا ہے۔)  
قصہ طویل ہے اور مکتوب مختصر ضرورتاً اختصار کیا گیا ہے جیسا کہ کہا ہے۔

شب رفت و حدیث مابیاں نہ رسید شب را چو کند حدیث ما بود دراز

رات گذر گئی اور میری کہانی ختم نہ ہوئی۔ اس میں رات کا کیا قصور ہے میری حکایت ہی بہت طویل تھی۔

ایک خاص بات:- لے بھائی! مشائخ جو لوگوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں ان کا طریقہ کار سنت اور  
جماعت کے اصول پر رہا ہے۔ ظاہری کاموں میں جیسے طہارت، نماز، روزہ، حج اور جن کا تعلق ظاہری  
اعمال سے ہے ان میں شرع کے ظاہری اصول پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور سب کو ظاہری شرع پر بجالاتے  
ہیں۔ اس خوف سے کہ کہیں دوسو سوں کے ہاتھوں میں نہ پڑ جائیں اس لئے کہہتے ہیں جو دوسوہ میں مبتلا ہوا  
وہ ہادیہ (دوزخ کے گڈھے) میں گر پڑا ایسا کہ وہاں سے باہر آنا مشکل ہے۔

گر درے خواہی کہ بکشاید ترا و آنچه جوئی روئے بنماید ترا  
از در چغیبہ آخسر زماں ہمو حلقہ سرگر و ان یکشاں

(اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر دروازہ کھول دیا جائے اور جس حُسن کی تجھے تلاش ہے اس روئے انور

کی تجلی تجھ پر ہو تو حضور بیخا مبرآ خرا الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس سے زنجیر کی طرح ننگارہ ایک

لوہ کے لئے بھی الگ نہ ہو۔)

روایت آتی ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کے برتن سے مٹو

کیا ہے اگرچہ شراب ان لوگوں کے یہاں حلال ہے اور ان کے گھروں کے برتن شراب سے کم ہی عالی

رہے ہوں گے اس کے باوجود امیر المؤمنین نے ظاہری حکم پر عمل کیا یہ نہیں سوچا برتن ان کا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں شراب رکھی گئی ہو۔ اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے گذرے ہیں جو ننگے پاؤں پھرتے تھے اور اسی حال میں نماز ادا فرماتے تھے، یہ نہیں خیال کرتے تھے کہ ننگے پاؤں رہا ہوں شاید کہ نجاست لگ گئی ہو نماز کیسے پڑھوں؟ جب کہ ظاہر اسی طرح کی آلودگی نہ تھی تو ظاہر شریعت کے حکم کو کافی سمجھا اور اس طرح کی بہت سی روایتیں صحابہ تابعین، متقدمین اور متاخرین سے منقول ہیں مکتوب میں کتنا لکھا جائے۔ لیکن اس کام میں اصل چیز دل کو کہ ورت سے پاک کرنا اور بُری صفتوں سے صاف کرنا ہے کہ حقیقی حجاب یہی ہے اور اس حجاب کے ہٹانے میں ان بزرگوں نے بے انتہا اور بے حد کوششیں کی ہیں ایسا کہ دن میں ستر بار مردہ صفت ہو گئے ہیں اور پھر زندہ ہوئے ہیں اسی بنا پر وہ لوگ جو دیکھنے میں آدمی کی صورت میں ہیں لیکن عادات و خصال میں شیاطین صفت ہیں ان بزرگوں، مردانِ زاہد کو دیوانہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ دیوانہ و پاگل کون ہے خود کہنے والے ہیں یا یہ لوگ۔ اے کاش سارا جہان ان دیوانوں کی طرح دیوانہ ہو جاتا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

مانہ نیت کار در کار اے سپر کے زکار افتادگی یابی خبر

(اے دل کے جب تک تجھے کام سے واسطہ دسرکار نہیں ہوا ہے تجھے اس کا تجربہ اور اس کی آگاہی کیسے ہوگی)

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا آپ نے خدا کو کب پہچانا؟ فرمایا جس وقت لوگوں نے مجھے

دیوانہ کہنا شروع کیا۔

تا توانی باخبر دبیگانہ باش عقل را غارت کن و دیوانہ باش

(جہاں تک تجھے ہو سکے عقل سے دور ہو جا، عقل کو غارت کر دے اور دیوانہ ہو جا)

اے بھائی! مشائخ دین کی اقتدا کرو اور خود کو دوسو سوں (ادہام وغیرہ شیطانی خیالات) سے

محفوظ رکھو تاکہ شیطان کے ہاتھ میں نہ پڑ جاؤ اور اگر گرفتار ہو گئے ہو تو جلد اس سے خود کو نکال لو جب تک

کام ہاتھ سے نہیں نکلا ہے، طاقت ہے اس کا علاج کرو۔ اس طرح کہ جب تم چاہو کہ نماز کی نیت سے

جانناز پر کھڑے ہو تو نیت کی نیت کرنے کے قبل چند مرتبہ یہ دُعا پڑھو بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهِ وَنِیَّتِ

اللّٰهِ وَاللّٰهِ دَعَا عَلٰی اللّٰهِ فَلِیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (اللہ کے نام سے، اللہ کے لئے، اللہ سے، اللہ کی طرف اور اللہ

ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیے) اور جب دوسو سے زحمت دیں تو ہر لمحہ قُلْ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ اور قُلْ

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ پر ہاتھ رکھ کر پڑھا کرو اور جتنے بار وضو کر دو وضو کا بچا ہوا پانی دوسو کے دفع

کی نیت سے ایک گھونٹ پی لو اگرچہ دس مرتبہ بیس مرتبہ وضو کرنا پڑے۔ اور دوسرے یہ چاہیے کہ بغیر وضو کے نہ کچھ کھاؤ نہ پیو اور اس پر پابندی کرو تاغذ نہ ہو کہ اس میں بے انتہا فائدے ہیں اور اس کی برکت بے شمار ہے اور یہ چار رکعت نماز دو رکعت کر کے جو علیحدہ سے لکھی جاتی ہے اس فقیر کا تحفہ ہے اس کو اپنا وظیفہ بنالیں۔ اس نماز کو عشاء کے وقت وتر کے پہلے ادا کریں اور دونوں دوگانہ کے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ دس بار پڑھیں پہلی رکعت میں سلام کے بعد سومرتبہ یا وَهَّابٌ پڑھیں اور پھر اٹھ کر دوسری رکعت اسی طرح ادا کریں اور سلام کے بعد سومرتبہ يَا قَتَاتِحُ پڑھیں اور اللہ سے امید رکھیں کہ اس دوگانہ کی برکت سے تمام دینی اور دنیاوی کام حسب خواہش بن جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری



## مکتوب ۱۰۴

### درویشوں کے تھکاؤ و اعتقاد کرنے میں

ملک مفرح کے نام :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گرچہ چندانی سلیمان کا رداشت کوز میں تا عرش گیر و دار داشت

مسکت را قدر چون شناخت او قوت از زنبیل بانی ساخت او

رجناب سلیمان علیہ السلام کی مشغولیت اس درجہ تھی کہ زمین سے آسمان تک عمرانی کرتے تھے لیکن

مسکیت کی قدر جب آپ نے پہچان لی تو تھیلے بننے اور اسی سے اپنی غذا حاصل کرتے۔

میرے عزیز بھائی ملک مفرح زادت خیراتہ و حسناتہ و غفرانہ سیاتہ و خطیاتہ کاتب

مکتوب فقیر حقیر شرف منیری کا سلام و دعا۔ مطالعہ کریں۔

لکھنا یہ ہے کہ اگرچہ برادر عزیز ظاہر اس لباس میں ہیں دل مطمئن رکھیں کیوں کہ آپ کو عقیدت

اور واسطہ مسکینوں سے ہے اللہ تعالیٰ اس میں اور افزونی فرمائے۔ بحضرت ابنی صلی اللہ علیہ وسلم واللاہما  
 لے بھائی! یہ تو معلوم ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس عظمت و جلالت کے  
 باوجود کہ آپ کے حق میں فرمان ہے **لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكُ** (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا  
 نہ کرتا آپ کی دعا یہ تھی **اللَّهُمَّ أَحْيِيْنِي مَسْكِيْنًا وَأَمِتْنِي مَسْكِيْنًا وَأَحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسْكِيْنِيْنَ**  
 (اے اللہ تو مجھے مسکین زندہ رکھ اور اس عالم سے مسکین لے جا اور مجھے اٹھا مسکینوں کے ساتھ)

ملک دنیا را کہ بنیادے نہند گرچہ بس عالی است بر بادے نہند

(ملک دنیا کی بنیاد جو رکھی گئی ہے گرچہ بہت عالی ہے مسکین اس کی یہ بنیاد ہوا پر ہے۔)

ہرچہ بینی جز خیالے بیش نیست ہرچہ دانی جز محالے بیش نیست

(جو کچھ تم دیکھتے ہو ایک خواب ہے اور کچھ نہیں اور جسے تم کچھ سمجھتے ہو وہ کڑھیلہ سے زیادہ نہیں۔)

لے بھائی! فقر اور مسکینیت یہ اسرار خداوندی میں سے ایک راز ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ مروج

کی رات عالم ملک و ملکوت میں جو کچھ ہے سب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا  
 گیا لیکن حضور نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا **الْفَقْرُ مَخْزُوٌّ** (فقر ہی میرا فخر ہے)  
 جناب آدم علیہ السلام کو سجد ملائک فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا اور آنکھوں بہشت کی سلطنت آپ کے  
 تحت تصرف میں دیدی گئی آپ کی نظر فقر و مسکینیت پر پڑی آنکھوں بہشت گہیوں کے ایک دانہ کے عوض بیچ  
 دیا اور فقر و درویشی کا خرقہ پہن لیا۔

جان آدم چو بستہ فقر سوخت ہشت جنت را بیک گندم فروخت

(جناب آدم علیہ السلام کی جان جب فقر کے راز سے روشن ہو گئی تو آنکھوں بہشت کو ایک دانہ گندم  
 کے عوض بیچ دیا) جناب سلیمان علیہ السلام کی مسکینیت مشہور ہے جیسا کہ کہا ہے اور ان دو اشعار

سے روشن ہے۔

گرچہ چندان سیماں کار داشت از زمین تا عرش گیر و دار داشت

مسکنت را قدر چو لبشناخت او قوت از زمبیل بافی ساخت او

اللہ کا شکر ہے کہ یہ تمام اعلیٰ صفات اور معاملات بہت زیادہ برادر عزیز کی ذات میں موجود  
 ہیں، خدا کا شکر کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن برادر عزیز کا حشر مسکینوں کے زمرہ میں ہوگا اور  
 حق سبحانہ تعالیٰ برادر عزیز کو اپنے فضل سے ان کاموں میں استقامت عطا فرمائے اور دن بدن اس

میں افزونی دہائی بخشے اپنے فضل و احسان سے۔ ماقبت و فاقمت نجس ہر مور۔

والسلام  
شرف میری

\*

## مکتوب ۱۰۵

### شغل... لا حول ولا قوۃ الا باللہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توحید نہ کارآب و خاک است کار دل صاف زبان پاک است  
لے خواندہ خدا سے را بعبادتت دوری ز حقیقت شہادت  
تا کے بہ زبان حسد پرستی این نیست مگر ہوا پرستی

(توحید کا تعلق مٹی پانی کے پتلے سے نہیں اس کا تعلق تو صاف و خفیات دل اور پاک روح سے ہے۔)

لے عادت کے طور پر اللہ کا ذکر کرنا لے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی حقیقت سے تو بہت دور

ہے کب تک صفت زبان سے خدا پرستی اللہ اللہ کرتے رہو گے یہ صفت خواہش پرستی ہو خدا پرستی نہیں۔)

کاتب مکتوب شرف میری کا سلام و دعا قبول کریں۔

لکھنا یہ ہے کہ قاضی زین الدین نے تم عزیز کی تمام کیفیت بیان کی تم عزیز پر دل فرخ ہو

میری جانب سے قبولیت ہے لیکن راہ پر چلنا ہی تم عزیز کا کام ہے جب مشائخ رضوان اللہ کا طریقہ

لیا ہے تو رسم کے بت کو توڑ دینا چاہیے (یعنی رسمی عبادت کو چھوڑ دیجئے) اور عادت کے زنا کو کاٹ

ڈالنے اور راہ طریقت میں قدم صدق کے ساتھ رکھنے اور حق سبحانہ تعالیٰ کی طلب میں ہمت بلند کیجئے

کیونکہ بے ہمت مرید کبھی کسی منزل پر نہیں پہنچتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

سگ دون ہمت استخوان جوید پنجوشیر مغز جاں جوید

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ہم جو خورشید از بلندی فرود شد

ہر کہ از ہمت درین راہ آندا ست گر گدای می کند شاہ آمدہ ست

دکھنی ہمت والا کتا ہڈیوں کی تلاش میں رہتا ہے شیر کا بچہ زندہ جان کی تلاش کرتا ہے جو ہمت والا ہو گیا  
وہ آفتاب کی طرح بلند می میں کیا دفر ہو گیا۔ جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا اگر وہ گداگری کرتا ہے  
جب بھی وہ بادشاہ ہے۔

لیکن اے عزیز اس راہ کا علم اہل طریقت ہی کے ساتھ مخصوص ہے جو آخرت کے عالم ہیں  
یہ علم ان کی صحبت و خدمت میں حاصل ہوتا ہے علماء دنیا سے نہیں وہ تو دین کے راہزن ہیں اسی کی طرف  
اس شعر میں اشارہ ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است      علم رفتن براہ حق دگر است  
آں ہوائے کہ پیش ازین باشد      رسم و عادت بوند نہ دیں باشد  
واسطہ این قوم را برخواست است      قول ایشان لاجرم لبر است

یہ سارے علوم تو مختصر سے عالم ظاہر کے ہیں اللہ کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ یہ سب  
خواہشیں جو اس راہ میں آنے سے پہلے تھیں وہ سب رسم و عادت تھی دین نہیں تھا۔ جب کہ  
اس جماعت کے لوگوں کے درمیان سے واسطہ ختم ہو گیا ہے تو یقیناً ان کا قول ان کا فرمان سب درست ہوگا۔  
تو جس کی ہمت ایسی ہو کہ جو عادات اور خواہش پرستی سے نکل کر خدا پرستی میں پہنچ جائے تو اس گروہ کے  
علماء جو آخرت کے عالم ہیں اور علماء اُمّی سمانبیاء مبنی امی اٹیل (میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل  
کے بیوں کی طرح ہیں) کے امتیازی طغریٰ کے حامل ہیں ان کی صحبت کی دولت طلب کرے تاکہ ان کی  
خدمت میں رہ کر دن بدن ان کی نگاہ خاص سے محرمات محمودات یعنی بری صفتیں اچھی صفتوں سے  
بل جائیں اور گردش حاصل ہو جائے اور ان کی صحبت و تربیت کی برکت سے نفس کافر سے رستگاری  
ہو جائے اور اسلام کا جمال دیکھے اور توحید حقیقی تک پہنچ جائے اور بارگاہ وحدہ لا شریک اہیں رسائی  
ہو جائے اور موجد حقیقی بن جائے اسی کو کہا ہے۔

اوصاف ذمیرہ چوں بدل شد      ہر عقده کہ در تو بود حل شد

چوں نیستی تو شد محقق      نیز وہم نعرہ انا الحق

(جب بری عادتیں اچھی صفتوں میں تبدیل ہو گئیں تو تیری جتنی مشکلیں تھیں سب حل ہو گئیں)

جب تیرا فنا تیری نیستی یقینی ہو گئی تو پھر نعرہ انا الحق انا الحق اٹھنے لگا۔

ہر کرا آن آفتاب این جا بتافت      آنچه آں جا و عدہ بود اینجایافت

ایں جا ست نہایت طرقت ایں ست فلامہ حقیقت

(جب کسی پر وہ آفتاب حقیقت یہاں تا باں ہو گیا جو کچھ وہاں کسے دعوے وہ سب اس نے یہیں پایا۔

یہی وہ مقام ہے جو طرقت کی انتہا ہے یہی حقیقت کا خلاصہ ہے جملہ مسلمانوں کی عاقبت و فاقمت بخیر ہو

وَالسَّلَامُ



مشرف منیری

## مکتوب ۱۰۶

### بلندی ہمت میں

(بعبارت دیگر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جہد کن تا زنیست بہت شوی و در شراب خدامت شوی

نیست کن ہر پہ راہ و راہے بود ادوت خایہ خدایا بود

(کوشش کرتا کہ نیست سے ہست ہو جائے اور شراب توحید سے صحت ہو جائے رسم و روش عقل

و تدبیر سب کو فنا کر دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے) یحشر الناس یوم القیامۃ علی نیبائہم

(لوگوں کا حشر قیامت کے دن ان کی نیتوں پر ہوگا)

اے بھائی! آج اپنا جائزہ لو اپنے اندر غور کرو دیکھو اگر تمہارے اندر حق سبحانہ تعالیٰ

کی طلب غالب ہے تو عاشقوں کے ساتھ تمہیں اٹھائیں گے اور اگر تمہارے باطن میں بہشت کی

محبت اور خواہش غالب ہے تو تمہارا صالحین کے ساتھ شکر کریں گے اور اگر تمہارے اندر دنیا کی طلب

و محبت غالب ہے تو دنیا والوں میں تمہارا حشر کریں گے اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ در دنیا خیالت آں بود تا ابد راہ وصالت آں بود

(اس دنیا میں جس چیز کے ساتھ ترا خیال والبتہ رہا ہے ابد تک تجھے اسی میں رہنا ہے۔)



لے بھائی! وہ لوگ جو ارباب ہمت ہیں انہوں نے دنیا و آخرت دونوں کو اپنی ہمت کے  
 سلنے سے یہ کہتے ہوئے ہٹا دیا ہے کہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ مردان راہ کی طلاق دی ہوئی  
 چیز ہے اور وہ نمرود و فرعون کے ہاتھ کی صافی (تولیا) ہے اسے ترک کر دینا فرض عین ہے۔  
 ہر کہ اواز دار دنیا پاک شد نور مطلق گشت گرچہ خاک شد  
 (جو شخص اس دار دنیا سے پاک ہو گیا وہ نور مطلق بن گیا اگرچہ صورتاً خاکستر ہے۔)

بہشت میں جتنی چیزیں تیار کی گئی ہیں وہ سب حس و خواہش کی لذت اور اس کا حصہ ہیں  
 جتنی چیزیں ہیں وہ ان پانچ خواہشوں سے جدا نہیں ہیں یا کھانے کی ہیں، سونگھنے کی ہیں، دیکھنے کی، پہننے  
 کی یا سُننے کی ہیں اور بہائم جانوروں کو ان سب میں شرکت ہو سکتی ہے۔ تو جس میں جانوروں کی شرکت  
 ہو اس سے دُور رہنا چاہیے یہ ادنیٰ درجہ کی گراوٹ ہے نہ کہ اعلیٰ ہمتی ہے۔

ہمت کیا ہی خوب چیز ہے اس خاک کے پتلے میں کیا راز پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

سگ دوں ہمت استخوان جوید پنجنہ شیر مغز جاں جوید  
 لکس و گربہ سوسے خواں پونید سگ و زاغ اندک استخوان جوید

(کینی ہمت والا کتا ہڈیاں ڈھونڈھتا پھر تارے شیر کا پنچ تازہ جان کی تلاش میں رہتا ہے۔

بلی اور کھیاں دسترخوان کی طرف لپکتی ہیں کتے اور کوسے میں جو ہڈیوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔)

ہمت بھی کیا ہی بلند چیز ہے کہ جس کے بارے میں کہتے ہیں الجنة سبحی العارفين كما

ان الدنيا سبحن المؤمنین (جنت عارفوں کا قید خانہ ہے جس طرح دنیا مومنوں کے لئے قید خانہ ہے)

لے بھائی! اگر دیدار کا وعدہ بہشت میں ہونا مقرر نہ ہوتا تو ان عارفوں کی زبان پر بہشت

کا ذکر نہ آتا۔ منقول ہے کہ سلطان العارفين بايزيد بسطامي قدس سرہ العزیز کی زبان پر اگر دنیا کا تذکرہ  
 آجاتا تو وضو فرماتے اور اگر بہشت کا ذکر آجاتا تو غسل فرماتے لوگوں نے سوال کیا۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟

فرمایا دنیا ناقص وضو ہے۔ بر بناے حال۔ اس کا ذکر وضو کا ٹوٹنا ہے وضو کے ٹوٹنے کے بعد وضو کرنا

ضروری ہے اور بہشت شہوتوں کے پورا ہونے کی جگہ ہے اس کا ذکر جنابت ہے۔ حال کے حکم کے

مطابق۔ یہ باتیں مردوں کی ہیں مخمشوں کی نہیں ان باتوں میں کوئی دخل نہ رہے فقہول بحت نہ کرے

وہ جو میدان جنگ میں تلوار کھانا اور تلوار چلانا جانتے ہیں اور ہی لوگ ہوتے ہیں اور وہ جو شریک کھانا

اور قبور کا پیالہ چائے والے ہیں وہ دوسرے ہی لوگ ہیں یہ سب برابر کیسے ہوں گے۔ بھکاری

اور بادشاہان مسادہ کیسے ہوں گے خبردار عاشقوں اور مردوں کو اپنی رکیک عقل کے مختصر سے ترازو پر نہ تو لو کیوں کہ یہ لوگ اس سے کہیں اعلیٰ ہیں کہ تمہاری عقل کے ترازو پر تو لے جائیں۔ جہاں عشق کا آفتاب طلوع ہوتا ہے وہاں عقل کے ستارے گم ہو جاتے ہیں ہم لوگوں کے لئے ان بزرگوں کے حال وحوالہ پر ایمان رکھنے اور اس کی تصدیق کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

طعمہ کاں پاکبازاں را دہند ہرگز آں کے نو نیازاں را دہند

(پاکبازوں کی غذا کا لقمہ نئے نیاز مندوں کو کہاں دیا جاتا ہے۔)

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم فتن براہ حق دگر است  
حرف کو کا غذے سیاہ کند دل کہ تیرہ ست کے چوماہ کند  
گر ترا در دست پر آید پدید قفل دروت را کلید آید پدید

(یہ سارے علوم اس مختصر عالم ظاہر کے ہیں خدا کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ حرف تو حرف کاغذ کو سیاہ کرتا ہے وہ دل جو تاریک ہے اسے کب ماہ تاباں بنا لے گا۔ اگر تجھے درد طلب ہے تو پیر مل جائیں گے اور تیرے درد کا مداوا ہو جائے گا۔)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



## مکتوب ۱۰۷

عمر رفتہ پر افسوس اور گزرتے ہوئے حال پر ندامت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس معزز کی جان پر رحمت ہو جس نے کہا ہے۔

در کوے بیتاں رفت ہمہ عمر درینا چوں برہمن پیر بیت خانہ بانذیم

(وہاں حسرت و افسوس توں کے کوپہ میں ساری عمر گزر گئی۔ بوڑھے برہمن کی طرح بتکدہ میں پڑے ہوئے)

لے بھائی! جو شخص اپنے غم و اندوہ میں مبتلا ہو اور جس کا حال اس درجہ خراب و خستہ ہو

کہ وہ بیچارہ یہ کہے۔

نمی دائم کرامت بدیں صورت گرفتارم نہ من ہندو نہ مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم  
(میں نہیں جانتا میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں۔)  
وہ دوسرے کو کیا یاد کریگا اور کیا کسی کو تلقین کریگا۔ ہاں بھائی ایسا ہی ہے آپ ہی کی طرح اس  
اطراف کے بھی بعض اور عزیزوں نے دل چھوٹا کر لیا ہے اور جھنجھلاہٹ کا اظہار بھی کیا ہے۔ یہ صرف تنہا  
آپ ہی نہیں ہیں کہ جس نے دل چھوٹا کیا اور کسی نہ کسی طرح اظہارِ خفگی بھی۔

لے بھائی! عمر ختم ہونے کو آئی موت آپہنچی آخرت کا سفر سامنے ہے اس امر کے خوف و حسرت  
نے دل بوج رکھا ہے کہ جس وقت ملک الموت آجائیں گے اور وہ پوچھیں گے کہ الٰہی اقبض روح هذا العبد  
بالسعادة ام بالشقاوة پروردگار! اس بندہ کی روح سعادت پر قبض کروں یا شقاوت پر کچھ نہیں معلوم  
کہ اس وقت جواب کیا آئے گا جو اس حیرت سے متحیر ہو وہ اپنے آپ میں کہے گا: اسی کو کہا ہے۔

زندہ سابقت نہ دائم چسیت خواندہ خاتمیت نہ دائم کسیت  
بدانیک شد چو پذیرفتی نیک ماگشت بد چو گرفتی

(پتہ نہیں تقدیر میں کیا لکھا جا چکا ہے، خاتمہ کس حال پر ہوگا یہ بھی معلوم نہیں۔ میری تمام برائیاں  
نیکیاں بن جائیں اگر آپ قبول فرمائیں اور میری تمام نیکیاں برائیوں میں تبدیل ہو جائیں اگر آپ کی پکڑ ہو جائے)  
لے بھائی! کام انتہائی مشکل ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں اور بولتے اور  
سننے ہیں اور وقت گزارتے ہیں۔ نقل ہے: ایک عارف موت کی سکرات میں اٹھے لوگوں نے پوچھا  
کوئی آرزو ہے تو فرمائیں کہ حاضر کروں۔ کہا ہے تو عَدَمًا لا وجود لہ ایسے عدم کی جسکا وجود ہی نہ ہو۔  
اور وہ جو اس دولتِ عظمتی کے مالک ہیں لو اتزن ایمان ابی بکر مع ایمان امتی لسنح (اگر میری تمام امت  
کے ایمان کو ابوبکرؓ کے ایمان سے وزن کریں تو ابی بکرؓ کے ایمان کا پلہ وزنی ہو جائے) وہ فرماتے تھے کاش میں درخت  
کی پتیاں ہوتا مجھے بھیڑ بکریاں کھائیں۔ اور وہ جن کا رتبہ یہ تھا کہ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا  
(ہم علم کے شہر ہیں اور علی اس کے دروازے ہیں) وہ کہتے تھے کاش ہم اپنی ماں کے جسم کا خون ہی ہوتے  
یہ خود ان لوگوں کا حال ہے جو سارے عالم کے پیشوا اور دینِ مسلمانی کے سرداران ہیں۔ اور وہ جو بت خانہ  
میں پیدا ہو بت خانہ میں پرورش پائی اور بتوں کے آگے سجدہ میں عمر تمام کی وہ کیا کہے اور اس کا حال  
کیا ہوگا؟ اس بیچارہ پر رحمت ہو بلکہ شہ رحمت ہو جس نے کہا ہے۔

سودہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم چند خود را تہمت دینِ مسلمانانہم  
 اے برہمن باودہ رد کردہ اسلام را یا چون گمراہ را در پیش بت ہم بہت  
 (بتوں کے آگے سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس کے باوجود کب تک خود کو مسلمان کہلاتا ہوں گا  
 اے برہمن مجھ اسلام کے روئے ہوئے کو اپنے یہاں اجازت ہے۔ یا کیا؟ مجھ جیسے گمراہ کو بتوں کے سامنے  
 آنے کی بھی راہ نہیں ہے۔)

یہ تمام حال خود اپنا لکھا گیا ہے یہ کوئی عبارت آرائی نہیں کی گئی ہے۔

والسلام  
 فقیر شریف نیری



## مکتوب ۱۰۸

### برے عادات و خصال کو پسندیدہ اخلاق سے تبدیل کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہرچہ جز حق بسوز و غارت کن ہرچہ جز دیں از و طہارت کن  
 (اللہ کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا کر خاک کر دو دین کے علاوہ جو بھی ہے سب سے طہارت کرو۔)  
 اے بھائی! دوزخ اور بہشت دونوں کے بہت سے دروازے ہیں۔ تمام پسندیدہ باتیں  
 اور اچھے کام بہترین اخلاق بہشت کے دروازے ہیں اور گندے اقوال و افعال اور برکتیں ناپسندیدہ  
 اخلاق دوزخ کے در ہیں اس سبب کہ آدمی کو راحت و آسائش جو پہنچتی ہے وہ پسندیدہ یعنی اچھے اقوال و  
 افعال سے پہنچتی ہے اور تکلیف و رنج جو آدمی کو پہنچتا ہے وہ اس کے اقوال و افعال ناپسندیدہ اور  
 اخلاق سے پیش آتا ہے اور جو شخص آج برے اقوال و افعال اور اخلاق و عادات و خصائل سے نکل آیا  
 صمدیہ اور اقوال و افعال پسندیدہ سے آراستہ ہوا وہ دوزخ سے نکل آیا اور بہشت میں پہنچ گیا اس لئے  
 کہ دوزخ کو بڑی باتوں اور بڑے کاموں اور بڑے عادات و خصائل سے سروکار ہوتا ہے اچھی باتیں پسندیدہ  
 کاموں اور عمدہ اخلاق سے نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

دائماً درخوئے ناخوش ماندہ ای      وز صفات بد در آتش ماندہ ای

تا صفات با تو خواهد بود جمع      تو نخواہی بود بے سوزی جو شمع

(تو ہمیشہ ناپسندیدہ خصلتوں میں رہا ہے اور اپنی انہیں بڑی صفتوں سے آگ میں جلتا رہا ہے۔

جب تک تیری صفتیں تیرے ساتھ جمع نہیں گی اس وقت تک تو شمع کی جیسی بے سوزی میں نہیں ہو گا۔

اے بھائی! آج مرید کا پہلا کام یہ ہے کہ بڑے اقوال بڑی باتوں کو نیک باتوں سے بدل ڈالے بڑے

کاموں کو اچھے اور پسندیدہ کاموں میں تبدیل کرے بڑے اخلاق عادات و خصائل کو عمدہ اخلاق سے تبدیل

کرے اس کام کو اہل تصوف کی اصطلاح میں "گردش از نہاد خویش" (اپنی بنیاد و سرشت میں تبدیلی) کہتے ہیں۔

جیسا کہ کہا ہے۔

تو چنین محبوب از خود ماندہ ای      تا ابد معیوب از خود ماندہ ای

پاکبازانے کہ در ویش آمدند      ہر نفس در نحو خود پیش آمدند

(تو خود اپنی خودی میں اپنے آپ سے حجاب میں ہے ہمیشہ کے لئے اپنی خودی کے عیب سے معیوب ہو گیا ہے

در ویش و فقر جو حقیقتاً پاکباز ہیں وہ ہر لمحہ اپنی گم گشتگی اور خود کو فنا کرنے میں محور ہتے ہیں۔)

مرید کے لئے یہ کام بمنزلہ وضو کے ہے جس طرح وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے اسی طرح مرید

کے لئے بغیر اس گردش کے طریقت میں روش نہیں ہے یہ سارے مجاہدے اور ریاضتیں اسی گردش کے

حصول کے لئے ہیں تاکہ مرید راہ طریقت میں چلنے کے لائق اور صاحب استعداد ہو جائے اور جو شخص اس گردش

کے بغیر طریقت میں روش چاہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بے وضو نماز ادا کرے تو آج اس کام میں ساری

خرابی و نقصان اسی وجہ سے ہے کہ اس کام کو اس کام کے شرط کے بغیر چاہتے ہیں جسے کوئی بے وضو نماز چاہتا

ہے۔ ہر کام کے لئے ایک شرط ہے جب تک وہ شرط پوری نہ ہو وہ کام ہرگز نہیں ہوتا جیسے دیکھنا بغیر آنکھ

کے سننا بغیر کان کے بولنا بغیر زبان کے ہرگز نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ کام بغیر گردش کے ہرگز نہیں ہو سکتا

اسی لئے یہ حکم ہے کہ پیر واقف راہ اور اس کے نشیب و فراز سے آگاہ اور اپنے نفس سے پاک شدہ اور اپنے

لذات و خواہشات اور اپنے حق دھندے آزاد اور اس کام کا آشنا کامل چاہیے تاکہ یہ گردش اُن کے

دولت کے سایہ میں ادران کی جوتیوں کی خدمت میں مرید کو حاصل ہو جائے۔

راہ دوراست و پُر آفت لے سپر      راہ دورامی بباہد راہ سبر

کور ہرگز کے تو اندرنت راست      بے عصا کشش کور رارفتن خطاست

سودہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم چند خورد اہمت دینِ مسلمانی ہم  
 لے برہمن باودہ رد کردہ اسلام را یا چون گمراہ را در پیش بت ہم نہایت  
 (توں کے آگے سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس کے باوجود کب تک خود کو مسلمان کہلاتا رہوگا  
 اے برہمن مجھ اسلام کے روکے ہوئے کو اپنے یہاں اجازت دے۔ یا کیا ہ مجھ جیسے گمراہ کو توں کے سامنے  
 آنے کی بھی راہ نہیں ہے۔)

یہ تمام حال خود اپنا لکھا گیا ہے یہ کوئی عبارت آرائی نہیں کی گئی ہے۔

والسلام  
 فقیر شریف بنوری



## مکتوب ۱۰۸

# برے عادات و خصال کو پسندیدہ اخلاق سے تبدیل کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہرچہ جز حق بسوز و غارت کن ہرچہ جز دین از و طہارت کن  
 (اللہ کے سوا جو کچھ ہے سب کو جلا کر خاک کر دو دین کے علاوہ جو بھی ہے سب سے طہارت کرو۔)  
 اے بھائی! دوزخ اور بہشت دونوں کے بہت سے دروازے ہیں۔ تمام پسندیدہ باتیں  
 اور اچھے کام بہترین اخلاق بہشت کے دروازے ہیں اور گندے اقوال و افعال اور برے خصلتیں ناپسندیدہ  
 اخلاق دوزخ کے در ہیں اس سبب کہ آدمی کو راحت و آسائش جو پہنچتی ہے وہ پسندیدہ یعنی اچھے اقوال و  
 افعال سے پہنچتی ہے اور تکلیف و رنج جو آدمی کو پہنچتا ہے وہ اس کے اقوال و افعال ناپسندیدہ اور برے  
 اخلاق سے پیش آتا ہے اور جو شخص آج برے اقوال و افعال اور اخلاق و عادات و خصال سے نکل آیا اخلاق  
 حمیدہ اور اقوال و افعال پسندیدہ سے آراستہ ہوا وہ دوزخ سے نکل آیا اور بہشت میں پہنچ گیا اس لئے  
 کہ دوزخ کو بڑی باتوں اور بڑے کاموں اور بڑے عادات و خصال سے سرکار ہوتا ہے اچھی باتیں پسندیدہ  
 کاموں اور عمدہ اخلاق سے نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

دائماً درخوئے ناخوش ماندہ ای      وز صفات بد در آتش ماندہ ای

تا صفات با تو خواهد بود جمع      تو نخواہی بود بے سوزی چو شمع

(تو ہمیشہ ناپسندیدہ خصلتوں میں رہا ہے اور اپنی انہیں بُری صفتوں سے آگ میں جلتا رہا ہے۔

جب تک تیری صفیتیں تیرے ساتھ جمع نہیں گی اس وقت تک تو شمع کی جیسی بے سوزی میں نہیں ہو گا۔

لے بھائی! آج مرید کا پہلا کام یہ ہے کہ بُرے اقوال بُری باتوں کو نیک باتوں سے بدل ڈالے بُرے

کاموں کو اچھے اور پسندیدہ کاموں میں تبدیل کرے بُرے اخلاق عادات و خصائل کو عمدہ اخلاق سے تبدیل

کرے اس کام کو اہل تصوف کی اصطلاح میں "گردش از نہاد خویش" (اپنی بنیاد و سرشت میں تبدیلی) کہتے ہیں۔

جیسا کہ کہا ہے۔

تو چنین محبوب از خود ماندہ ای      تا ابد معیوب از خود ماندہ ای

پاکبازانے کہ در ویش آمدند      ہر نفس در نحو خود پیش آمدند

(تو خود اپنی خودی میں اپنے آپ سے حجاب میں ہے ہمیشہ کے لئے اپنی خودی کے عیب سے معیوب ہو گیا ہے

در ویش و فقر جو حقیقتاً پاکباز میں وہ ہر لمحہ اپنی گم گشتگی اور خود کو فنا کرنے میں محور ہتے ہیں۔)

مرید کے لئے یہ کام بمنزلہ وضو کے ہے جس طرح وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے اسی طرح مرید

کے لئے بغیر اس گردش کے طریقت میں روش نہیں ہے یہ سارے مجاہدے اور ریاضتیں اسی گردش کے

حصول کے لئے ہیں تاکہ مرید راہ طریقت میں چلنے کے لائق اور صاحب استعداد ہو جائے اور جو شخص اس گردش

کے بغیر طریقت میں روش چاہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بے وضو نماز ادا کرے تو آج اس کام میں ساری

خرابی و نقصان اسی وجہ سے ہے کہ اس کام کو اس کام کے شرط کے بغیر چاہتے ہیں جسے کوئی بے وضو نماز چاہتا

ہے۔ ہر کام کے لئے ایک شرط ہے جب تک وہ شرط پوری نہ ہو وہ کام ہرگز نہیں ہوتا جیسے دیکھنا بغیر آنکھ

کے سننا بغیر کان کے بولنا بغیر زبان کے ہرگز نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ کام بغیر گردش کے ہرگز نہیں ہو سکتا

اسی لئے یہ حکم ہے کہ پیر واقف راہ اور اس کے نشیب و فراز سے آگاہ اور اپنے نفس سے پاک شدہ اور اپنے

لذات و خواہشات اور اپنے حق و حصے سے آزاد اور اس کام کا آشنا کامل چاہیے تاکہ یہ گردش اُن کے

دوت کے سایہ میں ادران کی جوتیوں کی خدمت میں مرید کو حاصل ہو جائے۔

راہ دوراست و پُر آفت لے سپر      راہ رورامی بباہد راہ سمر

کور ہرگز کے تو اندر رفت راست      بے عساکش کور رارفتن نطاست

گر ترا در دست پیر آید پدید قفل در دست را کلید آید پدید

(اے لڑکے راہ لمبی ہے اور آفت سے بھری ہوئی اس راہ کے چلنے والے کو راہ بتلانے والا ضروری ہے  
اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لٹھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا راہ چلنا ہی خطا ہے۔ اگر  
تجھے درد ہے اور پیر میسر آجائے تو تیرے درد کے تالا کی کنجی تجھے مل گئی۔)

تو جس کو یہ درد پیدا ہوا اور یہ غم و اندوہ اس کے سینہ میں جاگزیں ہو جائے۔ اور چاہتا ہے کہ  
بڑے خصائل، نقصان کی باتوں سے باہر نکل آئے اور خود کو مردوں کے کمال تک پہنچائے صورتاً و سیرتاً  
آدمی بن جائے تو اس کے لئے حکم حال کے مطابق اس پر فرض ہے کہ کسی ایسے شخص کی کفشت برداری کرے  
کہ وہ کمال کو پہنچا ہوا ہو تاکہ اس کو بھی کمال کی راہ دکھلائے اور اس کی تربیت شرائط کے ساتھ کرے اور اس  
راہ کی آفتوں اور خطروں سے سلامتی کے ساتھ اسے گزار دے۔ اسی کو کہا ہے۔

اودیل تو بس تو راہ مجوی اوزبان تو بس تو یا وہ گوی

ہر چہ اوگفت راز مطلق داں ہر چہ او کردہ حق داں

خاک او باش بادشاہی کن آن او باش ہر چہ خواہی کن

(پیر کی اتباع ہی تیرے لئے مشعل راہ ہے لیکن کافران ہی ترے لئے کافی ہے زیادہ گفتگو بند کر

ان کے اقوال کو حق کار از جان ان کے افعال کو حق سبحانہ تعالیٰ کا کیا ہوا مان۔ ان کے

درد کی خاک بن جا اور بادشاہی کر ان کے ناز کے لائق ہو جا پھر جو دل چاہے کرتا رہ۔)

..... اتنا بھر جاننا بالکل ضروری ہے کہ کامل کے کہتے ہیں کامل کون ہوتے ہیں؟

اے بھائی! کامل اس شخص کو کہتے ہیں جو ان چار چیزوں کا حامل ہو: پوری شریعت، مکمل طریقت

کامل حقیقت، اور معرفت تا مہ جو ان چار چیزوں سے متصف ہو وہ مقتدا ہے، پیر ہے، شیخ ہے اور کامل

ہے ایسا شخص پیری کے لائق ہے اور اس کے علاوہ جو ہے وہ سب گمراہی، ضلالت و جہالت ہے جیسا

کہ اس دور میں ہو رہا ہے۔

والسلام

فقیر شرف مینری





# مکتوب ۱۰۹

## مختصر آدمی کی لیتا و بزرگی اور خلا موجود اور محبوب نے کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! آدمی موجودات کا لب لباب مخلوقات کا بیخوڑ ہے شرافت و کرامت برتری و بزرگی جو کچھ ہے وہ سب آدمی میں ہے باقی سب صورت تصویر حیران میں چنانچہ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

عشق شاں یک ذرہ آید در وجود	ساملک کردند آدم را سجود
تا ابد در خد متش بشتافتند	ره بحق چون جان آدم یافتند
ره ندانستند سوے کردگار	تا نیاید جان آدم آشکار
زو کلید ہر دو عالم شد پدید	ره پدید آمد چو آدم شد پدید

د آدم کو فرشتوں نے اس وقت سجدہ کیا جب حق تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ وجود میں آیا۔ آدم کی روح نے جب حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ جان لیا تو ہمیشہ کے لئے ان کی خدمت کو آمادہ دستعد ہونگے جب تک آدم علیہ السلام کی روح ظاہر ہویدا نہیں ہوتی تھی اس وقت تک کسی نے خدا کی طرف راہ نہیں پائی تھی۔ جب آدم پیدا ہوئے راہ بھی کھل گئی انہیں کی ذات سے دونوں جہان کے تالا کی کنجی ہاتھ آئی۔

اے بھائی! ہرگز غفلت میں نہ رہو اٹھارہ ہزار عالم میں وہ چیز نہیں پاسکتے جو اس مٹی و پانی میں ہے نفخت فیہ من روحی (میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) درخشاں ہے اس میں نگاہ کرو۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اے دل زہوائے خود مندرکن	در کوئے دلاے او گذرکن
بگذر ز طبیعت و مزاجش	در ستر نفخت او نظرکن

(اے دل اپنی خواہشات سے پرہیز کر اس کی دوستی و محبت کے کوپہ میں خود کو ڈال دے

( آدمی کی طبیعت اور اس کے مزاج کو نہ دیکھ نغمت فیہ من روحی کے راز کو چشم حقیقت میں سے دیکھ )  
 ملائکہ، فرشتے باوجود اپنے تقدس و پاکیزگی کے بل عباد مکرہوں (یہ لوگ مکرم بندے  
 ہیں) کے مقام میں ہیں لیکن سَجِبْتُمْ و مَحْبُونَهُ (وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور یہ اس کو دوست رکھتے ہیں)  
 کے لائق و سزاوار یہی آب و خاک ہوا اسی سے یقین کر لو کہ جو مجد و شرف ہے وہ سب آدمی میں ہے چنانچہ  
 ایک عزیز نے کہا ہے۔

خاک را چوں کار با پاک او فتاد پیش آدم عرش در خاک او فتاد

(اس مٹی کے پتلے کو جب اس کی روح پاک سے واسطہ ہوا تو آدم کے مقابلہ میں عرش بھی پست ہو گیا۔)  
 اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهِ (بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) مکمل ہے لیکن امام غزالی  
 رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اے علی صفتہ بمعنی صفت اسی بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ انسان کی حقیقت ذات  
 ربوبیت کے اسرار کا آئینہ و منظر ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

نیست بالائے تو مخلوقے دگر نیست بیرونے تو معشوقے دگر

بچوں بیرونی تو ز عقل و معرفت نے تو در شرح آئی و نے در صفت

ہر چہ در توحید مطلق آمدہ است این ہمہ در تو محقق آمدہ است

(تجھ سے اعلیٰ و برتر کوئی مخلوق نہیں تیرے سوا کوئی دوسرا معشوق نہیں۔ چونکہ تو عقل و معرفت سے

بالا ہے اس لئے نہ تیری شرح ہو سکتی ہے اور نہ تیری صفت بیان میں آ سکتی ہے۔ توحید مطلق میں جو کچھ

ہے وہ سب تیرے اندر محقق و پختہ ہے۔)

اے بھائی! جب اس ایک مٹھی خاک کو اپنے کمال قدرت سے پتلا بنایا اس کے بعد چالیس

سال تک اپنے نور کی پرورش کے آفتاب میں رکھا یہاں تک کہ اس کے ہستی کی تازگی اس سے زائل ہو گئی

اس وقت فرشتوں کو حکم ہوا۔ جاؤ، اس نادر و انوکھے شکل و صورت والے کی بارگاہ میں اور اس کے بزرگ

و برتر آستانہ کو بوسہ دو جو ساتوں آسمانوں سے اُپر ہے فقہوالہ ماجدین (پس اس کے آگے

سجدہ میں گر پڑو)۔ ملائکہ یعنی فرشتوں کو حکم ہوا ہے آدم کو سجدہ کرو یہ مرتبہ و منقبت، خوبی، عزت و منزلت

بزرگی، مٹی کی نہیں تھی بلکہ اس سلطانِ دل کی تھی جو لطائفِ الہی سے ایک لطیفہ ہے اور اسرارِ بادشاہی

میں سے ایک سرِ ادرعیسی معانی میں سے ایک معنی ہے جو قبل الودوح من اُمورِ ربی (کہہ دیجئے روح میرے

رب کے حکم سے ہے) کے راز کے پردہ میں آدم کے دل کے اس نکتہ سیاہ (یعنی نورِ منتہی) امانت رکھی گئی ہے

اور پھر خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اس راز سرسبز کی یہ نشان دہی کی کہ خلق آدم علیٰ صورتہ  
(آدم کو ہم نے اپنی صورت پر پیدا کیا) یہ تشبیہ و تمثیل کے طور پر نہیں ہے یہ ایک ستر عظیم (بہت بڑا راز) ہے۔  
جب ملا را علی نے یہ مرتبہ اور یہ بزرگی دیکھی تو سب نے اپنی رحوں کو اس خاک بے باکوں کے آستانہ پر بچھا کر  
کر دیا لیکن وہ ملعون جو اس عہد کا چمکا ڈڑ تھا جب آفتاب آدم کے سامنے آیا تو اپنی آنکھیں بُری طرح  
ملنے لگا اور اپنی انتہائی بد نصیبی سے اس دولت کا ایک ذرہ بھی نہ دیکھ پایا۔

بابت چہنیم اتفاق افتادہ است کز عشق نصیب من فراق افتادہ است

(قسمت کی بدبختی سے میرے ساتھ یہ اتفاق ہوا کہ عشق سے میرے حقہ میں جدائی (مردودی) ہوئی۔)

جناب آدم کی ذات غیب کے اسرار کی امانت گاہ تھی ورنہ ایک مٹھی خاک کی اہمیت کہاں  
تھی کہ خطیرہ قدس (تقدس و بزرگی کے مقام) کے رہنے والے خطیبہائے منابر انس (انس و محبت کے مہربان  
پر خطبہ کہنے والے) اس کے آگے سجدہ کریں۔ ایک مٹھی بے قیمت مٹی کی یہ عزت کہاں تھی کہ جبرئیل امین  
سکا ئیل مکیں، اسرافیل صاحب تمکین سے کہا جائے۔ کہ اسجد والہ اس کو سجدہ کرو وہ ایک مٹھی  
خاک حقیقتاً اول کار از تھا۔

لے بھائی! سارے جہاں کے عقل والے عقلاً، حیرت کی انگلی دانتوں سے دبائے ہیں تیرے  
حیران ہیں کہ کس رتبہ کا یہ مٹی کا پتلہ ہے کہ جسے حق سبحانہ تعالیٰ اپنا محبوب بنائے ہوئے ہے۔ اسی کو  
ایک صاحب عزت کہتے ہیں کہ قسم ہے حق سبحانہ تعالیٰ اپنے سوا کسی کو محبوب نہیں رکھتا۔ کیا کہتے ہو؟  
کہ جو اپنی مصنوعات سے محبت کرتا ہے اس کی وہ محبت خود اپنے آپ سے ہوئی نا؟

شیخ ابوسعید الوائلی الخیر قدس سرہ العزیز کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی یحبہم ویحبونہ  
(وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور یہ اس کو دوست رکھتے ہیں) فرمایا قسم ہے حق تعالیٰ کی کہ یحبہم وایبہم  
الأنفُس (وہ ان سے محبت کرتا ہے اس حال میں کہ وہ اپنی ذات سے (زیادہ) محبت کرتا ہے)

لے درویش! جب کسی غیر کا وجود ہی نہیں ہے تو کیسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے سوا  
کسی غیر کو دوست رکھتا ہے۔ نقل ہے کہ استاد ابوالقاسم تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ یہ کب  
جائز ہے کہ تو موجود ہو اور وہ موجود ہو، تو ہست، او اور وہ ہست، خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ اس مقام  
میں کہتے ہیں۔

من ندانم ایچ ہستم یا نیم چوں ہم ہم دوست، آخر من کی کم

(میں نہیں جانتا کہ میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں، جب سب وہی ہے تو میں کون ہوں۔)  
 وہ وجود کہ جس کی حدیں عدم کی طرف لوٹ جائیں ایسے وجود کو اگر وجود کہتے ہو تو یہ مجازاً ہوگا وہ  
 وجود وجود و عدم کے درمیان ہو وہ ہرگز وجود نہیں ہے۔

وَالسَّلَامُ  
 شَرَفٌ مِّنِي



## مکتوب ۱۰

### راہ شریعت و طریقت و حقیقت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تم جانو! شریعت ایک راستہ ہے طریقت و حقیقت بھی راستہ ہے۔ شریعت چلنے کی  
 وہ راہ ہے جس سے ظاہر کی صفائی حاصل ہوتی ہے اور مذہب کے آداب و تہذیب درست ہوتے ہیں آدمی  
 مہذب اور مؤدب بن جاتا ہے۔ طریقت بھی عمل کرنے کی ایک راہ ہے باطن کے تصفیہ کے لئے تاکہ باطن  
 صاف و شفاف ہو جائے اور باطن غیر کے لئے آمادہ و تیار ہو جائے اپنے آپ سے نفرت و بیزاری ہوتی تعالیٰ  
 سے انس و محبت اور کسی حال میں اپنے ہونے کو اشارتاً بھی نہ کہے اور اپنی جانب سے کوئی بات نہ کرے،  
 یہ کام دائمی ذکر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِّمَّا لَمْ يَمُتْ  
 ذَكَرَ اللَّهُ رَحْمَةً عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَافِرًا بِهٖ۔ بیشک ہر چیز کیسے مستقل کرنے والا ہوتا ہے قلب کا صیقل کنندہ اللہ کا ذکر  
 جس وقت دل کا رنگ صاف ہو جاتا ہے اس وقت پہلی چیز جو آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے وہ صیقل کنندہ  
 کی صورت ہوتی ہے اگر اس رنگ کا صیقل کنندہ ذکر تھا تو ذکر (لا الہ الا اللہ) ظاہر ہوگا اور اگر مذکور  
 جس کا ذکر کیا گیا تو مذکور ظاہر ہوگا ہذا اسیر عظیم (یہ ایک بہت بڑا راز ہے) زبان سے ذکر دل کو  
 مذکور (جو ذکر کیا جائے یعنی جس کا ذکر کیا جائے) میں حاضر و موجود کرتا ہے۔ دل کا ذکر روح کو مذکور میں حاضر  
 کرتا ہے اور روح کا ذکر سیر کو مذکور میں حاضر کرتا ہے اور حضور (یعنی نزدیک کی سامنے) میں آنا کہتا ہے  
 اور غیبت میں (یعنی اوجھل ہونا پوشیدگی) میں ہو۔

آتکس کہ ز عشق یار یک رو شود پیدا د نہاں ز عشق چوں موئے شود  
 در مرتبہ حضور گوید کہ انا در تفرقہ و غیبت ہو گئے شود  
 (جو شخص محبوب کے عشق میں سبک د کر مرث معشوق کا بن جاتا ہے وہ اس عشق کے اثر سے ظاہر و باطن میں گھل کر بال  
 کی طرح ہو جاتا ہے۔)

وہ حضور کے درجہ میں انا کہتا ہے اور تفرقہ و غیبت میں ہو کہنے والا ہوتا ہے۔  
 اور راہ حقیقت! یہ بھی طے کرنے کی راہ ہے اسقاط اضافات کے لئے تاکہ وحدانی الذات  
 ہو جائے جیسا کہ حسن منصور نے کہا ہے الصوفی وحدانی الذات (صوفی وحدانی الذات) ہو جاتا ہے اور ذات  
 کی وحدت و یکسانی تمام نسبتوں و صفتوں کو ساقط کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے۔ توجیب تک تمہاری اضافت تمہارا  
 لگاؤ کسی چیز کی طرف کیا جائے یا کسی شے و چیز قول و فعل ثنی اضافت و نسبت تمہاری طرف کی جائے اس  
 وقت تک حقیقت کی راہ میں سے ایک ذرہ برابر راہ طے نہیں ہونی یہی وہ مقام ہے جہاں ملامت کے  
 کوچہ کے سر اندازاں اپنے آپ سے باہر ہو گئے ہیں و زنا را بازہ لئے ہیں و اپنے لئے یوں کہتے ہیں جیسا کہ  
 اس رباعی میں ہے۔

گفتم کہ مگر محرم اسرار آیم بادوت وصل بر در بار آیم  
 کے دانستم کہ با کمال و دانش در بتکدرہ و تایل زنا را آیم

(میں نے کہا شاید میں محرم راز ہو گیا ہوں، قربت کی دولت کے ساتھ محبوب کے در پر آ گیا ہوں۔  
 یہ مجھے کہاں معلوم تھا کہ اس کمال علم و دانش کے باوجود میں بت خانہ میں زنا کے قابل بنوں گا۔)

وَالسَّلَام

حقیر شرف مینری



قول ہو فعل ہو یا حال ہو کسی چیز کی نسبت حق تعالیٰ کے سوا کسی طرف کرنے کو ساقط انتم کر دینا  
 اضافات ہے کہ التوحید اسقاط الاضافات آیا ہے۔ اس کتب کو اصحاب نے کہا ہے کہ یہ جو حقیقت  
 ذکر کے عارف ہوں اور انہیں اس کو سمجھنا چاہیے۔ کہ فاسلو الذکو اهل الذکو فرمان ہے (مترجم)

# مکتوب ۱۱۱

## اپنے حال پر افسوس و ندامت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اڑیں کافر کہ مارا در نہاد است مسلمان در جہاں کتر فتاد است

(یہ نفس کافر جو ہماری بہاد و سرشت میں ہے، اس کی وجہ سے دنیا میں مسلمان بہت کم ہیں۔)

اے بھائی! اپنے غم و اندوہ سے خالی نہ رہو اور اپنی اس مسلمانی پر بھروسہ نہ کرو کیوں کہ کافروں

مشرکوں کو ہمارے تمہارے جیسے اسلام سے تنگ، اور یہودیوں نصرانیوں کو ہمارے تمہارے دین ایمان

سے سو درجہ کا عار ہے۔ اسی حال میں فریاد کی ہے۔

نمی دانم کرا نام دریں سیرت گرفتارم نہ من ہند نہ من سلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم نہ مرتد نہ بدکار ہوں۔)

نقل ہے کہ ایک یہودی سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا کسی

نے اس سے کہا عجیب معاملہ ہے سلطان العارفین کے پڑوس میں رہتے ہوئے بھی تو ابھی تک یہودی ہی ہے۔

اس نے جواب دیا ہاں ہے تو ایسا ہی لیکن مسلمانی جو ان کی ہے اس کا نباہ مجھ سے نہیں ہو سکتا اور جو مسلمانی

تم لوگوں کی ہے مجھے ایسی مسلمانی سے ہزار درجہ میں تنگ و عار ہے۔ اسی کو اس شعر میں کہا ہے اور جس

نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

اے برہمن بارودہ رد کردہ اسلاما یا چومن گمراہ را پیش بتاں ہم را میت

(اے برہمن مجھ جیسے اسلام کے رد کئے ہوئے کو بت خانہ میں اجازت دے۔ کیا مجھ جیسے گمراہ کو

بتوں کے پاس بھی آنے کی راہ نہیں ہے۔)

اگر کسی دن تیری نظر نفس کے بت خانہ میں پڑ جائے تو اس بت خانہ کے ہر گوشہ میں تو سوتل اور

تٹو زنا روکھے لے اور تو وہی کہنے لگے جو ایک عزیز نے کہا ہے۔

سودہ گشت از سجدہ راہ تباں پیشانیم چند خود را تہمت دینِ مسلمانانہم  
(بتوں کی راہ میں سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اس حال میں کب تک میں خود کو مسلمان کہلاتا رہوں گا)  
اَفْرَاٰیْتَا مِنَ التَّحَدُّثِ الْاِلٰهِيَّةِ هَوَاہُ اَجْ ہر شخص نے اپنی خواہشوں کو خدا بنا لیا ہے۔ اور اس کی پرستش کر رہا ہے۔

اور اس گھمنڈ میں ہے کہ خدا کی پرستش کر رہا ہوں افسوس صد افسوس یہ خدا پرستی کہاں ہے

زہن سارگو خدا پرستم چوں تو پہولے خود پرستی

(جب کہ تم اپنی خواہش کے پرستار ہو تو یہ ہرگز نہ کہو کہ میں خدا پرست ہوں۔)

بلکہ یہ کہو جو اس عارف نے اس نظر سے کہا ہے۔

مصرع۔ "بت پرستم بت پرستم راست گویم ہرچہ ہستم" (میں بت پرست ہوں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں)  
اَلنَّفْسُ حَمِيْلَةٌ اَلْكَبْرُ (نفس ہی سب سے بڑا بت ہے) جب ہم اس بت کے پیرو ہیں تو گویا ہم بالکل بت پرست ہیں اور جہالت سے اس کا نام ہم نے مسلمان دے رکھا ہے۔

مصرع۔ فردات کند خمار کہ امشب مستی؛ (اس رات تو نشہ میں چور ہے کل جب صبح ہوگی نشہ ٹوٹے گا تو معلوم ہوگا) جب موت آجائے گی اس وقت اس نشہ سے ہوش نہیں آوگے تو اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم خدا کی پرستش کرتے رہے یا نفس کے بت کی پوجا کرتے رہے۔

سبحان اللہ پاک ہے وہ ذات، یہ کیسی مسلمان ہوتی کہ نہ خدا کے ساتھ صحیح نہ خلق کے ساتھ درست

نہ مناجاتیوں کا ساتھی تھا نہ خراباتیوں کا ساتھی یہ پریشانی ہے نہ کہ دینِ مسلمانانہ؛ اس معنی میں فریاد و فغاں کی ہے اور کہا ہے۔

زہدے نہ کہ درکنج مناجات نشینم وجدے نہ کہ درگرد خرابات برائسیم

نے اہل صلاحیم نہ مستانہ خرابات اینجانہ و آنجانہ چو قومیم کجا نسیم

(ایسا زہد نہیں کہ مناجات کے گوشہ میں بیٹھوں اور وہ تو اجد بھی نہیں کہ میخانہ کے گرد چکر لگاؤں۔)

نہیں نیکو کاروں میں ہوں اور نہ زہد خراباتی ہوں نہ یہاں کا ہوں نہ وہاں کا نہیں معلوم کون سی جماعت کا فرد ہوں۔)

اے بھائی! ہم سب خود پرست ہیں اور خود پرست سے خدا پرستی نہیں ہو سکتی مسجد سے نکل کر بتخانہ

کی راہ لینی چاہیے اور وہی کہنا چاہیے جو اس بوڑھے ضعیف نے کہا ہے۔

در کوئے تباں رفت ہمہ عمر درینسا چوں برہمن پیر بہ بتخانہ باندمیم

(افسوس تباں کے کوچہ میں عمر تمام ہوگئی بوڑھے برہمن کی طرح ساری عمر بتخانہ میں پڑے رہے۔)

توحید کے ساتھ ختم قرآن اور مصحف بکف ہونا چاہیے آتش پرستوں کی زنارداری کے ساتھ ہمیں تمہیں  
کیا فائدہ ہوگا اسی معنی میں خوب کہا ہے۔

مصحف بکف گرفتہ کفر دروں نہفتہ بطلال مست خفتہ در بستر ریائی

دہاتھ میں قرآن بے باطن میں کفر چھپائے ہوئے ناکارہ مکار بستر میں پڑا سویا ہوا ہے۔

مصرعہ "مسلمان شود لازماً رگسل" (اے دل مسلمان ہو جا اور زنا توڑ دے)

اے بھائی! ہمیں تمہیں وہی دعویٰ ہے جو فرعون لعین کو تھا لیکن اُس نے اعلانِ انار بکمِ اعلیٰ

(میں تمہارا بڑا رب ہوں) کہا اور ہمارا تمہارا نفس پوشیدہ انار بکمِ اعلیٰ کہتا ہے قتل کئے جانے کے خوف سے

اعلان نہیں کرتا اور اس ملعون کو اس کا خوف نہیں تھا۔ نفس کی سزا اور اس کی اصلاح کے خیال سے ایک پیر

نے بیتخانہ کی راہ اختیار کی جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

بارد گر پیر ماراہ قلندر گرفت خرقہ بر زنا ردا و مشغلہ از سر گرفت

میکدہ آباد کرد مسجد و منبر خراب از ہمہ گیراں صلیب مرتبہ بر گرفت

مصحف و سجادہ را کرد و پیر مئے سبوح بخمار داد بادہ و ساغر گرفت

کرد گر بیان دل چاک چو مردان راہ رفت خرا مان دست دامن دل گرفت

(یہ دوسری پارہ کمرے شیخ نے آزادی کی راہ اختیار کی خرقہ کو زنا پر قربان کر دیا اور نئے

سرے سے مشغل شروع کیا۔ شراب خانہ کو آباد کیا مسجد و منبر کو ویران کر دیا تمام آتش پرستوں کی

زنارداری اور نصرائیوں کی صلیب پرستی سے بھی آگے بڑھ گئے۔ وظیفہ کی کتاب جلے نماز مہلی

کو شراب کے عوض کر دیا تسبیح شراب فروش کے حوالہ کی شراب اور شراب کا جام لے لیا۔ دل

کے گریبان کو مردان راہ کی طرح چاک کر دیا جھومتے ہوئے خاص انداز سے گئے اور محبوب کا دامن تھام لیا)

اپنا غم کھانا چاہیے اور ہوشیار رہنا چاہئے جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ جیسا کہ یہ

قطعہ ہے۔

اے پیر گنہگار در توبہ کشادہ است انواع نعم بہر تو آمادہ نہاد است

بشتاب سوتے توبہ کہ از ما در گیتی از کردن تاخیر بے واقعہ زاد است

بفکن بسر نفس بد آموز بہ شمشیر بردار مراں را کہ دریں راہ قتلا است

(اے بوڑھے گنہگار توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے، قسم قسم کی نعمتیں تیرے لئے تیار رکھی ہیں توبہ کی طرف آنے



میں جلدی کر کہ اس دنیا میں تاخیر کرنے سے بہت سارے واقعات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اس شرارتی  
 نفس کا ستر لوہے سے اڑا دے اس کو راہ سے اکھاڑ پھینک جو راہ روکے ہوئے ہے۔  
 لے بھائی! غافل نہ رہ موجب تک نفس باقی ہے یہی حال ہے جو ایک عزیز نے کہا ہے۔  
 مست چہ خسی کہ کیں کردہ اند کار شناساں نہ چنیں کردہ اند  
 دستوں کی طرح کیا دہوش سوئے ہوئے ہو دیکھو گھات لگائے ہوئے ہے اس راہ کے واقف کاروں نے ایسا نہیں  
 کیا ہے۔ ایک عزیز نے اسی حال میں نالہ و فریاد کی ہے۔  
 کاشکہ ہرگز نہ زادی مادرم تا نکر دی کشتہ نفس کافر م  
 کاشکہ ہرگز نہ بودے نام من تا نبودے نیش و آرام من  
 (کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی کہ نفس کافر کے ہاتھوں مارا جاتا۔ کاش میرا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ کو کسی  
 فعل کا ظہور ہی نہ ہوتا۔)

وَالسَّلَامُ  
 خاکسار شرف منیری



## مکتوب ۱۱۲

تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے اور اپنے و مخلوق کے اختیار

سے دور ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز بھائی ملک محمود دونوں جہاں میں اللہ عزت عطا فرمائے کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و درود  
 لکھنا یہ ہے کہ آپ برادر خطوط متواتر بھیجتے رہے اور آنے والے کی زبانی بھی کیفیت  
 معلوم ہوتی رہی انشاء اللہ تعالیٰ اگر تقدیر خداوندی نے چاہا تو ایک دوسرے کی ملاقات حاصل ہوگی۔ اور  
 جدائی کا درد لذت وصال سے بدل جائے گا۔ چنانچہ کہا ہے۔

دیدار یار باید دانی چہ ذوق دارد ایرے کہ در بیاباں ترشنگان بیارد

(تمہیں جاننا چاہیے کہ محبوب کی بقایں کیا ذوق و مزہ ہوتا ہے۔ جیسے جنگل میں پیارے پر ابر کا کلبا برس جاتا ہے)

لیکن بندہ کی اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ انبیاء اور دیار، امرا، بادشاہان نے چند ایسے کام چاہے کہ ہو جاتے لیکن نہ ہوا اور کچھ ایسی چیزیں تھیں جن کو چاہا کہ نہ ہوا اور وہ ہو گئیں۔ اللہ کی منشا اور اس کی خواہش نے سب کی خواہش کو پیچھے کر دیا ہے جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔

نہ رود بر مراد ما کارے بندہ بودی چنین بود آئے

(کوئی کام میری مراد کے مطابق نہیں ہوتا۔ ہاں بندہ ہونا ایسا ہی ہوتا ہے۔) بندگی کو مراد سے

کیا سروکار؟ عبودیت (بندگی) دوسری چیز ہے اور ربوبیت دوسری چیز جس طرح وحدت میں دونوں کی گنجائش نہیں ہوتی اسی طرح ربوبیت میں شرکت نہیں ہوتی فرمایا ہے اِنَّا اَنَا وَاَمَّا اَنْتَ (ہم ہی ہیں یا تم رہو) وہی ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں۔ اسی بنا پر بزرگان دین تمام کاموں اور تمام وعدوں میں انشاء اللہ تعالیٰ کہتے ہیں یعنی تمام کاموں اور وعدوں کو خداوند تعالیٰ کی مشیت کے حوالہ کرتے ہیں اور درمیان سے خود کو دور کر دیتے ہیں تاکہ غیرت کی چوٹ نہ کھائیں۔

اے بھائی! کسی کام میں محض یہ نہ کہو کہ میں ایسا کر ڈنگا یا یہ دونگا اور اسی طرح کی دوسری باتیں لیکن آخر میں انشاء اللہ ضرور کہو تاکہ غیرت اپنا کام نہ کر جائے۔

کفار مکہ نے جب رُوح کا مسد حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا کل صبح جواب دونگا انشاء اللہ کہنا فراموش ہو گیا۔ روایت کی اختلاف کی بنا پر شکر و زیا اٹھارہ روز جی نہ آئی حضور رست پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر وہ گزری کہ اگر یہ پہاڑوں پر گزرتی تو وہ نیست و نابود ہو جاتے۔ جب جناب جبریل علیہ السلام آئے تو حضور نے پوچھا اے جبریل دشمنان کھڑے ہیں اور جواب مانگ رہے ہیں۔ یہ چند روز رکنے کی وجہ کیا تھی؟ جناب جبریل نے کہا جس وقت آپ نے ان لوگوں کو کہا کہ کل صبح اس کا جواب دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ نے نہیں کہا۔ تو اے بھائی! اگر تقدیر میں ہے تو وہ چیز قطعی حاصل ہوگی اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو ہم تم سوا بچا ہیں بھی تو نہیں ہوگی۔

اے بھائی! حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی مدت تیس سال ہوئی اس تیس

سال میں حضور کی خواہش رہی کہ ابوطالب ایمان لے آئیں لیکن وہ ایمان نہ لائے اسی سے جان لو کہ بندہ کی خواہش پر کوئی کام نہیں ہوتا بندوں کو ایسی خواہش و پناہت دی گئی ہے جو محتاجی کے جیسی ہے اسی وجہ

سے وہ سب شور و فریاد میں ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

عالیٰ پر شور و فریاد آمدہ جملہ بچوں دیسہ برباد آمدہ  
لے جہانِ جاں ہمہ حیران تو صد ہزاراں عقل سرگردان تو

(ایک دنیا شور و فریاد سے بھری ہوئی۔ ویران و اُجاڑ دیہات کی طرح۔ اے تمام جانوں کا جہان۔  
تیرے کرشموں سے سب حیرت میں ہیں لاکھوں لاکھ عقل سرگردان و پریشان ہیں۔)

وَالسَّلَامُ

حقیق شرف منیری

\*

## مکتوب ۱۱۳

### فقر و فاقہ سے رغبت میں (دوسرے طور پر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نفس قانع گر گدائی میکند در حقیقت بادشاہی میکند

(قناعت کرنے والا شخص اگر گدائی کرتا ہے تو حقیقتاً وہی شخص بادشاہی کر رہا ہے)

برادر اعز خواجگی! کاتب مکتوب کا سلام و دعا ملاحظہ کرو۔

برادر عزیز کے خطوط متواتر پہنچتے رہے سب ملاحظہ میں آئے۔ لازم ہے کہ اپنے کام میں

فقر و فاقہ کے ساتھ قناعت میں تاکہ کل قیامت کے دن صاحبان فقر و فاقہ کی دولت سے محروم نہ رہیں۔ سادہ

جہاں کے امراء اور دولت مندان دنیا جب کل قیامت میں اصحاب فقر و فاقہ کی دولت کو دیکھیں گے

تو آرزو کریں گے کہ کاش ہماری زندگی بھی فقیرانہ و غریبی میں گذرتی۔ اسی کو کہلے۔

گرچہ چندانی سیلایاں کارداشت کمزریں تا عرش گیر دارداشت

مسکنت را قدر چوں بشناخت اور قوت از زمین بانی ساخت اور

(اگرچہ جناب سلیمان علیہ السلام کی شہنویت کا یہ عالم تھا کہ زمین سے آسمان تک ان کی فرمائشیں تھی۔

لیکن جب فقر و مسکنت کی قدر حضرت نے پہچانی تو تمیلے بننے کو اپنی رزق کا ذریعہ بنا لیا۔)

نفس قانع گر گدائی می کند در حقیقت بادشاہی می کند

لے بھائی! درویشی و مسکینیت میں کامل راحت ہے کیوں کہ اس میں دنیا کی آنتوں اور اہل دنیا کی بلاؤں سے امن و امان رہتا ہے۔ ہاں فقیری میں بہت سخت وقت فاقہ کا ہوتا ہے لیکن تب رات درویشی پر فاقہ ہوتا ہے وہ رات اس کے سراج کی ہوتی ہے۔

ہر کہ ادا کار دنیا پاک شد نور مطلق گشت گرچہ خاک شد

(جو شخص دنیا کے معاملات سے پاک ہو حقیقتاً وہ نور علی نور ہو گیا اگرچہ مٹ کر خاک بن گیا ہے۔)

لے بھائی! معراج کی شب ملک و ملکوت، عالم ظاہر، عالم باطن جو بھی ہے حضور رسالت پناہ مہلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پاک کے سامنے رکھ دیا گیا لیکن حضور نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا انفق فخری۔ فقر ہی میرا فخر ہے، سبحان اللہ کیا ہی بلند ہمت ہے۔

حقا کہ بزہ نیاوردی کرد چرخ فلک پسر کمانم

(اے لڑکے! قسم حق کی آسمان میری ہمت کے کمان کو نہیں جھکا سکتا۔)

جناب آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا آنکھوں بہشت ان کے تحت تصرف میں دی گئیں جب فقر کے رمز و اسرار پر نظر پڑی تو آنکھوں بہشت کو ایک دانہ گندم کے عوض فروخت کر دیا اور فقر غریب کا جامہ زیب تن فرمایا۔

جان آدم چوں بستہ فقر سوخت بہشت بہشت را بیک گندم فروخت

س مارا نہ سزا بود بندہ ی پوں ساکن جانے گاہ پستیم

(جب جناب آدم کی جان فقر کے راز سے روشن ہوئی تو آنکھوں جنت کو ایک دانہ گندم کے عوض بیچ دیا۔)

(جب میں پستی میں رہنے والا ہوں تو بندہ ی میرے لائق نہیں ہے)

آج اگرچہ فرعون کو جو دولت دی ہے وہ تم کو نہیں دی گئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اس کے لائق نہیں ہو بلکہ تم کو اس سے اس لئے محفوظ رکھا گیا ہے تاکہ تم اسی کی طرح ملعون نہ ہو جاؤ۔

لے بھائی! اس سے معلوم ہو گیا کہ دنیا کی بلاؤں سے رستگاری چھوٹکارا سوائے قناعت کے اور کسی میں نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے۔

ہر کہ در راہ قناعت مرد شد ملک دنیا ببردل او سرد شد

از قناعت نیست ملک بیشتر تیج کس را در جہان بجز و بر

(جو شخص قناعت کی راہ کا مرو ہو گیا دنیا کی ساری مملکت و ملک اس کے دل پر سر ہو گئی۔  
 جہاں بجز و بر میں قناعت سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے۔)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف ہمیری



## مکتوب ۱۱۴

### جسے اللہ نے فضیلت بخشی ہے اسے فضیلت دینے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذرہ ذرہ دار دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

(خداوند تعالیٰ کی محبت کے درد کا ایک ذرہ اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہاں کی دولت سے بہتر ہے)

فرزند حسام الدین بعد دعاء کے واضح ہو

دل ایسا درکار ہے کہ جس میں نہ پانے کی خوشی ہو اور نہ نہ پانے کا رنج و غم ہو وہ دل جو ان

دونوں سے خالی ہے لَاحِیْرَ فِیْہِ (اس میں کوئی خوبی نہیں) فَہِیْ سَا لِحْجَارَۃٍ اَوْ اَشْدَّ تَسْوِۃً (اس میں کوئی

خوبی نہیں وہ دل پتھر ہے بلکہ اس سے بھی سخت تر) کا داغ لگا ہوا ہے تو بندہ کو چاہیے کہ جس کام میں اور جس حال

میں ہو وہ اپنی ہمت کو دونوں جہاں کی طلب سے پاک و صاف رکھے۔ اگرچہ وہ بندہ ظاہری اعمال و افعال کے

نادار بینوا اور مفلس ہو کیوں کہ یہاں کامِ فضل پر موقوف ہے عمل پر نہیں یعنی حق سبحانہ تو اس کے فضل کے

مصول کی علتِ عمل نہیں ہے چنانچہ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ اَلْفَضْلُ مِنَ فَضْلِ اللّٰهِ لَا بِالْعَمَلِ وَلَا

بِالْجَوْہْرِ اللّٰہ نے جس پر فضل فرمایا ہے وہ نہ اس کے عمل کی وجہ سے ہے اور نہ اس کے جوہر کے سبب اگر اس کا

فضل عمل پر موقوف ہوتا تو اگلی امتوں کو اس امت پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ ان کی عمریں بہت زیادہ ہوتی

ہیں تو یقیناً عمر کے اعتبار سے ان کا عمل بھی اس امت سے بہت زیادہ ہوگا لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے

اور اسی طرح اگر جوہر پر انحصار ہوتا تو شیطان کو آدم علیہ السلام پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ آدم آریکٹی

سے ہیں اور شیطان روشن آگ سے سے معاملہ اٹھا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں۔

آنرا کہ وہ بدیاہش اور عالم خودیہ گشت بیروا منسلک گشت کہ طاریہ کار آید

(جس کی کو اس کا محبوب اپنی مخلوق گناہ میں لایا دیتا ہے تو یہ اس کے کسی کار گذاری کی بنیاد نہیں دیتا یہاں تک کہ کیا کام ہے) اس کے یا تو یہ کہ عمل قتل کے یاقت کی علت نہیں ہے عمل اور مجاہدہ کے بغیر چاہے بھی نہیں ہے۔ جو دیت کی تصدیق ثبوت اور درمطابقتوں کی صحیح ادواتگی کے لئے ہمت کی پستی یہ آدی کا خاصہ ہے چنانچہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ خداوند جل جلالہ نے آدمیوں کے ہاتھ میں ایک ایسی کلان دی ہے کہ اس کمان کو جناب جبرئیل و میکائیل چھکاتیں سکتے وہ کلان بھی ہمت ہے جیسا کہ کہا ہے۔

حفاک ترہ سیاوردی کہو چیرتہ خاک پیر کلام

قسم حق تعالیٰ کی "اے اللہ کے پتیری کلان کو آسمان چھکاتیں سکتا"۔ اور ان کی اس ہمت کا فضل اسی مقام سے ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم میں سے کسی کو یہ نہیں کہا کہ بیچہم و بیچوتہ (وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں)۔ پھر آدمیوں کے اپنے و بیاد کا وعدہ کسی کے لئے نہیں فرمایا۔ اسی کو کہا ہے۔

آسمان و عرش و عفر چہیت پلوت خاک الحق جملہ را مغتر تیکومت

خاک راجوں کار یا پاک او وقتاد پیش آدم عرش و خاک او وقتاد

(آسمان، عرش، عفر یہ سب کیا ہیں؟ پلوت ہیں، قسم ہے یہ خاک ہی سب کا پست ترین مغتر ہے

اس خاک کا معاملہ جب جان پاک سے ہوا تو عرش آدم کے آگے پست ہو کر خاک پر آ گیا۔)

والسلام

شرف منیری

## مکتوب ۱۱۵

### عمل کے طریقے اور عشق کی روشنی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ظلم: عمل و خوبی زشت و کفر و بدی  
گر جان عقل را بر رسم نی

انجیلان عقل بر حیرت و یقین  
قدرة عشقش کت دست تہی

و کلام، عدل، خوبی، برائی، کفر و دین یقیناً یہ سب عقل کے عالم کی پیداوار ہیں۔ اگر ہم عقل کی دنیا کو  
تیار دیر یا کر دو تو حقیقتاً اپنی کا ایک قدمہ نہیں ان سب سے تہی دست یعنی پاک کر دے۔  
ان اشعار کے رمز و اشارات سے عقل کے طور پر لیتے اور عشق کی روش اس کے ڈھنگ کا فرق معلوم  
کریں یہ اچھی طرح جان لیں کہ عقل کے طور پر لیتے ہیں کام دوسرے ہوتے ہیں اور عشق کی روش و طریقہ میں کام  
دوسرے ہوتے ہیں، العشق حیون الہی (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) عقل والوں کے لئے جو احکام ہیں وہ  
دیوانوں کے لئے نہیں ہیں اور یہ ثابت ہے اسی کا اشارہ اس شعر میں ہے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

صفا عاشقان است ایچا لہ الے فقیرہ بندم کہ لیشہریت پرستان تو ان نماز کروں

(الے فقیرہ عاشقوں کی جماعت ہے یہاں نصیحت نہ کیجئے اس لئے کہ ریت پرستوں کے ملک میں نماز نہیں داکر سکے ہیں)

یقیناً عاشق دیوانہ ہوتا ہے دیوانوں کا حکم احکام کے لئے مخاطب نہیں ہے۔ اور یہ ثابت

ہے امام زاد کی تفسیر میں یہ مسئلہ تصریح کے ساتھ آیا ہے، اچھا اس قہر سے نکلیں تمام کلمات و اشعار جو  
اس بار میں کسی نے بھی لکھے یا کہے ہیں سب اسی کو کہا ہے چنانچہ یہ شعر ہے۔

عاقلان را شرع تکلیف آمدہ است بیداران را عشق تشریف آمد است

عشق را امر و توفیر و الے بود کفر و دین ایچا دا بنجا کے بود

(عقل والوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آتی ہیں اور دیوانوں کے لئے عشق کا شرف و خلعت ہے۔ عشق

میں آج کل کفر و دین یہاں اور ان ہی زمان و مکان کہاں ہوتے ہیں۔) بلاشبہ جب عشق جنون الہی ہے تو

یقیناً عشق ہی ہوتا ہے۔ وہ ہے کہاں اور احکام کی ذمہ داریاں کہاں لیں علی الخراب خراب (دوران

زمین پر رنگان نہیں ہوتا) یہ مشہور مثل ہے۔

اے بھائی! یہ معلومات میں سے ہے کہ تکلیف یعنی احکام کی ذمہ داری طور عقل پر دائر ہے

وجوداً اور عدماً اور طبعاً عشق، طور عقل سے بالاتر ہے اسی بنا پر کسی نے کہا ہے۔

لے دلائل را یا تریاترن حیہ کار شرح را و عقل را با من چہ کار

(دیوانوں کو یہ پیر اور بیوی سے کیا مطلب، شرح کو اور عقل کو ہمارے ساتھ کیا واسطہ۔)

کل قیامت کے دن جب لوگ دوزخ سے باہر آئیں گے ان لوگوں کو دوزخ کی آگ پاک و

صاف کر چکی ہوگی اس کے بعد جب وہ بہشت میں داخل ہوں گے تو ان لوگوں پر احکام کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی

وہی طرح محبت کی آگ ان لوگوں کو ایسا جلائے گی کہ لیشہریت کی تمام آلودگیوں سے پاک و صاف کر دے گی

اس کے بعد وہ لوگ اس بہشت خاص میں داخل ہوں گے جہاں نہ حوریں ہوں گی اور نہ  
مخلات ہوں گے۔ تکلیف، ذمہ داریوں کے احکام جس طرح بہشت عام میں نہیں ہوں گے اسی طرح بہشت  
خاص میں بھی نہیں ہوں گے۔ اسی معنی میں یہ اشعار کہے گئے ہیں۔

ایں عقل شدہ عقیلہ تو آنجانہ خرنند حسیدہ تو  
تا با تو ز عقل بیج رنگ ست خیز از بر ما کہ جا جنگ است  
وز عالم عقل پائے بستی مرفوع قلم شوی برستی  
گر طفل نہای تو مرد کاری بالوح و قلم چه کار داری

داسے وہ کہ یہ عقل ہی تیری عقیلہ بیوی بن گئی ہے یہاں ترے عقل کا کوئی بہانہ نہیں قبول ہوگا۔  
اگر تجھ میں عقل کا رنگ ذرا بھی ہے تو میرے پاس سے اٹھ جا کہ عقل کا یہی رنگ جھکڑے کا گھر ہے۔  
اگر تو نے عالم عقل سے خود کو الگ کر لیا تو مرفوع القلم ہو گیا یعنی تجھ سے کوئی باز پرس نہیں تو مواخذہ سے بری ہے۔  
اگر تو کتب کا بیچ نہیں ہے بلکہ کام کا مرد ہے تو تجھے تختی اور قلم سے کیا مطلب ہے۔  
اور یہ دوسرے بھی اسی معنی میں ہے۔

ایں دولت بیدلی بہر دل نہ دہند ایں نزل نختگان منزل نہ دہند  
در عالم عشق آنچه بے دلاں راست یک ذرہ بصد ہزار عاقل نہ دہند

(بے دلی یعنی دیوانگی کی یہ دولت بہر دل کو نہیں دیتے ہیں یہ ضیافت منزل سے غافل ہونے والوں کو نہیں ملتی ہے۔

جہاں عشق میں ان دیوانوں کو جو حاصل ہے اس کے لاکھوں حصہ کا ایک ذرہ کسی عاقل کو نہیں دیتے ہیں۔)

یہ ساری باتیں جو بیان میں آئیں یہ اس حدیث شریف کا مضمون ہے جو حضور رسالت پناہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے منقول ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُوَاخِذُ الْعَشَّاقَ بِمَا صَدَرَ مِنْهُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ عاشقوں سے مواخذہ

ان کی ان باتوں پر نہیں فرماتا جہاں سے صادر ہو جاتی ہیں) عاشقوں سے جو کچھ وجود میں آتا ہے اس پر ان کی گرفت نہیں

کرتے اس لئے کہ عاشق دیوانہ اور بے اختیار ہوتا ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اس میں اس کی اپنی کوئی مراد نہیں

ہوتی بے غرض اس سے وجود میں آتا ہے اور بے اختیار اس سے سرزد ہو جاتا ہے۔

کار عاشق اضطراری اذقتہ وآن ز فرط دوستداری اذقتہ

لا جوہم ریوانہ را گر چه خطاست ہر چه میگوید بگستاخی رواست

ہر چه از ریوانہ آید در وجود عفو فرمایند از ریوانہ زور



دعاشق کے کام بے اختیاری ہوتے ہیں اور وہ سب محبت کے غلبہ میں اس سے صادر ہوتے ہیں۔  
 بلاشبہ دیوانہ کی باتیں خطا ہوتی ہیں لیکن شوخی و گستاخی میں وہ جو کچھ کہہ جاتا ہے اس کے لئے جائز ہے۔  
 دیوانہ سے جو کام وجود میں آجاتا ہے اس کے لئے اس دیوانہ کو فوراً اسی وقت معاف کر دیا جاتا ہے۔  
 سبحان اللہ! پاک ہے وہ ذات۔ حب العشق جنونِ الہی ثابت ہے تو اس بار میں یہ ایک

قوی دلیل ہے خوب کہا ہے۔

ماہیج عاشق را طامت رئے نیست سو ختم اور اقیامت رئے نیست

در معصام عشق گر بالغ شومی از عذاب جاوداں فارغ شومی

(کسی عاشق کے لئے طامت کی کوئی صورت نہیں۔ اس کے جلنے جلانے کے لئے قیامت کو دست رس ہی نہیں۔

اگر تم عشق کے مقام میں بالغ ہو جاؤ تو ہمیشہ کے لئے عذاب سے تم فارغ ہو گئے۔)

یہ تمام تقریریں سارا بیان جو گذرا علم کے موافق ہے اور یہ ساری گفتگو علم کی ہے اس سے کسی اصل میں  
 کوئی نقصان نہیں ہوتا اور نہ کسی فرع میں کوئی غلطی پڑتا ہے لیکن چونکہ یہ معنی اس درجہ دقیق و باریک ہے کہ ظاہر  
 میں کواں نکار پیدا ہوتا ہے ظاہر مینوں کی نظر سے یہ معنی پوشیدہ ہے مگر اہل دل اور اہل بصیرت پر یہ بالکل  
 واضح اور کھلا ہوا ہے اس لئے کہ ان کا ذوق ان کی سمجھ ہی دوسری ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

اہل دل را ذوق دہے دیگر است کاں زہم ہر دو عالم بر تراست

ہر کرا این فہم در کار انگند خویش در ریایے اسرار انگند

تا بدارنہے کہ ہچوں وحی خاست در کلام او سخن گویند راست

(دل والوں کے ذوق ان کی سمجھ ہی دوسری ہوتی ہے ان کا ذوق ان کی سمجھ دونوں عالم کے ذوق و فہم سے بالاتر ہے۔

جس کسی کو یہ ذوق و فہم میرا ہو گیا اس نے خود کو اسرار کے دریا میں ڈال دیا۔ جب یہ فہم ایسی ہو جائے گی جیسی

کہ وحی کے سمجھنے کے لئے ہونی چاہیے تو اس کے کلام میں جو گفتگو ہوگی وہ صحیح و درست ہوگی۔)

تو اگر زمانہ کے مٹھی بھر اندھے نہیں سمجھیں تو اس سے ان کا کیا نقصان ہوتا ہے۔

مور شکر گر نہ چسند گو بچیں کو ز خورشیدار نہ بیند گو بسیں

(چیزوں کی اگر شکر نہیں چیتی کہہ دو — نہیں چنے اندھا اگر آفتاب کو نہیں دیکھا چاہتا تو نہ دیکھے)

یہ خط ہر شخص کو نہ دکھلائیں تاکہ اپنی بیہودگیوں میں ملوث نہ کر دے۔

والسلام



# مکتوب ۱۱۶

## محبت کی طلب اور محبوب کی قربت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تشنہ از دریا جُدائی می کند بر سر گنجے گدائی می کند

(پیا سا ہے اور دریا سے علیحدہ ہو رہا ہے، خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری کر رہا ہے۔)

فرزند حسام الدین سلام و دعاء قبول کریں۔

تلاش و طلب کی گفتگو سے خالی نہ ہوں جس حال میں ہوں جس کام میں ہوں اور جہاں

ہوں یہ جان لیں کہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) عارفوں کو اس کی

فوشی سے سو ہزار فردوس حاصل ہے تَحْنُ الْقَمِيْبِ الْكِيْمِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ (ہم تمہارے رگ گلوے بھی

قرب تر ہیں) عقل اس کی جو شکل قائم کر سکتی ہے خیال اس کو جہاں تک اعلا کر سکتا ہے وہم کی جہاں تک

پہنچ ہو سکتی ہے الشرب العالمین کی ذات و صفات اس سے منزہ و پاک ہے وہ سب کا خالق ہے اس کے

باوجود وہ تمہارے رگ جہاں سے بھی زیادہ تم سے نزدیک ہے۔ اسی کی جانب اشارہ ہے۔ جو کہا ہے۔

لے در طلب گرہ کشائی مردہ یا وصل بنزادہ از جُدائی مردہ

وے برب بحر تشنہ در خاک شدہ والے بر سر گنج از گدائی مردہ

(لے وہ کہ طلب کی گرہ کھولنے میں مر رہا ہے وصل کے ساتھ پیدا ہوا اور جُدائی میں جان دے رہا ہے۔)

افسوس سمنڈ کے کنارے پیاس سے دھول میں لوٹ رہا ہے حیرت ہے کہ خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بجیک شکی میں مر رہا ہے۔)

لے فرزند کام کچھ دور نہیں ملک و ملکوت (عالم ظاہر و باطن) تیرے ساتھ ہے ملک و ملکوت کا

خدا تیرے ساتھ ہے تم وہ آنکھ حاصل کرو کہ حسن و جمال حقیقی کو بے کیفیت دیکھو اور وہ کان حاصل کرو کہ کلام

بغیر حروف و آواز کے سُنو۔ اس پر رحمت جس نے کہا ہے۔

جہاں پُرز آفتاب در دید با کور جہاں بر از حدیث و گوشہا کر

(سارا جہان آفتابِ حسن و جمال سے بھرا ہوا ہے لیکن آنکھیں اندھی ہیں۔ تمام عالم انہیں باتوں سے پُر ہے گران بہشت) میں  
جب تم اپنے کام میں لگے رہو گے تو ایک دن اپنی خوش قسمتی سے اس مقام میں پہنچو گے جہاں دوسرے  
پہنچے ہیں اور وہ دیکھو گے جو دوسروں نے مشاہدہ کیا ہے۔ اور وہ کہو گے جو دوسرے کہتے ہیں۔

معتشوق عیاں بود نمی دانستم      با من بمیاں بود نمی دانستم  
گفتم بطلب مگر بجائے برسم      خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

(معتشوق تو ظاہر و عیاں تھا مجھے خبر نہ ہوئی، وہ تو میرے ساتھ تھا میں نے نہیں جانا۔ کہا اس کی تلاش

میں کہیں چلوں یہی تو خود تفرقہ تھا میں نہیں سمجھا۔)

افسوس ہر شخص آج اپنے ادبار بد اقبالی سے اپنے وجود و ہستی کے پردہ میں مجھ پر ہوا ہے

وگر نہ سب کی طلب اسب کا مقصود ظاہر و حاصل ہے۔

آپنجہ تو گم کردہ انی کز کردہ اسی      ہست اندر تو تو خود را پردہ اسی

(وہ جو تو نے کھو دیا وہی تو تیری کمی ہے وہ تو تیرے اندر ہی ہے تو خود حجاب میں آ گیا ہے۔)

اس سے زیادہ سننے کی طاقت نہیں ہے جو بیان کروں۔ آخر تم نے سنا ہے۔

زستی گر بگوید رست عشقش      جز ایش در طریقت دار باشد

(اگرستی میں اس کے عشق کے راگ کوئی کھولے تو طریقت میں اس کی سزا پھانسی کا پھندا ہے۔)

تو راز کا چھپانا واجب ہے مگر رمز و اشارہ میں اجمالی طور پر کچھ کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے

دانی کہ چرا اہل صفا خاموش اند      در کتہہ دل کچھ خود می کوشند

مئے از کف دست ہر نفس می نوشند      سر می بازند و ستر حق می پوشند

(ظاہر ہے ہو یہ صوفیان با صفا کیوں خاموش رہتے ہیں دل کے اس راز میں خود کو مستغرق و محو رکھنے کی

کوشش میں رہتے ہیں۔ محبوب کے ہاتھ سے ہر لمحہ شراب کا جام پیتے ہیں سردیدیتے ہیں

لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے ہیں۔)

وَالسَّلَام

خاکسار شرفِ مینری



# مکتوب ۱۱۷

## موت کیلئے آمادہ رہنے اور زندگی کو غنیمت جاننے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

راہ دور است لے پسر ہشیار باش خواب باگور افکن و بیدار باش

راہ می رو جہد می کن ہوشدار بار میکش خار می خور گوشدار

(اے لڑکے! راہ لمبی ہے ہوشیار رہو نیند کو قبر میں ڈال دے اور بیدار رہو راہ طے کرتا رہو گوشدار

میں لنگارہ اور باہوش رہو سختیاں سہتارہ کانٹے چبانا رہو کان کھول کر سن لے۔)

لے بھائی! بندے کے کمالی کرنے کی جگہ یہی دنیا ہے۔ عمر کی پونجی ختم ہوئی جو کچھ لے جانا ہے ہمیں

سے لے جانا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

راحت و محنت از این جامی بر بند دوزخ و جنت از این جامی بر بند

(آرام و تکلیف اسی دنیا سے لے جاتے ہیں، دوزخ و جنت دونوں یہیں سے لے جاتے ہیں۔)

آج ہی اپنے حال اور کردار کا جائزہ لے لو کہ کون سی پونجی تمہارے پاس ہے اور کس کام میں لگے ہوئے

ہو وہی لے جاؤ گے جس میں لگے ہوئے ہو اور ابد الابد تک وہی ساتھ رہے گا۔ اسی کو کہا ہے۔

ھر چہ در دنیا خیالت آں بود تا ابد راہ و مسالت آں بود

(دنیا میں جس خیال میں تم رہے ابد تک وہی چیز تمہارے ساتھ رہے گی۔)

غفلت میں نہ رہو کام بہت سخت و مشکل اور راہ اٹھا پٹخ کی ہے شیطان و نفس بیچھے لگا ہوا

ہے۔ موت، قبر، آخرت کی گھلاٹیاں اور اس کی مشکلیں وہ ہیں کہ جس کے سننے سے پتہ پانی ہے

اور گلہ کباب ہے وہ سب سامنے ہے اسی درد و غم میں کسی نے نالہ کیا ہے وہ بیچارہ اسی دھندلک

اور بے پناہی میں کہہ گیا ہے۔

کاش کہ ہرگز نہ زاری مادرم تا نہ کردی کشتہ نفس کافر م

کاش کہ ہرگز نبودی نام من تمانہ بودی جنبش و آرام من  
(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تاکہ میں نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔  
کاش کبھی میرا نام ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی فعل وجود میں نہ آتا۔)

افسوس ہزار افسوس کہ سارا وقت غفلت میں گذر گیا عمر ختم ہوئی کام کچھ نہ بنا اور حورارہ گیا اور آخرت  
کا سفر پیش آگیا باقی ماندہ عمر میں اگر کچھ نہیں ہو سکتا ہے اتنا تو ہو کہ عمر گذشتہ پر رنج و افسوس طاری رہے  
اور یہ کہنا چاہیے۔

بر غفلت روزگارم چوں کنم بر نیاید هیچ کارم چوں کنم  
داد را دار و کجا خواہم کرد عمر شد ماتم کجا خواہم کرد  
(غفلت میں سارا وقت گذر گیا کیا کروں کوئی کام بنائے نہیں بتا کیا کروں۔ اس درد کا  
مداوا کہاں جا کر کروں گا عمر تو ختم ہوئی اب اس کا ماتم کہاں جا کے کروں گا۔)  
مات کے آخر حصہ میں گنہگاروں، بدکاروں کی کیفیت طاری کرتے ہوئے پورے درد بھر  
دل اور آنسو بھرے آنکھوں کے ساتھ بے مائیگی و بیچارگی میں یہ مناجات کریں۔

(۱)	اے وفا از توجہا بر من گیر	وے عطا از تو خطا بر من گیر
(۲)	گر نخواہد خواست عذر، هیچ کس	عذر خواہ جرم من عفو تو بس
(۳)	چوں سید آمد مرانگ گلیم	تو سپیدش کن چو موم لے کریم
(۴)	از در خویشم مگر داں نا امید	از سر لطف سیاہم کن سفید

(۱) اے وہ کہ آپ کی جانب سے وفا ہوئی ہے، جفا مجھ پر نہ کریں گا۔ اور لے وہ کہ عطا و نوازش آپ کی  
شان ہے میری خطا کی گرفت نہ فرمائی جائے۔ (۲) اگر کوئی شخص میرا سفارشی نہیں میری جانب سے معذرت خواہ  
نہیں تو میرے گناہوں کا عذر خواہ آپ کا عفو ہی کافی ہے۔ (۳) میری کبل کارنگ گناہوں کے میل سے سیاہ  
ہو گیا ہے آپ میرے اُچلے بالوں کی طرح اسے سفید کر دیجئے۔ (۴) اے کرم فرمانے والے کریم اپنے درپاک  
سے مجھے ناامید نہ ٹوٹائیے اپنے لطف خاص سے میرے نامر سیاہ کو سفید کر دیجئے۔

والسلام

حقیر شرف مینیری



# مکتوب ۱۱۸

## افلاس کا بیان (دوسرے طور پر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عمر روزی پنج و شش می بگذرد خواه ناخوش خواه خوش می بگذرد

(یہ پنج و شش روزہ زندگی کسی نہ کسی طرح گزری جائے گی خواہ خوش گزے خواہ ناخوش۔)

آن عزیز سلمہ اللہ کا خط ملا، پڑھا، وقت کی شدتیں زمانہ کے حادثوں کا ذکر تھا۔ اے بھائی!

الدنیا دار بلاء و فتنہ دنیا بلاخانہ اور فتنوں کا گھر ہے کوئی ایسا ہے جو اس دنیا میں آزمائشوں

اور فتنوں سے خالی رہا ہو؟ یہ محال ہے سبحان اللہ۔ باپ کا ستراجِ خلافت سے مزین فرشتے ان کے آگے

سبز سجود ان تمام نوازشات و انعامات کے ساتھ بہشت جیسی جگہ میں، فتنہ و آزمائش سے سلامت ہے

یہاں تک کہ بہشت کی نعمتوں اور راحتوں سے نکل کر رنج و محن کی دنیا میں ڈال دیئے گئے تو ان کی اولاد گناہوں

کی اس درجہ آلودگیوں اور نفسِ کافر کے ساتھ رہتے ہوئے اس دنیا میں جو بلاخانہ، سلامت رہ جائے خود محال ہے۔

اے بھائی! سلامتی 'عدم یعنی نہ ہونے میں ہے' وجود میں نہیں جس وقت آدم علیہ السلام

کا وجود ہوا اسی وقت سلامتی اٹھ گئی۔

اے کاش نبودی اے عراقی کزنت ہمہ فساد باقی

(اے عراقی! کاش تیرا وجود ہی نہ ہوتا یہ ساری خرابیاں تیرے ہونے سے ہیں۔)

ایک فقیر سکرات موت میں تھے لوگوں نے ان سے پوچھا کوئی آرزو ہے؟ کہا عدماً لا وجودہ

ایسے عدم کی جس کے لئے وجود نہ ہو یہی آرزو ہے۔

کاش کہ ہرگز نبودے نام من تا نبودی جنبش و آرام من

(کاش مرا وجود نہ ہوتا تاکہ مجھے کسی حرکت و سکنت کا ظہور ہی نہ ہوتا۔)

ایک شخص بیماری میں مبتلا تھے کسی عزیز نے پوچھا کیا مرض ہے کون سی تکلیف ہے؟ کہا 'وجود'

یعنی اپنے ہونے کی تکلیف ہے۔ اے بھائی! آدمی کے لئے وجود کے سوا اور دوسری کیا بیماری ہوگی۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہتے ہیں اگر "جہانِ عدم" کی توصیف کروں تو لاکھوں میں کوئی ایک یہ نہ کہے کہ میں وجود میں رہوں اور اگر "عالمِ وجود" کی ناخوشی درج کا تذکرہ کروں تو لاکھوں میں کوئی یہ نہ کہے کہ میں ہوتا۔ اے بھائی! جب تمام نبیوں کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت کا تاج اور لولہ المخلقت الافلاک (اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کی خلعت کے باوجود یہ فرمائیں کہ لَیْسَ رَبِّی مُحَمَّدًا لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمدؐ کا پروردگار محمدؐ کو پیدا نہ کرتا) تو اور دوسرے بیچاروں کو کیا کہنا چاہیے یہاں یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ آدم کی اولاد کی دشواریوں، سختیوں کا حال دنیا میں کیا ہے اور کیوں ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ! ایسا حیوان ذی جان جو ماں کے پیٹ میں خون سے پرورش پائے خون ہی کھاتا رہے جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر آئے تو کیا کھائے گا۔ آج اس دنیا میں جس چیز کا نام کھانا اور پانی ہے اگر نگاہ حقیقت میں سے دیکھو تو سب کا سب خون ہی ہے۔ کہاں تک کوئی لکھ سکتا ہے عمر میں تمام ہوجاتا دفتر کے دفتر سیاہ ہوجائیں لیکن یہ قصہ ختم و انتہا کو نہ پہنچے۔ ان سب کے ساتھ آخرت کی گھاٹیاں اس کی شکلیں، سختیاں جو اولادِ آدم کو درپیش ہیں ان کو غور و تامل کی نظر سے دیکھو تو اس کے مقابلہ میں یہ سب ایسا ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ پانی تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے یالیت رب محمد لم یخلق محمداً نہ فرماتے اس لئے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا نعم تھا ہم کو اور تم کو مرن اپنا غم ہر یہ قصہ طوالت کا متقاضی ہے مختصر کیا گیا چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

شب رفت حدیث ما بپایاں نہ رسید شب را چه کند حدیث ما بود دراز  
گر چه شب یلدا نہ یکے صد باشد آخر ز سر عتاب محمود و ایاز  
درات گذر گئی ہمارا قصہ ختم ہوا رات کا کیا قصور ہمارا قصہ ہی بہت بڑا  
تھا۔ اگر چه لمبی تار یک رات ایک کیا تھو بھی ہو تو محمود و ایاز کے ناز کی دان  
ختم نہ ہوگی۔

یا غیاث المستغیثین اغثنی یا مغیث

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مینری



# مکتوب ۱۱۹

## دین کی راہ میں استقامت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قطب الدین کے نام۔

فرزند قطب الدین! الشرب العزت دونوں جہان میں باعزت رکھے

کاتب مکتوب شرف نسیری (قدس سرہ) کے سلام و دعاء کے بعد واضح ہو۔

جانو! کہ پیغمبران علیہم السلام کی مثال طیبیوں کے مانند ہے اور لوگوں کی مثال بیماروں

کی ہے اور قرآن کی مثال دواؤں کے خزانے کی ہے وَنُنزِلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ

لِلْمُؤْمِنِیْنَ (ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو شفا و رحمت ہے مومنوں کے لئے) کہ جو خلق کے لئے مختلف

مجھن و شربتوں کا سارا بیان شرح و بسط سے ہے مَا فَرَطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ (ہم نے قرآن مجید

میں کوئی چیز نہیں چھوڑی) یعنی لوگوں کے لئے دینی و دنیاوی جتنی چیزیں ہیں ان کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے

جس کا ذکر ہم نے قرآن میں نہیں کیا ہے لیکن جب تک کسی کو ظاہری و باطنی طہارت حاصل نہ ہو چکی ہو وہ

اس وقت تک قرآن کے اسرار کا محرم (جاننے والا) نہیں ہو سکتا ہے لَا یَمْتَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (اسے

پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوئے) سب کو دروازہ پر رکھا ہے جب تک کوئی شخص دین کی راہ طے کئے

ہوئے نہ ہو اور کام کی حقیقت کا آشنا نہیں ہو چکا ہو وہ قرآن کے لطائف، نکات و اشارات کو نہیں سمجھ

سکتا اسی معنی کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفتن براہ حق و گراست

حرف کو کاغذ سے سیاہ کند دل کہ تیرہ است کے چرماہ کند

(یہ سارے علم مختصر سے جسم ظاہر کے ہیں راہ حق تعالیٰ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔

حرف تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے دل جو تار یک ہے لے کب اہ تا باں بناتا ہے۔)



اور خدائے تعالیٰ کی راہ دل سے طے کر سکتے ہیں اور دل کے لئے شقاوت، سعادت، صحت و مرض سب کچھ ہے کہ جس کو دل کے اطباء ہی جانتے ہیں اور وہ طبیبان پیغامبران علیہم السلام ہیں اور ان کے بعد مشائخ طریقت اور علماء آخرت ہیں رضوان اللہ علیہم اور آج پیغامبری کا دروازہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہو چکا ہے تو بلاشبہ بیچارے مبتدی طالبوں کو اہم ترین مہمات و مشغلیں پیش آتی ہیں اس کے لئے ان کی جوتیوں کی خدمت کرنا کہ جو مشائخ طریقت و علماء آخرت ہیں اور اس راہ کو طے کئے ہوئے ہیں دل کی بیماریوں کے طبیب ہو چکے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔

راہ دورا می بسباید راہبر  
راہ دورا می بسباید راہبر  
کور ہرگز کے تو اندر رفت راست  
بے عھاش کور را رفتن خطاست  
گر ترا در دست پیر آید پدید  
تقل دردت را کسید آید پدید

دائے لڑکے! راہ لمبی اور آفت سے بھری ہوئی ہے اس راہ کے چلنے والے کے لئے راہ بتلانے والا ضروری ہے  
اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاطھی کپڑ کر چلانے والے کے بغیر اندھے کا چلنا ہی خطا ہے۔ اگر تجھے درد  
ہے تو پیر مل جائیں گے۔ تیرے درد کے تالا کبھی تجھے مل جائے گی۔

عالم حقیقتاً ویسے لوگوں کو کہئے نہ ان کو جنہیں لوگ عالم کہیں یا عالم و دانشور جانیں روایتوں  
کو رٹنے والے اور قولوں کو نقل کرنے والے اور اہل جدال و بحث مباحثہ و تکرار کرنے والے دوسرے ہیں مثلاً  
ممثل الحمار یحمل اسفارا (ان کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے) اور علماء آخرت  
مثلہم کمثل الانبیاء و ما من نبی الا اولہ نظیر فی امتہ (ہر نبی کی نظیر ان کی امت میں موجود ہوتی ہے) قول ہے  
علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے مانند ہیں)  
خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت صوفیہ کے وہ بزرگ ہیں کہ جو اہل دل اور اہل بصیرت  
ہیں اور ملک و ملکوت کو طے کر کے اس سے آگے بڑھے ہوئے ہیں ان کا علم و فہم ہی دوسرا ہے جس کی ایک  
عالم کو خبر نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اہل دل را ذوق و فہمے در گراست  
کان ز فہمے ہر دو عالم بر تراست  
ہر کرا این فہم در کار انگسند  
خویش را در ز بحر اسرار انگسند  
تا بدار فہمے کو ہمچو دی خاست  
در کلام او سخن گویند راست

(اہل دل کے ذوق و فہم ہی دوسرے ہیں ان کی یہ فہم دونوں عالم کے فہم سے بالاتر ہے جس کی نے

اپنے عمل میں اس فہم سے کام لیا اس نے خود کو اسرار کے سمندر میں ڈال دیا یہاں تک کہ وحی کے سمجھنے کا بہانہ تک حق ہے سمجھتے ہیں اس لئے کلام حق تعالیٰ میں ان کی گفتگو صحیح و درست ہوتی ہے۔

خبردار! ہرگز کوئی اپنے ناقص عقل سے ان کے حق میں تصرف نہ کرے اور ان کے بارے میں فضول بکواس نہ کیا کرے۔ اسے بیچارہ! تم کیا جانو جو تلوار کھاتے ہیں اور تلوار چلاتے ہیں دوسرے ہی لوگ ہیں اور خرید کھانے والے پیالہ چاٹنے والے دوسرے ہیں ایسے لوگ ہرگز ان مردانِ راہ کے برابر نہیں ہر سکتے ہیں۔ ایک بزرگ کو یہ جواب میسر ہوا۔

گر تزار وزے دریں میدان کشند

انگھے این شیوہ معنی صد ہزار

اگر تجھے کسی دن اس میدان میں لے جائیں تو تو اس تحریر کو دیکھ لے جو ان مردانِ خدا کے حق میں لکھی ہوئی ہے۔

تو اس وقت اس طور درویش کے سو ہزار معنی تو دیکھ لے، جان لے، اور اس پر یقین کر لے۔

یہ درست نہیں کہ کوئی یہ کہے مبتدئی بیچارہ کیوں کر جانے کہ یہ علماء و آخرت میں ہیں اور یہ

راہ طے کئے ہوئے صاحبِ دل ہو چکے ہیں حاذقِ طیب ہیں اس کام میں ان کی اقتداء کرنا چاہیے۔ یا یہ

علماء دنیا میں سے ہیں جھوٹے و عویدار ہیں اس کام میں ان کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔

اے بھائی! جس کسی کو اس کام کے لئے بنایا ہے تو یقیناً کسی صاحبِ دل کو اس کے پاس

بھیج دیں گے! اس کو کسی صاحبِ دل کے در پر پہنچا دیں گے تاکہ ازل میں جو حکم ہو چکا ہے وہ نافذ ہو جائے

اور جس کو بد نصیبی و بد قبالی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ہرگز یہ دولت اس کو میسر نہیں ہوگی مگر میسر لسا خلق

لہٰذا یہ دونوں کے حق میں اور دونوں کے لئے مکمل شرح و بیان ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ دونوں بندہ ہیں حق

کس وجہ سے ہے تو کہد و مدت ہوئی کہ آسمان و زمین میں اعلان کر دیا گیا ہے لَئِیْسَ لَکُمْ اٰمِنٌ اَحَدٌ عَمَّا یَفْعَلُ کوئی

اس کے کئے ہوئے پر سوال نہیں کر سکتا، اسی کو کہا ہے۔

گر چہ رہ جستند ہر سوئے ازیں

پے نہ بردند لبِ عجب سوئے ازیں

ایں چہ درگاہیت قفلش بے کلید

ایں چہ دریا ئست قعرش زنا پدید

(اللہ رب العزت کے کاموں کے رموز کو معلوم کرنے کے لئے ہر سمت جستجو کی گئی لیکن بال برابر بھی کوئی اس کا پتہ نہ پاسکا۔

سبحان اللہ! یہ کون سا دربار ہے کہ جس کے تالاکئی گئی نہیں یہ کون سا دریا ہے جس کے تہہ کا پتہ نہیں ہے۔

جب کاتب کاغذ میں الف یا فون لکھ دے تو ہرگز وہ قاف و کاف نہ ہوگا اور اگر تہہ پیرنے کسی کو ابوجہل

پیدا کیا ہے تو وہ ہرگز ابوزید (بیطائی) نہیں ہو سکتا۔  
 بدبختی راگرہ کشودن نتواں احوال بہر کے نمودن نتواں  
 گرچہ رخ فلک بہرہ ماغم کارو شادی بہمہ حال درودن نتواں  
 (بدبختی کی گرہ کھولی نہیں جاسکتی حالات ہر شخص کو دکھلائے نہیں جاسکتے۔ اگر آسمان نے  
 امارے لئے غم کا بیج بویا ہے تو کسی حال میں بھی ہم خوشی کا پھل نہیں کاٹ سکتے۔)  
 یہ وہ مقام ہے جہاں کہتے ہیں۔

غزلے می نوشت خاقانی قلم این جا رسید و سر شکست  
 (خاقانی نے ایسی غزل کہی کہ قلم وہاں پہنچا اور اس کا سر شکست ہو گیا۔)  
 حضور سرور عالم بہتر و بہتر از نبی آدم علی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنو اور دلفنشین کر لو اور سلامتی کیساتھ  
 گذر جاؤ اذاکر القدر فنا سکو (جب تقدیر کا ذکر آجائے تو خاموش ہو جاؤ) ایک عزیز نے بھی معذرت  
 کرتے ہوئے کہا ہے۔

لے در عینا ہرچہ گفتم اچھ بود دیدہ کور و راہ پیچا پیچ بود  
 (افسوس جو کچھ کہا وہ کچھ نہ تھا آنکھیں اندھی تھیں اور راہ پیچا پیچ در پیچ تھی)

والسلام

شرف منیری



## مکتوب ۱۲۰

# خداوند جل شانہ کی جانب لوٹ آنے کے معنی تو یہ کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملک محمود کے نام:-

میرے عزیز بھائی ملک محمود۔ اللہ رب العزت عزت عطا فرمائے۔  
 کاتب مکتوب شرف نیرق کے سلام کے بعد واضح ہو۔ کتنا ہی زیادہ گناہ کی گندگی اور معصیت

کی آلودگی ہو تو بہ استغفار اختیار کرنا چاہیے خود صاحبِ شرع صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فتویٰ ارشاد فرمایا ہے اِذَا كَثُرَتِ الذُّنُوبُ لِأَحَدِكُمْ فَلْيَسْتَكْثِرِ الْإِسْتِغْفَارَ فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ إِنَّمَا تَأْكُلُ الْخَطَايَا كَمَا تَأْكُلُ السَّمَادُ الْحَطْبُ (جب تم میں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہو جائے تو لے چاہیے کہ کثرت سے استغفار کرے کیوں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے استغفار گناہوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے) اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے مَا أَصْرَمَنِ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَبْرَةً (جس نے استغفار کیا تو اس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا اگرچہ ایک دن میں ستر بار گناہ کا اعادہ کیا ہے)۔

لے بھائی! اول سے آخر تک گناہ سے پاک ہونا فرشتوں کا کام ہے اور ابتداء سے آخر تک گناہ میں آلودہ ہونا شیطانوں کا کام ہے لیکن گناہ میں گرنا اور پھر گناہ سے اٹھ کھڑے ہونا آدم اور آدم کی اولاد کا کام ہے۔ جب آدمی نے گناہ کیا تو گر پڑا اور جب توبہ کر لی اٹھ کھڑا ہوا اور جب کھڑا ہو گیا تو یہ دولت پالی الثَّابِتُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ، (گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے جیسا ہے کہ جس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے) آدمی سے گناہ کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیوں کہ خواہشات و شہوات اس کی سرشت میں ملی ہوئی ہے اس کا توبہ کرنا یہ اللہ ایک نادر بات ہے۔ سبحان اللہ! بہشت کے جیسا مقام جناب آدم علیہ السلام جیسے بندہ نبوت کا تاج زریں سر خلافت کے تخت پر جلوہ گر مانعت صرف وہی ایک وَلَا تَقْرَبُنِي هَذِهِ الشَّجَرَةَ (کہ اس درخت کے قریب تم دونوں نہ جانا) اس سے بچ نہ سکے گر پڑے لیکن فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا (اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا) آج دنیا جیسی جگہ بلاؤں سے بھری ہوئی بیچارہ آدم کی اولاد اتنے سارے ادا مرد و نواہی میں مبتلا شیطان جیسا دشمن درپے آزار پھر نفس جیسا عدو خود اپنے جسم کے اندر چھپا ہوا گناہ نہ کرے یہ ممکن نہیں اور دوسری بات یہ کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَكَوْلُمْ تَنْبُوَالِ ذَهَبٍ اللَّهُ بِكُمْ وَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذُنُّونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ (اگر تم گناہ نہ کرتے تو حق تعالیٰ تمہیں اٹھالیتا اور یقیناً ایک ایسی دوسری قوم لے آتا جو گناہ کرتی اور عفو و بخشائش پناہی اور خداوند تعالیٰ اسے معاف فرماتا چنانچہ یہ اشعار اسی معنی میں ہیں۔

بود عین عضو تو عاصی طلب  
عزمہ عصیاں گرفتہم زین سبب  
پتوں بستاریت دیدم کار ساز  
ہم بدست خود دریدم پرہ باز

گر نخواست عذرم بیچ کس عذر خواہ جسم من عفو کویس

(آپ کا عفو عین گنہگاروں کی تلاش میں ہے اسی سبب سے میں نے گناہ کا میدان اختیار کیا۔

چوں کہ میں نے آپ کی ستاری و پردہ پوشی کو کار ساز دیکھا اس لئے اپنے ہاتھ سے اپنے گناہ کا پردہ

چاک کر ڈالا۔ اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی عذر خواہی نہ کرے گا تو میرے گناہ کے لئے آپ کا عفو ہی کافی عذر خواہ ہے)

جانتے ہو یا یہ کیا ہے؟ یہ وہ ہے کہتے ہیں کہ بندہ کے گناہ کرنے میں بہت بڑا راز اور حکمت

عظیم ہے اگر ہمارا تمہارا گناہ نہ ہوتا تو اس کی غفاری و ستاری (ان دونوں صفتوں) کا اظہار نہ ہوتا اور ایک عزت

مآب کا قول ہے کہ خداوند عزوجل کے دو خزانے ہیں ایک خزانہ ثواب اور کرامت سے بھرا ہوا ہے دوسرا

خزانہ رحمت و مغفرت سے بھرا ہوا ہے اگر ایمان والے بندے بندگی و عبادت کریں تو ثواب و کرامت ان

پر نثار ہوتی ہے اور اگر گناہ نہیں کرتے اور ان سے گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا تو اس کی رحمت و مغفرت کا خزانہ

فنا یح جاتا اسے اچھی طرح جان لو اور سمجھو لیکن اس کے معنی نہیں ہیں کہ یہاں اپنی خواہشات کا گھوڑا اپنی مراد

کے میدان میں ڈالو اور گناہ کا ارتکاب اپنے دل پر آسان کر لو خبردار ہوشیار کبھی ایسا نہ ہو۔ وہ تو اس

کا انعام اس کی کرامت ہے اس کا فضل اس کی رحمت ہے بندہ کے لئے ادب ہر وقت ملحوظ رکھنا ہے قدم

بندگی کی حد سے باہر نکلنے نہ پائے اور گناہ دیے ادبوں سے ایسا ڈرنا چاہیے کہ اگر کل قیامت کے دن میدان

حشر میں اعلان کیا جائے کہ آج دوزخ میں ایک شخص کے سوا کوئی دوسرا نہیں جائے گا تو وہ یہ سمجھ لے

کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔ آخر انبیاء علیہم السلام کے نوحہ و ماتم کا حال تم نے سنا ہے جو زلت لغزشوں

آزمائشوں میں انہوں نے کیا ہے خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ دن میں چند مرتبہ آئینہ دیکھتے تھے ایک

شخص نے پوچھا حضرت یہ بار بار آئینہ دیکھنا کیا ہے اس سے کیا معنی ہیں؟ فرمایا اس خوف سے دیکھتا

ہوں کہ کہیں میرا چہرہ سیاہ تو نہیں ہو گیا ہے۔ بندہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے جس قدر زیادہ انعام

و نوازش دیکھے لازم ہے کہ اتنا ہی زیادہ ڈرتا ہے اور ادب عاجزی انکساری اس سے بھی زیادہ کرے اس

خلعت و نوازش میں خود کو گم نہ کرے اپنی کمزوری مجبوری بے وسر سامانی کو سامنے رکھے جیسا کہ کسی عزیز نے اسی معنی میں کہا ہے۔

چوں سیر آمد مرانگ گلیم تو سفیدش کن چو مویم لے کریم

از در خویشم گروان نامید از سر لطف سیام کن سپید

میری کاپی گناہوں کے میل سے کالی ہو گئی ہے آپ اس کو میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجئے اے کریم۔ اپنے درپاک سے

نامید نہ لوٹائیے اپنی نوازش خاص سے میرے سیام نامہ اعمال کو سفید بنا دیجئے۔ ❦ ❦ ❦

شرف منیری

# مکتوب ۱۲۱

## خداوند تعالیٰ سے امید رہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از درخوشم مگر داں نا امید از سر لطف سیاهم کن سپید

(اپنے در اقدس سے ناامید نہ لو مایہ اپنے لطف خاص سے میرے کانے کر نوتوں کو سفید بنا دیجئے۔)

لے بھائی! جہاں رہو جس کام میں رہو ناامید نہ ہو اس لئے کہ اللہ جل شانہ کے کام فرمانبرداروں کی فرماں برداری، عبادت گزاروں کی عبادت گزاروں سے پاک ہیں اور گنہگاروں کی گنہگاری سے منزہ اور پاک ہیں وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس کے کام میں کوئی علت نہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے اور خوب کہا ہے۔

نے ہماں آں جائیگہ طاعت خرد عجز نیز و ضعف ہر ساعت خرد

(وہ بارگاہ پاک ایسی جگہ نہیں جہاں طاعت ہی خریدی جاتی ہے بلکہ عاجزوں کی عاجزی کمزوروں کی کمزوریاں

ہمہ وقت خریدی جاتی ہیں۔) اسی مقام کو بزرگوں نے کہا ہے

وَلَا يَأْتِي الْجَوْهَرَ فَضْلٌ تُوَدُّهُ جَوْهَرٌ تَعَالَى كَيْسِي كَوْ فَضْلٌ عَطَا فَرَمَى فَضْلٌ كَاتِلِقٌ نَهْ كَيْسِي كَوْ عَمَلٌ سَهْرٌ

اور نہ کسی کے جوہر سے اس لئے کہ اگر فضل کا تعلق عمل سے ہوتا تو یقیناً اگلی امتوں کو اس امت پر فضیلت

ہوتی اس لئے کہ ان کی عمریں سات سو سال اور آٹھ سو سال یا ہزار سال ہوتی تھیں تو ان کا عمل ان کے خیر

بھی بہت زیادہ ہوتے تھے اور اس امت میں زیادہ تر لوگوں کی عمریں ساٹھ ستر سال ہوتی ہیں تو ضروری

ہے انکا عمل ان کا کام بھی تھوڑا ہوگا ان سب کے ساتھ اس امت کو تمام امتوں پر فضیلت ہے۔ اور اگر فضل

کا انحصار جوہر پر ہوتا تو شیطان کو آدم پر فضیلت ہوتی اس لئے کہ شیطان روشن آگ سے ہے اور آدم

تاریک مٹی سے اس کے باوجود آدم کو شیطان پر فضیلت ہے تو ہم نے یہ جان لیا کہ فضل نہ عمل سے متعلق ہے

اور نہ جوہر سے یعنی عمل و جوہر یہ دونوں فضل خداوندی کی علت نہیں ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ فضل کسی کو نہیں

ہوتا اس وقت تک جب تک خداوند تعالیٰ فضل نہ عطا فرمائے۔

اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہوگا اگر کسی کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دے  
بغیر کسی عمل و کارگزاری کے تو یہ اسے حاصل ہوگا اور اگر کسی کو اسفل السافلین میں گرا دے بغیر کسی گناہ و گندگی  
کے تو یہ اس کے حق میں ہوگا۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

گر آری خلیے ز جمنانہ کنی آشنائی ز بیگانہ  
گئے زان چیاں گوہر خانہ خیز چو بوطالبے را کنی سنگ ریز

(آپ کبھی بت خانہ سے خلیل پیدا کر دیتے ہیں اور بیگانوں کو اپنا بنا لیتے ہیں۔ کبھی اس ہیرے  
جو اہر پیدا کرنے والے گھرانہ سے ابوطالب جیسے سنگریزہ کو پیدا کر کے پتھر کے آگے سجدہ کر دیتے ہیں)  
اور یہ کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دیا اس وقت جب کہ آپ سے کوئی عمل و طاعت  
و بندگی بھی وجود میں نہ آئی تھی بلکہ ظہور ذات بابرکات کے قبل ہی۔ اور ابوجہل کو اسفل السافلین میں گرا دیا  
بغیر اس کے کہ کوئی گناہ اور کسی معصیت کا ارتکاب اس سے ہوا ہو بلکہ اس کے پیدا ہونے کے قبل ہی یہی ہے  
کہ ھولاء فی الجنة ولا ابالی وھولاء فی النار ولا ابالی (یہ جنت میں رہیں مجھے پرواہ نہیں وہ دوزخ میں ہے  
مجھے اس سے بھی کوئی غرض نہیں) اسے ہرگز کسی کا ڈر نہیں کسی سے خوف نہیں وہ جو چاہے کرے خون و ڈر تو کسی  
دوسرے کی ملک میں تصرف کرنے سے پیدا ہوتا ہے جب اپنی ملک میں تصرف ہے تو کوئی ڈر نہیں سارے  
جہاں کو اس سے خوف ہے اس کو کسی سے خوف نہیں اگر سارے عالم کے لوگ صدق میں جناب صدیق اکبرؐ میں  
لا یزید فی ملکہ شیئ تو اس کی ملکیت میں ذرہ برابر زیادتی نہ ہو اور اگر سارے جہاں کے لوگ انا  
ربکم الاعلٰی میں تمہارا بڑا رب ہوں گا دعویٰ فرعون کی طرح کریں لا ینقص من ملکہ شیئ تو بھی اس  
کے ملک میں ذرہ برابر کمی نہ ہو۔

آنچہ درگاہیت قفلش بے کلید آنچہ دریا یت قعرش نا پدید

از بدیں دریا در آئی یکدے حیرت جانسوز بینی عالی

(یہ وہ دربار ہے جس کے تالا کی کنجی نہیں یہ وہ دریا ہے جس کے تہہ کا پتہ ہی نہیں اگر اس دریا

میں تم ایک لحو کے لئے غوط لگاؤ تو ایک جانسوز حیرت کا عالم مشاہدہ کر دو گے۔)

والسلام

حقیقہ شرف منیری



# مکتوب ۱۲۲

## نفس کی بیخ کنی (دوسری عبارت میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیت کن ہر چہ رہ ورائے بود تادلت خانہ خداے بود  
 در دوی عقل راست چپا چپ چشمت ایماں دوی نہ بیند پچ  
 (تم اپنی عقل و تدبیر اور اپنی روش کو ختم کر دو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر بن جائے۔ دونوں کی پیچیدگیاں  
 عقل ہی سے ہوتی ہیں۔ ایمان کی آنکھ دوی نہیں دیکھتی ہے۔)

فرزند عزیز عبدالملک اکاتب مکتوب شرف میری کا سلام و دعاء لو۔

ایک دو بار فرزند عزیز کا خط پھینچا تھا مطالعہ میں آیا۔ اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ  
 بہت زیادہ نماز کیسے ادا کروں، بہت زیادہ روزہ کیسے رکھوں کوشش اس کی کر دو کہ اس نفس کافر کو جس  
 نے تمہاری راہ روک رکھی ہے اسے راہ سے کس طرح دور کروں طالب کا اصل کام یہی ہے جس طرح بھی ہو اس  
 نفس کافر راہ سے ہٹایا جائے حق سبحانہ تعالیٰ کے طالب پر غلبہ حال کے قانون کے تحت یہ فرض عین ہے۔  
 خواہ جبرہ و دستار کے ذریعہ خواہ زنا رہندی کے ذریعہ خواہ مسجد میں رہ کر خواہ بتخانہ میں بیٹھ کر۔ اسی کو کہا ہے۔

در بستکہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطواف کعبہ از عقل خطاست

گر کعبہ از و بوسے ندارد کنش است یا بوسے وصال او کنش کعبہ ماست

اگر تنگدہ میں معشوق کا جمال ملے تو کعبہ کے طواف کے لئے جانا عقل کی رُو سے غلطی ہے۔ اگر کعبہ میں

محبوب کی خوشبو نہ میسر آئے تو وہ تنگدہ ہے اور اگر محبوب کا وصال کنشت میں میسر ہو تو ہمارا کعبہ وہی ہے۔

اور وہ جو کہتے ہیں کہ ارباب بصیرت اہل نظر حضرات بے راہ روی سے اپنی راہ سیدھی کرتے

ہیں یہی ہے اور اس شعر میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔

بر درخت بقاے دو جہانی از رہ کفر در مسلمان



فقرِ چھیت از گمراہی رہ کر دن است وز دو عالم دست کو تہ کر دن است  
 ابقائے دو جہانی کے درخت پر قیام کفر کی راہ سے سلمانی میں داخل ہونے سے ہوتی ہے  
 فقر کیا ہے؟ گمراہی کی راہ سے دین کی راہ اختیار کرنا ہے اور دونوں عالم سے ہاتھ سمیٹ لینا ہے  
 یہی وہ منزل ہے جہاں ظاہر پرستاں اور اہل عقل کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور دیوانگی کا داغ  
 لگاتے ہیں جیسا کہ مسکین احمد بہاری کو کہتے ہیں اور وہ جیسے ہیں اپنے کام میں صحیح راہ پر گامزن  
 ہیں لوگ جب ان کو نہیں سمجھتے ہیں ضرور یہی کہیں گے۔ جیسا کہ کہا ہے۔  
 گرچہ غافل بریں عمل خندو یک عاقل جزا میں نہ پسند  
 (اگرچہ اہل غفلت اس عمل پر ہنستے ہیں لیکن سمجھدار لوگ اس کے سوا اور کچھ پسند نہیں کرتے ہیں۔)  
 اے فرزند! آدمی تمام موجودات کا خلاصہ یعنی انتخاب و نچوڑ ہے اس کا معاملہ معمولی

نہیں ہے اس کا راز یہ ہے۔

نیت مردم نطفہ از آب و خاک ہست مردم سر و قد جان پاک  
 صد ہزاراں پر فرشتہ در وجود نطفہ را کے کند آخر سجود

(آدمی محض مٹی و پانی کا نطفہ ہی نہیں ہے آدمی سر سے پاؤں تک پاک روح ہے۔)

عالم ہستی جو لاکھوں فرشتوں سے بھرا ہوا ہے اس کے تمام فرشتے آخر ایک قطرہ آب کو سجدہ کیسے کرتے  
 سبحان اللہ! اے فرزند! پاک و طاہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک عالم لاکھوں حیوانوں کی  
 پامال کی ہوئی کدرو آلودہ مٹی کو سجدہ کرے اور یہ بے قدر و قیمت مٹی خلیفہ ہو جائے، ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟  
 ہذا ایضاً عظیم لایق در احد عطف کشفہ (یہ ایک عظیم راز ہے جسے کوئی کھول نہیں سکتا ہے) تو  
 جو تمہیں طلب کرنا ہے اس کی تلاش خود اپنے اندر کرو اسی کو کہا ہے۔

آپنچہ تو گم کردہ کڑ کردہ ای ہست اندر تو تو خود را پردہ ای

(وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہی تو تیری گم کی ہے وہ تو خود تیرے اندر ہی ہے تو خود اپنے آپ پردہ بنا ہوا ہے)

یہ غالباً وہی احمد بہاری ہیں جن کا قتل اعز کا کولی کے ساتھ دہلی میں فیروز شاہ کے عہد میں ہوا۔ اور شاید  
 کہ شعر بھی کہتے ہوں گے ممکن ہے مسکین تخلص کرتے ہوں۔ مسکین بہاری کے اشعار مخدوم جہاں کے مکتوبات  
 ملفوظات، تصنیفات میں بہت آتے ہیں۔ کاش مسکین بہاری کا دیوان یا مجموعہ کلام میری نظروں سے گذرنا۔ (تسیم)

اور وہ جو کسی نے کہا ہے اللہ جل شانہ تک پہنچنے کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں مشرق و مغرب میں بھی نہیں ہے بلکہ لوح و قلم عرش و کرسی میں بھی نہیں ہے وہ تجھ میں ہے یہی ہے جہاں اشیا رزق اور کل غور و فکر کر دلو یہ اشعار یہاں سنو۔

تاملک کر دند آدم را سجود عشق خاں یکذر رہ آمد در وجود

رہ بحق چوں جان آدم یافتند تا ابد در غمتمش بشتافتند

تا نسیا مد جان آدم آشکار رہ نذر استند سوسے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید زد و کلمید ہر دو عالم شد پدید

(فرشتوں نے اس وقت آدم کو سجدہ کیا جب اس کے عشق کا ایک ذرہ وجود میں آیا۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ جب آدم کی روح پلایا تو اب تک اس کی خدمت گزاری کے لئے دوڑ پڑے۔

جب تک جناب آدم علیہ السلام کی جان ظاہر نہ ہوتی تھی اس وقت تک کسی نے اللہ کی جانب پہنچنے کی راہ نہیں پائی تھی۔

جب جناب آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی ظاہر ہو گئی اسی سے دونوں جہان کے تالاک کبھی ہاتھ آئی۔

فرشتوں نے اس تقدس و طہارت کے ساتھ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ (بلکہ وہ میرے کرم بندے ہیں)

کا مقام پایا لیکن يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں)

کے خطاب و سرفرازی کے لائق ہی مٹی و پانی کا پتلہ ہوا۔ اسی سے جان لو کہ جو کچھ رکھتا ہے وہ یہی آب

خاک رکھتا ہے۔

خاک را چوں کار با پاک اوفتلد پیش آدم عرش در خاک اوفتلد

(اسی مٹی کے پتلہ کو جب اس روح پاک سے معاملہ ہوا تو آدم کے آگے عرش پست ہو گیا)

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا)۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں اے علی صفتہ (اپنی صفت پر پیدا کیا) اسی مقام کی بات ہے جو کہتے ہیں کہ انسان

کی حقیقت اسرار ربوبیت کی منظر ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

نیست بالائے تو مخلوقے دگر نیست بیرون تو معشوقے دگر

چوں بیرونی نور عقل و معرفت نے تو در شرح آئی و نے در صفت

ہر چہ در توحید مطلق آمد است اینہمہ در تو محقق آمد است

(تجھ سے بسند اور کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے! ہر کوئی معشوق نہیں۔)

چوں کہ تو عقل و معرفت سے باہر ہے اس لئے نہ تو تو شرح میں آ سکتا ہے اور نہ تیری صفت ہی بیان ہو سکتی ہے۔  
 توحید مطلق میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تجھ میں محقق اور تختہ ہے۔)۔ اس سے زیادہ لکھنے کی  
 اجازت نہیں غیرت کے کو تو ال نے سیاست کی سولی نصب کر رکھا ہے چنانچہ قول ہے مَنْ صَوَّرَ  
 بِاللَّوْحِیْدِ فَقَتْلُهُ اَدْلٰی مِنْ اَحْیَاءِ عَنَّا یُرِیْہُ۔ (جس نے توحید کو کھول کر بیان کیا اس کا قتل کرنا بہتر ہے انکے  
 غیر کے زندہ رکھنے سے) اسی کو کہتے ہیں ۔

زہنہار گوی تو بر سر جمع گر عاشق صادق تو اسرار

ویدی کہ سکر عشق رنرے علاج بگفت و رفت بردار

(خبردار اگر تم پیچھے عاشق ہو تو مجمع عام میں راز کی بات نہ کہو دیکھا نہیں کہ مستی میں عشق کا ایک

راز منہوڑنے کھول دیا اور دار پر چلے گئے۔)

والتلاک

شرف میبری



## مکتوب ۱۲۳

حسرت و ندامت (دوسری عبارت میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرے عزیز بھائی شیخ سلیمان! اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں بزرگی عطا فرمائے۔

کاتب مکتوب شرف میبری (قدس سرہ) کا سلام و دعا قبول کریں۔

برادر عزیز بر واضح ہو آپ کا مکتوب مرغوب پہنچا، پڑھا، ہر طرح کی بات لکھی گئی ہے

اس کے لکھنے میں زحمت بہت اٹھائی۔

اے بھائی! ہم لوگ ساتویں صدی ہجری کے رہنے والے ہیں آج سارے عالم میں ایمان

اجنبی کمزور اور نادار ہے اور مومن سُرخ گندھک ہیں یہ جو تم نے سنا ہے کہ بَدَا اِلَّا سَلَامٌ عِنْدِ رَبِّا

وَسَيَعُوذُ كَمَا بَدَا اِسْلَامُ اِبْتَدَا فِي اَجْنِبِي اَوْ لِكْزُورِ تَحَا اَوْ اٰخِرِ فِي سَبِي اَجْنِبِي اَوْ بَمَا لِي كَا۔ ہم لوگوں کا زمانہ

اوقات وہی زمانہ ہے۔ کیا کیا جائے مصیبت کی دھول ہم لوگوں کو اپنے سروں پر ڈالنی چاہیے اور اپنے رنج و غم میں رہنا چاہیے۔

با حیات تو دیں بروں نیاید شب مرگ تو روز دیں زاید

آں ہو اسے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(جب تک تو زندہ ہے یعنی تیری اس طرح کی زندگی کے ساتھ دین پیدا نہیں ہو سکتا۔ جس رات تیری موت آئے گی

دین کا روز روشن اسی وقت نمودار ہوگا۔ وہ سب بظاہر عبادت کی خواہشیں جو اس سے قبل تھیں وہ رسم و

عادت تھیں دین نہیں تھا۔) اور دوسرے کاموں کے بارے میں آج کیا پوچھتے ہو وہ سب کام مرنوں

کے ہیں مخلصوں کے نہیں ہیں۔ وہ دولت ہم بد اقبالوں کو کہاں دی ہے۔ وہ جو آج اہل سلوک اور اصحاب

بصیرت ہیں وہ یہ کہتے ہیں۔

نمی دانم کرام نام بدیں سیرت گرفتارم نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(مجھے نہیں معلوم میں کون ہوں اپنی سیرت تو یہ ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلم ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں۔)

اے بھائی! اس کے بعد ہم لوگوں کو کیا کہنا چاہیے۔

آں را کہ نمود روئے خویشش نے حال بود نہ قال باشد

حسیراں شود و بخود نہ ماند کے دم زدش مجال باشد

(جس کسی کو اپنے روئے الود کا مجال دکھا دیتے ہیں اس کے لئے نہ حال ہے نہ قال ہے۔

وہ تو حیرت میں گم ہو جاتا ہے اپنے آپ میں نہیں رہتا اسے کچھ کہنے کا یا را کہاں ہوتا ہے۔)

اے بھائی! وہ جماعت جو اس کام سے وابستگی رکھتی تھی اس کے لوگ ہمارے

درمیان سے اٹھ گئے ہیں آج صرف مٹھی بھر جاہل لوگ رہ گئے ہیں جو اپنی خود پرستی میں پڑے ہوئے

ہیں اپنے آپ کو ان مردانِ خدا کی صورت و شکل میں وضع و لباس میں آراستہ کئے ہوئے ہیں معرفت

خداوند جل و علا کا دعویٰ کر رہے ہیں اگر غور کر کے دیکھو تو ان کو خود اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں ہے۔

ایمان کیا ہے یہ کیا جانے۔ اسی کو کہا ہے۔ مصرع جہاں پر زبیراں طیبیاں از میاں رفتہ۔ (سارا عالم

بیماروں سے بھرا ہوا ہے اور طیبیاں خست ہو چکے۔) یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

صحبت نیکاں ز جہاں دو گزشت خوانِ غسل خانہ ز بنور گشت

(اچھوں کی صحبت دنیا سے بہت دور ہو چکی ہے شہد کا دسترخوان ز بنور کا گھر بن گیا ہے۔)

اس زمانہ میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ یا حضرت حضور بینیا مبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیسے تھے؟ فرمایا وہ لوگ ایسے تھے کہ اگر تم لوگ ان کو دیکھتے تو کہتے یہ سب کے سب دیوانہ ہیں اور اگر وہ تم لوگوں کو دیکھتے تو کہتے یہ سب شیاطین ہیں۔ یہ خود اس وقت کی بات ہے جو خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا عہد ہے اور جو صحابہؓ سے بالکل متصل ہے اس دور میں کیا کہا جائے اور کیا چھپیں خسرو کی جان پر رحمت ہو جو کہا ہے۔

خلق گویندم بروز نار بندے بت پرست  
در تن خسرو کد امی رگ کہ آن زنا ریت

(لوگ کہتے ہیں اے بت پرست جا از نار باندھ لے۔ اے خسرو کے جسم میں کون سی رگ ہے جو زنا نہیں ہے۔)  
اے بھائی! وہ لوگ جنہوں نے سر اور داڑھی کے بال منڈوائے ہیں اور شراب خانہ و تنگدہ میں جا کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ اسی لئے ہے اور اسی کو کہا ہے۔

بر درخت بقائے دو جہان از رہ کفر در مسلمانان

(دونوں جہان کی بقا کے درخت پر جنہوں نے آشیانہ بنایا ہے وہ اسی کفر کی راہ سے مسلمان ہیں۔)

اور وہ جو کہا ہے۔

فقر چیت از گمراہی رہ کردن است  
وز درو عالم دست کوتہ کردن است

(فقیر کیا ہے گمراہی اختیار کرنے کے ذریعہ راہ درست کر لینی مراکستقیم بنانا ہے اور دونوں جہان ہائیمت و نینا ہے)

اس شعر کا مطلب یہی ہے چوں کہ یہ لوگ آنکھ والے ہو چکے ہیں ان کی نظر جب کفر و ایمان کی حقیقت پر پڑی تو دیکھا کہ یہ سب کا سب گمان گھنڈ اور زنا رہا ہے۔ محض دعویٰ و ڈینگ ہے اسلام نہیں ہے اس لئے کہ مسلمان چیر ہی کچھ اور ہے اور مسلمان ایک دوسرے ہی پرندہ اور شہباز ہیں۔ چنانچہ تنہوی کے اشعار ہیں۔

(۱) نیت کشتہ ہمہ بعزت ہست  
علم بے نیازی اندر دست

(۲) معتکف در سرائے راز ہمہ  
بے نیاز از پئے نیاز ہمہ

(۳) چشم ہشان تا ولایت آدم  
اسم شان تا نہایت عالم

(۴) ماعبدالناک اجتہاد ہمہ  
ماعرفناک اعتقاد ہمہ

(۵) خور وہ یکبادہ بر رخ ساقی  
ہرچہ باقیست کردہ در باقی

(۶) چنگ در حضرت خداے زورہ  
ہرچہ آن نیست پشت پا زورہ

(۱) اس حقیقی کی عزت میں سب نیت و معدوم ہو چکے ہیں، سارے جہاں سے بے نیاز ہونے کا جھنڈا اٹھوں میں

لئے ہوئے ہیں۔ (۲) اس بانگاہ زاز میں سب متکلف ہیں۔ اور اس بارگاہ پاک میں نیاز مندی کی وجہ سے سب

سے بے نیاز ہیں۔ (۳) ان کی نظر آدم کی ولایت تک۔ ان کا نام انتہائے عالم تک۔

(۴) سب کا فیصلہ ہے کہ ہم سے آپ کی عبادت نہ ہو سکی اور سب کا اعتقاد ہے کہ آپ کی معرفت ہم حاصل نہ کر سکے۔

(۵) ساقی کے روبرو اس کی دید کی شراب پی ہے اور جو اس کے علاوہ تھی وہ سب چھوڑ دی ہے۔

(۶) بس مرن خدا کو اختیار کر لیا اور سب کو قدموں کے نیچے چھوڑ دیا۔

وہ عاشق فانی عین القضاة ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو ان مردوں کو سارا خلل خاص اسی کا ہے

کہ ایمان ہے یا نہیں ہے؟ اور تم اس پر نازاں و مغرور ہو کہ ہم ایمان والے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو ایمان کا

جمال مشاہدہ کرو تو کسی مومن کی تلاش کرو جو نفس کافر کی کافر کی کا زناں تمہاری گردن سے کاٹ ڈالے

اس وقت تم ایمان کے جمال کا مشاہدہ کر سکتے ہو اور عالم میں یہ صلا لگا سکتے ہو۔

آں کس کہ ترانید او بیچ ندید

دآں کس کہ ترانہ یافت و بیچ نہ یافت

(جس نے آپ کو نہیں دیکھا اس نے کچھ نہیں دیکھا۔ اور جس نے آپ کو نہیں پایا کچھ نہیں پایا)

حال چوں کہ یہ ہے اس لئے معطل رہنا اور ناامید ہونا شرط نہیں۔

اندریں رہ اگر تو آں نہ کنی دست و پائے بزن زبیاں نہ کنی

(اگر تم اس راہ میں جو ان مردوں کے کام نہیں کر سکتے کم سے کم تم ہاتھ پاؤں تو مار دو گھائے میں نہ رہو گے)

اگر اس راہ کے مردوں کا ایمان حاصل نہیں ہوتا تو کم سے کم بوڑھی عورتوں اور مخنثوں جیسا ایمان

تو ہو گا کیا کیا جاسکتا ہے اگر آفتاب کی دولت غروب ہو چکی تو کم سے کم چراغ تو ہے۔ وگرنہ کیا ہم اور

کیا فرعون، نمرود، یہود، آتش پرست یا غیاث المستغیثین اغشنا

دل گم گشتہ را انابت جوای مردم دیدہ گشت مردم شوی

دل گم گشتہ را رہے بنمائی مردم دیدہ را درے بکشائی

یا قبول تو اے ز علت پاک چہ بود خوب و زشت مشتے فناک

کہ نداند ز کار سازی تو کہ نہ ترسد ز بے نیازی تو

(دل گم گشتہ کو "انابت جو" یعنی توبہ کا متلاشی بنا دیجئے۔ پتلیاں پھرا گئی ہیں ان کو حسرت و ندامت کے شکلوں و صورتوں کا)

کی بنا دیجئے۔ بھٹکے ہوئے دل کو راہ دکھلا دیجئے۔ آنکھوں کی پتلیوں کے لئے دروازہ کھول دیجئے۔

اے وہ کہ آپ کے کام ہر عیلت سے پاک ہیں آپ کی قبولیت کے آگے اس مٹی کے پتلے یعنی آدمی کی نیکیاں اور  
برائیاں کیا چیز ہیں۔ کون ہے جو آپ کی کارساز یوں کو نہیں جانتا کون ہے جو آپ کی بے نیازی سے نہیں ڈرتا۔  
خلاصہ یہ کہ ہمارا قصہ ہی دراز ہے لکھتے لکھتے ختم نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ کہا ہے۔  
شب رفت حدیث ما بپایاں نہ رسید شب را چو گنہ حدیث ما بود دراز  
(رات ختم ہو گئی میری حکایت تمام نہ ہوئی اس میں رات کا کیا قصور ہے میری کہانی ہی بڑی لمبی تھی۔)  
جب برادر عزیز نے خط لکھا اور اس خط کے لکھنے میں رحمت بہت اٹھائی تو جواب دنیا بھی  
مزدوری تھا۔ اس بنا پر چند سطریں غدر کے ساتھ تحریر میں آئیں۔ عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف منیری

## مکتوب ۱۲۲

### بہ معلوم چیزیں مبتلا ہوجانے کے خوف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے فرزند! روایت ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون و قرار نہ تھا ابتلا  
و آزمائش کے خوف سے فرماتے وَمَا اَدْرِیْ مَا یَفْعَلُ بِنِّیْ وَ لِاَبِیْکُمْ نہی معلوم کہ مجھے کس چیز میں  
مبتلا کریں گے اور تمہیں کس بلا میں ڈالیں گے۔ بندہ خداوند عزوجل کی ابتلاء و آزمائشوں سے لرزاں ترسا  
نہ رہے تو کیا کرے۔ ہر آن یہ ممکن ہے کہ چشم زدن میں کسی چیز میں مبتلا کر دیں اور اس ابتلاء کے بعد سلامتی  
آدمی کو میسر ہوگی یا نہیں جو جتنا زیادہ قوت والے ہوتے ہیں ان کی آزمائش بھی اسی قدر سخت تر ہوتی ہے۔  
کیا یہ نہیں دیکھا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کو صبح علی الصباح ان کی ماں سے جدا کر دیا اور مغرب کی نماز  
تک ان کی ماں سے ان کو ملا دیا اس لئے کہ وہ ایک کمزور عورت تھیں اور جناب یوسف نبی علیہ السلام  
کو والد ماجد سے جدا کر دیا پھر چالیس سال کے بعد اور بعض روایت سے اسی سال کے بعد باپ بیٹے کو  
ملا یا کیوں کہ یہ دونوں صاحبان قوت تھے۔

اور آزمائش دو طرح پر ہے یا نعمت کے ذریعہ آزمایا جائے یا عیب جناب سلیمان علیہ السلام کو نعمت دے کر آزمایا۔ یا یہ آزمائش رنج و محن میں ڈال کر ہوتی ہے جیسے جناب یعقوب علیہ السلام کو مبتلا کیا گیا۔ چنانچہ جب نعمت میں مبتلا کرتے ہیں تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور جب رنج و مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں تو صبر کا مطالبہ فرماتے ہیں یہ دونوں قسمیں وجود انسانی میں داخل ہیں اور دونوں میں اس کا اندیشہ موجود ہے کہ توفیق صبر و شکر کسے گی یا نہیں۔ اگر توفیق پاتا ہے تو سلامتی ہے نجات ہے اور اگر توفیق سے محرومی ہوئی تو ہلاکت ہے اور سارا دین اسی دو نوع کی طرف لوٹتا ہے یا شکر کی طرف یا صبر کی جانب اسی موقع کی یہ حدیث ہے اَلْاِيْمَانُ نِصْفَانِ نِصْفَانِ شُكْرًا وَنِصْفُهُ صَبْرٌ (ایمان کے دو حصے ہیں ایک شکر دوسرا صبر ہے) جب تک موت نہیں آتی ابتلا و آزمائش باقی ہے تو لازم ہے کہ بندہ ہمیشہ تضرع و زاری کیا کرے اور لرزاں ترساں رہے اور اس خوف میں رہے کہ کہیں ابتلا میں نہ پڑ جاؤں اور صبر و شکر کی توفیق نہ ملے تو ہلاک ہو جاؤں گا اگر ایسا ہو تو امید ہوتی ہے کہ یہ تضرع و زاری اور خوف و ڈر بندہ کی نجات و رہائی کا سبب ہو جائے۔ اور اگر آزمائش میں پڑ گیا تو توفیق صبر و شکر پائے گا۔

اے بھائی! یہ وہ بارگاہ ہے جہاں دو جہان کے سردار حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو عصمت کا تاج سر پر رکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں يَا لَيْتَ رَبِّ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا (اے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا) اور وہ جو اس دولت عظمیٰ کے مالک ہیں لَوْ تَزِنَ اِيْمَانُ اَبِي بَكْرٍ مَعَ اِيْمَانِ اُمِّتِي لَوْ جِج (اگر ابو بکر کے ایمان کا میری امت کے ایمان کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ابو بکر کے ایمان کا پتہ جھک جائے) وہ کہتے ہیں اے کاش میں درخت کی پتیاں ہوتا جسے بھیڑ بکریاں کھالیتیں۔ اور وہ جن کا رتبہ و مقام یہ ہے کہ اَنَا مِدِّيْنَةٌ اَلْعِلْمُ وَعَلِيٌّ بَابُهَا (میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازے ہیں) وہ کہتے ہیں اے کاش! میں اپنی ماں کے حیم کا خون ہی رہتا تو اور دوسروں کے لئے کہاں چین و آرام کا موقع ہے۔ وہ حق تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے کسی کا خوف نہیں۔

صد ہزار سال ساعت کر دنی طوق لعنت می کند در گردنی

بے نیازش را چہ کفر و چہ دیں بے زبانش را چہ شک و چہ یقین

گرگ یوسف نری ہست خرد و بزرگ ورنہ زنی او یکیت یوسف و گرگ

(سو ہزار سال تک بندگی و عبادت کرتا رہا۔ آخر لعنت کا طوق گٹھے میں ڈال دیا گیا۔)



اس کی بے نیازی کے آگے کیا کفر کیا دین۔ اس کی خاموشی کے لئے کیا شک اور کیا یقین۔  
یوسفؑ اور یوسفؑ کا بھیڑ یا تیرے اندازہ کے مطابق چھوٹے بڑے ہیں اس کے نزدیک بھیڑ یا اور یوسفؑ  
سب یکساں ہیں۔)

یہی بات ہے کہ ایک عارف سکرات موت میں تھے ان سے لوگوں نے پوچھا کسی چیز کی آرزو ہے؟ تو  
فرمائیں کہ حاضر کروں۔ کہا، ہاں ہے تو عدم کی ہے ایسا عدم جس کے لئے وجود نہ ہو۔  
اے کاش، نبودی لے عراقی کز تست ہم فساد باقی

(اے عراقی! کاش تیرا وجود ہی نہ ہوتا یہ ساری خرابیاں تیرے ہی ہونے سے ہیں۔)

اور یہ ہے کہ ایک درویش بیمار ہوئے ان کے ایک عزیز بیمار پرسی کے لئے آئے پوچھا طبیعت  
کیسی ہے کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا الوجود اپنے ہونے کی تکلیف ہے۔ ایک عزت مآب نے کہا ہے۔  
"عالم عدم" کی راحت اور خوشیوں کا بیان جتنا بھر ممکن ہے کرتا ہوں تو اس کے سوا حصہ  
میں سے ایک حصہ بھی بیان میں نہ آسکے۔ اور "عالم وجود" کی ناخوشی اور رنج و الم کا جتنا بھر ممکن ہے بیان  
کروں تو اس کے سوا گونا گونا گونا بھی بیان میں نہ آسکے۔

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم تاناہ کردی کشتہ نفس کا فرم  
(کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا تاکہ اس کا فر نفس کے ہاتھوں مارا نہ جاتا)

وَالسَّلَامُ  
فَقِيرٌ شَرَفٌ مِّنِيرِي



## مکتوب ۱۲۵

# فقر و فقر کی فضیلت و متمندی اور متمندی کی مذمت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فقیری "کامل راحت ہے اس میں دنیا کی ساری آفتوں سے امن ہے۔ ہاں فقیر کے معاملہ  
میں انتہائی سختی یہ ہے کہ فقیر پر فاقہ گذرے، فقیر کے فاقہ کی رات اس کی سحرانج ہے جیسا کہ اہل صفت

اور ارباب تصوف کا قول ہے **مِعْرَاجُ الْفَقِيرِ فِي سِلَّةِ الْفَاقَةِ** فقیر کی معراج کے معنی یہ ہیں کہ اس پر فاقہ گذرے تو کوئی نعمت درویشی یعنی فقیری کی نعمت سے افضل و برتر نہیں ہے۔

گرچہ چند انی سلیمان کا درداشت کز زمیں تا عرش گیر و درداشت  
مسکنت را قدر چوں لبناخت او قوت از زنبیل بانی ساخت او

(جناب سلیمان علیہ السلام اگرچہ اس درجہ مشغولیت رکھتے تھے کہ زمین سے عرش تک ان کی کمرانی تھی۔

مسکنت درویشی کی جب قدر انہوں نے پہچان لی تو تھیلے بننے کے کسب کو اپنی غذا کا ذریعہ بنا لیا۔)

اے بھائی! فقر اسرار الہی میں سے ایک اہم راز ہے۔ ملک و ملکوت (عالم ظاہر و باطن)

میں جو کچھ ہے وہ سب معراج کی رات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دی گئی

لیکن حضور نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا اور فرمایا **الْفَقْرُ فُخْرِي** فقر ہی میرا فخر ہے

اور جناب آدم پیغمبر علیہ السلام کو سجود ملائک بنا یا گیا آنکھوں بہشت تحت تصرف یعنی ان کی

حکمرانی میں دیدی گئی جب ان کی نظر فقر کے راز پر پڑی تو آنکھوں بہشت کو ایک دانہ گیہوں کے

عوض بیچ دیا اور فقر کا فرقہ زیب تن فرمایا۔

جانِ آدم چوں بستر فقر سوخت ہشت جنت را بیک گندم فروخت

(جناب آدم کی روح جب فقر کی حقیقت اور اس کے راز سے روشن ہو گئی تو آنکھوں بہشت کو انہوں

نے ایک دانہ گیہوں کے عوض بیچ دیا۔)

فرعون و نمرود کو جو کچھ دیا ہے وہ اگر آج تم کو نہیں دیتے ہیں تو اس کے اندر ایک

حقیقی راز پوشیدہ ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھا کہ تمام نبیوں کے شہنشاہ اور تمام ولیوں کے سردار صلی

علیہ وسلم شب معراج سے واپس تشریف لاتے ہیں تو گھر میں ایک دن کی خوراک بھی موجود نہیں ہے۔ ایک

یہودی سے ایک صاع ایک بیمانہ جو ادھار قرض مانگتے ہیں وہ یہودی طعنہ دیتے ہوئے کہتا ہے

آپ کے پاس نہ باغ ہے نہ کھیتی ہے نہ زمین ہے آپ کہاں سے ادا کریں گے یہاں تک کہ اپنی زرہ

مبارک گرو رکھ دی تو اس نے ایک صاع جو قرض دیا۔ اسی کو کہا ہے۔

مصطفیٰ چوں آماز معراج در دام می خواست از یہودی جو مگر

از برائے قوت جو می خواستش و آن یہودی سک گرو می خواستش

ہر دو عالم دیدہ آن شب ار زنی تا نبودش روز آن جو یک منی  
لاجرم چوں یں و آن یکسانش بود ہر دو عالم زیر یک فرمالش بود

(حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے ایک یہودی کے یہاں گئے اس سے دو ڈہائی کیلوگرام جو قرض مانگا۔ خوراک کے لئے جو حضور نے اس سے طلب کیا تھا اس یہودی نے کہا اپنی زرہ گرو کیجئے تب دیں گے۔ (یہ وہ رات تھی جس رات کو حضور نے دونوں جہاں کو ایک دانہ چینا یا کوئی کے برابر بھی نہ دیکھا لیکن دن کے وقت ایک پیمانہ جو بھی آپ کے غمازہ مبارک میں نہ تھا۔ جب یہ اور وہ دونوں حال حضور کے لئے یکساں میں تو لازماً دونوں جہاں آپ کے حکم کے تحت ہیں)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری



## مکتوب ۱۲۶

# ملک، فلک اور جملہ موجودات پر بشر کی فضیلت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام مظفر! بعد سلام و دعاء کے واضح ہو

- |     |                            |                                |
|-----|----------------------------|--------------------------------|
| (۱) | سالکِ راحت طلب ریحانِ راہ  | پیشِ روح آمد بصد دل رُوحِ خواہ |
| (۲) | گفت اے عکسی ز خورشیدِ جلال | پر تو از آفتاب لایزال          |
| (۳) | ہرچہ در توحید مطلق آدست    | آہنمہ در تو محقق آدست          |
| (۴) | چوں برونی تو ز عقل و معرفت | نہ تو در شرح آئی و نہ در صفت   |
| (۵) | نیست بالائے تو مخلوقے دگر  | نیست بیرون تو مشوقے دگر        |

(۱) اے وہ سالک! ماہ کی خوشبو سے فرحت چاہنے والے! تو نے روح (ذمت و خوبی) پالی سہابِ دل کی گہرائی سے رُوح

کی طلب کر۔ (۲) اس نے کہا اے آفتابِ جلال کا عکس تو آفتابِ لایزال کا پر تو ہے۔

(۳) توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب تیرے ہی اندر محقق ہے۔

(۴) چون کہ تو عقل و معرفت سے باہر ہے اس لئے نہ تو شرع و بیان میں آسکتا ہے اور نہ تیری توصیف ہی ہو سکتی ہے۔

(۵) تجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔

خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار میں خوب غور و فکر کیجئے اور اس کے رموز و اشارات کو قانون کے مطابق سمجھئے جس کی طلب ہے اسے خود اپنے اندر تلاش کیجئے، چنانچہ اس پر قرآن شریف ہے سُنَّے وَفِي الْفُسُكُمُ أَنْفَ لَا تُبْصِرُونَ (وہ تمہارے اندر ہے تم دیکھتے نہیں) اور وہ جو قول ہے کہ حق تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں ہے نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں خود تیرے اندر ہے۔ وہ یہی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں ہوش میں رہنے کی ضرورت ہے۔ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے۔

آدمؑ اول سوئے ہرزہ شتافت تا بخود راسے نہ رفت اور نہ یافت

(آدمؑ ابتدا ہرزہ کے پیچھے تلاش و جستجو میں دوڑے جب تک انہیں اپنی معرفت حاصل نہ ہوئی اس کی معرفت حاصل نہ کر سکے۔)

سبحان اللہ! ایک عالم پاک و طاہر فرشتوں سے بھرا ہوا اس گدے آلودہ مٹی کے پتلے کو سجدہ کیسے کرنے اور یہ گدے لائے قیمت خاک کا پتلہ خلیفہ (نائب) کیسے ہو جاتا اور آٹھوں بہشت کی جاگیر کے لائق کیسے بن جاتا ہذا ایستے عظیم (یہ ایک بہت بڑا راز ہے) یہ عقل کی پہنچ سے آگے ہے غریب عقل تو بندگی کا آلہ ہے اس کا اسرار بوبیت کے علم تک کہاں گذرے۔

عقل باید تا عبودیت کند جانت باید تا ربوبیت کند  
عقل گرا فزوں بود نقصان تراست جاں اگر راجح شود جنان تراست

(عقل چاہیے تاکہ عبادت صحیح طور سے کی جاسکے تجھے خود اپنی جان کا عرفان ہونا چاہیے کہ ربوبیت حاصل ہو جائے۔)

عقل اگر حد سے بڑھ جائے تو سنگین نقصان ہے اور جان اگر غالب اور فائق ہو جائے تو جاناں محبوب و معشوق ہو جائے۔

چنانچہ ! سُبْحَانِي مَا عَظَمَ شَانِي (پاک ہے میری ذات اور بڑی ہے میری شان) اور

أَنَا الْحَقُّ (میں ہی حق ہوں) کا قول اس گدے مٹی کے پتلے سے کیسے برآمد ہو سکتا ہے یہ وہ معمہ ہے جسے ہر شخص پر نہیں کھولتے ہم اور آپ کیا ہیں؟ کہاں ہیں؟ لیجئے اس وقت یہ شعر سنئے اور کافی غور و فکر سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

ہرچہ ہست در ہمہ عالم ہمیں منم مانند در دو عالم از انم پدید نیست

(سارے جہاں میں جو کچھ ہے وہ سب میں ہی ہوں میری مثال دونوں جہاں میں نہیں مل سکتی۔)

پیچ ہستم من ندانم یا نیم چوں ہمہ ہم اوست آخر من کیم  
 (میں کچھ ہوں یا نہیں ہوں، میں نہیں جانتا، جب سب کچھ وہی ہے تو آخر میں کون ہوں۔)  
 عالم میں کون ایسا ہے جو اس مشکل کو حل کرے؟ کاغذ کی اتنی ساری جلدیں سیاہ کرتے ہیں  
 فتوے لکھتے ہیں لیکن اپنے خال کی خود ان کو خبر نہیں ہے کہیں کیا یہ معمہ ہی ایسا ہے۔ کسی کی وہاں تک پہنچ  
 نہیں۔ ان اشعار سے سُنئے۔

پشہ تو می کنی بر پیل جائے تا بدست خویش اندازی ز پائے  
 صعوة تو میردی بر کوہ قاف تا بمنقار تو بشگافند چوکاف  
 ذرہ تو میزنی چوں چشمہ جوش تا کنی دریائے اعظم جلد نوش  
 کار بیرونست از تصویر تو چند جنبا نم بگوزنجبیر تو

(تو ایک پھڑپھڑے اور ہاتھی پر چڑھ کر اسے اپنے ہاتھ سے ہلانا چاہتا ہے۔  
 تو ایک چھوٹی سی چڑیا مولا ہے کوہ قاف پر جا کر اپنی چونچ سے اس پہاڑ میں کاف کی طرح شکاف کر رہا ہوتا ہے۔  
 تو ایک ذرہ ہے چشمہ کی طرح جوش مارتا ہے تاکہ بحیرہ اعظم کو گھونٹ جائے۔  
 یہ کام تیرے تصور سے باہر ہے۔ بتا کب تک ہم تیری زنجبیر ہلا کر تجھے ہشیاز کرتے رہیں۔)  
 لیکن امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام میں کہا ہے قَدْ تَحَدَّثْتُكَ فَبَدَّلْتَ خَدَّيْ  
 (میں آپ کی فات میں متیر اور حیران ہو گیا ہوں میری دستگیری فرمائیے) یہاں معذوری ہے اس سے زیادہ لکھنے  
 کی راہ نہیں۔ ایک عزیز نے معذرت کی ہے۔

سے دروغا ہرچہ گفتم ایچ بود دیدہ کور و راہ پیچا پیچ بود  
 گرچہ رہ بستند ہر سوسے ازیں پئے نہ بردند لے عجب سوسے ازیں  
 خون صد لیاں ازیں حسرت بر نخت آسماں بر فرق ایساں خاک رنخت

(وایے حسرت جو کچھ میں نے کہا وہ کچھ نہ تھا آنکھیں اندھی تھیں اور راہ پیچ و خم سے بھری تھی۔

اگرچہ ہر طرف اس راہ کی تلاش میں دوڑے لیکن ایک بال برابر بھی راہ نہ ملی۔

اس حیرت میں صد لیاؤں کے کلیجے سے خون کے فوارے ابل رہے ہیں اور آسمان ان کے سروں پر خاک

ڈال رہا ہے۔)



# مکتوب ۱۲۷

## اپنے حال کی تبری و خدائے ذوالجلال سے اُمیدواری میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیز شمس الدین برہان مدادی! اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے اولیاء کی محبت سے عزت بخشے  
آن عزیز کا خط پہنچا پڑھا اے بھائی! ہمارے تمہارے حال کے اعتبار سے تو ایسا ہی ہے کہ  
کافر و مشرک کو ہماری تمہاری مسلمانی سے تنگ ہے اور یہودیوں نصرانیوں کو ہمارے تمہارے دین سے  
سو گونا گوار ہے۔ یہی ہے جو نالہ و فریاد کیا ہے۔

کاشکے ہرگز نزا دی مادرم      تا نہ کر دی کشتہ نفس کا قسم  
کاشکے ہرگز نہ بودی نام من      تا نہ بودی جنبش و آرام من  
برد غفلت روزگارم چون کنم      بر نیاید ایچ کارم چون کنم

کاش میری ماں مجھے پیدا نہ کرتی تاکہ میں اس نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔

کاش میرا وجود ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی حرکت و سکت ظہور میں نہ آتی۔

آہ غفلت نے میری راہ ماری ہے کیا کروں اب کسی طرح بنائے نہیں بنتی کیا کروں۔

لیکن اے عزیز مصلحتی رہیں سارے جہاں کے لوگوں کے گناہ اور ان کی بد اعمالیاں اس

کے دریائے رحمت میں ایک قطرہ کی مقدار میں بھی نہیں ہمارے تمہارے گناہ اس دریا کے مقابلہ میں

کس مقدار میں ہیں مطار کی جان پر رحمت ہو جو کہا ہے۔

گر گناہ اولین و آخرین      بیش باشد از آسمان و از زمین

بر حواسی بساطش آں گناہ      محو گردد جملہ بر یک جائے گاہ

قطرہ چند از گنہ گرشد پدید      در جہاں دریا کج آید پدید

(اگر تمام اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہ آسمان و زمین سے بھی زیادہ ہوں۔)

اس کے فرش کے حاشیہ پر ہی، اسی جگہ وہ سارے گناہ مٹ جائیں گے۔

گناہ کے چند قطرے اگر پیدا ہو گئے تو ایسی رحمت کے دریا میں کب نظر آتے ہیں۔

اے بھائی! بندہ کی گنہگاری میں ایک بڑا راز اور عظیم حکمت ہے۔ اگر ہمارے تمہارے گناہ نہ ہوتے تو اس کی ستاری و غفاری کا نظارہ نہ ہوتا یعنی اس کی ستاری و غفاری ظاہر نہ ہوتی حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک میں اسی کا اشارہ ہے۔ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَمْ تَذُنُّوا لَذَهَبَ اللَّهُ بِكُمْ وَ لَجَأُ بِقَوْمٍ يَذُنُّونَ فَيَسْتَعْفِفُونَ وَيَغْفِرُ لَهُمْ۔ (قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اٹھالیتا اور ایک ایسی قوم لے آتا جو گناہ کرتی اور پھر استغفار کرتی اور اس کی مغفرت ہوتی۔)

بودھین عفو تو عاصی طلب

چوں بستاریت و یدم کار ساز

رحمت راتشنہ دیدم برگناہ

عزمہ عصیاں گرفتہ زیں سبب

ہم بدست خود در یدم پردہ بار

آب دیدہ پیش بروم از گناہ

(آپکا عفو خاص گنہگاروں کا تلاشی تھا اس لئے میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا۔

جب آپ کی ستاری (پردہ پوشی) کو میں نے کار ساز دیکھا تو پھر اپنے گناہوں کا پردہ خود اپنے ہاتھ سے پھاڑ ڈالا۔ آپ کی رحمت کو میں نے گناہ کا پیا سا دیکھا تو اپنی آنکھوں کے پانی کو غم خواہی کے لئے پیش کر دیا۔)

اے بھائی! آدمی سے گناہ نہ ہو تعجب کی بات ہے۔ یا آپم صغی اللہ جب صفوت کا تاج

رکھنے اور خلافت کے مسند نشیں رہنے، مسجود ملائک ہونے کے باوجود دارالسلام میں گناہ سے

سلامت نہ رہ سکے تو ان کی اولاد غریب اس بلاخانہ میں رہتے ہوئے ابتلا سے محفوظ رہے حیرت

و تعجب ہے اسی کو کہا ہے کُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَاةٌ وَ خَيْرُ الْخَاطِئِينَ الشَّوَابُؤُنَ (ہر آدمی خطاکار و

گنہگار ہے اور بہترین گنہگار تو بے گناہوں کے ہیں) یہی ایک رمز ہے اور یہی پاشنی ہے۔

اے عزیز! ابتدائے آفرینش سے آخر تک جو گناہوں سے پاک ہیں وہ فرشتے ہیں

اور جہاں سے آخر تک گناہوں میں ملوث و آلودہ ہیں وہ شیاطین ہیں لیکن آدم کی اولاد کا گناہ میں

گر پڑنا اور پھر اٹھ کھڑے ہونا سرشت میں داخل ہے، سمجھوں گا یہی حال ہے یہ ضرر ہمارا تمہارا حال نہیں۔ ہاں جہاں تک ممکن

ہو اپنے ریاضت و مجاہدہ سے رکنا نہیں چاہیے یعنی اس درد و اندوہ کی طلب میں جلتے رہنا چاہیے اگرچہ

یہ درد ایک ذرہ کی مقدار میں ہو تو بھی ہمارے تمہارے لئے کافی ہے۔ جیسا کہ یہ اشعار ہیں۔

ذرة درخشاں در دل ترا بہتر از ہر دو جہان حاصل ترا  
 کفر کا فر اور دین دیندار را ذرة در دلت دل عطا را  
 گر نماںد در دتو عطا را آونہ خواہد کافر و دیندار را

(اگر خداوند تعالیٰ کے درد کا ایک ذرہ تیرے دل میں ہے تو دونوں جہاں سے تیری یہ پونجی تیرے لئے بہتر ہے۔  
 کفر کا فر کو چاہیے دین دیندار کو عطا کر کے دل کو تو آپ کے درد کا ایک ذرہ چاہیے۔  
 اگر آپ کے عشق کا درد عطا کر دیا تو اسے کافر و دیندار سے کیا کام۔)

اے بھائی! یہاں کام اس کے فضل پر ہے۔ وہ آنِ واحد میں گرے پڑوں کو اٹھا کر  
 ملک و فلک سے گزار دیتا ہے۔ آخر سا حزانِ فرعون کے معاملہ میں غور کرو ان کے پاس کون سا  
 عمل تھا اور کون سی عبادت تھی۔ مطلقاً (یعین) کفر و کفری میں اپنے عرفان کا تاج ان کے سروں  
 پر رکھ دیتا ہے اور سارے جہاں کو دکھلا دیتا ہے کہ میرے کام بے علت و سبب ہوا کرتے ہیں  
 ہم جسے چاہتے ہیں اعلیٰ علین پر پہنچا دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں اسفل السافلین میں گرا دیتے  
 ہیں اور اس میں کوئی علت و سبب نہیں ہوتا۔ اسی کو کہا ہے۔

ملک در دست شبانے میدہند منت او بر جہانے میدہند  
 صد ہزاراں سال طاعت کر دنی طوق لعنت می کند در گردنی

(ملک و بادشاہی ایک چرواہے کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں اور ایک عالم کو اس کا احسان مند بنا دیتے ہیں  
 دوسرا وہ ہے کہ سو ہزار سال تک عبادت کرنے کے بعد لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیتے ہیں۔)  
 چنانچہ جس طرح اس کی بارگاہ پاک میں سارے عالم کے گناہوں میں آلودہ ہونے  
 کے باوجود ناامیدی نہیں ہے۔ اسی طرح سارے عالم کی طاعت و عبادت کی پونجی رکھتے ہوئے  
 بھی کوئی مامون نہیں ہے۔

وَالسَّلَامُ

شرف منیری





# مکتوب ۱۲۸

## راہ کی طلب اور نفس بدخواہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام افتخار! اللہ تعالیٰ نفس کے عیبوں کو دیکھنے کی بصارت عطا فرمائے اور نفس کی

بیخ کنی میں مدد عنایت کرے۔

آپ کا مکتوب مرغوب ایک عزیز نے تحفہ کے ساتھ پہنچایا۔ غلوں بھٹا اس میں اور زیادتی ہو۔ بلاشبہ جو شخص کام میں لگا رہتا ہے تو زیادتی ہوتی ہے مقصود تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی چنانچہ کسی نے کہا ہے۔

صوفی باید ترا اندیش کن تاکہ داند گنج یا بی پیشہ کن

لیک جدوجہد می باید ترا تا در این گنج کبشاید ترا

(تجھے ایک ایسا صوفی چاہیے جو غور و فکر کر سکے تاکہ خزانہ پانے کے پیشہ کے طور و طریقہ کو تو جان لے۔

لیکن تجھے اپنی طور پر کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس خزانہ کا دروازہ تیرے لئے کھل جائے۔)

لیکن یہ مجاہدہ دریا صفت قانون و اصول کے تحت ہونا چاہیے تاکہ طلب کی مشقتیں برآ

نہ جائیں چنانچہ اس جماعت کے بزرگوں نے اشارہ کیا ہے اور اس کا پتہ دیا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

در رہار و کاں نشانت داده اند جہد کن چوں سربراہت داده اند

جہد می کن روز و شب در کوئے رنج بو کہ ناگاہے بہ بینی روئے گنج

(جس راہ کا تجھے پتہ دیا ہے اس راہ میں چل کوشش کر جب کہ تجھ کو راستہ کا واقعہ کار دیا ہے۔) (پیر)

محنت و مشقت کی گلی میں کوشش کرتا رہنا شاید تجھے یا ایک خزانہ کا چہرہ نظر آجائے۔)

اور وہ پتہ و نشان جہان بزرگوں نے بتایا ہے نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ مشرق میں

ہے نہ مغرب میں ان لوگوں نے القلب بیت اللہ کہا ہے قلب کی نشاندہی کی ہو موشیار ہو۔

مخرب جہان جمال خسارہ ماست سلطان جہاں در دل بیچارہ ماست

(عالم کا بلافاہانہ ہمارے زخار کا حسن ہے۔ سارے عالم کا بادشاہ ہمارے دل میں ہے)

یعنی حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ مشرق میں نہ مغرب میں حق تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ خود تیرے اندر ہے اور وہ 'وہ ہے جسے دل کہتے ہیں۔ وہ راز یہی ہے۔ جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

تا نسیاید جان آدم آشکار رہ نہ دانستند سوئے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید زد کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک آدم کی جان ظاہر نہیں ہوتی تھی کوئی بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف جانے کی راہ نہیں جانتا تھا۔

راہ اس وقت ظاہر ہوئی جب آدم پیدا ہوئے انہیں سے دونوں جہاں کے تالاکبخی ہاتھ آئی۔)

اے بھائی! ایک جہاں پاک اور ظاہر فرشتوں سے بھرا ہوا گدلے مٹی کے تیلہ کو سجدہ

کیسے کرتا اور وہ مٹی جو ہر ایسے ویسے کے پاؤں سے روندی ہوئی ہے وہ خلیفہ کیسے ہو جاتی ہذا ایسٹ

عظیم (یہ ایک عظیم راز ہے) اس میں کافی غور کرو تو انشاء اللہ تعالیٰ معنی کی سمت راہ مل جائے گی۔

در جان منی ز راہ معنی! چوں یافتہ ام چرات جویم

(معنی کی حیثیت سے جب تو میری جان کے اندر ہے تو میں نے پایا اور جب پایا تو تجھے پھر کیوں ڈھونڈوں؟)

اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیسے پڑھوں، بہت سارے روزے

کیسے رکھوں بلکہ اس میں کوشش کرو کہ نفس کافر جس نے ہماری راہ روک رکھی ہے اُسے کیسے ہٹائیں۔

جس طور سے بھی تم اس کو راہ سے ہٹا سکتے ہو ہٹاؤ۔ اس پر عمل کرنا تمہارے لئے اس جماعت صوفیہ کے

فتویٰ سے فرض عین ہے غلبہ حال کے قانون کے تحت خواہ مسجد میں رہ کر خواہ بتخانہ میں بیٹھ کر خواہ جُبہ و

دستار کے ذریعہ خواہ زنا باندھ کر جیسے بھی ہو نفس کے ہٹانے کے سوا اور دوسری تمام چیزیں سب

ہوس ہیں۔ اس معنی کی رُباعی سنو۔

در بستکہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطواف کعبہ ز عقل خطاست

گر کعبہ زو بوسے مداروش است بابوے وصال او کنش کعبہ ماست

(اگر بستکہ میں معشوق کا خیال آتا ہے تو کعبہ کے طواف کے لئے جانا عقل کی زد سے غلطی ہے۔ اور اگر کعبہ میں

محبوب حقیقی کی بوند ہے تو وہ آتش پرستوں کا آتشکدہ، اور معشوق کے وصال کی خوشبو اگر آتشکدہ میں ہے تو وہ ہمارا کعبہ ہے)

اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ کچھ لوگوں نے زنا باندھ لی ہے اور بعض بتخانہ میں داخل ہو گئے اور بعضوں نے شراب خانہ جا کر شراب کا مٹکا سر پر رکھ لیا ہے یہ کیفیت ان سب کی غلبہ حال میں ہوئی ہے ان اشعار میں اس معنویت کی سیر کرو اور اس میں اصول و قانون کے تحت کافی غور و فکر کرو۔

بارِ دگر پیر ما خسرۃ بزنا داد نقد نو دس سالہ را برد بکفار داد  
پیش بتے سجدہ کر دین مجازی گزشت مصحف و سجادہ را رفت بجمار داد  
زہدیک سو نہاد راہ قلند گرفت بہر یکے کوزہ مے خرقہ و دستار داد  
قبلہ بدل کر دزد و دعتکت دیر شد رفتے محبوب کرد دوست اورا بار داد

(یہ دوسرا موقع ہے کہ ہمارے پیر نے خرقہ زنا پر قربان کر دیا نونے سال کی کمائی لے گئے اور کفار کے حوالہ کر دیا۔ بت کے آگے سجدہ کر لیا اور (حقیقی دین نہیں) مجازی دین کو چھوڑ دیا وظیفہ کی کتاب اور جاننا شراب فروش کو دیدی۔ زہد کو کنارہ کر دیا اور آزادی کی راہ اختیار کر لی ایک پیالہ شراب کے عوض خرقہ و دستار دے دیا۔

بہت جلد انہوں نے قبلہ بدل دیا اور تہکدہ میں معتکف ہو گئے رُخ محبوب حقیقی کی طرف کر لیا دوست نے ان کو برائی دیکھی بدتمیزوں، فتنولیوں اور دودھ پیٹتے بچوں کی طرح جو لوگ ہیں ان سے اس خط کو محفوظ رکھنا تاکہ وہ لوگ اپنی فضول بکواس میں آلودہ نہ کر دیں اور جو لوگ اہل ہیں ان سے نہ چھپائیں اور بچا کر نہ رکھیں اس لئے کہ علم جس طرح نا اہلوں کو دینا حرام ہے اسی طرح اہل سے اسے روک رکھنا بھی حرام ہے۔ اس گروہ صوفیہ کے لوگوں نے اپنے مذہب میں ایک الگ اصطلاح عام الفاظ کے خلاف وضع کر رکھا ہے جیسے بقائنا، سکر، صحو، جمع، تفرقہ و حضور وغیرہ یہ اسی لئے ہے کہ علم نا اہلوں کو دیا نہ جائے اور اہل سے اسے روکا نہ جائے اس لئے کہ دونوں حرام ہے۔

طعمہ کاں پاکبازاں را دہند ہرگز آں کے نونیازاں را دہند

(خوراک کا وہ لقمہ جو پاکبازوں کو دیتے ہیں نئے نیاز مندوں کو وہ نہیں دیا جاتا ہے۔)

اگر ان سچاویں کو اس گروہ صوفیہ کی اس دولت سے کچھ حصہ دیدیں تو یہ جان لیں کہ یہی دولت ہی جیسا کہ کہا ہے

گر تراروزے دریں میداں کشند این رقم بینی کہ بر مرداں کشند  
آنگھے این شیوہ معنی صد ہزار بینی ودانی و داری استوار

(اگر تجھے کسی دن اس میدان (مقام) میں لے جائیں تو تو دیکھ لے کہ ان مردان خدا کے لئے کیا نعمتیں مقدر ہوئی ہیں۔

اس وقت اس شیوہ سے سو ہزار معنی تو دیکھ لے، جان لے اور یقین کر لے۔) ❀ ❀ ❀

# مکتوب ۱۲۹

## تونگری کی مذمت اور دنیا کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نفس قانع گر گدائی می کند در حقیقت بادشائی می کند  
چون ترانانے و خلقانے بود ہر سر موئے تو سلطانی بود

(تھوڑے پرگندہ کر نیوالا آدمی اگر فقیری کرتا ہے تو حقیقت میں وہی بادشاہی کر رہا ہے۔

اگر تیرے پاس ایک سوکھی روٹی اور ایک ہی کرتا پھٹا پیرانا لباس ہو تو تیرے جسم کا ہر روگنا ایک بادشاہ ہے)

اے بھائی! فقیری میں بہت ساری خوبیاں ہیں اس میں طرح طرح کی راحتیں ہیں چین و

سکون ہے تونگری میں بے انتہا عیوب ہیں دکھ، مصیبت، قسم قسم کی مشقت و پریشانیاں ہیں اسی کو

کہا ہے۔

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی در نہ پچوں چرخ سرگرداں شوی

ہر چہ آں باتو فرو نہ آید بخاک آں ہمہ دنیا بود نے دین پاک

(دنیا ترک کر دو تا کہ تم بادشاہ ہو جاؤ ورنہ آسمان کی طرح سرگرداں چکر میں رہو گے۔

ہر وہ چیز جو تمہارے ساتھ قبر میں نہ جائے گی وہ سب دنیا ہے پاک دین نہیں ہے۔)

لیکن لوگوں کو مال کی محبت جو پلیدی و ناپاکی ہے اور جاہ و مرتبہ کی الفت جو طاغوت و بت ہے،

اس نے اندھا کر رکھا ہے۔ تونگری، دولت مند کی جملہ عیبوں کو خوبی جانتے ہیں اور فقیری کی جملہ خوبیوں

کو عیب شمار کرتے ہیں نمرود و فرعون کا مذہب یہی تھا۔ نمرود نے جناب ابراہیم خلیل اللہ کو درویشی

و غریبی کا طعن دیا تھا فرعون نے موسیٰ کلیم اللہ کو غریب و فقیری کا عیب لگایا تھا۔ تو جو لوگ آج

اس دنیا میں نمرود و فرعون کے مذہب میں ہیں انہیں کل قیامت کے دن عرشہ محشر میں فرعون و نمرود

کے ساتھ کھڑا کر دیں تو تعجب نہیں مَن تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ

اسی میں سے ہے۔) س

ھرچہ در دنیا خیالات آں بود تا ابد راہ و مسالت آں بود

(دنیا میں تو جس خیال میں رہا ہے ابد تک تو اسی کے ساتھ رہے گا۔)

تمام علماء و حکماء کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ درویشی کے مقام سے کوئی مقام بالا

تر نہیں ہے اور مملکت، قناعت کی مملکت سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ اسی کو کہا ہے۔ س

ہیچ کس را در جہانے بحسرویر از قناعت نیست ملکہ بیشتر

ہر کہ در راہ قناعت مرد شد ملک دنیا بر دل او سرد شد

(اس زمین و سمندر کی دنیا میں قناعت سے بڑھ کر کسی کے لئے کوئی بادشاہت نہیں۔

جو قناعت کی راہ کا مرد ہو دنیا کی بادشاہت و مملکت اس کے دل پر سرد ہو گئی۔)

اہل بصیرت کا قول ہے آدمی کے لئے معرفت خداوند تعالیٰ کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا ترک

کئے ہوئے ہو تو جہاں دنیا کا ترک ہے وہاں معرفت بھی ہے اور جہاں دنیا کا ترک نہیں تو معلوم ہوا

کہ وہاں معرفت بھی نہیں ہے اس لئے کہ ترک اور معرفت دونوں کلمہ شہادت کا معنی ہیں اور کلمہ شہادت

نفسی و اثبات سے مرکب ہے نفسی دنیا کا ترک ہے اور اثبات معرفت خداوند تعالیٰ ہے تو جس نے دنیا کی نفی کر دی اس

نے مکمل نفسی کی۔ اور جس نے خداوند تعالیٰ کی معرفت حاصل کی اس نے کامل اثبات کیا **إِلَّا اللَّهُ حَقِيقِي** طور پر

کہنا ہی ہے اور اگر عادت کے طور پر **إِلَّا اللَّهُ** کہتے ہو تو اس کا کیا فائدہ۔ اسی کو کہا ہے۔ س

ترک دنیا گیر تا دینت بود آں بدہ از دست تا اینت بود

گردت آگہ ز معنی آمدہ است کار دینت ترک دنیا آمدہ است

(دنیا کا ترک اختیار کرنا کہ تیرا دین خالص ہو جائے دنیا ہاتھ سے دیدے تاکہ حقیقی دین ہاتھ آجائے۔

اگر تیرا دل معنی و حقیقت سے آگاہ ہے تو تیرے دین کا اصل کام دنیا کا ترک کرنا ہے۔)

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف منیری



# مکتوب ۱۳۰

## فیض کا حصول خاص مستعد کے لئے (دوسری عبارت میں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنرا کہ چناں جمال باشد      گر نازکند حلال باشد  
در عالم خویش عاشقان با      گر بار دہد مجال باشد  
زود منع جمال خوب واللہ      نقصان نبود کمال باشد

(جو ایسا صاحب جمال ہو وہ اگر ناز کرے تو اس کے لئے حلال ہے۔

اگر عاشقوں کو اپنی حریم خاص میں باریابی کا شرف بخشے تو یہ اس کے لئے جائز ہے۔

حسن و جمال کی حسین منعت کو اللہ کی قسم نقصان نہیں ہوگا اس کا کمال کمال ہی رہے گا۔)

خواجہ مہذب اکرم اللہ بحجۃ

آن عزیز کا خط ملا، پڑھا گیا۔ دلنشیں کر لیں۔ ہاں ایسا ہی ہے کہ فیض منقطع نہیں ہے  
لیکن لَمَنْ سَأَلَ أَهْلًا لَّهُ      اس کے لئے جو اس کا اہل ہو۔ اس لئے کہتے ہیں کہ دولت مستعدین  
سے نہیں گذری اگر کوئی مستعد ہو اور اس دولت کے پہنچنے میں تاخیر ہوتی ہے اس لئے کہ الْأُمُورُ  
مَوْهُونَةٌ بِمَوَاقِيتِهَا (تمام کاموں کا وقت متعین ہے۔) اس تاخیر میں حکمت ہے کہ بندہ اس وقت  
کے انتظار میں قاضی الحاجات کے در پر بیٹھا رہے جب وقت آجاتا ہے تو فیض سوال اور تقاضا کے  
بغیر لہذا کام کر جاتا ہے اور کہتا ہے أَنَا لَكَ إِشِيئْتَ أَمِ ابْتِئْتَ (تم چاہو یا نہ چاہو ہم تمہارے ہیں) اسی کو کہا ہے

حق بشباں تاج نبوت دہد      ورنہ نبوت چہ شناسد شباں

(حق سبحانہ تعالیٰ ایک چرواہے کو نبوت کا تاج عطا فرماتا ہے ورنہ چرواہا نبوت کو کیا پہچانے)

لیکن مشتاقوں کی یہ خامیت ہے کہ جس کا وعدہ ہے اسے وہ نقد چاہیئے اور جس کے لئے

وقت متعین و مقرر ہے اسے وہ موجود چاہتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

یا مراد مادہ یا فارغ کن از مراد وعدہ فردار ہا کن یا چنان کن یا نہیں  
 (یا میری مراد دیجئے یا مجھے مراد سے آزاد کر دیجئے کل کا وعدہ چھوڑیئے بھی یا یہ کیجئے یا وہ کیجئے)  
 عجب نہیں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کا یہ تہمت اس فی النظر ایٹک اسی قبیل سے ہو  
 وگرنہ انبیاء علیہم السلام تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عارف ہوتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں  
 کہ دنیا اس دیدار کی دولت کی جگہ نہیں جہاں دیدار کے جائز ہونے کا تعلق ہے اس کا وعدہ کل کے  
 لئے اسی غلبہ شوق سے مغلوب ہو کر کل کے وعدہ کو آج ہی نقد طلب کرتے ہیں۔ اور جس کا وقت مقرر ہے  
 اسے اسی وقت موجود چاہتے ہیں۔

چہ کس است خاک بارے کہ نظر شوق ہر دم  
 آرئی رسد نہ ترسد ز جواب لن ترانی  
 (یہ خاک کا پتلہ بھی کیا چیز ہے کہ فرط شوق سے ہر دم آرئی کا غرہ لگاتا ہے اور لن ترانی کے جواب سے نہیں ٹھکتا)  
 چوں عاشقِ خاص راز حضرت  
 بر فور جواب لن ترانی ست  
 اسے دست بد اں کہ در خورد ما  
 چون و چرائی و شبانی ست  
 (جب کہ عاشقِ خاص کو اس بارگاہ پاک سے جواب فی الفور لن ترانی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) کہا جاتا ہے  
 تو اسے دست یہ اچھی طرح جان لو کہ ہمارے تمہارے لائق ایسے ویسے اور چرماہی کے سوا کیا ہے)  
 اگرچہ جائز تھا لیکن حکمت کے تقاضا کے مطابق نہ تھا اس لئے لن ترانی کا جواب ملا۔ خواہ مظار  
 رحمتہ اللہ علیہ لے جو کہا ہے کیا وہ تم نہیں جانتے؟

عشق با امروز فردا کے بود  
 کار عاشقِ امنظراری اوست  
 کفر و دین ایں جاو آں جا کے بود  
 و اں ز فردا دستماری اوست  
 (عشق میں آج اور کل کہاں ہوتا ہے۔ کفر دین یہاں وہاں کب ہوتا ہے۔  
 عاشق کے کام بے اختیار ہوتے ہیں اور یہ سب محبت کی زیادتی میں بن سے ہو جاتا ہے۔)  
 الْعِشْقُ جُنُوقٌ اِلٰهِي (عشق اللہ کی محبت کا جنون ہے) اس سلسلہ میں عقل ٹھریب اس سے بہت دور ہے  
 حرم ستر عشق مردم نیست  
 حرم ستر او جز اللہ نیست  
 (اسرار عشق کا حرم آدمی نہیں ہے اس کے اسرار کا راز داں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔)

اے بھائی آفتاب اپنی خلات سے دنیا بار اور فیاض ہے لیکن اس کی یہ فیاضی دنیا بار  
 اہل استعداد اور قبولیت کی قابلیت دیکھنے والے کے لئے اگر کوئی دیوار کی اوٹ میں چلا جائے تو

وہ حجاب میں ہوگا تو محرومی آفتاب کی طرف سے نہیں ہوگی آفتاب کی طرف سے دھوپ کی رکاوٹ نہیں تو ہم لوگوں کو شکایت خود اپنی بد اقبالی سے ہے۔ سر پر خاک ڈالنی چاہیے اور اپنا ماتم کرنا چاہیے اگر یافت کی خوشی نہیں ہے تو رنج و مصیبتِ نایافت تو ہو۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:۔

وصل خاصاں راست من ذیشانِ مہم اے بخت بد۔

بہر من اندازہ ادبار من کارے بہ میں۔

(اے مری بری قسمت وصل تو خواص کے لئے ہے میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں تو اے بخت بد میرے

بد اقبالی کے اندازہ کے موافق کوئی کام تلاش کر۔)

اے تو سر فضل من نداری من عادت بخت خویش دائم



وَالسَّلَامُ

حقیر شرف مہنیری

## مکتوب ۱۳۱

### مولانا مظفر (قدس سرہ) کے سوالات کے جواب میں

جو مولانا حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات سے متعلق ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گفتگوئے انا بحالت کشف ہر کہ گوید از و خطا نبود  
حاصل اندر زمانہ استغراق شاہد روح بجز خدا نبود

(حالت انکشاف میں جو بھی انا کہتا ہے خطا نہیں۔ زمانہ استغراق میں شاہد روح خدا کے سوا نہیں ہوتا۔

جب سالک پر اس آیت کریمہ کُلُّ مَنْ عَلَيهَا فَاِنْ كَيْفِي وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ



زمین کے اوپر جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی اللہ بزرگ و برتر کی ذات کا کشف ہوا تو دَحْدَ ؕ  
لَا شَرِيكَ لَهُ نے اس پر جلوہ فرمایا اس وقت اَنَا کے سوا کیا ہے گا لیکن جب غیرت کے کو تو ال نے  
سیاست کی سولی لگا رکھی ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ مَنْ صَرَخَ بِالتَّوْحِيدِ فَقَتَلَهُ اَدُلَى مِنْ اِحْيَاءِ غَيْرِ  
(جو توحید کو کھول کر بیان کرے اس کا قتل کیا جانا دوسروں کے زندہ رہنے سے بہتر ہے) ایسے میں لب بند نہ رکھیں  
تو کیا کریں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

زستی گر بگوید رست عشقش جز ایش در طریقت دار باشد

(مستی میں اگر کسی نے اس کے عشق کا راز کھول دیا تو طریقت میں اس کی سزا دار ہے)

ایک اہم بات :- اے بھائی! ذکر والوں نے ذکر کے بارے میں جو کہا ہے وہ یہ ہے:

اِنَّ اَدْلَ مَا ذَكَرَ اللهُ بِهِ نَفْسُهُ هُوَ اَنَّا قَدْ كَرِهْنَا عَلَى الْحَقِيقَةِ اَنَا وَبَاقِيَ الِذَكَارِ

كلها بل جميع كلام العالم حتى صوت الحيوان صداغ لتلك الكلمة اعني انا

فَمَا دَامَ الذِّكْرُ يَسْمَعُ مِنْ بَاطِنِهِ لِاِنَّهُ اِلَّا اللهُ اَوْ هُوَ اَوْ اَنْتَ اَوْ اِي اسْم

كَانَ فَهُوَ - يَمْعُ الصِّدَاءِ فَاِذَا سَمِعَ اَنَا وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيَّ رَفَعِهِ فَهُوَ

الذِّكْرُ الْحَقِيقِي - (کہ بیشک اللہ نے اپنا جو ذکر کیا وہ انا تھا اور یہ انا اس کا ذکر حقیقی تھا باقی تمام اذکار

سب کے سب بلکہ عالم کا سارا کلام یہاں تک کہ حیوانات کی آواز اسی کلمہ انا کی صدا ہے ذاکر جب باطن میں لا اِلٰهَ

اِلَّا اللهُ يَ اهُو يَ اَنْتَ يَ اَكُوْنِي اَوْ اَسْمُ سَتَا هُے وہ اسی صدا سے سنتا ہے اور جب انا سنتا ہے اور اس کو رفع

کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو یہی ذکر حقیقی ذکر ہے۔)

لیکن حق سبحانہ تعالیٰ جو کچھ سالک کو خود اس کے جسم کے اندر کی آواز کے ذریعہ بلکہ تمام

جمادات، نباتات، حیوانات کی آواز کے ذریعہ سنتا ہے تو یہاں پر دیکھنا اور غور کرنا ہوگا کہ اگر سالک

وہی ذکر اُن سے سنتا ہے جو وہ خود کرتا ہے تو وہ ذکر اس کے یعنی سالک کے ذکر کی صدا (بازگشت ہے) اور

یہ کشف، کشف خیالی ہے کشف حقیقی نہیں۔ اور وہ ذکر جو ہر اس چیز کے لئے مخصوص ہے ان سے اگر سنتا

ہے تو یہ کشف صحیح ہوتا ہے اور حقیقی ہوتا ہے ان دو حقیقتوں پر غور و فکر کریں وہ ساری باتیں جو آپ نے لکھی تھیں

حل ہو جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اہم بات :- اے بھائی! نمنائے محبت سے جتنا بھی پلا یا جا رہا ہے پیالہ پر پیالہ پیتے جائیے اور

بستی نہ کیجئے۔

لا بند زباں کہ عاشقانش در عشق نمی خسرو گفتار  
دید ی کہ بسکر عشق رمنے علاج بگفت رفت بردار  
(لا یعنی نہیں۔ ان کے عاشقوں کی زبان کا قفل ہے عشق میں کچھ بولنے کی اجازت نہیں۔

کیا نہیں دیکھا کہ نشہ میں عشق کا ایک راز منصور نے کہہ دیا اور دار پر چلے گئے۔)

اپنی اس سے نوشی پر خوش رہیں خوب ہے، مبارک ہو۔ ہر روز تشنگی بڑھتی رہے  
ہمت دریاے محبت بے کنار لاجرم یک تشنگی شد صد ہزار  
(محبت کا دریا اتنا ہے یقیناً یہاں کی ایک پیاس سو ہزار تشنگی ہے۔)

یہاں کے کام ہمت کے اندازہ سے ہوتے ہیں۔ ہمت جس قدر بلند تر ہوگی پیئے دللاتنا  
ہی زیادہ تشنہ ہوگا۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ہنچو خورشید از بلندی فرد شد  
ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدت گر گدائی می کند شاہ آمدت

(اس راہ میں جو صاحب ہمت ہیں وہی مرد ہیں اپنی اس بلند ہمتی سے فرد ہو چکے ہیں۔

جو ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا، اگر گداگری کرتا ہے تو وہی بادشاہ ہے۔)

(نادریات) اے بھائی! وقت کی افتاد و پریشانیوں کو بھیلنا، ہی ہے سالک کو اس کے سوا چارہ  
نہیں ہے۔ لطف و جلال کے سایہ و دھوپ میں پرورش پانا، ہی ہے ورنہ خامی رہ جائے گی سب کے  
ساتھ ہی معاملہ ہے یہ محض آپ ہی کے لئے نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

تاگر دی نقطہ در داے پسر کے تو ان گفتن ترا مرداے پسر

سرد و گرم زمانہ نا خوردہ نہ رسی بردر سرا پیر دہ

(اے لڑکے! جب تک تو سرا پادرد نہیں ہو جاتا اس وقت تک تجھے مرد کیسے کہہ سکتے ہیں

تو نے زمانہ کا سرد و گرم چکھا نہیں ہے اس لئے تو اس خیمہ کے در تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔)

(ایک بات) سالک کے ساتھ یہ سب کچھ جو ہوتا ہے وہ درمیان سے غیرت کا پردہ ہٹانے کے لئے ہوتا  
ہے اس کی ہلاکت کے لئے نہیں ہوتا آپ دل مطمئن رکھیں۔ اور سنئے کیا کہا گیا ہے۔

در محبت تا کہ غیرے مانندت در درون کعبہ دیرے مانندت

(جب تک محبت میں غیر کا وجود باقی ہے یوں سمجھ لو کعبہ میں بتخانہ چھپا ہوا ہے۔)

چوں نماں دور دل از اغیاز نام پڑدہ از محبوب بر خیزد تمام  
(جب دل سے غیر کا نام منٹ جاتا ہے تو محبوب و محب کے درمیان پردہ پورے طور پر اٹھ جاتا ہے۔)  
(خاص بات) اے بھائی! مکاشفات کی جب کوئی انتہا نہیں تو وہ تحریر میں کیسے آسکتے ہیں۔ اور وہ  
مکاشفے عبارت و بیان میں کتنے بھر آئیں گے۔ اسی کو کہا ہے۔

شرح دادن حال عاشق جاوداں از عبارت بر تراست و از بیان  
گزر باں گردد و گیتی ساہا ہم نیار و داد شرح جاہا

(زندہ جاوید عاشق کے حال کی تشریح عبارت و بیان سے بالاتر ہے۔ اگر یہ دونوں جہان سراپا زبان  
بن جائیں اور ساہا سال عاشقوں کے احوال بیان کرتے رہیں جب بھی حق ادا نہیں کر سکتے۔)  
(اہم بات) ایسے سمندر کو جس کے تہ کی انتہا نہیں اسے پینا، گھونٹ جانا اور سب صاف کر لینا  
یقیناً بہت مشکل ہے ایسی شکل ہے کہ پہاڑ نیت و معدوم ہو جائے کہیں جب وہ ہمت کی بلندی  
کے ساتھ ہے تو سمندر اس کی لامحدود بلند ہمتی کے آگے ایک قطرہ ہو جاتا ہے اس حال میں امام شبلی  
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے رَبِّ زِدْنِي تَحِيْرًا (میری حیرت کو اور افزوں کیجئے) جب پی کر مست ہوتا ہے  
تو تشنگی زیادہ ہو جاتی ہے جتنا بھی پینا چاہے پی سکتا ہے۔

مست ستم مرا شراب دہید فرقہ و سبام بآب دہید  
ہر کر ایک ذرہ خلت دست دار ہر دش صد گونہ دولت دست داد

(میں مست ہوں مست مجھے شراب دو شراب۔ میرے تیسرے فرقہ کو بھی پانی میں ڈال دو۔)

جس کسی کو دوستی کا ایک ذرہ حاصل ہوا تو ہر لمحہ اس کو سینکڑوں گونہ دولت حاصل ہوتی ہے۔)

(خاص بات) جب کوئی شخص بلا کا خوگر ہو جاتا ہے تو بلائیں اس کے لئے و عیش بنجاتی ہیں اس بلند ہمتی  
کے رُو سے یہ ہو سکتا ہے کہ بلاؤں کا سمندر گھونٹ جائے اور اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں۔ اسی کو کہا  
ہے۔

بر دار چومی بینی بیوسطہ جمال او در چار سوئے عشقش بے دار نباید بود

(تو جب دار پر سسل متواتر اس کا جمال دیکھتا ہے تو اس کے جہان عشق کے چاروں طرف دار سے خالی نہیں بناتا)

(ایک بات) اے بھائی! توحید کی راہ جو مردوں کا دین ہے وہ اتھماہ سمندر ہے وہاں علم و عقل سب  
غرق ہیں اسے تحریر و بیان میں کیوں کر لایا جاسکتا ہے جو شخص اس دریا میں گیا وہ عالم حیرت میں ڈوب

گیا۔ اسی کو کہا ہے۔

قطرہ کو غرقۂ دریا بود ہر دو کونش جز خدا سودا بود

(وہ قطرہ جو دریا میں غرق ہو گیا اس کے لئے دونوں جہاں سوائے خدا کے دیوانہ پن اور جنون ہے)

اور ایک عزیز نے اسی معنی میں یہ بھی کہا ہے۔

گو با من چہ دینداری خوشم با دین توحیدش  
ہمیں دینم صواب آمد و گردینہا خطا دیدم  
نہ من بے اُونہ اُو بے من و لیکن من دو چوں گویم  
کہ در دین کے گویاں دو گفتن ناروا دیدم

(کہو؟ تمہاری کون سا دین ہے میں تو اس کے توحید والے دین سے خوش ہوں میرے نزدیک یہی دین صحیح ہے باقی تمام دین کو میں نے غلط دیکھا۔)

نہ میں بغیر اس کے نہ وہ بغیر میرے میں وہ اور وہ میں پھر دو کیوں کہوں موحدین اہل توحید کے دین میں دو کہنا ہی ناروا ہے۔)

(ایک خاص بات) اے بھائی! فیضِ رحمت جس قدر اپنے اندر زیادہ دیکھئے اسی قدر عاجزی و کمتریٰ نیاز مندی، انکساری پیش کیجئے اور سب کچھ اس کی جانب سے سمجھئے اپنے عمل کا ثمرہ نہ جانئے تاکہ سلامتی سے منزل تک پہنچ جائیئے اور کسی قسم کا کوئی چوٹ نہ کھائیئے۔

ہر چہ از ہدیہ داری اے درویش ہدیہ حق شمر نہ کدیہ خویش

(اے درویش جس قدر نوازشات کے تحفے تجھے ملے ہیں اسے حق سبحانہ تعالیٰ کی عطا سمجھ اپنے عمل کا ثمرہ نہ جان۔) اور کسی ایک نے اسی معنی میں کہا ہے۔

ہر کس کہ ذلیل کرد خود را اندر نظرش ہمہ خلیل است  
عاشق ز برائے عزیز معشوق در دنیا و آخرت ذلیل است

(جس شخص نے خود کو ذلیل و خوار کر لیا وہ اس کی نگاہوں میں اس کا کامل خلیل ہے عاشق معشوق کی عزت کے لئے دنیا و آخرت میں ذلیل ہے)

(ایک بات) اے بھائی! سالک کے لئے ایک شرط قناعت ہے جس کسی کو سامان معاش میں

سے یہ پوری نظم بہت ہشت کے مکتوب ۵ میں ہے اور خوب ہے۔ (قیم)

تقاعد نہ ہو اس کے کہو کہ بازار جا کر سو سے نیچے اسے ان باتوں سے کیا سروکار قناعت  
 ایک ایسا ملک ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔ س  
 بیچ کس را در جهان بحسرو بر از قناعت نیت ملکہ بیشتر  
 ہر کہ در راہ قناعت مرد شد ملک دنیا بر دل او مرد شد  
 (اس زمین و مندر میں کسی کے لئے قناعت سے بڑھ کر کوئی ملک نہیں ہے۔ جو شخص قناعت کی راہ میں  
 مرد ہو اور دنیا کا ملک اس کے دل پر سرد ہو گیا۔)

(ایک بات) جہاں تک ممکن ہو حقوق کی رعایت کا خیال رکھیں کہ یہ شرط راہ ہے تاکہ سلامتی سے راہ  
 طے ہو عقل کا نادر طریقہ سیدھی راہ اختیار کرنا ہے سچ بولنے اور سیدھی راہ چلنے میں بلاشبہ نعمت کی  
 زیادتی ہوتی ہے کسی طرح کا نقصان نہیں ہوتا کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جو سیدھی راہ اختیار کرتے ہیں وہی منزل  
 تک پہنچتے ہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے۔ س

ہر کہ در راہ محسودہ نیافت تا ابد گردی ازیں در کہ نیافت  
 دولت آنجا جو ویرا آنجا طلب مرجع اہل یقین آنجا طلب

(جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ نہیں پائی اگر قیامت تک تلاش و جستجو میں جگر کا ٹٹا رہے اس بزرگ آدمی  
 اس کی گذر نہیں ہو سکتی دولت یہیں ڈھونڈھو دیں یہیں تلاش کرو اگر اہل یقین کے مرجع کی تلاش ہو تو وہ بھی یہی ہے  
 اسی کو کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ اپنی جہالت اور خورد رانی سے بغیر کسی راہبر کے اپنے فاسد گمانی  
 اور باطل خیال کے ساتھ اپنی خواہش سے اس راہ میں چل پڑے مین لازماً کسی منزل و مقام میں نہیں  
 پہنچ سکتے اگرچہ وہ ساری عمر اس میں بسر کر دیں۔ اسی کو کہا ہے۔ س

کور ہرگز کے تو اندر رفت راست بے عصاکش کور را رفتن خطاست  
 راہ دوراست و پرافت لے لیسر راہ دورامی بساید راہسیر  
 گر ترا در دست پیر آید پدید قفل دردت را کلید آید پدید

(اندھا کب سیدھی راہ چل سکتا ہے لاٹھی پکڑ کر چلانے والے کے بغیر اس کا چننا ہی خطا ہے۔

لے عزیز! راہ بہت لمبی اور آفتوں سے بھری ہوئی ہے ایسی راہ کے چلنے والے کے لئے ایک  
 راہ بتلانے والا ضروری ہے۔ اگر تجھے درد طلب ہے تو پیر خود آجائیں گے تیرے درد کے تالا کی  
 کنجی تجھے حاصل ہو جائے گی۔)

آپ کے خط میں بہت ساری اہم باتیں ہیں جب یہ قصہ ہی بہت دراز ہے تو اختتام تک کیسے پہنچے اسی کو کہا ہے۔

شب رفت حدیث ما پیا یاں نرسید شب را چہ گنہہ حدیث ما بود دراز

(رات ختم ہوگئی اور میری حکایت تمام نہ ہوئی اس میں رات کا کیا تصور ہے، میری کہانی ہی بڑی لمبی تھی) اس مکتوب میں جتنا بھر لکھا گیا انشاء اللہ اس سے غرض حاصل ہو جائے گی ایک زمانہ سے یہ مثل مشہور ہے "آنجا کہ کس است حرفے بس است" جہاں کوئی اہل ہے وہاں ایک حرف ہی کافی ہے۔

وَالسَّلَامُ



شرف منیری

مکتوب ۱۳۲

مرید کی رہنمائی اور ہمت افزائی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

در موعده وصال اگر باریافتی قدسی شدی لذت اذکار یافتی

در بارگاہ قدس بہمت در آمدی پس قوت نہفتن اسرار یافتی

زاں مرتبہ کہ بود تر النفس اندران بر تر شدی و صحبت ابرار یافتی

داگر وصال کی وعدہ گاہ میں تو نے باریابی حاصل کر لی تو تو فرشتہ ہو گیا اور اذکار کی لذت تو نے پایا۔

اور اگر بارگاہ پاک میں تو ہمت کے ساتھ داخل ہوا تو اسرار چھپانے کی قوت تو نے پالیا۔ اس خاص

مقام کی بدولت کہ جہاں تیرا نفس ذلیل و خوار تھا تو بلند و بالا درجہ پر پہنچ گیا اور ابرار کی صحبت تو نے پایا۔

فرزند فخر الدین! اللہ تعالیٰ سالکین کے مقام کی بلندی عطا فرمائے۔

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کرو۔ فرزند عزیز کا خط ملا جس میں آپ نے

پنے احوال و معمولات کو صراحت و وضاحت کے ساتھ لکھا ہے پڑھا، اس کے پڑھنے میں فرحت،

خوشی اموانست بہت ہوئی الحمد للہ علی ذالک مبارک ہو۔ اے فرزند! اپنے کام میں  
پل جاؤ اور مردانہ وار راہ توحید میں جو مردوں کی راہ ہے قدم بڑھاتے چلو تاکہ استقامت و ترقی ہر  
روز افزوں ہوتی جائے انشاء اللہ تعالیٰ۔

چوں ہم یاد تو از مولی بود ہمچو محبونت ہم لیلی بود  
نیت کن ہر چہ رہ در لے بود تادلت خسانہ خدا ہے بود

جب تیری ساری یاد تیرا سارا ذکر خود نکور یعنی مولی ہو جائے تو پھر محبتوں کی طرح تیرے لئے  
سارا عالم لیلی ہی لیلی ہو جائے۔ جو کچھ ہے ان سب کو نیت و معدوم کر دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے۔  
جب تم نے اپنے کام کو ایسا کر لیا تو پھر تم اس دولت تک پہنچ گئے جو قلب المؤمنین علیہ السلام  
(مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے) اور الرحمن علی العرش استوی کا راز ہے وہ تمہارے اندر ظاہر و پید ہو جائے  
گا۔ اس وقت تم یہ صدائے غیبی سونو گے۔

وعدہ وصل دیگران فرودا وعدہ وصل عاشقان اکھوں ست

(دوسروں کے لئے وصل کا وعدہ کل کا ہے عاشقوں کے لئے وصل کا وعدہ آن اور اسی وقت ہے)

اور یہ فرمان شاہی تمہارے نام لکھا جائے گا۔

ہر کہ در ستر محبت بندہ شد تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد

(جو شخص اس راز محبت کا بندہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے محرم اور زندہ جاوید ہو گیا)

لیکن اے فرزند! وقت کی سختیاں جھیلنا ہی ہے اور اس کا بوجھ اٹھانا ہی ہے  
بال بچوں کے ہنگاموں کو ختم کرنا چاہیے اس راہ توحید کی مشکلات کو شہد و شکر کی طرح نوش  
جاں کرنا چاہیے۔ آخر یہ تو تم نے سنا ہی ہے تاکہ خزانہ بغیر مشقت و تکلیف اٹھائے نہیں  
ملتا ہے چنانچہ کہا ہے۔

لیک جڈ جہدی باید ترا تادریں رہ گنج بکشاید ترا

زانکہ در راہے کہ گنج آنجا نہند ایچ شک نبود کہ رنج آنجا نہند

(لیکن تجھے مجاہدہ و ریاضت کرنا چاہیے تاکہ اس راہ توحید کا خزانہ تجھ پر کھول دیا جائے۔

یہ اس لئے کہ جس راہ میں خزانہ رکھا جاتا ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس کے ساتھ مشقت و محنت بھی رکھی جاتی ہے)

اور یہ معاملہ صرف تمہارے ساتھ نہیں ہے اس راہ کے تمام سالکوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

فرزند عزیز کے کام کو مولانا منظر کے حوالہ کر دیا گیا ہے جو کچھ ان سے سنیں اسے ایسا تصور کریں کہ وہ مجھ سے سنا ہے چنانچہ اس کام کے تمام امور میں ان کی فرماں برداری کریں اور اس راہ سلوک میں جو پیش آئے اسے ان کے آگے پیش کریں اور اس کا حل ان سے طلب کریں اور ہمت بند رکھیں اس لئے کہ بے ہمت مرید کو ترقی نہیں ہوتی۔ چنانچہ کہا ہے۔

چنگ در حضرت خداے زود ہر چہ آن نیست پشت پائے زود

خوردہ یک بادہ بر رخ ساتی ہر چہ باقیست کردہ در باقی

(بارگاہ خداوندی پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں خدا کے سوا جو کچھ ہے اسے پاؤں سے کچل دیا ہے ساتی کے رو برو اس کے دید کی شراب کا ایک جام چڑھاتے ہیں اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب کو چھوڑ دیتے ہیں۔)



والسلام

فقیر شرف منیری

## مکتوب ۱۳۳

# خداوند عالم کی بے نیازی و ربی آدم کی آزمائش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باقبولی تو اسے زعلت پاک چہ بود خوب وزشت مشت خاک

بدمانیک شد چو پذیرفتی نیک ماگشت بد چو بگرفت

(اے وہ ذات کہ آپ کے کام علت سے پاک ہیں آپ کی قبولیت کے آگے اس مٹی کے پتلے کی

نیکیاں اور برائیاں کیا ہیں؟ میری برائی نیکی ہو جائے اگر آپ اپنے فضل سے قبول فرمائیں اور

اگر آپ مواخذہ فرمائیں تو میری تمام نیکیاں برائی بن جائیں۔)

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کرو برادر عزیز کا خط ملا مضمون سے

آگاہی ہوئی۔ جہاں بھی تم ہو اور جس کام میں لگے ہوئے ہو اس کے لئے دل شکستگی اختیار کرو اس



لئے کہ ٹوٹی ہوئی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی لیکن دل جس قدر ٹوٹا ہوا ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ قیمتی ہو جاتا ہے نا امید نہ ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اطاعت گزاروں کی اطاعت و فرمانبرداری سے منزہ و پاک ہے اور گنہگاروں کے گناہوں سے مقدس ہے نہ تو نیکو کار فرماں برداروں کے فرماں برداری سے اس ذات پاک کے حسن و کمال میں کوئی زیادتی دانتا اور نہ گنہگاروں کے گناہوں سے اس کی مملکت و بادشاہت میں کوئی کمی و زوال ہے اگر سارے عالم کے لوگ صدق میں صدیق اکبر کے جیسے ہو جائیں تو لا یزید فی ملک شئی اس کی مملکت بادشاہت میں کسی چیز کی ایک ذرہ برابر زیادتی نہ ہو اور اگر سارے جہاں کے لوگ فرعون کی طرح اناؤتجھو الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کا دعویٰ کریں تو بھی لا ینقص فی ملک شئی (اس کی بادشاہت میں ذرہ برابر نقصان نہ ہو) اسی کو کہا ہے

چہ مسلمان چہ گبر بردار او چہ کشت و چہ صومعہ در بر او  
پارسا گر بہہ است اور ابہہ بادشاگر بد است اور اچہ  
بردربے نیازی از کہہ بہہ گر تو باشی و گر نہ باشی چہ

(اس کی بارگاہ میں کیا مسلمان اور کیا گبر اس کے نزدیک آتش پرستوں کا آتشکدہ کیا اور عبادت خانہ کیا۔ پارسا اگر بہتر ہے تو وہ خود اپنے لئے بہتر ہے بادشاہ اگر برا ہے تو اسے اس سے کیا۔ اس کی بے نیازی کی بارگاہ میں اگر تو بزرگوں میں سے ہو یا کمتر نیوں میں سے ہو اسے کیا) اے بھائی! جب وہ مالک مطلق ہے تو اس کا تصرف بھی مطلق ہو گا ایسا کہ اگر کسی کو اعلیٰ علیین پر پہنچا دے بغیر کسی عمل و کردار کے تو یہ اس کے فضل و کرم کا حق ہے اور اگر کسی ایک کو اسفل السافلین میں گرا دے اس کے بغیر کسی پلیدی و گنہگاری کے تو یہ اس کی قدرت اس کے غلبہ و جلال کے مناسب ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

گہ آری خلیے ز تجھ نہ کنی آشنائی ز بیگانہ  
گہ از آسپناں گو ہر خانہ خیز چو بوطلبے را کنی سنگریز

(کبھی تنگدہ سے حضرت خلیل اللہ پیدا کرتے ہیں اور غیروں کو دوست خاص بنا لیتے ہیں۔ کبھی ہیرے اور جواہر پیدا کر کے نوالے گھرانے سے ابوطالب جیسے سنگریزہ کو پیدا کرتے ہیں) اس ذات بے نیازی بے خوف بے پرواہ سے اسی طرح کے کام وجود میں آتے

ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے کرے اسے کسی کا خوف نہیں خوف تو غیر کی ملک میں  
تصرف کرنے سے ہوتا ہے جب تصرف اس کے اپنے ملک میں ہے تو خوف کہاں سے ہوگا ابلیس  
کا قصہ سب کے لئے ایک نصیحت ہے اس سے عبرت حاصل کریں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت می کند و گردنی

(سو ہزار سال تک طاعت کرتا رہا آخر لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔)

لیکن آدمی آج جب دنیا میں مبتلا ہے دنیا کے غم و اندوہ سے جو بلا خانہ ہے اس سے

بیچارے کو کہاں چھٹکارا ہے اس پر غفلت نے راہ مار رکھی ہے۔ کیا کرے۔

آدمی بہزبغی رانیت پائے در گل جز آدمی رانیت

شادی از اہل عصر بیگانہ است آدمی را خود اندوہ از خانہ است

(آدمی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے حیرانی و پریشانی آدمی کے سوا اور کسی کیلئے نہیں ہے)

خوشی زمانہ والوں سے بیگانہ ہے۔ آدمی کو رنج و غم خود اس کے وجود اور اس دار بلا ہے۔

اے بھائی! آدمی ایک ایسا حیوان ہے جو شفیق ماں کے پیٹ میں خون کھاتا ہے

جب ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں جو بلا خانہ ہے آیا تو کیا کھائیگا۔ اس زمانہ میں جہاں تک ممکن

ہو آخرت کا غم و اندوہ بھی کھانا چاہیے اور شکر کی دل پیدا کرنا چاہیے اور حسرت و ندامت سے

خالی نہیں رہنا چاہیے اور خوف و امید کے درمیان بسر کرنا چاہیے اور کبھی بھی اچانک نفس کے

ساتھ لذات و شہوات میں مبتلا نہ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ترا با نفس کافر در کمین است کجا تور ہبری آنجا کہ دین است

(جب تک یہ نفس کافر تیری گھات میں لگا ہوا ہے جہاں دین ہے وہاں تو کس طرح پہنچ سکتا ہے)

اے بھائی! آدمی زادہ کی ذات میں ایک نفس کافر ہے جس کا قبلہ دنیا کا سر ہے

اسے کسی حال میں مضبوط نہ ہونے دو ورنہ تمہیں ہلاک کر دے گا جیسا کہ کہا ہے۔

کافر نفسست چوز بون تو شد گر ہمہ کفری ہمہ ایماں شوی

(جب تیرا نفس کافر تجھ سے شکست کھا گیا تو اگر تو سراپا کفر تھا تو اب مکمل ایمان ہو گیا)

بہادری اور مردانگی یہ نہیں ہے کہ مردوں سے جنگ کی جائے اور ان پر فتح

پائی جائے۔ مردانگی یہ ہے کہ اپنے کافر نفس کو پچھاڑ دے اور اس پر غالب آجائے۔ اسی کو کہا ہے۔

مردی نہ باشد آنکہ کئی باکے تو جنگ باخوش جنگ کردن مردی دست  
 مردانگی بہادری یہ نہیں ہے کہ کسی کے ساتھ جنگ کرے اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرنا یہ بہادری  
 و پہلوانی ہے۔



والسلام  
 حقیر شرف مینیری

## مکتوب ۱۳۴

### عشق و عاشقی کی صفت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 گر مرد رہی محال بگذار تحقیق طلب خیال بگذار  
 این زہد تو باز نامہ تست ز نارتق تو جامہ تست  
 (اگر تم اس راہ کے مرد ہو تو کسی کام کو ناممکن سمجھنا ختم کر دو، وہم و خیال کو ترک کر کے  
 حقیقت تک پہنچ جاؤ۔ تمہارا یہ زہد تمہارے لئے دیرینہ تنگ کار ڈبے۔ تمہارے بدن کا  
 زنا تمہارا لباس ہو گیا ہے۔)

عزیز بھائی شیخ سلیمان! اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ شامل حال رہے کاتب  
 مکتوب کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

آں برادر کو معلوم ہو۔ استاد ابو علی و قاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیس للجنة  
 شغل معنوا ولا للنار سبیل الینا (نہ جنت کو مجھ سے کام نہ آگ کو میری جانب راہ ہے) بہشت  
 و دوزخ کو ہمارے دل کے احاطہ میں راہ نہیں۔

نے در غم دوزخ و بہشت اند این طالب را چنین سرشت اند  
 (اس جماعت کو بہشت و دوزخ کی پرواہ نہیں۔ ان لوگوں کی تھلکت ہی ایسی ہوتی ہے۔)  
 حق سبحانہ تعالیٰ کے طالبوں نے بہشت و دوزخ کو عدم یعنی نیستی میں ڈال  
 یا ہے۔ اس کے بعد اس راہ طلب میں قدم رکھا ہے اسی کو کہا گیا ہے۔

مارانہ غم دوزخ و نہ حرم بہشت است بردار ز رخ پردہ کہ مشتاق تقایم  
(ہم کو نہ دوزخ کا غم نہ بہشت کی لالچ ہی ہے۔ چہرے سے نقاب الٹ دیکھئے کہ ہم تو آپ کے  
دیدار کے مشتاق ہیں۔)

مشہور مثل ہے کہ اگر اپنے وصال کا خیمہ دوزخ میں نصب کریں تو اس کے طالبان  
دوزخ کی آگ کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالیں اور اگر اس بلند و اعلیٰ جنت الفردوس میں ایک ذرا  
دیر کے لئے بھی حجاب میں مبتلا ہوں تو اس قدر شور و آویلا کریں کہ دوزخیوں کو ان پر ترس آجائے  
یہ اسی مقام کی بات ہے جو کہی گئی ہے۔

گویند بہشت ہمانی ست بے دیدن میزبان چہ باشد  
چوں دشمن و دوست در حجاب اند پس فرق دریں میاں چہ باشد

(کہتے ہیں کہ بہشت ہمانی کی جگہ ہے ایسی ہمانی جس میں میزبان سے ملاقات نہ ہو کس کام کی ہے۔  
جب اس کے دوست و دشمن دونوں ہی حجاب میں ہوں تو پھر ان دونوں کے درمیان فرق ہی کیا ہوا)  
اے بھائی! پاک و مقرب فرشتوں کے لئے بل عباد مکرمون (وہ لوگ مکرم  
بندے ہیں) کا خطاب عطا ہوا۔ یحبہم و یحبونہ یہ اس کو دوست رکھتے ہیں وہ ان کو دوست  
رکھتا ہے) کی سرفرازی سے مٹی کے پتیلے نوازے گئے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء  
(وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے) یہیں پر صادق آتا ہے تو لازماً عقل کو رخصت کر کے  
ستی و دیوانگی اختیار کئے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ رباعی

ایں راہ طریقت نہ پائے عقل است خاک قدم عشق و رائے عقل است  
سڑے کہ فرشتگان زان بے خبر اند اے عقل کہ بے عقل چجائے عقل است

(راہ طریقت عقل کی بنیاد پر قائم نہیں عشق کے قدم کی خاک عقل سے بہت دور ہے۔ وہ اسرار کہ

مقرب فرشتے بھی جس سے آگاہ نہیں۔ اے عقل سے عاری بے عقل یہاں عقل کی گنجائش کہاں ہے)

اور اسی مقام کی بات ہے کہ اس جماعت کے لوگ آپس میں کہتے ہیں العشق

هو الطریق و رویة المعشوق هو الجنة و الفراق هو النار و العذاب (عشق ہی کا راستہ

اصل راہ ہے، معشوق کا دیدار جنت ہے اور جدائی، بحر جہنم اور اس کا عذاب ہے) چنانچہ کہنے

والے نے کیا خوب کہا ہے۔

درد عشق آمد دواے ہر دے حل نشد بے عشق ہرگز مشکلی  
 عاقلان را شرع تکلیف آست بیدلان را عشق تشریف آست  
 (عشق کا درد ہر ایک دل کی دوا بن کر آیا ہے۔ یقین کرو بغیر عشق کے کوئی مشکل حل نہیں  
 ہوئی ہے۔ ارباب عقل یعنی مکلفوں کے لئے شرع کی تکلیفات آئی ہیں۔ عاشقوں یعنی  
 بیدلوں کے لئے عشق کا شرف آیا ہے۔)

اے بھائی! عقل کی پونجی لے کر عشق کی باتوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور علم کی  
 قوت و طاقت سے عشق کا یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے (عشق ایک جنون الہی (عشق ایک جنون الہی ہے)  
 حدیث میں ایسا ہی ہے۔

تا توانی باخرد بیگانہ باش عقل را غارت کن دیوانہ باش  
 زانکہ گر تو عاقل آئی سوئے من زخم بسیاری خوری در کوی من  
 لیک گردیوانہ آئی در شمار ایچ کس را باتو نبود، ایچ کار

(جہاں تک تم سے ہو سکے عقل سے بیگانہ ہو جاؤ، عقل کو غارت کر دو اور دیوانہ ہو جاؤ۔ یہ اس  
 لئے کہ اگر تم عقل و ہوش کے ساتھ میری طرف آؤ گے تو جان لو میرے کوچہ میں بہت زیادہ تیرا زخم کھانے  
 ہوں گے۔ لیکن اگر تم دیوانوں کے شمار میں آؤ گے تو تم سے کسی کو بھی کوئی تعرض نہ ہوگا۔)

یہ جو تم نے سنا ہو گا کہ لوگوں نے کتب خانہ کی ساری کتابوں کو دریا برد کر دیا ہے۔  
 دیوانہ ہو گئے ہیں۔ گھر بار لٹا دیئے ہیں۔ اسی مقام کے لوگوں نے ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

اندر طلب دوست چو مردانہ شدیم اول قدم از وجود بیگانہ شدیم  
 او علم نمی شنید لب بر بستیم او عقل نمی خسرید دیوانہ شدیم

(معتوق کی طلب میں وہ مردانگی پیدا کی ہے کہ پہلا ہی قدم اپنی جان پر رکھ کر اپنے وجود سے بیگانہ  
 ہو گیا ہوں۔ اس نے علمی دلیلیں نہیں سنی۔ اس لئے لب بند کر لئے ہیں۔ اس نے عقلی شہادتوں کو بھی قبول

نہیں کیا۔ اس لئے دیوانہ ہو گیا ہوں۔)

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف میندی



# مکتوب ۱۳۵

## بندہ ہونے اور بلا کی برداشت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز محترم و محترم ملک معز الدین اعزہ اللہ

کاتب مکتوب شرف نیری کے سلام و دعاء کے ساتھ مخصوص۔

برادر عزیز کا خط خواجہ قبول لائے پڑھا گیا زبانی کیفیت بھی بیان کی۔

اے بھائی! بندگی ہے اور بندہ کا دو مختلف حال ہونا ہے کبھی موافق اور کبھی مخالفت

اسی لئے اللہ جل جلالہ کی منشاء کی بنا پر موافق حالات میں بندہ سے شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور خلاف

حالات میں بندہ سے صبر کا تقاضہ ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ناکساں را بلطف خود کس کرد شکر و صبرے زبندگان بس کرد

(گرے پڑوں کو اپنے لطف خاص سے قابل قدر بنا دیتے ہیں اور بندوں کی جانب سے صرف شکر و صبر پر اکتفا

کرتے ہیں۔)

اسی دو مختلف حال سے متعلق یہ روایت ہے کہ جس وقت سارے جہان کے خزانہ

کی کنجی فرشتہ (جبریل) نے پیش کی تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی الہی میں تو

وہ چاہتا ہوں کہ ایک روز آسودہ ہو کر کھاؤں اور دوسرے روز بھوکا رہوں تاکہ جب آسودہ

رہوں تو شکر کروں اور جب فاقہ رہوں تو صبر کروں تاکہ بندگی کا کمال حاصل ہو جائے اس لئے کہ

الایمان نصفان نصفہ شکر و نصفہ صبر ایمان کے دو برابر حصے ہیں نصف شکر اور نصف

صبر اس شعر کا اشارہ اسی طرف ہے۔

بر در حق بگرد زور گرد کہ بزاری شوی دریں رہ مرد

(اللہ کے در پر پڑے رہو زور نہ دکھاؤ اس لئے کہ عاجزی و انحراری سے ہی اس راہ میں آئی دی مروی ہے۔)

اے بھائی! ان دو مختلف حال میں جو بندہ کو سرگردان و پریشان رکھتے ہیں اس میں حق سبحانہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت اور اس کا راز ہے۔ چنانچہ جس کسی نے بھی کہا ہے خوب کہا ہے۔

ہرچہ در خلق سوزی و سازیت اندراں مرخداے رازیت

(آج جو لوگوں کے اندر تیش ملن اور ٹھنڈک ہے اس میں خداوند تعالیٰ کا بہت بڑا راز ہے۔)

اس وقت دیکھنا تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کو نہ تو مقصود و مراد پانے میں شکر ہے اور نہ نامرادی و ناکامی میں صبر ہے۔ کہاں مسلمان اور کہاں ہم لوگ محض زبانی دعویٰ ہے اور ایک مسلمان لباس ہے اسی کو کہا ہے۔

سالک اسلام گر آساں بُدی ہرکے چوں شبلی و ادہم شدی

تا نگر دی تو مسلمان از دروں کے توانی شد مسلمان از بروں

(اے سالک راہ! اسلام اگر اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر شخص شبلی و ادہم ہو جاتا۔ جب تک

تم باطن سے مسلمان نہیں ہوتے ظاہری لباس سے تم کیسے مسلمان ہو سکتے ہو۔)

تمام منافقین زبان سے اسلام کا اعلان کرتے تھے زبانی اسلام ان کے پاس تھا سب کے سروں پر دستار وجبہ اور اسلامی لباس بھی تھا اگر اس زبانی مسلمان اور اسلامی لباس سے لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں تو سارے منافقین کو بھی مسلمان کہئے اسی کو کہا ہے۔

گر ترا دستگی ہست با جہاں جانب حق باشد از چہمت نہاں

ہر کرا علمی ہست در دنیا بحق اپچناں اعلیٰ است در عقبیٰ از حق

ہم خدا خواہی و ہم دنیا سے دوں این خیال است و محال است معنوں

اجتماع این دو نبود این بدیاں باکے حاصل نہ گردد این و آں

(جب تک تیرا دل دنیا میں لگا ہوا ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ پاک کی سمت تیری نگاہ پوشیدہ رہے گی۔

جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے سے اندھا ہے اسی طرح وہ عقبیٰ میں بھی اللہ کی دیدہ اندھا رہے گا۔

دنیا بھی چاہتے ہو اور دنیا کے سوا عقبیٰ و مولیٰ بھی یہ خیال محال ہے اور جنون ہے۔ یہ دونوں

دنیا اور عقبیٰ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے یہ اور وہ دونوں کسی ایک کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔)

یہ قصہ بڑا لمبا ہے اگر لکھا جائے تو جلدیں سیاہ ہو جائیں اور پتہ پانی اور جگر ٹکڑے

ٹکڑے ہو جائے۔ جو بھی اس میں پڑا وہ ناکام رہا۔ یہاں مقصود تو برادر عزیز کا قصہ ہے۔

اے بھائی! دنیا جب کہ بلاخانہ ہے تو یہاں بغیر بلا میں مبتلا ہوئے ایک لقمہ کون کھا سکتا ہے اور ایک لمحہ یہاں خوش و خرم کون رہ سکتا ہے اور ایک لحظہ اس دنیا میں بغیر اندوہ و غم کے کون گزار سکتا ہے۔ برادر عزیز نے آخر سنا ہے اس کا پیالہ بے کھیر اور کرکٹ کے نہیں ہوتا اس کے پیالے کھیوں کی بھنجناٹ سے خالی نہیں ہوتے۔ یہاں کی خوشی و مسرت بغیر ماتم کے نہیں ہوتی اسی پر اور تمام دوسری باتوں کو قیاس کر دو۔ اسی کو کہا ہے۔

از جام او پیش کہ دریں جام زہر ہاست گل برگ او بو کہ در آن زیر خار ہاست  
دہر تیزہ کارند اردو وفا کس دیدیم و آرمودہ شنیدیم بار ہاست

(اس کے جام لب سے نہ لگا کہ اس میں زہر مبر ہے اس کے پھول پتوں کو نہ سونگھ کر اس کے نیچے کانٹے

میں ظالم زمانہ کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتا۔ بارہا ہم نے دیکھا ہے آزما یا ہے اور لوگوں بے سنا ہے۔)

لیکن چونکہ برادر عزیز کو اس وقت گھر بار ساز و سامان زن فرزند اور چاکر ملازمین کی رکھنا و رکھناؤ سب میں اجتلا و آزمائش درپیش ہے۔ کیا کیا جائے دل مطمئن رکھیں ہر گاہ اپنے وقت پر موقوف ہے انشاء اللہ تعالیٰ جس میں برادر عزیز کی صلاح و فلاح ہے وہ عنقریب بہت جلد چند دنوں میں ظاہر ہوگا اور ان آزمائشوں سے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ نکل آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے فضل و احسان سے۔



والسلام

فقیر شرف مینری

مکتوب ۱۳۶

موحدوں کی وحدت اور ان کی صفت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

در دوی عقل راست پیچا پیچ چشم ایماں دوی نہ بیند پیچ  
در دوی داں مشقت تمییز در کسی یکیت رستم و خیز



(دونوں میں عقل کے لئے پیچیدگیاں ہیں ایمان کی آنکھ دو نہیں دیکھتی ہے۔ تمیز کی مشقت تو دونوں میں ہوتی ہے وحدت میں ان سب سے چھٹکارا ہی ہے)

اے بھائی! عالم وحدت میں جب کثرت نہیں ہے تو تمیز (ایک دوسرے سے جدا کرنے کی محنت و مشقت) بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمیز دو میں ہوتی ہے اور عالم وحدت میں دو کا اثبات شرک ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ہر چہ راہیت گشتن ازین دبار گفت اورا شرک ہش میدار

اے بھائی! یہ جماعت ان لوگوں کی ہے جو حجاب و پردہ سے گذر چکے ہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ کے مشاہدہ تک پہنچ گئے ہیں علم الیقین اور عین الیقین کے ذریعہ جانے ہوئے اور دیکھے ہوئے ہیں کہ ہستی صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔

ہر کہ او دعوی ہستی می کند : آشکارا بت پرستی می کند

(ہر وہ شخص جو اپنے وجود و ہستی کا دعویٰ کرتا ہے وہ اعلاناً بت پرستی کرتا ہے۔)

تو اس رُو سے اس گروہ کو اہل وحدت کہتے ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ کے سوا ان کی نظر میں اور کوئی باقی ہی نہیں ہے کُل شئی ہَالِكٌ اِلَّا وِجْہُہ (ساری چیزیں فانی ہاک ہونے والی ہیں مگر اس کا چہرہ) ان پر منکشف ہو چکا ہے جیسا کہ کہا ہے۔

باحثہ اغیر او محال بود در دربان و پاسباں ہمہ امیج

(خدا کی ہستی کے سگے کسی غیر کا وجود محال؛ دروازہ دربان پہرہ دار سب سے لادوجود ہیں۔)

اور اس معنی کی تائید احياء العلوم میں آئی ہے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ فرمایا حضور نے اصدق ما قالت العرب وقول لبید (سب سے سچی بات عرب نے جو کہی ہے وہ لبید کا یہ شعر ہے)۔

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَّ اللهُ بَاطِلٌ . وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

(جان لو کہ اللہ کے سوا تمام چیزیں باطل ہیں اور تمام نعمتیں لامحالہ زایل و فنا ہو نیوانی ہیں۔)

سے تا نطن نبرق کہ ہست این رشتہ دو تو یک تو ست خود اہل و فرع بنکر تو کو

چوں اوست ہمہ لیک پیدا یمن شک نیست کہ این جملہ منم لیک بدو

(تاکہ تو گمان نہ کر کہ اس دور کے دو بل ہیں (یعنی ایٹمنس) ایک تو خود اصل ہے اور دوسرا فرع ہے جس کو ابھی طرح دیکھ کر غور کر۔ چونکہ وہی سبب، لیکن میرے ساتھ ذرا لٹا پڑ کے شان میں ہے۔ اسلئے شک نہیں کہ یہ سبب میں ہی ہیں لیکن اسکے ساتھ (یعنی اسی گول میں جس کے وجود میں لٹنے سے) میرا وجود ہے اپنا وجود نہیں۔)

اس جماعت صوفیہ کے لوگ وحدانیت کے سمندر کی تہ تک پہنچ چکے ہیں اور محدثات کی تاریکیوں سے نکل چکے ہیں مخلوق کے لئے جو غیب نہاں ہے وہ ان کے لئے شہادت عیاں ہے اور لوگوں نے جو حکایتا اور روایتا سنا ہے یہ لوگ نگاہوں سے اسے دیکھے ہوئے ہیں۔

کو دل کہ بداند نفسے اسرارش کو گوش کہ بشنودے گفتارش  
مستوق جمال می نماید شب و روز کو دیدہ کہ تا بر خور دیدارش

(وہ دل کہاں کہ ایک لمحہ بھی اس کے اسرار کو جانے۔ وہ کان کہاں کہ اس کی باتوں کو ایک لمحہ بھی سُننے۔)

مستوق تورات دن اپنے حسن و جمال کے جلوے دکھا رہا ہے وہ آنکھ کہاں ہے کہ دیدار سے بہرہ ور ہو۔)

وحدت کے یہ اسرار اور موجود چیزوں کی یہ معرفت کہ جسے محدث (خلق) کہتے ہیں اور ان کا فنا و عدم ظاہری اعتبار سے ان کے ذوات میں سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

این ہمہ زنگہائے پر نیرنگ خم وحدت کند ہمہ بیک رنگ

(اور ان تمام پُر فریب رنگوں کو وحدت کے شراب کا چٹکا ایک رنگ بنا دیتا ہے)

کہتے ہیں کہ سالک جب اس مقام میں پہنچ گیا تو قیامت آگئی زمین بدل گئی اور آسمان لپیٹ دیا گیا۔ خدا عزوجل ظاہر ہوا اور خداے عزوجل خود ہمیشہ ظاہر و عیاں ہے لیکن سالک خود اپنی ہستی کے خیال و پندار میں تھا اس خیال و پندار سے نکل آیا تو دیکھا کہ ہستی تو صرف خدا کی ہے اس وقت زبان حال سے کہہ اٹھا۔

مستوق عیاں بود نمی دانستم با من بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب مگر بجائے برسم خود تفرقہ آن بود نمی دانستم

(جب اس راز سے تم آگاہ ہو گئے تو اس کی کوشش نہ کرو کہ بہت زیادہ نمازیں کیے پڑھوں

اور بہت سارے روزے کیے رکھوں لیکن اس میں کوشش نہ کرو کہ اس خیال و پندار ہستی کو جس

کے حجاب میں تم پڑے ہوئے ہو اسے کیسے ہٹاؤں۔)

آپنہ تو کم کردہ ای کر کردہ ای ہست اندر تو خود را پردہ ای

تو بیدولتی کا یہ حجاب یہ پردہ اٹھوانا قانون طلب یعنی حکمِ مال کی بنا پر فرمن عین ہے۔

اسی کو کہا ہے۔

درتنگہ گر خیال معشوقہ ماست رفتن بطوات کعبہ از عقل خطاست

گر کعبہ از دلبوسے نداشت است بالوسے وصال او کنش کعبہ ماست

اور وہ جو تم نے سنا ہے کہ اس گروہ کے کچھ لوگوں نے ایسے کام کر لئے ہیں جس سے ظاہر سرتیوں

کو انکار ہے وہ اسی حال و مقام کی بات ہے انکا یہ فعل اسی حجاب کے اٹھانے کے لئے ہوا ہے

اور لوگ اس راز کو نہیں جانتے ہیں سب بیدینہ و بین اللہ، یہ سب درست ہے۔ یہی راز ہے

جس کو کہا ہے۔

مابروں راننگریم و قتال را مادروں راننگریم و حصال را

(ہم ظاہر کو اور ظاہری باتوں کو نہیں دیکھتے ہم باطن اور معنی کو دیکھتے ہیں اور حال کو)

بارد گر پیر ما خسرقہ بز نارداد نقد نو دسالہ بار برد کبف ارداد

زہد بیکسو نہاد راہ قلند گرفت بہر یکے کوزہ سے خرقہ و دستار ارداد

قبلہ بدل کر دزد و معتکف دیر شد روتے بچوب کرد دوست را بار ارداد

(یہ دوسرا موقع ہے کہ میرے پیر نے خرقہ زناہ پر قربان کر دیا نوٹے سال کی پونجی لے گئے اور کفار کو دیدی۔

زہد کو کنارے کر دیا آزادی کی راہ اختیار کر لی ایک کوزہ شراب کے عوض جیتہ و دستار شراب فروش کو دے دیا۔

جلد ہی قبلہ کا رخ موڑ لیا اور تنگہ میں جا بیٹھے، رخ محبوب کی جانب کر لیا محبوب نے انہیں باریابی دیدی۔)

بدتمیزوں، بکواسیوں اور دودھ پیتے بچے سے اس مکتوب کو محفوظ رکھنا تاکہ وہ اپنی

بیہودگیوں سے آلودہ نہ کر دیں اور وہ جو اہل ہیں ان سے نہ چھپائیں اس لئے کہ علم کے دقائق

جس طرح نااہلوں کے سامنے نہیں بیان کرنا چاہیئے اسی طرح اہل سے اسے چھپانے کے بھی نہیں

رکھنا چاہیئے۔ اسی کو کہا ہے۔

طعمہ کاں پاکبازاں رادہند ہرگز آں کے نو نیازاں رادہند

(غذا کا وہ پتھر جو پاکبازوں کو دیتے ہیں وہ نئے نیاز مندوں کو ہرگز نہیں دیتے۔)

اگر ان بیچاروں کو اس گروہ کے لوگوں کی دوات سے کچھ بھی حصہ مل جائے تو جان لیں

کہ کیا عظیم نعمت ہے انکار تو ان کی اپنی بدنیسی اور کوریشی سے ہے۔

گر تراز وزے دریں میداں کشند      این رقم بینی کہ بر مرداں کشند  
 آنکے این شیوہ معنی صد ہزار      بینی ودانی و داری استوار  
 (اگر کسی دن تمہیں اس میدان میں لے جائیں تو تم دیکھ لو گے کہ ان مردان خدا کے لئے کیا کیا  
 نعمتیں ہیں۔ اس وقت تم ان کے طور و طریقہ کے لاکھوں معنی دیکھو گے، جان لو گے اور یقین کر لو گے)  
 اے بھائی! یہ رقم عقل کے حوصلہ سے اعلیٰ ہے اگر کسی کا عقل کے ماوراء معارف ہو تو  
 وہ اس رمز و اسرار کے خیمہ کے گرد قدم رکھ سکتا ہے۔

جانان سخن عشق کلا میست بند      بدنام شدن ز عشق تا میست بند  
 در عقل فرو شدیم بر نامد کار      از عقل فراتر و مقامیست بند  
 (اے میری جاں! عشق کی باتیں بہت اعلیٰ و بلند کلام ہیں، عشق و عاشقی میں بدنام ہونا ناموری ہے۔  
 ہم نے عقل کے سمندر میں ڈوب کر دکھا، کام نہ بنا عشق کا مقام عقل سے بہت بلند و بالا تر ہے۔)  
 اسی معنی میں ایک دوسرے نے بھی کہا ہے۔

آدی بہتیمی رانیست      پائے در گل جز آدی رانیست  
 شادی از اہل عصر بیگانہ است      آدی را خود اندوہ در خانہ است  
 (آدی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے حیرانی و پریشانی آدی کے سوا اور کسی کے لئے  
 نہیں ہے۔ خوشی اہل زمانہ سے بیگانہ ہے آدی کو اندوہ و غم خود اس کے وجود کے اندر سے ہے)

وَالسَّلَامُ

شرف منیری

## مکتوب ۱۳۷

غفور رحیم کے دربار میں توبہ و اسے عقار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر مہتمم سید الدین! کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کریں۔

اے بھائی! صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم نے شرعی حکم صادر فرمایا ہے اِذَا كَثُرَتْ

ذَلُّبٍ أَحَدٍ لَّهُمْ فَلَيْسَتْ كَثِيرًا إِلَّا اسْتَعْفَا سَاءَ فَوَ الَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ إِنَّهَا قَاتِلُ الْخَطَايَا  
 كَمَا تَأْتِي كُلُّ النَّارِ الْحَطْبَ (بب تم میں سے کسی کے گناہ بہت زیادہ ہو جائیں تو چاہیے کہ کثرت سے استغفار  
 کرے کیوں کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے استغفار گناہوں کو اس طرح کھاجاتا  
 ہے جس طرح آگ بکڑی کو کھاجاتی ہے۔) اور فرمایا مَا أَصْرَمَنْ اسْتَغْفَرَ دَانَ عَادَنِي الْيَوْمَ سَبْعِينَ  
 مَرَّةً جِسْمِي نَسِيَ اسْتَغْفَرَ كَمَا اسْتَغْفَرَ لِي فِي مَرَاتِي اس سے گناہ کا ارتکاب ہوتا رہا  
 اے عزیز! گناہ سے پاک ہونا ابتداء پیدائش سے آخر تک فرشتوں کا کام ہے اور  
 پیدائش سے آخر تک گناہ میں آلودہ رہنا شیطانوں کا کام ہے لیکن گناہ میں گر پڑنا اور پھر گناہ کو  
 اٹھ کھڑے ہونا آدم اور آدم کی اولاد کا کام ہے اور اس کے لئے اس کا یہ انعام ہے کہ التَّائِبُ  
 مِنَ الذَّنْبِ كَمَا لَازَنْبًا (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔)  
 اے عزیز! آدمی سے گناہ کا ارتکاب کوئی تعجب کی چیز نہیں ہے اس لئے کہ سو گونہ  
 خواہشیں اور شہوتیں اس کی ترکیب میں خمیر کی ہوئی ہیں۔ بلکہ اس سے توبہ کا صدور البتہ تعجب خیز  
 ہے۔ اسی معنی میں کہا ہے۔ دیکھو اور پڑھو۔

ہر کہ پیش نفس خود مسکین شود      اولسان لحدال بے دین شود  
 رستی کن نفس را گردن بزن      گر چه او سالار تست اندر بدن

(جو شخص اپنے نفس کے آگے خود بے حرکت کر دے وہ بیدنیوں کی طرح بے دین ہوتا ہے۔)

پہلوانی کرو نفس کی گردن اڑادو اگر چہ وہ تمہارے جسم کے اندر تمہارا فوجی سردار بنا ہوا ہے۔)

سبحان اللہ! بہشت جیسا مقام آدم علیہ السلام جیسے پیغمبر خلافت  
 کا تخت زیر گیس بمالعت صرف وہی ایک ذَلَّاتَقْرَبْ لِهَذِهِ الشَّجَرَةِ (اس درخت کے قریب نہ جانا)  
 سلامت نہ رہے کہ قدم پھسل گیا گر پڑے لیکن فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا  
 (اے میرے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا) آج دنیا جیسا مقام جو بلاؤں سے بھرا ہوا ہے نیچا آدم  
 کی اولاد اتنے سارے ادا مرو نو اسی میں مبتلا اور شیطان کے جیسا عدو دشمنی کے درپے اور  
 نفس ایسا کہ جو خود جسم کے پیراں کے اندر ہے گناہ نہ کرے تو یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔

ترا تا نفس کافر در کمین است      کجا تورہ بری آنجا کہ دین است  
 از ربانمت می شود آن نفس رام      پارہ دیگر ندارد والسلام

(جب تک یہ تیرا نفس کافر گھات میں ہے تو جہاں دین ہے وہاں تو کس طرح پہنچ سکتا ہے۔

سخت ریاضت سے وہ نفس سیدھا ہوتا ہے اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ تم پرسلا متی ہو۔)

لیکن چاہیے کہ جب گناہ میں گرے تو گرا ہوا نہیں رہنا چاہیے اسی وقت اٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔

اس لئے کہ وہ ملعون جب گناہ میں گرا تو اسی میں پڑا رہا لہذا اس کی پیشانی پر اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰی

یَوْمِ الدِّیْنِ (میری لعنت تجھ پر ہے قیامت تک کے لئے) کا داغ لگا دیا گیا اور اس کی پیشانی داغدار

ہو گئی گرچہ وہ معلم الملکوت تھا اور سات سو ہزار سال کی عبادت کی پونجی کا مالک تھا خاک سر پر

ڈالتا ہے اور کہتا ہے۔

درد و عالم نیت سرتا پائے

ناگہ سیلاب نیت در رسید

پائے تا سر عین حسرت گشتہ ام

من چه دانستم کہ بیگانہ منم

در دونوں جہاں میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں میں نے سجدے نہ کئے ہوں۔ اچانک رنج و محن

کا سیلاب پہنچ گیا اور لعنت کی وہ مارتے جو شخون کی تھی وہ بھی آگئی۔ سر سے پاؤں تک مجھ حسرت

ہو گیا ہوں اور سارے عالم کے لئے عبرت بن گیا ہوں مجھے کب خبر تھی کہ بیگانہ میں ہی ہوں عقل والے

اور لوگ ہیں دیوانہ میں ہوں۔)

اے بھائی! گناہ میں گر کر پڑے رہنے میں اسی کا خطرہ ہے ہوشیار رہنے کی ضرورت

ہے ہر گھڑی استغفار کرتے رہنا چاہیے۔

تو دریں رہ می تراش وی تراش

صاحب دل ہر چی چی گفت آن کند

تو اس راہ میں کاٹ چھانٹ مجا در و مجاہدہ کرتا رہ۔ آخری سانس تک ایک دم مطمئن نہ رہ دل والے

وہ کرتے ہیں جو حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے نفس کیا اپنی جان راہ حق میں قربان کرتے ہیں۔)

تفسیر امام زائد میں مذکور ہے اس امت کی پناہ دو ہیں ایک ہمارے درمیان سے پر وہ

میں بنے اور ایک باقی ہے۔ جو ہمارے درمیان سے اٹھ گئے ہیں وہ آنحضرت رسالت پناہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ جو باقی بنے وہ استغفار بنے۔ پناہ پتہ روایت ہے کہ کسی نے اپنے

کسی مہم میں یا حاجت میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کی درخواست کی۔ فرمایا استغفراً بہت زیادہ کرو اور اگر کوئی تنگی معاش اور فقر و فاقہ کی شکایت کرتا تو یہی فرماتے کہ استغفار کی کثرت کرو اور قرآن مجید میں بھی یہی ہے۔ واستغفر اللہ ان اللہ غفورٌ رحیم۔

سے اے پیر گنہگار در توبہ شادہ است انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است  
بشباب سوئے توبہ کہ از مادر گیتی از گردن تا خیر بے واقعه زادہ است

(اے بوڑھے گنہگار توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے ہر قسم کی نعمت تیرے لئے تیار رکھی ہوئی ہے۔ توبہ

کرنے میں جلدی کرنا خیر میں خطرہ ہے اس لئے کہ یہ دنیا رونا بہت سارے واقعوں کو جنم دیتی رہتا ہے۔)

اے بھائی! اس کی بارگاہِ صمدیت وہ بارگاہ ہے کہ معصومین جو عصمت کا تاج

سر پہ رکھتے ہیں استغفار میں ہیں آخر تم نے سنا ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز ستر بار استغفار فرماتے جب یہ آیت نازل ہوئی وَاسْتَغْفِرُ الذُّنُوبَ وَاللُّمُومَاتِ  
آپ نے ستر سے سو بار کر دیا اس میں ایک عظیم راز ہے۔

اے بھائی! عزت خداوند تعالیٰ کی صفت ہے ذلت بندہ کی صفت ہے

چنانچہ جس طرح خدا کے شایانِ شان ہے کہ وہ عزت کی صفت سے ہمیشہ متصف رہے اسی

طرح بندہ کے لئے زیبا ہے کہ وہ ذلت کی صفت کے ساتھ متصف ہو تاکہ ربوبیت

اور عبودیت دونوں متحقق ہو جائے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جس نے کہا ہے

خوب کہا ہے۔

ہر کس کہ ذلیل کرد خود را اندر نظرش ہموں خلیل است

عاشق ز برائے عشق معشوق در دنیا و آخرت ذلیل است

(جس نے اپنے آپ کو ذلیل بنوا کر زیادہ اس کی نظر میں خلیل ہے۔)

عاشق اپنے عشق کی عزت کے لئے دنیا و آخرت میں ذلیل ہے۔)

والسلام

فقیر شرف منیری



# مکتوب ۱۳۸

## مولیٰ کی طلب میں ہمیشہ رات دن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سعدی از عشق نبار دچہ کند ملک وجود حیف باشد کہ ہمہ عمر باطل برود  
 سعدی کو عشق پر ناز ہے وہ ملک وجود کو کیا کرے انیسویں ہے کہ ساری عمر باطل میں بسر ہوئی۔  
 بھائی شمس الدین اکاتب مکتوب شرف نیری کا خصوصی سلام و دعاء  
 اے بھائی! جہاں کہیں ہو اور جس کام میں ہو اس اندوہ و طلب کے خالی نہ رہو اس لئے کہ  
 فیض منقطع نہیں ہے اور یہاں کام فضل پر ہے۔ ناامیدی کیا کرے گی چنانچہ کہا ہے۔  
 آرزاکہ دید یارش در عالم خود بارش جو واسطہ کارش کردار چہ کار آید  
 جس کسی کو اس کا محبوب اپنے حرم خاص میں بغیر کسی عمل کے بار پانی دیتا ہے وہاں عمل کیا کام آتا ہے  
 تو اگر ظاہر دنیاوی مشاغل میں ابتلا کی بنا پر ملوث ہو جائے تو اس سے کیا خوف ہے  
 اعتبار دل کا ہے لازم ہے کہ دل میں سوائے خدا کے کوئی غیر نہ ہو۔ اس لئے دل میں حق تعالیٰ  
 کے سوا کسی غیر کا ہونا مناسب نہیں۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔  
 در دل بجز یکے نشاید کہ بود در خانہ اگر ہزار باشد شاید  
 (دل کے اندر ایک کے سوا کسی اور کا ہونا درست نہیں۔ گھر میں اگر ہزاروں ہوں تو ہونا مناسب ہے)  
 تو ہمت ایسی ہونی چاہیے کہ کون و مکان کے لوث اور تعلق سے پاک ہو اور طلب حق  
 سبحانہ تعالیٰ میں دل کا شکستہ ہونا ہمیشہ قیمتی ہوتا ہے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے  
 اپنی مناجات میں کہا اے میرے اللہ میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں۔ حکم ہو عند المنکوت  
 قلوبہم لاجلی ٹوٹے ہوئے دلوں کے قریب۔ عرض کیا۔ خداوند میرے دل سے زیادہ شکستہ



اور کسی کا دل نہیں ہے ارشاد ہوا تو مجھے وہیں تلاش کیجئے۔ اسی کی طرف اشارہ کیا ہے

محرابِ جہاںِ جمالِ خسارۂ ماست سلطانِ جہاںِ درولِ بیچارۂ ماست

(عالم کا بلاخانہ ہمارے رخسار کا حسن ہے۔ سارے جہان کا بادشاہ ہمارے غریب شکستہ دل کے اندر ہے)

معنی کے اعتبار سے، حلال و اتحاد کے واہمہ کے بغیر جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

در جہان معنی زراہِ حسنی چوں یافتہ ام حرات جویم

(معنی کے اعتبار سے تو میری جان کے اندر ہے اور جب میں نے پایا تو پھر تجھے کیوں تلاش کروں)

اے بھائی! آخر تم نے سنا ہے قلب المؤمن عرش اللہ (مومن کا قلب ہی اللہ

کا عرش ہوتا ہے) اور الرحمن علی العرش استوی (رحمن نے عرش پر قرار پکڑا) کاراز جس پر شکست

ہو گیا یہ دولتِ نقدا سے آج ہی حاصل ہو گئی۔

وعدہ وصل وگراںِ فرداست وعدہ وصل عاشقانِ کنوںِ مست

(وصل اور دیدار کا وعدہ دوسروں کو کل کے لئے ہے۔ عاشقوں کو یہ وعدہ آج ہی اور اسی وقت ملے گا۔)

ہر کہ در راہِ محبت بندہ شد تا بدیم حرم و ہم زندہ شد

(جو اس راہِ محبت کا بندہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے حرم اور زندہ جاوید ہو گیا۔)

اے بھائی! وہ تو عیاں ہے اور اس کا معاملہ ظاہر ہے اگر کوئی خود بخود پردہ

میں آگیا ہے تو یہ اس کی اپنی محرومی و بد نصیبی ہے۔

آپنجے تو گم کردہ ای کر کردہ ای ہست اندر تو خود را پردہ ای

(وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہ خود تیری اپنی محرومی ہے وہ تو تیرے اندر ہے تو خود اپنے آپ سے پردہ

میں آگیا ہے۔)

بشر کی حقیقت جو کہ سر الوہیت کا منظر، موجودات کا خلاصہ اور آئینہ جہاں تما ہے۔ یہ

آب و خاک نہیں ہے جو ظاہر بدن کے قید میں مقید ہے۔

میت مردم لطف از آب و خاک ہست مردم سر و قدے جان پاک

صد ہزاراں پر ترشہ درد جوہد لطف را کے گنڈا خسہ سجود

(آدمی محض آب و خاک کا خلاصہ و لطف آئی نہیں ہے بلکہ آدمی سر یا روح قدسی ہے۔ ایک ایسا عالم و

جو لاکھوں فرشتوں سے بڑا ایک لطف کو کیوں کر سجدہ کرتا۔)

اس سے زیادہ عیاں اور ظاہر کیا ہو سکتا ہے کہ مقدس و مطہر فرشتوں سے بھرا ہوا ایک عالم اس آلودہ کدر مٹی کو سجدہ کیوں کرتا اور یہ خاک خلیفہ و نائب کیسے ہو جاتا ہذا ستر عظیم لا یجوز کشفہ (یہ ایک عظیم راز ہے جس کا کھولنا جائز نہیں۔)

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند      در نکتہ دل بگو خود می کوشند  
مے از کف و دست ہر نفس می نوشند      سری بازند و سر حق می پوشند

(جانتے ہو یہ صوفیان باصفا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ اپنے دل کے نکتہ میں خود کو مستغرق رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں محبوب کے ہاتھ سے ہر لمحہ شراب کے جام پیتے ہیں۔ سر دیدیتے ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کا راز نہیں کھولتے۔)

اور اس لطیف راز کا پتہ اپنی کتاب قرآن حکیم میں یوں دیتے ہیں قل الروح من امر ربی (کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے) اور خواجہ ہرود عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و مطہر زبان مبارک نے اس راز سر بستہ کو اس مقدار میں کھولا ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صورتہ بمعنی صفتہ کہا ہے اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس راز کی صفت یوں بیان کی ہے  
سے نیست بالای تو مخلوقی دگر      نیست بیرون تو معشوقی دگر  
چوں برونی تو ز عقل و معرفت      نے بود در شرح ای و ز صفت  
ہر چه در توحید مطلق آمدست      آہنمہ در تو محقق آمدست

(تجہ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔ جب تو عقل و معرفت کی حد سے باہر ہے تو نہ تیری تشریح ہو سکتی ہے اور نہ تیری صفت بیان ہو سکتی ہے۔ توحید مطلق میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تیرے اندر از روئے حقیقت ہے۔)

اس سے تم بیان لو جس نے کہا ہے سچ کہا ہے کہ حق تعالیٰ ایک پہنچنے کی راہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں۔ نہ مغرب میں ہے نہ مشرق میں۔ بلکہ یہ حق کی راہ خود تیرے اندر ہے۔

تانا یاد جان آدم آشکار      رہ ندانستند سوئے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید      زد کلید ہرود عالم شد پدید

(جب تک جناب آدم کی روح ظاہر اور پیدا نہیں ہوئی کسی نے بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ معلوم

نہیں کی تھی۔ جب آدم پیدا ہوئے تو راء بھی کھلی۔ دونوں جہان کے تالا کی کئی انہیں کے ذریعہ حاصل ہوئی۔)

انشاء اللہ تعالیٰ اس خط کے مطالعہ سے معافی دل پر خورد خورد منکشف ہوں گے اور ایک دن اپنا کام کر جائیں گے اور اس میں تعجب نہیں ہے شاہ شجاع کرمانی شروانی اور کلاہ میں ملبوس رہتے تھے لیکن وہ کمال جوان کو حاصل تھا ہزاروں سال تک آتے جاتے رہیں گے مگر ان کے کمال تک پہنچ نہیں پائیں گے اللہ جانے انشاء اللہ۔

وَالسَّلَام

شرف منیری



## مکتوب ۱۳۹

### اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقابلہ میں لوگوں کے گناہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قطرہ چند از کتبہ گرشید پدید در چناں دریا کجا آید بدید  
خواجہ احمد! کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعا قبول کر دوں مطمئن رکھو کہ  
سارے جہاں کے لوگوں کے گناہ اور ان کی نافرمانیاں اس کے دریائے رحمت و غفور بخشش  
میں جو بحر بیکران ہے ایک قطرہ ہے۔ تمہارے گناہ کی اس دریا میں کیا حقیقت ہے۔  
اسی کو کہا ہے۔

گر گناہ ہے اولین و آخرین بیش باشد ز آسمان و از زمین

بجزواشی بساٹش آل گناہ محو گردد جلد بیکتابت گاہ

داگر تمام آگے اور پیچھے لوگوں کے گناہ آسمان و زمین سے بھی زیادہ ہوں تو۔

ان کے فرشتے کے کتابے وہ سارے گناہ ایک ہی جگہ لکھ کر رہ جائیں۔

حسن و زینہ حسب شرع صلی اللہ علیہ وسلم کا شرفی حکم ہے واقعی نفسی بیاد

لَوْلَمْ تَذُنُّوا لِدَهْبِ اللّٰهِ بَكْرًا وَجَاءَ لِقَوْمٍ يُذُنُّونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ مِنْ غَيْرِهِمْ  
 لَهْمُ یعنی قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہیں کرتے تو  
 یقیناً حق سبحانہ تعالیٰ تم کو اٹھایا کرتا اور تمہاری جگہ ایک ایسی دوسری قوم لے آتا  
 جو گناہ کرتی اور مغفرت چاہتی استغفار کرتی پھر خداوند تعالیٰ ان لوگوں کی مغفرت فرماتا  
 اسی کو کہا ہے۔

بود عین عفو تو عاصی طلب عرصہ عصیاں گرفتہ زین سبب

چوں بستاریت دیدم کار ساز ہم بدست خود دریدم پردہ باز

چوں سیاہ آمد مرارنگ گلیم تو سپیدش کن چو مویم اے کریم

آپ کے عفو خاص کو گنہگار کی تلاش تھی تو میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا۔ اور

جب آپ کی ستاری و پردہ پوشی کو کار فرما دیکھا تو ہم نے اپنی گنہگاری کا پردہ بھی اپنے

ہاتھ سے چاک کر دیا۔ جب ان گناہوں کے میل سے میری کبلی کارنگ کالا ہو رہے تو اپنے

کرم سے آپ سے میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجئے۔ اے کریم۔

اے بھائی! ہمارے تمہارے گناہ میں ایک عظیم راز اور حکمت ہے۔ اگر ہمارے تمہارے

گناہ نہ ہوتے تو غفاری و ستاری کی صفت کا ظہور نہ ہوتا یعنی اس کا اثر ظاہر نہ ہوتا۔ چنانچہ

کہا ہے۔

دولت اسرار کار اتقیاست عام را آن دانش و فہم از کجاست

(اسرار کی دولت کو پانا متقیوں کا کام ہے عام لوگوں کو سمجھ بوجھ کہاں حاصل ہے۔)

ہرچہ در خلق سوزی و سازیست اندراں مرخدا ی را رازیست

(آج جو لوگوں میں یہ تپش اور یہ ٹھنڈک ہے اس میں خداوند تعالیٰ کا ایک خاص راز ہے۔)

بزرگوں کا قول ہے کہ خداوند تعالیٰ غرور و جمل کا دو خزانہ ہے ایک ثواب اور

کرامت و نوازش سے بھرا ہوا ہے اور دوسرا عفو و مغفرت سے پر ہے۔ اگر بندہ مومن طاعت کرتا

اور اس سے گناہ ہوتا تو ثواب و کرامت اس پر نثار نہ ہوتے۔ اور اگر گناہ نہ کرتا اور مصیبت

کا سدور اس سے نہ ہوتا تو عفو و مغفرت کا خزانہ ضائع اور برباد ہو جاتا۔ اسی کو کہا ہے

کہ نداند ز کار سازی تو کہ نہ ترسد ز بے نیازی تو

## باتیولی تو ز علت پاک چہ بود خوب زشت شت پاک

دکون ایسا ہے جو آپ کی کار سازی کو نہیں جانتا، کون ایسا ہے جو آپ کی بے نیازی سے نہیں ڈرتا۔  
اسے وہ کہ آپ کے کام علت سے پاک ہیں۔ آپ کی قبولیت کے آگے ایک مٹی خاک کے پتلے کی نیکیا

اور برائیاں کیا ہیں۔

اے بھائی! جہاں پر قبولیت آتی ہے وہاں سے غیب اور برائیاں اٹھ جاتی ہیں۔  
جب فرشتوں نے کہا اَتَجْعَدُ فِیْہَا مَنْ یُقْسِدُ فِیْہَا اِذَا کَانَ اَیْمُنُ اِیْمِنُ تَخْلُقُ کُلَّ مَخْلُوقٍ کَوْنًا یُنَاقِیْہُ اَنْ یُّکَلِّمَہُ  
زمین میں فساد کریں گے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ لوگ فساد نہیں کریں گے فرمایا  
اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) تم لوگوں کو میری الوہیت کے  
رموز و اسرار سے اطلاع نہیں ہے اور میری ربوبیت کے الطاف و اکرام جو آدمیوں پر  
ہیں ان سے تم سب واقف نہیں ہو۔ اگر یہ نااہل ہیں تو ہم انہیں اہل بنا دیں گے۔ اگر ہم سے دور  
ہیں تو ہم نزدیک کر لیں گے اگر ذلیل ہیں تو ہم معزز اور عزت والا بنا دیں گے۔ اگر تم سب ان  
کی ظاہری جفاؤں اور ظلم و ستم کو دیکھتے ہو تو میں ان کی باطن کی معافی اور پاکیزگی کو دیکھتا  
ہوں۔ اگر تم سب کو اپنی عصمت یعنی معصومیت پر بھروسہ ہے تو یہ لوگ میری رحمت کو اختیار  
کئے ہوئے ہیں اور اسی پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں، تمہاری پاکدامنی اور عصمت کی کیا قدر ہے  
اگر میری قبولیت نہ ہو۔ اور ان کو ان کی گنہگار یوں سے کیا نقصان ہو سکتا ہے جب میری مغفرت  
اور بخشش ان کے ساتھ ہے۔

مانہ گدا یم چو سلطان عشق از مدد حسن تو سلطان ماست

(میں بیکاری نہیں ہوں جب عشق کا شہنشاہ آپ کے حسن کی مدد سے میرا بادشاہ ہے)

وز سحر از غیب شنیدیم دوش در دو جہاں در دو نورمان ماست

(کل علی الصباح میں نے غیب سے یہ آواز سنی کہ دو توں جہاں میں آپ کا دروہی میری دوا ہے۔)

یہ سارا فضل و کرم نوازش و اکرام اللہ جل شانہ و علم نواز کا ہے لیکن بندہ کو ہمیشہ  
اپنی بسندگی کی حد میں رہنا چاہیے اور ہر گھڑی دہر لٹھاپنے گناہوں کی مغفرت مانگنی چاہیے  
کیوں کہ یہ وہ دربار ہے کہ جہاں مطیعان و فرمانبرداران اپنی طاعت و عبادت سے استغفار  
کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ نقل ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز سو بار استغفار

فرماتے اور یہ معلوم ہے کہ ان کا دامن نبوت اس تپاک ہے کہ گناہ کا ایک غبار بھی اس پر لگ  
پڑے۔ لیکن حضور کا وہ استغفار خود حضور کی اپنی طاعت سے ہے۔

در وجود خویش منگر ذرہ تا بدار ذرہ نگر دی غرہ  
بر در حق بگرد زور مگرد کہ بزاری شوی دریں ره مرد

(اپنے وجود اور اپنی ہستی کو ذرہ برابر نظر میں نہ لاؤ۔ تاکہ اپنے وجود کے ذرہ سے تم غور میں  
نہ بڑ جاؤ حق سبحانہ تعالیٰ کے در پر خاک بن جا بڑائی نہ دکھلا کیونکہ انکساری و عاجزی سے اس  
راہ میں آدمی مرد بنتا ہے۔

وَالسَّلَامُ  
خاکسار شرف منیری



## مکتوب ۱۴۰

### سالک کو ہلاکت کے مواقع سے شیار رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چوں نہ بنیم من جمالت سد جہاں دید گیر چوں حدیث تو نباشد سر بسر شنیدہ گیر  
چوں نباشتم در وصال لے ز بنیایاں نہاں در بہشت و حوض کوثر تا ابد پاشیدہ گیر  
(میں آپ کا وہ جمال کیوں نہیں دیکھوں جو سو جہان کے دیدہ و بشارت کی کمت اور دام  
نگاہ ہے اور آپ کی باتیں آپ کی گفتگو سر بسر مکمل طور پر شنوائی کو سخر و قبضہ میں  
کرنے والی کیوں نہ ہوں۔ اے وہ کہ آپ تمام نظر بازوں، نگاہ والوں کی بینائی سے نہاں  
ہیں۔ میں آپ کے وصال یعنی دید میں کیوں نہ رہوں اگرچہ آپ بہشت میں اور حوض کوثر  
پر ہمیشہ کے لئے ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔)

۱۔ یہ رہائی کئی نسخوں میں مختلف فرق کے ساتھ ہے۔

آپ برادر عزیز کے خط کے جہاں مضامین پڑھے گئے۔ قاضی زاہد بھی موجود تھے انہوں نے بھی پڑھا۔ ہوشیار رہیں تاکہ مکار اور دغا باز رہن لوٹ نہ لے۔ اگر کسی کو تماشوں اور نمائشوں (کشف و کرامت) میں وقفہ ٹھہرا دیا ہو گیا تو آنر آیت من اتخذ اللہ ہواہ (کیا آپ غور کیا جنے اپنی خواہشات کو اپنا مہو بنالیا) اسے پیش آجائے گا۔ اور لا کے دائرہ میں الا اللہ کے دربان کے قید میں قید ہو جائے گا۔ معلوم ہے الا اللہ کا دربان کون ہے وہی ہے جسے لوگ ابلیس کے نام سے جانتے ہیں۔ اسی سے سنئے وہ کیا کہتا ہے۔

معتوق مرا گفت نشیں بر در من مگذا در دروں ہر کہ نداد در من

(معتوق نے مجھے کہا ہے میرے در پر بیٹھا رہ پہرہ داری کرا اور اے اندرانے نہ دے جس کے سر میں میرا سودا نہیں ہے۔)

اے بھائی! عالم ملکوت کی سیر کی سخت ترین گھاٹیوں کے طے کر لینے کے بعد بہت سارے لوگوں کی راہ ماری گئی ہے اور ان کی اس کوتاہ نگاہی نے انہیں یہ دکھلایا کہ نتیجاً ہو گیا اور قصود تک مجھے راہ مل گئی ہے۔ افسوس و ما للثواب ورب الارباب۔ اسی کو کہا ہے

انگندہ دلم رخت بمنزل گلہے کا بنجا نمود لبصد دلیل آں راہے  
چوں من دو ہزار عاشق اندر ماہے می کشتہ شون دو بر نیاید آہے

(میرے دل نے سامان سفر ایسی منزل میں رکھا جہاں سینکڑوں نشانیوں کے باوجود راہ نہیں ملتی۔ مجھ جیسے ہزاروں عاشق اس ایک ماہ کے اندر مارے گئے ہیں اور ایسا کہ ایک آہ بھی نہیں کر سکے۔)

اے بھائی! اہل معرفت ما زانغ البصر و صاطغی (نہ نظر بہکی اور نہ نگاہ مہٹی) کی تختی کو مکتب ہی میں درست کر چکے ہیں۔ ملک ملکوت کی یہ طاقت نہیں کہ انہیں قید کر لیں۔

منزل ہمتم بعالم قدس کے قدمگاہ جب میل بود  
(میری ہمت کی منزل وہ عالم پاک ہے جہاں جبریل بھی قدم نہیں رکھ سکے۔)

سبحان اللہ! اس ہجران زدہ کے سردار کے کاموں میں شور کرنا اور سنو  
زاد الارواح میں وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا فرأیت

سے یہ کتب حضرت مولانا مظفر علی صاحب کے نام ہے اور کتب لبت و ہشت نیلاس کا نمبر ۱۰۱ ہے (مترجم)

فی بعض الکتاب ان ابلیس لقی موسیٰ علیہ السلام عند الطور فقال موسیٰ لابلیس  
مَا صَنَعْتَ اِذْ لَمْ تَسْجُدْ لَادَمِ فَقَالَ ابلیس مَا اَرَدْتُ اَنْ اُرْجِعَ مِنْ دَعْوَايَ فَاَكُوْنُ  
مِثْلَكَ اِنِ ادْعَيْتُ مَحِيَةَ فَلَمْ اَسْجُدْ لِسِوَاهُ فَاخْتَرْتُ الْعُقُوْبَةَ عَلٰی اِنِّیْ وَاَنْتَ  
ادْعَيْتُ مَحِيَةَ فَقَالَ لَكَ اَنْظُرْ اِلَى الْجِبِلِّ فَاَنْتَ اسْتَقَرَّ مَكَانُهُ فَسَوْفَ تَرَانِیْ فَتَنْظُرُ  
لَوْ غَضَضْتَ عَيْنِیْكَ لَرَايْتَهُ۔ میں نے بعض اگلی کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابلیس حضرت موسیٰ  
علیہ السلام سے طور کے پاس ملا۔ حضرت موسیٰ نے ابلیس سے فرمایا تو نے یہ کیا کیا کہ آدم کو سجدہ نہ کیا؟۔  
ابلیس نے کہا میں نے یہ نہیں کیا اگر اپنے دعویٰ سے پھروں۔ آپ کی طرح ہو جاؤں، میں نے اس کی عبت کا دعویٰ  
کیا تھا اس لئے اس کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا۔ اور سخت سزائیں جو مل گئیں قبول کر لی۔

آپ نے اس کی عبت کا دعویٰ کیا۔ اس نے آپ سے کہا پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا تو تم سے قریب مجھے  
دیکھو گے چنانچہ آپ نے دیکھا میں نے کہا اگر آپ پہاڑ کی طرف نظر نہیں کر لیتے تو ضرور اسے دیکھ لیتے۔  
اہل ذوق کی نگاہیں ایسے ہی کاموں اور اسرار و رموز پر رہتی ہیں، چنانچہ عین القضاة  
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تم کیا جانو کہ ابلیس کون ہے، جبرئیل صفت ہونا چاہیے کہ اس کے  
کاموں پر درویدہ نگاہ رکھیں۔ اسی کو کہا ہے

سراختہ آں رہ روز از سجدہ غیر او گر مردہ او ای زو کم بہ نیاید بود

(اس راہ رونے غیر کے سجدہ کرنے کے مقابل میں سر کی بازی مگادی اگر تم خدائے بزرگ و برتر کی راہ کے رتدہ  
ہو تو اس سے کمتر نہیں رہنا چاہیے)

ایک مرتبہ اہل حیرت میں سے کسی نے اپنا دل مانگیا ان کے باطن میں جواب ملا۔ اسے  
جھوٹے دعویٰ دار یا مجھے چاہو یا اپنا دل طلب کرو۔ ان اشعار میں اسی طرف اشارہ ہے یہ ہے

ہشت جنت گر دھندت سر بسر تو مشوراضی ازینہ ساد و رگدر

عالی ہمت باش و دل با حق بہ بند تو ہمای قاف قرنی رو لبند

(اگر تجھے آٹھوں بہشت مکمل طور پر دیدیں تو تو اس پر راضی نہ ہو اور اس سے آگے بڑھ جا۔ بلند ہمت

ہو جا اور دل کو حق سجا۔ تعالیٰ سے لگاؤ تو قافِ قربت کا ہما ہے۔ اور لبند ہو جا۔)

اٹھارہ ہزار عالم میں کون جماعت آدمیوں سے زیادہ بلند ہمت نہیں پیدا کی گئی کسی کو  
کسی نے کیا خوب کہا ہے۔



ایں جا نبود قدرے مردوزخ و جنت را باشند حجاب ما آنہا کہ تو میدان  
(یہاں دوزخ و بہشت کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ یہ سب کے سب ہمارے لئے حجاب ہیں یہ تم جانتے ہو۔)  
اے بھائی! یہ جو کہا ہے من منح عن النظر یتسلی بالاشتر (جسے دیدار حاصل  
نہیں اسے اس کی نشانیوں سے تسلی ہوتی ہے) اور یہ اس صورت میں ہے کہ محبوب پر وہ میں ہو۔ اگر  
محبوب بے نقاب ہے اور سامنے ہے تو نشانیوں پر نظر رکھنا ظلم و ستم ہے۔

چوں بود دیدار یوسف حاضر در نیاید، پیچ پیوندے دگر

(جب یوسف کا دیدار حاصل ہے تو دوسرا تعلق منحل نہیں)

عالم محبت کے عجائبات تک عقل کی پہنچ نہیں ہے۔ اے تو اہل محبت اچھی طرح  
جانتے ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام جناب یعقوب علیہ السلام کی نگاہوں سے غائب ہو گئے  
تو یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بنیائی بھی غائب ہو گئی جب یوسف علیہ السلام نظروں سے  
ادجھل ہو گئے تو برادران یوسف بھی دکھائی نہیں دیئے۔ اور جب یوسف علیہ السلام کے پیر  
کی بوجہ مل گئی تو ان کی بنیائی بھی واپس آگئی۔

ہر کہ اورا یوسف کم کردہ نیت گر چہ ایمان آورد آورد نیت

جس کے پاس یوسف کم کردہ نہیں ہے اگرچہ اس کے پاس ایمان ہے لیکن اس کے پاس کامل ایمان نہیں ہے)

اے بھائی! عشق کے طور ایک مخصوص مدرکات ہیں کہ عقل اس کے ادراک سے  
عاجز ہے۔ اور ان مدرکات کے ادراک سے اس کا عاجز ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم معقولات  
کے ادراک سے عاجز ہے۔

ایں راہ طریقت نہ پائے عقل است خاک قدم عشق و رائے عقل است

سرے کہ فرشتگان ازاں بے خبراند ای عاقل بے عقل چہ جائے عقل است

(طریقت کی یہ راہ عقل کی بنیاد پر نہیں ہے۔ عشق کے قدم کی خاک عقل سے بالاتر ہے۔

جس راز سے فرشتے بے خبر ہیں۔ اے عقل سے عاری عقلمند یہاں عقل کی کون سی جگہ ہے)

جب حق سبحانہ تعالیٰ کی کششوں میں سے کوئی کشش پیدا ہو جاتی ہے تو اسفل السالمین

سے فرات کو نکال کر اعلیٰ علیین پر پہنچا دیتے ہیں اور تمام معانی و لطائف طور عشق کے بغیر صرف

دھوت کے اس پر کھل جاتے ہیں۔

جیسا کہ یہ اشعار ہیں۔

جاناں سخن عشق کلاہیت لبند بدنام شدن ز عشق نامیت لبند  
در عقل فرود شدیم بر تاند کار از عقل فرا تر کہ مقاہیت لبند  
(اے دوست! عشق کی باتیں بہت اونچی ہیں۔ عشق اور عاشقی میں بدنام ہونا بہت  
بڑی ناموری ہے۔ عقل میں مستغرق ہونے لیکن کام نہ بنا۔ عشق کا مقام عقل کی پہنچ سے  
ایک بلند تر مقام ہے۔)

اللہم ارزقنا ولجميع الطالبین برحمتک یا ارحم الراحمین۔  
درد عشق آمد دوائے ہر دلے حل نہ شد بے عشق ہرگز مشکلی  
(عشق کا درد ہر ایک دل کی دوا ہے۔ بغیر عشق کے کوئی مشکل کبھی بھی حل نہ ہوئی ہے)

والسلام

فقیر شرف منیری

## مکتوب ۱۴۱

### دنیا کے ترک عاقبت کی طرف متوجہ ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جہدی بکن از پند پذیردی دو سٹہ روز تا پیشتر از مرگ بمیری دو سٹہ روز  
دنیا زن پیرست چہ باشد گر تو با پیر زنی انس نگیری دو سٹہ روز

(میری نصیحت پر چند روز عمل کرنے کی کوشش کرو تا کہ مرنے سے کچھ روز پہلے ہی مر جاؤ (موتو تو اقبل  
اُن تموتوا) یہ دنیا تو ایک بوڑھیا فرسودہ ہے کیا ہوگا۔ اگر چند روز موت سے پہنچے ہی اس سے تعلق  
منقطع کر لو گے۔)

کاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء قبول کرو۔

اے بھائی! آخریہ حدیث سنی ہے کُنْ فِی الدُّنْیَا کَانَکَ غَرِیْبًا وَّ عَابِرًا

سَبِيلٍ وَعَدَ نَفْسِكَ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ - حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے ارشادات 'حدیثوں' پر سب لوگوں کا ایمان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ (دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک مسافر سڑک پر راستہ میں رہتا ہے اور خود کو قبرستان کے رہنے والے مردوں میں شمار کرو) دنیا میں مسلمانوں کی صفت یہ ہونی چاہیے۔ نہ یہ کہ فرعون و نمرود کی پیروی کی جائے چند روزہ ناز و نعمت کی دنیا کے لئے جو خاک و زنگین ہے اور احمقوں کو فریب دینے والا نقش و نگار ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

اِسْ كِبَابٍ وَاِسْ شَرَابٍ وَاِسْ شَكْرٍ فَكُلٌّ نَكْمِينٍ سِتِّ نَقْشَةٍ لَبِئْسَ

(اے لڑکے! یہ شراب، یہ کباب، اور یہ شیرینیاں سب زنگارنگ نقش مٹی ہیں۔)

اس پر نازاں و مغرور ہیں اور دعویٰ یہ کہ میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔

بَانَا زَكْرًا رَمِيدًا بَاشِي هَمِّ عَمْرٍ لَذَاتِ جِهَانٍ شَمِيدًا بَاشِي هَمِّ عَمْرٍ

ہم آخر کار مرگ باشتہ وانگہ خوابی باشد و دیدہ باشی ہمہ عمر

(اگر تمام عمر ناز و نعمت میں بسر کرتے رہے ہو دنیا کی لذتوں سے لطف اٹھاتے رہے ہو آخر کار

موت کی گھڑی آجائے گی اس وقت وہ خواب تمہارے سامنے ہوگا جو ساری عمر دیکھتے رہے ہو۔)

لیکن لوگوں کو دنیا کی محبت دنیاوی مال و جاہ و مرتبہ کی الفت جو نصبت ہے اور دوسرے

تمام بت و شیاطین نے اندھا بہرہ بنا دیا ہے۔ تو نگرانی دولت مندی کی جملہ برائیوں کو خوبیاں

سمجھتے ہیں اور درویشی و فقیری کے جملہ خوبیوں کو جو انبیاء علیہم السلام کی نشانی و علامت

ہے اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کا حلیہ، شناخت و صورت ہے، اسے عیب شمار کرتے ہیں۔

نمرود و فرعون کا مذہب یہی تھا۔ فرعون نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو افلاس و غریبی کا طعن دیا

تھا۔ نمرود براہیم علیہ السلام کو درویشی و ناداری کا عیب لگایا تھا اور ہر وہ شخص جو آج اس

دنیا میں فرعون و نمرود کے مذہب کے طور طریقہ پر ہیں تعجب نہیں کہ کل قیامت کے دن میدان

حشر میں اسے انہیں لوگوں کے ساتھ لاکھڑا کیا جائے گا کہ من تشبہ بقوم نہ ہو منہم۔

(جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ اسی میں ہے) شرع کا یہ فیصلہ ہے جیسا کہ کہا ہے۔

ہرچہ در دنیا خیالت آں بود تا بد باہ وصال آں بود

(آج اس دنیا کی جس چیز میں تمہارا خیال لگا ہوا ہے وہی ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔)

کہتے ہیں جو سمجھ والے ہیں وہ دنیا کو چبا ڈالتے ہیں اور جو نا سمجھ ہیں ان کو دنیا نگل جاتی ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک دن جناب موسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو دیکھا کہ ایک بوڑھیا زنگار زنگار کپڑے میں طبوس اور طرح طرح کے زیوروں سے آراستہ اس چادر کے اندر خود کو جوان ظاہر کر رہی تھی۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے بیوفا بڈھی اپنے شوہروں کو تو نے کیا کر دیا۔ اس نے جواب دیا اے موسیٰ جنہوں نے مجھے پہچان لیا میری حقیقت معلوم کر لی انہوں نے مجھے طلاق دیدی اور چبا ڈالا اور جنہوں نے مجھے نہیں پہچانا میں نے انہیں فرود خلق کر دیا،

عشق این دنیا پرستاریت نام  
چرب شیریں را چو قبلہ کردہ اند  
در زر و سیم و کینزک در غلام  
مست و غافل گشتہ باز آوردہ اند  
آن موافق نیست با عشق خدا  
زیں سبب این ترک کردہ انبیاء  
ہم خدا خواہی و ہم دنیاے دول  
ایں خیال ست و محال ست و جنوں

(سونہا، چاندی، لونڈی، غلام کا نام ان دنیا پرستوں نے عشق رکھ لیا ہے۔ مرغن اور شیریں چیزوں کو قبلہ بنا لیا ہے اسی میں مست و غافل ہو کر اپنا رخ اسی کی طرف کر لیا ہے۔ یہ سب خداوند عزوجل کے عشق کے موافق ہرگز نہیں ہے۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام نے ان سب کو ترک کر دیا ہے۔ خدا کے بھی طالب ہیں اور مکنی دنیا کے بھی خواستگار ہیں۔ ان کا یہ خیال محال ہے اور جنوں و دیوانگی ہے۔)

بعض کتابوں میں یہ مرقوم ہے کہ ابلیس کو جب بہشت سے نکال دیا گیا تو وہ غم زدہ ہو گیا اور جب دنیا اس کے تحت تصرف میں دیدی گئی، خوش ہو گیا۔ اس نے کہا الہی مجھے دانہ و دام بھی عنایت فرمائیے تاکہ میرے دام میں جو آجائے اسے میں راہ سے بھٹکا دوں۔ خداوند تعالیٰ نے اسے دانہ و دام دے دیا۔ وہ تالیاں بجا بجا کرنا چنے لگا اور کہا فَبِعِزَّتِكَ لَا غَوِيْنَهُمْ اَجْمَعِيْنَ الْاَعْبَادُكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِيْنَ (قسم ہے آپ کی عزت کی میں ان سب کو بہکاؤں گا سوائے ان لوگوں کے جو آپ کے مخلص بندہ ہیں)۔ اسی کو کہا ہے۔

آن گندہ پیر دنیا چشمک زندہ بکین  
شو یان اولنیش شکر کہ در چہ حالند  
مرچم عارفان ز دھرم ملال گیرد  
ہر کہ این دلیل داند کی آن دلال گیرد

ایہ پیدا اور بوڑھی دنیا آنکھ چلاتی ہے لیکن عارفوں کی آنکھیں اس کی ان دزدیدہ سے نفرت کرتی ہیں اس کے تمام سابق شوہروں کو دیکھو وہ کس حال میں ہیں جس نے اس دلیل کو معلوم کر لیا وہ اس دلال کے دام میں کب آئے گا۔ والسلام

# مکتوب نمبر ۱۴۲

## اللہ کی طلب اور ماسوا اللہ کے ترک میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ، چو خورشید از بلندی فرود شد  
ہشت جنت گرد ہندت سر بسر ، تو مشوراضی از آہنہا در گذر  
اور حسنت ہر چہ آید در نظر ، ہمتے بر بند از اں مسم در گذر

(جو ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا وہی مرد ہے۔ اپنی بلند ہمتی سے آفتاب کے مانند فرود ہو گیا ہے۔ اگر آکھوں جنت تمہیں کامل طور پر دیدیں تو تم اس پر راضی نہ ہو بلکہ اسے بھی ترک کر دو جس قدر بھی وہ اپنے حسن و خوبصورتی کے ساتھ تمہارے سامنے آئے ہمت کو قائم رکھو اور اس کے بڑھ جاؤ۔ کاتب مکتوب شرف نسیریؒ کا سلام و دعاء قبول کریں۔ برادر عزیز پر سلام و دعاء کے بعد واضح ہو شریعت کے قانون کے تحت دنیا راہ ہے اور بہشت مطلوب لیکن حقیقت کے حکم کی بنا پر بہشت راہ ہے اور مطلوب حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ تورات میں ہے یَا دَاوُدَ اِذَا رَاٰیْتَ لِیْ طَالِبًا فَكُنْ لَہٗ خَادِمًا۔ (اے داؤد جہاں کہیں بھی میرے طالبوں میں سے کسی ایک طالب کو بھی دیکھو اس کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔)

ہر کجا مردم خدا بینی ز حباں سر مرہ ساز از خاکپایش در زماں  
خاک شو تو رہ رواں رازیر پا تا بیابی قرب پیش کبریا

(جہاں کہیں تمہیں خدا کے مرد نظر آئیں تو جان و دل سے اسی وقت ان کے قدموں کی خاک کا سرمہ لگاؤ۔ تم اس راہ کے روندہ کے قدموں کے نیچے کی خاک بن جاؤ تاکہ خدائے کبریا کے مقرب بن جاؤ۔)

صاحبان ہمت کا قول ہے جناب سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کسی کو اس کی تقدیر سے مل جائے اور وہ اس کی سمت ایک نظر اٹھا کر اگر دیکھے تو اسے اہل ہمت میں شمار نہیں کیا۔

جلے گا چنانچہ یہی وہ ہمت ہے جس کے متعلق ایک بزرگ نے کہا ہے کہ خداوند جل شانہ نے آدمی کے ہاتھ میں ایک ایسی کمان دیدی ہے جس کا چلہ جناب جبرئیل اور جناب میکائیل اگر کھینچنا چاہیں تو نہیں کھینچ سکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے ۔

حقا کہ نیرہ نیاوردی کرد جمن فلک اے لیسر کمانم

(اے رٹکے! قسم خدا کی یہ آسمان ہمارے کمان کو نہیں جھیکا سکتا۔)

اور یہ دولت عظمیٰ اس فلک کے پتلے کو اسی مقام ہمت سے ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم میں سے کوئی گروہ آدمیوں سے زیادہ بلند ہمت پیدا نہیں ہوا۔ اسی معنی میں کہا ہے ۔

عالی ہمت باش دل با حق ببند تو بہائی قاف قرب رو بلند

(عالی ہمت ہو جاؤ۔ دل خدا سے لگاؤ۔ تم قاف قربت کے ہما ہو اس بھی بلند پرواز کرو۔)

جس وقت بادشاہت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی گئی تو حضور کا فرمانا اکون

عبدًا اشبع یومًا و اجوع یومًا میں ایسا بندہ ہوں گا ایک روز بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں) اسی ہمت عالی کی بنا پر تھا۔

منزل ہمت بعالم قدس کے قدمگاہ جبرئیل بود

(تمہارے ہمت کی منزل عالم قدس میں ہے وہاں جبرئیل کی رسائی کہاں ہوتی ہے۔)

عالم ملک و ملکوت (عالم ظاہر و باطن) میں جو کچھ تھا معراج کی رات وہ سب حضور

کی نظر مبارک کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ لیکن گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ یہی

ہمت عالی تھی اسی کو کہا ہے ۔

ہر کہ از ہمت دریں رہ آدست گزرائی می کند شہ آمدست

(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا وہ اگر گداگری کرتا ہے تو بھی حقیقت میں وہی بادشاہ ہے۔)

اور جناب آدم علیہ السلام کا ایک دانہ گندم کے عوض آٹھوں بہشت کو فروخت کر دینا

وہی ہمت تھی چنانچہ خوب کہا ہے جس نے کہا ہے ۔

جان آدم چون بستر فقر سوخت بہشت جنت را بیک گندم فروخت

(جناب آدم کی روح جب فقر کے راز سے روشن ہوئی تو انہوں نے آٹھوں جنت ایک دانہ گندم کے عوض بیچ دیا۔)

اے بھائی! جتنی چیزیں لفظ گن کے تحت آئی ہیں اور جن پر مخلوق ہونے کا دارغ

لگا ہوا ہے اس پر ٹھہرنا قرار پکڑنا مردوں کی ہمت کے شایان شان نہیں اگرچہ وہ فردوسِ اعلیٰ  
ہی کیوں نہ ہو اسی کو کہا ہے

باقی جمع وز خود پریشاں لایعہ فہم شعار ایشاں

نے در غم و دوزخ و بہشتند این طائفہ را چنین سرشتند

حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ جمع اور اپنی ہستی و وجود سے تفرقہ اولیائے تحت قبائل لایعہ فہم غیری

(میرے اولیا میری قبا کے اندر ہیں، انہیں میرا غیر نہیں پہچانتا) ان کی نشانی ہے۔ یہ بہشت اور دوزخ

دونوں کے غم سے آزاد ہیں۔ اس گروہ کے لوگوں کی یہی خصلت ہے۔

اے بھائی! بشر کی حقیقت ربوبیت کا منظر ہے۔ نفخت فیہ من روحی

اس کی دولت ہے۔ بحبہم ویحبونہ اس کا اکرام و انعام ہے۔ یہ بشر مٹی اور پانی ہونے

سے مقدس و مطہر ہے۔ جیسا کہ کہا ہے

نیت مردم لطفہ از آب و خاک ہست مردم سر و قد جان پاک

صد جہاں پر فرشتہ در وجود لطفہ را کے گند آخر سجود

(آدمی آب و خاک کا خلاصہ یعنی لطفہ ہی نہیں ہے بلکہ آدمی سر تا پا پاک جان اور مقدس روح ہے۔

وجود میں فرشتوں سے بھرا ہوا سینکڑوں عالم آخر ایک لطفہ کو کیسے سجدہ کرتے۔)

اس سے واضح اور بین دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک جہان مقدس و مطہر فرشتوں سے

بھرا ہوا خاک کو سجدہ کرے اور یہ خاک نائب و خلیفہ کیسے ہو گیا۔ ہذا ستر عظیم لایجوز

گشفہ (یہ ایک بہت عظیم راز ہے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں) چنانچہ یہ سنو

دانی کہ چرا اہل صفا خاموشند در نکتہ دل بخون خود می کوشند

مسی از کف دوست ہر مسی تو سر می بازند سر حق می پوشند

(جانتے ہو صوفیان! صفا کیوں خاموش رہتے ہیں۔ دل کے نکتہ میں خود کو گم رکھنے کی کوشش میں رہتے

ہیں۔ محبوب کے ہاتھ سے ہر لمحہ شراب کا جام پیتے رہتے ہیں۔ سر دیدتے ہیں لیکن برہنہ نہیں کھولتے ہیں۔)

قرآن مجید میں اس لطیف راز کا یہ نشان دیا گیا ہے۔ قل اللود ح من امر ربی۔ رکب بجئے

روح میرے رب کے حکم میں ہے، اور خواجہ روز محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ظاہر و مطہر نے اس

راز سرسبتہ کو اس مقدار میں عیاں فرمایا ہے ان اللہ خلق آدم علی صورہتہ (جیک اللہ نے آدم

کو اپنی صورت پر پیدا کیلئے۔) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ای علی صفتہ یعنی صفت پر اور خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اشارہ یوں فرمایا ہے۔

نیست بالاسی تو مخلوقی درگ      نیست بیرون تو معشوقی درگ  
چوں برونی تو ز عقل و معرفت      نی تو در شرح آئی وئی در صفت  
ہر چہ در توحید مطلق آمدست      آں ہمہ در تو محقق آمدست

(تجھ سے آگے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں، جب تو عقل و معرفت سے بالا ہے تو نہ تیری شرح ہو سکتی ہے اور نہ صفت۔ توحید حقیقی میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تجھ میں محقق ہے۔)

اے بھائی! آترنا ہے کہ قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ (مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے) تو الرحمن علی العرش استوی (وہ رحمن عرش پر قائم ہوا) کارازہ انہیں نقد حاصل ہوا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

تانا آید جان آدم آشکار      رہ نہ استند سونے کردگار

رہ پدید آید چو آدم شد پدید      زد کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک جناب آدم کی روح ظاہر و پیدا نہیں ہوئی تھی کسی نے بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ

معلوم نہیں کی تھی۔ جب آدم پیدا ہوئے تو راہ بھی کھلی۔ دونوں جہان کے تالاکئی گئی انہیں کے ذریعہ حاصل ہوتی)

کنت کز امخفیا فاحبت ان اعوت (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پھر مجھے یہ پسند آیا کہ میں پہچان جاؤں  
کا آئینہ آدم علیہ السلام ہیں۔ اور من عرف نفسه فقد عرف ربه (جس نے خود کو پہچانا

اس اپنے رب کو پہچانا۔) اسی معنی کارازہ ہے۔

فرستادیم آدم را چو بیروں      جمال خویش در صحرا نہادیم

(ہم نے آدم کو جو باہر بھیجا اپنے ہی حسن کو صحرائے عالم میں رکھ دیا۔)

سننے میں آیا ہے کہ برادر عزیز کو استعداد اور قابلیت بہت ہے اور ہمت بھی بلند

ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مکتوب کے مطالعہ سے معانی دل پر کھل جائیں گے اور ایک

دن اپنا کام کر لیں گے اس میں کوئی تعجب نہیں ہے۔ شاہ شجاع کرمانی جڑوٹی اور شروانی میں لمبوس

رہا کرتے تھے۔ لیکن جو کمالات ان کو حاصل تھے ہزاروں سالک آتے جاتے رہیں گے۔ کیا

پتہ ان کمالات تک کوئی ایک پہنچتا بھی ہے یا نہیں۔ اور محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ



قباپوش تھے۔ ایک عزیز صاحب عزت کہتے ہیں کہ کل قیامت کے دن صد لقیوں کو اس کی تمنا ہوگی کہ کاش دنیا میں میں مٹی ہوتا۔ کہ جس خاک پر محمد معشوق قدم رکھتے۔

اے بھائی! کام جیب فضل پر موقوف ہے تو اس کے فضل سے کچھ بعید نہیں ہے۔  
آنرا کہ دہدیارش در عالم خود بارش بیواسطہ کارش کردار چہ کار آید  
(جس کسی کو اس کا محبوب اپنی حریم خاص میں بغیر اس کے کسی عمل کے لبریاپی دیدے تو ایسے میں عمل کیا کام آتا ہے۔)

ان سب کے باوجود بندہ کی جانب سے کوشش ضروری ہے۔ عبودیت کے اعتبار سے۔ اسی کو کہا ہے

گرچہ دولت دادش بے علت است طاعت حق کار صاحب دولت است  
(اگرچہ دولت کی عطا اس کی جانب سے بے علت و سبب ہے۔ لیکن صاحبان دولت کا کام حق سبحانہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔)  
عاقبت و خاتم بخیر ہو۔ آمین۔

والسلام  
شرف منیری



## مکتوب ۱۲۲

### علمائے آخرت کی صحبت کو غنیمت جاننے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر کہ از ہمت دریں رہ آیدست گگردانی می کند شہہ آمدست  
سگ دوں ہمت استخوان جوید پنچہ شیر مغز جاں جوید  
(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا اگرچہ گداگری کرتا ہے تو بھی وہ بادشاہ ہے۔  
کینی ہمت والا کتا ہڈیاں تلاش کیا کرتا ہے شیر کا پنچہ زندہ جان کی جستجو میں رہتا ہے۔)

کاتب مکتوب شرف نمیری کا سلام و دعاء آں عزیز مطالعہ کریں۔ غرض یہ ہے کہ قاضی زین الدین نے آں عزیز کی پوری کیفیت بیان کی۔ واضح ہو۔ اس جانب سے قبول ہے لیکن راہ طے کرنا آں عزیز کی جانب سے ہے۔ جب آپ نے مشائخ قدس سرہ العزیز کا طاقیہ پہن لیا ہے تو عبادت و ریاضت میں رسم کو توڑ دینا چاہیے۔ اور عادت کے زنا کو کاٹ ڈالنا چاہیے۔ راہ طریقت میں قدم صدق دل سے رکھنا چاہیے اور حقیقت کی طلب میں ہمت بلند کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ بے ہمت مرید کسی مقام تک نہیں پہنچتا ہے۔ اسی کو کہا ہے

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ہمچو خورشید از بلندی فرود شد  
عالی ہمت باش دل در حق بہ بند تو ہمائے قاف قرنی زو بلند

(جو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں آیا وہ مرد ہے۔ اپنی بلند ہمتی سے آفتاب کے مانند فرود ہوا۔ ہمت عالی رکھو اور دل حق تعالیٰ کے ساتھ نکالو۔ تم قافِ قربت کے ہما ہو بلکہ اس کبھی بلند ہو۔) اسے بھائی! یہ علم خاص اہل طریقت کے ساتھ مخصوص ہے جو آخرت سنوارنے والے علماء ہیں العلماء و رشتہ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) خلافت انہیں کو زیبا ہے اور انہیں نیک صحبت اور خدمت خلعت کا انعام حاصل ہوتا ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

بوئی ایشان ز رکند مس ترا راہ میں گردند این حس ترا  
گر چہ خارستانی ای گلشن شوی چون بصاحب دل رسی روشن شوی

(ان کی خواہش ان کی طبیعت، تمہارے مس قلب کو سونا بنا دے گی۔ ان کے قدموں کی آواز تمہیں راہ میں کو دے گی۔ اگرچہ تم خارستان ہو لیکن چمنستان بن جاؤ گے۔ اگر کسی صاحب دل کی خدمت میں پہنچ جاؤ تو روشن ہو جاؤ گے۔)

لیکن دنیا دار علماء کی صحبت سے ہرگز یہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن رسم و عادت جو حقیقتاً پرستی ہے۔ وہ طے کی اسی کو کہا ہے۔

ایں ہمہ علم جسم مختصر است علم رفتن برائے حق دگر است  
حرف کو کاغذی سیاہ کند دل کہ تیرہ است کے چوماہ کند

(یہ سارے علم مختصر سے عالم ظاہر کے ہیں۔ اللہ کی راہ میں چلنے کا علم ہی دوسرا ہے۔ حرف تو کاغذ سیاہ کرتا ہے۔ دل جو سیاہ ہو رہا ہے اسے کہا روشن کرتا ہے۔)

واسطہ میں قوم را بر فاست ست      قول ایشان لاجرم پس است ست  
 چوں نمی بینند غیرے جز مجاز      جملہ زوشنونداز و گویند باز  
 (اس قوم کے سامنے سے چوں کہ واسطہ اٹھ گیا ہے تو ان کا قول لازماً سچ اور درست ہوتا ہے۔  
 جب وہ ان کی نگاہوں میں غیر کا بجز مجاز حقیقی وجود ہی نہیں ہے تو جو کچھ سنتے ہیں اسی سے  
 سنتے ہیں اور اسی سے بولتے ہیں۔)

تو ہر شخص کے لئے جو لازم ہے وہ یہ ہے کہ وہ خواہش پرستی کی عادت سے خدا پرستی میں  
 پہنچ جائے اور دین کا درد اس کو دامن گیر ہو جائے اور اس کو وہ کی صحبت کی دولت کی تلاش  
 کرے جو علماء آخرت ہیں اور العلماء اُمّتی کا نبیاء عربی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی  
 اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) جن کا تمغہ امتیاز ہے تاکہ ان کی خدمت و صحبت میں ان کی خدمت  
 کی برکت سے دن بدن بُرے عادات و خصائل نیک اور اچھی صفتوں اور خصلتوں سے تبدیل  
 ہوتی جائیں۔ اور کافر نفس کے ہاتھ سے چھٹکارا پالیں۔ اور اسلام کا جمال مشاہدہ کر لیں۔ اور  
 توحید مطلق تک پہنچ جائیں۔ اور بارگاہ وحدانہ لاشریک لہ میں باریابی پالیں۔ اسی کی طرف  
 اشارہ ہے جو کہا ہے۔

اوصاف ذمیرہ چوں بدل شد      ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد  
 چوں نیستی تو شد محقق      خیزد ہمہ نعرہ انا الحق  
 ایں جا ست نہایت طریقت      ایں ست خلاصہ حقیقت  
 آں ہوا ی کہ پیش ازیں باشد      رسم و عادت بود نہ دیں باشد  
 (جب بری عادتیں اچھی عادتوں سے بدل گئیں تو تیری جتنی مشکلیں تھیں سب حل ہو گئیں۔  
 جب تیرے وجود کا معدوم ہونا محقق ہو گیا تو انا الحق کا نعرہ شروع ہو گیا۔ یہیں طریقت  
 کی انتہا ہے اور یہی حقیقت کا خلاصہ ہے۔ وہ ساری خواہشیں جو اس دولت کے حصول کے  
 قبل تھیں وہ سب رسم و عادت تھیں۔ دین نہیں تھا۔)

اے عزیز! اگرچہ یہ سعادت و دولت اللہ جل و علاء کے فضل سے ہے لیکن  
 بندہ کو بندگی کے حکم کے تحت بندگی پر قائم رہنا چاہیے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور خود  
 کو دنیا کی آفتوں، نفس کافر کی لذتوں، شہوتوں سے باہر نکالنا لازم ہے تاکہ اس دولت و

سعادت کے لائق ہو جائے۔ جیسا کہ کہا ہے

گر تراہست آرزو اندر وصال      تا بہ بینی حسن و الوارہ جمال  
کم خور و کم خب تن را میگذارد      خواستش آن آرزو و آن نیاز  
بر تراست زین تیرگی و آب و گل      تا رسی در روشنی و جان و دل

اگر تجھے وصال کی آرزو ہے تاکہ تو اس حسن و جمال کے انوار کو دیکھے  
تو کم کھانا اور کم سونا اختیار کر تن آسانی چھوڑ دے نفس کی آرزو و نیاز مندی کو ترک کر دے۔  
وصال یا آب و گل کی اس تیرگی سے برتر ہے اس لئے اس تیرگی سے نکل آ تاکہ تو  
روشنی و جان تک پہنچ جائے۔

والسلام

حقیر شرف منیری

## مکتوب ۱۲۲

# مسلمان کے اوصاف اور نفس و شیطان کے مغلوب کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گر مسلمان تو بیداری چراست      چونکہ بیداری مسلمان کی جاست  
خلق آزاری تو بادست و زبان      سو و خود بینی زبان دیگران  
اگر تم مسلمان ہو تو تمہاری یہ ستمگری کیا ہے اور جوں کہ تم ظالم و ستمگر ہو لہذا تم میں مسلمان  
کہاں ہے۔ تم اپنے ہاتھ اور زبان سے لوگوں کو ستاتے ہو تکلیف پہنچاتے ہو۔ اپنے  
نفس کی خاطر دوسروں کے نقصان کے خواہاں ہو۔

اے بھائی! مسلمان وہ ہے کہ جس پر شرع کا یہ حکم وارو ہے المسلمون من سلم  
المسلمون من یدہ ولسانہ۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھوں سے مسلمان

سلامت و محفوظ رہیں اور اس کے دل کو کسی قسم کی تکلیف اس سے نہ پہنچے اس لئے کہ مومن کا دل خالصاً و مخلصاً خداوند جل و علا کا گھر ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مومن کے دل کو تباہ کرتا ہے اس نے خدا کے گھر کو تباہ و برباد کیا۔ اس لئے کہ مَنْ هَدَمَ قَلْبَ الْمُؤْمِنِ فَقَدْ هَدَمَ بَيْتَ اللَّهِ۔ جو شخص مخلوق کو تکلیف پہنچانے والا ہے اس کے بارے میں یہ ثنوی ہے کہ

ہر کہ آزار است حق بیزار او نام او مومن محواں مومن گو

نامبارک باشد آزار کساں موزی را تو مسلمانی مدان

(جو شخص مردم آزار ہے حق سبحانہ تعالیٰ اس سے بیزار ہے اس کو مومن کے نام سے یاد کرو۔

اسے مومن نہ کہو۔ لوگوں کو ایذا پہنچانے والا نامبارک اور منحوس ہے کسی موزی کو تم مسلمان نہ جانو۔)

اے بھائی! مسلمان ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد بہت

ہے لیکن حقیقی مسلمان عالم میں شاذ و نادر یعنی بہت ہی کم ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے کہ

سالك اسلام گر آساں بدے ہر کے چوں شبلی وادھم شدے

تا نگر دی تو مسلمان از دروں کے توانی شد مسلمان از بروں

(اے روندہ راہ اگر اسلام اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر شخص اپنے وقت کا شبلی اور ابراہیم بن احم

ہوتا۔ جب تک تم دل سے یعنی باطن سے مسلمان نہیں ہوتے۔ ظاہری مسلمان ہونے سے کب تم حقیقی

مسلمان ہو سکتے ہو۔)

آدمی کی سرشت میں ایک کافر نفس ہے کہ دنیا کی پونجی اس کا قبلہ ہے اور دنیا کی لذتیں

شہوتیں اس کی محبوب ہیں۔ اسی معنی کے رو سے آدمی مردہ ہے اگرچہ صورتاً دیکھنے میں زندہ معلوم

ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے کہ

نفس اگر چہ زیر کست و خردواں قبلہ اش دنیا ست اور مردہ داں

(نفس اگرچہ بہت پوشیا ہے لیکن اسے کمینہ جانو کیوں کہ اس کا قبلہ دنیا ہے اور جب دنیا

اس کا قبلہ ہے تو اسے مردہ سمجھو۔)

اس کی تمام ہمت مال و اسباب سمیٹنا اور جاہ و مرتبہ حاصل کرنا ہے لامحالہ وہ آدمی کو

گمراہ کرتا ہے۔ چنانچہ غمزد و فرعون کو اس نے گمراہ کیا۔

ترا تا نفس کافر در کین ست کجا تورہ روی آنجا کہ دین است

ازیں کافر کہ مارا در نہاد دست مسلمان در جہاں کتر فتادست  
 (جب تک یہ نفس کافر تمہارے گھات میں ہے اس وقت تک تمہیں وہاں تک کیسے پہنچنے دے گا  
 جہاں دین ہے۔ یہ کافر نفس جو ہم لوگوں کی سرشت میں ہے اس کی وجہ سے دنیا میں حقیقی مسلمان  
 بہت کم ہیں۔)

مگر اس وقت جب کہ اس نفس کافر کی گردن مجاہدہ و ریاضت کی تلوار سے اڑا دو۔ اور  
 اس کی خواہشوں، آرزوؤں، مرادوں سے اسے محروم کر دو اور اس کے کاموں سے اپنی نوا  
 نہ دکھلاؤ اس وقت مسلمانی کا رخ تاباں دیکھو گے اور موحدوں کی توحید کو پاؤ گے، جیسا کہ کہا ہے  
 کافر نفس چوں زبون تو شد گر ہمہ کفری ہمہ ایماں شوی

(جب تمہارا نفس کافر تم سے مغلوب ہو گیا تو تم ایمان مجسم ہو گئے۔ اگرچہ مجسم کفر تھے۔)  
 بزرگوں کا ارشاد ہے کہ مردانگی و بہادری صرف یہ نہیں ہے کہ آدمی سے جنگ کریں  
 اور اس پر غلبہ پائیں کافروں سے قتال کریں اور اس پر فتح پائیں۔ بہادری تو یہ ہے کہ اپنے اس  
 نفس کافر کی گردن اڑا دیں النفس ہی العنم الاکبر (تمہارا یہ نفس کافر ہی سب سے بڑا بت ہے)  
 تو جس نے خداوند جل و علا کی محبت میں قدم رکھا اور خداوند تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا اس پر  
 فرض عین ہے کہ اس بت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور اس سے جہاد و جنگ کرے۔ ایسی جنگ  
 جس میں کبھی صلح نہ ہو۔ اسی معنی میں کہا ہے۔

سہل بشیری داں کہ صفہا بشکند شیر آں باشد کہ خود را بشکند  
 (اس بہادری کو بہت آسان جانو جس سے دشمنوں کی صفیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ شیر تو وہ ہوتا ہے  
 جو خود اپنے نفس کو چیر ڈالے۔)

ماقت و خاتمہت بخیر ہو۔

والسلام

فقیر شرف میزی



# مکتوب ۱۲۵

## گردش و روش میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ای خواندہ خدائے رابعدات دوری ز شہادت حقیقت  
تا کے بزبان خدا پرستی این نیت مگر ہوا پرستی  
(اے عادت کے طور پر زبانی اللہ اللہ کرنے والے تم مشاہدہ یعنی کلمہ شہادت کی حقیقت  
سے بہت دور ہو۔ کب تک محض زبان سے خدا پرستی کرتے رہو گے۔ یہ خدا پرستی نہیں ہے بلکہ  
خواہش پرستی ہے۔)

کاتب مکتوب کا سلام و دعا قبول کرو۔ برادر عزیز کا خط ملا تھا۔ پڑھا۔ اسے  
بھائی۔ ہوشیار رہو۔ جب تک گردش، تبدیلی، اوصاف نہیں ہوتے اس وقت تک روش  
نہیں ہوتی اور جب تک روش نہیں کشش نہیں ہوتی۔  
کشش جسے جذبہ کہتے ہیں، مقصود تک وصول رسائی اللہ تعالیٰ کے طریقہ جاریہ کے دستور  
کے مطابق بغیر اس جذبہ کے نہیں ہوتی اور یہ کام یہ مقصود چاشت و اشراق پڑھ لینے سے  
نہیں حاصل ہوتا۔ اگر پوچھو کہ پھر وہ کون سا کام ہے کس طریقہ سے پورا ہوتا تو سنو وہ یہ ہے  
جو کہا ہے۔

خود را بر کاب رہیرے بند تا باز رہا بندت ازیں بند  
تار ہیرت عادت خویش شیطان و منافق نہ درویش  
(تم خود کسی رہ بر کامل کی رکاب پکڑ لو تاکہ تمہیں اس قید ہوا و ہوس سے رہا کر دے جب تک  
تمہاری عادت تمہاری رہیرے اس وقت تک تم شیطان و منافق ہو۔ درویش نہیں ہو۔)  
خواہی کہ شود مراد حاصل پیرے طلب اے جوان غافل

پیرہ کبریت امر آبدست سینہ او بجا حضرت آبدست

(اگر تم چاہتے ہو کہ مقصود حاصل ہو تو اے غافل جوان! کسی پیر کی تلاش کر۔ پیر سرخ

گندھک نایاب ہو رہے ہیں ان کا سینہ سبز سمندر ہو گیا ہے۔)

جس کی ہمت یہ ہوگی کہ عادت پرستی سے نکل کر خدا پرستی تک پہنچ جائے تو اس پر فرض ہے کہ رات دن اس گروہ کے فرد کی خدمت و صحبت میں لگا رہے تاکہ دن بدن اس کے بڑے عادات و خصائل نیک اور اچھے اخلاق میں تبدیل ہو جائیں نفس کافر کے حجاب سے نکل آئے توحید کا جمال مشاہدہ کرے اور حقیقی موجد ہو جائے۔

اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد

چوں نیستی تو شد محقق خیزد ہمہ لغسہ انا الحق

آں ہوائی کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دیں باشد

(جب بری خصلتیں اچھے اخلاق سے بدل گئیں تو تیرے جتنے عقدے تھے سب حل ہو گئے

جب تیری ہستی ثابت ہو گئی تو پھر تجھ سے انا کا ذکر جاری ہو گیا۔ اس سے قبل جو خواہش

تھیں وہ رسم و عادت تھیں دین نہیں تھا۔)

والسلام

فقیر شرف منیری

مکتوب ۱۲۶

فضول بات کو ترک کرنے اور راہِ مسلمانی میں قدم

رکھنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذرہ در رخدادِ دل ترا بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا



(اللہ کی طلب کے درد کا ایک ذرہ بھی اگر تیرے دل میں ہے تو دونوں جہان کے سرمایہ سے تیری یہ یونہی کہیں بہتر ہے۔)

عزیز بھائی محمد دیوانہ کا تب مکتوب شرف نیری کا سلام و دعا قبول کرو۔  
برادر عزیز پر واضح ہو۔ بلواس اور گفتگو کی یہ کیفیت کب تک۔ ایک بزرگوار سے سنو کیا کہتے ہیں  
لے غرہ شدہ بگوچہ سوداست کارے بسر زبان نشد راست  
تا کے بزبان خدا پرستی این نیست مگر ہوا پرستی

زاے مغرور بتایہ کیا خبط ہے کوئی کام صرف زبانی دعویٰ سے درست نہیں ہوا ہے کب تک  
زبان سے خدا پرستی کا دعویٰ ہوگا۔ یہ خدا پرستی نہیں یہ تو خواہش پرستی ہے۔

اے بھائی! اگر صرف زبان سے ایمان کا اقرار "ایمان لسانی" کسی کے کام آتا تو  
کوئی منافق کافر نہ ہوتا۔ ہوش میں رہو حقیقت کی طلب کرو مجاز کو چھوڑ دو یہی ہے جو کہا ہے

گر مرد رہی محال بگذار تحقیق طلب خیال بگذار

توحید نہ کار آب و خاک است کاندردل صاف مہمان پاک است

تا کے نفس از گمان بزاری ایماں بدل ست و دل نداری

(اگر تو اس راہ کا مرد ہے تو محال اور ناممکن کا لفظ چھوڑ دے حقیقت کی طلب کرو، واہمہ کو ترک کر دے۔

توحید آب و خاک کا کام نہیں۔ توحید پاک جان اور ظاہر و مظهر دل کے اندر ہے کب تک سانس

اس واہمہ و گمان میں لیتا رہے گا کہ تو ایمان والا ہے ایمان تو دل سے ہے اور تیرے پاس دل

ہی نہیں ہے۔)

اے بھائی! اگرچہ یہ کام خدا کے فضل سے ہے۔ ہمارے تمہارے علم و عمل سے

نہیں۔ لیکن بندہ ہونے کے حکم کی بنا پر جہاں تک ممکن ہے کوشش و کاوش کرنی چاہیے۔ بندگی  
کے ثبوت و حقیقت کے اظہار کے لئے اسی کو کہا ہے

از کوشش و دانش و عمل نیست این جز بعنایت ازل نیست

با این ہمہ جہد خویش بنمای توفیق چو ہست کار فرمای

(یہ دولت کوشش اور علم و عمل سے نہیں یہ تو محض عنایت ازل یعنی فضل خدا سے ہے

ان سب کے باوجود اپنی کوشش جاری رکھو جب کہ توفیق خداوندی کار فرما ہے۔)

رسم و عادت میں رہنا بت پرستی ہے اسلام نہیں۔ اس لئے کہ مسلمانی دوسری چیز ہے اور رسم و عادت دوسری ہے، اسی کو کہا ہے۔

از کوشش و دانش و عمل نیت      این جز بعنایت ازل نیت  
اے گشتہ مرید رسم و عادت      دوری ز حقیقت ارادت  
تار ہیرت عادت خویش      شیطان و منافق نہ درویش

(یہ اپنی کوشش اور علم و عمل سے نہیں ہے یہ محض عنایت ازل ہے۔ اے وہ کہ تو رسم و عادت کا مرید ہو گیا ہے تو ارادت کی حقیقت سے بہت دور ہے جب تک تیرا پیر تیری عادت ہے اس وقت تک تو شیطان ہے منافق ہے درویش نہیں ہے۔)

اے مہمانی! فضول کاموں میں عمر گزر گئی اور جو باقی ہے وہ بھی گذر جائے گی۔ اس درجہ دوڑ دھوپ مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کی چکر کیوں ہے۔ اس کا غم کھانے اور فکر کرنے سے کیا فائدہ ہے۔

چندیں چہ طلب کنی چپ و راست      سرمایہ زیاں شد این چہ پرواست  
اے گم شدہ پیش و پس چہ گردی      انیک رہ خود بر و بستی  
جانی بکن لے پسر کہ بے رنج      ممکن نشود کشاو ن اندر گنج

(اس درجہ دائیں بائیں طلب و تلاش کیا ہے۔ سرمایہ تو ضائع ہو چکا اب یہ کیا سودا ہے۔

اے گم گشتہ راہ! آگے پیچھے کیا کر رہا ہے اب تو اپنی راہ جو نزدیکی کے ساتھ چل۔ اے

بیٹے! جان کی بازی لگانے کے اس خزانہ کا کھلنا بغیر محنت و مشقت کے ممکن نہیں ہے۔) وَالسَّلَامُ

شرف منیری

مکتوب ۱۲۷

خاکساری، انکساری اور دل کی صفت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

در زہد بود منبر و محراب تحقیق      در عشق بجز بادہ و خمار نباشد

(یہ حقیقت ہے زہد میں نبرد محراب چاہیے، لیکن عشق میں سوائے نشہ اور خرابی کے اور کچھ نہیں ہے۔)  
برادر مولانا محمود جعل اللہ صاحب المجد بالنبی والہ۔ کاتب مکتوب

شرف نیری کے سلام و دعا کے بعد واضح ہو۔

آں برادر نے اپنے حسن ظن کی بنا پر اس شخص کی جس کی (مری) صفت میں افرا بیت  
من اتخذ الہدھواہ (بتاؤ جس نے اپنی خواہشات کو اپنا مہم جو بنالیا) ہے تو صیغہ مقبولین  
کی نعمت اور مقربین بارگاہ پاک کی صفت سے کی ہے اور اس میں غلو کیا ہے اور زحمت بھی گوارا  
فرمایا ہے اسے پڑھا۔ آں برادر کو اپنے اس حسن ظن کا ثواب اور اجر ملے گا۔ انشاء اللہ۔

لیکن اے بھائی! لیس الخبر کا معاینہ (سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی چیز کے جیسی  
تو نہیں ہوتی) یہ فقیر اپنے آپ کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن جب ظن المؤمن لایخطی (مومن کا  
نیک گمان غلط نہیں ہوتا) منقول ہے تو امید بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسے نیک فال سمجھتا ہوں۔  
اس حکم کی بنا پر کہ انا عند المنکسرت قلبہم لاجلی (میں شکستہ دلوں کے قریب ہوں) اور  
یہ اس بارگاہ پاک سے ایک عطا ہے جو آپ کے قصور میں آئی کہ محب حبیب محبوب میں گم اور فنا ہوا  
توصفات کے ساتھ قائم اور متصف ہو گیا۔ اور اس مرتبہ و درجہ کو پہنچ گیا کہ کنت سمعہ و  
بصرہ و لسانہ و یدہ تو میں اس کا کان اس کی آنکھ اس کی زبان اور اس کا ہاتھ ہوں۔ اب  
یہ محب جو بھی بولتا ہے محبوب کی زبان سے بولتا ہے۔ اور اس کا کیا ہوا فعل محبوب کا فعل ہوتا ہے  
جیسا کہ مولانا روم کہتے ہیں۔

کارے کہ کنی تو درسیانہ آں کردہ حق بود یقین داں

(جتنے کام تو کرتا ہے تو صرف درسیانی ہے وہ سب حق تعالیٰ کا کیا ہوا ہے اسے یقین کر لو)

اے بھائی! دل ایسا ہونا چاہیے جو خود ہی اپنے وجود و ہستی سے گذرا ہوا ہو۔ اور محبوب کے

واصل و ملا ہوا، ہو محبوب کے جملہ صفات سے مالا مال ہو اور اس پر سلی مجنوں کا قصہ شاہد ہو

چوں کہ مجنوں درگذشت از خشک تر آنگہ شد سقلیش، سچو ز ر

مونس سلی شد و سلی گزید ہجو حوشی انس از خلقاں برید

پُر شد از سلی ز پایاں تا بسر ہجو لعلے از صفات ماہ خور

(جب مجنوں اس بجزوہ سے گذر گیا اس وقت اس کا تانبے کا قلب سونا ہو گیا۔ سلی کا مونس ہو گیا

یہی کو پسند کر لیا۔ سارے جہان سے وحشی کے مانند انس منقطع کر لیا۔ سراسر اپنی اسی کے صفات سے متصف ہو گیا ایسا کہ جس طرح سنگریزے آفتاب و مہتاب کی کرنوں کی تاثیر سے نعل بن جاتے ہیں اس معنی و حقیقت سے جو حصہ آن برادر کو مل گیا ہے وہ مبارک ہو اور جو ملنے والا ہے اس سے بھی مالا مال ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اجداد کی حرمت کے طفیل۔

اے بھائی! خلاصہ یہ ہے کہ قلب المؤمن عرش اللہ (مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے) اللہ کو یہیں تلاش کرو۔ یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

مخرب جہاں جمالِ خسارۂ ماست سلطان جہاں دردِ دل بیچارۂ ماست  
حلول و اتحاد این جا محال است کہ در وحدتِ دوئی عیبِ ضلال است

(عالم کا مخرب ہمارے رخسار کا جمال ہے۔ سارے جہاں کا بادشاہ ہمارے غریب دل کے اندر ہے۔ حلول و اتحاد کے بغیر اس لئے کہ یہاں حلول و اتحاد محال ہے کیوں کہ وحدت میں دوئی عیب و رگڑا ہی ہے) حلول و اتحاد کے وہم و گمان کے بغیر بلکہ معنی کے رو سے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

در حبان منی زراہ معنی چوں یافتہ ام حرات جویم

(آپ میری جان کے اندر ہیں معنی کی راہ سے۔ جب میں نے آپ کو پایا تو پھر آپ کو ڈھونڈوں کیوں۔)

اور ایک عزیز نے کہا ہے۔

آخر تم نکوئی کہاں حاصل کر سکو گے، وہ گم ہو چکی ہے جسے تم ڈھونڈتے ہو۔ اب چھوڑو کہ  
بگذار کہ جملہ سرگذشت است بنشین نفسے کہ جائے گشت است

(آخر تم نکوئی کہاں حاصل کر سکو گے، وہ گم ہو چکی ہے جسے تم ڈھونڈتے ہو۔ اب چھوڑو کہ سب کچھ چلا گیا لیکن تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ کہ شاید وہ نکوئی واپس آجائے)

وہو معکم اینما کنتم وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ عاشقوں کا یہ حاصل وقت اور سرمایہ نقد ہے۔

وعدہ وصل دیگران فدا وعدہ وصل عاشقان کنوت

(دوسروں کے لئے وصل کا وعدہ کل کا ہے عاشقوں کے ساتھ وصل کا وعدہ آج ہی ہے۔)

جیسا کہ ایک دوسرے عزیز نے اسی معنی میں کہا ہے۔

رہبر چہ کند چو عشق دلدار اورا سوئے خویش رہنمون شد

از عقل گریخت جان مسکنش در روضہ سخرم جنوں شد  
 (رہبر) دلاں) کیا کرے گا جب محبوب کا عشق خود اپنی طرف رہنمائی کر رہا ہو۔ اس کے مسکن کی  
 جان عقل سے گریزاں ہوگئی جب وہ خوشی و شادمانی کے اس باغ میں پہنچا تو اسے جنون ہو گیا۔  
 اسے بھائی اتوشتہ اور عقل کے سرمایہ کے ساتھ یہ راہ طے نہیں ہو سکتی۔ اس راہ کی  
 سہاری اور ان کا توشتہ عشق ہے وہ عشق جسے دیوانگی کہتے ہیں کہ العشق جنون الہی (عشق  
 ایک جنون الہی ہے) معشوق عاشق کو یہ پیغام بھیجتا ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں کہا ہے  
 تا تو انی باخرد بیگانہ باش عقل را غارت کن و دیوانہ باش  
 زانکہ گر تو عاقل آئی سوئے من زخم بسیاری خوری در کوئی من  
 نیک گر دیوانہ آئی در شمار هیچ کس را یا تو بود، هیچ کار  
 (جہاں تک تجھ سے ہو سکے عقل سے بیگانہ ہو جا۔ عقل کو غارت کر دے اور دیوانہ ہو جا۔ اس لئے  
 کہ اگر عقل و ہوش کے ساتھ میری جانب آئے گا تو میری گلی میں بے حساب چرٹ کھائے گا۔ لیکن  
 اگر دیوانوں کے زمرہ میں داخل ہو کر آئے تو کسی کو بھی تجھ سے کوئی سروکار نہ ہو گا۔)  
 الحمد للہ خدا کا شکر ہے یہ پیغام جو آں برادر کے حق میں آپ کے مشاہدہ میں آتا ہے  
 امید ہے اس میں اور ترقی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ عاقبت بخیر ہو اور عشق پر ہو اور شہید  
 عشق ہو جاؤ

عقل فرماں کشیدنی باشد عشق ایماں پیشیدنی باشد  
 (عشق ایماں کی علات کو چمکنے والا ہوتا ہے جب کہ عقل فرماں برداری کرنے والی ہوتی ہے۔)  
 عاشقان جام قدح آنگہ کشند کہ بدست خویش خواباں شاں کشند  
 ہر کہ در راہ خدا مقبول شد کشتہ حق است او مقبول شد  
 نیم جاں بستاں و صد جانی دہد آنچه اندر وہم نیاید آں دہد  
 (عشاق خوشی کے جام اس وقت نوش کرتے ہیں جب ان کا معشوق اپنے ہاتھوں سے انہیں پلاتا ہے جو  
 خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔ وہ حق سبحانہ تعالیٰ کے مقبول ہیں اور اس کے مقبول ہیں، وہ تمہاری  
 ادھوری جان لیتا ہے اور سو جان عطا فرماتا ہے اور اس کے عوض وہ دیتا ہے جو تمہارے دم و نیم میں بھی نہیں سکتا۔)

وَالسَّلَام



# مکتوب ۱۴۸

## بندگی کرنے اور صبر و شکر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بندہ آں بہتر کہ بر فرماں رود  
عمر روز پنج و شش می بگذرد  
کز خداوند آنچه خواهد آں رود  
خواہ ناخوش خواہ خوش می بگذرد

(بندہ وہی بہتر ہے جو فرماں برداری کرتا ہے۔ خداوند جل شانہ اس سے جو چاہے وہی کرتا ہے۔

یہ پنج روزہ عمر تو گذر ہی جاتی ہے خواہ خوش گذرے خواہ ناخوش۔)

کاتب مکتوب شرف نیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں۔

حاجی عمر قندی سے گذشتہ تمام کیفیتیں معلوم ہوئیں۔ اے بھائی! بندگی ہے

بندگی میں بجز صبر و شکر اور کوئی دوسری چیز نہیں اور یہ خود لطف و کرم ہے۔ ہم لوگوں سے

بس اسی صبر و شکر کو پسند کیا گیا ہے۔

ناکساں را بلطف خود کس کرد  
شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

(یہ قدروں کو اپنی ہر بانی سے قابلِ قدر بنا دیا ہے اور بندہ سے صرف صبر و شکر کے مطالبہ ہی پر اکتفا کیا)

اے بھائی! جس طرح چر کے لگتے ہیں تو راحت بھی پہنچتی ہے نیش مارتے ہیں تو

مرعہ بھی برکت دیتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے

گر ترا ضرب جراثم نبوت  
تا ابد امید راحت نبوت

(اگر تجھے جراثم کی چوٹ پہنچی تو ہمیشہ کے لئے تجھے راحت کی امید بھی نہ ہوئی۔)

بندہ بھی ہوا اور اپنی مراد بھی ہو یہ دونوں چیزیں ہرگز یکجا نہیں ہو سکتیں۔ اس خیال کو

دل سے نکال دینا چاہئے۔ انبیاء اور اولیاء امراء اور سلاطین نے کچھ چیزیں ایسی چاہیں کہ

ہو جائیں لیکن نہ ہوئیں اور کچھ چیزیں ایسی بھی تھیں جسے چاہا کہ نہ ہوں لیکن وہ ہو گئیں۔ اسی کو

کہا ہے۔

می نیا بیم آنچہ می جو بیم ہی      زیں سبب ساکن نمی گرم دی  
 در میان این و آن در ماندہ ام      تاکہ جاں دارم بجاں در ماندہ ام  
 (جو میں چاہتا ہوں اور تلاش کرتا ہوں وہ نہیں پاتا اسی سبب سے سکون کی ایک سانس بھی نہیں لیتا۔  
 اس کے اور اس کے درمیان دوڑتے دوڑتے تھک گیا ہوں۔ اس دوادوش میں جان کا یہ حال  
 ہو گیا ہے کہ اس سے بھی عاجز آ گیا ہوں۔)

ایک بزرگ نے ایک نیا غلام خریدا۔ اس سے پوچھا۔ تیرا کیا نام رکھوں اس نے کہا جو آقا  
 چاہیں۔ کہا تیرے کھانے کے لئے کیا سامان کروں، اس نے کہا جو آپ چاہیں۔ پھر سوال کیا تیرے  
 پہننے کے لئے کون سا کپڑا بناؤں؟ جو اب دیا جو مالک چاہیں۔ ان بزرگ نے کہا میں نے یہ بندہ  
 یعنی غلام نہیں خریدا ہے بلکہ یہ استاد ہے جسے میری تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہے۔ تاکہ یہ مجھے  
 بندگی سکھائے۔ اسی کو کہا ہے۔

چند پرسی کہ بندگی چہ بود      بندگی جو فلک بندگی بود  
 بے رضائے حق از چہ راحت تست      آن نہ راحت کہ آن جہ راحت تست  
 (کب تک یہ پوچھتے رہو گے کہ بندگی ہوتی کیا ہے؟ سنو۔ بندگی خود کو ڈال دینے کے سوا اور  
 کچھ نہیں۔ اللہ رب العزت کی خوشنودی سے خالی راحت اگر تجھے ہو تو ایسی راحت تیرے  
 لئے جہ راحت زخم ہے)

اے بھائی! اس کی کوشش نہ کرو کہ آج تمہاری مراد اور آرزو پوری ہو جائے۔  
 کوشش اس میں کرو کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی و رقتا تمہیں حاصل ہو جائے۔ اور جب  
 اس کی رضا حاصل ہو گئی تو من لہ المولیٰ قللہ انکل (مولیٰ جس کا ہو گیا سب کچھ اسی کا ہو گیا) کی  
 دولت اسے حاصل ہو گئی۔ اسی کو کہا ہے۔

در بہشت فلک ہمہ خا ماں      در بہشت تو دوزخ آشا ماں  
 بد درت خوب وز زشت را چہ کنم      چوں تو ہستی بہشت ما چہ کنم  
 (آسمان والے بہشت میں تو تمام خام کار رہتے ہیں آپ کی لقا اور دیدار کی بہشت میں  
 خون کے گھونٹ پینے والے رہتے ہیں آپ کے در پر بوشے نیکیوں اور بلائوں کی نلک کیا کروں جب آپ میرے ہیں تو

بہشت کو لے کر میں کیا کروں

لیکن اگر تم یہ چاہو کہ یہ معلوم کرو کہ حق سبحانہ تعالیٰ ہم سے راضی و خوشنود ہے یا نہیں؟ تو اہل معرفت کا قول ہے کہ اپنے اعمال کا جائزہ لو کہ طاعت ہی طاعت ہے یا معصیت ہی معصیت ہے یا دونوں ملے جملے ہیں اگر تمہارے سارے اعمال طاعت یعنی صالح ہیں تو اللہ جل شانہ تم سے خوشنود و راضی ہے۔ اس لئے کہ خوشنودی کی علامت طاعت و بندگی ہے اور اگر تمہارے اعمال گناہ کے ہیں تو خدا تم سے ناخوش ہے۔ کیوں کہ اس کی ناخوشی کی پہچان گنہگاری ہے۔ اور اگر دونوں ملے جملے ہیں تو دیکھنا ہو گا کہ غالب کیا ہے۔ کیوں کہ ایسے میں حکم غالب پر ہوتا ہے، تو تم کو تم کو اور تمہارے تمہارے جیسے دوسروں کو یہ دولت کہاں کہ طاعت ہی طاعت ہو۔ یہ بھی کچھ کم نہیں ہے کہ طاعت کا حصہ غالب ہو۔ خدا اپنے پناہ میں رکھے۔ اگر طاعت کا حصہ مغلوب ہو تو اس کے عذاب و عتاب کے لائق ہو جاؤں گا۔ اور جو اس کے عذاب و عتاب کے لائق ہوا تو اس کے لئے رہائی نہیں ہے۔ ہاں ہم لوگوں کے لئے رستگاری و نجات کی یہی ایک صورت ہے کہ استغفار اور توبہ کریں کیونکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جیسا کہ کہا ہے۔

اے پیر گنہگار اور توبہ کا شاہد است انواع نعم بہر تو آمادہ نہادہ است

بشتاب سوئے توبہ کہ از مادریستی کو کردن تاخیر لے واقعہ راست

تقصیر مکن، بیخ تو از کردن طاعت کا نہا کہ بیایست ترا جملہ بدادست

اے بوڑھے گنہگار توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے طرح طرح کی نعمتیں تیرے لئے تیار رکھی ہیں۔ تو

توبہ کرنے میں جلدی کرو کہ اس دنیا نے تاخیر کرنے کی وجہ سے بہت سے واقعات کو جنم دیا ہے

بندگی کرنے میں تو کوتاہی نہ کر اس لئے کہ تجھے جو کچھ چاہیے تھا وہ سب دیدیا ہے۔

اے بھائی! چونکہ دنیاوی مشغلہ سے یکایک نکل آنا اور اس شکل ہے اس لئے جہاں

تک ممکن ہے اپنی قوت اور طاقت کے مطابق غم، اندوہ، حسرت، اور تہمت سے خالی نہ رہو۔

اور جہاں تک میسر ہو اگلے گناہوں کی معافی چاہتے رہو۔ اس لئے کہ عمر ساٹھ ستر سال کی ہو گئی۔

جو سانس باقی ہے فرصت باقی ہے۔ خود کو سمجھو۔ جیسا کہ کہا ہے۔

کار خود را ز زندگانی کن بہرگ زانکہ متواں کرد کارے روزمرگ

ایں زماں دریاب کا ساں با شدت ورنہ دشواری فراواں با شدت



(اپنا کام اسی زندگی میں کر لے اس لئے کہ مرنے کے روز کچھ نہ کر سکے گا۔ اسی وقت سب کچھ حاصل کرے کہ ابھی تیرے لئے آسان ہے ورنہ پھر تجھے بڑی مشکل پڑے گی۔)

جب معاملہ آخر عمر کو پہنچ گیا ہے تو استغفار کو اپنا وظیفہ بنا لو اور پانچوں وقت خاص طور پر ملا توں کو استغفار بے انتہا کرو۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص استغفار بہت زیادہ کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کو غم سے رہائی دیتا ہے روپیہ پیسہ کی تنگی سے کالتا ہے اور اسے روزی دہاں سے دیتا ہے جہاں اس کا واہمہ بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث آئی ہے کہ جب تم میں سے کسی کا گناہ بہت زیادہ ہو جائے تو اس سے کہو استغفاراً بہت زیادہ کرے۔

قسم ہے خدا کی جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا ہے استغفار اس کے گناہوں کو ایسا کھا جاتی ہے جیسے لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے۔ اور حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل ہے کہ حضور اس تاج نبوت کے ساتھ روزانہ ستر بار استغفار فرماتے اور آخر میں سو بار پہنچا دیا تھا۔ تفسیر امام زاہد میں مرقوم ہے کہ اس امت کی دو پناہ ہے ایک تو ہمارے سامنے سے پردہ میں ہے یعنی حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور ایک باقی ہے اور ابھی قائم ہے اور وہ استغفار ہے۔ اسی کو کہا ہے۔

ترا نفس کافر کمین است کجا تور ہیری آنجا کہ دیلاست  
نفس گرچہ زیرک است تو خردہ داں قبلہ اش دنیاست اور مردہ داں  
از ریاضت ہی شود این نفس رام چارہ دیگر ندارد والسلام

(جب تک یہ نفس کافر تیرے گھات میں ہے تو اس مقام تک کیسے پہنچ سکتا ہے جہاں دین ہے۔ یہ نفس اگرچہ بہت چالاک ہے لیکن تم اسے کبیتہ جانو۔ یہ مردار دنیا اس کا قبلا ہے اس لئے اسے مردہ خور سمجھو۔ نفس ریاضت ہی سے سیدھا ٹکوا ہوتا ہے اس کے سوا اور دوسری کوئی ترکیب نہیں۔ اللہ تمہیں اس کے شر سے سلامت رکھے۔)

نقل ہے کہ خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی کسی مہم میں یا حاجت براری کے لئے امداد چاہتا تو آپ اسے حکم دیتے استغفار بہت زیادہ کرو اور اگر کوئی تنگی معاش کے دفع کے لئے کہتا تو اس وقت بھی یہی فرماتے کہ استغفار بہت زیادہ کرو۔ جیسا کہ کسی نے مناجات کی ہے

بود عین عفو تو عاصی طلب  
 عرصہ عصیاں گرفتہ زمیں سبب  
 چون سیاہ آمد مرارنگ گلیم  
 تو سپیدش کن چو مویم اے کریم  
 از در خویشم گرداں ناامید  
 از سر لطفے سیاهم کن سفید

(آپ کے حقیقی عفو کو گنہگار کی طلب تھی اسی سبب سے میں نے گنہگاری کا میدان اختیار کیا ہے۔  
 میری کہنی کا رنگ گناہ کے میل سے سیاہ ہو گیا ہے اے میرے کریم! آپ اپنے کرم سے اے  
 میرے بالوں کی طرح سفید کر دیجئے۔ اپنے در اقدس سے ناامید نہ لوٹائیے اپنے لطف خاص سے  
 میرے نام سیاہ کو سفید بنا دیجئے۔)



والسلام  
 شرف منیری

## مکتوب ۱۴۹

صبر میں دوسرے طور پر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آدمی بہر بیغمی را نیست پائے در گل جز آدمی را نیست  
 شادی از اہل عصر بیگانہ است آدمی را خود اندوہ از خانہ است

(آدمی غم سے آزاد رہنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔ حیرانی و پریشانی آدمی کے سوا اور کسی کے لئے نہیں ہے۔  
 خوشی اہل زمانہ سے بیگانہ ہے آدمی کو یہ جزن و غم خود اس کی اپنی ذات کے اندر سے ہے۔)

والدہ ماجدہ۔ دامت سیرتھا و عفتھا

کاتب مکتوب شرف منیری کا دعاء سلام قبول فرمائیں۔ اور معلوم کریں۔ حادثوں کی تمام کیفیت اور گزشتہ

حضرت مخدوم جہاں کا یہ مکتوب والدہ ماجدہ کے نام ہے۔ اور کسی خاص حادثہ و واقعہ کے متعلق ہے۔ مکتوب  
 ۱۴۸ بھی اسی مضمون سے متعلق ہے جو کسی عزیز کے نام ہے۔ دونوں مکتوب میں حاجی سمرقندی کے ذریعہ  
 حادثہ کی اطلاع ملنے کی خبر دی گئی ہے۔ (مترجم)

واقعات حاجی سمرقندی سے معلوم ہوئے۔ واضح ہو۔ آدمی ایسا جانور ہے جو اپنی ماں کے پیٹ کے اندر خون کھا کر پرورش پاتا رہا جب وہاں سے باہر آیا تو اس بالافغانہ میں آپڑا۔ جاننا چاہئے کہ یہاں خون کے سوا کیا کھائے گا۔ یہی وہ منزل ہے جس کو تمام لوگوں نے کہا ہے۔

کاش کہ ہرگز نہ زادی مادرم      تا نکر دی کشتہ نفس کافر م  
کاش کہ ہرگز نہ بودے نام من      تا نبودے جنبش آرام من  
ہرگز اور پیش این مشکل بود      چوں تواند کرد اگر صد دل بود

(کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہیں کرتی تاکہ اس نفس کافر کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ کاش میرا نام ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کسی حرکت و سکون کا وجود ہی نہ ہوتا۔ جس کو یہ مشکلیں درپیش ہوں وہ کہتے ہی دیر ہو کر ہی کیا سکتا ہے۔)

چوں کہ عمر کو گذرنا ہی ہے تو آسانیوں میں گذرے یا مشکلوں میں۔ خوشی میں گذرے یا ناخوشی میں۔ سب برابر اور یکساں ہے جیسا کہ کہا ہے۔

عمر روز پنج و شش می گذرد      خواہ ناخوش خواہ خوش می گذرد  
چوں چنیں می گذرد عمر کہ ہست      چیت جز باد از چنیں عمرے بدست

(پانچ چھ دن کی عمر گذر رہی جائے گی خواہ خوشی میں گذرے یا ناخوشی میں جب یہ عمریوں ہی گذر جاتی ہے تو ایسی عمر کے گذر جانے کے بعد سوائے ہوائے نیالی کے اور کیا رہ جاتا ہے۔)

بس اس درمیان جہاں تک فرصت ہے موت اور قبر کی تیاری کریں سفر آخرت کا توشہ مہیا فرمائیں دوسری اور تمام باتوں کو اپنے آگے سے دور کر دیں۔

ترک دنیا گیر کارے مرگ ساز      راہ بس دور است رہ را برگ ساز  
مرگ را بر خلق عزم لازم است      جملہ را در خاک خفتن لازم است

(دنیا ترک کر دیجئے موت کی تیاری کے لئے تمام کچھ راہ بہت دور ہے۔ راستہ کا سامان

مہیا فرمائیے موت لے لئے آمادہ رہنا آدمی پر لازم ہے سب کو قبر میں سونا ضروری ہے۔)

باقی عمرات دن تو بہ واسطہ غفار میں بسر کیجئے اور اپنے ایمان کا نعم کھائی رہئے۔ اپنی تمام گذشتہ کوتاہیوں کے لئے مغفرت مانگئے۔ بے انتہا گریہ و زاری کے ساتھ

فریاد کیجئے۔ اور یہ مناجات کیجئے۔

چوں سیاہ آمد مرا رنگ گلیم تو سپیدش کن چو مویم اے کریم  
خالقاً کہ اہل عادت بودہ ام بارے آخر در شہادت بودہ ام  
از درِ خویشم گرداں ناامید از سرِ لطفِ سیاہم کن سفید  
قطرہ چند از گنہہ شد پدید در چناں دریا کجا آید پدید

(میری کلمی کارنگ میرے گناہوں کے میل سے سیاہ ہو گیا ہے۔ اے کریم! میرے بالوں کی طرح  
اے سفید کر دیجئے۔ اے میرے خالق! میں تو اہل رسم و عادت ہو کر رہ گئی ہوں۔ دیکھئے۔ پھر  
نئے سرے سے کلمہ شہادت پڑھتی ہوں۔ اپنے در پاک سے محروم نہ لوٹائیے اپنے لطف  
خاص سے میرے سیاہ نامہ کو سفید کر دیجئے۔ گناہ کے اگر چند قطرے گر پڑے ہیں تو اس بحر  
مغفوکرم میں وہ کب نظر آتے ہیں۔)



والسلام

حقیر شرف منیری

## مکتوب ۱۵

### دل کی صفائی اور نیت کے خلوص میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیت کن ہر چہ رہ وراے بود نادت خانہ خدائے بود  
ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ہر چہ جز دیں از و طہارت کن  
(جو کچھ تمہاری اپنی روش اور رائے ہے سب کو ختم کر دو تاکہ تمہارا دل خدا کا گھر ہو جائے۔ حق سبحانہ  
تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے سب میں آگ لگا دو اور تباہ و برباد کر دو دین کے سوا جو کچھ ہے اس  
سے پاک و ظاہر ہو جاؤ۔)

اے بھائی! ظاہر کو دنیاوی مشغولیتوں میں بے قراری اور کراہیت کے ساتھ اگر  
آلودہ رکھتے ہو تو کیا اعتبار کہ باطن آلودہ نہ ہو۔ دل تو وہ ہے جو دنیا کی آلودگیوں سے بالکل

پاک ہو۔ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ کا منظورِ نظر دل ہوتا ہے گل (مٹی) نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوْرِكُمْ وَّلَا اِلٰى اَعْمَالِكُمْ وَّلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَّنِيَّاتِكُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں کو اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔) اور دوسرے وہ ہے جو اس عزیز نے کہا ہے

ما زباں را نسکریم و قال را مادروں را بسکریم و حال را  
(ہم زبانی دعویٰ ایمان اور گفتگو کو نہیں دیکھتے ہم تو تمہارے دل اور حال کو دیکھتے ہیں۔)  
آخر سنا ہے ناکہ القلب بیت اللہ تعالیٰ (دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس شعر میں اسی کی طرف

اشارہ ہے۔  
تشنه از دریا جدائی می کند بر سر گنجی گدائی می کند  
(پیا سا ہے اور دریا سے علیحدہ ہو رہا ہے۔ خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور بھیک کا پیالہ ہاتھ میں

لئے پھر رہا ہے۔)  
اے بھائی! مطلوب تو سارے جہاں والوں پر ظاہر و عیاں ہے۔ اگر کوئی شخص  
اپنی بد اقبالی اور بد نصیبی سے خود حجاب میں آگیا ہے تو یہ محرومی اس کی جانب سے ہے۔  
آپنچہ تو گم کردہ ای کز کردہ ای ہست اندر خود تو خود را پردہ ای  
(وہ جو تو نے کھو دیا ہے یہی تو تیری کچی ہے وہ تو تیرے اندر ہے تو خود اپنے آپ سے پر ڈھیل گیا ہے)  
سبحان اللہ! اس سے زیادہ ظاہر اور نزدیک تر اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ جل شانہ  
فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من جبل الوسید (میں تو تمہاری رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہوں)  
عقل جو شکل قائم کر سکتی ہے اور خیال جہاں تک اسے لے سکتا ہے وہم و فہم کی جہاں تک رسائی  
ہے اور اسے پاسکتا ہے اللہ رب العالمین کی ذات اور اس کی صفات اس سے منزہ اور  
پاک ہے اس کے باوجود وہ تمہاری رگ گردن سے بھی نزدیک تر ہے۔ چنانچہ کہا ہے

اے در طلب گرہ کشائی مردہ با وصل بزادہ از جدائی مردہ  
اے بر سر تشنه در خاک شدہ ہے بر سر گنج در گدائی مردہ

(اے وہ کہ طلب کے عقدے حل کرنے میں مرید بن اس کے ساتھ پیدا ہوا اور جدائی میں مر رہا ہے  
اسے وہ کہ سمندر کے کنارے پیا سا خاک پر لوٹ رہا ہے خزانہ پر بیٹھا ہوا ہے اور گداگری میں مر رہا ہے)

اے بھائی! جناب آدم کی ذات اسرارِ غیب کی امانت گاہ تھی۔ ورنہ ایک مٹھی خاک کی یہ آبرو کہاں تھی کہ خلیفہ و نائب ہو۔ وَهَذَا اسْتَرْعَظِيْمٌ یہ ایک عظیم راز ہے۔ اور خواجہ مرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مطہر اس رازِ سرستہ کا یہ پتلا دیتی ہے۔ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهِ (آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے صورتہ کو صفتہ کے معنی میں فرمایا ہے۔ اسی کو کہا ہے

تانیامد جان آدم آشکار رہندالستند سوئے کردگار

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید زد کلید ہر دو عالم شد پدید

(جب تک جناب آدم کی جان ظاہر نہیں ہوئی تھی کسی نے خداوند تعالیٰ کی جانب راہ نہیں پائی تھی جب آدم کا ظہور ہوا تو راستہ بھی کھل گیا اور انہیں سے دونوں جہاں کے تالا کی کنجی ہاتھ آگئی۔)

اس سے زیادہ سننے کی طاقت کان کو نہیں ہے اور اس سے زیادہ بیان کرنے اور لکھنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کے لئے معذرت ہے۔ آخر وہ تو سنا ہے جو کسی نے کہا ہے

زستی گر بگوید رمز عشقش جز ایش در طریقت دار باشد

(اگرستی میں کوئی اس کے عشق کے راز کو افشا کر دیتا ہے تو طریقت میں اس کی سزا سولی ہے۔)

پس راز کا چھپانا اور خاموش رہنا ضروری اور واجب ہے۔ ہاں! رمز و اشارہ میں جلالاً کچھ کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

وانی کہ چرا اہل صفا خاموشند در نکتہ دل بچو خود می کوشند

مے از کف دوستم نفس می نوشند سر بازند و سر حق می پوشند

(جانتے ہو کہ یہ سونیاں باصفا کیوں خاموش رہتے ہیں خود کو دل کے نکتہ میں محور کھننے کی کوشش میں رہتے ہیں۔)

محبوب کے ہاتھ سے ہر لمحہ شراب کا جام نوش کرتے ہیں سر کی بازی لگا دیتے ہیں لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کے راز کو افشا نہیں کرتے ہیں۔)

اے بھائی! اگر یوسف علیہ السلام کو بیچنے کے لئے بازار لے جائیں اور میرے

پاس وہ پونجی نہیں کہ خرید سکوں اس لئے کہ پیدائشی مفلس ہوں لیکن ان کے حسن کا تماشا دیکھنا تو درست ہے

گر تنگ شکر خرید می توانم بے گس از تنگ شکر می رانم

(اگر شکر کے بورے خرید نہیں سکتا ہوں تو شکر کے بورے سے مکھیاں تو ہنکاتا رہوں۔)  
 جب جناب یوسف صدیق علیہ السلام کو مصر کے بازار میں لاکر کھڑا کیا گیا، ڈاک ہوئی اور  
 بڑھو اور بڑھو ہوتا رہا تو آپ کی قیمت بادشاہوں کے خزانہ سے بھی آگے ہو گئی۔ ایک ضعیفہ  
 عورت چند سیر ریشم کے دھاگے جو اس کے پاس تھے لے کر بازار میں آئی۔ اور اس نے کہا میں  
 اس غلام کو خریدوں گی لوگوں نے کہا اے ضعیفہ! کیا دیوانہ ہو گئی ہے۔ ان کی قیمت بادشاہوں  
 کے خزانہ سے بھی آگے بڑھ چکی ہے۔ ان دھاگوں سے تو کیسے خرید سکتی ہے؟ اس نے کہا میں  
 جانتی ہوں لیکن اپنی پونجی لے کر آئی ہوں اس لئے کہ میرا نام بھی ان کے خریداروں میں شامل  
 ہو جائے۔ وہ راز یہی ہے جو کہا ہے۔

ہر کہ درو نیست ازین عشق رنگ نزد خدا نیست بجز چوب و رنگ

(جس شخص میں عشق کا یہ رنگ نہیں ہے خداوند تعالیٰ کے نزدیک وہ لکڑی و پتھر کے سوا اور

کچھ نہیں ہے۔)

وَالسَّلَام  
 حقیر مشرف مینیری

# مکتوب ۱۵۱

## معوذتین

### سورہ بلاق اور سورہ ناس کے قرآن ہونے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ کا گرامی نامہ لطیف عبارت سے آراستہ ملا پڑھا معوذتین کا تذکرہ فرمایا ہے  
 کہ یہ قرآن سے ہے یا قرآن سے نہیں ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں قرآن سے نہیں ہے لائنہما نزلاتا  
 علیٰ رجبہ الرقیبۃ فی قصۃ سحر الیہ ہود علیٰ ابنی علیہ السلام فلا تکونان من القرآن ولہذا  
 ردی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ لم یکتبہا فی مصحفہ (کیوں کہ یہ دونوں صورتیں

جھاڑ کے طور پر اتری ہیں جب کہ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا تھا لہذا یہ قرآن میں سے نہیں ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ان دونوں سورتوں کو اپنے مصحف میں نقل نہیں کیا یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ مردود ہے۔

قول صحیح یہ ہے کہ معوذتین "سورۃ فلق و سورۃ ناس" اس مصحف میں داخل ہے اور مرقوم ہے جسے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہم لوگوں کے امام ہیں صحابہ کے وقت سے آج ہمارے وقت تک۔ اور مغرب و مشرق کے تمام ممالک کے رہنے والوں کے مصحف میں سی طرح مرقوم ہے جس طرح دوسری تمام سورتیں مرقوم ہیں۔ اور جس طرح دوسری سورتوں کے متعلق صحابہ کا اور تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اسی طرح معوذتین کے متعلق صحابہ کا اجماع تھا اور تمام مسلمانوں کا اجماع تھا۔ کیونکہ مجموعہ پر سب کا اجماع و اتفاق اس کے اجزا پر اتفاق اور اجماع کو واجب کرتا ہے۔ کیونکہ مجموعہ کا جز مجموعہ میں داخل ہے۔ اور اسی طرح دوسری روایت ہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قرآن کی جمع سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ<sup>۱۱۴</sup> ہے اور یہ قول تمام صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ایسا ہی امام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ہے اور تمام ممالک کے اور شہروں کے مصحفوں میں وہی ایک چودہ سورتیں سورۃ فلق و سورۃ ناس کے ساتھ ہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ معوذتین قرآن کے معنی داخل قرآن ہے۔ لہذا ناپاکی و پلیدی میں معوذتین کا پڑھنا ممنوع ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے جس طرح ناپاکی میں تمام سورتوں کا پڑھنا منع ہے۔ چنانچہ اگر نماز میں ان دونوں سورتوں کو پڑھیں تو بہ اتفاق جائز ہے جس طرح اور تمام سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔

اور دوسری بات۔ جب امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سورہ برأت کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں آپ نے لکھی۔ تو فرمایا۔ سورہ برأت نازل ہو چکی تھی اور میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ سکا تھا کہ سورہ برأت کوئی علیحدہ سورہ ہے یا سورہ انفال کا تتمہ و آخر ہے۔ یہاں تک کہ آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے جب حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے احتیاط کا یہ حال تھا تو معوذتین کو اور دوسری سورتوں کے ساتھ جمع کیا اور اپنے مصحف میں لکھا جو صحابہ کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک ہم سب کے امام ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو یہ ہدایت ہوئی کہ معوذتین



قرآن سے ہے یعنی داخل قرآن ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہرگز آپ معوذتین کو اور دوسری سورتوں کے ساتھ جمع نہ کرتے اور مصحف میں نہ لکھتے تو جو کوئی ایسا کہتا ہے کہ معوذتین قرآن نہیں ہے خارج از قرآن ہے تو وہ گویا امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر بہتان رکھتا ہے اور افسوس کہ جو خارج از قرآن ہے اس کو بھی قرآن میں آپ نے جمع کر دیا ہے اور مصحف میں لکھ دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں دینی امور میں کوتاہی و فتور کس حد تک ہے اور کتاب و سنت کے احکام کی طلب و تلاش کسے ہے اس کام میں کس درجہ خلل واقع ہو چکا ہے اور اس زمانہ کے خاص و عام کو اس باب میں اہتمام نہیں رہا ہے اور اس کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ عجوبہ روزگار ہے یعنی زمانہ کا ایک حیرت انگیز واقعہ ہے۔ دین کے احکام میں سے ایک حکم کی آل عزیز نے تحقیق کی ہے یعنی دین کا حکم ہے کہ دینی احکام کی تحقیق و تلاش کرو اگرچہ مسافت کی دوری ہے لیکن تحقیق کے لئے بعد مسافت کو طے کرنے اور معلومات حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے (حکم ہے) اطلبوا العلم ولو کان بالین علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔

آل عزیز کے بارے میں ثابت ہوا کہ آپ کو علمی اور دینی تحقیق کی لگن ہے یعنی جس کو جس کام کے لئے پیدا کیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اور ہماری عاقبت و خاتمہ بخیر فرمائے۔



والسلام  
حقیر شرف منیری

مکتوب ۱۵۲

توکل میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر عزیز! تمہیں معلوم ہو کہ قرآن مجید فرقان حمید میں مسطور ہے داعب درید

حتی یا تیک الیقین (عبادت کرو اپنے پروردگار کی یہاں تک کہ آجائے تم کو موت) مفسرین نے یقین کی تفسیر موت سے کی ہے۔ یعنی بندگی جیسا کہ قول ہے من نظر الی معبودہ سقط عن عبادتہ عبادت کرنے والے کی نظر جب معبود پر پڑتی ہے تو اس کی نظر اپنی عبادت سے ساقط ہو جاتی ہے۔ یعنی اس عبادت سے وہ محجوب نہیں ہو جاتا ہے المحبۃ سواء الحضور والغیبة وارتفاع البعد والقرب۔ (محبت حضور اور غیبت میں یکساں ہوتی ہے اور قرب و بعد کے نشیب و فراز (بیچ) میں حائل نہیں ہوتے)

اے بھائی! محبت جب کمال کے درجہ کو پہنچتی ہے تو حضوری اور غیبت دونوں ایک ہو جاتی ہے اور قرب و بعد اٹھ جاتا ہے۔ وحدت میں قربت کیا اور دوری کیا۔ غیبت کیا اور حضوری کیا۔ حضوری خود ایسی ہونی چاہیے کہ قرب و بعد، نزدیکی و دوری، حضور و غیبت سب حضور ہو جائے۔ اسی کو کہا ہے انا لیلئ و لیلئ انا حکایت ہے کہ ایک شخص نے مجنوں سے کہا لیلئ آئی ہے۔ اس نے سرگرمیاں میں ڈال لیا اور کہا لیلئ تو میرے ساتھ ہے اور میں لیلئ کے ساتھ ہوں۔ (یہ آنا جانا)

لیکن توکل تسلیم رضایہ تین چیزیں ہیں :-

توکل۔ حق سبحانہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے۔

تسلیم۔ اللہ کے حکم پر اکتفا کرنا ہے۔

رضاء۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو دیکھنا ہے۔

خواجہ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے فرمایا کہ میں ایک صحرا سے گذر رہا تھا ایک مرد کو دیکھا کہ بھول کے کانٹوں پر ہاتھ مار رہا ہے۔ اس کی یہ حرکت اور اس کا یہ فعل دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا کہ اس شخص میں حیات و زندگانی کا کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے، مجھے تعجب ہوا میں نے کہا شاید مردہ ہے یا یہ کانٹے اس کے لئے گلاب کی پیٹیوں کی طرح ہو گئے، میں اس نے کہا ہے

إِنَّ قَلْبِي لَدَيْكَ مَوْتُونَ وَدَمْعُ عَيْنِي عَلَيْكَ مَذْدُونٌ

یا حسرتا یا حسرتا عیش بہا لم یکن لی الیک معروف

خواص کی حیات موت کی صفت پر ہوتی ہے (یعنی زندگی میں وہ مردہ جیسے ہوتے ہیں)

جب خود کو وقف کر دیا تو نفس کا حصہ نفس سے زایل ہو گیا۔ وقف قیام یعنی کھڑا ہونا ہے اور وقف دل کا اس کے حکم پر راضی ہونا ہے۔ اور تمامی نطق سے صرف حق سبحانہ تعالیٰ کو کافی کر لینا یعنی

اللہ تعالیٰ پر توکل و قناعت کر لینا ہے۔ اور یہ مشہور شائع کی کتابوں سے منقول ہے۔ لیکن رسالہ  
قشیری کی عبارت ہے قال سہل بن عبد اللہ التوکل حال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و  
الکسب سنۃ فمن بقى عن حاله ولا یتترکن سنۃ وکان ابراہیم الخواص لا بفارقتہ  
وحنوط ومقراظ۔



وَالسَّلَامُ  
فقیر شرف منیری

## مکتوب ۱۵۲

### بلا میں صبر اور اس کی مرضی پر راضی رہنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال اللہ تعالیٰ انک میت وانہم میتون (بیشک تو مردہ ہے اور وہ سب بھی مردہ)  
کار عالم زادست و مردن است کہ پدید آوردن و گہ بردن است  
لاجرم این کار بے پایاں فتاد تا ابد این درد بے درماں فتاد  
(اس عالم کے کارخانہ کا کام پیدا ہونا اور مرجانا ہے کبھی لانا اور کبھی لے جانا ہے۔ یقیناً  
یہ کام لامتناہی ہے ہمیشہ کے لئے اس درد کا درماں نہیں ہے۔)

اے بھائی! حدیث شریف میں ہے کہ سب سے پہلی چیز جو لوح محفوظ میں لکھی  
گئی وہ یہ تھی انی انا اللہ لا الہ الا انا من لم یرض بقضائی ولم یشکر علی نعمائی  
ولم یصبر علی بلائی فلیطلب ربا سوائی یعنی یہ درست اور سچ ہے کہ خدا میں ہی ہوں  
میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میرا حکم ہے جو میری مرضی پر راضی نہ ہو میری نعمتوں میں شکر نہ کرے اور  
میری بلاؤں پر برہنہ کرے تو اس سے کہہ دو میرے سوا کوئی دوسرا خدا تلاش کرے اگر کوئی ہو۔  
اہل بعیرت! ارباب معرفت اس حدیث کی ہیبت اور سیاست و تنبیہ سے ہر لحظہ ہی چاہتے  
ہیں کہ نیت و پست ہو جائیں اور معدوم ہو جائیں۔ لیکن عدم کی راہ جب بند بے توجہ کریں۔  
سب کے سب آخر یہی کہتے ہیں سہ

کاش کہ ہرگز نبودے نام من تا نبودے جنبش و آرام من  
 (کاش میرا نام و نشان ہی نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی حرکت و سکت کا صدور ہی نہ ہوتا)  
 اے بھائی! بندہ اس کی تفسا سے راضی ہو یا نہ ہو تقدیر بدلنے والی نہیں۔ تو یہ  
 بیقراری و گھبراہٹ خود مستقل ایک مصیبت اور گناہ ہے فلپطلب رتبا سوائی (میرے  
 سوا کوئی اور رب تلاش کر لو) کا خوف اور خطرہ ہر وقت لگا ہوا ہے سے

آں کہ دلہای آشنا دارند دل ز چون و چرا جدا دارند  
 جان و تن را بہ کردگار سپار تا درون سرائے یابی بار  
 (وہ لوگ جن کے قلوب آشنا ہیں وہ اپنے دل کو چون و چرا سے علیحدہ رکھتے ہیں جسم و جان  
 سب اس پاک پروردگار کے حوالہ کر دیتا کہ اس کی بارگاہ پاک میں تمہاری رسائی ہو جائے۔)  
 دیکھو! ہر وقت باخبر اور ہوشیار رہو نہ ہر دین تو شربت کا پیالہ سمجھ کر نوش جاں کر لو  
 اور مردان دین کی اقتدا کرو۔ دنیا دار مخنتوں کی نہیں سے

حکم حق سوی تو چو کردنگاہ جاں بآرز پی نہ آہ  
 ہر بلائی کہ دل نماید از تو از یکی تا ہزار شاید از تو  
 اے بھائی! جب بندہ نے اللہ کی تفسا اور تقدیر پر نگاہ رکھی تو وہ مشاہدہ حق سبحانہ  
 تعالیٰ میں مشغول ہو گیا۔ اگر دونوں جہان کی بلائیں اس پر ڈال دی جائیں تو یوں سمجھو پہاڑ پر ایک  
 برابر ہو۔ اور جس کی نگاہ خود اپنی طرف ہوتی وہ نالہ و فریاد میں مشغول ہو گیا۔ بلاء و مصیبت  
 کا ایک ذرہ اس کے لئے ویسا ہے جیسے ایک تنکا پر ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ جانتے ہو صبر  
 کی تعریف کیا ہے؟ ہر وہ بلا اور ناخوشگوار بات جو بندہ پر آئے اس پر وہ نالہ و فریاد  
 نہ کرے، اور رضا کیا ہے؟ جانتے ہو جب کوئی بلا و ناخوشگوار امر بندہ پر پہنچے تو وہ بخیر  
 و ناخوش نہ ہو۔ اللہ ما اعطی واللہ ما اخذ فمن انت فی البین (جو دیا وہ اللہ کا دیا ہوا ہے  
 اور جو اس نے لے لیا وہ اللہ ہی کا ہے تو درمیان میں کون ہوتا ہے) سچے مومن بن جاؤ اور اپنے ایمان  
 کی حفاظت و نگہداشت جان کی طرح کرو۔ جان کیا چیز ہے ایمان کی حفاظت میں سو جان قربان  
 کر دو۔ ایمان کے مقابلہ میں بیوی بال بچے، ماں باپ کیا چیز ہیں سے  
 بندہ ادب باش تا باشی کے روئے گئے ادب باش تا باشی لے

(اس کے پکے بندہ بن جاؤ تاکہ کچھ کام کے ہو سکو جاؤ اس کے در کے کتابن جاؤ۔  
اس سے تم بہت کچھ ہو جاؤ گے۔)

حدیث شریف میں ہے الايمان نصفان نصفه شكور و نصفه صابر یعنی ایمان کے دو برابر حصے لازم ہیں، ایک نصف نعمت میں شکر اور دوسرا نصف بلا میں صبر ہے اور اس دنیا میں آزمائش کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک نعمت کے ذریعہ ایک بلا کے ذریعہ۔ اگر نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور اگر بلا و مصیبت سے آزماتے ہیں تو صبر کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ناکساں را بطف خود کس کرد شکر و صبرے ز بندگان بس کرد  
دعویٰ ایمان کے ساتھ جہاں یہ صفتیں نہ ہوں تو سمجھ لو محض دعویٰ ہے اور بغیر دلیل کے محض دعویٰ جھوٹ ہوتا ہے یہ مثل سنی ہوگی مثل مدعی کذاب  
راہ زد مشغولی عالم ترا نیست پروای خدا یکدم ترا  
(دنیا کی مشغولیتوں نے تری راہ مازی ہے تجھے خدا کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔)

اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الصبر من الايمان بمنزلة  
الواس من الجسد۔ ایمان کے لئے صبر سر کے درجہ میں ہے جس طرح جسم کے لئے سر ہوتا ہے اور یہ جانتے ہو کہ بغیر سر کے جسم کس کام کا ہوتا ہے۔ اسی طرح بلا فرق بغیر صبر کا ایمان ہوتا ہے۔

زیر کاں را چوروز معلوم است کہ شب و روز عاقلان شوم است  
اے بھائی! دل خوش رکھو کہ بلا کی تہہ میں بہت سارے اسرار ہیں اور کام ہیں۔  
اپنے کام کا قاعدہ اسی طرح مقرر فرمایا ہے۔ کہ اپنے دوستوں کے لئے جو کچھ رکھا ہے وہ  
بلا کے پردہ کے پیچھے رکھا ہے۔

ہر بلا کیس قوم راحق دادہ است زیر آں گنج کرم بہا وہ است  
چنانچہ بزرگوں نے جناب ایوب علیہ السلام کے فریاد کی تفسیر یوں کی ہے کہ جناب  
ایوب علیہ السلام پر متواتر بلاؤں کا نزول تھا جب تک جسم پر گوشت کا حصہ رہا کوئی فریاد  
نہیں کی۔ جب بدن پر گوشت کا ایک ٹکڑہ بھی نہیں رہا بلا انتہا کو پہنچ گئی تو خوف اس کا

پیدا ہوا کہ جب بلا ختم ہوگئی تو عطا و نوازش بھی زائل ہو جائے گی۔ بلا کے خاتمہ سے نہیں بلکہ عطا و نوال کے زوال سے فریاد کی اور کہہ اٹھے رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین (اے میرے رب بیشک میں نقصان میں ہوں آپ ارحم الراحمین ہیں۔) فرعون کو ملک و بادشاہت اور آرام و راحت چار سو سال تک بلا طلب عطا فرمائی۔ اگر وہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے درد و سوز کا ایک ذرہ بھی مانگتا تو اسے نہیں ملتا۔

فرعون زانہ داریم اے دوست درد مر زیرا کہ او نہ داشت سر درد ہاے ما  
اے بنیائی! بندہ کا بلا جھینا حق سبحانہ تعالیٰ سے اس کی محبت کی دلیل ہے۔ اسی کو

کہا ہے

عزت چو در باشد بے بیع شکاے سالک در کون و مکان مارا جز خوار نہ باید بود  
نقل ہے کہ ابو بصیر یہ رحمتہ اللہ علیہا پر جس دن کوئی بلا نازل نہیں ہوتی تو وہ مناجات  
کرتیں۔ الہی تو نے روٹی تو دی لیکن میری اپنی وہ غذا کہاں ہے؟  
کہاں ہیں دستار بند اور جبہ پوشان مردانگی کا دعویٰ کرنے والے! ذرا ایک دوپٹہ  
اڑھنے والی کو دیکھیں اور اپنے جبہ و دستار سے شرم کریں۔

اور جب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت اور فقر کے درمیان اختیار  
دیا گیا کہ ان میں سے جو چاہیں قبول فرمائیں چوں کہ حضور تمام عارفوں کے سردار ہیں آپ نے  
یہ جان لیا تھا کہ فقر بلا کا گھر ہے اور جس قدر نوازش و اکرام اپنے دوستوں کے لئے اللہ  
نے رکھا ہے وہ سب بلا خانہ ہی میں رکھا ہے اس لئے آپ نے فقر اختیار فرمایا۔ اسی کا  
اشارہ اس شعر میں ہے

ہر کس کہ ذلیل کرد خود را اندر نظرش ہوں خلیل است  
عاشق ز برائے عز معشوق در دنیا و آخرت ذلیل است

کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ عالم محبت اور خصوصیت سے ایک ذرہ بھی فرعون و عمرو  
کی قسمت اور حصہ میں نہیں آیا۔ اور ان سب کو بادشاہت اور مال و جاہ کا مالک بنا دیا تاکہ  
سارا جہان یہ جان لے اور دیکھ لے کہ اپنے دوستوں اور محبوں کے ساتھ اللہ جل شانہ کا معاملہ  
دوسرا ہے۔ دشمنوں کے ساتھ دوسرا ہے منقول ہے کہ ان اللہ یجرب المؤمن بالبلاء

کما یجرب احد کما الذہب بالنار حق سبحانہ تعالیٰ مومن کو بلا میں ڈال کر اس طرح آزما تا ہے جس طرح تم سونا کو آگ میں ڈال کر جانچتے ہو۔ یہاں دیوانوں کی دیوانگی کام آتی ہے جیسا کہ کہا ہے

تا توانی باخرد بیگانہ باش      عقل را غارت کن و دیوانہ باش  
زانکہ گر تو عاقل آئی سوئے من      زخم بسیاری خوری در کوی من  
زانکہ گر دیوانہ آئی در شمار      هیچ کس را با تو نبود هیچ کار

اے بھائی! بندہ نے جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا تو سب سے رُخ پھیر لیا اور خدا کی محبت کا دعویٰ کیا فلا بد من البیتۃ والبرہان تو اس کو دلیل و برہان کے بغیر چارہ نہیں ہے وگرنہ محض دعویٰ بغیر دلیل و ثبوت کے جھوٹ ہے۔ اور دلیل و برہان یہاں نعمت میں شکر اور بلا میں صبر ہے۔

یہ تو جانتے ہو کہ اس بارگاہ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر صاحبِ عزت، محب، مکرم، بزرگ تر اور کوئی شخص نہیں ہے۔ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے زیادہ دنیا میں کوئی فرزند عزیز، شریف، عالی مرتبت اور محبوب نہیں ہے۔ اگر شیطان بہکائے نفس و سوسہ ڈالے تو اس وقت حضور کے اسوۂ حسنہ اور سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی مصیبتوں اور بلاؤں کو دیکھو۔ اور وہ جو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے من اسابہ مصیبة فلیذکو مصیبتی اپنی امت کے دل کی تسکین و تسلی کے لئے فرمایا ہے کہ جس کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس سے کہو کہ وہ میری مصیبتوں کو یاد کرے۔

ان تمام تحریر و بیان سے کاتب مکتوب کا مقصد برادر عزیز کے دل کو تسکین و تسلی پہنچانا ہے۔ بار بار اس خط کو پڑھیں تاکہ صبر کرنے اور اس کی رنسا پر راضی رہنے میں عانت و مدد حاصل ہو۔ اب اس مکتوب کو مصیبت کے اس آیت پر ختم کرتا ہوں جو قرآن یعنی کتاب خداوندی میں بندوں کی تعلیم کے لئے آئی ہے۔ اذا اسابہم مصیبة قالوا ان اللہ وانا

الیہ لاجعون ہ

وَالسَّلَامُ

شرف نیری



# مکتوب ۱۵۲

## امراء و سلاطین کے دربار میں جانے کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کاتبِ حروف کا خصوصی سلام و دعا را آں برادر کا خط اس فقیر کے اشتیاق سے پُر  
نظم و نثر میں تحریر و بیان ہوا ہے، ملا مطالعہ میں آیا دوستوں اور محبوں کا یکجا ہونا ان کی ملاقات  
بظاہر بہت خوب معلوم ہوتی ہے اگرچہ یہ ملاقات تھوڑے ہی دیر کی کیوں نہ ہو ہاں ایسا ہی ہے  
لیکن اس رُوسے کہ وصال کے بعد جدائی سخت دشوار ہوتی ہے اور دوستوں عزیزوں کی ملاقات  
بغیر جدائی کے اس دنیا میں محال ہے تو دوستوں کی جدائی کی یہ حالت وصالِ حقیقی کی امید پر  
رہتی ہے اگرچہ کتنا ہی سخت معلوم ہوا اور جان و دل پر دشوار گذرے۔ اسی نظر سے کسی نے کہا ہے۔  
سے برآتشِ فرقتت با امید وصال این آب حیات عاشقان چہ خوش باشد

(وصال کی امید جدائی کی آگ میں ہے، یہ آب حیات عاشقوں کے لئے کیا ہی خوب ہوتا ہے)

اس کے ساتھ المراء مع من احب (جو جس کو دوست رکھتا ہے قیامت کے دن وہ اسی کے ساتھ ہوگا) جب شرع  
کا یہ فتویٰ ہے تو دل کی تسلی کے لئے کافی ہے اور یہ جو بزرگوں کا قول ہے کہ کوئی کتنا ہی دور مغرب و  
مشرق میں ہو تو بھی وہ ہم زانو ہے اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اور وہ جو کہتے ہیں لا بعد مع المحبة  
(محبت کے ساتھ دوری نہیں) یہ بھی وہی بات ہے۔ انشاء اللہ اس معنی سے آپ کو تسکین حاصل ہوگی۔

اے بھائی! جس طرح سوال اپنے لئے مذموم ہے اسی طرح امراء و سلاطین کے دربار میں جانے کے لئے بجا مذموم

ہے لیکن یہی دوسروں کے نفع کے لئے اور کسی مسلمان کے مقصد برآری کے لئے ہو تو محمود ہے جس طرح سوال اور یہ  
کام بہت بڑا کام ہے۔ اس کا تعلق حریتِ آزادی سے ہے، بعض بزرگوں نے اپنے حظ و نفع سے کھینچ کر  
آزاد ہو کر یہ کام کیا ہے امراء و سلاطین کے پاس آئے گئے ہیں۔ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے بھی منقول ہے کہ سچا بے شک کے لئے آپ نے ایسا کیا ہے۔  
والسلام



# مکتوب ۱۵۵

## قناعت و ترک دنیا میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جمال الدین! اللہ تعالیٰ امر خیر پر خاتمہ فرمائے۔

جانو کہ آن عزیز کا مکتوب سید اشرف الدین لائے پڑھا گیا، اے فرزند! دنیا دوزخ کے اس گڈھے کی مثال ہے جسے حاویہ کہتے ہیں اور تم نے سنا ہے کہ دوزخ کے حاویہ کی گہرائی اور اس کی انتہا نہیں ہے اسی طرح جانو کہ دنیا کی بھی گہرائی اور اس کی انتہا ظاہر نہیں ہے تو جو دنیا کے کاموں میں مبتلا ہو اور وہ حاویہ میں گر پڑا، ہمیشہ ہمیش کے لئے اب وہ کہاں اور نہ جاتا وچھٹکارا کہاں۔ ہاں ضرورت بھری جس قدر ضروری ہے اگرچہ صورتاً وہ دنیا ہے مگر معناً آخرت ہے کہ ما یستعان بہ الی العبادۃ فهو عبادۃ (جس چیز سے عبادت میں استعانت و مدد لی جاتی ہے وہ عبادت ہے) "حد ضرورت" ضرورت کی حد یہ ہے ما لا یمکن دفعها (جس کا دفع کرنا ممکن نہیں) اسی بنا پر ہے کہ ضرورت کی مقدار یعنی جتنا ضروری ہے اس کا ترک جائز نہیں ہے۔ اور اگر یہ پوچھو کہ دنیا ہے کیا؟ بزرگوں نے کہا ہے، کل قیامت کے دن جو کام نہ آئے وہ سب دنیا ہے اگرچہ نماز، روزہ، علم، تلاوت قرآن ہی کیوں نہ ہو اسی سے سمجھ لو کہ اور دوسری چیزیں کیا حقیقت رکھتی ہیں رَبُّ تَالِی الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنِ یَلْعَنُهُ رَبُّ صَائِمٍ لَیْسَ لَهُ مِنْ صِیَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَالْعَطَشُ وَصَلَاةٍ مَّهْرًا ی (کتنے ایسے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے کتنے ایسے روزہ دار ہیں کہ ان کے روزوں کا حاصل بھوکا پیاسا اور دیکھانے کی نماز کے سوا کچھ نہیں ہے) علمائے دنیا کے علم کو ایسا ہی بانو وان یاد اؤد لا تسئل عن عالم استکبر وہ حب الدنیا فیقطعک عن محبتی اولئک قطاع الصریق علی عبلوی (اور یہ کراے واؤد ایسے عالم کے بارے میں سوال نہ کرو جس کو دنیا کی محبت نے شکر بنا دیا اس لئے کہ وہ تجھ میری محبت سے دور کر دے گا یہی لوگ میرے

بندوں کسے راہزن ہیں۔) جب یہ جان لیا کہ جو کچھ کل قیامت کے دن کام نہ آئے وہ سب دنیا ہے  
نواب ہوشیار ہو جاؤ اپنے اندر غور کرو، جو کچھ تم رکھتے ہو میں سمجھتا ہوں کہ وہ کل قیامت میں کام  
نہیں آئے گا اور ہاں اپنے اندر خوب غور و خوض کرو اور اچھی طرح دیکھو کہ کفر رکھتے ہو یا ایمان  
توحید رکھتے ہو یا شرک، اخلاص رکھتے ہو یا نفاق، بت پرستی رکھتے ہو یا خدا پرستی، اگر کوئی  
کافر طیب تم سے یہ کہے کہ فلاں چیز نہ کھاؤ یہ نقصان دہ مضر ہے باوجود اس کے کہ اس کی سچائی  
پر یقین نہیں ہے پھر بھی اسی وقت اس چیز کو تم ترک کر دیتے ہو اور اس سے پرہیز کر لیتے ہو مگر  
نہیں کھاتے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام آتے رہے اور سب کے سب یہی  
فرمان رہے کہ حب الدنيا را س کل خطیئة (دنیا کی محبت تمام گناہوں کا سرچشمہ ہے) اس کے  
باوجود تم دنیا کے کاموں سے باز نہیں آتے ہر روز دنیا طلبی میں حریص تر ہوتے جا رہے ہو تو یہ ایسا  
ہے کہ تمہیں طیب کافر کے قول پر ایمان ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے قول پر ایمان  
نہیں ہے اور یہ وہ ہے کہ زبان سے تمہارا لا الہ الا اللہ کہنا تمہارے حق میں جھوٹ ہوتا ہے۔  
یہ ایمان زبانی اور کفر دلی ہے کیا کہتے ہو ایسا ہی ہے نا؟ یا ائی رحمہ اللہ من النصف۔  
(اے اے ابی اللہ ان پر رحم کر جو انصاف والے ہیں) شرک کو بھی ایسا ہی سمجھو اور نفاق کو بھی ایسا  
ہی جانو اگر تم اپنا جائزہ لو تو یقیناً اپنے اندر یہی پاؤ گے لیکن تم تو زن و فرزند کے غم میں درجاہ  
منزلت کی فکر میں مبتلا ہو گئے ہو دین کے غم نے تمہارا دامن کہاں پکڑا ہے۔ افسوس کہاں دین  
کا غم اور کہاں تم دین کا کام ایسا آسان نہیں ہے کہ تم رکھتے ہو اور تم جیسے دوسرے۔ تم ذرا  
خلیل اللہ کو دیکھو کہ جب دین نے اپنا جمال خاص دکھایا تو جلالت نبوت کے تاج اور خلعت  
خلیلی کے خلعت کے باوجود کہہ اٹھے وَاجُنُبْنِي وَبَنِيَّ اِنْ لَعْنُتُ الْاَصْنَامُ (اے میرے اللہ  
آپ مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے دور رکھئے) انہوں نے کب بتوں کی پوجا کی تھی اس کے  
باوجود اپنے اوپر یہ گمان بد آپ نے فرمایا۔ تم یہ جان لو کہ مردانِ خدا ہی دین کے کاموں کو جاننے  
ہیں کہ دین کا معاملہ کیا ہے اور کیسا ہے مخنشان کیا جائیں۔

دوسری نقل یہ ہے کہ ایک دن امام شہلی رحمۃ اللہ علیہ غائب ہو گئے لوگوں نے بہت  
ٹھونڈھا ان کا پتہ نہ ملا آخر ایک روز ان کو دیکھا مخنشوں، سجدوں کا لباس پہنے ہوئے انہیں کی  
جماعت میں اس بہت کڈائی پران کی شکل بنائے بیٹھے ہیں لوگوں نے پوچھا اے مقدائے عالم

یہ کیا حال ہے؟ فرمایا بظاہر میں عورت نہیں ہوں، باطن مرد نہیں ہوں اور جب میں یہ دونوں نہیں ہوں تو محنت ہوں بس یہ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ دین کیا ہے اور دین کے کام کیا ہیں۔ لیکن شکم پرستوں، ہوس پرستوں کو اس غم سے کیا غم ہے۔ اب تمہیں بتاؤ تم کیا کہتے ہو عمر بچاؤ سے آگے گذر چکی اس طرح غفلت میں پڑے رہنا اور شیطان کے غرور سے مغرور ہونا یہ کب تک۔ زن و فرزند اگر دین میں تمہارے مددگار و معاون ہیں تو ان کے ساتھ رہنا چاہیے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان سے علیحدگی و کنارہ کشی خود فرض ہے اِنَا مَوَالِحُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ عَدُوٌّ لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ (بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے دین کے دشمن ہیں ان سے احتراز کرو) ان کے چلے جانے اور مرنے کا اس درجہ قلق و اضطراب کیا ہے۔

اپنے کفر کو اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا جیسا کہ میں نے کہا۔ شرک و نفاق کو بھی اپنے اندر ایسا ہی جان لو بلا فرق۔ اگرچہ ہر سمت سے کھول کر میں نے نہیں لکھا، سبب طوالت مکتوب اگر ڈھونڈو تو پا لو گے جیسا کہ کفر کو تم نے دریافت کر لیا۔ وقت کو عنایت سمجھو ابھی فرصت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کفر و نفاق کو قبر میں لیجاؤ اپنے اوپر توجہ کرو نہ کہ زن و فرزند پر جس طرح میں کرتا ہوں اپنا ماتم کرو نہ کہ زن و فرزند کا ماتم جیسا کہ میں ماتم کرتا ہوں ہمارے اور تمہارے لئے اتنا بھی بہت ہے اگر ہو سکے۔ اور یہ شعر یہاں پر حسب حال ہے۔

سے از بخت بدم اگر فروشد خورشید از نور زخت ہا چراغے گیرم  
(اگر میری بدبختی سے سورج چھپ گیا ہے تو کیا ہوا۔ لے چاند سے چہرہ والے محبوب کیوں نہ میں

ترے رخ سے روشنی لوں)۔

اگر دین نہیں ہوگا تو کم سے کم دین کا ماتم تو ہوگا وگرنہ یہ نہ وہ پھر اور کیا رہ گیا  
اَوْلِيَاكَ كَالْاَنْعَامِ بُلْهُمُ اَضَلُّ رِيه لَوْكُ چو پاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ) پڑھو  
اور جان لو جھوٹے پندار، فاسد گماں اور خیالی مغرور نہ بنو۔

افسوس، افسوس! کہاں تم اور کہاں دین مسلمان، شیطان نے تمہارے دماغ میں ڈال دیا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور دین مسلمان رکھتا ہوں۔ اگر آج دین کا غم تم نہیں کھاتے تو ساری عمر اسی میں بسر کرنا پڑے گا۔ اور نداء الہی فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حذید  
رسواب ہم نے تجھ سے تیرا پردہ (غفلت) اٹھا دیا سو آج تو تیری نگاہ بڑی تیز ہے) تم تک پہنچ جائیگی

تمہاری آنکھ تیز میں کر دی، تو یقیناً جو کچھ تمہارے اندر ہو گا وہی نظر آئے گا۔ اب دیکھو کہ بت و زنا رہے یا مسلمانی لیکن جب کام ہاتھ سے نکل چکا تو اب کیا فائدہ۔ یہی وہ ہے جس کو کہا ہے۔

سوف تری اذا تجلی الغبار      التجتک فرس ام حمار  
حاصل کن ازیں جہان فانی ہنری      منشیں تو دریں سرے چوبے خبری  
نشیندایں غبار و شک برخیزد      کاسپت است بزیر رانت یا لاشخری

(اس فانی دنیا سے بہترین ہنر حاصل کرو، اس سرے فانی میں غافل نہ رہو جب یہ غبار چھٹ جائے گا تو شک ختم ہو جائے گا اور پتہ چل جائے گا کہ تمہارے ران کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھے کی لاش ہے۔) مدت ہوئی بزرگوں نے کہا ہے آجکل خلل ایمان ہے کہ ایمان ہے بھی یا نہیں۔ اہل غفلت اسی غرور سے مغرور ہیں کہ ہم مومنوں میں ہیں اور اس آیت کو بھول گئے، میں دَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ (اور ان میں سے بعض نے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن (یعنی قیامت) پر حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں ہیں) ہوشیار رہو اگر کسی وقت تمہارا نفس کافر دعویٰ ایمان کرے اور خود کو مومن جتلائے ہرگز ہرگز یقین نہ کرو اور اس کے اس دروغ پر مغرور نہ ہو کیونکہ یہ نفس جھوٹا مدعی ہے جب تک اس کو کسوٹی پر پرکھ نہ لو اگر پوچھو کہ اس کی کسوٹی کیا ہے تو کسوٹی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جن کے ایمان کی دولت یہ ہے لو اتزن ایمان امتی مع ایمان ابی بکر لوج زاگر میری تمام امت کے ایمان کا ابو بکر کے ایمان سے موازنہ کیا جائے تو ابو بکر کے ایمان کا پلہ گراں ہو جائے گا کس طرح فریاد کرتے اور پوچھتے ہیں یا رسول اللہ ما لا ایمان (یا رسول اللہ ایمان کیا ہے) سبحان اللہ، کیا خوب حیرت ہے کہاں وہ 'سرور صدیقان' اور کہاں یہ سوال۔ ایمان جیسا چاہیے وہ خود آپ رکھتے ہیں کہ آپ اہل دل ہیں ہم لوگ زبان والے ہیں۔ اور دین جیسا ہونا چاہیے وہ خود ان کے پاس ہے اس لئے کہ آپ اہل حقیقت ہوئے ہیں اور ہم لوگ اہل رسم و عادت ہیں اور زبانی دعویٰ کرنے والے ہیں۔ اس کے باوجود خود کو حضرت نے مفلس دیکھا اور اپنے نفس پر بدگمان رہے ایسے بدگمان کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایمان کیا ہے یا رسول اللہ اس طرح جیسے کسی نا آشنا کو تم دار حرب سے لے آؤ اور وہ پوچھے کہ ایمان کیا ہے۔ اسی سے اچھی طرح سمجھ لو کہ دین کا غم ان لوگوں میں کیسا اور کس درجہ تھا یقیناً دین

رکھتے تھے اس دولت کے باوجود گمان ایسا رکھتے تھے کہ نہیں رکھتا ہوں۔ آج کل سارے جہاں کو دیکھ لو دعویٰ سے پُر ہے اس کے بیچ کوئی ایک بھی نہیں سب کے سب تھوٹے دعویٰ ہیں۔ یہ سچ ہے کہ جو جتنا زیادہ جاہل ہے وہ اتنا ہی زیادہ کذاب ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہماری طرح تمام لوگوں کو اس شقاوت و بدبختی اور ارباب کے ساتھ قبر میں نہ لے جائے اور ہماری اس فریاد کو سن لے اپنے کرم اور اپنے فضل سے۔

چوں کہ سید اشرف الدین سے تم فرزند کے اشغال اور تفرقہ و دل کا حال سنا گیا اسی بنا پر چند سطر میں لکھی گئیں خوب غور سے مطالعہ کرو ان خطوط اور نامے کو دوسرے لوگ نہ دیکھیں اور کسی دوسرے کے ہاتھ نہ پڑے راقم کی یہ ہدایت ہے۔ ان چند سطروں میں فوائد بہت ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ تم فرزند کے حصہ میں آتا ہے یا نہیں اللہ بہتر جانتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المزیح والماب استغفر اللہ من جمیع ما کرہ اللہ مالیس فی مکتوب الکتاب فیضاً

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف منیری



## مکتوب ۱۵۶

### کشف اور تمثیل تشکل میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام تاج الدین طاہر! اللہ تعالیٰ علماء دنیا کی نصیحت سے محفوظ رکھے۔ سلام و دعاء کا تب حروف شرف منیری مطالعہ کریں لکھنا یہ ہے کہ جس وقت آن عزیز کا خط آیا اس کا جواب ظفر آبادی ایک جوان کے معرفت بھیجا گیا جب دوسری بار آپ کا خط ملا اس کا جواب بھی ایک عزیز جو قصبہ اندلی جا رہے تھے ان کے معرفت بھیجا گیا تیسری بار پھر آپ کا مکتوب پہنچا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خط لیجانے والوں نے جواب خط نہیں پہنچایا۔ آخر تیسری بار خط کا جواب برادر مولانا منظر کی معرفت بھیجا جا رہا ہے انشاء اللہ یہ آپ تک پہنچ جائے گا۔

ایک بات، کشف کے بارے میں کشف حقائق اشیا کا دیکھنا ہے جیسا کہ اس کی حقیقت ہے وہاں اس کی تعبیر کی کوئی حاجت نہیں اور خواب میں دیکھنا مثال ہے نہ کہ اشیا کی حقیقت جیسی کہ ہے اس کا دیکھنا ہے۔ ہاں یہاں تعبیر کی حاجت ہے پس وہ دوسری چیز ہوئی اور یہ دوسری چیز ایک اور بات۔ تمثیل مثل سے ہے اور مثل کے معنی مانند و نظیر کے ہیں اور تشکل، شکل سے ہے شکل کے معنی نماز کے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں امزاة ذات شکل (شکل والی عورت) اور شکل کے دوسرے معنی طریق کے ہیں لہذا کسی جگہ اور کہیں پر بھی "تشکل" تمثیل کے معنی میں استعمال ہوتے ہوئے دیکھا نہیں گیا ہے۔

ایک خاص بات۔ روح خواب کی حالت میں ویسی ہی ہے جیسی کہ بیداری کی حالت میں جس طرح حالت بیداری میں روح ہی دیکھنے والی ہے بصر کے آلہ کے ذریعہ حالت خواب میں بھی روح ہی دیکھنے والی ہے بصر و بصیرت کے آلہ کے ذریعہ بغیر فرق کے۔

ایک خاص بات شیطان کے تمثیل کی نفی خصوصی ہے کہ فان الشیطان لایتمثل بشیطان حضور کے مانند و مثل نہیں بن سکتا، اور دوسروں کے لئے عمومی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں تو اس معنی میں کیا آدمی، کیا فرشتے اور کیا نوری اپنے الوارے حضور کے مانند و مثل نہیں ہو سکتے اس میں سب کے سب برابر ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

اے بھائی! یہ کیا بحث ہے اور یہ کیا سوال ہے۔ پل مراط پر پچاس جگہ ٹھہرنے کی ہے اور ہر ایک ٹھہراؤ سے دوسرے ٹھہراؤ تک ہزار سال کی راہ ہے۔ ہر ٹھہراؤ میں ایک سوال کیا جائے گا۔ ان سؤالات کے جواب کا غم کھاتے رہنا چاہیے کہ صحیح جواب ہو سکے۔

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف میزری



# مکتوب ۱۵۷

## حاجت سے زیادہ علم حاصل کرنے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام تاج الدین طاہر اسلام و دعا کا تبار صوف شرف الدین احمد کبیری منیری مطالعہ کریں۔  
آں عزیز کو معلوم ہو کہ فرض کی مقدار سے زیادہ علم حاصل کرنا اپنی ذات سے مستحسن ہے۔ یہ  
کمال علم کی صفت ہے اور تبحر ہے دین میں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ آج کل اکثر و بیشتر دینی امور  
اور دوسرے کسب و کمائی کی طرح ہو گئے ہیں دنیا کا حصول اور امیروں، دو لتمندوں کے گوشہ  
خانہ اور ان کے املاک سے نفع حاصل کرنے کا وسیلہ بن گئے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ہلاکت  
ہے۔ مشنوی سے

علم سوئے دالہ برد نہ سوئے نفس و مال بجاہ برد

علم را چوں تو خوانی از باز آت ساز جہ از ان سازی

(علم تو اللہ کے در کی طرف رہبری کرتا ہے نہ یہ کہ نفس و مال و مرتبہ کی سمت، اگر تم علم کو یونہی نہیں

پڑھتے ہو کہ مال و دولت و جہ و منصب حاصل کرو تو یہ بیکار ہے)

اور آج کل اس بلا میں علماء دنیا مبتلا ہیں مثلاً ہم کمثل الحمار یحمل اسفاراً (ان  
کی مثال اس گدھے کی ہے جس پر بوجھ لدا ہوا ہے) اور علماء آخرت وہ ہیں جن کے حق میں ہے  
مثلاً ہم کمثل الانبیاء کما نطق الشرع علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (کہ ان کی  
مثال انبیاء کی ہے جیسا کہ شرع ناطق ہے مری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں،  
علماء آخرت ان آفات سے پاک ہو گئے ہیں اور پاک ہیں ان کی صفت یہ ہے جو کہی گئی ہے۔ مشنویات

با علم و عمل زبان شاں راست میزان صفت اند بے کم و کاست

چوں نیک و بد از خدائے دیند روئے از ہمہ خلق در کشیدند

بزرگوارشان ز نماں داز عام یکساں شدہ آفرین و دشنام  
 (علم و عمل کے ساتھ ان کی زبانیں سچی ہیں یہ لوگ ٹھیک ترازو کی طرح ہیں۔ چوں کہ یہ خیر و شر کو اللہ  
 کی طرف سے دیکھتے ہیں اس لئے تمام مخلوق کی جانب سے رُخ موڑے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے دنیا میں  
 و عام کی جانب سے مدح و ذم، تعریف و تذلیل سب یکساں ہے۔)

دین کو ان لوگوں کے سایہ دولت میں پاسکتے ہیں اور اسلام کا منور چہرہ اور توحید کے  
 حقیقت کا جمال انہیں لوگوں کی خدمت میں حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی کو کہا ہے۔ مثنویات سے  
 دردمندی بگرد عیسیٰ کرد داروی رہنمیشیں چہ خواہی کرد  
 (مسیحانی کرنا جناب عیسیٰ کا کام ہے۔ مسافر کسی کا علاج کیا کر سکے گا۔)

اس وقت جب کہ علماء آخرت کبریت احمر ہو گئے ہیں لایسح ولای رقی نسننے میں آتے  
 ہیں نہ دیکھنے میں جس کسی کو دین کا درد ہے وہ بیچارہ کیا کرے اپنے ماتم و مصیبت میں لگا رہے  
 نہ یہ کہ چوپائے کی طرح کھانے پینے میں دن کا ٹاٹا کرے جیسا کہ کسی قابل نے کہا ہے۔ مثنوی سے  
 گر بر آید از سر درویت آہ می برد بولے جگر تا پیش گاہ  
 آہ اگر از چائے خاص آید پدید مرد را حالے خلاص آید پدید  
 (اگر درد کی وجہ سے یہ آہ کریں تو ان کے جگر کے جلنے کی بواس بارگاہ تک پہنچ جائے۔ اگر یہ آہ  
 خاص مقام سے ظاہر ہو تو آدمی کو چھٹکارا مل جائے۔)

اے بھائی! جتنا بھیر زمین کی مقدار میں علم حاصل ہو چکا ہے اگر دین کا درد اور اپنا  
 غم ہے تو اسی کو کام میں لانا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے اگر وہ دولت و نعمت یعنی مردان  
 خاص میسر نہیں ہیں پھر بھی بڑھی عورتوں کے چراغ کی طرح کی روشنی تو ہے۔  
 از بنخت بدم اگر فرزند خورشید از نور رخت مہا چراغ گیرم  
 (اگر مری بدبختی سے سورج ڈوب چکا تو اسے چاند سے محبوب تمہارے چہرے کی چمک سے چراغ کا کام  
 لوں۔) اور اگر یہ بھی فوت ہو جائے تو پھر اوبار مادر زاد پیدائشی بدبختی کی کیا تدبیر ہے  
 ہرچہ استاد درمیشہ براند طفل در مکتب آن تواند خواند

(جو کچھ استاد نے لکھ دیا ہے لڑکا مکتب میں وہی پڑھے گا۔) والسلام

شرف منیری





# مکتوب نمبر ۱۵۸

## توبہ، قناعت، وضو اور تمہت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ثنوی سے

نفس قانع گر گدائی می کند در حقیقت بادشاہی می کند

گر ترانے و خلقانے بود بر منت ہر موعے سلطانی بود

(قناعت یعنی تھوٹے پر خوش رہنے والا اگر گدائی بھی کرے تو حقیقتاً وہ بادشاہی کرتا ہے اگر ترے

پاس ایک روٹی اور پھٹا ہوا کپڑا ہو تو ترے بدن کا رواں رواں بادشاہ ہوتا ہے۔)

فرزند اعزاز امام سلیمان اسلام و دعاء کاتب صرف الدین احمد کھیلی منیری مطالعہ

کریں۔ لکھنا یہ ہے کہ برادر ممولینا مظفر نے اس فقیر سے آپ کے اشتیاق طاقات اور دین کے غم و

اندوہ کا جو آپ کو ہے اس کا ذکر کیا اور طاقیہ کے لئے التماس کی اسی بنا پر مشائخ رضوان اللہ علیہم

کا طاقیہ بھیجا جا رہا ہے۔ اول توبہ بوضوح، پکی توبہ کیجئے اور دل کو دنیا سے سرور کیجئے فقر و فاقہ

اختیار کیجئے اور اسی پر قناعت کیجئے اور اسی ملک و بادشاہی تصور کیجئے جیسا کہ انبیاء و اولیاء

صلوٰۃ اللہ علیہم کے صفات روشن منئے گئے ہیں۔ ان لوگوں کا طاقیہ نہیں اور دو گانہ شکر ادا

کریں اور ہمیشہ با وضو رہیں جس وقت وضو کی ضرورت ہو وضو کریں خواہ کتنا ہی پانی ٹھنڈا ہو کسی

ہی سخت سردی ہو ایک لمحہ ایک گھڑی بھی بے وضو نہ رہیں اور اس کام کا اچھی طرح خیال رکھیں

اس حد تک کہ پانی کا ایک گھونٹ اور روٹی کا ایک لقمہ بھی بے وضو نہ کھائیں جس وقت حاجت

ہو وضو کر لیا کریں اور دو رکعت شکرانہ وضو ادا کریں۔

اور اس امر میں پوری کوشش کریں کہ اپنے حرکات و سکنات کو اس جماعت صوفیہ کے حرکات

و سکنات میں تبدیل کر لیں کہ اسی کو گردش کہتے ہیں جب مرید کو یہ گردش حاصل ہو جاتی ہے تو ہر وہ شکل

جو اس راہ میں ہے وہ سب حل ہو جاتی ہے۔ مثنوی سے  
 اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد  
 اور ہمت بلند کھنسی چاہئے اگر بید گھر میں روٹی کا ایک ٹکڑہ نہ ہو کیوں کہ مرید بے ہمت کسی مقام  
 میں نہیں پہنچتا مثنوی سے

ہر کہ از ہمت دریں راہ آدہ است گر گدائی می کند شاہ آدہ است  
 (دو شخص ہمت کے ساتھ اس راہ میں داخل ہوا ہے وہ اگر بیجا منگنا فقیر بھی ہو تو وہی بادشاہ ہو جاتا ہے)  
 عاقبت و خاتمہ ہماری اور تمام مسلمانوں کی بخیر ہو۔

والسلام

شرف منیری



# مکتوب ۱۵۹

## تبدیلی صفات میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرزند عزیز سلیمان! کاتب حروف شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں۔  
 جب تم فرزند مشائخ قدس اللہ ارواحہم کے طاوہ سے مشرف اور متجلی ہو چکے ہو تو دن بدن بری  
 خصلتوں کو اچھی صفتوں سے بدلنے کی کوشش کرتے رہو کیوں کہ مذہب تصوف میں اصل کام یہی  
 ہے اسی کو کسی نے کہا ہے۔ شعر سے

اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد

(جب بری خصلتیں اچھی عادتوں سے بدل گئیں تو حقیقی شکلیں تیرے اندر بقیں وہ سب حل ہوئیں)

اور اس کو اس جماعت کے لوگ گردش کہتے ہیں جب مرید کو یہ گردش حاصل ہوگئی تو اس میں اہل  
 طریقت کے کام کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو گردش کہتے ہیں جب اتنا بھیر حاصل  
 ہو گیا تو عادت پرستی سے حق پرستی تک تم پہنچ گئے۔ اور وہ یہ ہے جو کہا ہے۔ شعر سے

آن ہوائے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بودند وین باشد  
 (وہ آرزو جو اس سے پہلے رہی ہے وہ سب رسم و عادت تھی دین نہ تھا۔)  
 لیکن چاہئے کہ تدریجاً ہوتا کہ حاصل ہو جائے اور اس پر استقامت ہو انشاء اللہ۔  
 چار رکعت چاشت کی نماز ادا کیا کرو ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی ایک  
 بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھی جائے۔ اور چار رکعت اوابین پڑھا کرو پہلے دو گانہ کے ہر رکعت  
 میں بعد سورہ فاتحہ قل یا ایہا الکافرون یا پنج بار اور دوسرے دو گانہ کی پہلی رکعت میں سورہ  
 فاتحہ کے بعد سورہ البروج اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الطلاق اور دو گانہ  
 عشر کی نماز کے بعد وتر سے پہلے ادا کیا کرو پہلے دو گانہ کے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد  
 سورہ اخلاص دس مرتبہ جب سلام پھیرو تو سو بار نہایت رقت کے ساتھ یا وَحْتَابُ پڑھو پھر  
 اٹھ جاؤ دوسرا دو گانہ ادا کرو ہر رکعت میں وہی قرأت ہوگی جو پہلے دو گانہ میں بتایا گیا سلام  
 کے بعد سو بار یا فَتَّاحُ۔ پھر چھ رکعت تہجد کی آخرات میں ادا کرو پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ  
 کے بعد آیتہ الکرسی ایک بار دوسری رکعت میں امن الرسول آخر سورہ تک۔ اور دوسرے  
 وقتوں میں خواہ تنہائی میں ہو یا مجمع میں ذکر لا الہ الا اللہ میں مشغول رہو۔ اور حد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ  
 فرماتے ہیں۔ شعر سے

ورذات مقدست کے راہ نہایت  
 سرمائیے رہ رواق کہ راہت طلبند  
 ذر عین تو اسیح کس آگ نہایت  
 جو گفتن لا الہ الا اللہ نہایت

(تیری ذات پاک تک کسی کو راہ نہیں، تیرے عین، گنہ سے کوئی شخص آگاہ نہیں، اس راہ کے  
 چلنے والے جو تیری راہ کی طلب میں ہیں، ان کی پونجی بحر ذکر لا الہ الا اللہ اور کچھ نہیں۔)

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف منیری



# مکتوب ۱۶۰

## بندگی کرنے اور مشغولی و ظائف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شعر: راہ دور است اے پیر شیار باش خواب با تو رفتن و بیدار باش  
 (راہ ایسی ہے اے لڑکے پو شیار رہ۔ نیندا پٹ پاس سے دو کر رہے اور بیداری اختیار کر)

اما آج الدین! دعاء خاص

آں برادر کا خط ملا نظر ت گذرا۔ اے عزیز زنجب کوئی ویسوں کی خلعت سے مشرف ہوا ہے  
 اور ان کی راہ میں قدم رکھتا ہے تو اس کو بقدر اپنی وسعت اور طاقت کے ان کی اتباع کے بغیر  
 نہیں ہمتے تاکہ ان کے وقت پاک کے برکات اس کا دامن بھر دیں اور خواہش پرستی سے خدا پرستی  
 تک پہنچا دے۔

آں ہواے کہ پیش ازین باشد رسم و عادت بود نہ دین باشد

از سر دینداری اے بے پاوسر راہ دین این است زیں رہ در گذر

نیست کن ہر چہ رہ و راے بود تا دولت خانہ خداے بود

اس سے پہلے دل میں جو خواہشیں ہوں گی وہ سب رسم و عادت ہوں گی دین نہیں۔

اے بے ڈھنگے دینداری کے خیال سے اس راہ میں داخل ہوا میں لئے کہ دین کی یہی راہ ہے۔

جو کچھ تیری رائے اور تیری راہ ہے ان سب کو مٹا دے تاکہ تیرا دل خدا کا گھر بن جائے۔

اے عزیز اگرچہ بندہ کا کاروبار خداوند عزوجل کے منتقل پر ہے اس کے باوجود بندہ کی جانب

سے جدوجہد ضروری ہے تحقیقاً لواعبودیتہ بندگی ثابت کرنے کے لئے تاکہ اس کے لئے نواز

کا دروازہ کھول دیا جائے۔ چنانچہ کہا ہے۔

لیک جدوجہد می باید ترا تا در این گنج بکشاید ترا

( لیکن تیرا جاننا ہے کوشش و کاوش ضروری ہے تاکہ اس خزانہ کا دروازہ ترے لئے کھول دیا جائے۔ )  
 پہلی چیز یہ کہ رات دن ہر وقت با وضو ہو اگرچہ موسم سرد ہو اور پانی کتنا ہی ٹھنڈا ہو نفلت  
 میں درویش کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ روٹی کا ایک ٹکرا یا پانی کا ایک گھونٹ بھی لے وضو  
 پیئے اس بات کا کافی خیال رکھنا ہے کیوں کہ اس میں فوائد بہت زیادہ ہیں اور ہر مرتبہ جب بھی  
 وضو کرے تو دو گانہ شکر و وضو ضرور ادا کرے۔ اور اشراق کی دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت  
 میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پانچ بار پڑھے۔ چاشت کی چار رکعتیں پڑھے ہر رکعت  
 میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یا ایھا الکافرون پانچ بار اور دوسرے دو گانہ میں سورہ فاتحہ کے بعد  
 پہلی رکعت میں سورہ البروج اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الطارق اور تیسرے  
 دو گانہ کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات بار اور سورہ فلق اور سورہ والناس  
 ایک ایک بار۔ عشا کی نماز کے بعد وتر سے پہلے دو گانہ ادا کرے پہلے دو گانہ میں سورہ اخلاص  
 دس بار سلام کے بعد سو بار یا دھاب۔ اور دوسرے دو گانہ میں بھی سورہ فاتحہ کے بعد سورہ  
 اخلاص دس بار سلام کے بعد سو بار یا فتاح پڑھے۔ اور تہجد بارہ رکعت ہے چھ سلام کے  
 ساتھ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں  
 امن الرسول آخر سورہ بقرہ تک اور اس درمیان میں جو دل چاہے اس کا وظیفہ کرے اور ہاں  
 تہجد کے بعد سو بار استغفر اللہ من کل ذنب و اتوب الیہ پڑھے۔

اے عزیز اس باب میں اصل چیز دنیا کا ترک ہے۔ ثنوی۔

ترک دنیا گیر و کارے حرک ساز	راہ بس دور است رہ را برک ساز
گر تراویں باشد از دنیا مناز	ہر دو با ہم راست نیاید کژ مبارز
صد جہان علم با معنی بہم	دو رخ آرد باریا دنیا بہم
گردت آگہ ز معنی آمدہ است	کار و نیت ترک دنیا آندہ است
ہر کہ او از دار دنیا پاک شد	نور مطلق گشت گرچہ خاک شد

( دنیا کا ترک اختیار کرو کلام کو آسان بناؤ زاہد بہت لمبی ہے اسے طے کرو۔ اگر تمہیں دین چاہیے  
 تو دنیا پر نازاں نہ ہو، دین و دنیا با ہم راست نہیں آتے اس کج فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ اگر  
 سو جہان کا علم معنی کے ساتھ جمع ہو جائے تو عذاب کا بوجھ لے آئے گا یا دنیا لاکر اٹھا کر دیکھا

اور اگر تمہارا دل معنی سے آگاہ ہو چکا ہے تو دنیا کا ترک تمہارا حال ہو کر تمہارے دین کا کام بنا گیا ہے۔  
 ہر وہ آدمی جو اس دنیا سے پاک ہو اور نور مطلق ہو اگرچہ خاک ہو۔  
 یہ چند فوائد جو اس مکتوب کے تحت آگئے ہیں حضرت شیخ عظیم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ نے  
 مسالوں کے سوال کے جواب میں اور کچھ رغبت دینے اور دلانے کے لئے فرمایا ہے۔  
 عاقبت دعا تمت بخیر ہو۔

والسلام

حقیر شرف منیری



## مکتوب ۱۶۱

### خواجہ مہذب علیہ رحمت کے سوال کے جواب میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنرا کہ جناب جمال باشد      گر ناز کند حلال باشد  
 و آنکس کہ چنین جمال بیند      عاشق نشود و بال باشد  
 در عالم خویش عاشقان را      گر بارود محال باشد  
 از منج جمال خوب و اللہ      نقصان نبود کمال باشد

(وہ جو ایسا صاحب جمال ہوتا ہے اگر وہ ناز کرے تو اس کے لئے حلال و جائز ہے،  
 اور وہ جو یہ حسن و جمال دیکھے وہ عاشق نہیں ہو تو اس کے لئے وبال ہی وبال ہے  
 اور اگر اپنے بارگاہِ حسن میں عاشقوں کو باریابی دے تو یہ محال ہے، اور اس حسن و جمال  
 سے حجاب، قسم ہے اللہ کی خوب ہے اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ یہ کمال حسن ہے)

برادر عزیز خواجہ مہذب      کاتب حروف شرف منیری کا سلام و دعا و مطالعہ کریں۔

دافع ہو آن برادر کا خط پہنچا مطالعہ میں آیا، سوال معلوم ہوا۔ اسے برادر جب یہ قاعدہ

تہمیدی ہے کہ الامتظار موت الاحمر: انتظار سرخ موت ہے) بیچارے محب کو انتظار

کی قوت کہاں لازماً جس کا وعدہ ہے اس کو مفقود پاتے ہیں اور جس کا وقت مقرر ہے اس کو موجود جانتے ہیں۔ قلق واضطراب میں کہہ اٹھتے ہیں۔ شعر سے

یا مراد من بدہ یا فارغ من کن از مراد وعدہ فرودار ہا کن یا چنان کن یا جنین

(یا میری مراد تبھیے یا مراد سے فارغ کیجئے، کل کا وعدہ چھوڑ دیجئے یا یہ کیجئے یا وہ۔)

’جواب میں‘ غیب سے ندا آتی ہے تمہاری خواہش اور میری خواہش۔ ہو گا وہی جو میں چاہوں گا۔ سبحان اللہ! اے برادر اشتیاق موسیٰ علیہ السلام کے اشتیاق کے مثل نہیں، سوز موسیٰ علیہ السلام کے سوز جیسا نہیں، درد موسیٰ علیہ السلام کے درد کے مانند نہیں، دعاء موسیٰ علیہ السلام کی دعاء جیسی نہیں، اس کے باوجود ان کو جواب لِنُ تَرَانِی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) ملا۔ اسی معنی میں کسی نے کہا ہے۔ قطعہ سے

چوں عاشقِ خاصِ رازِ حضرت بر فورِ جوابِ لِنُ تَرَانِی

اے دوستِ بدار کہ درخورِ ما چونی و پیرانی و شبانی

(جب ایسے عاشقِ خاص کو اس بارگاہ سے فوراً جواب میں لِنُ تَرَانِی (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) کہا گیا ہے

تو اے دوست ہمارے تمہارے حق میں یوں، ووں، ایسے ایسے اور چرواہی کے سوا کیا ہے)

اور یہ نہ تنہا ہم کو اور آپ کو ہے بلکہ سب کے لئے یہ مصیبت و اندوہ ہے۔ وہ جو اس

دنیا سے جا چکے اور گور میں آرام فرمائیں کل قیامت میں جب قبر سے اٹھیں گے سب اس مصیبت و

اندوہ کے ساتھ اٹھیں گے۔ اسی کو کہا ہے۔ قطعہ سے

زرد دین ہمہ پیران رہ را محاسنہا بخونِ دلِ خضاب است

ہمہ مردان دین رازین مصیبت جگر آتشہ و دلہا کباب است

(دین کے اس درد میں سارے پیران راہ کے ریش ان کے دل کے خون کے خضاب سے رنگین

ہیں اور اس مصیبت سے تمام مردان دین کے جگر آتشہ اور دل جل بھین رہے ہیں۔)

ایک بزرگ اسی حال میں نالہ کرتے ہیں اور دل کے درد سے کہتے ہیں۔ ایک قوم وہ ہے

جس کو پتھر کے بتوں کے سامنے سرنگوں کر دیا ہے اور دوسری قوم کو رنگ و بوی میں ڈال دیا، ایک

قوم کو جستجو و تلاش میں لگا دیا، اور ایک قوم کو گفتگو و بحث و مباحثہ میں مبتلا کر دیا، الحق

عزیز و الطریق لعید و سید الخلق قیل و قال (وہ حق تعالیٰ بڑی عزت والا ہے اور اس تک

راہ بڑی لمبی ہے لوگوں کے پاس سے بحرِ قیل و قال اور کیا ہے) اسی کو کہا ہے۔ رُبای س

گر در غم تو نیست شرم نیگی نیست

مدیاں ترازوئے تو چوں کی نیست

من در طلب تو از توام کی نیست

مورار بفلک پیر مرند جی نیست

(اگر میں ترے عشق میں فنا ہو جاؤں تو کوئی شرم کی بات نہیں۔ اگر ترے ترازو میں سینکڑوں جانیں

رکھی جائیں تو بے وزن ہیں میں تری جستجو میں پریشان ہوں اور مجھ پر کوئی عنایت نہیں ہے اگر آسمان

تک جیونٹی نہیں اڑ سکتی تو کوئی جھکڑے کی بات نہیں۔)

آدی جب آئینہ دیکھتا ہے تو اپنی صورت نظر آتی ہے قیاس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاتھ

بڑھاؤں اس صورت کو بیکڑا کر اپنے قبضہ میں کر لوں ساری عمر اس کوشش میں اس کی گذر جائے

پھر بھی یہ طیسر نہیں ہو سکتا اسی کی جانب یہ اشارہ ہے جو کہا ہے۔ شعر س

در عشق تو صد ہزار عمر آدبہ رفتند و نیافتند از وصل اثر

(اگر تیرے عشق میں سو ہزار عمر بسر ہو جائے تلاش و جستجو کرتے رہیں ترے وصل کا نشان تک نہیں پا سکتے)

اے عزیز! جباری و قہاری اور عزیزی محبوب کی صفت ہے وہ کسی کے فرمان و حکم میں نہیں

تو یہاں یہی صادق آتا ہے جو اس بزرگ نے کہا ہے لا سبیل اللہ الیہ ولا ید منہ وللعبد

الیوم عرفانہ و عندا غفرانہ و رضوانہ (اللہ کا راستہ اس کی طرف نہیں ہے اور اس سے

مفر بھی نہیں ہے آج بندہ کے لئے اس کی معرفت ہے اور کل اس کی مغفرت اور اس کی رضاء ہے۔

اور آج بندہ کے لئے اس کا عرفان اور کل قیامت میں اس کے لئے اس کا عفو و غفران ہے لیکن

حقیقت صمدیت و ستر احدیت بشر کے ادراک اور عقل مختصر کی دریافت سے پاک ہے جیسا کہ

کہا ہے۔ قطعہ س

ہزار عاشق آمد بطح صحبت ما

ہزار کرد دل و دیدہ خادمان مرا

ہمہ زانہ و تیمار عشق سوز گشت

کہ کس نہ دید و نہ دانست کس نشان مرا

(ہزاروں عاشق ہم سے ملنے کی تمنا میں آئے اور سفارش کے لئے ہمارے نوکروں پر اپنا دل اور

اپنی آنکھیں تصدق کر دیں۔ سب اس کی جدائی کی آگ میں جل کر خاک ہو گئے۔ ایسا کہ ان کا نام و

نشان بھی کسی نے نہ دیکھا۔)

سبحان اللہ اے بھائی! پاک ہے اس کی ذات واللہ ید عوالی داد اللہ سلام



(اللہ سلاستی کے گھر کی طرف بلاتا ہے) کی ندائے ایک شمع روشن کی گئی ہزاروں ہزار بیچارہ محب نے پروانہ وار خود کو اس شمع پر ڈال دیا اور جل بھن گئے ذرہ برابر اس شمع کی نو پر نہ کمی ظاہر ہوئی اور نہ زیادتی پیدا ہوئی۔ اسی حال میں روتے ہیں اور نالہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ رباعی۔

فرماں براغم کہ بیچ فرماں نبرد - غم خوارہ آنم کہ غم من نہ خورد

من جو روح جفا، اول بعد جان مجرم او ہر دو فائے من بیک جو نخورد

غور و تامل کافی کیجئے یہاں تک کہ اپنے سوال کا جواب پالیں۔ عاقبت بھی بخیر ہو۔

وَالسَّلَام

شرف منیری



## مکتوب ۱۶۲

### روح کا بیان دوسری عبارت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے برادر! جانو روح کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اکثر کا یہ خیال ہے کہ روح کے بارے میں گفتگو کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خود کلام مجید میں فرمایا ہے *ولیسألونک عن الروح قل الروح من امر ربی* (آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم میں سے ہے) اس سے زیادہ حضور کو حکم نہیں ہوا جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قل الروح من امر ربی سے زیادہ بیان کرنے کا حکم نہیں ہوا تو حضور کے علاوہ کسی غیر کو یہ درست نہیں ہے کہ وہ اس سے زیادہ کچھ اور کہے، اور جمہور رضوان اللہ اسی کو اختیار کئے ہیں کہ روح کے بارے میں قل الروح من امر ربی کی مقدار سے زیادہ گفتگو نہ کی جائے بس اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔

لیکن کچھ ایسے بھی ہیں کہتے ہیں کہ روح کے بارے میں گفتگو کرنے میں کوئی ڈر کی بات نہیں ہے اور یہ کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کے بارے میں قل الروح من امر ربی کی

مقدار سے زیادہ کچھ نہیں کہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل تھی کیوں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضور کو اُمتی بنایا تھا حضور نہ لکھنا جانتے تھے اور نہ پڑھنا یہ اُمتی ہونا حضور کی نبوت کی دلیل تھی، لیکن اور دوسرے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں ان کے لئے روح کے باب میں گفتگو کرنا جائز ہے چنانچہ اسی بنا پر کہتے ہیں کہ ہر شخص روح کی صفتوں اور اس کی تاثیر میں گفتگو کر سکتا ہے۔ جیسا کہ تفسیر عتابی میں آیا ہے کہ روح اس صفت پر ہے کہ اگر نفس کا حجاب اٹھ جائے تو دونوں جہان اس کی نظر میں آجائیں اور کونین میں کوئی چیز اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہ رہے اور اس کا تصرف ہر چیز میں نافذ ہو۔

لیکن خداوند جل جلالہ نے جسمانی کو روحانی پر غالب گردانا ہے یہاں تک کہ اس کا دیکھنا اور اس کا تصرف ناقص ہو گیا جیسا کہ کسی نے اپنے عالم میں کہا ہے۔

دل مغز حقیقت است تن پوست بہیں در کسوت روح صورت دوست بہیں

ہر چیز کے کہ آن نشان ہستی دارد یا سایہ نور اوست یا اوست بہیں

دل حقیقت کا مغز ہے جسم کو پوست سمجھو۔ روح کے جامہ میں دوست کی صورت کا مشاہدہ کرو

ہر ایک چیز اس کے ہستی کا نشان دیتے ہیں۔ یا اس کو اس کے نور کا سایہ سمجھو یا وہی ہے یہ جانو۔

حضرت عین القضاة ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ فرشتے

اگرچہ لطیف ہیں ایسے کہ پلک مارنے سے بھی کم وقفہ میں جہاں چاہیں پہنچ سکتے ہیں اسی کے ساتھ

ساتھ وہ حرکت کے محتاج ہیں روح کے لئے حرکت کی حاجت بھی نہیں حرکت اس کے کمال

کے منافی ہے لطافت کا کمال روح انسانی کو حاصل ہے انسان کی روح انتہائی لطیف ہے

کوئی مخلوق لطافت میں اس کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی، عرش سے تحت الشریٰ تک کوئی ذرہ

اُس سے دور نہیں اس کو حرکت کی حاجت نہیں ہے۔ ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ دنیا و آخرت

روح کے نزدیک برابر ہے۔

اور تفسیر لطائف میں اللہ تعالیٰ کا قول الرحمن علی العرش استوی (وہ بڑی

رحمتوں والا عرش پر قائم ہوا) کی تفسیر میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش آسمان میں تو معلوم

ہے زمین میں اس کا عرش اہل توحید کے قلوب میں آسمان کا عرش فرشتوں کی طواف گاہ ہے،

عرش زمین لطائف کی طواف گاہ ہے۔ آسمان کے عرش کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں و سجّل

عَدِشْ رَبِّكَ فَوَقَّعَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةً (اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز اٹھ فرشتے اٹھاتے ہوں گے) اور دل کے عرش کو خداوند جلُّ علاا اٹھائے ہوئے ہے۔ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبُرُوجِ (اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سواری دی) آسمان کا عرش خلق کی دعاء کی قبولیت کی جا ہے اور دل کا عرش حق سبحانہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے تو ان دونوں عرشوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور اسی کو کسی نے کہا ہے۔

اوراکہ ازیں سخن نشان است      عنقا صفت ازیں نہاں است

ہر دل کہ برودر کشاوند      تو قیوع ولایتیش ..... بد اوند

ایک جماعت کا قول ہے کہ روح 'دل' اور نفس و عقل یہ چاروں ایک ہی ہیں کیوں کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہے قالب اور روح۔ لہذا حشر و نشر روح و قالب کے لئے ہے اور ثواب و عذاب بھی اسی قالب و روح کو ہے پس از روئے حقیقت یوں ہے کہ روح کے چار حال ہیں ہر حال کی مناسبت سے اسے ایک نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایک حال کی نسبت سے اسے نفس کہتے ہیں اور ایک حال کی نسبت سے دل کہتے ہیں اور ایک حال کی نسبت سے عقل اور ایک حال کی نسبت سے رُوح کہتے ہیں اور یہ سب اپنی ذات سے ایک ہی چیز ہے نام کی زیادتی اسمی کی کثرت کا تقاضا نہیں کرتے اور روح اپنی حد و حقیقت میں متحد ہیں یا مختلف وہ مختلف ہے بعضوں کا قول ہے کہ اپنی حد و حقیقت میں متحد ہیں اور کچھ لوگوں کا قول ہے کہ اپنی حد و حقیقت میں مختلف ہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کسی ایک میں ایمان وجود میں آتا ہے اور کسی دوسرے میں کفر تو میں نے جانا کہ ہر ایک کی حد و حقیقت دوسرے سے مختلف ہے اور وہ قائل کہتا ہے کہ حد و حقیقت متحد ہے کہتے ہیں کہ افعال کا اختلاف مزاج کے اختلاف کی رُو سے ہے چوں کہ مزاج مختلف ہوتے ہیں تو یقیناً افعال بھی مختلف ہوں گے پس افعال کا اختلاف اسی رُو سے ہے نہ یہ کہ اختلاف حد و حقیقت کی جہت سے۔ اور رسالہ اخرویہ میں یہ عبارت آئی ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا روح بدن میں حال ہے جیسے ظرف و برتن میں پانی کا حلول یا جوہر میں عرض کا حلول ہوتا ہے یا خود جوہر ہے قائم بنفسہ اگر جوہر ہے قائم اپنی ذات سے تو متعین ہے یا غیر متعین اگر متعین ہے تو اس کا مکان کون ہے دل ہے یا دماغ یا کوئی دوسری جگہ ہے اور اگر متعین نہیں ہے تو جوہر غیر متعین کیسے ہوگا۔ حضرت امام غزالی

نے فرمایا یہ سوال روح کے ستر سے ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نا اہلوں پر اس رائے کے منکشف کرنے کی اجازت نہیں ہوئی ہے۔ اگر تم اہل ہو تو سنو کہ روح جسم نہیں ہے اور نہ بدن میں وہ حلول کئے ہوئے ہے جس طرح برتن میں پانی حلول کئے ہوئے ہوتا ہے اور نہ وہ عرض ہے اور نہ وہ دماغ میں اور نہ دل میں حلول کئے ہوئے ہے جس طرح کہ سیاہی سیاہ میں بلکہ روح جوہر ہے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانتی ہے اور اپنے خالق کو بھی اور معقولات (عقل کی باتوں) کو بھی پالیتی ہے اور عرض ان صفات سے موصوف نہیں ہوتا۔ جسم بھی نہیں ہے کیوں کہ جسم تقسیم کے قابل ہوتا ہے عقلاً کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ جزو لائے تجزی ایسا جزو ہے کہ جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ تقسیم کو قبول نہیں کرتا جب یہ معلوم ہو گیا کہ تقسیم پذیر نہیں ہے اگر متجز ہوتی تو تقسیم پذیر بھی ہوتی اور اس کی نفی ہے۔

اس کے بعد پھر لوگوں نے سوال کیا جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی صورت کیا ہے؟ داخل ہے جسم میں یا اس سے خارج ہے یا جسم سے متصل ہے یا منفصل ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہ بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور نہ بدن سے متصل ہے اور نہ منفصل ہے اس لئے کہ متصل کے صحیح ہونے کی شرط اتصال کی صفت سے ہے۔ اتصال انفصال خروج و دخول سے متصف ہوتا ہے اور یہ صفت جسم کو ہے۔ بحر و اوردونوں روح سے منتفی ہے پس اس کو انفکاک ہو گا ان چند چیزوں سے جیسے جماد کہ جسے نہ علم کی صفت ہے اور نہ جہل کی اس لئے کہ شرط صحت اتصاف بعلم و جہل ویلے ہے جیسے حیات منتفی ہے ضدین بھی منتفی ہے۔ یہ اور اس کے مانند بہت ساری مثالیں کتابوں میں مذکور ہیں بشر میں بھی اور نظم میں بھی لیکن کسی شخص نے روح کی حقیقت باہت میں ایک بات بھی نہیں لکھی یہ دروازہ بند ہے۔ خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

نیست بالائے تو مخلوقے دگر      نیست بیرون تو مشوقے دگر

چوں برونی نور عقل و معرفت      نہ تو در شرح آئی و نہ در صفت

ہر چہ در توحید مطلق آمدہ است      آہنمہ در تو محقق آمدہ است

(تجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں آتھی سے باہر کوئی مشوق نہیں چوں کہ تو عقل و معرفت کا باہر اس لئے تو شرح و بیان میں آ سکتا ہے اور نہ تری توصیف ہی ہو سکتی ہے توحید مطلق میں جو کچھ حقیقتاً وہ سب ترے ہی اندر ہے۔)

# مکتوب ۱۶۳

## ترقی روح انسانی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو کہ انسان کی روح نے جب انبیاء کی تصدیق کی تو وہ انسان ایمان کے مقام میں پہنچا اس کا نام مومن ہوا اور جب انبیاء کی تصدیق کے ساتھ ساتھ اُس نے اپنے اکثر اوقات کو عبادت میں گزارا تو عابدی کے مقام میں پہنچا عابد کہلایا اور جب اس نے دنیا سے منہ موڑ لیا اور ترک جاہ و مال کیا اور لذات بدنی سے آزاد ہوا تو زہد کے مقام میں داخل ہوا اس کا نام زاہد ہوا اور جب اس زہد کے ساتھ ساتھ خدا کو اور خدا کی صفیوں اور اس کے اسماء و افعال کو پہچانا اور اشیاء و اشیاء کی حکمتوں کو جیسا کہ اس کے جاننے کا حق ہو کر جانا اور دیکھ لیا تو مقام معرفت میں پہنچا اس کا نام عارف ہوا اور جب اس معرفت کے ہوتے ہوئے حق تعالیٰ نے اپنی محبت اور الہام کے لئے مخصوص فرمایا تو وہ ولایت میں داخل ہوا اور اس کا نام ولی ہوا اور جب محبت و الہام کے وجود کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ نے وحی اور معجزہ کے لئے مخصوص فرمایا اور ان کو خلق کے پاس پیغام لے جانے والا بنا کر بھیجا تا کہ لوگوں کو دعوت دیں نبوت کے مقام میں پہنچے ان کا نام نبی ہوا اور جب وحی و معجزہ کے ساتھ ساتھ ان کو حق تعالیٰ نے اپنی کتاب کے لئے مخصوص فرمایا تو وہ مقام رسالت میں پہنچے ان کا نام رسول ہوا اور جب کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ پہلی شریعت کو منسوخ کیا اور دوسری شریعت قائم کی اور الوعزم کے مقام میں پہنچے ان کا نام الوالعزم ہوا اور جب باوصف اس کے کہ پہلی شریعت منسوخ کی اور دوسری شریعت قائم فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کو ختم نبوت کے لئے مخصوص فرمایا تو وہ مقام ختم میں پہنچے ان کا نام خاتم ہوا۔

اور اہل شریعت کے نزدیک یہ ہے کہ یہ ہر نو مرتبہ عطائی ہیں اور ہر ایک کا مقام

معلوم ہے سعی و کوشش سے بھی اپنے مقام سے نہیں بڑھ سکتے ہاں اہل حکمت یعنی حکماء کہتے ہیں کہ یہ نو درجے اور مرتبے کسی ہیں اور کسی کو بھی کسی کا مقام و مرتبہ معلوم نہیں اور ہر شخص کا ہر مقام ان کے علم اور ان کی طہارت کی جزا ہے جو شخص اس قالب میں علم و طہارت زیادہ حاصل کرتا ہے اس کا مرتبہ بالاتر ہوتا ہے۔

اور اہل وحدت کہتے ہیں کہ روح انسانی کی ترقی کی حد ظاہر ہی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اگر کسی صاحب استعداد آدمی کی ہزار سال عمر ہو اور اس ہزار سال کی عمر میں مجاہدہ کرتا ہے اور سیر میں ہو تو وہ ہر روز ایک نئی چیز کا علم حاصل کرے کہ اس سے پہلے وہ اس چیز سے آگاہ نہ تھا اور وہ پائے ایسی خبر کہ اس سے پہلے اس نے اس کو نہ پایا ہو یہ اس وجہ سے کہ خداوند تعالیٰ کے علم و حکمت کی انتہا نہیں ہے اور اسی جہت سے کہتے ہیں کہ روح انسانی کی ترقی کی حد ظاہر و پیدا نہیں ہے۔



والسلام  
حقیر شرف منیری

## مکتوب ۱۶۴

### دل کے بیان میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے بھائی! تم جانو کہ دل ہے کیا اور دل کس کو کہتے ہیں؟ ان فی ذلک جنات اور جو کپڑے مکوڑے کی جگہ ہے وہ دل نہیں ہے بلکہ دل وہ ہے جس کے بارے میں قرآن کی سورۃ ق ماحورع ۱۷ میں یہ آیت یوں ہے۔ ان فی ذلک لذکوٰی لمن کان لہ قلب (اس میں اس کے لئے عبرت و نصیحت ہے جس کے پاس فہم دل ہے) ہر آدمی کے پاس دل نہیں ہے" اگر ہوتا تو یہ قول درست نہ ہوتا اور جو نصیحت نہیں قبول کرتا اس کو بیدل کہا گیا ہے۔ اور وہ دل جو گوشت کا لوہٹا ہے کہ جسے سینہ کی ہڈیاں احاطہ میں لئے ہوئے ہیں اس کو کھڑے سے مطلب نہیں بلکہ اس بستر سے غرض ہے کہ جو عالم امر

ہے یہ گوشت عالم امر سے نہیں ہے یہ عالم خلق سے ہے دل اس کا عرش ہے سینہ اس کی کرسی اور دوسرے تمامی اعضاء اس کے عالم مملکت ہیں۔ اور خلق و امر دونوں خدا ہی سے ہیں لیکن وہ ستر کہ جس کے بارے میں حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قل الروح من امر ربی (کہہ دیجئے روح رب کے علم میں سے ہے) وہ بادشاہ و امیر ہے یہ اس لئے کہ عالم امر اور عالم خلق کے درمیان فرق ہے۔ عالم امر عالم خلق پر بادشاہ ہے اور وہ لطیف ہے کہ جب صلاح و خیر پر ہوتا ہے تو اس کے سارے بدن خیر و صلاح پر ہوتے ہیں۔ تو جس شخص نے اس لطیف کو پہچان لیا خود کو اس نے پہچان لیا اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا اور جب بندہ اس مقام میں پہنچتا ہے تو بوستان معنی کے مہدار کی خوشبو میں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ان اللہ اخلق آدم علی صورتہ (ہم نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) میں ہے وہ لے پالیتا ہے اور رحمت کی آنکھ سے دیکھتا ہے ان لوگوں کو جو ظاہر لفظ میں پڑے ہوئے ہیں۔ دل کا قصہ بیان میں نہیں آسکتا جس طرح روح کی حکایت بیان میں نہیں آسکتی۔

اے بھائی دل کی صفت یہ ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من خالص اللہ اربعین صباحاً ظہرت ینابیع الحکمة بین قلبہ علی لسانہ الاخلاص فی الطاعة ترک الریاء الینبوع العین وجمعه ینابیع الحکمة المعنی الذی لاجلہ المصروع الفقہ الوقوف علیہ والمعنی ان من عبد اللہ اربعین صباحاً علی الاخلاص و ترک الریاء اظہر الیہ عیون الحکمة فی قلبہ ثم اجری من قلبہ علی لسانہ حتی یکون ناطقاً بالحکمة والصواب ولا سلم من فی السموات والارض اے انقاد والہ اهل السموات وہم الملائکة طوعاً واهل الارض بعضهم طوعاً وہم من ولد وانی الاسلام و بعضہم کرہا وہم من ادخلوا من دار الحرب وکان اسلامہم کرہا ثم صار طوعاً (جس نے غلوس کے ساتھ چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دئے۔ حکمت کے چشمے اس کے قلب سے نکل کر) اس کی زبان پر ظاہر ہوں گے طاعت میں اخلاص کے معنی زیادہ نالش کا ترک کرنا ہے نبوع بمعنی چشمہ اس کی جمع ینابیع ہے حکمت سے مراد وہ مقصد ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو بنایا ہے۔ فقہ کے معنی اس مقصد کی واقفیت۔ پوری عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے اللہ کی عبادت چالیس دنوں تک اخلاص کے ساتھ کیا اور بھلاؤ

دنمائش کے جذبہ سے خالی ہو کر کی تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں حکمت کے چشمے جاری فرمادیتا ہے پھر قلب سے نکال کر اس کی زبان پر جاری فرماتا ہے یہاں تک کہ اس کا کلام حکمت و صحت پر مبنی ہو جاتا ہے۔ اور تقویٰ اسلام لے آتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی اللہ کے مطیع ہوتے ہیں آسمانوں والے یعنی فرشتے برضا و رغبت اور زمین والے بعض تو برضا و رغبت اور یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور بعض بے دلی سے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دار الحرب سے داخل ہوئے اور ان کا اسلام بے دل سماعتاً پھر وہ خوش دلی سے ہو گیا۔

اے بھائی! جس طرح نفس کے انوار مختلف ہیں کسی وقت زرد کسی وقت سبز اسی طرح دل کے انوار بھی مختلف ہیں کسی وقت سفید ہوتا ہے کسی وقت زرد ہوتا ہے کسی وقت سُرخ لیکن نور سبز وہ حجاب ہے کہ اس کے بعد حجاب نہیں ہے یعنی اس کے بعد حجاب نہیں ہے عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ



شرف منیری

## مکتوب ۱۶۵

### ذکر کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو جب مرید ذکر میں صادق ہوتا ہے تو اس کے دل میں ایسی آگ پیدا ہوتی ہے کہ اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ ان سب کو جلا دیتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ذکر کا مزہ اس کے ذائقہ میں آتا ہے اور طرح طرح کی خوشبوئیں مشک، عنبر، اور کانور کی اس کے شامہ میں مشرق و مغرب سے پہنچتی ہیں اور یہ چکھنے کی بات ہے کہنے کی نہیں (یعنی اس کا مزہ وہی جانتا ہے جس نے چکھا ہے یہ بتلانے کی بات نہیں) اور کہا گیا ہے کہ زبان کا ذکر کبواں ہے اور قلب کا ذکر و سوا اس اعمال میں سب سے افضل عمل ذکر ہی ہے اور ذکر کے تین



پوست ہیں پہلا پوست زبان کا ذکر ہے اور دوسرا پوست ذکر دل ہے تکلف کے ساتھ یعنی دل کو ذکر میں تکلف لاتے ہیں اور تیسرا پوست دل کا ذکر ہے طبع کے ساتھ یعنی بغیر تکلف کے دل کا ذکر ہوتا ہے اور چوتھا مغز ذکر ہے اور یہ جس کا ذکر کیا جاتا ہے (یعنی مذکور) کا غلبہ اور تسلط ہے دل پر۔ اور ذکر کا نہاں ہو جانا ہے اور یہی مطلوب مطلوب ہے اگر ذکر ایسا ہے تو یہاں پر ذکر فانی ہو جاتا ہے اس کو اپنی ذات کا اور کسی چیز کا بھی ظاہر و باطن احساس نہیں رہتا و ہذا عین الجمع والتوحید وانما التفارقة قبل ذالك مادام الذاکر فی مقام ذکر اللسان و ذکر القلب (اور یہ عین جمع و توحید ہے اور تفرقہ تو اس سے قبل اس وقت تک کہ یہ تک ذکر سانی ذکر قلبی کی منزل میں رہتا ہے) تو اسی سے کہا ہے جس نے بھی کہا ہے کہ ذکر زبان کو اس سے ہے اور ذکر قلب کو اس سے یعنی چوتھے درجہ کی نسبت سے اور اس مرتبہ کے مقابلہ میں ذکر زبان و ذکر دل ہدیان و وسوسا ہے نہ یہ کہ حقیقت میں ہدیان و وسوسا ہے کیوں کہ زبان اور دل کے ذکر میں ایک طرح کی تشویش ہوتی ہے انتشار رہتا ہے اور یہ تفرقہ ہے اسی بنا پر کہا ہے کہ ذکر زبان ہدیان اور ذکر قلب وسوسا ہے۔

نماز (یعنی تہجد کی نماز) حاجت برآری کے لئے۔ نقل ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو آرزوئیں تھیں اور تمام آرزوئیں سب سے بڑی آرزو اُمت کی شفاعت کی تھی تو خداوند عزوجل نے حاجت روا ہونے کے لئے آپ کو تہجد کی مناسزا ادا کرنے کی تاکید فرمائی تو تہجد کی نماز حاجت پوری ہونے کے لئے سب سے اولیٰ و برتر ہوئی۔ پانچوں وقت کے فرض نمازوں کی پابندی کے بعد۔ جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی آرزو پوری ہونے کے لئے وعدہ ہوا ہے ایسا ہی جو شخص بھی ادا کرے گا تو اس کی حاجت پوری ہونے کی امید ہے۔

اور ایک دوسری نماز ہے خواجہ حضرت سے حاجتوں کے پوری ہونے کے لئے اور یہ آزمودہ ہے یہ نماز دو رکعت ہے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سات بار اور قل یا ایھا الکافرون ایک بار دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سات بار قل هو اللہ ایک بار سلام کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم دس بار یا غیاث المستغیثین اغثنی دس بار اور یہ درود اللہم صلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم دس بار پھر حاجت چاہے اور یہ پڑھے خداوند بدست نفس در ماندہ ام مرا فریاد رس و از پیش من این حجاب بردار امید ہے کہ جو حاجت بھی چاہے

وَالسَّلَامُ

فقیر مشرف منیری



# مکتوب ۱۶۶

## نفس و خطرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسے برادر! جانو! اہل طریقت کہتے ہیں کہ نفس قالب میں رکھا ہوا ایک لطیفہ ہے اور وہ جملہ بُرے خصائل اور ہلاک کرنے والی صفتوں کا محل ہے آدمی کے لئے اس نفس سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں ہے کیوں کہ آدمی کی ہلاکت اسی دشمن سے ہے اور یہ اسی کی جانب اشارہ ہے جو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اعدی اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک (ترا سب بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے) کافر کو تلوار سے دور کیا جاسکتا ہے، شیاطین کو اپنے آگے سے لاجل و لا قوۃ الا باللہ سے ہٹایا جاسکتا ہے لیکن نفس کافر ایک ایسا اندرونی دشمن ہے کہ اس کے ہٹانے کی کسی کے پاس کوئی صورت نہیں اور اس کے شر سے کوئی مامون و محفوظ نہیں اس کی تمام مراد و خواہش وہ ہے جو خداوند تعالیٰ کی ہے اور اپنے اس دعویٰ میں وہ خدا کے ضد ہے اور اپنے مطلوب میں وہ خداوند تعالیٰ کے مطلوب کے خلاف ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ سب لوگ اسی کی حمد و ثنا کریں نفس کافر بھی خلق سے یہی تقاضا کرتا ہے کہ سب اس کی تعریف و توصیف کیا کریں۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق سے طلب کیا ہے کہ سب اسی کے حکموں کو مانیں اور جس چیز کو منع کیا ہے اس سے دور رہیں نفس کافر خلق سے تقاضا کرتا ہے کہ سب لوگ اسی کے حکم پر چلیں اور جس چیز سے وہ منع کرتا ہے اس سے دور رہیں حق سبحانہ تعالیٰ لوگوں سے طالب فرماتا ہے کہ سب لوگ اس کے عطا و

کرم کی توصیف کرتے رہیں نفس کافر لوگوں سے چاہتا ہے کہ تمام لوگ اس کے سخاوت و داد و دہش کا گن گاتے رہیں۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے یہی چاہتا ہے کہ سب کو اسی سے رغبت ہو سب اسی کی طرف مائل ہوں سب کو اسی سے خوف ہو یہ ساری صفیتیں اللہ جل جلالہ کی ہیں اور حال یہ ہے کہ نفس کافر بھی خود یہی دعویٰ کرتا ہے اور سارے لوگوں سے یہی سب کچھ چاہتا ہے اور جب تک یہ ساری صفیتیں آدمی میں کام نہ کریں خدائی کا دعویٰ اس سے سرزد ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ فرعون نے خود کو دیکھا کہ میں کوئی شخص ہوں، اور یہ صفیتیں نہ صرف فرعون ہی میں تھیں ایسا نہیں ہے کہ ہمارے تمہارے اندر نہ ہو۔ سارے لوگوں کے نفس میں یہی صفات ہیں اور تمام لوگوں کے نفس کو یہی دعویٰ ہے۔ ہاں اس نے اعلان یہ کہا انار جہم الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کیوں کہ اس جملہ پر اس کے مار ڈالنے کا کوئی سوال ہی نہ تھا اس لئے کہ اس وقت اس کے مقابلہ کا کوئی دوسرا نہ تھا ہم لوگوں کا نفس اس لئے ڈرتا ہے کہ اگر اعلان یہ کہتا ہوں جس طرح اس نے کہا تو لوگ قتل کر دیں گے فرق یہی ہے کہ اس کی فرعونیت اعلان یہ کھلم کھلا تھی اور ہم لوگوں کے نفس کی فرعونیت پوشیدہ ہے اہل معرفت و اہل بصیرت ان سبک آشنا میں اور ان سب کو دیکھے ہوئے ہیں۔

اے بھائی! نفس کے مکر سے سولے خداوند عزوجل کے فضل کے کوئی نہیں بچ سکتا دعویٰ مسلمان کے باوجود اگر تم نے نفس کو ایک پل کی بھی مہلت دی اور موقع دیا تو وہ ہزاروں زنار باندھ دیگا اور ہزاروں بت تمہارے آگے لا کر ڈال دیگا۔ اگر ایک لاکھ برس تک نفس کے ساتھ تم مجادلہ کرتے رہو اور اس کو مغلوب رکھو اس درمیان میں ایک مرتبہ بھی اگر تم نے اس کی مراد پر قدم رکھا تو تمہارے سارے اسلام کو زمین پر دے مارے گا کسی وجہ سے بھی اپنے ساتھ بھلائی کرنے والا نہ جانو اور خود کو اس سے مامون و محفوظ نہ سمجھو جب وہ دعویٰ مسلمان کرے اور اپنی پاکی دکھلائے تو اس پر یقین نہ کرو اور اس کے دعویٰ سے مغرور نہ ہو جب تک کہ اس کا امتحان نہ کرو جس طرح جناب سلیمان علیہ السلام نے عصمت و تاج نبوت کے باوجود اس کا امتحان کر لیا ہے۔ اہل اشارت نے یہ اشارہ دیا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام کے نفس نے دعویٰ طہارت کیا اور اپنی پاکی دکھلائی تو آپ نے اطمینان نہیں کیا اس کی طرف سے بدگمان ہی رہے جب تک کہ اس کا امتحان نہ کر لیا۔ بے شرکت ملک و بادشاہی

کی طلب اسی نفس کے امتحان کے لئے تھی کیوں کہ نفس کی سب سے بڑی اور انتہائی مراد سلطنت و بادشاہی ہے یہاں تک کہ حضرت سلیمان نے کہا دیکھو یہی مدح کا (اے میرے رب مجھے سلطنت دیجئے) اور جب کسی کی شرکت اس کے مال میں یا ملک میں ہو تو وہ کمال مراد میں نقصان دہی ہوتی ہے اسی وجہ سے کہا لاینبغی لاحد من بعدی (جس میں میرے علاوہ کوئی شریک نہ ہو) تاکہ اگر نفس کا مکر و فریب چھپا ہوا ہو گا جب اپنی پوری مراد پائے گا تو یقیناً اس کا مکر و فریب ظاہر ہو جائے گا۔ چوں کہ یہ لوگ خداوند تعالیٰ کے خاص انخاص بندے ہیں اسی خصوصیت کی بنا پر بلاشبہ انہیں کامل طہارت اور پاکیزگی حاصل ہے لیکن چوں کہ یہ لوگ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عارف ہیں اور نفس کے شر اور اس کی تمام آفتوں اس کی بلاؤں اور مکر سے پوری طرح آگاہ ہیں اور اسے خوب جانتے پہچانتے ہیں اسی لئے اس پر یقین نہیں کرتے جب تک اس کا امتحان نہ کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی سلطنت جو بے شرکت غیر تھی عطا فرمائی اس کے ہوتے ہوتے بھی ان کا حال ویسا ہی رہا جیسا کہ ملک و بادشاہی کے پہلے تھا وہ زمبیل بانی تھیلے بننے کا کام کرتے رہے اور اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دو روٹیاں خریدتے ایک فقیروں کو دیتے اور ایک روٹی سے مسکینوں کیسٹھا خود افطار کرتے اور فرماتے ”میں مسکین ہوں اور مسکینوں کا ہم نشین وہم نوالہ ہوں۔ اے بھائی! بزرگان دین اس نفس کافر کے ہاتھوں خون کے گھونٹ پیتے رہے ہیں اور اسکے مکر و فریب اور دھوکہ سے کبھی غافل نہیں رہے خود کو ہلاکت سے بچاتے رہے اور کبھی اسکے جنگل میں نہ پھنسے۔ وہ جو تم نے سنا ہے کہ بعض سالکوں نے زنا باندھ لی ہے وہ اسی لئے ہے کہ خود کو اس نفس کافر کے جنگل میں کبھی نہ آنے دیا اور ان کی یہ زنا بندی اسی لئے تھی۔

سلطان العارفين حضرت بايزيد بسطامي قدس سرہ العزیز کی نقل ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت میں خداوند عزوجل سے درخواست کروں گا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ خود کو دوزخ میں ڈال دوں اور اس نفس کافر کو دوزخ کی آگ میں غوطہ دوں اس لئے کہ اسکے ہاتھوں دنیا میں خون کھونٹ پیتا رہا ہوں۔ جس کو کہنا، کچا خوب کہا ہے ازیں کافر کہ مارا در نہاد است : مسلمان در جہاں کتر قناد است

اے پیش نظر نسخہ چھواری کے مخطوطہ میں یہاں دوسرے مضمون ہے جس کو مکتوب کے اس عنوان سے مناسبت نہیں مضمون غیر مربوط ہو جاتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتابت میں غلطی ہوئی ہے اور کسی دوسرے مکتوب کا مضمون نقل ہو گیا ہے جو شرک ظاہر و پوشیدہ اور بت زنا سے متعلق ہے۔ ہمارے ذاتی نسخہ میں جو مضمون یہاں سے ہے ہم نے اسی کا ترجمہ کیا ہے۔

نفس کے شر اور بلا کا یہ ایک ذرہ برابر یعنی مختصر سا بیان ہے جو لکھا گیا اگر جلد کے جلد اس پر سیاہ کرتا رہوں تو بھی پوری طرح بیان نہ ہو سکے۔ اور یہ علم علماء آخرت ہی کا خاصہ ہے علماء دنیا تو اس علم سے محجوب ہیں ان کو اس کی اطلاع ہی نہیں۔

اے بھائی! خطرہ چار ہے۔ ایک خطرہ نفس ہے اور وہ خطرہ لذتوں اور شہوتوں کا خطرہ ہے دوسرا خطرہ شیطان ہے اور یہ خطرہ بڑے خصائل اور گنہگاروں کا خطرہ ہے تیسرا خطرہ ملک اور یہ خطرہ خیر بھلائی اور طاعت کا ہے چوتھا خطرہ من اللہ بے واسطہ اور یہ خطرہ شوقِ محبت اور اس کے مانند دوسری چیزوں کا ہے۔

وَالسَّلَامُ

شرفِ منیری



## مکتوب ۱۶۷

### بیت و زنا میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو جو چیز سالک اس راہ کے چلنے والے کو خداوند عزوجل سے باز رکھے اور اپنے میں مشغول کرے وہ بُت ہے جو کچھ بمعنی بُت ہی ہے جب اس معنی کو تم نے جان لیا تو اب یہ جان لو کہ کسی ایک کو اپنے ظاہر کو سنوارنا محبوب ہے یہی اس کا بُت ہے اور کسی کو کثرت نماز بت ہے اور کسی کو کثرت روزہ بت ہے اور کسی کو ہمیشہ سجادہ پر بیٹھے رہنا محبوب ہے یہ سجادہ اس کا بُت ہے اور کوئی ایک چاہتا ہے کسی کے آگے نہ اٹھے یہ ہیر اٹھنے کی خواہش اس کا بت ہے اور کسی کو زن و فرزند کی محبت ہوتی ہے اور اس جیسی تمام چیزیں اس کے بُت ہیں تمہیں اسی قیاس پر اسے پہچاننا چاہیے اسی سے کہتے ہیں کہ مرید جو عمل کرے وہ پیر کے اشارہ پر کرے اس وجہ سے کہ کوئی شخص اپنے بُت کو نہیں پہچانتا اور کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہ بُت یرست ہے ہر شخص خود کو موصلا و ربت شکن سمجھتا ہے اور ان تمام بتوں کا سردار

یہی نفس ہے کہ النفس ہی الحنم الا کبر وہ نفس ہی ہے جو سب سے بڑا بت ہے (اور دوسرے  
بت اسی کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں جو کام بھی نفس کی مراد اور اس کی خواہش پر کوئی کرتا ہے اور  
اسی کو پوجتا ہے اور اسی کی بندگی کرتا ہے اگرچہ اس کی خبر خود اس کو نہیں ہے انرایت  
من اتخذ الہۃ ہواہ (کیا تم نے غور نہیں کیا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا ہے) کا اشارہ اسی جانب ہے  
چنانچہ کچھ سالکوں نے اپنا حال جب ایسا دیکھا اور پایا تو خود کو سارے عالم کے بت پرستوں میں  
شمار کیا ہے اور یہ حکم حال ہے نعوذ باللہ (خدا پناہ میں رکھے) بحکم اعتقاد نہیں۔ بت و زنا کی  
کیفیت یہی ہے جو بیان ہوئی اور یہ سب اشعار جو بت و زنا کے بارے میں کہے گئے ہیں  
ان سب سے یہی معنی کھلے گا اور پھر کوئی مشکل نہیں رہے گی۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

گفتم کہ از چوں تو بتے زنا بدم گفتم رو در کفر ہم صادق نہ زنا را رسوا مکن  
بدل زنا بستم بگشتم از مسلمانان زہے مومن کہ من بودم بخود ایمان نمی بینم  
دروں بت خانہ و بیرون مناجات مسلمان شود لا زنا را بگسل  
بت پرستم بت پرستم راست گویم ہرچہ ہستم

( میں نے کہا "اے صنم میں نے تیری طرح زنا را باندھ لی ہے اس نے کہا جاؤ بھی تم کفر ہی  
میں سچے نہیں ہو زنا کو ذلیل نہ کرو۔ میں نے دل سے زنا را باندھ لی ہے اور مسلمان سے  
پھر گیا ہوں۔ میں کیا خوب مومن ہوں کہ اپنے اندر ایمان نہیں دیکھتا۔ باطن میں ہزاروں بت  
اور ظاہر میں خدا کے حضور دعائیں "اے دل زنا را توڑ دے اور مسلمان ہو جا۔ ہاں ہاں میں  
بت پرست ہوں میں بتوں کی پوجا کرتا ہوں میں جو کچھ ہوں وہ سچ کہہ رہا ہوں۔)

وَالسَّلَامُ

شرف منیری



# مکتوب ۱۶۸

## مسلمانی کی بنیاد میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! مسلمانی کی بنا پر طہارت و پاکی پر ہے جیسا کہ حضور نبی مصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بِنِیِّ الْاِسْلَامِ عَلٰی النَّظَافَةِ (اسلام کی بنیاد پاکیزگی پر ہے) پاکی اور طہارت کے چار درجے ہیں۔ پہلا درجہ لباس کپڑے اور جسم کی پاکی ہے، بخاستوں اور حدث سے۔ دوسرا درجہ اعضاء کی پاکی ہے گناہ اور خلاف شرع سے، تیسرا درجہ دل کی پاکی ہے تمام بُری خصلتوں سے۔ چوتھا درجہ سر کی پاکی ہے، اسوا اللہ سے۔ جب تک یہ پاکی حاصل نہیں ہوتی ہرگز اسلام اپنا جمال نہیں دکھاتا، اور ہمیں پر اس شعر کے معنی پورے طور پر معلوم ہوتے ہیں۔

صوفی و سبز پوش شدی شیخ چلہ دار ایں جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

(صوفی ہوئے سبز پوش ہوئے شیخ چلہ دار بنے یہ سب ہوئے لیکن تم مسلمان نہ ہوئے)۔

من عرفنا اللہا اعرض عما سواہ (جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اس نے اسواے رُخ پھیر لیا ہے) خدا تک راہ آسمان میں ہے نہ زمین میں نہ عرش میں ہے نہ کرسی میں نہ مغرب میں ہے نہ مشرق میں ہے خدا تک راہ خود تیرے اندر ہے خود اپنے آپ میں ڈھونڈو ڈھونڈو فی النفس کما افلا تبصرون (میں تو تمہارے اندر ہوں تم دیکھتے نہیں)۔ رباعی سے

اے آل کہ ہمیشہ درجہاں می پونی ایں سعی ترا چہ سود دار و گونی

چیزے کہ تو جو یانی نشان اونی بات ہمہ تو جالتے و گرجونی

(اے وہ شخص کہ ہمیشہ سارے جہاں میں چکر کاٹ رہا ہے، تیری یہ بھاگ دوڑ تجھے کیا

کام دے گی۔ جس چیز کو تو ڈھونڈھ رہا ہے وہ تو تیرے پاس ہی ہے اور تو اسے دوسری

جگہ تلاش کر رہا ہے)۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) یہ مکمل ہے اس قدر شور و غوغا کہ ہے کہ کہاں ڈھونڈھوں۔ رُبَاعِي س

من بسندہ بجاں رضات جویم حیراں شدہ ام کجات جویم  
درجاں منی ز راہ معنی چوں یافتہ ام چسرات جویم

( میں تیرا بندہ جان سے تیری رضا ڈھونڈھتا ہوں، میں تو حیران ہوں تجھے کہاں ڈھونڈھوں۔

معنوی حیثیت سے جب تو میرے اندر ہے اور جب میں نے پایا پھر تجھے کس لئے ڈھونڈھوں)

ہر وہ چیز کہ وہم کی جہاں تک رسائی ہے اور عقل جس کو تصور کرتی ہے، خیال جس کو پکارتے اور فہم جس تک پہنچ سکے ذات و صفات رب العالمین ان سب سے منزہ اور پاک ہے ان سب کے باوجود وہ تیری رگِ جاں سے بھی قریب تر ہے اور تیری آنکھ کی بینائی سے بھی تیری آنکھ سے نزدیک تر ہے، تیرے کان کی شنوائی سے بھی زیادہ تیرے کان کے قریب، تیری زبان کی گویائی سے بھی بڑھ کر تیری زبان سے نزدیک ہے اور تیرے دل سے بھی زیادہ تیرے دل سے نزدیک ہے، جیسا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں وہ فرماتا ہے لَحْنٌ اقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ہم تمہاری رگِ جاں سے بھی قریب ہیں) شعر

من اولشوم ولیک لے او واللہ کہ نیم یقینم این است

(میں وہ تو نہیں ہوں لیکن قسم ہے اللہ کی میں اس کا غیر بھی نہیں ہوں اس پر میرا یقین ہے)

اے بھائی جانو! شریعت، طریقت اور حقیقت ہر ایک ایک راہ ہے۔ شریعت، چلنے کی وہ راہ ہے کہ جس سے بدن کی طہارت حاصل ہوتی ہے اور طریقت کی وہ راہ ہے کہ جس پر چلنے سے بُری صفتوں سے باطن کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور حقیقت وہ راہ ہے کہ جسے اختیار کرنے سے اللہ کے سوا اس کے غیر کی جانب اضافات کا اسقاط حاصل ہوتا ہے۔

طالب اور مرید کو لازم ہے کہ وہ اپنے لئے مجاہدہ اختیار کرے اور اس پر سختی سے عمل کرے

نوٹ: اسے یعنی خیر و شر یا کسی فعل اور کسی چیز کو اللہ کے سوا کسی غیر کی طرف اضافت دینا، منسوب کرنا اور

غیر کی جانب سے اس کو جاننا۔ اس کے ختم ہونے کو اسقاط اضافات کہتے ہیں۔ اور یہی توحید ہے

کہ التوحید اسقاط الاضافات۔ خیر و شر من اللہ تعلق ایمان ہے۔



لیکن مجاہدہ اللہ رب العزت کے یافت کی علت نہیں ہوتا ہے، اگر مجاہدہ سے حق سبحانہ تعالیٰ کی راہ کو پاتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کی راہ خواہشات کے غبار سے پاک ہے آدمی جب خواہشات سے کلیتاً پاک ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ کے در تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تک پہنچتا اور ہے اور اللہ کے در تک پہنچنا اور ہے کیوں کہ در کے لئے مکان ثابت ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ مکان سے منزہ اور پاک ہے تو یہ درست ہوا کہ حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں راہ سے کٹ جانے پر تنہا ہو کر۔ تو مرید طالب جب خواہشات سے بالکل پاک ہو گیا تو وہ حق تعالیٰ کے در پر پہنچا لیکن چاہیے کہ راہ کو خدا پر قیاس نہ کرے اور وہ یہ ہے جو کہا ہے۔ مہر عمہ۔  
در گردن دینداری ز نارچہ خوب آید (دینداروں کی گردن میں زنار کیا ہی خوب ہوتا ہے)

قوے متحیر اندر راہ یقین قوے دگر بماندہ اندر غم دین  
می ترسم از اں بانگ برآید روز کائنات بے خبراں راہ نہ آنت و نہ این

(ایک گروہ راہ یقین میں حیران ہے اور دوسری جماعت دین کے غم میں مبتلا ہے۔ میں اس پکار

سے ڈرتا ہوں کسی روز یہ ندانہ آجائے کہ اے نادانوں راہ نہ وہ ہے نہ یہ ہے۔)

اور جب خود اپنے اندر سیر میں ہوا تو پھر فہم و گماں سے وہ غائب ہو گیا اور اس کے سر میں سوائے حق تعالیٰ کے اور کچھ بھی نہیں رہا اور وہ حق تعالیٰ تک پہنچ گیا اس کو علم وحدت کہتے

ہیں۔ شعر

گویم بہر زباں بہر گوش بشنوم این طرفہ ترکہ گوش وز بانم پدید نیست

چوں ہرچہ بہت در ہمہ عالم ہیں منم مانند درو عالم از انم پدید نیست

(ہر زبان میں میں باتیں کرتا ہوں اور ہر شخص کی بولی میں سنتا ہوں، اس پر انوکھا پن ہے کہ

میں زبان اور کان نہیں رکھتا۔ سارے جہاں میں جو کچھ ہے میں ہی ہوں، میری مثال دو نو

جہاں میں نہیں مل سکتی۔)

والسلام

خاکسار شرف منیری



# مکتوب ۱۶۹

## حضرت مولانا علیہ رحمۃ کے سوالوں کے جواب میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آن خسرو نیکوواں یا حسن و جمال می گفت مرا زور و بیہودہ منال

زیرا کہ بہ تیغ تہرور مذہب ما خون ریزش عاشقان حلال احوال

(وہ حسینوں کا بادشاہ اپنے حسن و جمال کے ساتھ مجھ سے کہتا تھا دیکھو درد سے فضول نالہ نکرو)

اس لئے کہ میرے مذہب میں تہر کی تلوار سے عاشقوں کا خون بہانا حلال ہے حلال۔)

برادر اعز مولانا مظفر اکاتب مکتوب شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں لکھنا ہے

کہ آپ کی باتوں کا مجموعہ جو بہت دنوں سے جمع تھا فرزند شبلی نے پہنچایا، پڑھا گیا شور و غوغا، نالہ

و فریاد بہت زیادہ تھا۔

اے بھائی جب اس کام کی سنت ابھی تک اس طور پر ہے تو دوسروں کے لئے بھی یہی روش ہوگی آخر آپ نے سنا ہے۔

ہر کہ درد عشق دار و سوز ہم شب کجایا بد قرار و روز ہم

(جو شخص عشق کا درد اور اس کی تپش بھی رکھتا ہے، وہ رات ہو یا دن کب کسی وقت چین پاسکتا ہے)

اے بھائی جو معشوق کی جفائیں نہیں اٹھاتا وہ معشوق کی وفا کو کیا جانے جیسا کہ کہا ہے۔

گر دوست مرا بلا فرستاد شاید کیں دوست خود از بہر بلا می باید

اور وہ اسی مقام کی بات ہے جو امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہی ہے۔ "خداوند تجھے لوگ نعمت

کیلئے دوست رکھتے ہیں اور میں تجھے بلاؤں کے لئے محبوب رکھتا ہوں۔" یقیناً آفتاب کے

عاشق کے لئے راحت و سکون محال ہے۔ مصرع۔

حلوہ بکے وہ کہ محبت بخشیدہ است (حلوہ اُسے دیکھے جس نے محبت کا مزہ نہ چکھا ہو)

اے بھائی! اس گروہ کے لوگوں کا قول ہے کہ معشوق کی طلب ناز کے لئے کی جاتی ہے  
راز کے لئے نہیں۔ عاشق پر معشوق کے ناز و غمزے اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ بیچارہ عاشق نیست  
ہو جانا چاہتا ہے۔ اور ہر وقت اس کے پاس یہ حکم پہنچتا رہتا ہے فاصبر لحکم ربك فانك  
بأعيننا اور اسی کو کہا۔

از آتش عشق اگر بسوزی جاں را      ما شہب کنی خسزائے ایماں را  
اندر طلب وصال او      عجب اں بوالعجبی چو ہست جاں را

اے بھائی! عشق ایک جنون ہے العشق جنون الہی (عشق ایک جنون الہی ہے) جس کسی کو  
یہ دیوانگی پیدا ہوتی ہے پہلے تو اس کے ظاہر خراب کر دیتی ہے پھر باطن کو، نہ عقل کو چھوڑتی  
سے نہ علم کو ان الملوك اذا دخلوا قرية فانسدها واجعلوا اعزۃ اهلها اذلة (جب  
بادشاہ کسی آبادی میں (فاتحانہ) داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت باشندوں کو  
بے عزت و ذلیل بنا دیتے ہیں) اسی موقع پر کہا ہے رباعی

عقل آمد و عقل کرد غارت      لے دل تو بجاں بریں اشارت  
ترک عجبی است عشق دانی      کن ترک عجب چو نیست غارت

جب آپ اپنے کام میں منہمک ہیں تو انشاء اللہ جلد ہی ایسا ہوگا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے جذبات  
میں سے ایک جذبہ پہنچ جائے گا جو کیمیاگری کرے گا۔ عشق کے وہ سارے معانی و لطائف  
کہ جس کے ادراک سے عقل عاجز ہے بغیر تحریر و تقریر کے آپ براہِ علم و فہم میں ذوق  
کے ساتھ آجائے گا۔ اسی کو کہا ہے۔ رباعی

جانا سخن عشق کلامیت بلند      بد نام شدی ز عشق نامے است بلند  
در عقل فرو شدیم بر نامدکار      از عقل فراترک مقامے است بلند

اے بھائی! جو کچھ عشق کے طور و طریقہ میں ہے عقل بیچاری اس کے ادراک سے عاجز  
ہے اس کا تصور و فتور وہم کے اس تصور و فتور کی طرح ہے جو معقولات کے ادراک میں وہم کو  
پیش آتے ہیں اسی کو کہا ہے۔

ایں راہ طریقت نہ بپائے عقل است      خاک قدم عشق و راے عقل است  
سرے کہ فرشتگان ازاں بے خبراند      لے عاقل بے عقل چو بجا عقل است

(طریقت کی راہ عقل کی بنیاد پر قائم نہیں ہے، عشق کے قدم کی خاک عقل سے آگے ہے، یہ وہ راز ہے کہ جس سے فرشتے بھی آگاہ نہیں۔ اے بے عقل، عقلمند! یہاں عقل کی کون سی جگہ ہے) اے بھائی! حق سبحانہ تعالیٰ کے طالبوں کے لئے عشق فرضِ راہ ہے کیوں کہ عشق بندہ کو حق سبحانہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے اور یہ اسی مقام کی بات ہے کہتے ہیں کہ جو عشق کے لائق ہوتا ہے وہی خدا کے لائق ہوتا ہے کیوں کہ العشق هو الطریق وروية المعشوق هو الجنة والفراق هو النار والعذاب (یہ وہ راہ ہے کہ جہاں معشوق کا دیدار ہی جنت ہے اور معشوق کی جدائی ہی دوزخ اور اس کا عذاب ہے) جیسا کہ یہ اشعار کہے گئے ہیں۔

درد عشق آید دل ہر دے حل شد بے عشق ہرگز مشکلی

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ است بیدلاں را عشق تشریف آمدہ است

(عشق کا درد ہر ایک دل کی دوا ہے۔ بغیر عشق کے کوئی مشکل ہرگز حل نہ ہوئی، عاقلوں یعنی بکلفوں کے لئے شرع کی ذمہ داریاں آئی ہیں اور بے دلوں یعنی دیوانوں کے یہاں عشق تشریف فرما ہو گیا ہے) جو شخص اس راہ میں داخل ہوا اُسے چاہیے کہ بلا وجہ سے گھبرائے نہیں۔ منع اور عطا، جفا اور وفا اس کے لئے ایک ہو جائے تاکہ وہ اپنے کام میں کامل و مکمل ہو جائے ناقص نہ رہے۔ یہیں کی بات ہے جو کہی ہے۔

ہر کہ اور کار خود ما شد تمام جان خود در کار باز و السلام

(ہر وہ شخص جو اپنے کام میں مکمل ہو گیا وہ اپنی جان کی بازی اس کام میں لگا دیتا ہے والسلام) یہ حکایت مشہور ہے کہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چور کو دیکھا کہ وہ تختہ دار پر لٹکا ہوا ہے خواجہ نے اس کے پاؤں کو بوسہ دیا اور اپنی دستار مبارک اس کے آگے ڈال دی لوگوں نے پوچھا اے شیخ یہ کیا حال ہے؟ جواب میں یہ مثنوی پڑھی۔

چوں بدیدم دارچوبین جلمے او بوسہ زان دادم بے بر بلمے او

چوں تمام افتاد اور در کار خویش زان نہادم پیش او دستار خویش

(جب میں نے اس کا مقام بھانسی کے تختہ پر دیکھا تو اس کے پاؤں پر بہت سانس بوسے دیئے اور جب کہ وہ اپنے کام میں کامل ہو گیا تو میں نے اپنی دستار اس کے آگے ڈال دی۔) اندوہ افزوں ہوا۔ عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔

والسلام



# مکتوب ۱۰۷

## معرفت اور معرفت کی انتہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جا لو کہ کوئی شخص خداوند تعالیٰ کے علم و حکمت کی کونہ تک نہیں پہنچا ہے۔ کیا تم نے جناب موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں نہیں سنا ہے بعث اللہ تعالیٰ موسیٰ الیٰ فرعون قال قل هل لك ان تزكى واهدك الی ربك فتخشى وان یفعل قال موسیٰ وکیف اوجب الیه وقد علمت انه یفعل فاوحی الیه ان امض كما امرت به فان فی السماء اثنی عشرة الف ملك یطلبون علم القدر فلم یدركوه ولم یبلغوه۔)

اے بھائی! نہایت معرفت اللہ العارفین عجزہم عن المعرفۃ و عرفوا انہ یتحیل بکنہ الصفات الربوبیۃ الا اللہ عرفوا اے بلغوا المنتہی الذی امکان فی حق الخلق من معرفتہ کذا لک فی تسمیۃ داؤد علیہ السلام سبحان اللہ من جعل اعتراف العبد بالعجز من شکوہ شکرًا كما جعل اعتراف العبد بالعجز عن کونہ معرفتہ معرفتہ (عارفوں کا معرفت خداوندی سے عاجز ہونا ہی معرفت الہی کی انتہا ہے وہ یہ جان لیتے ہیں کہ صفات ربوبیت کی کونہ کا جاننا محال ہے سوا اللہ کے۔ وہ اس منتہی تک پہنچ جاتے ہیں جہاں تک معرفت الہی میں کسی مخلوق کا پہنچنا ممکن ہے جیسا کہ جناب داؤد علیہ السلام کی تسمیہ میں ہے۔ "پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے فضل سے بندہ کے اعتراف عجز کو شکر قرار دیا۔ جیسا کہ اس نے اپنی معرفت کی کونہ سے بندہ کے اعتراف عجز کو اپنی معرفت قرار دیا۔)

اے بھائی خداوند تعالیٰ اپنی ذات میں یگانہ رہے اور اپنے صفات میں یکتا ہے اس کی تمام صفتیں کامل و مکمل ہیں۔ علم اسی کا علم ہے، اسی کا علم اس کے علم کو پاتا ہے اور زبان اسی

کی زبان ہے اسی کی زبان اس کا نام لے سکتی ہے۔ شنوائی اسی کی شنوائی ہے جو اس کے کلام کو سن سکتی ہے۔ آنکھ اسی کی آنکھ ہے کہ جو اسے دیکھ سکتی ہے۔ اس کے کمال تک کوئی نہیں پہنچ سکا اور کسی نے نہیں جانا، کسی نے نہیں دیکھا، تمام عرفائے دارالبقار میں دیکھیں گے اسی کے نور سے۔ تو اس معنوی اعتبار سے وہی تھا کہ جس نے خود کو دیکھا تھا۔

وَالسَّلَامُ



حقیر شرف منیری

# مکتوب ۱۱۱

## علم ظاہر اور علم باطن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جانو اس گروہ کے لوگ وہ ہیں صدقت مجاہد تہم فناوا علم الوراثة (وہ لوگ اپنے مجاہدہ میں سچے نکلے تو انہیں علم وراثت (یعنی وراثت انبیاء) حاصل ہو گیا) جنہوں نے علم حاصل کرنے میں کوششیں کیں اور یہ سچ ہے اور درست ہے کہ اس علم کا حاصل کرنا تو وہی ہے جو صرف خدا کے لئے حاصل کیا جائے نہ یہ کہ جاہ و مرتبہ و ریاست اور حصول دنیا کے لئے رخصت علیہا معاملتہم فاعطوا علم الوراثة یعنی جب اس علم سے ان کے معاملات کا علم خالصاً اللہ کے لئے ہو گیا تو اللہ نے ان کو اس وعدہ کے حکم کے تحت علم وراثت عطا فرمایا کہ من عمل بما علم الوراثة اللہ اعلم ما لم یعلم (جو شخص ان باتوں پر عمل کرتا ہے جیسا کہ اسے علم وراثتاً حاصل ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ان باتوں کا علم عطا فرماتا ہے جنہیں وہ نہیں جانتا) علم وراثت علم ظاہر کو کہتے ہیں، علم وراثت علم باطن ہے، تو اس گروہ صوفیہ کے لوگ دو علم کے مالک ہوتے ہیں ظاہری علم کے بھی اور باطنی علم کے بھی جیسا کہ ہم نے کہا۔

اے بھائی! الاشتغال بالعلوم الشرعية و کتابتہا و مطالعتہا و تلاوة القرآن

امور حسنة یختص بہا العلماء الصالحاء ولا لکن شان طالب الحق شان آخر

(شرعی علوم ان کی کتابت ان کے مطالعہ اور تلاوت قرآن میں لگے رہنا اچھے کام ہیں یہ علماء  
وصلحاً کا طریقہ کار ہے لیکن طالب حق کی شان تو کچھ اور ہی شان ہے۔)

اسے بھائی! علم ظاہر ہے اور علم باطن ہے۔ علم ظاہر علم معاملہ ہے اور علم باطن علم مکاشفہ  
ہے اور عبارت اس نور سے ہے کہ جب سالک کا دل بری صفتوں سے پاک ہو جاتا ہے تو علم  
مکاشفہ سالک کے دل پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس نور سے وہ تمام کام کہ اس سے پہلے جس کا نام  
سن چکا ہے اور اس پر تصدیق بھی کر چکا ہے لیکن ان تمام کاموں کے معانی اس پر نہیں کھلے ہیں۔  
وہ سب معانی اس پر کھل جاتے ہیں۔ ”کشاہدگی“ یہ عین مجری سے جاری ہے نہ یہ کہ عین عیاں  
ہے، جیسے کہ حقیقی معرفت اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور اس کی صفات تامہ میں اور اس کے  
افعال میں اور اللہ تعالیٰ کی قربت کا معنی اللہ تعالیٰ کے جوار میں پہنچنے کا معنی اور دیدار کا معنی اور  
معنی النظر لوجہ الکریم اور دنیا و آخرت کے پیدا کرنے میں اس کی حکمت اور نبوت کا معنی اور وحی کا معنی  
اور پیغمبروں کے پاس فرشتوں کے ظاہر ہونے کی کیفیت ان پر وحی کے پہنچنے کی کیفیت اور دل  
کا معنی بہشت و دوزخ، صراط، میزان، حساب اور اس کے مانند دوسری چیزیں۔ ان سب کے  
کھل جانے، کشف ہونے کو معرفت کہتے ہیں جس کسی کو یہ علم مکاشفہ جسے علم باطن اور علم معرفت  
کہتے ہیں نہ ہو تو وہ دنیا میں نابینا آیا، نابینا رہا اور اندھا گیا۔

اسے بھائی! نبیوں کا علم لدنی ہے علماء کا علم کسی ہے۔ کیا کہتے ہو یہ علماء ”ظاہر“ اس  
مخصوص علم کے ترکہ دار و وارث ہوتے ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ کہا گیا ہے العلماء ورثة الانبیاء  
(علماء انبیاء کے وارث ہیں) اس بار میں یہی روا ہے کہ نہیں ہوتے ہیں۔ وہ روایت یہ ہے  
علوم الانبیاء علیہم السلام لدنیة فمن كان علمه مستفادا من الكتب والمعالین  
فلیس هو من ورثة الانبیاء فی علمه لا یتفاد الا من طریق التوسع فی العبارة  
عن لفظ المیراث و علم الانبیاء لا یتفاد الا من الله تعالیٰ بما قال عن وجل و ربك  
الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم ولا تظن ان تعلیم الحق بالنبی  
فقد قال الله تعالیٰ والقوالله و یعلمکم الله کل من وصل فی ملوکہ الی حقیقة  
التقویٰ فلا بد ان یعلمہ الله ما لم یعلم (انبیاء کے علوم علم لدنی ہیں جس کا علم کتابوں  
اور معلمین کے ذریعہ حاصل کر وہ ہو تو وہ اپنے علم میں انبیاء کے علم کا وارث نہیں ہوتا بطریق توسع اس علم کو

میراث انبیاء کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کا علم اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا "اور تیرا بزرگ برتر پروردگار جس نے قلم سے علم سکھایا انسان کو وہ سب بتایا جس کا وہ علم نہیں رکھتا تھا۔ یہ گمان نہ کرو کہ ربانی تعلیم نبی ہی کے لئے مخصوص ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ڈرو اللہ سے اور اللہ تمہیں تعلیم دیتا ہے تو اس کی مملکت میں جو بھی تقویٰ کی حقیقت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ اسے ان چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے جن کا وہ علم نہیں رکھتا۔"

والسلام  
فقیر شرف منیری



## مکتوب ۱۷۲

### آخرت کا علم اور علماء آخرت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! علماء آخرت جو اپنے وقت خاص میں کوئی ایسی بات بولتے ہیں یا کوئی ایسا کام کرتے ہیں کہ بظاہر ان کا وہ قول یا فعل شریعت کے موافق نہیں معلوم ہوتا ہے اور اہل نظر اس پر انکار کے طور پر اعتراض بان دراز کرتے ہیں تم اس سے رنجیدہ اور فکر مند نہ ہونے نظر اس پر کھو کہ قرآن مجید منکروں کے حق میں یوں شکایت فرما ہے۔ اذلم تھید و ابہ فیقولون هذا افک قدیم یعنی جب ان کی باتوں کو سمجھ نہ سکے تو کہنے لگے یہ پُرانا جھوٹ ہے یعنی ہم لوگوں نے قرآن جیسی بات اپنے باپ دادا سے نہیں سنی ہے۔ جواباً کہا گیا انتم و اباءکم فی ضلال مبین تم اور تمہارے باپ دادا صریح گمراہی میں تھے اس بارے میں یہ جو کچھ کہا گیا وہ تمہید کے طور پر بیان ہوا ہے۔

جاننا چاہیے کہ آج کل علماء رظاہر بزرگان طریقت کے اقوال و افعال کے انکار میں یہ کہتے ہیں کہ ذخیرہ اور خلاصہ میں یہ روایت اس طرح آئی ہے اس روایت کی صراحت یوں ہے راویوں نے اس طور پر نقل کیا ہے۔ مگر ان نادانوں نے اپنی حماقت سے یہ گمان کر لیا ہے کہ علم بس اتنا ہی



بھرے جتنا کہ ان لوگوں نے حاصل کیا ہے اور جتنا یہ جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا یا جو کچھ اور جتنا یہ علم رکھتے ہیں اتنا اور دوسرے نہیں رکھتے اگر ایسا ہی ہوتا تو فوق محل ذی علم علیہم (ہر ایک صاحب علم سے برتر کوئی اور صاحب علم ہے) کیا ہے؟ یا یہ کہ اس پر ایمان نہیں رکھتے کہ خداوند عزوجل کے علم و حکمت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام عارفوں کے سردار تھے خدا کو پہچانے ہوئے تھے اور خدا تک پہنچے ہوئے تھے اس کے باوجود اپنی دعا و زاری میں کیوں یہ فرماتے تھے اللہم ارننا الاشیاء کما ہی (اے میرے اللہ دکھلا دیجئے اشیا کی حقیقت جیسی وہ ہیں۔ اور حضور کو یوں دعا کرنے کا حکم تھا رب ردنی علماً (اے میرے اللہ میرے علم کو اور زیادہ فرما)

اے بھائی! ایک صاحب عزت ان لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ بیچارے مکینان دودھ پیتے پچھے ہیں بلکہ ماں کے پیٹ ہی میں ہیں بلکہ باپ کے پشت ہی میں ہیں۔ ان بیچاروں کو قرآن اور اس کے اسرار و معانی کی کیا خبر؟ ان لوگوں نے تو حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی نہیں سنی ہے فرمایا ہے ان اللہ انزل القرآن علی عشر ابطن یعنی خداوند تعالیٰ نے قرآن کو دس ابطن پر نازل فرمایا ہے اور ہر ابطن میں ایک منزل ہے۔ تمام اہل لغات، نحویان، مفسران، محدثان پہلی منزل میں ہیں دوسری منزل سے وہ بالکل بے خبر ہیں۔ اہل حقیقت جو خدا تک پہنچے ہوئے خدا کو پہچانے ہوئے ہیں، اشیا اور اشیا کی حکمت یعنی جیسی کہ وہ چیز ہے اور جیسی اس کی حقیقت ہے اسے جانے پہچانے اور دیکھے ہوئے ہیں، قرآن کے معانی و اسرار کے محرم ہو چکے ہیں اور تمام منزلوں سے گزر چکے ہیں اس منزل سے بھی جو تمام طالبان و سالکان راہ حق کا مقصود ہے اس تک پہنچے ہوئے ہیں، ایسے بزرگوں کے اقوال و افعال پر جس کسی کو اعتراض و انکار ہو ان پر افسوس ہی افسوس ہے اس کو ان لوگوں کی بے سادگی پر محمول کیا جائے گا۔ اس بارے میں جو کچھ ہے اس کی غایت و غرض یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو اس پر تصدیق و ایمان نہ ہو تو بھی اس پر تو ایمان رکھتے ہیں اور اس کو مانتے ہیں کہ جب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا ہم تقضی یا معاذ (وہاں تم کس بنیاد پر فیصلہ کرو گے اے معاذ بنہ؟) انہوں نے عرض کیا بکتاب اللہ (اللہ کی کتاب سے) پھر کہا فان لم تجد (اگر اس میں نہیں پایا؟) تو کہا (بسنتہ رسولی) (اپنے رسول کی سنت سے)

پھر سوال ہوا فان لم یجد (اگر وہاں بھی تم کو نہ ملا؟) عرض کیا اجتہد برائی (اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا) پس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس جواب سے شاداں و فرجاں ہو اور خداوند عزوجل کا شکر اس عبارت میں ادا فرمایا الحمد لله الذی وفق رسول رسولہ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسول کے بھیجے ہوئے حاکم کو توفیق عطا فرمائی) اور ایک آیت میں ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اقس الامور برائک ارشاد ہوا جب تم کو کوئی مشکل پیش ہو تو اپنے دل سے فیصلہ طلب کرو و یجوز ولا یجوز (یہ صحیح ہے یہ غلط ہے) فتویٰ دل سے طلب کرو یہ سب کو معلوم ہے بزرگان طریقت بشریت کی تاریکیوں، نفس کے حجابات، دنیا کی لذتوں، شہوتوں، خواہشوں سے پاک ہو چکے ہیں، اصحاب قلوب صاحبان دل بن چکے ہیں ملک و ملکوت (ظاہر و باطن) ان پر کھل چکا ہے۔ ایسے لوگوں پر اگر ان کے اپنے عالم میں کوئی مشکل چیز آجاتی ہے تو وہ دل سے فتویٰ طلب کرتے ہیں اور اسی فتویٰ کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اپنے مریدوں مسترشدوں کو اس پر عمل کرنیکا حکم دیتے ہیں اس میں انکار و اعتراض جہالت محض کی دلیل ہے اور اگر یہ کہیں کہ مجھے ان بزرگوں کے قول و فعل پر اعتراض و انکار نہیں ہے لیکن تم لوگوں کے اقوال و افعال پر اعتراض و انکار ہے تو ہم کہیں گے ہاں یہ تمہارے لئے صحیح ہے تم تمہارے ساتھ میں ہمارے بارے میں تم جو کچھ بھی کہو وہ سب ہم مانتے ہیں اور قبول کرتے ہیں منکروں کے حق میں ہی گمان غالب تھا کہ وہ یہی جواب دیں گے۔ سب کی عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری



مکتوب ۱۷۳

عزالت و گوشہ نشینی کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز مولانا رفیع الدین اکاتبی حروف شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ

کریں۔ لکھنا یہ ہے کہ آپ براور کا خط ملا تھا مطالعہ میں آیا آپ کے خلوت گزینی اور اپنے کام میں مشغول ہونے کی کیفیت معلوم ہوئی حق سبحانہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

اے بھائی جس طرح دنیا، آخرت کا حجاب ہے اور شیطان دین کا حجاب، نفس خداوند جل جلالہ سے حجاب ہے اور خلق عبادت کے لئے حجاب و رکاوٹ ہے تو مرید کے لئے خلوت یعنی تنہائی اس کی تمام مہمات میں نہایت ہی اہم ہے تاکہ عبادت کر سکے اور اپنے کام میں مشغول رہ سکے، دنیا و آخرت کی نیکیاں حاصل کر سکے۔ جیسا کہ ایک شخص نے خواجہ ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے کوئی وصیت کیجئے فرمایا دنیا اور آخرت کی بھلائی تنہائی اختیار کرنے میں ہے اور یہ تنہائی لوگوں میں میں نے کم پایا، دنیا و آخرت کی بُرائی لوگوں سے میل جول میں ہے اور لوگوں میں یہ میں نے بکثرت پایا۔

اے بھائی! گوشہ نشینی و تنہائی ہر زمانہ میں قابل تعریف رہی ہے خصوصاً اس زمانہ میں جو فتنہ کے ہجوم اور فتنی و مجور کے غلبہ کا ہے تو اور بھی قابل ستائش ہے چنانچہ خواجہ جنید قدس سرہ العزیز کا قول ہے تجویہ چاہے کہ اس کا دین سلامت رہے اور اس کے جسم و دل کو سکون و آرام میسر ہو تو اس سے کہو گوشہ نشینی اختیار کرے۔ کیوں کہ یہ زمانہ وحشت کا ہے عقلمند وہی ہے جو تنہائی اختیار کرتا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جب یہ چاہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ بندہ کو گناہوں کی بلا سے نکال کر طاعت میں پہنچا دے اور تنہائی کے ساتھ اُنس دے، قناعت کے ذریعہ تو نگر بناوے، اپنے ذات کے عیبوں پر بینا کر دے تو جس کسی کو یہ سب عطا فرمایا اُسے دنیا و آخرت کی بھلائیاں عنایت کر دیں۔

اے بھائی! فقر و فاقہ نبیوں کی زیبائش و لیوں کی زینت ہے، چاہیے کہ اس فقر و فاقہ میں ایسا خوش و خرم رہے جیسا کہ دوسرے لوگ سارے عالم کی ملکیت پالینے سے خوش رہتے ہیں۔ اگر شیطان و سوسہ ڈالے تو وہی کہے جو ایک بزرگ نے شیطان کو اس کے جواب میں کہا تھا۔

حکایت۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے ہر روز صبح کو شیطان اُن کے پاس آتا اور ان سے کہتا۔ آج کھاؤ گے کیا؟ وہ بزرگ جواب دیتے موت اور اگر یہ کہتا آج کیا پہنو گے؟ تو کہتے کفن۔ اور اگر یہ کہتا ہو گے کہاں؟ تو فرماتے قبر میں، شیطان ان سے یہ جواب سن کر ناامید

ہو جاتا اور لوٹ جایا کرتا تھا۔ اس راہ میں یہ تین چیزیں شیطان کے پھندے ہیں جس سے ایک عالم کو وہ شکار کیا کرتا ہے، جو شخص اس کے ان تین پھندوں اور جال سے نکل آیا اس نے شیطان کے منہ میں خاک ڈالی اور سلامتی سے گزر گیا۔

اور خلوت میں اپنے وقتوں کو لا الہ الا اللہ کے ذکر سے معمور رکھے اس درجہ ذکر کرے کہ ذکر زبان سے گذر کر دل تک پہنچ جائے اور دل پر ذکر کا غلبہ ہو جائے ایسا کہ اگرچہ زبان ساکت ہو تو بھی دل ذکر میں رہے۔ چنانچہ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رباعی ہے۔

ورذات مقدست رارہ نیست      وز عین جلال بیچ کس آگہ نیست

سرمایہ رہ رواں کہ رامش طلبند      جز گفتن لا الہ الا اللہ نیست

(تیری ذات پاک تک کسی کو راہ نہیں، تیرے عظمت و جلال سے کوئی آگاہ نہیں، اس راہ

کے طالبوں اور راہی کی پونجی بجز ذکر لا الہ الا اللہ اور کچھ نہیں ہے۔)

جملہ مسلمانوں کی عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

وَالسَّلَام

فقیر شرف منیری



# مکتوب ۱۷۲

## قدرت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جانو یہ جو تم نے پوچھا ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں کہا گیا ہے

اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ بَنَ مَرْيَمَ وَاُمَّةً (اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے کو

اور ان کی ماں کو) تو یہ حکمت نہ ہوگی جو اب اس کا یہ ہے کہ یہ حکمت کے جواز کے لئے نہیں ہے

بلکہ یہ قدرت کا جواز ہے اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ اَعْبَدَ الْعِزَابِ وَقِيلَ اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّعَذِّبَ

الْمَسِيْحَ وَاُمَّةً وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَوْ كَانَ عِيسَى الْهَامِنَعِ الْمَلِكِ الْعَذَابِ

عن نفسه وامه وهذا اخبار عن جواز القذرة لاعتن جواز الحكمة (اگر اللہ سبح کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے یعنی عذاب دینے کا اور یہ بھی کہا گیا ہے اگر ارادہ کرے سبح اور والدہ سبح کو اور جو زمین میں ہیں ان سبھوں کو عذاب دینے کا) قیامت کے دن۔ نو اگر عیسیٰ مجبور ہوتے تو بلاشبہ اپنی ذات اور اپنی والدہ محترمہ کی ذات سے عذاب روکنے پر قادر ہوتے۔ اور یہ قرآنی خبر جواز قدرت سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ جواز حکمت سے۔ یہ نقل تفسیر امام ناہد میں سورہ مائدہ اور سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر کے تحت آئی ہے قوله تعالى اذا لاذتناك ضعف الحيواة وضعف المساة اے ضعف عذاب الحيواة وضعف عذاب المساة کہ میں تم کو اور دوسروں سے ڈوگو نہ عذاب زندگانی میں چکھاؤں گا اور مرنے کے بعد بھی اوروں کے مقابلہ میں دوچند عذاب کروں گا، یہ وعید حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آئی ہے اور یہ اس کی قدرت کے جواز و اظہار کے لئے ہے نہ یہ کہ حکمت کے جواز کے لئے ہے۔ اور سورہ زمر میں بھی وعید کی یہ آیت آئی ہے لان اشركت ليحبطن عملك (اگر تم نے کسی کو شریک ٹھہرایا تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال مٹا دے گا۔) ولتكونن من الخاسرين (اور تم ہو جاؤ گے گھاٹے والوں میں) یہ وعید شرک کے جواز کے لئے نہیں (یعنی خدا نخواستہ حضور سے شرک وجود میں آئے) یہ قدرت کے نفاذ اور اس کے اظہار کے لئے آگاہی و تنبیہ کے طور پر ہے۔ کفایہ صابونی میں آیا ہے لان اختصاص القدرة ان تكون صالحة الضدين باتفاق بينا وبين الخصوه لان مالا يصالح الا للضد واحد اضطرار وليس..... (اس لئے کہ قدرت کے ساتھ متصف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ضدین پر عمل کی صلاحیت ہو (یعنی ایسے کام جو ایک دوسرے کی ضد ہوں دونوں کو کر سکتا ہو) یہ ہمارے اور مخالفین کے درمیان متفق علیہ ہے نہ کہ ضدین میں سے صرف ایک کو کرنے کی صلاحیت ہو؛ یہ اضطرار کی حالت ہے۔

تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو

وَالسَّلَام

شرف منیری



# مکتوب ۱۷۵

## اللہ تعالیٰ سے شرم کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! حدیث شریف میں ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استحبوا من الحق حق الحیاء قالوا اناسی والحمد لله قال لیس ذلک ولكن من استحب من الله حق الحیاء فلیحفظ الراس وما حوی ویحفظ البطن وما حوی ولیذکر الموت والبلی ومن اراد الاخرة ترک زمینة الدنيا فمن یعمل ذالک فقد استحب من الله حق الحیاء شرم کرو، جو خداوند تعالیٰ سے جیسا کہ شرم کرنے کا حق ہے صحابہؓ نے کہا اللہ کا شکر ہے ہم لوگ خداوند تعالیٰ سے شرم رکھتے ہیں پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شرم خداوند تعالیٰ سے شرم کرنا نہیں ہے۔ حق شرم یہ ہے کہ محفوظ رکھے سر کو یعنی سر میں جتنی چیزیں شامل ہیں جیسے کان، آنکھ، زبان ان تمام چیزوں کو خلاف شرع کسی کام میں لگنے نہ دیں۔ اور خیال رکھیں شکم کا یعنی پیٹ میں جتنی چیزیں شامل ہیں پیٹ کو حرام کھانے سے محفوظ رکھیں، فرج کو زنا کرنے سے بچائے رکھیں۔ اور ہمیشہ مسلسل یاد کرتے رہیں موت کو۔ اور قبر میں پھول پھٹ جانے اور گل سٹڑ جانے کو یاد کرتے رہیں اور جو شخص آخرت چاہے وہ دنیا کی زیبائش و آرائش ترک کر دے تو جس نے اس پر عمل کیا بے شک اس نے خداوند تعالیٰ سے شرم کیا جیسا کہ شرم کرنے کا حق ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی نامشرع یعنی خلاف شرع چیز بندہ کے سامنے آئے تو یہ جلانے اور ایمان رکھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے وہ سب کچھ جانتا اور دیکھ رہا ہے اور خود کو اس سے دور رکھے ہرگز وہ خلاف شرع کام نہ کرے اللہ تعالیٰ سے شرم اس سے کہ حق سبحانہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے یہی حقیقی شرم ہے تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ



# مکتوب ۱۷۶

## اسلام اور ایمان کے درمیان فرق کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے عزیز تم جانو! فقہ اکبر کی عبارت ہے۔ ثم اختلفوا فی الایمان والاسلام  
 قال بعضهم هما واحد لقوله تعالى ومن يتبع غير الاسلام ديناً فدن يقبل منه  
 وقال بعضهم هما متضادتان الا ان الاصح ما قال ابو منصور نعمادة الله بالرحمة  
 والمغفرة الاسلام معرفة الشكايك ومحل الصدور لقوله تعالى ان من شرح  
 الله صدره للإسلام والایمان معرفة الله تعالى لكن معرفة بالایة والبینة و  
 محله القلب لقوله تعالى لكن الله حبيب الیکم الایمان وزینة فی قلوبکم القلب  
 داخل الصدور والمعرفة محله السر وهو داخل الفواد فيقوم به فعل المعرفة  
 فیصیر عارفاً لله تعالى بجميع صفاته ثم يتلألاً نوره وهذا هو المعنى  
 الاصح لقوله تعالى الله نور السموات والارض مثل نوره كمشكاة فيها مصباح  
 المصباح فی زجاجة الزجاجه كأنها كوكب دري یوقد من شجرة مباركة  
 الى اخر الایة انه جعل الصدر بمنزلة المشكاة والقلب بمنزلة الزجاجه والفواد  
 بمنزلة المصباح والسر بمنزلة الشجرة والداخل السر موضع خفی وهو موضع  
 نور الهدایة ولا صنع للعبد فيه سوى ان الله تعالى اذا اراد ان یهدی العبد  
 الضال بلغ نوره فی الموضع الخفی فيتلألاً النور فهو معنی قوله تعالى فهو  
 علی نور من ربه ثم يتلألاً النور الى السر فيقوم للعبد فعل التوحید  
 فیوحده الله تعالى ویتبرأ من الاصنام ثم لا یسکن ذلك النور حتی يتلألاً  
 ذلك النور الى الفواد فيقوم فعل المعرفة عارفاً لله تعالى بجميع صفاته ثم يتلألاً

ذالك النور الى القلب فيقوم له فعل الايمان ثم يتلأ لاء ذلك النور الى الصدر  
 فيقوم له فعل الاسلام ثم يتلأ لاء النور الى الاعضاء فيتقاضى للعبد بالا  
 جناب عن المعاصي والايثار فاذا جاء ذلك صار مومنا نقبا فدخل  
 تحت قوله تعالى ان اكرمكم عند الله اتقكم فاذا قبول اربعة التوحيد  
 والمعرفة والايمان والاسلام فاذا جمعت صارت دنيا وهو معنى قوله تعالى  
 ان الدين عند الله الاسلام

(علماء) میں ایمان اور اسلام (کی تعریف) کے بارے میں اختلاف رائے ہے، بعض کہتے ہیں کہ  
 دونوں ایک ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جس نے اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو اختیار کر لیا  
 تو وہ نامقبول ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ دونوں (اسلام و ایمان) مختلف ہیں لیکن زیادہ صحیح ابو منصور  
 ماتریدی کا قول ہے کہ اسلام تکالیف شرعیہ کی معرفت کا نام ہے اور اس کا مقام صدر ہے۔ جیسا کہ ارشاد  
 باری تعالیٰ ہے جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا۔

اور ایمان اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے۔ اور اس کا مقام قلب ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے  
 "لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت عطا فرمائی اور اچھے تمہارے دلوں میں مغرب مزین کر دیا" اور قلب صدر کے  
 اندر ہے اور معرفت کا محل سر ہے اور وہ نواذ میں ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ معرفت کا عمل بروئے کار آتا ہے  
 اور پھر وہ (سالک) اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی تمام صفات کے ساتھ حاصل کر لیتا ہے۔ پھر اس کا نور  
 جگمگا اٹھتا ہے۔ اور یہی زیادہ صحیح معنی اس آیت کے ہیں "کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا نور  
 ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک طاق ہے، اس میں ایک چراغ ہے چراغ قندیل میں  
 ہے۔ قندیل گویا ایک روشن ستارہ ہے۔ چراغ روشن کیا جاتا ہے ایک نہایت بابرکت مفید  
 درخت کے تیل سے وہ زیتون کے درخت کا ہے جو نہ پورب رخ ہے نہ بچھم رخ (کسی آڑ سے) اس  
 کا تیل ایسا ہے کہ گویا خود بخود جل اٹھے گا اگرچہ اس کو آگ نہ چھوئے، وہ نور ہی نور ہے۔ اللہ اس نور  
 سے جس کو چاہتا ہے ہدایت (روشنی) دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے یہ مثال بیان کرتا ہے اور اللہ  
 ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔"

صدر کو بمنزلہ چراغ دان رکھا اور قلب بمنزلہ شیشہ نواذ بمنزلہ چراغ، بمنزلہ درخت  
 داخل بمنزلہ خفی اور وہ نور ہدایت کا مقام ہے اور اس میں بندہ کی کوئی کارگزاری نہیں ہے بجز اس کے



کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بھٹکے ہوئے بندہ کو ہدایت فرمانا چاہتا ہے تو اپنے نور کو مقامِ حُضنیٰ میں پہنچاتا ہے تو نورِ جگمگا اٹھتا ہے یہی مفہوم ہے اس ارشادِ گرامی باری تعالیٰ کا فہمِ علیٰ نور من ربہ (وہ اپنے رب کے نور کے واسطے ہوتا ہے) پھر نورِ مقامِ سیر میں جگمگاتا ہے تو بندہ کے لئے مقامِ توحید واضح ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور معبودانِ باطل سے برأت اور کنارہ کشی اختیار کرتا ہے پھر وہ نور ٹھہرتا نہیں ہے یہاں تک کہ وہ نورِ قلب میں جگمگا اٹھتا ہے تو اس کے لئے معرفت کی منزل آتی ہے اپنے تمام صفات کے ساتھ پھر وہ نورِ صدر (یعنی سینہ) میں جگمگاتا ہے تو اس کے لئے اسلام کا مرحلہ آتا ہے پھر وہ نورِ اعضاء و جوارح کو روشن کر دیتا ہے تو وہ (نور) بندے سے معاصی سے بچنے اور طاعات کے اختیار کرنے کا متقاضی ہوتا ہے (جب یہ سب ہو جاتا ہے) تو وہ مومن متقی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی کہ ان اکوّم عند اللہ اتقّمہ (یعنی تم میں سب سے بزرگ وہ ہے جو بڑا متقی ہے) کے تحت داخل ہو جاتا ہے (تو یہ چار چیزوں کا قبول کرنا ہے) توحید، معرفت، ایمان اور اسلام تو جب کہ یہ سب جمع ہو جائیں تو وہی دین ہے اور یہی معنی ہیں اس ارشادِ گرامی کے اِنَّا لَدِیْنِ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔



وَالسَّلَام  
خاکسار شرف منیری

## مکتوب ۱۷۱

### دنیا کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! دنیا عالمِ حکمت ہے یعنی یہاں زیادہ تر کام اسباب کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ عقیبی عالمِ قدرت ہے یعنی یہاں کام بے اسباب و واسطے کے ہوا کرتے ہیں۔ اہل معرفت کہتے ہیں دنیا اور عقیبی دونوں ہی نفس کا نصیب و حصہ ہیں اور جو شخص اپنے نصیب و حصہ کے ساتھ ہے وہ اپنی خودی کے ساتھ ہے اور جو اپنی خودی کے ساتھ ہے وہ خدا سے محجوب ہے یہی اس شعر میں ہے۔

تا تو باخوشی عدد بینی ہمہ چوں شوی فانی احد بینی ہمہ  
(جب تک تو اپنی خودی کے ساتھ ہے تعد میں ہے تجھے عدد ہی دکھائی دیتا ہے جب تو خودی  
سے نکل آیا ننا ہو گیا تو تجھے ایک ہی ایک نظر آئے گا۔)

بزرگوں کا قول ہے اگر سید کو نین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے آنکھ نہ پھیرتے عقبی تک  
نہیں پہنچتے اور اگر عقبی سے نگاہیں نہ ہٹا لیتے تو قاب تو سین تک نہ پہنچتے مازاغ البصر وما  
طفی (نہ نگاہ بہکی اور نہ حد سے بڑھی) اسی کی شہادت میں ہے۔ قطعاً

دنیاست بلاخانہ و عقبی ہو س آباد مافارغ ازیں ہر و نہ انیم و نہ آنیم  
اس فتنہ بد نیا شد و آن غرہ بعقبی ما حاصل ایں ہر دو بیک جو نہ ستانیم  
اے بھائی وہ جو کہتے ہیں کہ اہل دنیا اور ہیں، اہل عقبی اور ہیں۔ بھائی! اہل اللہ دوسرے  
ہی لوگ ہیں دنیا والوں سے بھاگنا ایسے جیسے شیر و سانپ سے وہ بھاگتے ہیں۔ اور اہل دین  
نہ ان سے بھاگتے ہیں اور نہ ان کے ساتھ ٹھہرتے ہیں ہاں اللہ والوں کی جوتیوں کی خدمت  
طلب کرو، اگر میسر ہو تو سبحان اللہ۔

اے خضر چہ می نازی زراں جوے کہ دادتے زدگم شدگان را چوں تشنہ بہ بیابانہا  
اے بھائی اہل تصوف اگرچہ لوگوں کے ساتھ ہیں لیکن وہ مخلوق سے جدا ہیں، اور اگرچہ  
نفس کے ساتھ ہیں، لیکن نفس سے علیحدہ ہیں، اور اگرچہ دنیا میں ہیں اس کے باوجود دنیا سے  
باہر ہیں۔

جس نے یہ پہچان لیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا جو ممدوح ہے وہی ممدوح یعنی قابل تعریف ہے  
اور جو اللہ کے نزدیک مذمت کے لائق و بُرا ہے وہی مذموم ہے ھو الضار ھو النافع ھو  
المعطی ھو المانع ھو (وہی نقصان پہنچانے والا ہے، وہی نفع دینے والا ہے، وہی عطا کرنے والا ہے،  
اور وہی روکنے والا ہے) تو ایسا شخص اگرچہ مخلوق کے درمیان ہے اس کے باوصف وہ مخلوق سے  
علیحدہ ہے اور جس نے نفس کی خواہشوں، لذتوں اور شہوتوں سے نجات پالیا وہ نفس سے باہر آ گیا  
اور جس کسی کی دنیا میں اپنی کوئی مراد نہ ہو اگرچہ وہ کسی درجہ میں دنیا میں ہو وہ دنیا سے علیحدہ ہے  
ابد انہم فی الدنیا و قلوبہم فی العقبی (ان کے جسم دنیا میں اور ان کے دل عقبی میں ہیں)  
ایسے شخص کے لئے بالکل صادق آتا ہے اور تسلیم شدہ ہے تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔  
وَالسَّلَامُ

# مکتوب ۱۷۸

## فقر اور فقراء کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جانو! اذا تم الفقر فهو الله اس قول کے معنی میں اختلاف ہے  
واللہ اعلم کچھ لوگ اس کے معنی یہ کہتے ہیں کہ جو شخص آخر میں ایسا ہو جائے جیسا کہ اول میں یعنی  
پیدائش کے وقت تھا تو اس کا فقر پورا ہو گیا اور اس کے کام آراستی دوری کے ساتھ انجام  
پاگئے۔ قطعاً

گر باز شوی بعالم خود فقر تو ہمہ تمام گرد  
چوں فقر تمام گشت حقا چرخ فلک غلام گرد

ایک بزرگ کا قول ہے الفقر هو ان يرجع اخر العهد الى اوله فيكون كما كان  
قبل ان يكون۔ یہاں تک کہ وہ ایسا ہو جائے جیسا کہ ازل میں عہد توحید کے انار تھا خیا پو  
کہتے ہیں کہ حق کو جواب دینے والا اسی ذرہ کا پتہ دے رہا ہے۔

اور دوسرے طور پر اذا تم الفقر فهو الله کی تفسیر یوں ہے کہ اذا تم الفقر یعنی  
لا حول ولا قوۃ فهو الله یعنی الا بالله اسی سے جاننا چاہیے کہ فقر کی حد و انتہا کہاں تک  
ہے؟ یوں کہا گیا ہے کہ اگر دنیا میں سے بال کے برابر کوئی چیز فقیر کے ملک میں ہو تو اس کا فقر  
کامل و مکمل نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ اس کے ملک میں ایک سر مو بھی کوئی چیز نہ ہو مگر اس کی نظر کسی ایسی  
چیز پر جائے جس پر چیز ہونے کا نام ہو تو بھی اس کا فقر مکمل نہیں۔ اور اگرچہ اسباب میں سے  
کوئی سبب پائے ہوئے نہ ہو لیکن اس کی نظر اپنی قوت و حیلہ پر پڑتی ہے اور یہ گمان کرتا ہے  
کہ اپنے حیلہ و قوت کے واسطے سے فلاں چیز حاصل کر لوں گا تو کھ۔ اس کا فقر مکمل نہیں ہوتا اور  
یہ جو کچھ بیان ہوا ان میں سے کوئی چیز بھی اس کے اندر نہ پائی جائے اور اس کے باطن سے یہ نہ

آنے لگے لاجول ولاقوة یعنی کوئی چارہ نہیں رکھتا اور کوئی طاقت بھی نہیں رکھتا ہوں جب اس حد اور درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو اس کا فقر کامل ہو جاتا ہے اور یہ جو کچھ کہا گیا اذا تم الفقر لاجول ولاقوة کے معنی میں ہے وہ یہی تھا جسے بیان کئے ہیں یعنی جب فقر کامل و مکمل ہو گیا تو پھر کسی حیلہ و قوت کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور جب اپنے حیلہ و قوت کی راہ اپنے اوپر بند پاتا ہے تو سب سے کلیتاً ناامید ہو جاتا ہے اور یہ یقین کر لیتا ہے کہ کسی شخص سے کام بننے والا نہیں ہے اور جب یہ حال ہو جاتا ہے تو سب سے منہ موڑ لیتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو جاتا ہے کہتا ہے خداوند اپنے فضل و کرم سے مری دستگیری فرما اور مجھے سہارا کے اس لئے کہ کوئی حیلہ، وسیلہ، قوت و طاقت نہیں رکھتا ہوں۔ جب یہ حال ہو جاتا ہے تو اسکی ساری امیدیں حق سبحانہ تعالیٰ سے وابستہ ہو جاتی ہیں اور اس کا پورا اعتماد حق سبحانہ تعالیٰ ہی پر ہو جاتا ہے اور سارا حال و احوال اس کا اللہ جل شانہ کے ساتھ ہو جاتا ہے اور اس کی تمام باتیں حق ہوتی ہیں ذہود اللہ کے معنی یہی ہیں۔

وَالسَّلَامُ

شرف منیری



## مکتوب ۱۷۹

### محبوب و مطلوب کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! محبوب دو نوع کے ہیں محبوب لذاتہ اور محبوب لغیرہ۔ محبوب لذاتہ خداوند جل جلالہ کی محبت ہے اور "محبوب لغیرہ" انبیاء و اولیاء اور جملہ عبادات بدنی و مالی اور وہ تمام چیزیں جو محبوب و مقصود اصلی سے زیادہ نزدیک و قریب ہیں ان سب کی محبت ہے۔ اے بھائی! اس بارے میں اگر کوئی نقل و سند چاہیے تو حدیث شریف ہے قال نبی صلی اللہ علیہ وسلم من احب عمل قوم خیرا و شر اسان کم عملہ ای

المحبة دليل على الايثار والاختيار وكأنه عمله فجازى به فان كان خيراً فخير وان  
 شراً فشر وقال من احب قوما جزا الله فيهم اى جمعه الله فيهم يوم القيمة ومغناه...  
 ..... اخرا المصنف من احب (نبى صلى الله عليه وسلم) نے فرمایا جس نے کسی قوم کے عمل کو پسند کیا اچھا ہو  
 یا برا تو گویا اس نے وہ کام کر لیا۔ یعنی محبت ترجیح و اختیار اور ایثار کی دلیل ہے اور جس نے کسی قوم کے عمل کو کر لیا تو  
 جس حیثیت سے پسند کیا ہو اس عمل اور اختیار کرنے کا اثر ہوگا (اور وہ یہ ہے کہ) گویا اس نے وہ عمل کیا  
 اس کو اس کا بدلے گا اچھا کام ہوگا تو اچھا بدلہ برا کام ہوگا تو برا بدلہ ملے گا اور فرمایا جو شخص کسی قوم کو  
 محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس قوم کے ساتھ قیامت کے دن ملا دے گا۔ آدمی کا انجام اسی  
 کے ساتھ ہوگا جس کو وہ محبوب رکھتا ہے۔)

اے بھائی! ہر وہ محبت جو علت کے ساتھ ہو تو ہو سکتا ہے کہ ایسی محبت علت کے ختم  
 ہونے سے عداوت میں تبدیل ہو جائے اور مخلوقات کی محبت و عداوت علت کے ساتھ  
 معلول ہے۔ علت والی محبت میں منفعت معلول ہے اور علت والی عداوت میں مضرت معلول  
 ہے تو معلوم ہوا کہ (علت والی محبت و عداوت میں) منفعت و مضرت ہے اور محبت عداوت ہوتی  
 ہے لیکن حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت و عداوت معلول نہیں ہے یہ ازلی ہے جس کا وہ تبارک تعالیٰ  
 محب ہے اس کا عدو نہیں ہوتا اور جس کا عدو ہے اس کا محب نہیں ہوا کرتا۔ لیکن وہ شخص کہ حق  
 تعالیٰ جس کا محب ہے وہ اعدا کفار کی صفت میں ہے مثلاً ساحران فرعون، اعدا کی صفت  
 یعنی کفر میں تھے جب سلطان محبت حق سبحانہ تعالیٰ غالب ہوا تو ان کو دوستوں کی صفت  
 میں لے آیا۔ اور جس کا حق سبحانہ تعالیٰ عدو و دشمن ہے اگرچہ وہ دوستوں کی صفت  
 میں ہو جیسے ابلیس علیہ اللعنة، جب سلطان عداوت خداوند تعالیٰ کا غلبہ ہوا تو اس کو اعدا  
 کفاروں کی صفت میں لے آیا۔

اب میں مطلب کی طرف آتا ہوں یعنی کافروں کے بارے میں کہتا ہوں کہ وہ اگرچہ اپنے  
 کفر کے سبب خداوند تعالیٰ کے عدو ہیں لیکن یہ اب تک ظاہر نہیں ہوا ہے کہ خداوند تعالیٰ  
 اس کا عدو ہے کیونکہ حال چھپا ہوا ہے اور اس کے عدو ہونے کا حکم موقوف و رکا ہوا ہے  
 یہاں تک کہ اگر کفر کے ساتھ اس دنیا سے گیا تو حق سبحانہ تعالیٰ کی عداوت اس کے لئے محقق  
 ہوگئی۔ یا کفر اس کا ختم ہو گیا ایمان لے آیا اور ایمان کے ساتھ اس جہاں سے رخصت ہوا تو حق

سبحانہ تعالیٰ کی محبت اس کے لئے حقیقت بن گئی۔

مومن اگرچہ محکم ایمان یعنی ایمان ہونے کے سبب محب خداوند تعالیٰ ہے لیکن یہ اب تک ظاہر نہیں ہوا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی محبت اس کے لئے محقق ہے یا اگر ایمان کے ساتھ اس عالم سے رخصت ہوا تو حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت اس کے لئے حقیقت بن گئی اور تعوذ باللہ خدا اپنی پناہ میں رکھے اگر ایمان زایل ہو گیا تو یہ حقیقت ہو گئی اس کے لئے کہ خداوند تعالیٰ اس کا دشمن تھا۔ لیکن ہاں خوب یاد رہے کہ محبت و عداوت کا یہ توقف انبیاء علیہم السلام کے حق میں جائز نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام خداوند تعالیٰ کے انھل لخواص حبا میں ہیں۔ اور نبوت سے بڑھ کر کوئی مقام خاص تر نہیں ہے تو خداوند تعالیٰ کی محبت خاص انبیاء علیہم السلام کے لئے درست اور محقق ہو چکی ہے اور یہ لوگ کفر سے مومن و محفوظ ہو چکے ہیں۔

وَالسَّلَام

بشرف منیری



## مکتوب ۱۸۰

### شیخ ماتنا اور جلاتاہری کی معنوی تشریح میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھاتی تم جانو! یہ جو قول ہے الشیخ یحییٰ دیمیت (شیخ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرتا ہے) اس قول کے تین معنی ہیں واللہ اعلم ایک معنی سے یہ مراد ہے کہ شیخ مرید کو طاعت و بندگی کے ساتھ زندہ کرتا ہے اور گناہ و معصیت کے ساتھ جو اس کی زندگی تھی اس سے مردہ کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ طاعت و بندگی حیات ہے اور معصیت و گنہگاری موت ہے۔ اور دوسرا معنی یحییٰ سے مراد اس کے دل کو زندہ بنانا ہے اور دیمیت سے مراد اس کے نفس کو مردہ کرنا ہے۔

اور تیسرا معنی یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ کسی کو اپنے فضل سے سبحانہ الدعوات بنا دیتا ہے

تو وہ خداوند عزوجل کے حکم سے واقعی مردہ کو زندہ کر دیتے ہیں اور اسی طرح اللہ جل شانہ کے اذن و فرمان سے زندہ کو مردہ بھی کر دیتے ہیں۔

اے بھائی! مرید کو چاہیے کہ پیر کے ساتھ قلب کا لگاؤ اور ربط ہر وقت رکھے ربط قلب کے معنی یہ ہیں کہ مرید اس بات کو اچھی طرح جان لے اور اس پر یقین کرے کہ میرے پیر کے سوا مجھے خدا تک کوئی نہیں پہنچا سکتا ہے اگرچہ اس وقت اور اس زمانہ میں ان کے جیسے ہزاروں ہوں۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر مرید یہ سمجھے کہ میرے شیخ سے بہتر کوئی اور دوسرا ہے تو اس مریدی کی راہ میں یہ جائز نہیں ہے اور اس کی غرض اس کا مقصود حاصل نہیں ہوگا۔ مرید کو چاہیے کہ ہر وقت پیر کے قول و فعل کی تقلید کرتا رہے بغیر کسی اعتراض و انکار کے۔ ہاں تقلید کو جاننا چاہیے کہ تقلید کے کہتے ہیں اور کون سی تقلید درست و جائز ہے اور کون سی تقلید ناجائز ہے۔ تقلید چار قسم پر ہے۔ مجتہد (یعنی صاحب اجتہاد امام) کی تقلید کسی مجتہد کے ساتھ ایسی تقلید جائز نہیں ہے اور کسی مقلد کی تقلید کسی مقلد کے ساتھ یہ بھی اسی طرح ناجائز ہے اور کسی عالم کا کسی مقلد کی تقلید کرنا یہ بھی ناجائز ہے۔ ہاں ایک مقلد کا کسی عالم کی تقلید کرنا یہ جائز و درست ہے۔

مرید کی نظر ایسی کشادہ اور کھلی ہونی ہونا چاہیے کہ اس کی وہ نگاہ ہمیشہ پیر کے کمال پر اور اپنے نقصان و کمی پر پڑتی رہے یہاں تک کہ اگر کوئی ایسی چیز اور ایسا فعل دیکھے جو اس کی سمجھ و عقل میں نہ سما سکے تو وہ یہ سمجھے اور اس پر اعتقاد رکھے کہ یہ بات جائز و درست ہی ہے ہاں میں اس کے معنی تک نہیں پہنچ سکا۔ یہ میری سمجھ اور پہنچ سے بالاتر ہے۔

اور یہ کہ مرید ان پیروں کے ہاتھ اور پادوں چوما کرتے ہیں یہ درست ہے اور روایت میں یہ نقل آئی ہے کہ ہاتھ پادوں چومنا صحابہ رضوان اللہ کی سنت ہے کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کو بہت مرتبہ بوسہ دیا ہے۔ ردی أن جماعة من اليهود أتوا الرسول عليه السلام فسألوا عن تسع آيات بينات فاجابهم بها فقبلوا بيده ورجله وصدقوا الحديث (روایت ہے کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو آپ سے حضرت موسیٰ کی کھلی ہوئی ٹوٹنشیوں کے متعلق سوال کیا آپ نے اس کا جواب عنایت فرمایا تو انہوں نے آپ کے دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دیا اور آپ کے کلام کی تصدیق کی۔ الحدیث)

پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام سے کبھی کسی کو منع نہیں فرمایا اگر یہ فعل شرع کے موافق نہ ہوتا تو ان لوگوں کو حضور ضرور منع کر دیتے تو معلوم ہوا کہ ہاتھ پاؤں جو مناخلاق شرع نہیں ہے  
 روی عن وراع بن عامر، انا قبلنا ید النبی ورجلیہ وروی عن صہیب مولی العباس  
 انہ قال رأیت یقبل ید العباس ورجلہ علی نقل من قواعد التصوف لا وراع بن  
 عامر سے مروی ہے ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ (حضرت عباسؓ کے  
 غلام صہیبؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ حضرت عباسؓ کے دست و پائے مبارک  
 کو (حضرت علیؓ نے بوسہ دیا) (منقول از قواعد التصوف)

عاقبت و خاتمہ بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ



حقیر شرف منیری

## مکتوب ۱۸۱

### تفکر، غور و فکر اور اس کا معنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! آدمی جب اس راہ میں داخل ہوتا ہے پھر اس کے بعد تمام  
 کاموں کو وہ پورا کر چکا یعنی مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعہ تزکیہ و تصفیہ اسے حاصل ہو چکا  
 تو اس سے بڑھ کر کوئی ہم اور اس سے زیادہ نفع بخش اور کوئی چیز نہیں ہے کہ وہ تفکر کیا  
 کرے اور ہاں غور و فکر کرنا محض یہی نہیں ہے کہ سرگریبان میں ڈال لیا اور اپنی خواہشوں کا غم  
 کھانے لگے ہر ایک چیز میں لالچ کی نظر ڈالنے لگے یا خواب کے بستر پر آرام کرنے لگے بلکہ  
 تفکر یعنی غور و فکر کرنا ہے۔ اور یہ غور و فکر مخلوقات کے اندر جائز ہے حق سبحانہ تعالیٰ کے  
 حق میں جائز نہیں اور ہاں تفکر کرنے والے کو پہلے تفکر کے اسباب و سامان ہیا کرنا  
 چاہیے۔ جیسے دنیا اور دنیا والوں سے وحشت ان کی جفاؤں اور ان کی بیوفائیوں کی



کچھ پرواہ نہ کرے، درویشی و ناداری سے رغبت نہ ہو اور نہ اس کا خوف ہونے پائے اور تمام مشغولیتوں سے فارغ ہونا چاہیے، دعویٰ داروں کو خوشنود کر لینا چاہیے اور خود اپنے آپ کو صرف خدائے تعالیٰ کے لئے یکتا و تنہا کر لینا چاہیے اب ان سب سامان کے بعد تفکر، غور و فکر کرنا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے نیت سے ہست کیا، ناپاک پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کیا ایسا ناپاک قطرہ کہ اگر کپڑے پر پڑ جائے تو اس کپڑے کے ساتھ نماز نہ ہو سکے، اور مالک الملک کے احسان و نوازش کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس نے مجھے پسندیدہ اور بزرگ بنایا اور ایمان کی خلعت اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا کہ اس تبارک و تعالیٰ ہی کی جانب چکر لگاتا رہوں۔ اور خود اپنے کو پہچنو ایسا بھی یہاں تک کہ اس کی معرفت ایسی حاصل کی کہ اس کو پہچان لیا۔ اور توحید کے کلمہ کا راز دار بنایا یہاں تک کہ اس کی الوہیت و قدوسیت کے ساتھ میں نے اسے پہچانا۔ اور اپنی دوستی سے نوازا یہاں تک کہ اس تبارک و تعالیٰ کو اپنا دوست بنا سکا اور ان تمام نعمتوں کے علاوہ اور دوسری نعمت کا وعدہ بھی فرمایا اور وہ عظیم نعمت اس کا دیدار ہے۔ اب جب کہ اس نے ناپاک قطرہ کو پاک بنا دیا اور اپنی ساری نعمتوں کے لائق کر دیا تو ان سب کے باوجود کب یہ جائز و درست ہو گا کہ آدمی کے دل کو اس کے علاوہ کسی اور سے لگاؤ ہے، جب یہ ساری باتیں مرید میں پیدا ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ اب وہ بیٹھے محض جسم و بدن سے نہیں بلکہ دل سے یعنی خلق کے ساتھ قائم رہتے ہوئے بھی اس کا دل خلق کی آویزش سے پاک ہو اور زمین پر ساکن ہو جائے جب ایسا ہو جائے تو اس وقت یقین کے دامن میں سر نیاز ڈال لے اور اس تفکر کے ذریعہ توحید کی تصدیق میں ڈوب جائے اور اس غور و فکر میں غرق ہو جائے کہ خداوند تعالیٰ غیب کے بھیدوں کا جاننے والا ہے وہ تمام چیزوں کا علیم و دانہ ہے غیب کی خبر رکھتا ہے گناہوں کو بخشنے والا اور عیبوں کو چھپانے والا ہے۔ وہ مجھ سے یہ اقرار پورے طور پر لینا چاہے گا اور اسل قرار کے لئے صدق کا تقاضہ ہو گا کیوں کہ وہ میرے ضمیر و دل کے اندر جو کچھ ہے اس سے مطلع اور آگاہ ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اس راہ سے یعنی اس طور و طریقے سے تفکر میں جائے اور تفکر اختیار کرے اور اپنے آپ سے اس صدق کو طلب کرے اور اپنے اندر ڈھونڈھے کہ جب اس کے ساتھ میں لگ گیا ہوں اس کی ہستی کا اقرار میں نے کر لیا ہے تو اس کے علاوہ کسی اور ہستی کا خیال مرے دل میں کیوں آئے اور یہ اندیشہ یعنی اس کے غیر کا خیال میرے دل میں کیا کرے گا۔

اور مجھے مخلوق سے امید و خوف کیوں کر ہو اس کا اظہار و بیان بھول چوک سے بھی کیوں ہو اور جب میں نے اسے پہچان لیا تو پھر اس کے غیر سے آشنائی میرے دل میں پیدا کیسے ہوگی اور مخلوق سے امید و خوف کیوں کر ہوگا کہ اگر کسی دوسرے کی ہستی کی آشنائی دل کی نیاز مندی میں آئے کیوں کہ آنا جانا آشنائی کی علامت ہے اور جب اس کے غیر کو غیر جان چکا اور اس کی پاکی کا اقرار کر چکا ہوں تو کسی چیز کی بھی دوستی و محبت میرے دل میں پیدا ہو یہ کیوں کر۔ اور جب اس نے اپنے دیدار کا وعدہ کیا ہے تو مجھے اس کے غیر کی طرف نظر کیوں کرنی چاہیے یا تو میں اپنے اس اقرار میں صحیح نہیں ہوں کیوں کہ مخلوق میرے متعلق نیک گمان رکھتی ہے یا صدق میں درست نہیں ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہ سے شرم اور اس سے ہیبت نہیں ہوتی ہے یہ کون سی افتاد مرے کاروبار میں آپڑی یا تو میرا اقرار جھوٹ ہو یا میرے اس تصدیق میں کذب پوشیدہ ہے میرے نفس کی ہستی پھر گئی ہے۔ اس کی بندگی کرنے کا اقرار میں نے کیا ہے پھر دل غیر کے دام میں کیسے پھنس گیا ہے آہ وزاری میرے اس کاروبار پر اور وائے حسرت و افسوس، میرے اعمال و معاملات سب برباد گئے جو کچھ محنت و مشقت رنج و تکلیف اٹھائی وہ سب رائیگاں لگیں، میرے صدق میں مکر و فریب چھپا ہوا ہے۔ کہاں ڈھونڈھوں ایمان کے اس جوہر کو۔ کیا پتہ کون سی وادی میں ہلاک ہو جاؤں گا جب دل کی گہرائی سے خوب روئے نالہ و فریاد کرے۔ اپنی مصیبت پر نوہ کرے۔ اس کی ہمت سارے حجابات سے مجرد ہو جائے اس کا دل خون عذاب سے، اس کا ستر عالم کشوں سے محبوب ہو جائے، اس کے جگر سے حسرت کے خون اُبلنے لگیں، پھر ناامیدی کے پانی سے سیلاب آجائے اور خون جگر دونوں دیدیے سے بہار کے بادل کی طرح ٹپکنے لگے، مضطرب بے قرار، خستہ اور ہجور ہو جائے۔ اپنی زندگی سے خوف میں رہے ہر وقت اندوہ گین و خائف رہے اور اس بات کا ڈر اس میں سما جائے کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اس وقت اس پر ہیبت طاری ہو جائے، لڑائی ترساں، اور گریزاں ہو جائے۔ اگر لوگوں کے درمیان ہے تو ایسا متحیر ہو کہ اس کی تمیز اس کا تصرف سب سے منقطع ہو جائے ایسا ہو جائے کہ خود اس کو اپنے آپ کی خبر نہ ہے اور نہ خلق سے باخبر ہو اور قبض کے حکمراں کا قیدی ہو جائے ایسا کہ اُسے خبر نہ ہو کہ اس پر کیا گزری اور کیا افتاد آئی اپنے آپکے بیگانہ ہو جائے، اپنے معاشی مصلحتوں سے بھی کنارہ کش

ہو جائے ایسا کہ گرا پڑا بن جائے اور اس بات کا منتظر رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آتش دوزخ میں ڈال دیا جاؤں اور کہیں قربت سے منقطع کر کے جدائی کا داغ نہ دیدیا جائے: نیند بھوک اس کی غائب ہو جائے اپنی معاش سے پھر گیا ہو بیگانہ ہو گیا ہو، حکم بھی ادا نہ کر سکے اور بھی دوسرے کام نہ کر سکے جب ایسا ہو جاتا ہے تو حق سبحانہ تعالیٰ اس پر بخشش و انعام فرماتا ہے اور اس کی امیدیں براتی ہیں بلکہ ساری امیدوں پر اسے اختیار دے دیا جاتا ہے اور اپنی جانب سے بہترین چیزیں اس پر ظاہر کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کی امید کا درخت پھل لے آتا ہے اپنے عجز کا ہاتھ اس کی شاخ پر لے جائے اور اس کے احسان کے میوے کھائے اور صاحب قوت و عظمت ہو جائے اور محبوب کے وصال کی جنبیلی کی خوشبو سونگھے یعنی مشام جاں معطر کرے اس وقت حیا اس کی دایہ ہو عا جزی کے ساتھ یہ فکر کرے کہ اس کی جانب سے اتنی ساری بھلائیاں اور میری جانب سے اس درجہ خطائیں اس وقت دلیری کے عالم میں داخل ہو یہاں تک کہ اس قبض کی اسیری سے باہر آجائے اور اس کا دل خوش ہو جائے۔ اس کا جسم آتش شوق کے شعلوں کی لپٹ میں آجائے اور اس کے شعلے کی گرمی اس کے دل میں پہنچے آرزو مندی کا یہی شوق ہمت کہ امید واری کی راہ سے دم سادھ لے خاموش ہو جائے اور یہ دم سادھنا اسی دم اس کے دل تک پہنچ جائے اور اسے جنبش دے تاکہ محبت کی یہ آگ اسے اچھی طرح جلا ڈالے لیکن ایسا دم سادھنے کے بقا حاصل کرے۔ اور جب کبھی دل میں خلش پیدا ہو کہ اس حال سے نکل آتے تو جگر خون کے پر نلے بہا دے یہاں تک کہ اس روش سے حسرت میں پڑ جائے اس وقت جب کہ نفس تکس پہنچے تو خون کا ایک سیلاب بہتا ہوا دیکھے اور وہ اپنی ہلاکت سے ڈرنے لگے اس کی آنکھیں اس پر خون کی بارش کر دیں پھر آنکھوں کا وہی خون پانی کے رنگ یعنی آنسو میں تبدیل ہو جائے اور دونوں آنکھوں سے وہ پانی اللہ جل شانہ کی شرم سے برسنے لگے اور یہ دونوں طرح کا رونا آدمی کے لئے لازم مسلم اور ضروری ہے۔ جب اس تفکر کے سفر میں ہو گا تو شرم و ہمت حق تعالیٰ اس پر ظاہر ہوگی، پھر وہ تمام احوال میں آداب کو ملحوظ رکھے۔

پھر اس کے بعد اگر موت، گور، قیامت میں غور و فکر کرے تو یہ درست ہو گا ہاں جب اس تفکر میں ہو گا تو علامت اس کی یہ ہے کہ اگر موت کے سوچ میں ہو تو اس فکر سے جینا اسے اچھا معلوم نہ ہو اور وہ دنیا و دنیا کے اسباب جمع کرنے کے درپے نہ ہو اور ہمیشہ وہ شکستگی میں

ہو، یہ سبھی نیند اس سے بہت دور ہو جاتے، کھانے کی کسی چیز میں اُسے لذت نہ ملے اور کسی لباس کی تمنا نہ رہے اس کی خواہش ہو کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسے ضائع کر دے اور پھینک دے اور جب خلق سے کنارہ کش ہو کر تنہا رہے تو روتا رہے اور جب مخلوق کے ساتھ ہو تو تکلیف میں ہو اور سب سے گریزاں۔

اس کے بعد پھر جب تفکر کرے تو یوں سوچنے لگے کہ قبر میں جب رہوں گا تو تنہا رہنا ہوگا تو آج ہی اس زندگی میں وحشیوں کی طرح ہو جائے صحبت سے تنہائی زیادہ بھلی معلوم ہو کسی چیز کے لینے سے چھوڑ دینا نہایت خوب معلوم ہو، اچھا کارہنا کھالینے سے زیادہ پسندیدہ ہو رات دن طاعت و عبادت کرنے والا ہو جائے۔

پھر جب تفکر کرے کہ قیامت میں ننگا اٹھایا جاؤں گا تو آج اس دنیا میں کسی بھی لباس کی تمنا میں دل کو لگنے نہ دے اور اپنے تمام کاموں کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ پھر جب یہ غور کرنے لگے کہ نیکی و بدی کو تو لیس گے تو آج ہی اس عالم میں نیکیاں بہت زیادہ کرے ذرہ برابر بھی نافرمانی کی طرف میلان نہ ہو اور کسی شخص کو نہ ستائے اور خود کو دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہونے دے۔

پھر اس کے بعد جب یہ سوچنے لگے کہ قیامت میں اپنی برائیوں کا نامہ پڑھنا پڑے گا تو خاموشی اختیار کر لے اور غیر سنجیدہ گفتگو نہ کرے اور قیامت میں جن چیزوں کو اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا اس کی طلب اُسے نہ ہو اور یہ سوچنے لگے کہ قیامت میں اس کا نامہ اعمال کتنا زیادہ دراز ہوگا تو آج ہی اپنی زبان کو تباہ کرنے۔

اور جب یہ غور و فکر کرے کہ مجھے قیامت میں حساب دینا ہوگا تو آج ہی اس عالم میں حلال چیزوں کی طرف سے ہاتھ روک لے کیوں کہ حلال کا بھی حساب دینا ہوگا۔ اور جب اس تفکر میں ہو کہ دوزخ کو دہکایا گیا ہے تو آج ایک پلک مارنے بھر بھی حق سبحانہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور کسی طاعت کو اٹھانا رکھے۔

اور اگر اس بات میں غور و فکر کرے کہ بہشت سچی ہوتی ہے اگر ساری دنیا اسے دیں تو اس پر ذرہ بھر رغبت کی نظر نہ کرے۔ پس ہر آدمی اس کی فکر سے خالی نہ ہو اس غور و فکر کے بعد یہ کہ مردہ ہو جانے کی کیفیت اگر پیدا نہ ہوتی تو جانا چاہیے کہ اس کے تفکر میں پُرانا نفس

اور دنیا کا ساز و سامان چھپا ہوا رہا ہے وہ جھوٹا ہے صادق نہیں۔ یہ راہ تو صادقوں کی ہے جب تک آدمی کے دل میں حق تعالیٰ کی ہیبت قوی نہ ہوگی ہو یا ان چیزوں کا خیال جس کو میں نے کہا۔ شرم کے ساتھ اس کا تفکر کرنا غفلت ہوگی یا فاسد سوچ و فکر پیدا ہوگی یہاں تک کہ نیت دلوچ لے گی کہ آدمی جب ہیبت کے ساتھ تفکر کرنے کے لئے بیٹھتا ہے اگر حق سبحانہ تعالیٰ کی حفاظت نہ ہو تو اگر سو ہزار جان رکھتا ہو تو بھی وہ بے جان ہو جائے اور اگر اس کے دل کی آگ ظاہر ہو جائے تو اس کے جسم کو جلا ڈالے اور جس کسی کو اس کا علنا دیکھنا پڑے وہ زندہ نہ رہے مر جائے۔ اگر وہ حیا و شرم اس کے تفکر میں ہو اور اگر حق سبحانہ تعالیٰ اس پر بخشش نہ فرمائے اور اپنا احسان اس کے ساتھ نہ کر دے تو وہ آدمی پانی ہو جائے اور ہر وہ آنکھ اور دیدہ جو اس پر پڑے وہ آنکھ اندھی ہو جائے اور دیدہ بچھٹ جائے۔ اور اگر اس پانی کا ایک قطرہ بھی پہاڑ پر پڑ جائے تو وہ پہاڑ اسی وقت پانی ہو جائے اور یہ حق سبحانہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی ہے جو اے محفوظ رکھتا ہے۔ ایک گھنٹہ کا ایسا تفکر اس نماز سے جو خشوع و خضوع و غیبت کے ساتھ چند سال تک پڑھی گئی ہو اس سے بہتر ہوگا۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف منیری



## مکتوب ۱۸۲

### ترتیب و فکر تعین وقت و فکر کے ثمرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! غور و فکر مخلوق کے اندر جائز ہے کیوں کہ اپنا اقرار صدق طلب کرتا ہے اور چگونگی (کیسا ایسا ویسا) مخلوق کے لئے تو جائز و درست ہے لیکن خالق کے حق میں چگونگی (یعنی وہ کیسا ہے کیوں کر ہے وغیرہ) یہ آدمی کو شبہ میں مبتلا کر دیتی ہے آدمی میں تفکر سے پہلے شکستہ دلی اور دل کی حالت نری پیدا ہونا چاہیے اگر یہ نہ ہو اور شرم و حیا

ہیبت حق سبحانہ تعالیٰ بھی اس کے دیدہ معرفت میں ہمیشہ اور ہر وقت نہ رہے تو ایسے  
تفکر کا اجر و ثواب اور فائدہ نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ تفکر کی سختیوں کو مریدان صادق ہی جانتے  
ہیں جو مسلسل اس عمل میں لگے رہتے ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ تفکر کس وقت کرنا چاہیے؟ کیوں کہ  
آدمی اگر ہر وقت تفکر میں رہے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ تفکر آدھی رات کو کرنا چاہیے یا وقت  
سحر یا ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان۔ ہر وہ تفکر جو ان وقتوں میں کیا جاتا ہے اس تفکر میں دل کی  
حاضری، رضا و تسلیم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور ہر وہ تفکر جو آدھی رات کو کیا جاتا ہے اس  
وقت کے تفکر سے دل میں نور یقین کی تابش و چمک پاتا ہے، شک و شرک کی تاریکیوں سے  
چھٹکارا مل جاتا ہے اور نفس خواہشات کی برائیوں کو دیکھ لیتا اور وہ تفکر جو صبح کے وقت کیا جاتا  
ہے اس وقت کے تفکر میں کشف باطن حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل کو کھول دیتے  
ہیں اور معرفت کا جمال وہ پالیتا ہے عقربی یعنی آخرت کے عجائبات اور وہاں کی چیزیں اس کے  
سامنے آجاتی ہیں اور ہر وہ دعائیں جو اس وقت وہ کرتا ہے وہ سب قبول ہو جاتی ہیں اور اگر اس کو  
اہل ولایت کرنا چاہتے ہیں تو دوستی کی خلعت اسے پہنا دیتے ہیں اور اگر اسے حکمت دینا  
چاہتے ہیں تو اسی وقت دیدیتے ہیں اور اگر اس کی مشکلوں کو حل کرنا چاہتے ہیں تو اسی وقت حل  
کر دیتے ہیں اور ایک حال روشن کر دیتے ہیں اور مخلوقات و دنیا کی فنا سے دکھا دیتے ہیں  
کیوں کہ صبح کا وقت تمام وقتوں میں بہترین وقت ہے۔ یہ وقت دوستوں کے خلوت کا ہے  
عارفوں سے راز کی باتیں کہنے کا ہے اور حاجتمندوں کی حاجت بیان کرنے کا وقت ہے  
اور مظلوموں کی داد خواہی کا وقت ہے مشتاقوں کے رونے دھونے کا وقت ہے دل جلوں کے  
نالہ و بیقراری کا وقت ہے لیکن ہر ایک وقت کے آداب ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے کہ جب  
اس تفکر سے باہر آئے تو کیا مانگنا چاہیے؟ اگر سوال کرنے پر صریح ہے تو دن کے تفکر میں حاضری  
ہونا چاہیے، دوست کے احسان و نوازش پر غور و خوض کرنا چاہیے اور اپنے اعمال پر نظر رکھنی  
چاہیے۔ اور جب سوال کرے تو یوں دعا کرنی چاہیے۔

اے میرے بادشاہ، اے میرے مالک اگرچہ میں نے نافرمانی کی ہے لیکن بندہ آپ ہی کا  
ہوں، مری حاجتوں کو آپ کے سوا کون پورا کرے، میرے نفس کے عیبوں کو مجھے دکھلا دیجئے،  
دنیا و مخلوق کی محبت میرے دل کے راستہ سے اٹھا دیجئے۔

اور آدھی رات کے تفکر میں معرفت کے حکم کے تحت بیٹھنا چاہیے اور یوں کہنا چاہیے کہ یہ آپ کی مرضی تھی جو آپ نے اتنی ساری بھلائیاں اپنی طرف سے مجھ پر اپنے فضل سے عطا کیں تو اب کیا نقصان ہو جائے گا کہ مجھے میرے اپنے آپ سے نکال کر کلیتاً اپنا بنا لیجئے اور میری حاجتمندیوں اور میری امیدوں کو آپ اپنی طرف سے پورا کر دیجئے اور مجھے بجز اپنے سب سے یکاوت نہا کر دیجئے اور صبح کے تفکر میں چاہیے کہ محبت خداوندی کے حکم کے تحت بیٹھے، سرگوزانو کے درمیان ڈال دے بے انتہا یعنی بہت زیادہ زار و قطار روئے نالہ و فریاد کرے اور دھول و مٹی کو اپنے دیدہ کافر شس بنائے پھر حسرت کے اشکوں سے اس پر چھینٹے مارے، امیدواری کی خلوت کے صحن کو اپنے مٹرگاں اور پلکوں سے بہارے اور بہت زیادہ روئے یوں عرض کرے۔

اے بادشاہ آپ کی محبت تمام دلوں کی مالک بن گئی ہے، مخلوق اور اپنے آگے طاقت و قوت نہیں رکھتا ہوں یا مجھے ان سب سے نکال کر اپنے ساتھ آرام دیجئے اور جس جس چیز سے میں مجبور ہوں اس پر میرے دل کو کھول دیجئے اگر میں آپ کا دوست ہوں تو مجھے اپنا محرم اسرار بنا لیجئے اور اگر میں اپنا دوست ہوں تو مجھے ہلاک کر دیجئے۔ اس وقت اس کے دل میں نور کی تجلی منکشف ہوگی یہاں تک کہ ساری ہستیاں اس کے آگے پست ہو جائیں گی اور وہ اپنے آپ سے بھی گذر جائے گا پھر حق سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے سر میں ندا ہوگی کہ میں تیری آن ہوں نمکین نہ ہو۔ یہی ہے اس کی دوستی کی خلعت۔ تو ایسے آدمی کو کون شخص خوش نہیں دیکھ سکتا۔ سرگرداں و پریشاں ہو جائے اور مخلوق یعنی لوگوں کے نزدیک دیوانوں کی طرح معلوم ہو عالم حیرت میں متحیر ہو جائے اور یہ بھی ہوگا کہ اس کی عقل معرفت کے سمندر میں غرق ہو جائے اور رات دن خود کو تفکر میں اس امید پر ڈال دے کہ شاید دوسری بار وہی ندا اس کے کانوں میں پہنچے اور یہ نہیں کی بات ہے کہ محب اگر سوتا ہے تو بھی اس کا دل نہیں سوتا یہ اس لئے کہ وہ انتظار میں رہتا ہے۔ ہر وہ آدمی جو تفکر میں اس اصول پر چلتا ہے امید ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دستوں و لیوں کے زمرہ میں داخل کرے اور ان کے کاروبار تک ان کو پہنچا دے اور اس کا نقارہ بج جائے کہ مرید سارے عالم سے کٹ جائے اور اپنی نیندوں کو اپنے اوپر حرام کرے یہاں تک کہ شاید قسمتی موتی اس کے ہاتھ آجائے بزرگان دین کا قول ہے کہ آدمی پھٹے پرانے کپڑوں کے ساتھ اس زمین پر ایک موتی پالیتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود مٹی سے بنا ہوا ہے

اور عین اسٹی سے وہ یہ گوہر آبدار نکال لایا ہے اس پر حکمت حق تعالیٰ صادق آتی ہے اور ہر اک  
پیز کے پالنے اور نہ پالنے سے وہ خوش رہے اور جس طرح بھی حق سبحانہ تعالیٰ اسے رکھے وہ  
اس پر بغیر کراہت کے راضی رہے اس کے لئے عزت و ذلت ایک ہو جائے فقر و تو فگرگی یکساں  
بن جائے۔ سارے دن وہ اس معنی کا منتظر رہے اور ساری رات اسی معنی کی طلب میں بسر کرے۔  
تمام رات سب سے کٹا اور ٹوٹا ہوا رہے اور اسی طرح دن کے وقت اس کے اوپر علائق کاغذ  
باقی نہ رہے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور اگر کسب و کمائی کرے تو اسی قدر کہ جتنے میں زندہ و  
سلامت رہ سکے اور یہ کسب بھی ملال کے ساتھ کرے رغبت کے ساتھ نہیں اور جو کچھ بھی  
کرے وہ غیر کے لئے نہ یہ کہ خود اپنے لئے۔ عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَام



فقیر شرف منیری

## مکتوب ۱۸۳

### دل کے احوال میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! کہ دل کی صفتیں دو طرح کی ہیں نیک، بد، اچھی و بُری آدمی کے  
جملہ افعال و اعمال اسی کا ثمرہ ہیں کوئی آدمی بُری صفت سے خالی نہیں ہے اور جب تک  
بری صفت دل میں ہے ہر فعل و عمل جو آدمی سے ظہور میں آئے گا وہ صرف بُرا ہی ہوگا،  
یا اچھے اور بُرے افعال ملے ہوتے ہوں گے۔ کیوں کہ صفتیں دل کی سرزمین میں اسی طرح ہیں  
کہ جس طرح درخت زمین میں ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اگر درخت بہترین اور  
اچھے قسم کے ہیں تو اس کا پھل بھی عمدہ اور اچھا ہوگا اور اگر درخت بُرے قسم کا ہے تو اس کا پھل  
بھی خراب و بُرا ہی ہوگا۔ اسی طرح بلا فرق دل میں صفتیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ایسا دل ہو جو  
اچھے اخلاق اور اچھے اوصاف سے آراستہ ہو تو ہر عمل اور ہر فعل جو اس کے ظاہر اعضاء



سے صادر ہوگا وہ سب کا سب نیک و اچھا ہی ہوگا۔ ایسے شخص کو اہل دل کہتے ہیں اور ایسے  
دل کو دل زندہ کہتے ہیں۔ اور اگر تمامی ملکوت عیاں درویشن ہو جائیں تو اس علم کو علم مکاشفہ  
کہتے ہیں۔ اور وہ جو کہا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے اور نہ زمین میں خداوند  
تعالیٰ کی راہ خود تیرے اندر ہے یہی کافی ہے وَفِي الْفُسْحَمِ افلا تبصرون (وہ تمہارے اندر  
کیا تم دیکھتے نہیں) کا اشارہ اسی طرف ہے اور القلب بیت اللہ اور القلب عرش اللہ (دل  
اللہ کا گھر ہے دل ہی عرش الہی ہے) اس جملہ کی گواہی دے رہا ہے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے

محراب جہاں جمال خسارہ ما سلطان جہاں در دل بیچارہ ما  
گفتہ ملکاترا کجا جویم من وز خلعت تو وصف کجا گویم من  
گفتا کہ مرا مجوی بر عرش بہشت نزد دل خود جو کہ دل تویم من

اور اگر کوئی دل ایسا ہو جو نامحسوسوں سے آلودہ اور بُری خصلتوں میں گرفتار ہو  
تو ہر وہ فعل و عمل جو اس کے ظاہر اعضاء سے وجود میں آئے وہ سب کا سب لے فائدہ ہو جتنا  
بھری ذمہ داریوں سے وہ نکل آئے ظاہر شرع کے حکم کے تحت لیکن کل قیامت کے دن  
کچھ کام نہ آئے گا اور آج اس دنیا میں اس کا دل ملکوت یعنی باطن کے اسرار کے دیکھنے سے  
کو رونا بینا ہوگا اور اس راہ کے مردوں کی دولت و نعمت سے محروم رہے گا و ستد نہم  
ینظرون الیک وہم لا یبصرون یہ اندھے دلوں کے حق میں ہے و گرنہ ظاہری آنکھ  
سے تو وہ بھی دیکھتے ہی ہیں اور تمام بُری صفتوں اور بُرے اخلاق کو نفس کہتے ہیں اور  
ایسے شخص کو صاحب نفس کہا جاتا ہے۔ صاحب نفس نفس کی آلودگی کے ساتھ برہا برس  
اگر جان سے مجاہدہ و ریاضت کرتا رہے تو بھی اس پر کچھ نہ کھلے گا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

راہ پاکاں است این آلودگاں رائیت راہ  
مرد این رہ نستی بیہودہ جانی میکنی

یہ پاک لوگوں کی راہ ہے گندے اور ناپاکوں کی راہ نہیں ہے۔ جب تم اس راہ کے مرد نہیں ہو  
تو فضول جان ہلکاں کر رہے ہو۔

والسلام  
حقیر شرف مزی



# مکتوب ۱۸۲

## ظاہر و باطن کی طہارت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمودات وہ اچھی خصلتیں جو نجات دینے والی ہیں۔ مذمومات وہ بری خصلتیں جو ہلاک کرنے والی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ظاہر و باطن کی پاکی طریقت میں شرط ہے جس طرح ظاہر شرع میں وضو نماز کے لئے شرط ہے اور یہ معلوم ہے کہ بغیر وضو کے نماز محال ہے۔ اور ظاہری پاکی کے چار درجے ہیں۔

- پہلا درجہ۔ ظاہری اعضاء کی پاکی نجاستوں اور جہتوں سے۔
- دوسرا درجہ۔ اعضاء کی ظاہری طہارت بُرائیوں کے لگاؤ سے۔
- تیسرا درجہ۔ دل کی پاکی جملہ بری خصلتوں اور بُرے اخلاق سے۔
- چوتھا درجہ۔ سیر کو غیر حق سے پاک رکھنا۔

پاکان جہاں اس طہارت کے عالم ہیں اس جہاں میں رہتے ہوئے یہ لوگ اس درجہ مجاہدہ و ریاضت جو کرتے ہیں وہ اسی طہارت و پاکی کے لئے کیا کرتے ہیں اور جب اس پاکی و طہارت سے مسطر ہو جاتے ہیں تو اس بارگاہ پاک کے لائق ہو جاتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ طَیْبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا الطَّیْبَ (بے شک اللہ پاک ہے اور وہ قبول نہیں فرماتا طہارت کے سوا) بارگاہ پاک میں پاک لوگوں ہی کو باریابی ملتی ہے۔ علمائے آخرت کہتے ہیں کہ ظاہر کے سنوارنے میں لگے رہنا اور دل کے تزکیہ و طہارت کو چھوڑ دینا ایسا ہی ہے کہ مرض اندر میں ہے اور ظاہر جسم پر دوا ملی جا رہی ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کو اپنے یہاں مہمان بلائے گھر کے باہر ہی چھتے کو طرح طرح کی زینتوں سے سجائے اور گھر کے اندرونی حصہ میں نجاست و گندگی کو ڈال کر کٹ چھوڑ دے۔ اسی کو کہا ہے۔

کوشش تادل زندہ گردن چہ آرائی برنگ  
مردہ راکے سود دار دگور با نقش و نگار

جانو! کہ بری صفتیں جن کو مہلکات، ہلاک کرنے والی کہتے ہیں اس کی بہت سی قسمیں ہیں جس طرح اچھی صفتیں کہ جن کو منجیات، "نجات دینے والی" کہتے ہیں، کی بہت سی قسمیں ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ اصل مہلکات دس ہیں کہ آدمی اگر اس سے چھٹکارا پالے تو کامل ہو جائے۔ بخل، کبر، عجب، ریا، حسد، بد مزاجی، غصہ و ر، کھانے پر بہت زیادہ حرص اور بہت زیادہ بوشنی کی حرص، جاہ کی محبت، مال کی محبت۔ اور اصلی منجیات بھی دس ہیں اگر کوئی شخص اسے حاصل کرے تو وہ کامل ہو جائے گناہ پریشمانی، بلائیں صبر، قضا پر راضی رہنا، نعمت میں شکر، خوف و امید کا یکساں ہو جانا، زہد یعنی دنیا کا ترک، طاعت میں اخلاص، لوگوں کے ساتھ نیک جوئی اور خداوند عزوجل کی محبت۔

عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری



## مکتوب ۱۸۵

### بندہ کی محبت خاص حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! محبت دو طرح کی ہے۔ ایک محبت عام۔ دوسری محبت خاص۔ محبت عام جملہ مقامات میں سے ہے اور وہ بندگی کرنا اور گناہ و شرع کی مخالفتوں سے پرہیز کرنا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

تعمی الالہ وانت تظہر حبہ      ہذا العمری فی الفعال بدیع  
لوکان حبك صادقا لاطعته      ان المحب لمن یحب مطیع

تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔ میری زندگی کی قسم  
یہ عجیب طرز عمل ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کا فرماں بردار ہوتا۔ کیوں کہ محبت  
کرنیوالا اپنے محبوب کا مانع اور فرماں بردار ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ کی دوستی و محبت کا دعویٰ تو نے کیا اور اس دعویٰ کے باوجود تجھ سے گناہ  
سرزد ہوئے یہ تو انکار کی قسم ہے۔

گر دوستی بصدق بدی طاعت آدمی زان رو کہ دوست از ہمہ او طاعت آوست  
لیکن محبت خاص ایسا معنی ہے جو باطن میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و  
عطا سے ہوتا ہے جب یہ دوستی حقیقت میں پیدا ہو جاتی ہے اس وقت دوست کی جانب  
سے جو کچھ دیکھتا ہے اس کو اپنے لئے دوست بنا لیتا ہے خواہ وہ خوش دلی سے ہو یا ناخوشی سے  
جیسا کہ کہا ہے۔

ولو بید الحبيب سقيت سما لكان السم من يده يطيب

(اگر محبوب کے ہاتھ میں زہر (کا جام نوش کرو) تو پھر اس کے ہاتھ سے زہر بھی خوش گوار (شریب ہے)

گر من از دست دوست زہر خورم زہر قاتل مرا چو جلاب بود  
اور حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک دفعہ ان کے سامنے  
اس آیت کا تذکرہ آیا قال احسنو فیہا ولا تکلموا

نقل ہے کہ ہزاروں ہزار سال کفار دینار بنا پکارتے رہیں گے انہیں خطاب ہوگا  
"میری رحمت سے دور ہو جاؤ اسی جہنم میں پڑے رہو" خاموش مجھ سے بات نہ کرو۔" جناب  
شبلی نے ایک نعرہ مارا اور کہا کاش یہ خطاب مجھ سے ہوتا۔ یہ بات محبت ہی کا خاصہ ہے  
محبوب سے ہم کلامی چاہیے خواہ وہ کلام لطف کے ساتھ ہو یا تہر کے ساتھ محبت کے مذہب  
میں ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ "ہے تو محبوب کا کلام" محبوب مجھ سے مخاطب  
ہوا۔" اور اسی مقام کی بات ہے بعض مشائخ نے شیطان کے بارے میں تعریفی کلمے کہے ہیں  
کیوں کہ تمام صفتوں کا مرجع حق سبحانہ تعالیٰ کا فعل ان دو صفتوں پر ہے۔ ایک لطف اور  
دوسرے تہر پر۔ کہ جب شیطان کے حق میں تہر کی صفت کا اثر اور اس کی علامت بدرجہ  
دیکھیں تو یہ اثر و علامت ان کے نزدیک محبت کے غلبہ کے رُوسے لطف کے اثر و علامت

کے برابر ہوئی۔ دونوں ہی اثر و علامت چوں کہ محبوب کی جانب سے ہے تو ان کے نزدیک  
دونوں ہی ایک طرح کے ہوتے ہیں۔

زہر گر دوست است خوشن از جلوہ است خار گر دوست است بہر از خرم است

اور یہ اسرار میں سے ایک سر ہے فہم من فہم و جہل من جہل (سمجھا جس نے  
سمجھا اور جاہل رہا وہ جس نے نہیں سمجھا) اس کے علاوہ ہر وہ تفصیل طلب جملہ جو مشائخ نے منسوب  
ہے وہ عذر بہانہ دکھلانا جناب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے بارے میں اور آدم و آدمی  
سے اس کی دشمنی بھی خداوند تعالیٰ کے فرمان کے برخلاف ہے اور اس میں کلام یعنی قرآن  
کے نص کار و اور اس کی تکذیب ہے اور از روئے تحقیق اس جیسی تصریح ہے خدائے تعالیٰ  
کے کلام سے خدائے تعالیٰ کے ساتھ اس مردود کی دشمنی کی وجہ سے ہے محبت کے مذہب میں  
دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے جس طرح دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے۔ تو خدائے تعالیٰ  
کے دشمن کی طرف سے عذر دکھلانا قول خدا کے خلاف اور محبت خدا کے مذہب کے خلاف ہوتا  
ہے اور یہ بہت بڑی غلطی اور زبردست لغزش ہے عصمنا اللہ من ذالک (اللہ تعالیٰ  
بچائے ایسی باتوں سے) تو حاصل کلام یہ ہوا کہ جب وہ محبت پیدا ہوئی تو بے شک یہاں پر  
صبر ہو گا خوشی طبع کے ساتھ۔ جس طرح اس بیقراری کے پہلے خوشی طبع کے ساتھ کتنی یہاں  
پر بندہ کے لئے خدا کے اختیار کے آگے اپنے اختیار کا ترک لازم آتا ہے اس کی رضا کے  
حکم کے تحت۔

تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَام

شرف منیری



# مکتوب ۱۸۶

## اختیار کا ترک اور تقدیر پر راضی رہنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! کہ جب بندہ خداوند تعالیٰ کے اختیار سے راضی و خوشنود ہوا تو اس بندہ کے لئے اپنی جانب سے اپنے تصرف و اختیار کا ترک کرنا لازم ہے اور جب یہ حال پیدا ہو جاتا ہے تو بندہ کے لئے راحت ہی راحت ہے اور اس کی طبیعت کی تمام ناخوشی اس کی خوشی بن جاتی ہے اس کے تمام حرکات و سکنات طاعت و عبادت ہو جاتے ہیں۔

نقل ہے کہ صحابہؓ میں سے ایک صحابی یعنی حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ نے کہا الفقرا حب الی من الغناء والمرضا احب الی من الصحیة والموت احب الی من الحیاة والحزن احب الی من السرور یعنی غربت و فقری تو نگرگی سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور بیماری صحت سے زیادہ پیاری ہے موت زندگانی سے کہیں زیادہ مجھے محبوب ہے غم خوشی سے زیادہ مجھے پسند ہے۔ ابو دردا رضی اللہ عنہ کی یہ بات جب اہل بیت نبوت یعنی حضرت حسن ابن علی اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا رحم اللہ ابالسرور ما احب غیر اختیار اللہ یعنی ابو دردا پر خدا کی رحمت ہو (جو انہوں نے یہ جملے کہے) کہ خدا کے تعالیٰ جس چیز کو میرے لئے اختیار فرماتا ہے میں اس کے علاوہ کسی چیز کو محبوب نہیں رکھتا۔

اور حضرت جنید قدس اللہ روحہ سے لوگوں نے کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں اسی کے مثل جملہ پر عمل کرتا ہوں خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات وہ اس وجہ سے کہتا ہے کہ خود کو اور ان تمام برائیوں کو جو وہ کرتا ہے اسے اپنا فعل نہیں جانتا ہے خود کو معذور سمجھتا ہے اور اپنے ان سارے بُرے افعال کو تقدیر کے حوالہ کرتا ہے اور تقدیر خداوندی کو اپنے فعل کا بہانہ بناتا ہے تو یہ کفر اور گمراہی ہے لیکن ہاں یہی بات اگر کوئی سچا اور صادق آدمی اس رد سے کہتا ہے کہ

وہ ہر کم کی طاعت و عبادت بجالاتا ہے اور تمام نافرمانیوں منہیات و شرع کی مخالفتوں سے پرہیز کرتا ہے اس کے باوجود وہ خود کو ایسا جانتا اور سمجھتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکا اور تمام خطا کاروں و گناہ میں گرفتاروں سے خود کو کمتر دیکھتا ہے جہاں اس کے نفس کا یہ حال ہو گیا ہو۔ اور ہر وہ نیکیاں جو وہ کرتا ہے یا کرے اسے اپنی جانب سے نہ جانے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور اس کی عطا کی ہوئی قوت و مدد سے جانے اس کو اور اپنے آپ کو جمادات کے مانند بے تصرف دیکھے اور جانے مشائخ کا قول ہے کہ الاختیار شوم (اپنا اختیار نحوست ہے) کہتے ہیں کہ جس طرح آدمی طفولیت بچہ ہونے کی حالت میں بے اختیار ہوتا ہے اور اس کی اس بے اختیاری میں حق سبحانہ تعالیٰ اس کے تمام اسباب و ساز و سامان اس کی بے تدبیری یعنی کوئی تدبیر اس کے بغیر نہیں فرمادیتا ہے اور اس کے کام بنادیتا ہے۔ اور جب اختیار کے لائق ہو جاتا ہے تو پھر تمام مصیبتیں اور تکلیفیں اس کے سامنے آجاتی ہیں تو اس راہ کے چلنے والے کو چاہیے کہ آخر کار وہ ایسا ہو جائے جیسا کہ طفولیت میں تھا۔ اور یہ کہ کسی شیخ سے کسی نے پوچھا ما النہایۃ یعنی کام کی انتہا کیا ہے؟ انہوں نے کہا الرجوع الی البدایۃ یعنی ابتدا کی طرف لوٹ آنا ہے۔ اور یہ قول اسی معنی میں ہے۔

وَالسَّلَامُ

خاکسار شرف مہزی



## مکتوب ۱۸۷

### سیر طالبان حق تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! اگر کسی کو حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے اور اس کام کا درد اس کے دامن گیر ہو، ہمت کی بلندیاں اسے میسر ہو جائیں اور طالب میں صادق ہو تو چاہیے کہ اس کے کام بھی اور دوسروں کے کام کے برعکس ہو جائیں۔ اول اپنے باطن کو کیا کریں، کیا کھادیں کیا پہنوں کی فکر سے نکالی کر لے پھر ہمیشہ پاک و طاہر رہے ظاہری طہارت اور باطنی طہارت

دو دنوں طہارت پر قائم رہے۔ جب ظاہر کی طہارت پر ہوگا تو احکام کی بجا آوری سے نہیں رکے گا اور جب باطن کی طہارت میں رہے گا تو حق سبحانہ تعالیٰ سے غافل نہ ہوگا۔

ظاہر کی طہارت۔ خون، پیشاب اور اس جیسی دوسری چیزوں سے۔

باطن کی طہارت۔ دنیا کی محبت، جاہ و منزلت، خلق کی آویزش اور ان کی گندگیوں کی لوگی اور خداوند جل جلالہ سے جو حکم فرمایا ہے اس کی بجا آوری اور جن باتوں سے منع کیا ہے اس سے دور ہونا اور سرور عالم خواجہ روز محشر حضور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر قائم ہونا ان کی اتباع و پیروی کرنا تاکہ بدعت و گمراہی میں مبتلا نہ ہونے پائے۔ اور جہالت کو چھوڑ دے علم حاصل کرے۔ حرص و دلچسپی چھوڑ دے قناعت اختیار کرے۔ مخلوق کی صحبت ترک کر دے گوشہ نشینی اختیار کرے۔ سرداری بڑائی چھوڑ دے عاجزی و انکساری اختیار کرے۔ گناہوں سے کنارہ کش ہو جائے طاعت و بندگی بجلائے۔ بخیلی ترک کر کے سخاوت کی صفت پیدا کرے۔ غصہ و خفا چھوڑ دے علم و بردباری اختیار کرے۔ تہقیر کے ساتھ ہنسنا ترک کر دے اندوہ و گریہ اختیار کرے۔ درشتی و سختی سے باز آئے شفقت و نرمی برتا کرے۔ نام و ننگ چھوڑ دے گناہی اور نیکی اپنائے۔ لوگ کیا کہیں گے اس خیال کو ترک کر دے خدا کیا کہے گا یہ اختیار کرے۔ مخلوق کی خوشنودی کو ترک کر دے رضا و خوشنودی حق تعالیٰ اختیار کرے۔ مخلوق کی عیب جوئی چھوڑ دے ان کی نیکیوں کی جستجو کیا کرے۔ لوگوں سے لینا چھوڑ دے بلکہ دینا اختیار کرے۔ قبول خلق ترک کر دے قبول حق تعالیٰ اختیار کرے۔ لوگوں کی بدخواہی ترک کر کے دعویٰ داروں کو خوش کرنا شروع کر دے۔ خود اپنا دعویٰ انصومت و دشمنی کو بھول جائے راضی ہونا اور بھلا کرنا اختیار کرے۔ سونا اور آرام کرنا چھوڑ دے بیداری و بقراری اختیار کرے۔ خلق کی تعریف و تحسین چھوڑ دے حق سبحانہ تعالیٰ کی تعریف و تحسین اختیار کرے۔ اسباب پر تکیہ و بھروسہ ترک کر دے حق سبحانہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ رکھے شیطان کی باتوں کو چھوڑ دے حق سبحانہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل پیرا ہو جائے۔ اپنی خواہشوں کو ترک کر دے سنت کی پیروی اختیار کرے فضول گوئی ترک کر دے حق سبحانہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرے۔ کھانے کی تمنا ترک کر دے فاقد اختیار کرے۔ پہننے کی آرزو چھوڑ دے خرقہ اختیار کرے اگر چہ مندرہ یا پلاس کا ٹکڑہ یا کبیل کا پھٹا بڑا حصہ ہی کیوں نہ ہو اور اس میں ایسا خوش و خرم رہے کہ اور دوسرے لوگ جس طرح دنیا کی



ساری دولت مل جانے سے خوش رہتے ہیں اور بے مرادی میں ایسا خوش رہے جیسا کہ دوسرے لوگ مراد پانے سے خوش رہتے ہیں، درویشی کے زوال سے ایسا ڈرتا رہے جیسا کہ دوسرے لوگ دنیاوی نعمت کے زائل ہو جانے سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اگر تمامی عمر اس کی مراد بر نہ آئے تو مراد کے بر آنے سے جو خوشی ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ خوش رہے۔ اور یہ جانے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اسے دنیا سے محفوظ رکھتا ہے نہ کہ دنیا کو اس سے اور اس کو اپنی ذات سے اس لئے تو نگر بنا دیا ہے کہ تمام چیزوں کو بجز اللہ وہ چھوڑ سکا وگرنہ نفس اسے اپنا لقمہ بنا لیتا۔ اس وقت موت اسے اچھی معلوم ہوتی ہے اور لمبی امیدیں کوتاہ ہو جاتی ہیں اور نامرادی کی خود خصلت اختیار کر لے اور اپنے سے کٹ جائے اپنی بھلائی و بُرائی میں مشغول نہ ہو، نیند و بھوک اس سے غائب ہو گئی ہو اور اپنے گھر والوں کے درمیان بیگانہ ہو جائے۔ لوگوں کے بیچ و شیوں کی طرح ہو جائے۔ کوئی چیز رغبت و خوشی سے نہ کھائے اور کوئی لباس رغبت و خوشی سے نہ پہنے مگر ناخوشی و باطن کی نفرت کے ساتھ۔ جیسے عاجزی کرنیوالوں کا چلنا اور لوگوں سے ایسا ہو جائے کہ اگر چہ کھانے اور پہننے کی کوئی چیز نہیں رکھتا ہو اس کے باوجود امیروں پر فراغت و قناعت ظاہر کرے کہ جب امیروں سے طمع ختم ہو جاتی ہے تو ان امیروں سے کہیں زیادہ امیر و تو نگر ہو جاتا ہے۔ اور یہ اچھی طرح یقین کر لے کہ زندہ رکھنے والا خداوند تعالیٰ ہے خواہ روٹی کے ساتھ زندہ رکھے خواہ بغیر روٹی کے۔ اور نفس سے کہیں کہ تیرا ہلاک ہو جانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تو خدا کے سوا کسی غیر کی جانب نگاہ کرے۔ جان دیدے یا خداوند تعالیٰ کی رزاقی پر ایمان لا۔ جیسا کہ تونے زبان سے اس کے رزاق ہونے کا اقرار کیا ہے تو اپنے باطن سے بھی اس کی تصدیق کر مومن ہو جاو گرنہ مر جائے گا۔ اور رات کے پہلے حصہ میں یارات کے آخر حصہ میں یوں دعا کرے۔

اے میرے بادشاہ میں بھاگا ہوا تیرا بندہ ہوں۔ لیکن ہمیشہ ترقی محبت میں لگا ہوا ہوں تو خوب جانتا ہے کہ میرا مقصود تیری نافرمانی نہیں تھی لیکن اس بُرے نفس کے ہاتھوں گرا پڑا ہوا ہوں اگرچہ بہت زیادہ میں نے بُرائی کی ہے اس کے باوجود آج مہربانی اور آپکا احسان مجھے لوٹا لایا ہے کوئی طاعت میرے پاس نہیں، اخلاص کی پونجی نہیں، زہد بھی نہیں وہ ساری چیزیں جو آپ کے بندگان رکھتے ہیں ان سب سے میں مفلس ہوں۔

اے میرے بادشاہ جس قدر میں اپنے اعمال و افعال میں نظر دوڑاتا ہوں سوائے ناداری

کے کچھ بھی نہیں پاتا ہوں۔ گنہگاروں پر رحمت کرنے والے آپ ہی ہیں گرسے پڑوں کو سہارا دینے والے آپ ہی ہیں بندوں کی دعائیں قبول کرنے والے بھی آپ ہی ہیں میں آپ ہی کو آپ کی بارگاہ میں شفیع لاتا ہوں کہ مجھے اس بدکردار نفس کے ہاتھوں سے نکال لیجئے تاکہ آپ کا مخلص بندہ بن جاؤں۔ رات دن کام میں لگا رہے اور ہمیشہ قائم رہے اور اپنے کام کرے جس سے نفس سخت بار پڑے اور وہ سخت کام نفس کی مرادوں کی مخالفت کرنا ہے۔ جو کچھ نفس کی مراد ہے اور جو چیز نفس کو اچھی معلوم ہوا سے ترک کر دینا ہے۔ نفس پر سب سخت کام ہی اس کی مخالفت ہے اور جب طالبانِ صادق میں سے ہو جائے تو نفس سے ہتھیاری کے ساتھ مقابلہ کرے تاکہ روز بروز نفس کے عیبوں سے آگاہ و بینا ہوتا جائے جتنا زیادہ کوشش کرتا رہے گا اتنا ہی زیادہ بینا ہوتا جائے گا اور مجاہدہ کے ذریعہ اسے پاک بنائے اور اس نفس سے پاکی کے برابر اس بارگاہ پاک میں قربت و نزدیکی حاصل ہوتی ہے کیوں کہ اس بارگاہ پاک میں سولے پاک لوگوں کے اور کسی کی گذر نہیں اور جب تک ایک ذرہ برابر بھی نفس باقی ہے ناپاکی باقی رہتی ہے جیسے کسی جنبی کے جسم پر ایک بال بھی بغیر دھوئے ہوئے باقی رہ جائے تو جنابت یعنی ناپاکی باقی رہتی ہے۔

لیکن اگر کسی میں استعداد و صلاحیت نہیں ہو اور اس کا درد بھی نہ ہو تو ایسے شخص کو اس راہ میں قدم نہیں رکھنا چاہیے اور اگر اس کی ہمت اس میں نہ ہو تو اسے چاہیے کہ آخرت کی راہ میں علم ظاہر کے حکم کے تحت چلے اور سلامتی پسندی اپنی فضول گوئی کو اس راہ میں نہ ڈالے کیوں کہ یہ راہ مردوں کی ہے آدمی کو مرد ہونا چاہیے تاکہ اس راہ میں چل سکے اگر ہوس کے ساتھ اس راہ میں کوئی چل سکتا تو یہ راہ یوں نہیں خالی نہ رہتی راہ چلنے والوں سے بھری رہتی تو ایسے شخص کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ توبہ نصوح (پکی توبہ) کرے اور گناہوں کے قریب نہ جائے اس بارگاہ رب العزت میں گریہ و زاری کے ساتھ مناجات کرے کہ

” اے گناہوں کے بخشنے والے عیبوں کو چھپانے والے تجھی سے تیرے پاس فریاد کرتا ہوں کہ تو مجھے میرے نفس سے محفوظ رکھ تاکہ میں اس کی طرف سے پلٹ کر تیری طرف آ جاؤں کیوں کہ گرسے پڑوں کی دستگیری کرنے والا تو ہی ہے مجھے اس توبہ پر استقامت عطا فرما اور وہ دعویٰ داران جو اس توبہ کے قبل ہو چکے ہیں ان کو اپنے خزانہ رحمت سے دے کر خوشنود کر دے تاکہ اس کی راہ مخاصمین و عویداروں سے خالی ہو جائے اور دنیا حاصل کرنے کے لئے حرص

نہ کرے، دنیا حاصل کرنے کے لئے طبیعت کا میلان نہ ہونے دے اور ایسے لوگوں سے جو اس میں مبتلا ہیں اُن سے میل جول نہ رکھے اور تھوڑے پر قناعت کرے اور جب اس نے توبہ کر لی ہو تو موت، قبر، قیامت کی فکر میں لگا رہے تاکہ لمبی لمبی امیدیں کوتاہ ہو جائیں فاسد سوچ و فکر کم ہو جائے اور تمام اعمال ظاہری جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے فرائض و واجبات اور سنتوں سے اپنے ظاہر کو آراستہ کرے اور جتنا بھر ہو سکے اپنے اوقات کو اور ادو و وظائف سے معمور رکھے علماء دین اور صلحاء کے گردہ اور پارسا پر مینر کاروں کے پاس رہنا اپنا معمول بنائے تاکہ اگر مردانِ حق میں سے نہ ہو سکا تو کم سے کم اہل آخرت کے گردہ میں سے تو ہو سکے اور کل قیامت میں عذاب و دوزخ کی ہلاکت سے چھٹکارا پا جائے اور وہ بہشت کی نعمتوں تک پہنچ سکے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگرچہ یہ مقدار خلاصہ و مختصر ہے لیکن خوش بختوں کے لئے اتنا کافی ہے اور ان کی غرض حاصل ہے۔ جملہ مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ  
شرف منیری



## مکتوب ۱۸۸

### صبر و شکر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! پیغامِ بر علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایمان کے دو برابر حصے ہیں ایک حصہ صبر ہے اور دوسرا نصف شکر ہے تو جس کسی کو مصیبت و تنگی میں صبر نہیں ہے اور جسے نعمت و کشادگی میں شکر نہیں ہے اس کو ایمان نہیں ہے۔

اور حدیث میں ہے صبر ایمان کا سر ہے جس طرح بدن میں سر ہوتا ہے وہ ایمان جس میں صبر نہ ہو وہ بے سر کا بدن ہوتا ہے اور ایسا جسم جو بغیر سر کا ہو کسی کام کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح بغیر صبر کا ایمان کوئی کام نہیں آتا۔

جناب موسیٰ پیغمبر علیہ السلام ایک دن کوہ طور پر تھے انہوں نے عرض کی اسے میرے خدا بہشت میں وہ کون سی منزل ہے جو تجھے سب سے زیادہ عزیز ہے؟ ارشاد ہوا اے موسیٰ وہ جگہ خطیرہ قدس ہے جناب موسیٰ نے پوچھا اس جگہ کون لوگ ہوں گے؟ جواب ملا میرے وہ بند جن کو بلاؤں میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ میری بلاؤں پر صبر کرتے ہیں اور جب میں نعمت بھیجتا ہوں تو وہ شکر کرتے ہیں اور جس وقت ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اسی حال میں کہتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (میں اللہ ہی کے لئے ہوں اور مجھے اللہ ہی کی طرف جانا ہے) یہی وہ لوگ ہیں جو خطیرہ قدس میں رہیں گے۔

حکماء کہتے ہیں کہ بہترین چیزوں میں سے یہ چار چیزیں ہیں۔ ایک فاقہ کا چھپانا دوسرے ورد و بیماری کا چھپانا تیسرے خیرات و صدقہ دینے کو چھپانا چوتھے مصیبت کی پردہ داری۔ اور ایک حدیث ہے کہ صبر مصیبت پہنچنے کے وقت میں ہے تو اگر کوئی شخص بلا و مصیبت کے پہنچنے کے وقت نالا کرے اور اس کے بعد صبر کرے تو ایسا شخص صابر نہیں ہوتا۔ جب مصیبت پہنچتی ہے ہی کوئی کہہ اٹھے انا للہ وانا الیہ راجعون تو اس کے لئے یہ تین چیزیں ہیں صلوات اور رحمت اللہ کی طرف سے اور وہ ہدایت پانے والوں میں سے ہو گا اور اللہ کی جانب سے صلوات، اس کی رحمت ہی ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خداوند جل شانہ نے کسی پیغمبر یا کسی پیغمبر کی امت کو انا للہ وانا الیہ راجعون نہیں دیا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں پر یہ تین چیزیں نثار کر دی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمتنا اولئک ہم المہتدون والیہ ہی لوگوں پر خدا کی رحمتیں اور مہربانیاں ہیں اور وہی لوگ سیدھی راہ پر ہیں کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے جو کچھ دنیا میں پیدا کیا ہے وہ سب کا سب کسی ایک شخص کو مل جائے پھر خداوند عزوجل وہ سب اس سے لے لے اور اس کے عوض بہشت کے پانی کا ایک گلاس دینے کا وعدہ فرمادے تو وہ وعدہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو اس کو دیا گیا تھا اور پھر اس سے لے لیا گیا ہو بلکہ اگر تمہارے جوتے کا فیتہ ٹوٹ جائے تو صبر کر دو اور کہو انا للہ وانا الیہ راجعون کیوں کہ ان میں انعام کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ صلوات، رحمت اور ہدایت ایک دفعہ چراغ بجے گیا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کہہ اٹھے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لوگوں نے پوچھا کیا یہی مصیبت ہے؟ فرمایا ہاں جو چیز مومن پر گزرے اور اس کے گزرنے سے ناخوشی پیدا ہو وہ مصیبت ہے۔



# مکتوب ۱۸۹

## غیبت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی ابانو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے تو اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ غیبت ایسی بات کو کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص سُنے تو اسے رنج پیدا ہو۔ اور وہ جو حدیث میں ہے کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس روزہ کا جس میں غیبت کی گئی ہو کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا۔

اور دوسری حدیث ہے کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو کسی مومن کی غیبت کرتا ہے تو یہ سچ اور درست ہے کہ وہ اس کا گوشت اس کے مرنے کے بعد کھاتا ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تھا کہ مردار کی جیسی بو آنے لگی حضور نے پوچھا جانتے ہو یہ کیسی مہک ہے، صحابہ نے کہا ہم لوگ نہیں جانتے۔ فرمایا یہ بو اس شخص کی ہے کہ جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔

اور دوسری بات حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے دنیا میں مومن بھائی کا گوشت کھایا ہو قیامت کے دن اس شخص کا گوشت اسے پیش کیا جائے گا اور کہا جائے گا کھاؤ اس شخص کا گوشت جیسا کہ زندگی میں تم نے کھایا تھا تو وہ اس گوشت کے کھانے سے ڈرے گا اور فریاد کرے گا۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے جو کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے وہ کل قیامت کے دن جب اس کے سامنے ہوگا تو اس کی پشت کو اس کے سامنے کر دیں گے۔ اور ایک حدیث یہ بھی ہے کہ غیبت سے دور رہنا چاہیے اس لئے کہ اس میں تین آفتیں ہیں

غیبت کرنے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اس کی نیکیاں مقبول نہیں ہوتیں اور اس کے گناہوں میں اناذہ کر دیا جاتا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ غیبت کرنے والے کو دنیا میں مزا ملتا ہے اور آخرت میں وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اور ایک روایت ہے کہ ایک عورت پستہ قد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی جب وہ چلی گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیسی فصیح اور کیا خوش کلام ہے اگر یہ کوئی قد نہ ہوتی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے عائشہ تم نے غیبت کی، حضرت عائشہ نے عرض کی جو بات اس میں تھی وہی میں نے کہی ہے ارشاد ہوا غیبت یہی ہے ایسی بُری چیز کو کہنا جو اس کے اندر ہو۔

ایک اور حدیث، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے اپنی ساری عمر میں ایک مرتبہ غیبت کی ہے تو حق سبحانہ تعالیٰ اسے دس چیز سے عذاب کریں گے پہلے یہ کہ خدا کی رحمت سے وہ دُور ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ فرشتے اس سے اپنا میل جول اٹھالیں گے تیسرے یہ کہ اس کی جان سُرنگوں ہو کر نکلے گی۔ چوتھے یہ کہ دوزخ کی آگ سے وہ قریب ہوگا۔ پانچویں یہ کہ بہشت سے وہ دُور ہو جائے گا چھٹے یہ کہ اس پر عذاب بہت سخت ہو جائے گا۔ ساتویں یہ کہ اس کے عمل کا ثواب ختم ہو جائے گا اور آٹھویں یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اس سے نجس شدہ و ناخوش رہے گی۔ نویں یہ کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ اس پر ہوگا اور دسویں یہ کہ قیامت کے دن میزان کے قریب وہ مفلس ہوگا۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا اس میں کیا حکمت ہے کہ غیبت کی بدبو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں ظاہر ہو جاتی تھی اور ہم لوگوں کے زمانہ میں نہیں ہوتی ہے انہوں نے کہا ہم لوگوں کا زمانہ غیبت سے بھر گیا ہے، اسی وجہ سے غیبت کی بدبو کا پتہ نہیں چلتا ہے جس طرح وہ مکان جہاں غلاظت بھینکی جاتی ہے وہاں بدبو کی وجہ سے کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا اور گندگی پھینکنے والوں کے زن و فرزند اسی جگہ کھاتے پیتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے کوئی گندی بو معلوم نہیں ہوتی ہے اسی طرح غیبت کی بو ہوتی ہے۔

اور ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کوئی ایسا شخص ہے جو غیبت سے توبہ کر لے قبل اس کے کہ جس کی غیبت اس نے کی ہے اس کے پاس اس کی وہ غیبت پہنچے، کیا یہ توبہ اسے فائدہ دے گی؟ انہوں نے کہا ہاں نفع بخش ہوگی۔ یہ سچ ہے اور درست ہے کہ غیبت کی یعنی گناہ کیا اور پھر اس گناہ سے اس وقت اُس نے توبہ کر لی کہ وہ غیبت یعنی جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے پاس نہیں پہنچی پھر غیبت کرنے والے کے توبہ کر لینے کے بعد جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے پاس پہنچی تو اس کی وہ توبہ باطل نہیں ہوگی بلکہ خداوند بزرگ و برتر دونوں کو بخش دے گا۔ غیبت کرنے والے کو اس کی توبہ کی وجہ سے اور اس شخص کو جس کی غیبت کی گئی ہے اس کو اس غیبت کے سبب جس کے سُننے سے اسے سچ پہنچا۔ تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مہتری



## مکتوب ۱۹۰

### خاتمہ کے خوف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! ڈرنا اس سے کہ دنیا سے مسلمان جائے گا یا کافر غم کھانا اس لئے کہ دنیا سے مسلمان ہو کر جانا فرض ہے۔ ڈرنا اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخر میں معاملہ اُلٹ جائے اور دنیا سے کافر ہو کر رخصت ہونا پڑے اس سے ڈرنا بھی فرض ہے اور جب بندہ کفر اور گناہ سے دور ہوتا ہے اور ایمان کے زائل ہو جانے سے ہمیشہ خائف رہتا ہے تو موت کے وقت فرشتے اسے دو خوش خبریاں دیتے ہیں ایک یہ کہ وہ کہتے ہیں اپنے ایمان کے زوال سے مت ڈر بیشک ایمان کے ساتھ جاؤ گے۔ اور دوسری بشارت یہ دیتے ہیں کہ یقیناً خداوند تعالیٰ تجھے بخش دے گا اور تیرے ساتھ اپنے فضل و کرم کا برتاؤ کرے گا اس وقت بندہ ان دو خوشخبروں

سے خوش ہو جائے گا۔

ایک بزرگ نے کہا ہے کہ مومن کو قیامت کے دن تہہ تر خوف و دہر کا پیش آئے گا ایسا کہ ایک دوسرے سے بڑھا ہوا ہوگا تو اگر مرنے کے وقت یہ دو بشارتیں اس کے کان میں نہ نہیں کہ مت ڈرا اور غم نہ کھا، تو ہر طرح پورے طور سے میرے امان میں ہے

جب یہ دو خوشخبریاں اور وہ سب ہول و دہر کا اس کے سامنے آئے گا تو وہ کہے گا مجھے کوئی ڈر نہیں کیونکہ مجھے بشارت دی گئی ہے کہ تو مومن ہے اور میرے امان میں ہے۔  
خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ خدائے عزوجل اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ پر دو امان نہیں جمع کروں گا کہ جب بندہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا ہے تو قیامت کے دن اُسے مامون کر کے اپنے امان میں لے لوں گا اور جب دنیا میں مجھ سے نہیں خائف رہا تو قیامت کے دن اُسے ترساں ڈرنے والا بنا دوں گا تو جو شخص آج خائف ہے اسے کل قیامت میں خوش کر دیں گے اور جو آج شاد و فرحان ہے اسے کل قیامت کے دن غمگین بنا دیں گے۔

اور وہ بصری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ستر زاہدا ایسے تھے کہ ان کے زمانے میں زہد و عبادت میں ان کے جیسا کوئی اور نہ تھا اس زمانہ کے پیغمبر علیہ السلام پر وحی آئی کہ یہ ستر کے ستر زاہد اس دنیا سے کافر ہو کر جائیں گے پیغمبر نے مناجات کی خداوندیہ کس سبب، حکم پہنچا کہ یہ لوگ اپنی عاقبت و خاتمہ سے نہیں ڈرتے تھے تو پھر کیوں کر مامون ہو سکتے ہیں۔

اور ایک حدیث ہے کہ جو شخص اپنی آخرت اور خاتمہ سے نہیں ڈرتا ہے کہ خاتمہ کس پر ہوگا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

نقل ہے کہ جب بندہ کی موت قریب ہوتی ہے تو اس کا خال پانچ قسم پر تقسیم ہوتا ہے۔  
مال و ارث بانٹ لیں گے۔ جان ملک الموت لیجائیں گے۔ گوشت کیڑے کھا جائیں گے۔ ہڈیاں مٹی بن جائیں گی۔ اور طاغوت و تمام نیکیاں دعویٰ داران لے لیں گے پس مال اگر وارث لے جائیں تو جائز، جان ملک الموت لے لے یہ بھی جائز، گوشت کیڑے کھا جائیں یہ بھی صحیح۔ ہڈیاں مٹی لے لے یہ بھی درست اور نیکیاں دعویٰ دار لے لیں یہ بھی جائز اور کہیں ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت



شیطان ایمان ہی لے جائے۔  
 سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل ہے کہ جب ایک مجوسی کو دیکھا تو نہ بہوش ہو گئے  
 لوگوں نے پوچھا اے بزرگ محترم یہ کیا ہے؟ فرمایا ڈرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کہیں میرا حال  
 نہ پٹ دے اور اس منحوس کی طرح نہ ہو جاؤں۔

خواجہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مکہ گئے خواجہ سفیان  
 ثوری رحمۃ اللہ علیہ رات کے پہلے حصہ سے آخر رات تک روتے رہے شیبان راعی نے کہا  
 اے سفیان کس لئے روتے ہو؟ فرمایا ایک شیخ کو میں نے دیکھا ہے کہ لوگ جن سے چالیس  
 سال تک علم حاصل کرتے تھے اور وہ سالہا سال خانہ کعبہ میں مجاور رہے ہیں جب اس دنیا  
 سے گئے تو کافر ہو کر گئے۔

خواجہ معاذ نسفی رحمۃ اللہ علیہ مسلسل دعا کرتے مرنے سے تین دن قبل میری عقل اٹھالے  
 لوگوں نے پوچھا اے بزرگ یہ کون سی دعا ہے؟ آپ نے جواب دیا یہ خاتمہ کے خوف سے  
 ہے کہ خدا نخواستہ موت کے وقت میری زبان سے کوئی ایسی ویسی بات نکل جلتے تو اس قول  
 پر میری پکڑ نہ ہو، کیونکہ بے عقل و دیوانہ ہوں گا۔

خواجہ ابو بکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کو موت کے بعد خواب میں دیکھا پوچھا کہ اے بزرگ  
 محترم آپ کا حال کیا ہے؟ انہوں نے کہا بہت غمگین ہوں پوچھا کیوں؟ فرمایا دس جنازے  
 گورستان میں لائے گئے ان سب میں کسی کا ایمان سلامت نہیں تھا سوائے ایک کے۔  
 خواجہ حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ایک کفن چور نے توبہ کی آپ نے پوچھا تو نے کتنے قبروں  
 سے کفن چوری کیا ہے؟ اس نے کہا سات ہزار قبروں سے۔ خواجہ نے پوچھا کتنے برسوں میں؟  
 اُس نے کہا بیس سال کی مدت میں خواجہ حاتم پر بیہوشی طاری ہو گئی کچھ دیر کے بعد جب بہوش  
 میں آئے تو پوچھا یہ سات ہزار قبر مسلمانوں کی تھی یا کافروں کی اس نے کہا وہ سب مسلمانوں کی  
 تھیں۔ خواجہ نے کہا مجھے بتا کتنے ایسے لوگوں کو تو نے پایا کہ جن کے چہرے قبلہ کی طرف سے  
 پھر گئے تھے؟ اس نے کہا یہ نہ پوچھئے بلکہ یہ پوچھئے کہ کتنے لوگوں کو تو نے پایا کہ جن کے رخ  
 قبلہ کی طرف تھے۔ ان سات ہزار میں تین ہزار لوگ ایسے تھے جن کا منہ قبلہ کی طرف تھا  
 اور باقی دوسروں کے چہرے پھرے ہوئے تھے۔ خواجہ پھر بیہوش ہو گئے جب بہوش میں آئے

تو فرمایا کہ اتنا ہی میرے لئے کافی ہے۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا گھل کر بالکل ڈبے ہو گئے  
ہیں انہوں نے کہا آپ کو زار و نزار دیکھتا ہوں حال کیا ہے ؟ فرمایا آٹھ چیزیں ایسی ہیں کہ جنہوں  
نے میرا کھانا پینا مجھ سے ترک کر دیا ہے پوچھا وہ آٹھ چیزیں کیا ہیں ؟ کہا اول مرنے کی ہیبت  
کہ جان اسلام پر نکلے گی یا کفر پر سیر ہو نہ کس چیز پر بند کریں گے اسلام پر یا کفر پر۔ دوسری  
جب مجھ کو قبر میں رکھیں گے تو میری قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا دوزخ کے گڑھوں  
میں سے ایک گڑھ۔ تیسری جب منکر نکیر مجھ سے سوال کریں گے تو میں جوابے سکوں گا یا نہیں چوتھی  
جب میں قبر سے باہر آؤنگا تو میرا چہرہ سیاہ ہوگا یا سفید۔ پانچویں جب مجھے قبر سے باہر لائیں گے  
اور براق پر بٹھائیں گے تو براق کو بہشت کی طرف ہانک دیں گے یا دوزخ کی جانب چھٹے  
جب مجھ سے حساب کریں گے تو میں حساب دے سکوں گا یا نہیں ساتویں جب نامہ اعمال اڑائے  
جائیں گے تو میرا اعمال نامہ میرے دائیں ہاتھ میں آئے گا یا بائیں ہاتھ میں۔ آٹھویں کل قیامت کے  
دن راہ دو ہوگی بہشت کی راہ اور دوزخ کی راہ مجھے دوزخ کی راہ میں ڈال دیں گے یا بہشت  
کے راستہ میں چلا میں گے۔ تمام مسلمانوں کی عاقبت بخیر ہو۔

وَالسَّلَامُ

شرف منیری



## مکتوب ۱۹۱

### قیامت کے دن کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! قیامت کا دن حساب کا دن ہے ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا حساب کے  
بعد جزا ہے نیکیوں کے لئے ناز و نعمت سے بھری ہوئی بہشت ہے ہمیشہ کے لئے اور جبروں کے  
کے لئے عذاب و عقوبت سے بھرا ہوا دوزخ ہمیشہ کے لئے۔ اس روز کی ہیبت سے پہاڑ بوجھت

اور مستحکم ہے اپنی اس سختی و استحکام کے باوجود اڑتے ہوئے رست کی طرح ہوجائے گا۔  
حدیث شریف میں ہے پیغامبران صلوٰۃ اللہ علیہم اس روز کی ہیبت سے خوف و ناامیدی  
میں پڑ جائیں گے ایسا کہ نفسی نفسی کہتے لگیں گے مگر ہمارے پیغامبر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
امتی امتی کہیں گے۔

قیامت کا دن وہ دن ہے کہ بچوں کے سر کے بال سفید ہوجائیں گے اور اس دن کی ہیبت و درشت  
سے اولاد اپنی ماں اور باپ سے بھاگنے لگیں گی شوہر اپنی بیویوں سے اور بھائی بھائی سے بھاگے  
گا۔ اور آسمان پھٹ کر ٹکڑا ٹکڑا ہوجائے گا قیامت کے دن کی ہیبت ایسے مقام پر پہنچ جائے گی  
کہ جہاں جناب ابراہیم اللہ کے خلیل اور اللہ کے حبیب حضور محمد صلوٰۃ اللہ علیہما اپنے اپنے ماں  
باپ سے بھاگیں گے لوط پیغامبر علیہ السلام اپنی بیوی نوح علیہ السلام اپنے بیٹے سے بھاگیں  
گے اور تمام ستارے جو سب کے سب آتش میں قیامت کے دن دریا بہا دیں گے اور ان سب بادوں  
کا پانی آگ کے مانند ہوجائے گا عالم کے تمام مخلوق میں سے کوئی ایک شخص ایسا نہیں رہے گا  
کہ جو پانی کا ایک گھونٹ پی سکے۔ اور جب اسرافیل علیہ السلام پہلی بار صور بھوکے گا ساری مخلوق  
مردہ ہوجائے گی پھر دوسری بار صور بھوکے گا تو تمام مخلوق زندہ ہوجائے گی۔ صور مثل قرنا کے  
ہوگا اس قرنا کے سر کا دائرہ سات آسمان اور سات زمین کی مسافت کے مانند ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ لوگ جب قبر سے اٹھیں گے تو ہر شخص اپنے گور کے اوپر تین سو  
سال تک ننگے، بھوکے، پیاسے کھڑے رہیں گے کسی کو مجال نہ ہوگی کہ کچھ بول سکے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ عورتوں کی کسی فضیلتی اس دن ہوگی۔  
ارشاد ہوللے عائشہ قیامت کے دن کی دہشت ایسی ہوگی کہ کسی کو ہوش نہیں رہے گا کہ ننگا  
ہوں یا کپڑے پہنے ہوئے ہوں اور نہ اس کی خبر ہوگی کہ عورت کون ہے اور مرد کون ہے۔

نقل ہے کہ جب ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کی مخلوق، فرشتے، دیو، آدمی، پری، حیوان،  
جانوران، پرندگان کو زندہ کریں گے بعد سب کو ننگے پاؤں بھوکا پیاسا محشر کی زمین میں ہانک دیں  
گے محشر کی زمین سفید ہے اور برابر ہوگی کوئی نشیب و فراز نہ ہوگا بلندی و گہرائی نہ ہوگی کہ  
کسی کو پناہ مل سکے پھر آفتاب کی تابش ان لوگوں پر ہوگی یہ تابش چہرے کی جانب سے ہوگی جبکہ  
آفتاب آج پشت کی طرف نکلتا ہے چوتھے آسمان سے قیامت کے دن اس آفتاب کو متا

مخلوقِ عالم کے سر پر بالکل قوس لے آئیں گے یعنی ایک نیزہ پر آفتاب آجائے گا اور حشر کی زمین میں کوئی سایہ نہ ہوگا مگر عرشِ خداوند جل جلالہ کا سایہ اور اس سایہ میں سوائے مقرب بندوں کے اور کسی کی جگہ نہ ہوگی۔ آفتاب کی گرمی اس درجہ کی ہوگی کہ لوگ اپنے پسینہ میں ڈوب جائیں گے، کوئی پنڈلیوں تک غرق ہوگا اور کوئی زانوں تک اور کوئی مقعد تک کوئی سینہ تک کوئی دہن تک اور کوئی بالکل ہی غرق ہو جائے گا۔ پھر حکم ہوگا سب کو پل صراط پر لا کر کھڑا کر دو تاکہ ان لوگوں سے حساب لیا جائے پل صراط ایسا پل ہے جو دوزخ کے دہانہ پر قائم ہے اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک۔ کوئی تو ایسے ہوں گے جو پل صراط پر ہوا کی طرح گزر جائیں گے اور کوئی ایسا ہوگا جو ایک تیز گھوڑے کی طرح گزرے گا کوئی دُل کی چال کی طرح اور کوئی چاروں پاؤں کوئی ایسا ہوگا جو زانو کے بل چلے گا اور کوئی بیٹھ کر مقعد کے بل کھسکتا ہوا چھوٹے بچوں کی طرح اور کوئی ایسا ہوگا جو پل صراط سے گزر ہی نہیں سکے گا پھر اسی جگہ دوزخ میں گر پڑے گا اللہ اپنے پناہ میں رکھے۔ قیامت کا دن وہ ہوگا کہ لوگوں کے اعمال نامے اٹتے ہوتے ہوں گے ہر شخص پر اس کے اعمال روشن ہو جائیں گے اور ہر شخص کے ہاتھ پر اس کا یہ اعمال نامہ رکھا جائے گا۔ کافروں کا ان کے بائیں ہاتھ میں رکھیں گے انہیں دلہنے ہاتھ میں نہ دیں گے اور کہا جائے گا کہ پڑھا اپنے کردار نامہ کو کسی مومن کو اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں نہیں دیں گے اور پیٹھ کی طرف سے بھی نہیں دیں گے اگرچہ کسی درجہ کا فاسق و گنہگار کیوں نہ ہو جس طرح کسی مومن کا چہرہ سیاہ نہیں ہوگا اگرچہ وہ مومن کتنا ہی بڑا گنہگار ہو۔ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اس کا کردار نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پیٹھ کی طرف ہاتھ گھما دیا جائے گا اور گھما دیا ہوگا کہ کافران خود دیکھیں گے کہ جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں آجائے وہ نجات اور چھٹکارا پاتا ہے اور جس کسی کے بائیں ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جاتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے کفار داہنا ہاتھ بڑھائیں گے اور اپنا بائیں ہاتھ پیٹھ کی طرف کر لیں گے اس خیال میں رہیں گے کہ اس طور پر رہائی مل جائے گی۔ فرشتہ اس کے بائیں ہاتھ کو اوپر اٹھا کر اس کے سینہ پر ماریں گے ایسا کہ اس کے پیٹھ کے پیچھے سے باہر لائیں گے اس وقت آگ کے کڑے کو لپیٹ کر اس کے چہرہ کو گردن کے پچھلے حصہ یعنی گدی کی طرف کر دیں گے پھر اس کا کردار نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں پیٹھ کی طرف سے دیں گے۔ اور جب مومن اپنے نامہ اعمال کو پڑھے گا تو وہ پورا نامہ طاعت و عبادت سے بھرا ہوا ہوگا پھر وہ لوگ اس

خوشی میں اپنے دوستوں سے کہیں گے آدمیرے نامہ کو پڑھو دیکھو اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے پڑھنے سے تمہیں ناخوشی پیدا ہو۔ اور جب کافر اپنے نامہ کو پڑھے گا تو وہ چیخ اٹھے گا اس وقت زبانیہ جو دوزخ پر تعینات ہے اُسے حکم ہوگا پکڑو اور آگ کی زنجیریں جس کی لمبائی فرشتوں کی رسی سے ستر رسی ہے اس کے چہرہ میں داخل کر دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کے مُنہ میں ڈال دیں گے اور مقعد سے باہر نکالیں گے اور جو اس سے بڑھ جائے گی وہ اس کی گردن میں لپیٹ دیں گے نعوذ باللہ منہا۔ (اللہ اپنے پناہ میں رکھے)۔

نقل ہے کہ کوئی شخص میدان قیامت سے اس وقت تک قدم نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ درہم و دینار روپیہ پیسہ یا سامان و اسباب کسی کالے لیا ہو یا ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف پہنچائی ہو ان سب کے حقوق ادا نہ کرے گا اور تمام دعوی داروں کو خوش و راضی نہ کرے گا۔ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ تمام مظلومین اپنے ظالموں سے انصاف لے لینا چاہیں گے۔ بادشاہان اور سلاطین وہاں ذلیل و خوار اور شرمندہ ہوں گے اور مخلوق کے پاؤں کے نیچے جیونٹی کی طرح مسل و سہ جائیں گے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک شخص کو لائیں گے اور ترازو کے دونوں پلوں کے درمیان کھڑا کریں گے پھر جب ترازو کا پلہ طاعت و عبادت سے جھک جائے گا تو اس وقت فرشتہ بہ آواز بلند پکار کر کہے گا ایسا کہ تمام لوگ سنیں گے کہ فلاں شخص خوش قسمت ہوا ایسا خوش قسمت کہ اس کے بعد بھی بد بخت نہ ہوگا۔ اور اگر عبادت و بندگی کا پلہ ہلکا ہو گیا اور گناہ و محصیت کا پلہ بھاری ہو گیا تو فرشتہ بہ آواز بلند اس وقت ندا کریگا ایسا کہ تمام مخلوق سے لگی کہ فلاں شخص بد بخت ہوا ایسا کہ کبھی خوش قسمت نہ ہوگا نعوذ باللہ منہا۔

قیامت کا دن اس سختی و دشواری کے ساتھ پچاس ہزار سال تک روزانہ رہے گا صحابہ رضوان اللہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول قیامت کا روز اس سختی و دشواری پر اور اس لمبی مدت تک رہے گا۔ حالت کیسی ہوگی؟ ارشاد ہوا قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے کہ مومن پر یہ سختیاں اور یہ عمر صایا آسان اور سبک ہوگا کہ جیسے نماز میں وقت دینا میں گزارتے ہو۔ انشا اللہ انہیں مومنین میں سے ہم لوگ ہوں گے۔

والسلام

حقیقہ شریف میرزا



# مکتوب ۱۹۲

## موت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! جانو! حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہوگا؟ ارشاد ہوا ہاں وہ لوگ ہوں گے جو ہر روز موت کو بیٹے باریا دہکتے ہیں۔ اور حدیث ہے کہ اگر جانوران یہ جانتے کہ مرنا ہوگا جیسا کہ تم جانتے ہو تو کوئی شخص ان کا گوشت ہرگز فریبہ نہیں پاتا۔

نقل ہے کہ جب خداوند عزوجل نے موت کو بھینس کی صورت میں پیدا کیا اس کو حکم ہوا کہ جس شکل پر تجھے پیدا کیا ہے اسی شکل میں فرشتوں کی صف میں جا۔ موت فرشتوں کی قطاروں میں گئی کوئی فرشتہ ایسا نہیں تھا جو بیہوش نہ ہوا ہو سب کے سب دو سال تک بیہوش رہے بعد دو سال کے جب ہوش میں آئے تو پوچھا اے میرے پروردگار یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا یہ موت ہے۔ پھر پوچھا خداوند کیا یہ کس کے لئے ہے؟ فرمان ہوا ہر ایک جان کے لئے پھر پوچھا اے خدا! پاک دنیا تو نے کس لئے پیدا کی ہے؟ فرمایا تاکہ آدم کی اولاد وہاں سکونت اختیار کرے۔ پھر پوچھا عورتوں کو کس لئے پیدا کیا ہے؟ ارشاد ہوا تاکہ ان کی اولادوں کی نسل ان سے ہو۔ ان فرشتوں نے کہا کیا ہم لوگ ان لوگوں کے بارے میں یہ گمان نہ کریں کہ یہ ساری چیزیں جو پیدا کی گئی ہیں یعنی دنیا اور عورتیں لوگ اس میں مبتلا نہ ہو جائیں گے؟ خداوند تعالیٰ نے کہا ایک لمبی امید ان پر غالب ہو جائے گی ایسی کہ وہ لوگ موت کو بھول جائیں گے یہاں تک کہ دنیا اور عورتوں میں مشغول ہو جائیں گے۔

اور حدیث میں ہے کہ لذتوں کے شکنجہ کو بہت یاد کر لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! لذتوں کا شکنجہ کیا ہے؟ فرمایا موت۔

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمائیں ارشاد ہوا موت کو اس درجہ یاد کرو کہ موت کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں سب کو بھول جاؤ۔ اور موت کی تیاری میں مشغول ہو جاؤ تاکہ دنیا کو آباد کرنے سے تجھے چھٹکارا مل جائے۔ اور دعاء بہت کیا کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کون سی دعاء قبول ہوگی۔ اور شکر بہت زیادہ کرو کیونکہ شکر نعمت کو بڑھانے والا ہے۔

حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ ہر روز صبح کو یہ کہتے ہیں نے خود کو موت کے لئے تیار کر لیا ہے اے ملک الموت میری جان لے لو خواہ بیٹھے ہوئے میں خواہ کھڑے ہوئے میں۔

خواجہ براہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ گھر سے جب باہر نکلنا چاہتے ایک پاؤں جب باہر رکھتے اس وقت غور و فکر کرتے کہ موت کے لئے پوری تیاری ہو گئی یا نہیں اگر دیکھتے کہ ہر طرح پر تیاری ہو گئی ہے تو باہر آتے اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو گھر کے اندر لوٹ جاتے۔

ایک بزرگ نے کہا ہے کہ بندہ جب موت کو یاد کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ چار چیزیں اسے عطا کرتا ہے۔ پہلی چیز یہ کہ دنیا کی سختیاں اس پر آسان کر دیتا ہے دوسری چیز دنیا کی خواہشات سے اسے فاسخ کر دیتا ہے۔ تیسری چیز توبہ پر وہ ہاتھ مارتا ہے اور گناہ کونے سے باز آجاتا ہے چوتھی چیز اگرچہ کتنا ہی زیادہ طاعت و عبادت اس کی ہو وہ اسے تھوڑا ہی جانتا ہے۔

اور یہ روایت آئی ہے حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حالت نزع میں تھے جناب جبریلؑ آپ کے سر مبارک کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے پیغمبر علیہ السلام دیکھ رہے تھے صحابہ کو نظر نہیں آرہے تھے مگر صحابہؓ سن رہے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے اے جبریل تم میرے دوست ہو میں س سختی میں ہوں اور تم مجھ سے مُنہ پھیرے ہوئے ہو۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا دوست ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ آپ کو اس وقت موت کی سختی سے واسطہ ہے تو دوست سے یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ دوست کو سختی میں دیکھے اسی سبب میں نے رُخ پھیر لیا ہے۔ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر موت کی سختی میں سے ایک بال برابر آسمان والوں پر رکھی جائے تو سب مرجائیں۔ اور قیامت کے لئے تہتر تہتر دھڑکے ہوں گے سب سے چھوٹا ہول جو ہوگا وہ موت کا ہوگا۔

ایک دن جناب عیسیٰ علیہ السلام جناب یحییٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس آکر کھڑے ہوئے کہا اٹھئے یعنی زندہ ہو جائیے اللہ کے حکم سے بس جناب یحییٰ علیہ السلام قبر سے باہر آئے سر سے دھول و مٹی درگاہ سے

تھے دیکھا ان کے آدھے سر کے بال سفید ہو گئے تھے جناب عیسیٰ نے پوچھا آپ کے سر کے بال سیاہ تھے یہ سفیدی کبھی ہے؛ فرمایا قبر میں جس دم میں نے یسنا کو اٹھو مجھے گمان ہوا قیامت پہنچ گئی اسی کی ہمت سے بال سفید ہو گئے ہیں۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں خدائے تعالیٰ سے یہ درخواست کروں کہ آپ کو پھر دنیا میں بھیج دے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں میری اس قرابت کا واسطہ جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اس کی حرمت کے طفیل ایسی درخواست نہ کرو کیونکہ جانکنی کی تلخی ابھی تک میرے حلق سے نہیں گئی ہے۔

کہتے ہیں کہ ملک الموت جب جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں جناب موسیٰ نے کہا تھوڑی سی فرصت دو کہ میں موت کی تیاری کروں حکم پہنچا کہے کہ بھیڑ پر ہاتھ رکھیں ان کے بالوں کی تعداد میں جو آپ کی تھیلی کے نیچے آئیں اتنے سال کی عمر اور دی گئی۔ جناب موسیٰ نے پوچھا اس کے بعد کیا ہوگا؟ کہا موت جناب موسیٰ نے کہا پھر تو اسی گھڑی۔ ملک الموت نے ایک پھول موسیٰ کے ہاتھ میں دیا اس کا سونگھنا تھا کہ جان دے دی پھر جناب موسیٰ کو لوگوں نے خواب میں دیکھا پوچھا موت کو کیسا پایا؟ کہا ایسا جیسے ایک سبب تم توڑیں ڈال دو پھر اس سبب کو کھینچ لو۔

کہتے ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا گدما ایک قبر کے قریب ہوا آپ نے اس قبر میں سخت عذاب ہوتے ہوئے دیکھا عرض کیا خداوند اس بندہ کو زندہ کر دیجئے حق سبحانہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا، عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تجھے اس قبر میں عذاب کس سبب سے ہو رہا تھا اس نے کہا ایک دفعہ میں نے کوئی چیز کھائی خلال کی ضرورت ہوئی کسی آدمی کے گھٹے سے ایک تشکا میں نے لے لیا اس سے خلال کیا آج مجھے مرے ہوئے چار ہزار سال ہو گئے اس عذاب میں مبتلا ہوں جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ایک خلال کے سبب یہ عذاب ہے کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو لوگوں کی کردیاں ستون ظلم سے لے لیتے ہیں۔ پھر اس سے پوچھا موت کو تو نے کیسا پایا اور جان کنی کی تلخی کبھی تھی؟ اس نے کہا آج چار ہزار سال مجھے مرے ہوئے ہو گئے۔ لیکن جانکنی کی تلخی آج تک حلق میں باقی ہے۔ پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی خداوند! مجھ پر جان کنی کی تلخی آسان فرماوے۔

کعب احبار سے لوگوں نے پوچھا کہ موت کسی چیز ہے؟ انہوں نے کہا یوں سمجھو کہ ایک درخت کانٹوں سے بھرا ہوا ہے اس درخت کو آدمی کے پیٹ میں داخل کریں پھر اس درخت کا ہر ایک کانٹا



ایک رگ اُس کی پکڑنے پھر کوئی زبردست قوت والا آدمی زور لگا کر کھینچنے اس کھینچنے میں اندر کا تھو جو کٹ جائے وہ کٹ جائے اور چونچ رہے وہ بچ رہے۔

روایت ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ بی بی مریم پارسا کی قبر کے سرہانے کھڑے ہوئے انہوں نے کہا اے میری ماں آپ نے موت کو اور جان کنی کی تلخی کو کیسا پایا؟ انہوں نے فرمایا اب بیٹے جان کنی کی تلخی حلق سے ابھی تک نہیں گئی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے لوٹ گئے اور مسافرت اختیار کر لی۔

جب حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے دوزخ کی کیفیت بیان کی جاتی تھی تو آپ نہیں روتے تھے اور جب قیامت کی حالت بیان کی جاتی تھی تو بھی نہیں روتے۔ لیکن جس وقت گور کا نام سنئے تو سنئے ہی بیقرار ہو جاتے اور زار و قطار رونے لگتے لوگوں نے پوچھا یہ کیا حال ہے یا امیر المومنین؟ آپ نے فرمایا 'خدا نخواستہ اگر دوزخ میں ہوں گا تو لوگوں کے ساتھ رہوں گا اور جب قیامت میں رہوں گا تو وہاں بھی آدمیوں کے ساتھ رہوں گا لیکن قبر میں تنہا رہنا ہوگا وہاں کوئی بھی میرے ساتھ نہیں رہے گا۔'

وَالسَّلَام

حقیر شرف منیری



## مکتوب ۱۹۲

### دفن کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! مرنے کے بعد اور جان کنی کی تلخی چکھنے کے بعد قبر میں دفن کرنا اور منکر نکیر کا سوال کرنا جیسے ہی مردہ کو دفن کرتے ہیں دو فرشتے جن کو منکر نکیر کہتے ہیں، ہیبت ناک شکل میں قبر کے اندر داخل ہوتے ہیں مردہ کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تمہارا خدا کون ہے اگر وہ مردہ مومن ہوتا ہے تو کہتا ہے میرا خدا اللہ تعالیٰ ہے پھر سوال کرتے ہیں تمہارے پیغامبر کون ہیں وہ جواب دیتا

ہے میرے پیغامبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر کہتے ہیں تمہارا دین کیا ہے تو وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر اس کی قبر میں بہشت سے ایک دروازہ کھول دیتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھ لو اپنی جگہ پھر اس سے کہتے ہیں سو جاؤ اس طرح جیسے ناز و نعمت کے ساتھ دُہن سوتی ہے۔ اور اگر وہ مردہ کافر ہوتا ہے تو گور میں اس کو بھلتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا خدا کون ہے وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا ہوں اس کو آگ کے گزریا کھمبا سے ایسا مارتے ہیں کہ اس کی چیخ و پکار عالم میں جو بھی ہے سوائے آدمیوں اور پرلیوں کے سب سنتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں کہ سو جا ایسے جیسے مہوس سوتا ہے مہوس اس کو کہتے ہیں جو سانپ بچھو کے بیچ ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ منکر نکیر کی آواز اور ان کی ہیبت کا حال جس وقت سے سنا ہے اور قبر کے ضغط کو جو آپ نے بیان فرمایا اس وقت سے کوئی چیز مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے تو پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ منکر نکیر کی آواز مومن کے کان میں ایسی معلوم ہوگی جیسے آنکھ میں سرمہ لگانے کی آواز اور قبر کا ضغط (اس کا دبوچ) مومن پر ایسا ہوگا جیسے کوئی بچہ اپنی ماں سے کہتا ہے کہ انے میری ماں میرے سر میں درد ہو رہا ہے تو اس کی ماں شفقت و پیار سے اس کے سر کو ہلکے ہلکے دباتی اور سہلاتی ہے۔ اے عائشہ لیکن گور میں کافر ایسا چور ہوتا ہے جیسے ایک انڈا کسی بڑے پتھر کے نیچے حضور پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم منکر نکیر کے ساتھ کیسے نمٹو گے؟ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ منکر نکیر کیا ہے؟ فرمایا یہ دو فرشتے ہیں جو قبر کے فتنہ یعنی عذاب و دشواری ہیں یہ قبر میں داخل ہوتے ہی بڑی ڈراونی صورت میں یعنی ان کے بال زمین تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں ان کے دانتوں سے آگ جھڑتی ہے ان کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی اور گھومتی ان کی آواز بجلی کی کڑک سے بھی زیادہ سخت اور ان کے پاؤں آگ جلانے والے پتھر یا لوہے کی طرح ہوں گے اگر دنیا کی تمام مخلوق جمع ہو جائے اور ان کو اپنی جگہ سے ہلانا چاہے تو نہیں ہلا سکتے۔ مردہ سے وہ سوالات کرتے ہیں جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا۔ کہ تمہارا رب کون ہے اگر مسلمان ہے تو کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر پوچھتے ہیں تمہارا دین کیا ہے وہ کہتا ہے اسلام پھر سوال کرتے ہیں تمہارے نبی کون ہیں جواب دیتا ہے میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ کہتے ہیں تم نے سچ کہا۔ اور اگر وہ کافر ہوتا ہے اس سے پوچھتے ہیں تیرا خدا کون ہے تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا پھر ایک ایسا ضرب لگاتے ہیں کہ اگر پہاڑ ہو تو وہ ریزہ ریزہ

ہو جائے اور وہ چیخ و پکار کرتا ہے کہ سارے عالم کی مخلوق سنتی ہے سوائے آدمی اور پری یعنی اجنا کے وہ ہرگز نہیں سنتے جو سنتا ہے اس پر لعنت کرتا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں کس حال میں ان کو دیکھوں گا یا رسول اللہ؟ اسی حال میں کہ اس وقت آپ ہیں یعنی عاقل و بالغ و باہوش۔ کیا میں اس وقت جواب نہ دے سکوں گا یا رسول اللہ؟ امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو آپ کے وفات کے بعد آپ کے ایک رفیق نے خواب میں دیکھا انہوں نے پوچھا منکر نیکر کا حال کیا تھا؟ فرمایا جب مجھ کو قبر میں رکھا تو وہ اپنی پوری ہیبت ناک کے ساتھ پہنچے اور کچھ دور کھڑے ہوئے انہوں نے پوچھا تمہارا رب کون ہے مجھ میں ایک ڈراور حیرت پیدا ہوئی اگر خدا کا فضل اور اس کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو مجھ سے جواب نہیں چلتا۔

کہتے ہیں قبر ہر روز پانچ بار نوحہ کرتی ہے کہتی ہے میں تنہائی کا گھر ہوں میرا مونس قرآن کی تلاوت کو بناؤ۔ میں اندھیرے کا گھر ہوں پس رات کی نماز سے روشنی کا سامان کرو۔ میں مٹی کا گھر ہوں تو نیک کاموں سے بستر لگانے کا سامان کرو۔ میں سانپ بچھو کا گھر ہوں تو ہزاروں ہزار صدقہ کرو۔ میں منکر نیکر کے سوال کا گھر ہوں تو آج ہی میری بیٹی یعنی اس زمین پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کیا کرو۔



وَالسَّلَام

حقیر شرف منیری

## مکتوب ۱۹۴

### قبر کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! نقل ہے کہ قبر زندہ کرتی ہے اپنے اندر آئینوں کے لئے چار چیز کہتی ہے۔  
 ۱۔ شخص اپنے لئے سفر کا سامان کرے۔ گور کی تنہائی کے لئے طاعت سے، قبر کی سنگی کے لئے یہاں کی  
 کشادگی سے، اور سامان سفر کرے اپنی دولت مندی سے وہاں کی ناداری کے لئے اور اپنی ان

روشنیوں سے قبر کی تاریکی دور کرنے کا بندوبست کرے۔ پھر جب اس بندہ کو قبر میں داخل کرتے ہیں تو قبر اس سے کہتی ہے کہ ان چار چیزوں میں سے کون سی چیز لے کر آئے ہو۔

اور حدیث میں ہے کہ جب کوئی مومن مسلمانوں کے قبرستان سے گذرتا ہے تو اس قبرستان کے رہنے والے کہتے ہیں اے غافل انسان اگر تو وہ جانتا جو ہم جانتے ہیں تو تیرے جسم کا گوشت ایسے گھل جاتا جیسے برف آگ پر گھل جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید کا دن یا جمعہ کا دن یا عاشورہ کا روز یا شب بڑا جب آتا ہے تو مرنے والوں کی رُو میں قبر سے باہر آتی ہیں اور اپنے گھروں کے دروازہ پر کھڑی ہوتی ہیں پھر کہتی ہیں ہے کوئی ایسا شخص جو مجھے یاد کرتا ہو۔ ہے کوئی ایسا آدمی جو مجھ پر رحمت بھیجتا ہو۔ ہے ایسا کوئی جو میری غربت و مسافت کو یاد کرتا ہو اے وہ لوگ جو ہمارے گھروں میں بس گئے ہو اور میری بیویوں سے تم نے نکاح کر لیا ہے۔ میرے یتیم بچوں کو میری اس مسافت سے تم نے ذلیل و رسوا کر دیا ہے ذرا سوچو غور کرو کہ ہمارے ناموں کو لپیٹ دیا گیا ہے اور تمہارے نام پھیلے ہوئے ہیں۔ مردہ کی قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتا ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ بعضوں کو قبر مہربان ماں کی طرح پہلو میں لیتی ہے اور بعضوں کو ایسا دبوچتی ہے کہ ان کی پسلیوں کی ہڈیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ وہ قبرستان کے اندر داخل ہوئے ہیں اور ان کے درمیان سوئے ہوئے ہیں۔ پھر دیکھا کہ زمین کھل گئی ہے کسی کو خاک کے بستر پر سویا ہوا دیکھتے ہیں کسی کو تیشی بستر پر اور کسی کو پھولوں کی بیج پر۔ پھر انہوں نے مناجات کی خداوند اگر تیرے کرم سب برابر ہوتے کہ یہ سب تیرے بندے ہیں تو پکارنے والے نے ندا کی اے فلاں یہ عمل کے بدلہ کی جگہ ہے جس نے جس قدر نیک عمل کئے ہیں اس کے لئے بہترین بستر لگائے گئے ہیں۔

ایک شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ زائد کون لوگ ہوتے ہیں؟ ارشاد ہوا جو قبر کو نہیں بھولتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ دنیا کا ترک کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ کل میں زندہ رہوں گا۔

ایک حکیم نے کہا ہے کہ جو کوئی چاہے کہ نصیحت حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ قبرستان کی طرف نظر کیا کرے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ مومن کو اگر کوئی عذاب نہ ہو تو وہ بہت بہت ہے کہ اُسے قبر میں رکھیں گے ایک ضغظ ہوگا یعنی قبر کی دونوں دیواریں ایسا دبوچیں گی کہ اس کے تمام اعضاء ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور اس کے دونوں پہلو کو آٹے کی طرح بیس ڈالیں گی یہی بہت ہوگا پھر کیا حال ہوگا کہ اس کے بعد طرح طرح کے عذاب اور دوزخ سامنے ہے۔  
اور حدیث میں ہے کہ مُردہ کے ساتھ تین چیز جاتی ہیں اور پھر لوٹ آتی ہیں 'ایک اس کے گھروالے اور اس کے مال' صرف اس کے اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ  
سُورَةُ مَائِدَةٍ



## مکتوب ۱۹۵

### دوزخ کے تذکرہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! کہ جب دوزخ کو قیامت کے میدان میں لائیں گے اس جگہ سے کہ وہ جہاں ہے اس وقت تمام مخلوق ہاتھ کے بل چلے گی اور پاؤں سے داخل ہوگی۔ حدیثوں میں ہے کہ دوزخ کو لانے کے لئے فرشتوں کو بھیجا جائے گا وہ کہیں گے اے دوزخ اپنے پروردگار کی فرماں برداری کر۔ ستر ہزار سیال اس پر ڈالیں گے اور قیامت کی زمین پر لا کر حاضر کریں گے جب بیس سال کی راہ طے کرے گی تو شرارے جھوڑے لگیں اور اس کا ہر شرارہ ایک بڑے محل کے برابر ہوگا اس وقت تمام پیغمبران علیہم السلام اپنے اپنے منبر سے اتریں گے ساری مخلوق ان کے قدموں پر گرے گی اس وقت پیغمبران کہیں گے نفسی نفسی (مجھے اپنی پڑی ہو مجھے اپنی پڑی ہے)

روایت ہے کہ کافروں کو لائیں گے ان کی پیشانی کے بالوں کو الٹی طرف سے ان کے پاؤں میں لپیٹیں گے اور ان سب کو جمع کر کے گیند کی طرح دوزخ میں ڈال دیں گے جب دوزخ میں

پر بھوک کا غلبہ ہوگا تو ہزار سال تک بھوک سے نالہ و فریاد کریں گے اس وقت تھوہڑ کے درخت سے انہیں کھانے کو دیں گے تھوہڑ کا وہ درخت آتشیں ہے دوزخ کے گڑھے سے اوپر نکلا ہوا ہے دوزخ کا کوئی دروازہ ایسا نہیں ہوگا کہ اس درخت کی شاخیں اس کے در تک نہ پہنچی ہوں اس درخت کا پھل بد صورتی میں دیو کے سر کے مانند ہوگا اور اس کا زہر بڑے سانپ کے زہر کی طرح زہر کی تھیلی ایسی ہوگی جیسے ایک گھڑا زہر سے بھرا ہوا ہو جب ان دوزخیوں کے پیٹ کو اس درخت سے بھرا جائے گا تو اس وقت پیاس ان پر غالب ہوگی پھر دوبارہ ہزار سال تک پیاس سے فریاد کرتے رہیں گے تو گرم پانی جسے حمیم کہتے ہیں جب ان کے سامنے آئے گا تو ان کے گوشت اور ان کی جلدیں یہاں تک کہ ان کے چہرے بھی گھل جائیں گے وہی ان کو کھانے پینے کو دیا جائے گا جتنا بھی کھائیں گے سیری نہیں ہوگی۔

نقل ہے کہ دوزخ کی آگ ہزار سال تک دہکائی گئی ہے یہاں تک کہ سفید ہو گئی پھر ہزار سال تک دہکائی گئی تو سرخ ہو گئی پھر ہزار سال تک دہکائی گئی تو سیاہ ہو گئی پس اس زمانہ میں دوزخ کی آگ سیاہ اور تاریک ہے۔

نقل ہے کہ دنیا کی آگ ستر بار رحمت کے پانی سے دھوئی گئی ہے جب اس لائق ہوئی ہے کہ آدمی اس کے قریب جاسکے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دوزخ اپنے پروردگار کے آگے روتی اور کہا کہ اے میرے پروردگار میرے بعض حصہ نے میرے بعض حصہ کو کھالیا ہے تو اسے اجازت ملی کہ دو سانس باہر نکال ایک گرمی کے موسم میں اور دوسری سانس جاڑے کے موسم میں کہتے ہیں کہ موسم سرما اس کی ایک سانس سے ہے اور موسم گرما اس کی ایک سانس سے ہے دوزخ کے آگ کی یہی حالت ہے۔ دوزخ میں جانے کا سب کو یقین ہے اور وہاں سے باہر آنے میں شک ہے۔ اور حدیث ہے کہ دوزخ کا سب سے معمولی و کٹر عذاب یہ ہے کہ دوزخیوں کو آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی کہ جس کی گرمی سے دماغ کھولنے لگے گا۔ دوزخ کا ایندھن دو چیز ہے ایک تو آدمی اور دوسرے گندھک کے پتھر گندھک میں پانچ خاصیتیں ہیں جو اور کسی پتھر میں نہیں ہے یہ بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے دیر میں ٹھنڈا ہوتا ہے اس کی بو نہایت بُری ہوتی ہے اور بدن میں چپک جانے والا ہوتا ہے کوئی ایسا کافر نہ رہے گا جسے گندھک کا یہ پتھر ایک پہاڑ کی مقدار میں گھیرے ہوئے نہ ہو۔

نقل ہے دوزخ ہر روز کہتی ہے خداوند امیری گرمی سخت ہوگئی ہے اور میرے گڈھے بہت دور ہو گئے ہیں میری زنجیریں میرے پاؤں کی بندھن اور میرے اندر کے تمام سانپ اور سب کچھ بہت بڑھ گئے ہیں حکم دیجئے کہ گنہگاروں سے میں اپنا بغض نکالوں اور انصاف لوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دوزخ کی ایک بڑی وادی ہے اگر سارے جہاں کے تمام پہاڑوں کو اس وادی میں ڈال دیں تو سارے پہاڑ اس میں سما جائیں نعوذ باللہ منہما۔ جس وقت دوزخیوں کو یہ حکم ہوگا کہ اپنے کفر کے سبب دوزخ میں داخل ہو جائیں تو وہ کہیں گے کہ ہم لوگ دنیا میں کافر نہیں تھے اور قسمیں کھائیں گے۔ خداوند تعالیٰ ان کے الزام کی دلیل کے لئے ان کے منہ پر مہر لگا دے گا اس طور پر کہ ان کی زبانیں ان کے منہ میں سوج جائیں گی ایسی کہ بات نہ بول سکیں گے خداوند تعالیٰ کے حکم سے اور ان کے ہاتھ پاؤں کو خداوند تعالیٰ کو یائی عطا فرمائے گا تاکہ اس کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں پھر اس وقت دوسری مرتبہ ان کی زبانوں کو صحیح کر دیں گے جیسی پہلے تھی زبان اپنے جوارح سے کہے گی مجھ پر تم نے کیوں گواہی دی جوارح کہیں گے خداوند تعالیٰ نے مجھے گویائی دی اس وقت زبان اس کا اقرار کرے گی جو کچھ اس نے دنیا میں کیا ہے۔ دوزخ کافروں کے لئے پیدا کی گئی ہے جس طرح بہشت مومنوں کے لئے اگرچہ گنہگار ہو گنہگار مومن تھوڑی دیر دوزخ میں رہیں گے پھر ایمان کی حرمت کے طفیل دوزخ سے نکلیں گے مومن کو عذاب اس کی رسوائی کے لئے نہ ہوگا بلکہ یہ عذاب اسے پاک و صاف کرنے کے لئے ہوگا لیکن کافروں کو اس کی ذلت و رسوائی کے لئے ہوگا اور یہ عذاب دردناک ہوگا۔ اور دوزخ مخلوق یعنی فانی ہے مگر وہ فنا نہیں ہوگی اللہ کے باقی رکھنے سے ہمیشہ باقی رہے گی۔ یہاں تک دوزخ کے سانپ کچھو اور اس کے اندر کے تمام عذاب و عقوبت سب باقی رہیں گے۔ اور بہشت بھی مخلوق ہے وہ بھی قابل فنا ہے اللہ کے باقی رکھنے سے ہمیشہ باقی رہے گی اپنی تمام نعمتوں راحتوں محلوں، منزلوں کے ساتھ اور مومنوں کے لئے جو کچھ اجر و ثواب اس کے اندر ہے وہ سب باقی رہیں گے۔

والسلام

شرف منیری



# مکتوب ۱۹۶

## پُل صراط کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسے بھائی جانو! پُل صراط کے اوپر سے گذرنا ہے۔ قیامت کی سختیوں سے عہدہ بردار ہونے کا وعدہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم کسی غلام کو آزاد کر دو تو پُل صراط سے سلامتی کے ساتھ گذر جاؤ گے جب یہ آیتہ کریمہ نازل ہوئی فَكُنْ بِحَسْبِ غلامی سے آزادی دلوانا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ نے عرض کی ہماری صلاحیت غلام آزاد کرانے کی نہیں ہے یہ ہم کیونکر کریں تو یہ آیتہ اتری اَوْ اَطِعمْ فِيْ يَوْمِ ذِيْ مَسْعَبَةِ يٰ اِنَّ دُلُوْنَ مِیْنْ کھانا کھلانا کہ جس وقت تمہارے یہاں کھانے کی دشواری ہو جب تنگی کے وقت کسی بھوکے کو کھانا کھلا کر سیر کرو تو پُل صراط سے سلامتی کے ساتھ گذر جاؤ گے۔

والسلام  
شرف منیری





# مکتوب ۱۹۷

## بہشت کے فوت اور دوزخ میں داخل ہونے کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کسی کو اس کا خوف نہ ہو کہ دنیا سے مسلمان جائے گا یا کافر، اور منکر نکیر کے سوال کا غم ان کے دیکھنے کے بعد کہ وہ کیسے ہوں گے اس کا اندوہ نہ ہو اور جسے اس کا غم نہ ہو کہ قیامت کے دن اسے بہشت میں داخل کرینگے یا دوزخ میں تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رحلت کے وقت زار زار رورہے تھے لوگوں نے کہا آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اس قدر کیوں روتے ہیں؟ فرمایا نہیں جانتا کہاں جانا ہوگا بہشت میں یا دوزخ میں۔ امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ انتقال کے وقت رورہے تھے لوگوں نے پوچھا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آپ کس لئے روتے ہیں؟ فرمایا ایسی راہ میں جا رہا ہوں کہ جس راہ سے میں کبھی نہیں گذرا ہوں مجھے پیغمبروں اور شہیدوں کے زمرہ میں داخل کریں گے یا کافروں اور شیطانوں کے ساتھ دوزخ میں رکھیں گے تو پھر رُوں نہیں تو کیا کروں۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید نے حضرت ابن سہاک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا مجھے کچھ وصیت کیجئے انہوں نے کہا اے خلیفہ یہاں سے جانے کے بعد رہنے کی دو ہی جگہ ہے۔ ایک بہشت دوسری دوزخ۔ بہشت میں لے جائینگے یا دوزخ میں ڈال دیں گے۔ یہ سننا تھا کہ ہارون رشید بیہوش ہو گیا قریب تھا کہ مر جائے ہر شخص نے اُسے گھیر لیا اور سنبھالنا شروع کیا ابن سہاک نے کہا چھوڑ دو کہ مر جائے۔ جب وہ ہوش میں آیا تو پوچھا آپ نے ایسا کیوں کہا کہ مر جانے دو؟ فرمایا میں نے اس لئے کہا کہ یہ تمہارے لئے فخر کی بات ہو لوگ کہیں کہ خلیفہ نے خداوند تعالیٰ کے

خوف سے یاد دوزخ کے کھڑکا سے جان دی۔ کہتے ہیں کہ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عورت سے کہا میں چاہتا ہوں کہ تجھے حاصل کروں اس عورت نے کہا اے ثابت ر ۷ تمہیں موت کی فکر نہیں ہے کہ دنیا سے مسلمان جاؤ گے یا کافر اور تمہیں سوچ نہیں ہے کہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دے سکو گے یا نہیں اور تمہیں پل صراط کا غم نہیں ہے کہ اس پر سے سلامتی کے ساتھ گزر سکو گے یا نہیں اور تمہیں اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ راہ دو ہوگی بہشت کی راہ اور دوزخ کی راہ تمہیں بہشت کی راہ چلائیں گے یاد دوزخ کی راہ میں ڈال دیں گے۔ خواجہ ثابت رونے لگے اور معذرت کی۔

ایک بادشاہ نے کسی بزرگ سے کہا مجھے وصیت کیجئے۔ فرمایا بہشت نیک کام کرنے والوں کے لئے ہے جہاں تک تم سے ہو سکے بُرے کاموں سے بچو۔

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہشت فرماں برداروں کے لئے ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوزخ گنہگاروں کے لئے ہے اگرچہ وہ قرشی بادشاہ کیوں نہ ہو۔ علماء کہتے ہیں بہشت کا فوت یعنی چھوٹ جانا مصیبت ہے اور دوزخ میں داخل ہونا بھی مصیبت ہے میں نہیں جانتا کہ ان دو مصیبتوں میں کون مصیبت زیادہ بڑی ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ دنیا اشغال کا گھر ہے اور آخرت اہوال کی سرائے ہے اور تو اہوال و اشغال کے درمیان ہے تیری جگہ بہشت میں ہوگی یاد دوزخ میں پتہ نہیں۔

کہتے ہیں کہ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ جس دن بادشاہی ترک کر کے فقیر ہوئے اور سفر اختیار فرمایا اس وقت ایک صاحبزادہ شکم مادر میں تھے جب وہ تولد ہوئے اور بڑے ہو گئے تو ایک سال حج کے لئے مکہ آئے خواجہ ابراہیم نے ان کو پہچان لیا۔ انہیں پہلو میں لیا اور روئے کچھ دیر کے بعد پہلو سے الگ ہوئے تو آپ نے کہا اے بیٹے لوٹ جاؤ اور اپنی والدہ سے میرا سلام کہنا۔ صاحبزادہ نے کہا اے باوا جان جب سے بالغ ہوا ہوں آپ کی تلاش میں ہوں تاکہ آپ کی خدمت کروں آج جب میں نے آپ کو پایا ہے تو کیسے چھوڑوں خواجہ ابراہیم نے فرمایا اے بیٹے تم اس حال کو برداشت نہ کر سکو گے میں ایک مسافر آدمی ہوں جاؤ تم اپنی ماں کے پاس لوٹ جاؤ۔ صاحبزادہ نے کہا کل قیامت کے دن بھیڑ بہت زیادہ ہوگی آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا پل صراط کے قریب پھر کہا اگر وہاں نہ پاؤں تو کہاں ڈھونڈوں کہا میزان کے نزدیک صاحبزادہ نے کہا اے میرے باوا جان ترازو کے ایک پلے سے دوسرے پلے کا فاصلہ پانچ سو سال کی راہ ہے آپ کو ترازو کے کس

پلہ کے پاس ڈھونڈھوں فرمایا گناہوں اور برائیوں کے پلہ کے پاس پھر کہا میرے والد اگر وہاں آپ نہ ملے تو فرمایا میدان حشر میں فیصلہ کی کرسی کے آگے کہا اے میرے باپ وہاں دو صف ہوگی ایک جماعت گنہگاروں کی اور دوسری نیکو کاروں کی کس صف میں دیکھوں کہا گنہگاروں کی صف میں پھر پوچھا اے پدر بزرگوار اگر آپ وہاں نہ ملے تو کہا دوزخ کے در پر جا کر فائز سے پوچھنا کہ ابراہیم گنہگار کو دوزخ میں ڈالا ہے؟ کہا اگر وہاں بھی نہ پتہ چلے فرمایا اس وقت بہشت میں دیکھنا کیونکہ راہ دوسری ہیں بہشت یا دوزخ جب دوزخ میں نہ ہوں گا تو انشاء اللہ بہشت میں رہوں گا۔ ایک بزرگ نے اپنے ایک دوست کو لکھا۔ اے بھائی! کام دشوار ہے اور راہ لمبی و پریش ہے غافل نہ رہیں۔ نہیں معلوم اس دنیا سے آپ کا نصبت ہونا ایمان کے ساتھ ہوگا یا کفر کے ساتھ! اخلاص کے ساتھ یا نفاق کے ساتھ، سنت کی پیروی میں یا بدعت کے ارتکاب میں، طاعت کے ساتھ یا معصیت کے ساتھ، خاتمہ صالحین و متقیوں کے مذہب پر ہوگا یا فاسقوں اور بدکاروں کے مذہب پر اس کے بعد بھی نہیں جانتے کہ خداوند تعالیٰ کو اپنے اوپر خوشنود یا وگے یا غضبناک، ملک الموت جان کس طرح نکالیں گے رحمت و نرمی کے ساتھ یا غضب و سختی سے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ قبر میں منکر نیکر کے ساتھ کیا حال ہوگا ان کے سوال کے جواب دے سکو گے یا نہیں۔ اور یہ بھی نہیں جانتے کہ بہشت میں پیغامبروں، صدیقیوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ بھیجیں گے یا کافروں، ابلیسوں، شیطانوں اور منافقوں کے ساتھ دوزخ میں۔

ایک بزرگ رات دن روتے رہے لوگوں نے پوچھا اس درجہ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے کہا کعب احبار سے یہ روایت مجھ تک پہنچی ہے کہ کوئی ایسا دن نہیں گذرتا جس میں پانچ بار قسب زندا کرتی ہو اور کہتی ہو کہ اے آدم کی اولاد میری پیٹھ پر تم خوش ہوتے ہو میرے پیٹ میں اگر ناخوش ہو جاؤ گے اے آدم کی اولاد میری پشت پر گناہ کرتے ہو میرے شکم میں اگر عذاب کی سختی اٹھاؤ گے۔ اے آدم کے فرزند و امیری پشت پر کھاتے ہو میرے اندر یہاں کے کیڑے تمہیں کھائیں گے۔

وَالسَّلَامُ

حقیر شرف مہنری



# مکتوب ۱۹۸

بہشت اہل بہشت بہشت کی عورتیں وہاں کی خوریاں اور  
وہاں کے کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف و توصیف میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہشت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنی ہیں، بہشت کی خاک زعفران ہے اور بہشت کی مٹی مشکبار ہے۔ سب سے پہلی جماعت جو بہشت میں داخل ہوگی ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی صورت میں ہوں گے۔ کھانے پینے اور مباشرت میں ہر ایک آدمی کو سومردوں کی قوت ہوگی۔ لعاب دہن، تاک کے پانی، اور حاجت انسانی مثلاً پیشاب، پاخانہ یہ سب کچھ بھی نہ ہوگا ان کے بدن سے ایسا پسینہ آئے گا جس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی اس خوشبو سے انہیں پاک و صاف کر دیں گے۔ جتنا چاہیں اور جو چیز چاہیں کھائیں پئیں اور بہشت میں تمام مومنین آدم علیہ السلام کے قدم قامت کے ہوں گے تیش گزائیگی لبانی اور سات گز چوڑائی ہوگی، عمر میں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یعنی تینتیس سال کے جوان ہوں گے کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے حسن و جمال میں یوسف علیہ السلام جیسے آواز ان کی داؤد علیہ السلام کی طرح اخلاق اور صفات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بر تو ہوں گے۔

نقل ہے کہ بہشت کی عورتیں ظاہری اور باطنی گندگیوں، نجاستوں سے پاک و صاف کی ہوں گی بلغم، حقوک، کھنکھار، بول، براز، منی کی تری، یہ سب چیزیں ان میں نہ ہوں گی اور لوہے، برے عادات و خصائل سے پاک ہوں گی جیسے حسد، رشک، بخیلی اور اس جیسی دوسری تمام باتوں سے اور بیماریاں جیسے جاڑا، بخار، دق، زکام، برص اور اس کے مانند دوسری علتیں

بھی ان میں نہ ہوں گی۔ اس دنیا کی عورتیں خون بستہ اور آب منی سے پیدا ہوئی ہیں بہشت کی حوروں کو خداوند عزوجل نے بہشت کے زعفران اور شک سے پیدا کیا ہے اور آب حیات سے دھوئی گئی ہیں وہ اپنے حسن و جمال اور صفائی میں اس حد تک ہیں کہ ان کی ہڈیوں کا مغز دیکھا جا سکے ایسا کہ جیسے موتیوں سے دھاگہ نظر آتا ہے۔

بہشت کی عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ ایسے ہی حسن و جمال و پاکیزگی و صفائی میں ہوں گی جیسا کہ عورتوں کا جگر مردوں کے لئے اور مردوں کا جگر ان کی عورتوں کے لئے آئینہ ہوگا انتہائی صفائی اور لطافت کے سبب دنیا کی عورتیں بہشت میں حسین ترین ہوں گی کیوں کہ جنت کی حوروں پر دنیا کی عورتوں کو فضیلت ہے یہ اس لئے کہ دنیا کی عورتوں نے اس دنیا کی مصیبتیں رنج و تکلیف اٹھائی ہیں اور حوریں دنیا کی عورتوں کے پہلو میں دسی ہوں گی جیسے آج یہاں حوروں کے مقابلہ میں دنیا کی عورتیں حسن و جمال میں وہ یا قوت اور مونگکا کے مانند ہوں گی ان کے چہرے بہشت کے لباس کے اندر سے نمایاں ہوں گے آئینہ سے بھی زیادہ شفاف سب سے کمتر جب کہ موتی جو حور عین کے زیور میں ہوگا اس کی چمک دمک اور روشنی مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ ہر ایک حور کے جسم پر ستر لباس ہوں گے ان کے وہ کپڑے اپنی لطافت و پاکیزگی میں ایسے ہوں گے کہ ان کی پنڈلیوں کے مغز اس لباس کے اندر سے نظر آئیں گے اگر وہ حوریں اپنی ایک انگلی اس دنیا کی طرف کر دیں تو ساری دنیا روشن ہو جائے ان کی انگلی کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ ہوگی۔ اور اگر یہ حوریں تلخ و کھاری سمندر میں اپنا لعاب دہن ڈالیں تو سارا سمندر کا پانی شیریں ہو جائے ہر گز تلخ و کھار نہ رہے۔ اور یہ حوران بہشتی اپنے اس حسن و جمال کے باوجود مسلمان عورتوں کے پہلو میں بہشت کے اندر قریبی کی طرح معلوم ہوں گی۔ یہ اس لئے کہ حوریں کی ایک خوبی ہے جو خلقی ہے اور دوسری نہیں لیکن دنیا کی عورتوں کو دو خوبیاں ہیں ایک عطائی یعنی اللہ جل شانہ کی عطا و بخشش سے اور دوسری خوبی جزائی یعنی ان کے نیک اعمال کے بدلہ میں کیوں کہ انہوں نے دنیا کی مصیبتیں اور بلائیں جھیلی ہیں اور دنیا کی عورتیں بہشت میں حوروں کے درمیان مانند ملکاء جہاں کے ہوں گی اور حوریں کنیزوں کی طرح۔

بہشت کے میوہ جات دو قسم کے ہوں گے ایک قسم وہ ہوگی جو اس دنیا میں دیکھے

اور کھائے گئے ہیں۔ دوسری قسم کے میوے وہ ہوں گے جو نہ دیکھے گئے ہیں اور نہ کھائے گئے ہیں۔ بہشت کے میوے اور پھل دنیا کے میوے اور پھل کی طرح ہوں گے کیوں کہ دنیا کے پھل اور میوے لطیف نہیں ہیں یہاں کے میوے دانہ دار، ریشہ دار، تیز ذائقہ والے ہوتے ہیں ان پھلوں کی بعض چیزیں پھینک دی جاتی ہیں یہ میوے ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل ہو کر بدمزہ ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے میوے کی ہر چیز کھانے کے لائق نہیں ہوتی ہے لیکن بہشت کے میوے کی سب چیزیں کھائی جاتی ہیں کوئی چیز پھینکنے کے لائق نہیں ہوتی اور نہ وہ ایک حال سے دوسرے حال میں متغیر ہو کر خراب ہوتی ہیں یہ میوے مومن سے اس قدر قریب ہوتے ہیں کہ اگر کھڑے ہوں اور چاہیں تو ان تک پہنچ جائے اگر بیٹھے ہوئے چاہیں یا کہ لگائے لیٹے ہوئے چاہیں یا ہاتھ میں لے لینا چاہیں یا منہ میں آجانے کی خواہش ہو فوراً اس کا حکم ہوتا ہے اگر ایک پھل توڑ لیں تو دوسرا پھل اسی وقت وہیں موجود ہو جائے کیونکہ بہشت کی نعمتیں بڑھتی ہی رہتی ہیں اس میں کمی نہیں ہوتی اور اس کو زوال نہیں۔ جنت کے میوے میں ستر مزے ہوتے ہیں بہشت کی نعمتوں اور میووں کا کھانا بھوک و پیاس کی وجہ سے نہیں ہوتا کیوں کہ بھوک اور پیاس بہشت میں نہیں ہے یہ سب لذت، ذائقہ اور فرحت کے لئے کھائے جاتے ہیں۔ جس طرح اس دنیا میں شیرینیاں اور شروبات فرحت و ذائقہ کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔

نقل ہے بہشت میں چار نہریں رواں ہوں گی یہ نہریں ہر مومن کے حکم کے تحت ہوں گی۔ ایک نہر شراب کی ایک شہد کی ایک دودھ کی چوتھی نہریانی کی۔ بعضوں کا قول ہے نہر ایک ہی ہوگی جس میں شراب، شہد، دودھ اور پانی چاروں بہتے رہیں گے ایک دوسرے میں مخلوط نہیں ہوں گے جس طرح آج اس دنیا میں کھار دریا کا پانی اور میٹھے دریا کا پانی ساتھ ساتھ بہتا ہے ایک دوسرے میں نہیں ملتا۔

نقل ہے مومنین بہشت میں ایسی شراب پئیں گے جس کی بو کا فور کی خوشبو جیسی ہوگی دنیا کی شراب کی طرح تلخ اور عقل و ہوش پر آگندہ کرنے والی نہ ہوگی اس کا فور ملی ہوئی شراب کا چشمہ جنت میں رواں ہے اور یہ چشمہ مومن کے حکم کے تحت رواں رہے گا جہاں چاہیں گے لے جائیں گے۔ بہشت میں گرمی، سردی اور برسات کا موسم نہیں رہے گا۔ کہتے ہیں کہ بہشت کی ہوا ایسی ہوگی جیسی دنیا میں صبح کی ہوا ہوتی ہے نہ گرم نہ سرد نہ دن نہ رات۔ خدمت گزاران اور غلامان

تھوڑے چھوٹے پیدا کئے گئے ہیں مومنین کے چاروں طرف قبائیں پہنے گھومتے رہیں گے اور وہ انہیں  
 میں ایسے ہوں گے جن کو دیکھ کر یہ گمان ہو کہ موتی بھرے ہوئے ہیں۔ تقری پیا لے ہاتھوں میں لئے گھماتے  
 رہیں گے چاندی کے یہ پیالے شیشہ کی طرح شفاف و چمکدار ہوں گے شیشہ کتنا ہی شفاف کیوں نہ ہو وہ  
 چاندی کا ہم پلہ نہیں ہوتا کیوں کہ نقرہ قیمتی ہوتا ہے شیشہ شفاف تو ہوتا ہے لیکن چاندی کی طرح قیمتی نہیں  
 ہوتا۔ بہشتیوں کے یہ جا اور پیالے سب کے سب چاندی کے ہوں گے صفائی و چمک دمک میں شیشہ کی طرح  
 جھلا جھل ہوں گے یہ بہشتی غلامان آواز لگاتے رہیں گے مومنین ضرورت بھر پیئیں گے نہ کم نہ زیادہ کیوں کہ اگر  
 کم پیئیں گے تو حسرت رہے گی اگر خواہش سے زیادہ پیئیں گے تو بار آور تکلیف ہوگی لوگوں میں یہ مثل شہور ہے کہ  
 لذیذ ترین شراب وہ ہے جو ضرورت بھر پی گئی ہو بہشت کی شراب میں نشہ نہیں ہوتا اور لغویات اور دوسرے خمار  
 اور بد بو نہیں ہوتی محض فرحت و خوشی ہی خوشی ہوتی ہے۔

نقل آئی ہے کہ مومن تخت پر بیٹھے ہوں گے ایک پرندہ طوبیٰ کی شاخ پر اس کے سامنے  
 آکر بیٹھنے کا نہایت خوش آوازی میں اپنی تعریف کرے گا۔ کہے گا میں وہ ہوں کہ بہشت میں کوئی ایسا  
 درخت نہیں ہے جس کا پھل میں نے نہیں کھایا ہو اور کوئی ایسی شراب نہیں جسے میں نے نہ پی  
 ہو اور بہشت میں کوئی مرغزار ایسا نہیں جس پر میں نے نہ پرواز نہ کی ہو۔ میرا ذائقہ تمام ذائقوں کے  
 زیادہ مزہ دار ہے مومن کے سامنے اس درجہ ستائش کرے گا کہ مومن کو اس کے کھانے کی  
 آرزو پیدا ہوگی اسی وقت وہ مومن کے آگے بکا ہوا اس کے دسترخوان پر آجاتے گا جیسا کہ  
 مومن کو اس کے کھانے کی آرزو ہوئی تھی جتنی خواہش ہوگی اس سے کھائیں گے پھر اس کے بعد  
 وہ پرندہ آفتابی گھنٹہ نہیں بلکہ عرش کے نور کے گھنٹہ سے ایک گھنٹہ میں خداوند عزوجل  
 کی قدرت سے اڑ جائے گا اور زبان سے کہے گا تیغ تیغ میری طرح کون ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ  
 کے دوست نے لقمہ بنایا ہے اور اپنے اس کھائے جانے سے دوسرے پرندوں پر فخر کریگا  
 پھر اس کے بعد اپنی جگہ پر آکر بیٹھا رہے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

تفسیر میں ہے کہ بہشت ساتویں آسمان میں ہے خداوند عزوجل کے عرش کے نیچے اور عرش  
 بہشت کی چھت ہے ہر جگہ مسلسل سایہ ہی سایہ ہے کہیں دھوپ نہیں۔ جیسا کہ دنیا میں ہے کہیں  
 سایہ کہیں دھوپ۔

نقل ہے کہ بہشت میں تمام عورتیں (زال) جوان و باکرہ ہوں گی چنانچہ روایات ہے کہ ایک

بوڑھی عورت تھیں جو حضور پینا مصلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں آئیں اس وقت حضور نے ان کو دیکھا اور فرمایا کہ بوڑھی عورتیں بہشت میں نہیں جائیں گی وہ ضعیفہ رونے لگیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کو غم زدہ کر دیا ارشاد ہوا اے عائشہ تم نے تم نے نہیں سنا ہے کہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ سب کو جو ان و باکرہ بنا دے گا بوڑھی کہاں رہیں گی۔ اس وقت وہ ضعیفہ ہشاس و ہشاش ہو گئیں۔ یہ وہ ایک مزاح ہے جو پینا مصلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

اور اہل بہشت کا ثواب ان کی نیکیوں کا اجر عظیم ہے اتنا عظیم کہ کوئی شخص اگر اس کی صفت کے کمال کو بیان کرنا چاہے تو بیان نہیں کر سکتا۔ ان صفتوں میں سے ایک صفت "ملک کبیر" ہے حضور پینا مصلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ قیامت میں "ملک کبیر" کیا ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ جب فرشتے اللہ جل شانہ کی طرف سے ہدیہ اور تحفہ کے ساتھ مومن کے پاس آئیں گے ورنہ ستر بار اس طرح کہ ہر مومن کے لئے ستر جگہ دفتر ہوں گے تو وہ فرشتے ہر ایک دفتر سے اجازت پالینے کے بعد مومن کے پاس پہنچیں گے کون سا ملک اس ملک سے عظیم تر ہوگا جہاں فرشتگان خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ و تحفہ کے ساتھ ستر جگہ سے اجازت حاصل کر لینے کے بعد بندہ کے پاس پہنچتے ہوں۔



وَالسَّلَامُ

شرف مینیری

## مکتوب ۱۹۹

### الشَّارِبُ الْعَرَبِيُّ وَالْوَيْدَارُ كَيْفَ يَبْيَانُ مِثْلُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! قیامت کیدن تمام مومنین بہشت میں داخل ہونے کے بعد خداوند عزوجل کو بے چوٹی و چوکھی (یعنی بے مانند و مثل کے) دیکھیں گے جس طرح انہوں نے دنیا میں



اسے پہچانا ہے اور اس کی بیچگونگی پر ایمان لایا ہے۔ لیکن کلام اس میں ہے کہ دنیا میں چشم ظاہر سے یا دل سے دیکھنا درست ہے یا نہیں ہے اجماعاً علیٰ انہ لا یرئی فی الدنیا بالابصار اس پر اجماع ہے کہ دنیا میں چشم ظاہر سے دیکھنا درست و روا نہیں ہے و لا بالقلوب اور نہ دل سے لیکن یقین کی رو سے دیکھنا ہاں یہ درست ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کا دیدار یعنی آنکھ سے اس دنیا میں دیکھنا جائز نہیں ہے نہ آنکھ سے اور نہ دل سے۔ اور یہ زور دے کر اس لئے کہا گیا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس کو جائز جانتے ہیں کہ بندہ اپنے خدا کو اس جہاں میں عیاں دیکھتا ہے چشم ظاہر سے بھی اور دل سے بھی، ایسے لوگوں کے بارے میں تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ اس گروہ کے تمام لوگ گمراہ بدعتی اور کذاب ہیں۔ ” مگر اس معنی سے کہ یقین دل سے رکھتے ہیں کہ وہ ہے اور جب بندہ کے لئے بندہ کا یہ یقین جائز ہوا تو یہ گویا ایسا ہی ہوا کہ دیدار ہوتا ہے۔ اور یہ عبارت شرح تعریف کی ہے۔ اور بعض جاہل یہ کہتے ہیں کہ رب العالمین کا دیدار دنیا میں ممتنعات سے ہے، قیامت میں جائزات سے اور بہشت میں واجبات سے ہے اور یہ بہت بڑی خطا ہے یہ اس لئے کہ جو چیز اللہ رب العزت کی صفت میں ممتنع ہوگی وہ ہر وقت ہر جگہ ہر حال میں اور تمام احوال و اوقات میں متنع رہے گی اللہ رب العزت کے دیدار میں ممتنع جائز ہوا، ہرگز نہیں کہنا چاہیے۔ اللہ رب العزت کے وصف میں جو چیز تم نے ثابت کی ہے وہ ازل سے ابد تک ثابت رہے گی اگر تم ایسا کہتے ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں تم تغیر لاتے ہو اور تغیر مخلوقات کی صفات کی علامت ہے ” اللہ کی صفات میں نہیں ” اور یہ گمراہان کہتے ہیں کہ بہشتیان اللہ رب العزت کے دیدار سے اس وقت تک محبوب رہیں گے جب تک کہ ایک گنہگار بھی دوزخ میں رہے گا۔ ان کا قول ہے کہ دیدار کا وعدہ عمل سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ محض فضل پر موقوف ہے اور جب فضل پر ہے تو یقیناً سب یکساں اور ایک ساتھ دیکھیں گے بیان کی خطا ہے ہرگز یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ کوئی مطیع کسی گنہگار کی وجہ سے دیدار سے محروم رہے اگر کسی گنہگار مومن کا یہ مقام ہوتا کہ اس کے سبب انبیاء اور اولیاء دیدار سے محروم رہیں تو اس کے لئے اس سے کہیں بہتر ہوتا کہ عذاب و سختیوں کو وہ اپنے آپ سے دور رکھتا ہذا لا یجوز فی الحکمة یہ اس کی حکمت میں جائز نہیں کہ گناہ کوئی کرے عقوبت اور حجاب کا عذاب دوسرے کو ہو۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ دیدار کا وعدہ عمل پر نہیں ہے یہ بھی خطا

ہی ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ خداوند عزوجل فرماتا ہے الذین احسن احسنی زیادة  
یہ زیادت احسان، ایمان، عمل ہے اور حسنی بہشت کا نام ہے، زیادت خداوند تعالیٰ کا دیدار  
ہے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً  
صالحاً (جس کو اپنے رب کے دیدار کی آرزو ہو وہ نیک عمل کرے) اعمال کے زیادتی کی وجہ سے  
دیدار فرق کے ساتھ ہوگا۔ عام مومنین ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ کی مدت میں دیکھیں گے۔  
تفسیر امام ناہد سے یہ نقل ہے کہ جب مومن کے حق میں اللہ رب العزت کا دیدار اس جہاں کے  
لئے ثابت ہو گیا تو جانا چاہیے کہ اہل بہشت جیسا کہ دیدار کی نعمت تک پہنچے اس کے بعد بہشت  
کی اور نعمتوں کے ساتھ مشغول ہوں گے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دیدار کی نعمت پانے  
کے بعد جو بہشت کی تمام نعمتوں سے افضل و عظیم ہے بہشت کی اور دوسری نعمتوں میں مشغول ہونا  
نیچے آنا ہے (یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف) اور یہ نقص و کمی ہوتی ہے اور یہ ثابت ہے کہ بہشت کی  
نعمت میں نقصان جائز نہیں ہے، وہ چیز جو بہشت کی اور نعمتوں سے بڑھ کر ہو تو یہ اور اولیٰ تر ہے  
کہ اس میں نقصان نہ ہو۔ یہ سوال بہت زیادہ توجہ طلب اور بہت مشکل ہے اس کے باوجود جواب  
ہونا چاہیے۔ نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ جل شانہ کے دیدار کے بارے  
میں پوچھا گیا ارشاد ہوا منہم من ینظر الی ربہ فی شہرۃ ومنہم من ینظر الی ربہ بکرة  
وعشیا (ان میں سے بعض وہ ہیں جو ہر ماہ میں ایک بار اپنے رب کی طرف نظر ڈالتے ہیں اور ان میں  
سے بعض وہ ہیں جو صبح و شام اپنے رب کا نظر ارہ کرتے ہیں)۔

دیدار کا یہ فرق کمالات کے تفاوت کے مطابق ہے کہ ہر شخص اپنے کمال کی مقدار کے موافق  
تجلی کا بار اٹھا سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ دیکھنے والوں کے کمال کی مقدار میں تجلی ہوتی ہے اگر ان کے  
کمال کی زیادتی سے زیادہ تجلی ہو جائے تو وہ اس تجلی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے ہیں کہ فان ینظہور الحق  
بنور الخلق سبحان اللہ (حق کے ظہور سے مخلوق منور ہوتی ہے سبحان اللہ) بہاڑ جو عالم اجسام  
میں سب سے زیادہ بڑا مضبوط، مستحکم ہے صرف ایک تجلی سے ریزہ ریزہ ہو گیا آدمی اپنی اس  
مختصر سی ہمت کے ساتھ تجلی کا وہ بار کیسے اٹھائے تو معلوم ہوا کہ تجلی کا بار اپنے کمال کی مقدار  
میں اٹھا سکتے ہیں تو یہ نقصان نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ مقتضائے حکمت ہے اور آج اس دنیا میں  
اہل تصوف کے درمیان حکم بھی اسی پر ہے کہ تجلیاں مشاہدے اور انکشافات آدمی کے کمال اور

قوت کی مقدار میں اُس پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر اس کے کمال و قوت سے زیادہ تجلی ہو تو وہ ہلاک ہو جائے اِذِ الْخَلْقِ لَا يِقَاءَ لَهُمْ مَعَ وِجُودِ الْحَقِّ (جب حق جلوہ افروز ہو تو مخلوق کا کہاں پتہ) اور دوسرے یہ کہ خداوند جل شانہ کی رویت ایک فضل محض ہے عمل کا بدلہ نہیں ہے اور فضل دینے والا فضل دینے میں مخیر صاحب اختیار ہے کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو چاہے جیسے چاہے جس کو چاہے دے اور یہ نقصان دہی نہیں ہے خواست فضل دینے والے کی ہوتی ہے۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف منیری



## مکتوب ۲۰۰

### روح کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! روح کی حقیقت کا بیان اور اس کی ماہیت و کیفیت نہیں آئی ہے تفصیل کے ساتھ اس کا بیان نزام ہے لیکن اجمالاً اہل تصوف نے گفتگو کی ہے۔ اے بھائی! روح جو خلیفہ حق ہے جب تجلی میں آتی ہے تو اپنی خلافت سے انا الحق کا دعویٰ شروع کر دیتی ہے اور جملہ موجودات کو اپنے تخت خلافت کے آگے سجدہ ریز دیکھتی ہے، دھوکہ کھاتی ہے۔ سمجھ لیتی ہے کہ یہی حضرت حق ہے۔ اس حدیث کی رو سے کہ اِذَا تَجَلَّى اللّٰهُ بِشَيْءٍ خَصَّ لَهُ كُلَّ شَيْءٍ (جب کسی چیز پر اللہ کی تجلی ہوتی ہے تو اس کیلئے ساری چیزیں نیست ہو جاتی ہیں) حیرت میں پڑ جاتی ہیں اور کہہ اٹھتی ہیں۔

هَآءَا نَا اُمُّ اَنْتَ هَذَا الْاِلٰهِيْنَ حَاشَاكَ حَاشَاكَ عَنِ اِثْبَاتِ اِثْنِيْنَ

فَاَيْنَ ذَاتِكَ حَيْثُ كُنْتَ اَسْرَى فَقَدْ تَبَيَّنَ ذَاتِي حَيْثُ اِلَى اَيْنَ

(یا میں ہوں یا تو ہے۔ دو خدا نہیں ہے۔ تیری قسم تیری قسم دو خدا کے اقرار سے پناہ مانگتا ہوں)

تیری ذات ہرگز ویسی نہیں ہے جیسی میں سمجھتا ہوں۔ مجھے اپنی ذات کے بارے میں معلوم ہوا کہ میں ہوں کہاں؟)

یہ وہ گھائی ہے کہ اس راہ کے بہت سارے راہی تمام گھائیوں کے طے کرنے کے بعد اس گھائی میں مارے گئے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ رُبَاعِی

سنگسندہ دلم رخت بمنزل گاہے کا بنجا نبرد بصد دلیل آن را ہے  
چوں من دو ہزار عاشق اندر ما ہے می کشتہ شود کہ بر نیاید آہے

اور یہ قول اسی معنی میں ہے کہ اس راہ خدا میں آخری فتنہ اسی تجلی میں ہوتا ہے، اگر یہ تجلی اس راہ کے چلنے والے کو اپنا دیوانہ بنا لیتی ہے تو وہ خداوند جل جلالہ سے رک جاتا ہے اور اس کی راہ ماری جاتی ہے۔ اگر ما زاغ البصر (نہ نگاہ بہکی) کی صفت سے متصف ہو جائے تو مردانہ وار اس فتنہ سے گزر جائے اور کسی کامل کے سایہ دولت میں آجائے تو کام کی حقیقت تک پہنچ جائے۔ اور یہیں اہل بصیرت پر روشن ہو جاتا ہے کہ عاشق کرامت کون ہے اور عاشق مکرم کون ہے۔ اور نعمت کا طالب کون ہے اور نعمت دینے والا کا طالب کون ہے جیسا کہ کہا ہے۔

مادیا دایم و برد رازی دایم عاشق حقیقی ز مجازی دایم

(ہم ریشی پتوں کو جانتے ہیں اور رازی کی چادر کو بھی، ہمیں معلوم ہے کہ مجازی سے عشق حقیقی کس طرح حاصل ہوتا ہے اسے بھائی! روح کا معاملہ اگرچہ مخلوق ہے لیکن اور دوسری مخلوق کے معاملہ کی طرح نہیں ہے کسی بزرگ کے نزدیک روح کا ذکر کسی نے کیا انہوں نے کہا جل جلالہ اللہ اللہ بڑا ہے۔ رُبَاعِی

نیت بالائے تو مخلوق تے دگر نیت بیرون تو معشوق تے دگر

چوں برونی نور عقل و معرفت نہ تو در شرح آئی و نہ در صفت

ہرچہ در توحید مطلق آمدہ است ایں ہمہ نور محقق آمدہ است

(تجھ سے پرے کوئی مخلوق نہیں۔ تجھ سے باہر کوئی معشوق نہیں۔ چوں کہ تو عقل و معرفت

سے باہر ہے۔ اس لئے تو نہ شرح و بیان میں آسکتا ہے اور نہ تیری توصیف

ہی ہو سکتی ہے۔ توحید مطلق میں جو کچھ ہے وہ سب تیرے اندر ہی محقق ہے۔)

استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ رُبَاعِی

شہر وطن ما ز نشاں بیرونست یعنی برہرہ مثل زنی ازاں بیرونست

۱۰۱۔ اشعار حضرت منصور علاج کے ہیں عذرا المعانی مضمون ۱۰۱ میں اس کا پہلا مصرعہ آیا ہے۔

ایں راز نہفتہ از نہاں بیرونست یعنی کہ خدا از دو جہاں بیرونست

(ہمارے وطن کی آبادی کا کوئی نشان نہیں، جس چیز کی بھی مثال دو وہ اس جیسا نہیں، یہ چھپا

ہو ارا از نہاں نہیں ہے یعنی کہ خدا اس دونوں جہاں سے باہر نہیں ہے۔)

اور ایک صاحب عزت نے کہا ہے إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْاَرْوَاحَ مِنْ نُورٍ اِلَيْهَاذَلِكُ لَئِنْ سَأَلْتَهُ مَنْ نُورٌ

وَجِبْہَا یَسْجُدُ لَهَا مَکَانَ مَذَکَ یَرَاہَا کہ انا من اللہ، و الامومنون منی (روحوں کو اللہ نے اپنے

نور سے بنایا اور اگر اللہ اس پر اپنے نور خاص کا پرہہ ڈالے — ہوتا تو جہاں کہیں بھی فرشتے روحوں کو

دیکھتے سجدہ میں گر پڑتے کہ میں اللہ سے ہوں (اللہ کا ہوں) مومنین مجھ سے ہیں (میرے ہیں) اور ان اللہ

خلق آدم علی صورتہ (بیشک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) کا اشارہ اسی طرف ہے۔ اس

قائل کے قول پر اور وہ جو کہا حکایتاً عن اللہ، انت لا انا ولا غیری (اللہ تعالیٰ سے حکایتاً بیان

کرتے ہوئے، تو نہ میرا عین ہے اور نہ میرا غیر) اس کو سمجھنے کے لئے بہت بڑے فہم کی ضرورت ہے

اور یہ اسی مقام کی بات ہے جو کسی بزرگ سے منقول ہے کہ ایک دن میں اس کو ڈھونڈھتا تھا

خود کو پاتا تھا اور اب خود کو ڈھونڈھتا ہوں اس کو پاتا ہوں۔ بیت سے

گذشتہ آنگہ زبوتے تو مستم اے صبا کنوں خرابیم ہم ہوئے خود کہ از منی زند بوش

(اے صبا میں تری اس خوشبو سے مست ہوں جو ابھی ادھر سے گذری ہے۔ اور اپنی مہک سے بھی میں

خراب ہوں کیوں کہ میرے اندر سے بھی اسی کی بو آتی ہے۔)

ایک صاحب عزت نے کہا کہ میں آئینہ ہوں تو آئینہ میں معائنہ ہے تو پھر یقیناً آئینہ کون ہوتا ہے

اس میں تو تیری پیدائی ہے تو تو مجھ سے جدا نہیں ہے میرے ساتھ ہے خواجہ ابو سعید ابوالخیر

رحمۃ اللہ علیہ اسی معنی میں کہتے ہیں۔ رباعی سے

اے دروغا جانِ قدسی کز ہمہ پوشیدہ است بس کہ دید است رئے او چون نام او شنید است

ہر کہ بیند سن او اندر زباں کا نسر شود اے دروغا کہیں شریعت گفت ما بریدہ است

(وای حسرت، وہ جان پاک جو سب پوشیدہ ہے کس نے اس کا پاک چہرہ دیکھا ہے جب کہ نام بھی نہیں

سنا ہے، اس کا حسن جو دیکھ لے اسی وقت وہ کافر ہو جائے، افسوس یہ شریعت جو ہمارا قال تھی

وہ بھی ختم ہو چکی ہے۔)

عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قل الروح من امر ربی (کہہ دیجئے روح اللہ کا ایک حکم ہے)

لیکن یہ پوری شرح ہے اہل معرفت کے لئے، ہم مخنثوں کے لئے یہاں راہ نہیں۔  
 اے عزیز! جب "امر" فرمایا (حاکم) ہوتا ہے اور ظاہر و پیداکرنے والا اشیا و مخلوقات  
 کا ہوتا ہے اور روح پورے طور پر امر، حاکم، ہوا تو امر ہوگا نہ مانور (محکوم) اور فاعل ہوگا نہ مفعول۔  
 قاہر (زبردست) ہوگا نہ مقہود (زیر دست) اور کہتے ہیں شریعت کی بڑی دیوانگی میں لگی ہوئی ہو  
 (اگر یہ بڑی نہ ہوتی) تو لکھتا اور کہتا کہ روح ہے کیا؟ لیکن اللہ رب العزت نے آزادی نہیں بخشی  
 ہے کہ روح کے بارے میں کچھ کہا جائے ان اللہ، غیور! (بیشک اللہ غیور ہے) روح کی تشریح  
 کرنا غیرت کی بنا پر حرام کر دیا ہے۔ رُبَاعِی سے

لے دروغا جان قدسی در درون دو جہاں کس ندید انش عیاں کس ندانمش نشان  
 گر کے گوید کہ دیدم در مکان لامکان بردخت غیرت او آویختہ شد پیش ازاں  
 (افسوس اس جان پاک کو دونوں جہاں میں نہ تو کسی نے کھلم کھلا دیکھا اور نہ اس کا نشان و پتہ پاسکا،  
 اگر کوئی کہنا چاہے کہ اُس لامکان کو مکان میں دیکھتا ہوں تو قبل اس کہنے کے اسے غیرت کے درخت  
 پر سولی دے دی جائے گی۔)

لے بھائی! کُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًا (میں تھا ایک چھپا ہوا خزانہ) کی معرفت میں من عرف نفسه  
 فقد عرف ربه (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا) پر حاصل ہو جاتی ہے۔ ارباب  
 بصیرت سے یہ معاملہ پوشیدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ کسی عزیز نے کہا ہے۔ بیت سے  
 چون تو اواز خلق مستوری شدن بس بر ملا مشعلہ در دست و مشک اندر گریباں داشتن  
 (خلق سے تیرا یہ چھپنا کس طرح کا ہے جب کہ تو ظاہر آہ تھ میں مشعل اور گریباں میں مشک رکھتا ہے)۔  
 اگر اس سے زیادہ لکھا جائے تو حوصلہ عقول بشری اس کا تحمل نہیں ہو سکتا اس مقدار میں اختصار واجب  
 ہوتا ہے بلکہ ترک واجب ہے۔ جیسا کہ ایک عزیز نے کہا ہے۔ مصرع سے  
 کے سرش نمیدانند زباں درش زباں درش  
 (اس کا بھید کوئی نہیں جانتا زباں بند کرو زباں بند کرو)

اے عزیز! وصلک اللہ، بحقائق هذا الكتاب (اللہ تجھے اس کتاب کے حقائق تک  
 پہنچائے) یہاں ہوشیار و خبردار رہنے کی ضرورت ہے اس صحرا میں علم کے قدموں سے سفر نہیں  
 کر سکتے بلکہ علم و عقل اس معزز راز تک پہنچ بھی نہیں سکتے کیوں کہ علم و عقل جس طرح رہنمائی کرتے

ہیں اسی طرح اسی علم و عقل سے راہ بھی ماری جاتی ہے جیسا کہ فلسفیوں میں دیکھنے میں آتا ہے اور بہتر فرقے یا مذہب بھی اسی علم و عقل سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی کو ایک راز داں نے کہا ہے۔ ربائی

در علم بسے شوری و شیون باشد      در عقل بسے رہبر و رہزن باشد

در تکتدہ آئی و خاموش بباش      کا بجا بت خاموش و برہمن باشد

(علم میں بہت زیادہ بحث و مباحثہ شور و غوغا ہوا کرتا ہے۔ بہت عقل میں آ کر راہ دکھلانے والے ہوتے ہیں تو اسی عقل سے بہت سارے راہ مارنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اگر تم تکتدہ میں آئے ہو تو

ساکت و خاموش ہو جاؤ کیوں کہ یہاں کے بت و برہمن خاموش رہتے ہیں۔)

اسے کچھ سمجھے یہ کیا ہے؟ علم اس بارگاہ کا نقیب ہے یہ خیل و خدم و حشم کی ترتیب کا خیال رکھتا ہے

لیکن بادشاہی رموز و اسرار کے ادراک سے اسے سروکار نہیں۔ اور عقل اگر چہ تو نے کی ابھی ترازو ہے لیکن وہ پر یانی جس سے سونا اور چاندی تو لا جاتا ہے اس سے پہاڑ نہیں وزن کیا جاسکتا۔

آخرت کے احوال اور دین کے حقائق جس کا تعلق وصل الہی سے ہے، جیسے ذات و صفات کی

معرفت اور افعال جس کسی کو دکھائے جائیں یہ ایک عظیم دولت ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی بے وقت

اس میں غور و خوض کرے تو یہ حرام ہے کسی ایک نے حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا

علمی من غرائب العلوم (اے اللہ کے رسول مجھے نوادرات علم کی تعلیم دیجیے) ارشاد ہوا۔

ماذا اعدت للموت (موت کی تم نے کیا تیاری کی ہے؟)

جاؤ اقیامت کے اسرار، ارواح کا علم، اور قدر کے راز کلباننا تمہارا کام نہیں ہے۔ اور جو

چیز دین سے تعلق رکھتی ہے معاملات سے نہیں اسے تفصیل کے طور پر بیان کرنا اور اس کی تشریح

حرام ہے ہاں اجمال کے طریقہ پر کہنا حرام نہیں ہے اور اسی بنا پر بزرگوں نے روح کے مسئلہ

میں رمز و اشارہ کے طور پر رغبت و شوق دلانے اور آگاہی کے لئے کچھ گفتگو کی ہے۔ یہ

ایک بڑی اصل ہے اس جماعت کی گفت و شنید اسی سے تعلق رکھتی ہے ہاں غور و فکر سے کچھ

پاسکتے ہیں استغفر اللہ استغفر اللہ عن الذل والخذل وعن کل مالا یرضی عن

قول و فعل و اقوال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، (اے اللہ میں تجھے سب سے شیش چاہتا ہوں مگر اسی سے

اور تمام ایسی باتوں سے اور ایسے کاموں سے جسے تو ناپسند کرتا ہے اور میں قرار کرنا

ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا۔

وَالسَّلَام



# مکتوب ۲۰

## کفر و شرک ظاہر پوشیدہ اور بت نازک کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی جانو! اہل بصیرت اور ارباب معرفت جو اپنے اندر کفر و شرک، نفاق اور بت نازک دیکھتے ہیں وہ اعتباری ہے اعتقاد کی بنا پر نہیں۔ اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں لوگوں کی نظروں کے سامنے تم گناہ اور فساد نہیں کر سکتے اور مخلوق سے پوشیدہ ہو کر تنہائی میں خدا کی نظر کے سامنے کرتے ہو تو معلوم ہوا کہ مخلوق سے ڈرتے ہو اور خدا سے نہیں ڈرتے اور جو شخص خلق سے ڈرتا ہے خدا سے نہیں ڈرتا وہ کافر ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے اور سب کے سب نے ہی کہا کہ حُبُّ الدُّنْيَا اس حلِ خَطِيئَةٍ (دنیا کی محبت تمام برائیوں اور خطاؤں کا سرچشمہ ہے) ان کی اس ہدایت کے باوجود تم دنیا نہیں چھوڑتے اور دنیا کو محبوب رکھتے ہو۔ اگر ایک کافر طبیب تم سے کہتا ہے روٹی اور گوشت نہ کھاؤ کہ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے تم اسی وقت اُسے ترک کر دیتے ہو اور نہیں کھاتے تو تمہیں کہو کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبران علیہم السلام 'طیب روحانی' کے قول پر تم نے یقین نہیں کیا اور عمل پیرا نہیں ہوئے۔ ایک طبیب کافر کے کہنے پر یقین کر لیا اور اس پر یقین رکھا اور قائم رہے تو یہ کفر ہوا۔ اور ہاں شرک کے بارے میں کہتے ہیں کہ شرک دو ہے ایک شرک جلی دوسرا شرک خفی۔ شرک جلی دو معبود کا اثبات ہے اور شرک خفی ان لوگوں کے نزدیک دو معبود کا اثبات ہے۔ اگر دو معبود کا اثبات کیا تو شرک کیا اور شرک کیا لایا اور بعضوں کا قول ہے کہ نفع و نقصان کو غیر اللہ کی جانب سے جاننا شرک ہے۔ بت و زنا رے بارے میں کہتے ہیں کہ جو چیز بھی تجھے خداوند تعالیٰ کی جانب سے مشغولی چھڑا کر اپنی جانب مشغول کرے وہ تیری راہ کی رکاوٹ اور تیرا بت و زنا رے معنوی حیثیت سے چنانچہ کہتے ہیں کہ عارفوں کا بت ان کی کرامتیں ہیں جب انہوں نے اپنے



اندر کوئی کرامت پائی حق سبحانہ تعالیٰ سے ہٹ کر کرامت میں مشغول ہوے اور اس کے ساتھ آرام و سکون اختیار کیا تو اس کرامت میں کرامت دینے والے کی جانب سے توجہ ہٹ گئی تو وہ کرامت ان کا بت و زنا بنا۔ بت و زنا میں معنی یعنی اس کی معنوی حیثیت یہی ہے اور وہ ساری ہلاکت آفریں صفتیں اور برائیاں جو تیرے دل میں ہیں جیسے کبر، حسد، حقد، اور بھی اس جیسے خصائل یہ اور وہ سب کو بت و زنا رکھا گیا ہے۔ عوام کے بت یہ ہیں ایک شکم کے شہوت کی محبت، دوسرے فرج کے شہوت کی محبت تیسرے بیوی بال بچوں کی محبت اور بھی جو مشاغل ہیں وہ تین بت ہیں ایک اپنے ظاہر و باطن کو سوارنے کی چاہ دوسرے مال کی محبت و چاہ تیسرے جاہ و مرتبہ کی محبت و لگن جو تھے سب سے بڑا بت نفس ہے کہ جو سب کی جزا اور سب کا سرچشمہ ہے۔ جاہ و مرتبہ کو لوہے کا زنا کہتے ہیں کہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس آہنی زنا کو توڑ سکتے ہیں۔ آخری چیز جو صدیقیوں کے باطن میں پہنچنے والی ہوتی ہے وہ جاہ ہے۔ چون کہ سالکین کا دیدہ بصیرت یعنی ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوتی ہیں یہ لوگ وہ سب چیزیں جو بیان کی گئیں ان سب کا ایک ایک کر کے اپنے اندر معائنہ کرتے ہیں تو خود کو اصلی کفار کے ساتھ شمار کرتے ہیں اپنے حال کے حکم کی بنا پر اعتقاد کے حکم کے مطابق نہیں اور یہ توحیدی ایمان کے حاصل ہے اس پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اور یہ اشعار پڑھتے ہیں

صوفی و سبز پوش شدی شیخ چلدار      ایس جملہ شدی ولے مسلمان نشدی  
 در کوے بتاں رفت ہمہ عمر دنیا      چوں برہمن پیر بہ بت خانہ بنامدم  
 پوشیدہ بے خدمت بت کردم لبس      زنا ہوس می کندم از توجہ بوسم  
 بت پرستم بت پرستم      راست گویم ہر چہ ہستم  
 (صوفی ہوئے، سبز پوش ہوئے، شیخ چلدار بنے، سب کچھ ہوئے مگر مسلمان نہ ہو سکے۔ افسوس بتوں کے کوچہ میں ساری عمر گزار دی۔ لیکن اس بوڑھے برہمن کی طرح میں بت خانہ کے لائق نہوں گا۔ بتوں کی پوجا چھپ چھپ کر بہت زیادہ کی، لیکن تم سے کیا چھپاؤں ہوس ہی کا زنا باندھے رہا۔ ہاں ہاں میں بت پرست ہوں میں بتوں کی پرستش کرتا ہوں! میں جو کچھ ہوں وہ سچ کہہ رہا ہوں۔)

اس طرح کے بہت سارے اشعار ہیں اسی نظر سے سب کو دیکھنا چاہیئے

ہنوز از کاف کفرت ہم خبر نیست      حقائقہائے ایمان را چہ دانی

(ابھی تک اپنے کفر کے کاف کی بھی خبر نہیں ہے۔ اپنے ایمان کی حقیقت کو تم کیا جانو۔)

اور ہاں کفر پوشیدہ" چھپے ہوئے کفر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے گناہ اور فساد نہیں کر سکتا ہوں اور تنہائی میں وہی گناہ و فساد حق تعالیٰ کی نظر کے سامنے کر سکتا ہوں۔ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی نظر کے سامنے گناہ و فساد کرتا ہوں اور خدا کے عزوجل اس فساد و گناہ کو دیکھتا ہے تو خلق سے ڈرتا ہوں حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہوں اور جو خلق سے ڈرتا ہے حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہے وہ کافر ہوتا ہے۔ کفر پوشیدہ یہ ہے۔ یہ کفر اعتبار کی جہت سے ہے اعتقاد کی رو سے نہیں۔ اور معنوی صورتیں بہت زیادہ ہوا کرتی ہیں۔

اور ہاں نفاق یہ دو طرح کا ہے ایک عقیدتی اور دوسرا معاملتی۔ نفاق عقیدتی تو معلوم ہے مگر نفاق معاملتی یہ ہے فعل بر خلاف قول اور باطن کے خلاف ظاہر۔ راہ سلوک میں یہ سخت ترین گھائی ہے اور بڑا مشکل معاملہ ہے۔ کچھ سالکین راہ ایسے ہیں جو اس نفاق سے مطلع ہوئے ہیں اور اس کے ازالہ سے عاجز آگئے ہیں آخر مغلوب ہو کر انہوں نے زنا رگلے میں ڈال لی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر مخلص مسلمان نہیں ہو سکا تو منافق بھی نہیں ہوں کیوں کہ منافق کافر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

ان المنافقین فی الدارک الاسفل من الناس (بیشک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے گڈھے میں رہیں گے) انہیں وجہ سے خلق ان لوگوں کو دیوانہ کہتی ہے اور ان کی زنا ر بند کی کو دیوانگی پر محمول کرتی ہے یا معاف کر دیتی ہے۔ مصرع۔ در کوئے تو مردہ بہ نہ از روئے تو دور (تجھ سے دور رہنے سے بہتر ہے کہ تیری گلی میں جان دیدی جائے) کچھ لوگوں پر علم کی کیفیت غالب ہوتی ہے وہ کہہ اٹھتے کہ قالب کی عصمت شرط ہے اگر مجھ کو رکھا ہے تو اپنی مراد تک پہنچ جاؤں گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ وَالسَّلَامُ

حقیر شرف منیری



# مکتوب ۲۰۲

## وحدت اور اہل وحدت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جانو! اہل وحدت وہ لوگ ہیں جو حجابات سے گذر کر اللہ جل شانہ کے مشاہدہ تک پہنچے ہوئے ہیں علم الیقین اور عین الیقین کو وہ جانے ہوئے اور دیکھے ہوئے ہیں کہ وجود اپنی ذات سے ایک سے زیادہ نہیں ہے اور وہ وجود خدا کے تعالیٰ کا وجود ہے خداوند عزوجل کے وجود کے بغیر کسی دوسرے کا اپنی ذات سے وجود ہی نہیں ہے اور نہ ایسا ہونے کا امکان ہی ہے لیکن وجود حقیقی کہ جو خداوند تعالیٰ کا وجود ہے اس کے اثر سے موجودات منظر آتے ہیں اور ان کی اسی ہمت کی بنا پر اس گروہ کے لوگوں کو اہل وحدت کہتے ہیں کیوں کہ خداوند تعالیٰ کے وجود کے سوا کسی غیر کا وجود ہی ان کی نظر میں نہیں آتا ہے بس اسی ایک خدا کو دیکھتے ہیں اس کی ایک خدا کو جانتے ہیں جس طرح شرع میں دو معبود کا اثبات شرک ہے لیکن فرق یہ ہے کہ شرعی شرک اصل توحید کا منافی ہے اور یہ شرک خفی کمال توحید کا منافی ہے۔

وحدت کا معنی یگانگی یعنی یکتائی ہے، وحدت میں کثرت نہیں ہے، دوئی نہیں ہے اور یہی وہ وحدت ہے کہ جو طالبوں کا مطلوب، سالکوں کا مقصود ہے۔ جب سالک اس وحدت تک جو سب کا مقصود ہے پہنچ جاتا ہے تو وہ شرک سے چھٹکارا پالیتا ہے، کثرت اٹھ جاتی ہے دوئی باقی نہیں رہتی، حلول و اتحاد باطل ہو جاتے ہیں، تفرقہ اور سرگردانی سے گذر جاتا ہے اور توحید اعظم تک پہنچ جاتا ہے اور جب اس توحید تک پہنچ گیا کہ جسے وحدت کہتے ہیں تو اس نے دیکھ لیا اور جان لیا کہ ہستی صرف اسی خدائے ذوالجلال کی ہے اور بس۔ اس مقام میں خود سالک بھی نہیں رہتا یہ اس سبب سے کہ اگر سالک رہے گا یعنی اس کی خودی رہے گی، تو کثرت باقی رہے گی کہتے ہیں کہ وحدت میں کثرت نہیں ہے تو سالک اٹھ گیا، کثرت اٹھ گئی، شرک اٹھ گیا، حلول و اتحاد

بھی اٹھ گیا، نزدیکی و دوری ختم ہوئی، فراق و وصال ختم صرف خدائے عزوجل رہتا ہے اور بس۔ اور خدا ہمیشہ تھا، ہمیشہ رہے گا۔ لیکن سالک اس خیال و گمان میں تھا اور یہ قیاس کرتا تھا کہ جس طرح خلک، اسی ہے اسی طرح غیر خدا کی بھی ہستی ہے۔ اب وہ اپنے اس خیال و گمان سے نکل آیا اور جان لیا دیکھ لیا کہ وجود ایک سے زیادہ نہیں ہے اور وہ وجود خدائے تعالیٰ ہے کہ جو وجود حقیقی ہے۔ یہ وحدت کا بیان تھا اور اسے وحدت کہتے ہیں۔ ایک بزرگ کی یہ رباعی ہے

معتوقہ عیاں بود نمیدانستم با من بمیاں بود نمیدانستم

گفتم بطلب مگر بجای برسم خود تفرقہ آن بود نمیدانستم

(میرا محبوب تو میرے سامنے ہی تھا مجھے کچھ خبر نہ ہوئی، وہ تو میرے ساتھ ہی تھا مجھے کچھ پتہ نہیں

چلا، میں نے کہا اس کی تلاش میں کہیں جاؤں۔ یہ خود تفرقہ ہی تھا جسے میں سمجھ نہ سکا۔)

تو دور و گم کر دو توحید ایں بود گم شدن گم کن کہ تفسرید ایں بود

یک را دو وزن بریں ظسریفی یک بیک بر خواں اگر سرفی

(تم اپنے وجود کو گم کر دو کہ توحید یہی ہے بلکہ گم ہونے کو بھی گم کر دو کہ تفسرید یہی ہے۔ اپنی

خوش طبعی سے ایک کو دو نہ کہو، ایک کہ ایک ہی کہو اگر تم اس مشرب کے ہو۔)

اہل وحدت کہتے ہیں وجود کی دو قسم ہے۔ "وجود حقیقی" اور "وجود خیالی" وجود حقیقی خداوند

جل و علا کا وجود ہے اور وجود خیالی عالم کا وجود ہے کیوں کہ عالم خیال و نمائش ہے حقیقت

میں وہ اپنا وجود نہیں رکھتا مگر ہاں وجود حقیقی جو وجود خدا ہے اسی کے اثر سے یہ سب اس طرح موجود

دکھائی دیتا ہے۔ وہ موجودات جو خواب میں یا پانی و شراب میں دکھائی دیتے ہیں وہ سوائے عکس

ظلی، خیالی وجود کے وہ خود اپنا وجود نہیں رکھتے۔ لیکن یہ خیال و نمائش۔ وجود حقیقی جو وجود خدا

ہے اس کی دلیل ہے تو اس خیال و نمائش کو عبور کر جانا چاہیے تاکہ اس حقیقت سے

باخبر و آگاہ ہو جائے اور معبر، تعبیر کہنے والے ارباب دانش اس وجہ سے ہیں کہ وہ آدمیوں

کو اس خیال و نمائش سے گذار کر حقیقت سے کہ جو وجود خدا ہے آگاہی دیتے ہیں۔ تعبیر اپنے

وائے کو معبر اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ آدمی کو اس خیال سے جو خواب میں اُس نے دیکھا ہے اس

سے آگے بڑھا کر اس خواب کی حقیقت تک پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہم

کیسے خیال و نمائش میں یا ہو سکتے ہیں کیوں کہ ہم میں سے کچھ لوگ خوشی میں اور کچھ ناخوشی میں

ہیں۔ بعض حاکم ہیں بعض محکوم ہیں اور کوئی گویا کوئی خاموش ہے۔ اس خوشی و ناخوشی۔ حاکمی و محکومی۔ خاموشی و گویائی کے باوصف کس طرح سے خیال و نمائش ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیا تم نے کبھی خواب نہیں دیکھا ہے اور خواب میں اس طرح کی چیزیں نہیں دیکھی ہیں۔ کوئی خواب میں دیکھتا ہے کہ اُسے کوئی شخص ستا رہا ہے رنج و آلام دے رہا ہے تو وہ رنج و زحمت میں ہوتا ہے۔ اور کسی ایک کو کوئی نواز رہا ہے تو وہ شخص آرام و آسائش میں ہوتا ہے۔ اور کسی دوسرے کو کوئی مار ڈالتا ہے اور کسی کو تخت شاہی پر بٹھا دیا جاتا ہے اس کی طرح اور دوسری چیزیں۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ خواب میں یہ سب خیال و نمائش ہے۔

اے بھائی! العاذلہ خیال و منام (عالم اور اس کی ساری چیزیں خواب و

خیال ہیں۔)

وَالسَّلَام



خالکسار شرف مینری

## مکتوب ۲۰۳

### ارادت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی تم جاؤ! عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ مردانِ خدا کے ایک جو انمرد نے ایک ایسی جماعت کو دیکھا کہ اس جماعت کے لوگ ان کے معتقد ہو کر ان سے مرید ہونے کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے ان لوگوں سے کہا کبھی حکم ترک کیا کر دیوں کہ معشوق کا فرمان اور ہے۔ معشوق کا ارادہ اور ہے۔ کبھی کبھی معشوق کا فرمان کسوں میں جاتا ہے کہ جس پر عاشق کے نہاد و سرشت کو بنا پناجا جاتا ہے اگر حکم کی تعمیل کر لیتا ہے تو ختم ہے اور اگر فرمان کی تعمیل نہیں کرتا تو پختہ و کامل ہے۔ جو انمردوں کو قتلہ ید سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ مگر جس چیز کی کوئی روایت یا نقل نہ آئی ہو وہ تم نہیں سمجھ سکتے تو لو روایت سن لو معشوق عاشق کو فرمان کی کسوں پر یوں چاہتے

میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک یہودی سے خریدا تھا اور اس کی غلامی سے آزاد کرایا تھا ایک دن حضور پینچا مبرصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ابابکر اشو کنی فی بلال اے ابو بکر! مجھے بلال میں اپنا شریک بنا لو یعنی ان کی قیمت جو تم نے ادا کی ہے اس میں کچھ تم سے بھی لے لو تاکہ بلال ہمارے اور تمہارے دونوں کی شرکت میں رہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ لیس بٹہ شویک یہاں پر فرماں برداری نہیں کی بلکہ ترک فرمان ہوا کم عقل و نادان لوگ یہ خیال کریں گے کہ جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کیا ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ ابو بکر کو فرمان کی کسوٹی پر جانچا جائے کہ ان کے نہاد و شرت میں کچھ باقی ہے یا نہیں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نہاد میں ذرہ برابر شرکت نہ تھی تو کہا لیس بٹہ شویک یعنی بلال خدا کے بندہ ہیں اور اس کی خدائی میں کسی کی شرکت نہیں ہے۔ پینچا مبرصلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہی تھی کہ ابو بکر یہی جواب دیں۔

ہاں یہاں پر اگر تعمیل حکم کر لیتے تو ناقص رہتے کامل نہیں۔ ابلیس کو خدا کے ارادہ کی اطلاع تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے کہ سجدہ کرے۔ جب حکم ہوا اسجد و اسجدہ کرو یہ فرمان اس کے لئے ایک کسوٹی تھا۔ وہ ہوتا ہی کون ہے کہ اپنے ارادہ سے سجدہ کرے۔ غیر کو سب نے سجدہ کیا مگر معلم الملکوت جو تمام فرشتوں کا استاد تھا یقیناً اسے ایسا ہی ہونا تھا کیوں کہ استاد شاگرد سے پختہ تر ہوتا ہے جیسا کہ کہا ہے ولو قطعتنی فی الحب لمأحن القوادالی سواک زاگر تو محبت میں مجھ سے قطع تعلق کر لے پھر بھی دل تیرے سوا کسی کا مشتاق نہیں ہوگا) سے

گر بر سر من خار حسک بارانی باران ترا دوختہ ام بارانی  
(اگر تم میرے سر پر کانٹوں کی بارش کرو۔ تو تمہارے لگائے ہوئے ان زخموں کو انہیں کانٹوں سے میں ٹانگے دے چکا ہوں۔)

غیر کو سجدہ کرنے سے معشوق سے کٹ جانے اور اس کی جدائی کو اس نے قبول کیا۔ کیا ہی یہ عشق کا کمال ہے تم کیا جانو کہ ابلیس کیا ہے۔ اس جگہ ابلیس اپنی ابلیسیت میں جو انمرد ہئے تمہیں یہاں راہ نہیں اس کی یہ دولت تم کہاں سے لاسکتے ہو اگر کسی وقت اس کے خیمہ تک رسائی ہو جائے تو یہ دیکھ لو گے۔ رُبَاعِی سے

ہم جو رکشم ہا وہم بستینرم یا مہر نو مہر دیگرے نامیزم

جانی دارم کہ بار عشق تو کشد تا در سر کارت نشود مگر زرم

(میرے چاند سے چہرہ والے محبوب میں ستم بھی سہتا ہوں اور جدال بھی کرتا ہوں۔ میں تری عنایتوں کے ساتھ کسی اور کی عنایت کو نہیں ملاتا ہوں۔ میں وہ جان رکھتا ہوں جو تمہارے عشق کا ہارا ٹھائے، جب تک یہ سر تمہارے کا نہ آجائے میں ہٹنے والا نہیں ہوں۔)

جبریل جیسی صفت ہونی چاہیے کہ وہ ابلیس کے حال میں وزریدہ نگاہی سے نظر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خواجہ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ ہرگز شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں کہا ہے کہ ابلیس نے کیا نام پیدا کیا ہے۔ کہاں وہ خواجہ خواجگاں اور کہاں وہ ہجران نصیبوں کا سردار۔ اور وہ ساری غلطیاں جو اس راہ میں سالک سے سرزد ہوتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابلیس پر رحمت بھیجیں اور یہ غلطی ہے لیوں کہ اس کو دوست کی طرف سے لعنت کا تحفہ ملا ہے "تو کوئی اگر صلوٰۃ و رحمت کا تحفہ اسے بھیجے تو نہ یہ جائز ہوگا اور نہ وہ قبول ہی کرے گا۔ کیا کہتے ہو اس بارے میں کہ اگر تمہارا معشوق تمہیں لعنت کی سیاہ کلمی تحفہ میں دے تو کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ معشوق کے اس یادگار تحفہ کو کوئی تم سے لے لے اور اس کے عوض تمہیں تسبیح دیدے۔ افسوس یہ عاشق ہی جانتا ہے کہ معشوق کی یادگار کیا چیز ہوتی ہے۔ عاشقوں کے لئے رحمت و لعنت دونوں ہی برابر ہے۔ دھذا اجمال فی العشق اور یہ عشق کا اعلیٰ کمال ہے۔ اور یہ عشق کا ایک مسئلہ ہے عقل سے غور و خوض نہیں کرنا چاہیے ایسی باتوں کو کہتے والے پر چھوڑ دینا چاہیے کیوں کہ یہ بات شطھیات (بلیاک کھلی، اور عریاں) کے قبیل سے ہے اور شطھیات کے بارے میں مشائخ رضوان اللہ علیہم کافیصلہ ہے کہ نہ اسے قبول کریں اور نہ رد کریں۔

وَالسَّلَامُ

شرف منیری



# مکتوب ۲۰۲

## صدق طلب کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے بھائی! تم جانو! مردانِ خدا کی معرفت جب ٹھیک ہو جاتی ہے یعنی جب ان میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے نیست سے ہست کیا ہے پانی کے ایک ایسے قطرہ سے کہ اگر کپڑا پر وہ لگ جائے تو اس کپڑے میں نماز جائز نہیں ہو۔ اور اپنے احسان و کرم سے مجھے بزرگ بنایا ایمان کی خلعت اپنے فضل سے عطا فرمایا یہاں تک کہ ہم اس پر ایمان لگے اور ہمیں اس نے اپنی پہچان دی یہاں تک کہ ہم نے اسے پہچان لیا اور کلمہ توحید میں مجھے راز دار بنایا یہاں تک کہ ہم نے اس کی یکتائی و پاکی کو جان لیا اور مجھے اپنی محبت کی خلعت پہنائی یہاں تک کہ ہم نے اسے محبوب بنا لیا اور ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ ایک دوسری نعمت کا وعدہ فرمایا وہ نعمت خود اس کا دیدار ہے تو ان سب کے باوجود اس جل شانہ کے غیر کے ساتھ مشغول ہونا کفرانِ نعمت ہوگا اور اب صرف اس کے سوا کسی اور چیز کا طلب کرنا دیوانگی ہوگی بلکہ دیوانے بھی اس کو دیوانہ کہیں گے محبت کا دلولہ ان کے باطن میں جوش مارتا ہے اور ان کی ہمت مردانہ کار فرما ہوتی ہے دوست کے طلب کا درد ان کا دامن پکڑ لیتا ہے جتنی چیزیں اس کے سوا ہیں ان سب سے وہ رنج موڑ لیتے ہیں اور ان سب کو بت و زنا کے مانند جانتے ہیں راہ طلب میں داخل ہوتے ہی پہلا قدم اپنی جان پر رکھتے ہیں اور عالم میں یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔

اگر طلب دوست چو مردانہ شدیم اول قدم از وجود بیگانہ شدیم  
(محبوب کی طلب میں وہ مردانگی پیدا کی کہ پہلا ہی قدم اپنی جان پر رکھ کر اپنے آپ سے بیگانہ  
ہو گیا ہوں۔)



پھر اس کے بعد گھروں کو ٹٹا دیتے ہیں، بیویوں کو بیوہ بنا دیتے ہیں اولادوں کو یتیم بنا کر چھوڑ دیتے ہیں، بہشت و دوزخ کی سوچ و فکر کو ایک طرف ڈال دیتے ہیں، اہل دنیا کو مردوں کی طرح دیکھتے ہیں اور دنیا کو مردار و مزبلہ شمار کرتے ہیں۔ اگر شیطان نے ان سے کہا کیا کھاؤ گے؟ تو جواب دیتے ہیں موت۔ اور اگر یہ کہے کہ پہنو گے کیا؟ تو کہتے ہیں کفن۔ اور اگر اس نے یہ کہا، ہو گے کہاں؟ تو کہیں کہ قبر میں۔

یہ ان کے اپنے نفس کا فرکوزیر کرنے کی راہ ہے اس نفس کا فر پر نامرادی کی تلوار کا ایسا وار کرتے ہیں جیسے لوہے کی تلوار میدان جنگ میں کافروں پر چلاتے ہیں اور نفس کے ساتھ دشمنی ایسی ہونی چاہیے جیسی دشمنی اپنے ماں باپ کے قاتلوں سے ہوتی ہے۔ برسوں سے ایک روٹی اور بکری کی اوجھڑی کی تمنا کر رہا ہے مگر اس کی یہ مراد بھی پوری نہیں ہونے دیتے اور کبھی اس کی کوئی مراد پوری کرنے کے لئے ایک قدم بھی نہیں بڑھاتے اگرچہ ایک پیالہ ٹھنڈے پانی ہی کی تمنا اس کی کیوں نہ ہو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بے دوستی کی دیوار کو اپنے دل کے آگے سے ہٹا دیتے ہیں اور دوست کے مشاہدہ کی نعمت تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنے دید بھیرت سے ملک و ملکوت کے اسرار کو دیکھتے ہیں اور ابدی آب حیات کا مزہ چکھتے ہیں اور اس بقا کی خلعت جس میں فنا نہیں اور ایسی عزت کی پوشاک کہ جس میں ذلت نہیں اور ایسی تو نگری کا جامہ جس میں غربت و ناداری نہیں ہے وہ پہنتے ہیں۔ مردانِ خدا یہی لوگ ہیں اور یہ ساری دولت ان لوگوں کو دل کی راہ سے ملی ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جو کہنے والے نے کہی ہے کہ اللہ کی راہ عرش میں نہیں کرسی میں نہیں ہے آسمان و زمین میں بھی نہیں ہے خود وہ تیرے اندر ہے خود اپنے آپ میں تلاش کر اسی کو کہا ہے۔

خاک تو آئینہ رنجہاست بر سر این خاک بے گنہاست

(تیرا یہ وجود خاکی رنج و تکلیف کا مجموعہ ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس خاک میں بہت سارے خزانے ہیں۔) اور فی النفس كما افلا تبصرون (ہم تمہارے اندر ہیں لیکن تم دیکھتے

نہیں) کا اشارہ اسی طرف ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

مخرب جہاں جمال زخارہ ماست سلطان جہاں درد دل بیچارہ ماست

(یہ آفتاب جہاں تاب ہمارے گالوں کا سن ہے، سائب جہاں کا بادشاہ ہمارے دل کے اندر ہی تو ہے)

اور اس شعر کے معنی یہی ہیں۔ سبحان اللہ اگر کسی کا یہ معاملہ ہو جائے اور اس پر یہ معنی کھل جائے اور یہی کام اس کے سامنے آجائے اور اسی کام میں وہ مشغول ہو جائے تو گمان غالب ہے کہ اس کی عمر کا ایک دن جو گذرا وہ اس سے بہتر ہے کہ دس سال یا بیس سال نماز روزہ رغبت دل کے ساتھ اس نے ادا کیا یا چند بار حج و زیارتِ خانہ کعبہ کرتا رہا۔

وَالسَّلَامُ

فقیر شرف مئیری



## مکتوب ۲۰۵

### عشق و محبت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے کشتہ بعشق من گرفتار مر عشق مرا توی سزاوار  
زاں عقل محبت اے شکستہ برتست درست او نگہ دار  
(اے میرے عشق میں مبتلا مقبول، میرے عشق کے لائق تو ہی ہے۔ اے شکستہ دل محبت  
اس عقل کی پرواز سے بلند ہے یہ محبت تیرے لئے زیبا ہے۔ دیکھ اس کی اچھی طرح حفاظت کہو)  
میرے بھائی مولانا تقی حق سبحانہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو اپنے ساتھ  
مشغول و مستغرق رکھے۔

کاتب مکتوب شرف مئیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔

لکھنا یہ ہے آپ برادر کا خط پہنچا مطالعہ میں آیا کیفیت اچھی ہے۔ خاطر جمع رکھیں اور  
ہمت بلند۔ آپ یہ جان لیں۔ وہ کہ جس نے بشر کو مسجود ملک کیا ہے اور مجسود فلک بنایا ہے یہ بڑا  
عظیم معاملہ ہے اور بہت بڑا راز ہے یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مقرب فرشتے اس گدے  
خاک کے آگے تو واضح کی پیشانی ہرگز نہ رکھتے تو یقیناً اس گدے خاک کے وجود میں عالم غیب  
سے کوئی راز ہے کہ فرشتوں کے اسرار اور بشر کے وہم و گمان جس کے ادراک سے عاجز نہیں

اور یحبہم ویحبونہ کے محبت کی گرہ باندھ دی گئی ہے اسی نظر سے یہ کہا ہے۔

ماخسروان عالمیم :- و ما بادشاہان جہانیم

اصل ما اگرچہ خاکیت :- فعل ما پنا کیست

(میں دونوں عالم کے سرداروں کا سردار ہوں :- دونوں جہاں کے بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔

ہماری اصلیت خاک کی ہے اور ہمارے کام پاک ہی پاک ہیں۔)

یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔

درستی عشق گر بگویم کہ منم مقصود ہمہ جہاں ولے خوشیستم

والشکر کہ و ابود تو قسیدیکن تا آتش عشق در وجودت نزنم

(میں عشق کی مستی میں اگر یہ کہوں کہ میں ہی ہوں سارے جہاں کا مقصود میری ذات ہے، قسم ہے اللہ

کی براہ یہ کہنا بالکل جائز و درست ہے تم اسے دل سے سچ مان لو۔ یہاں تک کہ اپنے وجود میں عشق

کی آگ نہ لگا دوں۔)

تو یحبہم کی خلعت سے وہ محبوب ہیں اور یحبونہ کی دولت سے محب ہیں یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ محب بھی ہیں اور محبوب بھی۔ اگر اس مقام میں کوئی اپنی بادشاہی کا ذکر کرے تو وہ ایسا کرنے کا اہل ہے اور اس کے لئے یہ زیبا ہے اور مقبول بھی ہوگا۔ جیسا کہ کہا ہے۔

ما بادشاہیم و ملک عالم داریم ہر چند کہ نسب و منصب آدم داریم

(ہم بادشاہ ہیں سارا عالم ہماری سلطنت میں ہے، اگرچہ نسب میں ہم آدمی ہیں۔)

اسے بھائی! یہ ثابت ہے کہ انسان کو قوت انسانی کے واسطے سے ہرگز یہ نہیں روایے

کہ وجوب کے خیمہ کے گرد چکر لگائے اور محدث کو ہرگز اس کا یارا نہیں کہ حضرت قدم کے عشق

کا دعویٰ کرے، اِمالیس فی حب مشورۃ (لیکن یہ بھی ہے کہ محبت میں رائے و مشورہ نہیں ہے)

عشق با مشورۃ ندارد کار تو فضولی خود از درمیاں بردار

(عشق کو رائے و مشورہ سے کوئی سروکار نہیں تم اپنی جگہ اس درمیان سے اٹھا لو۔)

جیسا کہ کہتے ہیں کہ یہی اظہار عشق وجود میں اذالنیت بعشق المنازعة (وجود کے بارے میں

عشق کا اظہار غلطی اور جھگڑا ہے۔)

آتش شوق دل کے اندر نہیں ہے یہی امر ہے کہ طلب میں آگے کی طرف بڑھتے جاتا ہے

یہ ہے جو کہا ہے

برخیزد لا بعشق صادق      در راہ طلب ہمیں قدم زن  
بر بام فلک بر آہمیت      بر سدرہ منتهی علم زن  
آنگاہ بعون حضرت او      بگذر ز حدوث بر قدم زن

المے دل عشق صادق کے ساتھ اٹھ، اس راہ طلب میں قدم بڑھا، آسمانوں کے بالا خانہ پر اپنی  
ہمت سے چڑھا جا اور سدرہ المنتهی پر جھنڈا نصب کر دے، پھر اس بارگاہ پاک یعنی اللہ جل  
شأنہ کی مدد سے حدوث سے گذر کر قدم تک پہنچ جا۔

تو اب یہ چاہیے کہ اپنی مفلسی اور اپنے افلاس پر جو ظاہر ہے نگاہ نہ کرے اور یہ اچھی طرح جان لے  
کہ سلطنت و بادشاہی استحقاق پر نہیں ہے بلکہ یہ اللہ بزرگ و برتر کے فضل پر ہے اگر  
استحقاق پر ہوتا تو نہ سلطنت پاتے اور نہ اس سے آگے۔

ھر گداے مرد سلطان کے شود      پشہ آخز سلیمان کے شود

(ہر ایک بھکاری بادشاہ کب بن سکتا ہے، یہ پچھو آخز سلیمان کا ہم مرتبہ کب ہو سکتا ہے۔)

اگر کوئی بنو بھکاری بادشاہ کے عشق کا دشوی کرے تو ظاہر حیا ست سلطانی اس کی  
سزا کا حکم دے گی لیکن اگر خود بادشاہ اپنے کرم و اختیار سے اس بھکاری کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف  
کھینچ لے اور مقبولیت کا شرف عطا فرمائے اور کہے انا لك و انت لی شئت ام ابیت (تو  
چاہے یا نہ چاہے میں تیرا ہوں تو مسیحا ہے) فقیر تھا بادشاہ ہو گیا۔ رباعی

در عشق بگو من و توئی نیست      وانگو بمیان مادونی نیست

ایں نکتہ عشق بے جہان نیست      چون نقطہ کول ہر سوئی نیست

(کہہ دو، عشق میں من و تو نہیں ہے اور ہمارے درمیان دوئی بھی نہیں ہے، یہ ایک سدا

ہے کہ عشق کا کوئی مکان نہیں یہ ہستی کا وہ نقطہ ہے جس میں طول و عرض و جہت سمت نہیں۔)

عقل یہاں متحر ہے اس کے نصیب میں حیرت ہی ہوتی ہے کیوں کہ عشق کے عالم کے کام ہی کچھ دوسرے لوگوں کے  
ہوتے ہیں۔ عالم عشق میں سنگ نام کا طریقہ مسدود ہے۔ یہاں محمود یا زہرے اور ایاز محمود ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ  
دلہیں پیدا ہوں گے اولہ پنا کا خود کریں گے اس میں کوئی تعجب نہیں۔ اس گروہ صوفیہ کے کلمات و کلمات زمین  
میں خدائی لشکر ہیں ان کے یہ کلمات نامرد کو مرد اور مرد کو شیر مرد بنا دیتے ہیں ❀ والسلام

# مکتوب ۲۰۶

## محبت اور درد کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر کہ از ہمت دریں رہ آمدہ است گر گدائی می کند شہ آمدہ است  
 (ہمت کے ساتھ اس راہ میں جو داخل ہوا وہ بادشاہ ہے اگر چہ گداگری کرتا ہے۔)  
 برادران عزیز مولانا تقی الدین اللہ تعالیٰ اپنی خاص محبت کرامت فرمائے۔ کاتب مکتوب  
 شرف منیری کا سلام و دعاء مطالعہ کریں لکھنا یہ ہے کہ آپ برادر کا خط مولانا مظفر نے پیش  
 کیا میں نے پڑھا کیفیت اچھی ہے آپ برادر کی عاقبت بہنی بخیر ہو۔  
 آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص اس راہ میں آتا ہے اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں  
 ہے کہ یہاں اس درد و اندوہ کے ساتھ رہے اور اس درد و اندوہ کو قبر میں لے جانا چاہیے اسی درد  
 اندوہ کے ساتھ قبر میں رہنا چاہیے اور اسی درد و اندوہ کے ساتھ قبر سے نکلنا بھی ہے۔ چنانچہ خواجہ  
 عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

زندہ زریں درد مبدنیا ہر نفس ہمدوم در گور میں درد دست و بس  
 در قیامت موسم میں درد باد پیشہ من مجالس میں درد باد  
 گر نہ ماند درد تو عطار را او سخا ہد کافر و دیندار را

(اس دنیا میں ہر دم اس درد کے ساتھ زندہ رہوں۔ قبر میں بسا ہی درد میرا ہمدوم بنے۔ قیامت  
 میں یہ درد میرا موسم میں جاں ہوا اس درد کی مجالت ہمنشین میرا ہنر ہو جائے۔ اگر آپ کا  
 یہ درد عطار کو نہ ہو تو اسے کوئی غرض نہیں کہ وہ کافر رہے یا دیندار۔)  
 آپ برادر کی عاقبت و خاتمت بخیر ہو۔

وَالسَّلَام  
 شرف منیری



# مکتوب ۲۰۷

کامنو خداوند تعالیٰ کے پروردگار اور اپنے علم کو کفار رکھ دینے میں

بنام سلطان محمد بزرگ (یعنی سلطان محمد شاہ تغلق سلطان ہند کے نام)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر اعز محب الفقرا والمساکین محمد شاہ الشاہ جبل شائہ آپ کے تمام دینی و دنیاوی امور کو  
سنوار دے اور اس حال میں اپنے شکر گزار بندوں میں داخل فرمائے۔ کاتب مکتوب شرف میری کا  
سلام و دعا مطالعہ فرمائیں اور جانیں اللہ رب العزت کا فرمان ہے دعسی ان تکوہو اشیا و هو  
خیر لکم و دعسی ان تحبوشیا و هو شر لکم بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جسے تم ناپسند  
کرتے ہو اور اس میں تمہارے لئے نیکیاں اور بہتری ہوتی ہے اور بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی  
ہیں کہ جنہیں تم پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بدترین چیزیں ہوتی ہیں۔ اس کی مثال ثعلبہ صحابی  
کے قصہ میں ہے کہ ان کو لوگ کبوتر مسجد کہا کرتے تھے ایک روز دربار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم  
میں آئے اور اپنی پریشان حالی اور ناداری کا رونا رونے لگے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا خداوند جل و علا سے غافیت مانگو لیکن وہ نہیں مانے الحاح و زاری بہت زیادہ کی حضور  
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی دعاء مقبول ہوئی ثعلبہ کے کاروبار میں بے حساب ترقی ہوئی  
ساری تمنائیں پوری ہونے لگیں دنیا نے اپنا رخ ان کی طرف کر دیا اونٹ، بھینر، بکریاں اور اس  
جیسی دوسری چیزیں ان کے دائیں بائیں پہنچنا شروع ہو گئیں ان کی محبت میں ان کا دل مشغول  
ہو گیا وہ جو کبوتر مسجد تھے اب یہ حال ہوا کہ جماعت بھی چھوٹنے لگی آخر معاملہ یہاں تک پہنچا  
کہ دنیا کی اس فراغت کی نحوست سے وہ اسلام ہی سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے۔ اللہ اپنی پناہ میں  
رکھے اور قارون جو زمانہ بنی اسرائیل کا ایک زاہد تھا جب تک غربت کی حالت میں تھا وہ سلا متی

میں تھا جب اس کی مرادیں پوری ہوئیں تو اسلام سے پھر گیا اور مرتد ہو گیا۔ نعوذ باللہ منہا۔ اسی طرح فرعون جب تک فاقہ میں تھا اور نامراد تھا اس وقت تک ذرہ برابر کبھی بھی خدائی کا دعویٰ اس نے نہیں کیا اور جب وہ سیر ہو گیا تو دعویٰ خدائی کرنے لگا اور کہہ اٹھا انا ربکم الاعلیٰ میں تمہارا بڑا رب ہوں۔ اسی طرح نمرود شداد اور عاد بھی جب تک نامراد تھے تو کسی نے بھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا اور جب وہ بامراد ہو گئے تو دعویٰ خدائی کرنے لگے۔ اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کے لئے یہی بہتر اور اچھا ہے کہ اللہ رب العزت سے اپنے لئے نیر و عافیت اور صلاح و فلاح مانگتا رہے تاکہ وہ سلامت رہے۔ اور اس خط کے لکھنے والے نے آں برادر کے اتماں کے حکم کے تحت عمل کیا جیسا کہ اوپر لکھا گیا اللہ تعالیٰ آپ کے تمام دینی و دنیاوی امور کو سنوار دے اور اصلاح فرمائے انشاء اللہ تعالیٰ قبولیت کے آثار بہت جلد ظاہر ہوں گے اور ان نوازشات و انعامات میں آپ برادر کو شکر گزار بنائیں گے کہ شکر نعمتوں کی زیادتی اور افزودنی کا موجب ہوا اور نقصان کا سبب پیدا ہو سکے اور اپنے فضل و کرم سے غاقبت بھی بخیر فرمائے۔

دوسرے یہ کہ آں برادر نے درخواست کی تھی کہ خط سے غلطیوں کے علم میں سے کچھ لکھا جائے۔ آں برادر کو معلوم ہوا اس گروہ صوفیہ کے علوم نہایت عزیز و غایت عظیم ہیں جتنا کہ حروف و کلمات میں گنجائش ہے اور جس قدر تحریر و تقریر میں آسکتا ہے اس سے زیادہ نہیں لکھتے ہیں اور اتنا کھریں نے خود بھی لکھا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے میری تحریروں میں سے دو جلدیں آں برادر کے پاس پہنچ گئیں ہیں لیکن ان میں سے وہ جو حروف و کلمات یعنی تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے اسے اس جہان میں کس نے لکھا ہے؟ کہ میں لکھوں گا۔ اس کا جواب یہی ہے من لحدیذق لعمید (جس نے چکھا ہی نہیں وہ اسے کیا جانے) جس کسی کا وہ حال نہ ہو اور اس کے وہ کام نہ ہوں وہ اسے نہیں جانتا۔

وَالسَّلَام

حقیر شریف مینوی



# مکتوب ۲۰۸

## خوفِ خاتمہ کے جواب میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از مجموعہ براندہ بیگانہ خواندش از تہجدہ بیار و گوید کہ آشناست  
(ایک کو عبادت خانہ سے نکال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ غیر ہے۔ دوسرے کو تہجدہ سے لے آتے ہیں  
اور کہتے ہیں یہ اپنا ہے۔)

برادر اعز مولانا قطب! کاتب مکتوب شرف نیری کا سلام و دعا مطالعہ کریں۔  
آپ نے لکھا تھا خاتمہ کا خوف مجھ پر ایسا غالب ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں ذرہ برابر جنبش  
نہیں کرتے اور باطن میں دیکھتا ہوں کہ دیوانگی چھا گئی ہے۔  
اے بھائی! خاتمہ کے خون سے مردان راہ کے جگر ٹوٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے  
دل جل جھن کر کباب بن جاتے ہیں رات دن حیرت میں رہتے ہیں کہ مشیت کے پردوں کے اندر  
سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔ رو یا قبول مسجد میں لے جائیں گے یا بت خانہ میں ڈال دیں گے۔ یہی  
کو کسی نے کہا ہے۔

زور دویں ہمہ پیران رہ راہ      محاسنہا بخون دل خضاب است  
ہمہ مردان دین را از مسیبت      جگر ہائشہ ودلہا کباب است  
(دین کے دروازہ لیشہ سے اس راہ کے کہن سال رہروں کی داڑھیاں دل کے خون سے نگی  
ہوتی ہیں۔ اس مسیبت سے مردان خدا کے دل اور جگر جل جھن کر کباب ہو رہے ہیں۔)  
وہ تعالیٰ جو پتا ہوتا ہے کرتا ہے کسی کا اسے ڈر نہیں، وہ مالک مطلق ہے، اس کا تصرف بھی  
مطلق ہے۔ اگر وہ قبول کرے تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر قبول نہ کرے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔ کس  
کا جگر ہے کہ وہ کہے ایسا کیوں اور ویسا کیوں نہیں یہی وہ راز ہے جو کہا ہے۔ رباعی



مشتوق چو بادشاہ است فرانش دست بر کردہ ادچون دچرا ز ہرہ کراست  
 گرنہ پذیرد خوستے پسندیدہ دست در ہر گرد در زنجت شوریدہ ماست  
 (مشتوق جب سائق العنان بادشاہ ہے تو کس کا جگر ہے کہ اس کے کئے ہوئے پر چین دچرا کرے۔  
 اگر وہ قبول نہ کرے تو اس کی پسندیدہ خصلت ہے اور اگر نکال دے تو میرزا پریشاں قسمت کیونہ ہے)  
 معلم الملوک، فرشتوں کا استاد، سات سو ہزار برس تک عبادت کرتا رہا اس کی بے نیازی کی  
 ہوا کا ایک تھونکا ایسا آیا کہ ساری عبادت اس کی خاک میں ملا دی۔ مشیت کا راز غیاں ہوا لغت  
 کا داغ اس کی پیشانی پر ظاہر ہو گیا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

صد ہزاراں سال طاعت کردنی طوق لعنت می کند در گردنی  
 (سو ہزار سال تک عبادت میں لگانے کے بعد اس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیتے ہیں)  
 اور وہ مردود، بچراں زدہ سر پر خاک وھول ڈالتا ہے اور کہتا ہے۔ رباعی  
 اول ہزار ناز بنواختیم و آخر ہزار درد بگداختیم  
 چون ہرہ بوالعجب مراثیم چون جملہ ترا شدیم برانداختیم  
 (پہلے مجھے ہزاروں لاد و پیار سے نوازا گیا آخر میں درد کی بھٹی میں پھٹنے کے لئے ڈال دیا  
 اور تعجب خیز باز بگری سے مجھے مکار و عیار بنا ڈالا۔ جب میں پورے طور پر ترا ہو گیا تو مجھے کمال بھینکا)  
 جب اس ملعون کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا تو جبرئیل و میکائیل ہر دو نے لگے۔ استفسار ہوا تمہارا  
 یہ رونا کس لئے ہے؟ وہ خوب جانتا ہے ان لوگوں نے کہا من امن من مکرک (کون تیرے  
 کرشموں سے آمننا ہے) حکم ہوا ہاں اسی طرح رہو میرے کرشموں سے بے خوف مت ہو سبحان اللہ  
 پاک بے تیری ذات کیا ہی مشکل مرحلہ ہے اس رب العزت کے مقربین اور معصومین کے حق میں  
 جب ان لوگوں کے حیاں میں ایسا ہے تو ہمارے حال میں کیا ہوگا اس کا کیا پتہ جس کسی نے کہا ہے  
 اس کی جان پر رحمت ہو جو۔

ہر کرا دیشیں ایں مشکل بود چون تو اند کردا اگر سد دل بود  
 ہیبت ایں راہ کاے شکل است صد جہاں ایں سہم پر خون دل است  
 (جس کی تیرے نام و پیش ہوگا اس کے پاس سوز بھی ہو تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ اس راہ کا وہ بہ  
 سخت شکل کا بہت سبک نہیں عالم کے دل اس خوف کے خون سے بہر گئے ہیں۔)

اے بھائی! تم بار بار یہ خوف جو تمہیں پیدا ہوا ہے یہ تمہارے لئے بشارت و خوشخبری ہے اس لئے کہ آج جو شخص خاتمہ سے ڈرتا ہے اُمید ہے کہ اس کا خاتمہ بخیر ہو اور رحلت کے وقت اپنے رب سے بھوری اور دوری و کٹ جانے سے مامون و محفوظ ہو جائے اس کی دلیل وہ ہے جو وہب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ستر زائد ایسے تھے کہ اس زمانہ میں زمین ان کے مثل کوئی اور نہ تھا پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے اس وقت کے پیغمبر علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ یہ ستر زائد دنیا سے بغیر ایمان کے جائیں گے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے وہ پیغمبر حیرت و استعجاب میں پڑ گئے انہوں نے مناجات کی خداوندان کے کس عمل کی وجہ سے ایسا فرمان صادر ہوا؟ جواب ملا۔ یہ سب خوفِ خاتمہ سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ اسی کو کسی نے کہا

مست چہ خسی کہیں کردہ اند کار شناسا بچنین کردہ اند  
(مست و مدہوش کی طرح کیا سو رہے ہو، گھات لگاتے ہوئے ہیں جانے پہچانے کے ساتھ  
ایسا ہی معاملہ کیا کرتے ہیں۔)

کہتے ہیں خواجہ سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ایک مجوسی کو دیکھا تو ان پر بیہوشی طاری ہو گئی جب ہوش میں آئے تو کہا میں ڈرتا ہوں کہ اللہ کی منشاء و مشیت کے پردہ سے کہیں شقاوت و بدبختی میرے لئے ظاہر نہ ہو اور میرے احوال و اعمال برباد نہ ہو جائیں اور کہیں اسی کی طرح نحوست نہ آجائے کیوں کہ معاملہ جب پردہ کے اندر ہے تو ہمیشہ اسی کا ڈر لگنا چاہیے جیسا کہ کہا ہے۔

زندہ سالبقت ندانم چیت خواندہ خاتمہ ندامت چیت  
(کچھ پتہ نہیں ازل میں کیا حکم ہو چکا ہے۔ خاتمہ کس چیز پر ہو گا کچھ پتہ نہیں۔)  
نقل ہے کہ سلطان العارفین بایزید بسلامی قدس اللہ سرہ جب وصال فرماتے اور یہ چاہتے کہ مسجد میں داخل ہوں تو حضرت کے اعضاء میں لرزہ پڑ جاتا۔ لوگ جب یہ پوچھتے کہ شیخ یہ کیا حالت ہے؟ تو فرماتے میں ڈرتا ہوں کہیں مشیت کے پردہ سے بدبختی نہ آتی ہے اور مجھے بت خانہ میں ڈال دیا جائے۔ اسی کو کہا ہے۔

کس چہ داننا چہ حکمت میرود بر وجودے راجہ قسمت می رود  
راہی کیا جانے اس کے کاموں میں اس کی کیا مسامت ہوتی ہے اور کسے اس کی خبر ہے کس کی قسمت میں کیا ہے۔

ایک بزرگ اپنی مناجات میں کہتے خداوند موت کے قبل مجھے دیوانہ بنا دیجئے لوگوں نے پوچھا اے شیخ کیسی مناجات ہے؟ انہوں نے کہا جب دیوانہ ہوں گا تو اگر موت کے وقت میری زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل آئے تو میرا ایمان محفوظ رہے کیوں کہ دیوانہ معذور ہوتا ہے۔ اور یہی ہے جسے کسی نے کہا ہے۔

در روز پیر چراغ عہد م نکشی      تا جاں بدہم براحت و خوش منشی  
در جامہ اسلام زیں بر نکشی      مرگے کہ در اسلام بود نیست خوشی

(خاتمہ کے دن برے وعدہ کے چراغ کو گل نہ ہونے دیجئے۔ تاکہ میں خوش مزاجوں کی طرح راحت و خوشی میں جان دوں۔ اسلام کے جامہ عریضے تن سے نہ اتارے، کیوں کہ حقیقی خوشی وہی ہے کہ اسلام پیرۃ اتمہ ہو۔)

اے بھائی ازل میں کیا حکم ہو چکا جیسا کہ جانتا ہے اور خاتمہ کو رکھ چھوڑا ہے جیسا کہ اس کی منشا و مشیت ہے کسی شخص کو اس کی اطلاع نہیں اس کے تمام کام بے علت و سبب ہوتے ہیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے ایسے حال میں سوائے حیرت و فریاد کے اور کیا ہے ایک شخص اپنے استاد کے سامنے آیا اور اس نے فریاد کی یا داویلاہ یا محیبتاہ استاد نے پوچھا فریاد کس سے؟ بیچارہ نے کہا خدا سے۔ اسی کو کہا ہے۔

قد تحیرت نیک خذ بیدی      یاد لیلۃ من تحیرت لنیکا

(میں تجھ سے متحیر ہوں میری دستگیری کر، اے اسکو سہارا دینے والے جو تجھ میں متحیر ہے) اے بھائی! جیسا کہ وہ کسی کے ساتھ نہیں اس کے کام بھی کسی سے متعلق نہیں جسے چاہے مقرب بنالے اور جسے چاہے دور کر دے اس کے اندر کوئی علت و سبب نہیں۔ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی کفایہ میں ہے کہ حدیث میں آیا ہے لو فعل اللہ، مع عبادہ بالعدل ما یجاہد مع جلالہ وطہارتہ (اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ صرف عدل کا معاملہ کرے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی اپنی جلالت شان اور طہارت نفس کے باوجود بیخبر نہ رہے) یہی وہ راز ہے جسے کہا ہے۔

گر فضل کنی یقین برستم ہمہ      وز عدل کنی واسے بر سوالی ما

(اگر تو اپنا فضل فرمائے تو پورے طور پر سب سے نجات پانچاؤں اور اگر عدل کرے تو ہائے

افسوس اس وقت کیسی رسوائی ہماری ہے

الحاصل۔ "اے بھائی! اس مسئلہ میں تین طرح کے لوگ ہیں۔ ایک کی نگاہ قسمت میں لگی ہوئی ہے پتہ نہیں کیا قسمت میں ہے؟ رد یا قبول۔ اور ایک کی نظر قاتمہ پر پڑتی ہے کہ خاتمہ خوش بختی پر ہو گا یا بد بختی پر۔ اور تیسرے کی نظر وقت پر اٹکی ہوئی ہے کہ کس وقت اور کس ساعت میں پردہ مشیت سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔ رد یا قبول۔ بتخانہ یا مسجد۔ دستار یا زنا۔ اسی کو کہا ہے۔

آں کس کہ بود شیفته در کار تو لے دو      ناچار کشد بردل و جان بار تو لے دو  
 یک شہز عشاق دل سوختگانند      عاجز شدہ در قاعدہ کار تو لے دو  
 الے دوست تیرے کاموں کا جو دیوانہ و فریفتہ ہوا۔ وہ بیچار اپنے دل و جان پر تیرا بار اٹھانے کے لئے مجبور ہے۔ ان دل جلے عاشقوں سے ایک شہر آباد ہے اور وہ کام سوختہ دلاں تیرے کاموں کے دستور سے عاجز و مجبور ہیں۔

والسلام  
 حقیر شرف منیری



# مناجات

خالتا بیچارہ راہم ترا  
بے تے بے دولتے بے جاہلے

ہمچو مور لنگ در گاہم ترا  
بے نوائے بے قرائے بے دلے

دین زدستم رفت دنیا گم شدہ  
من نہ کافر نے مسلمان ماندہ ام

صورت ناماندہ معنے اگم شدہ  
در میان ہر دو حیران ماندہ ام

یارب اشک و آہ بسیاریم ہست  
ہم تن زندا نسیم آودہ شد

ماندہ ام در چاہ زنداں پابست  
پاک کن این گرد راہ از جان من

گرچہ بس آودہ در راہ آمدم  
عفو کن گر حبس و زچاہ آمدم

(اے میرے پروردگار میں تیری راہ میں بے یار و مددگار ہوں، تیرے آستلے پر ایک لنگڑی چوٹی کی طرح پڑا ہوا ہوں۔ میں ایک سکیں غریب اور مفلس ہوں۔ بے ساز و سامان بے دل اور بچپن ہوں۔ دین بھی میرے ہاتھ سے گیا اور دنیا بھی کھو گئی۔ صورت بھی باقی نہیں رہی اور جان بھی کھو بیٹھا۔ میں نہ کافر ہوا اور نہ مسلمان ہی رہ گیا۔ اب ان دونوں کے بیچ میں حیران پریشان پڑا ہوا ہوں۔ جب میں کافر بھی نہیں اور نہ مسلمان بس پریشان اور بچپن ہوں تو میں کروں تو کیا کروں۔ بارالہا: میری آپہں بہت ہیں اور آنکھوں میں آنسوؤں کی فراوانی ہے۔ اگرچہ اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن یہی دونوں میرے مددگار ہو سکتے ہیں۔ یہ قید میں گرفتار میرا جسم کٹا فتوں سے آودہ ہے اور یہ محنت اٹھانے والا میرا دل نحیف و زار ہو چکا ہے میں کنویں کی قید میں مقید پڑا ہوا ہوں۔ ایسے تاریک کنویں کے سوائے تیرے اور کون میرا ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہے۔ راستے کی گرد و غبار سے میری جان کو پاک و صاف کر دے اور میرے ہی آنسوؤں سے میرا نامہ اعمال دھو دے۔ اگرچہ تیرے راستے میں گناہوں سے بہت ہی آودہ ہو کر آیا ہوں تو مجھے معاف فرمادے۔ کیونکہ میں دنیا کی قید اور حرص ہوس کے کنویں سے نکل کر آ رہا ہوں)

# ۶۸۲ مناجات

— ان —

## حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد کھیری مینری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُ اَنْتَ رَبِّیْ وَتَعٰوِیْ وَاَنَا عَاجِزٌ اِلَیْهِ اَنْتَ مٰلِکِیْ وَاَنَا مَمْلُوکٌ

الہی عاجز ترین عاجز الخم الہی جاہل ترین جاہل الخم۔ الہی نبی دائم تاجہ گو نہ رضائے تو جویم  
 الہی نبی دائم تاجہ گویم۔ الہی عجز و در ماندگی من تومی بینی۔ الہی حاجت من تومی دانی۔ الہی من پیارہ  
 و عاجز بیخ حیلہ و قوت و وسیلہ نہ دارم و آنچه جز تست ازان بزارم۔ الہی من منیعت و در ماندہ را  
 و من نیعت در ہائے زندہ را و من بد ہوش سیاہ کار گناہگار را و من بد کردار را و من انقیاد فرمان  
 شیطان را و من استاد مکتب عاصیان را و من بد ہوش سرگشتہ را و من عاجز و بد رگشتہ را و من گناہگار  
 بد افعال را و من خاکسار بد اعمال را و من ثابت نامتام را و من عہد شکن خود کام را و من گندم خاے  
 جو فروش را و من زنا دار خرقہ پوش را و من سیاہ رو نامہ سیاہ را و من منافق تہ کار را ب فضل کیم و  
 لطف قدیم خود از بند نفس امارہ خلاصی دہ و توبہ نصوحا عطا کن کہ طاقت حضرت عدل تو ندارم۔  
 الہی مرا تو نوق دہ کہ ترا بہ پرستم کہ بے توفیق تو ترا نتوان پرست۔ الہی مرا تعریف دہ کہ ترا بیشناسم کہ  
 بے تعریف تو ترا نتوان شناخت۔ الہی صنایع کردم عمر خویش بران چیز کہ رضائے تو نبود۔ و من نہ دانستم ازان توبہ  
 کردم و بزار گشتم۔ اے دشگیر ہر شکستہ و اے دلیل برد ماندہ و اے فریاد رس دشوار ہائے و اے چارہ ساز پیارگان  
 و اے قبول کنندہ توبہ عاصیان و اے پذیرندہ گریختگان۔ و اے حلیم کہ حلم تو مارا گستاخ کرد۔ و اے رحیم کہ  
 رحم تو مرا بیباک گردانید۔ این گستاخی و بیباکی از ما عفو کن خلعت معرفت ہمہ اعصنائے مارا پریشان۔  
 الہی بحق طفیل وسیع و تمیذ و تمجید جملہ روحانیان و کرو بیان۔ الہی بکرمت عابدان و زاہدان،  
 الہی بکرمت خواصگان و رگاہ تو، الہی بکرمت لواحقان حضرت تو، الہی بکرمت غریبان شہادت

جو انان، الہی بکرمت آپ ویدہ ناصیان، الہی بکرمت عنوقویہ عاصیان درگاہ تو الہی بکرمت  
 عزوجل تو الہی بکرمت عظمت وکمال تو کہ جہات من وبنیہ مسلمان ہو گئی، وایمان مارا  
 دنیا و آخرت برما ازانی داری۔ الہی چون دوران حیرتنگ و تاریک بے شمع مارا بیتا کئی ایمان  
 مارا چراغ کد گردانی۔ بقی لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللَّهُ لَا مَحْيُوبَ إِلَّا اللَّهُ لَا  
 مَطْلُوبَ إِلَّا اللَّهُ لَا مَقْصُودَ إِلَّا اللَّهُ لَا مَوْجُودَ إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَاشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيَّ  
 خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

## ترجمہ مناجات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تو قوی اور میں عاجز ہوں۔ اے اللہ! تو ہی میرا مالک  
 ہے اور میں تیرا ملوک۔ اے اللہ! میں عاجزوں میں سب سے زیادہ عاجز ہوں۔ اے اللہ! میں جاہل  
 میں سب سے زیادہ جاہل ہوں۔ اے اللہ! میں نہیں جانتا کہ کس طرح تیری رضا حاصل کروں۔ اے اللہ!  
 میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ الہی! میرے بجز وہ بیچارگی کو تو دیکھتا ہے۔ الہی! میری حاجتوں  
 سے تو واقف ہے۔ اے اللہ! میں بیچارہ و عاجز ہوں اور کوئی حیلہ، قوت اور وسیلہ نہیں رکھتا ہوں۔  
 تیرے سوا جو کچھ بھی ہے اس میں بیزار ہوں۔

الہی! مجھ صنیعت و درماندہ کو، مجھ کمزور اور در بدر ٹھکرائے ہوئے کو، مجھ سیہ کار گنہ گار اور  
 مدبوش کو، مجھ بد کردار کو، مجھ کو جو شیطان کا مطیع و فرمانبردار ہے، مجھ کو جو گنہ گاروں کے مکتب کا  
 استاد ہے۔ مجھ کو جو مدبوش و سرگشتہ ہے، مجھ عاجز کو تو در در کا ٹھکرایا ہوا ہے اور مجھ گنہ گار بد اعمال  
 کو، مجھ خاکسار بد اعمال کو، مجھ ثنات نامتام کو، مجھ عہد شکن مطلب پرست کو، مجھ گندم نما جو فروش کو، مجھ  
 زنا دار خرقہ پوش کو، مجھ سیاہ رویاہ کار کو، مجھ منافق تباہ کار کو اپنے فہل عمیم اور لطف قدیم سے  
 نفس امارہ کی قید سے نجات دے اور توبہ نصوحا عطا فرما۔ اس لئے کہ میں تیرے دربار عدل کی قوت  
 نہیں رکھتا۔ اے اللہ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری پرستش کروں، اس لئے کہ تیری توفیق کے بغیر  
 تیری پرستش ممکن نہیں۔ اے اللہ! مجھے معرفت عطا کر تاکہ تجھے پہچانوں اس لئے کہ معرفت حاصل

کئے بغیر تجھے نہیں پہچانا جاسکتا۔ اے اللہ! میں نے اپنی تمام عمر اس چیز کے حصول میں ضائع کر دی جس میں تیری رضائے تھی۔ اور اسے میں نہیں جانتا تھا میں نے اس سے توبہ کی اور پتیار ہوا۔ اے دستگیر ہر شکستہ، اے دلیل ہر درماندہ، اے مشکلات میں فریاد سُننے والے، اے بیچاروں کے چارہ ساز، اے گنہ گاروں کی توبہ قبول کرنے والے، اے منکروں کو قبول کرنے والے، اے حلیم کہ تیرے علم نے مجھے گستاخ بنا دیا۔ اے رحیم کہ تیرے رحم نے مجھے بے باک کر دیا۔ ہماری اس گستاخی اور بے باکی کو معاف کر دے۔ اور معرفت کی خلعت ہمارے تمام اعضا کو پہنادے۔ اے اللہ! تمام رُوحانیوں اور فرشتوں کی تجید و تحمید اور تسبیح و تہلیل کے صدقے میں، اے اللہ! تمام نابدوں اور زاپہوں کی حرمت کے صدقے میں، اے اللہ! اپنی درگاہ کے خواص کے طفیل میں، اے اللہ! اپنے لواحقین دربار کے واسطے سے، اے اللہ! جوان شہیدوں کی شہادت کے واسطے سے، اے اللہ! گنہگار بندوں کے آنسوؤں کی حرمت کے طفیل اے اللہ! گنہگاروں کے طفیل جنہوں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی، اے اللہ! اپنی عزت و جلال کی حرمت کے واسطے سے، اے اللہ! اپنی عظمت و کمال کے صدقے میں میری اور تمام مسلمانوں کی حاجتوں کو پورا کر، ہمارے ایمان کو دنیا اور آخرت میں ہی پر زیادہ کر دے۔ اے اللہ! جب تو اس حجرت تک و تاریک میں بے سماع ہمیں مبتلا کرے تو اس وقت ہمارے ایمان کو چراغِ لحد بنا دے۔

نہیں ہے کوئی اِلہ مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی محبوب مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی مطلوب مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی مقصود مگر اللہ۔ نہیں ہے کوئی موجود مگر اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کا ملہ سے رحمتیں نازل فرما ان پر جو بہترین مخلوق ہیں۔ یعنی ہمارے سردار حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل پر اور ان کے تمام اصحاب پر۔





# قطعہ تاریخ تکمیل ترجمہ مکتوبات دوسری

برونق

## عظمت انسان و حقیقت الزمان

از مترجم

شرف الحق منیری الحق نشان حق ہیں  
مکتوب پاک حضرت ہے مرآت حقیقت  
انسان کی حقیقت تجھ سے کروں بیان کیا  
یعنی ظہور کنت کنتاً کا راز پنہاں  
شمس و قمر کی گردش پر روز و شب کا عنوان  
ہے لازمان خود وہ ہر لامکاں خود وہ  
اول بھی تو وہی ہے آخر بھی تو وہی ہے  
مستقبل حال ماضی یہ سب عبارتیں ہیں  
حضرت سے سن پجری حضرت شرف و عسوی  
سنہ ۱۳۰۵ھ

مکتوب پاک حضرت کس درجہ عالی شان ہے  
اس آئینہ میں اللہ کیا حسن بے نشان ہے  
رازِ نَفَخْتِ فِیْہِ سَجُودِ قَدِ سِیَاں ہے  
مکتوب دوسری کو دیکھو تو کیا عیاں ہے  
سارا نظام عالم خود اس کا اک نشان ہے  
پھر یہ زمانہ کیا ہے ہاک راز جالتان ہے  
یہ درمیاں میں کیا ہے ہاک طرفہ جہاں ہے  
خود ہی زمانہ ہے وہ اور خود ہی لازماں ہے  
تکمیل ترجمہ کی تاریخ یہ عیاں ہے

یہ بے نوا قسم اور اس ترجمہ کی ہمت

صد شکر خاک پاے مخدوم دو جہاں ہے



# عظمتِ شرف

۱۴۱۰ھ ۶ ۶۱۹۹۰

## تاریخ اتمام کتابت

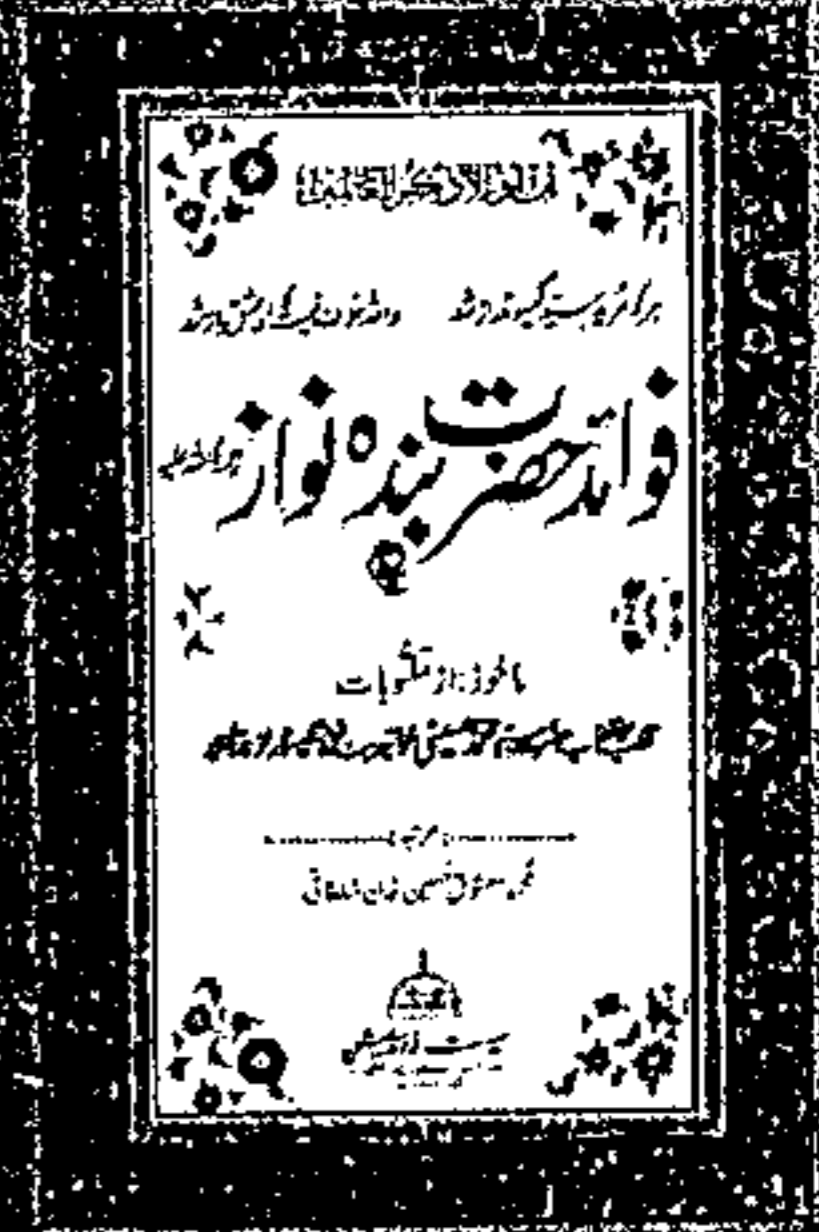
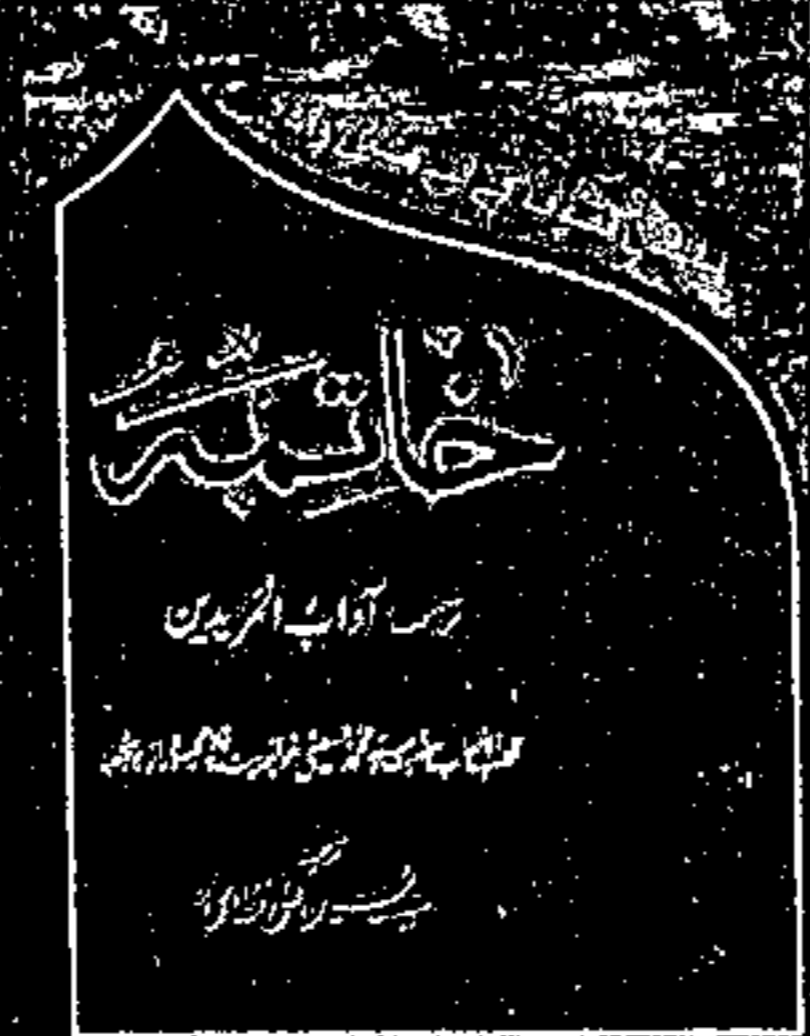
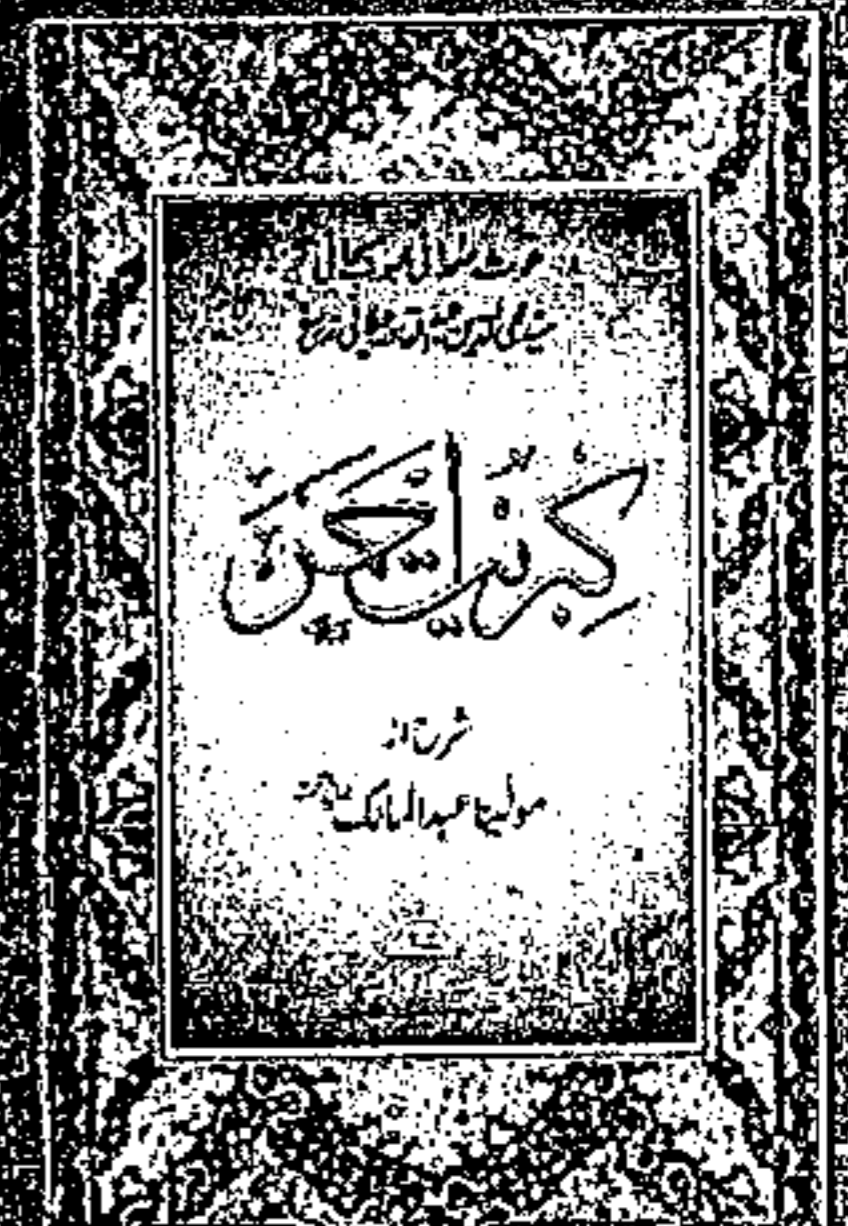
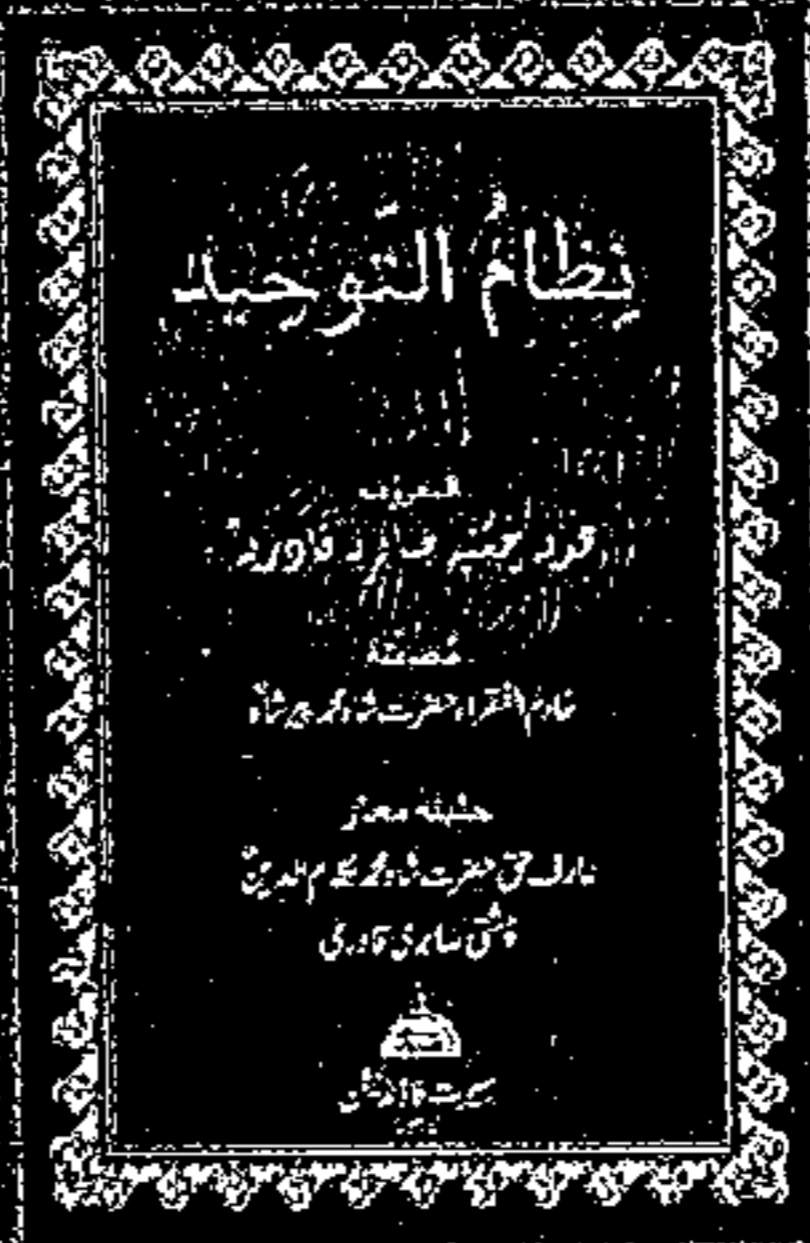
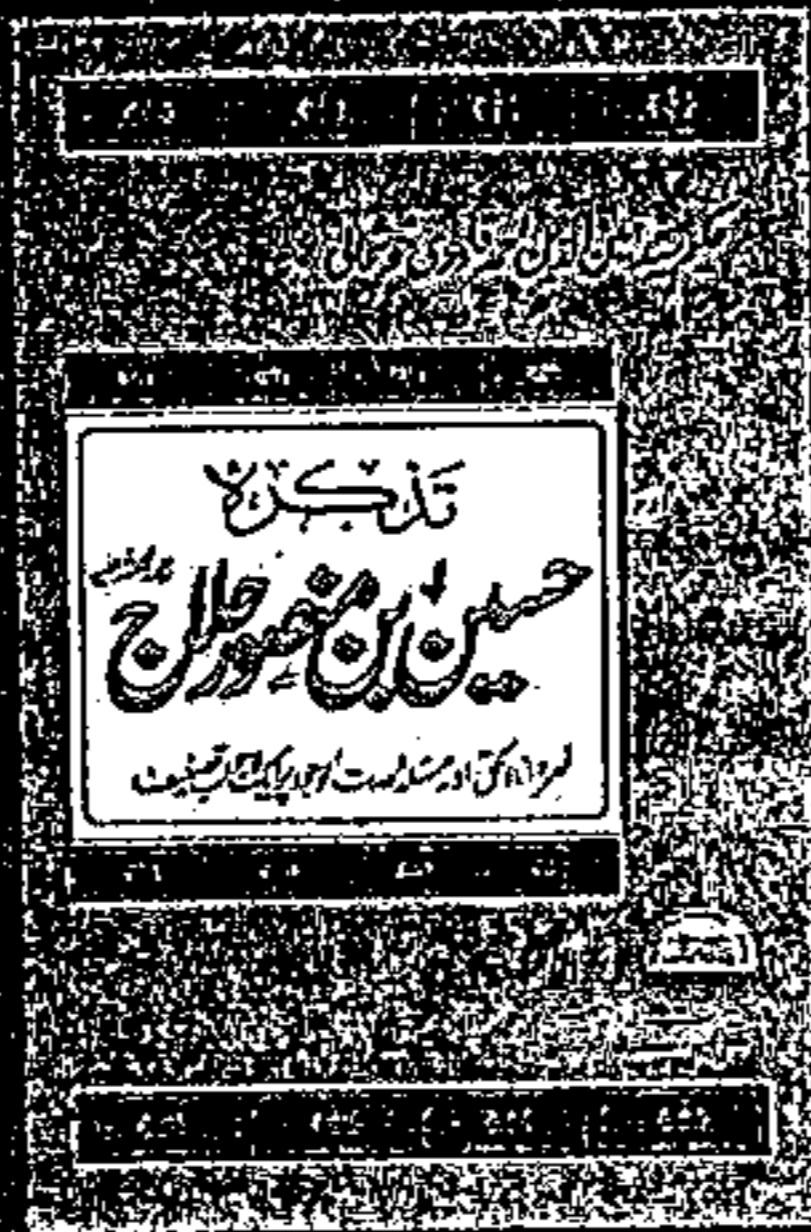
از مترجم

برتر ہے فکر سے جو وہ ذاتِ شرف کی مکتوب دو صدان کی عظمت کا اک نشان ہے  
 ہے عظمتِ شرف سے ختم کتابت اسکی ، ہجری بھی عیسوی بھی دونوں ہی سن عیان ہے





# دیگر کتب



ملنے کا پتہ:

297.62

ش 453 م



\* 6 4 7 1 6 - U - 6 7 \*

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں

شیخ شرف الدین احمد میمنسری

کے دو سو نادر و نایاب خطوط مبارک کا اعلیٰ اردو ترجمہ

# مکتوبات دو صدی

مترجم

حکیم سید شاہ نسیم الدین احمد شرقی فردوسی مدظلہ

اصحیح و ترتیب نو

سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی



سیرت فاؤنڈیشن

۱۸۵۵ این ایف آئی آباد لاہور